



اردو

عارف باللہ شیخ محمد تقی صاحب مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی مدظلہ العالی

فریدک سال: ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء لاہور پاکستان

الفقر المجاہد
۲
ارشد طارق
قسم داہجہ اے علوم اسلامیہ
الرفیقہ

منشورات علمیہ

فرید ہسٹل لاہور کی یک سالہ اشاعتی خدمات، ایک نظر میں

تصانیف مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی

۶/۶۰	طب روحانی	۲۲/-	خطبات اول	مجلد دوم پلاسٹک
۶۵/-	فتاویٰ عالمگیری	۲۲/-	دوم	"
۶۰/-	حجۃ اللہ البالغہ	۲۴/-	خطیب	"
۲۲/-	زلف و زنجیر اول	۲۴/-	واعظ اول	"
۱۳/۵۰	ذکر بالہجر	۲۲/-	دوم	"
۳۰/-	کوشا نجات	۲۲/-	سوم	"
۵/-	نسیم رحمت	۲۲/-	چہارم	"
۶۵/-	اشعۃ الممعات اول (ترجمہ از مولانا محمد سعید نقشبندی)	۲۲/-	مفید الاولیاء	"
۲۲/-	مسند امام اعظم	۲۲/۵۰	آغا جان نور کا	"
سال رواں کے اشاعتی منصوبے اپنے تکمیلی مراحل میں		۲۴/-	عورتوں کی حکایات	"
اشعۃ الممعات جلد دوم، سوم		۱۶/۵۰	سچی حکایات اول	مجلد ڈسٹ کور
بخاری شریف مکمل مترجم تین جلدوں میں		۱۸/-	دوم	"
ریاض الصالحین مترجم مکمل دو جلدوں میں		۱۸/-	سوم	"
ترمذی شریف		۱۵/-	چہارم	"
ابوداؤد شریف		۱۵/-	پنجم	"
مثنوی مولانا روم مترجم و محشی مکمل چھ جلدوں میں		۱۶/۵۰	مثنوی کی حکایات	"
مذکرۃ الاولیاء		۱۲/-	شیطان کی حکایات	"
دلائل المسائل ، فقہ الفقہ (فقیر اعظم کوٹلوی)		۱۵/-	عجائب الحیوان (جانوروں کی دنیا)	"
علمائے اہل سنت کی حکایات (ابوالنور کوٹلوی)		۱۶/۵۰	نماز حنفی مدلل (فقیر اعظم کوٹلوی)	"
جامع المعجزات (صاحبزادہ مولانا عطاء المصطفیٰ کوٹلوی)		۲۱/-	الغاروق	"
شمع شبستان رضا مکمل ۴ جلد		۲۴/-	سُنی ہستی زیور (مفتی خلیل احمد بکاتی)	"
فیوض یزدانی		۱۵/-	ہمارا اسلام	"
روح تصوف (از سید خورشید احمد گیلانی)				

علاوہ ازیں دیگر اداروں کی اسلامی مطبوعات بھی تھوک پرچوں زخموں پر ہمارے ہاں دستیاب ہیں، رابطہ کے لئے تحریر کیجئے :

فرید ہسٹل سال ۲۰ - اردو بازار، لاہور

اشعۃ اللمعات

(میری نگاہ میں)

آ محمد مصطفیٰ کے نور کی مشکوت دیکھ
ابصیر کی نگہ سے اُن کی سچی ذات دیکھ
دیکھنا ہو گر سعید نقشبندی کا کمال
آج اے قربان اُس کی اشعۃ اللمعات دیکھ

علامہ قربان سے نظامی

اشرفی بک ڈپو
صدر بازار راولپنڈی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
اُسے لے لو اور جس سے منع کریں اسے باز رہو (القرآن الحکیم)

جلد اول اربعہ لکھ مشکوٰۃ

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ وحاشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خلیب جامع مسجد حضرت امام گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
دکن پاکستان نئی رائٹر گلڈ

ناشر

فریدیک سٹال، ۴۰-اردو بازار، لاہور (پاکستان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں دیں
 اُسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز رہو (القرآن حکیم)

شرح اشعریہ

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیفہ

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدّد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ حواشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خطیب جامع مسجد حضرت امان گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
 رکن پاکستان سنی رائٹر گلڈ

ناشر

فریدیک سٹال، اردو بازار، لاہور (پاکستان)

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)



کتاب _____ اشعۃ اللمعات اردو جلد اول
تصنیف منیف _____ شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تقدیم و حواشی _____ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب جامع مسجد
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
کتابت _____ حاجی محمد داود حضرت کیلیا نوالہ شریف
پروف ریڈنگ _____ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی
ناشر _____ فرید بک سٹال ۴۰ اردو بازار لاہور
سال اشاعت _____ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ
_____ اپریل ۱۹۸۱ء
تعداد _____ ایک ہزار
مطبع _____ جنرل پرنٹرز ۲۲ ریٹی گن روڈ بحیرہ پارک لاہور

قیمت _____ ۶۵ روپے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مختصر فہرست مضامین کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ

اردو جلد اول

نمبر شمار	موضوع	از صفحہ	تا صفحہ
۱	مفصل فہرست اشعۃ اللمعات اردو جلد اول	۴۶	۴۵
۲	عرض مترجم غفرلہ	۴۶	۵۱
۳	تقریبات علماء اعلام (شیوخ حدیث)	۵۲	۶۲
۴	مختصر سوانح و عقائد حضرت شیخ محقق رضی اللہ عنہ مصنف کتاب اشعۃ اللمعات	۶۳	۱۲۶
۵	مقدمہ کتاب از حضرت شیخ محقق دہلوی رضی اللہ عنہ	۱۲۷	۱۳۹
۶	حالات ائمہ حدیث رضی اللہ عنہم	۱۴۰	۱۹۳
۷	کتاب الایمان	۱۹۳	۲۸۲
۸	کتاب العلم	۲۸۲	۵۳۲
۹	کتاب الطہارۃ	۵۳۲	۷۴۴

فہرست سوانح حضرت شیخ قدس سرہ

۶۷	باب کی آغوش میں	۲۰	۶	مفصل فہرست کتاب	۱
۶۹	ابتدائی تعلیم	۲۱	۴۶	عرض مترجم غفرلہ	۲
۷۲	شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے	۲۲	۵۰	ناشر کتاب	۳
۷۵	حفظ کلام پاک	۲۳	۵۲	تقریبات و تصدیقات علماء کرام	۴
۷۵	عبادت و ریاضت کی ابتداء	۲۴	۵۲	(۱) حضرت مولانا مہر الدین صاحب دام فیضہ	۵
۷۶	تکمیل علم کے بعد	۲۵	۵۴	(۲) حضرت مولانا مفتی محمد حسین نسیمی صاحب	۶
۷۹	شیخ محدث رحمۃ اللہ جاز کی طرف	۲۶	۵۵	(۳) حضرت مولانا ثناء رسول صاحب	۷
۸۰	مولانا عبد الوہاب متقی کے قدموں میں	۲۷	۵۶	(۴) حضرت مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب	۸
۸۱	شیخ کی تعلیم و تربیت شیخ متقی کی نگرانی میں	۲۸	۵۷	(۵) حضرت مولانا علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب	۹
۸۳	مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں	۲۹	۵۸	(۶) حضرت مولانا محمد نواز صاحب	۱۰
۸۵	جاز سے روانگی	۳۰	۵۹	(۷) حضرت مولانا قاضی محمد ارشاد الہی صاحب	۱۱
۸۸	شیخ محدث کے روحانی مرشد	۳۱	۶۰	(۸) جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب	۱۲
۸۹	والد ماجد سے بیعت	۳۲	۶۲	مختصر سوانح حضرت شیخ محقق قدس سرہ	۱۳
۹۰	شیخ عبد الوہاب متقی سے ارلوت	۳۳	۶۲	نسب	۱۴
۹۰	حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں	۳۴	۶۳	حضرت شیخ کے والد ماجد	۱۵
۹۲	سلسلہ قادریہ سے خصوصی تعلق	۳۵	۶۴	شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ	۱۶
۹۳	وصال مبارک	۳۶	۶۴	شیخ سیف الدین شیخ امان کی خدمت میں	۱۷
۹۵	شیخ محدث کا مکان مدرسہ اور کتب خانہ	۳۷	۶۵	علامت و وفات	۱۸
۹۷	تصانیف	۳۸	۶۷	شیخ محدث کی ولادت اور ابتدائی تعلیم	۱۹

۱۱۳	توسل واستغانت	۵۱	۹۹	حدیث	۳۹
۱۱۵	شفاعت	۵۲	۱۰۰	اشعة الممعات	۴۰
۱۱۶	محفل میلاد	۵۳	۱۰۳	لمعات التمتع	۴۱
۱۱۶	فاتحہ والیہال ثواب	۵۴	۱۰۴	حضرت شیخ کے عقائد	۴۲
۱۱۷	عرس بزرگان	۵۵	۱۰۵	علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳
۱۱۸	مزارات پر قبے اور عمارت بنانا	۵۶	۱۰۶	اختیار و تصرف	۴۴
۱۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا	۵۷	۱۰۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا	۴۵
۱۱۹	دور سے مذاکرنا	۵۸	۱۰۹	حیات انبیاء و اولیاء	۴۶
۱۱۹	معراج جسمانی	۵۹	۱۱۰	مردوں کا سنا	۴۷
۱۱۹	روایت باری تعالیٰ	۶۰	۱۱۱	زیارت قبور	۴۸
۱۲۰	اعلاؤ شان رسالت	۶۱	۱۱۲	زیارت روضہ النور	۴۹
۱۲۵	سرکار غوثیت	۶۲	۱۱۲	سفر زیارت	۵۰



مفصل فہرست کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات اردو

جلد اول

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱	خطبہ	۱۲۷	۱۶	حدیث مرسل	۱۲۹
۲	وجہ تصنیف	"	۱۷	ارسال	"
۳	مقدمہ	۱۲۸	۱۸	حدیث مؤفصل	"
۴	حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کا نام ہے۔	"	۱۹	مدلس حدیث	"
۵	حدیث مرفوع	"	۲۰	مضطرب حدیث	۱۳۰
۶	حدیث موقوف	"	۲۱	تنبیہ	"
۷	مقطوع	"	۲۲	روایت بالمعنی کا حکم	"
۸	اثر	"	۲۳	عنعنہ	"
۹	وصل سند	"	۲۴	معنعن حدیث	"
۱۰	متن حدیث	"	۲۵	مُند حدیث	"
"	حدیث متصل	۱۲۹	۲۶	وصل	"
۱۱	انقطاع	"	۲۷	شاذ، منکر و معطل حدیث	"
۱۲	منقطع حدیث	"	۲۸	شاذ	"
۱۳	حدیث معلق	"	۲۹	راج	"
۱۴	تعلیق	"	۳۰	محفوظ	"
۱۵		"	۳۱	ضعیف حدیث	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۳۲	معروف حدیث	۱۳۰	۵۶	موضوع حدیث	۱۳۲
۳۳	منکر و معروف میں فرق	۱۳۱	۵۷	متردک	"
۳۴	شاذ و محفوظ میں فرق	"	۵۸	فسق راوی	۱۳۳
۳۵	منکر حدیث	"	۵۹	مہم راوی کی روایت	"
۳۶	معلل	"	۶۰	بدعت	"
۳۷	متابع اور شاہد	"	۶۱	مبتدع کی حدیث مردود ہے	"
۳۸	وصل	"	۶۲	مبتدع سے اخذ حدیث میں محدثین کا اختلاف	"
۳۹	صحیح جن ضعیف	"	۶۳	وصل	۱۳۴
۴۰	صحیح حدیث کی تعریف	"	۶۴	ضبط کے وجوہ طعن بھی پانچ ہیں	"
۴۱	صحیح لذاتہ	"	۶۵	معلل حدیث	"
۴۲	صحیح لغیرہ	"	۶۶	نقد حدیث میں امام دارقطنی کا ارفع مقام	"
۴۳	حسن	"	۶۷	مستور، مدلس اور مرسل احادیث کا حکم	۱۳۵
۴۴	حسن لذاتہ	"	۶۸	وصل	"
۴۵	حسن لغیرہ	"	۶۹	غریب احادیث	"
۴۶	ضعیف حدیث	"	۷۰	عزیز، مشہور و مستفیض حدیث	"
۴۷	ضبط و عدالت	۱۳۲	۷۱	متواتر حدیث	"
۴۸	عدالت کا معنی	"	۷۲	غریب حدیث کی تحقیق اور اس کا حکم	"
۴۹	مروت کا معنی	"	۷۳	وصل	"
۵۰	عدل روایت اور عدل شہادت	"	۷۴	ضعیف حدیث	"
۵۱	ضبط کا معنی اور اس کے اقسام	"	۷۵	اصح ترین سند	۱۳۶
۵۲	وصل	"	۷۶	تنبیہ: امام ترمذی کی عادت اور ایک	"
۵۳	عدالت اور اس کے وجوہ طعن	"	۷۷	اشکال کا جواب	"
۵۴	وجوہ طعن پانچ ہیں، کذب، متہم بالکذب، فسق راوی، جہالت، راوی کا بدعتی ہونا۔	"	۷۸	وصل	"
۵۵	ان پانچ وجوہ کے معانی	"	۷۹	صحیح لذاتہ کی صحت پر سب کا اتفاق ہے	"
			۸۰	وصل	۱۳۷

نمبر شمار	مطالب مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین
۸۰	حدیث صحیح کے درجات صحت میں فرق و تفاوت ہے۔	۱۳۸	۹۸	امام بخاری کے شاخ کے پانچ طبقات
۸۱	امام بخاری کی صحیح، سب کتب حدیث میں زیادہ صحیح ہے۔	"	۹۹	امام بخاری کی سیرت
۸۲	اس کی وجہ	"	۱۰۰	آپ کی تالیفات
۸۳	متفق علیہ حدیث	"	۱۰۱	صحیح بخاری کی وجہ تصنیف
۸۴	صحیح احادیث کی تعداد	"	۱۰۲	امام بخاری کو خواب میں حضور کی زیارت اور حضور کا ارشاد۔
۸۵	وصل	"	۱۰۳	آپ نے صحیح کی تالیف خانہ کعبہ میں کی۔
۸۶	صحیح احادیث صرف بخاری و مسلم میں ہی منحصر نہیں ہیں۔	"	۱۰۴	آپ نے صحیح کے تراجم ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر مکمل کئے۔
۸۷	مستدرک حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری	"	۱۰۵	تصنیف صحیح میں امام بخاری کی احتیاط
۸۸	وصل	"	۱۰۶	صحیح بخاری کے متعلق ائمہ حدیث کے تبرکے
۸۹	کتب صحاح ستہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات۔	۱۳۹	۱۰۷	دفع آفات و بلیات اور حل مشکلات کیلئے صحیح بخاری کا ختم
۹۰	نام و کنیت اور شجرہ نسب	"	۱۰۸	امام بخاری مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔
۹۱	آپ امیر المومنین فی الحدیث ہیں	"	۱۰۹	امام بخاری کی وفات
۹۲	امام مسلم کی امام بخاری سے محبت و ارادت	"	۱۱۰	حاسدین امام کا فتنہ
۹۳	ائمہ حدیث کا امام بخاری کو خراج تحسین	"	۱۱۱	امام صاحب کی عمر قند کو روانگی اور وفات۔
۹۴	امام بخاری کے والد المکرم	"	۱۱۲	امام بخاری کی وفات کے دن بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ امام بخاری کا انتظار کر رہے ہیں۔
۹۵	امام بخاری کی والدہ محترمہ مستجاب الدعاء خاتون تھیں۔	۱۴۱	۱۱۳	امام بخاری علیہ الرحمۃ کی قبر انور سے کستوری کی خوشبو۔
۹۶	علم حدیث کی تحقیق کے لئے آپ نے متعدد اسلامی ملکوں کے سفر اختیار کئے۔	"	۱۱۴	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات
۹۷		"	۱۱۵	نام و نسب

marfat.com

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۶۲	اعمال دو قسم ہیں	۱۸۶	۱۸۳	اور چیز ہے جسے اذعان و تسلیم بھی کہتے ہیں	۱۹۳
۱۶۳	نیت دل کا فعل ہے	"	۱۸۴	حقیقت ایمان تصدیق قلبی ہے	"
۱۶۴	ایک عمل میں مختلف نیتیں کرنے سے ہر نیت پر الگ ثواب ملتا ہے	۱۸۷	۱۸۵	زبان سے اقرار اسلامی احکام کے اجراء کی شرط ہے	"
۱۶۵	اس کی مثال کہ مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے مگر اس میں بارہ نیتیں ہو سکتی ہیں	"	۱۸۶	فاسق مومن ہے	۱۹۴
۱۶۶	دنیا کا معنی	"	۱۸۷	خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں	"
۱۶۷	عورت کا فتنہ سخت فتنہ ہے	۱۸۹	۱۸۸	حدیث بنا کے مطلب و معانی	۱۹۵
۱۶۸	ہجرت کا معنی	"	۱۸۹	لفظ اسلام کا معنی لغوی اور شرعی	۱۹۸
۱۶۹	ہجرت دو طرح کی ہے	"	۱۹۰	ایمان اعتقاد قلبی کا نام ہے	"
۱۷۰	فتح مکہ کے بعد ہجرت الی المدینہ کی اہمیت ختم ہو گئی البتہ دار کفر سے دار اسلام کی طرف ہجرت قیامت تک باقی ہے	۱۹۰	۱۹۱	اسلام و ایمان کے مجموعے کو دین کہتے ہیں	"
۱۷۱	ہجرت کا خاص معنی	"	۱۹۲	اسلام کے پانچ ارکان	"
۱۷۲	من مہ	"	۱۹۳	رکن اول کلمہ شہادت کی تصدیق	"
۱۷۳	حدیث نیت المومن خیر من عملہ کی تحقیق	۱۹۱	۱۹۴	دوسرا رکن نماز	۱۹۹
۱۷۴	اس کی توجیہ و تفسیر میں علماء کے اقوال	"	۱۹۵	اقامت صلوٰۃ کا معنی	"
۱۷۵	قول اول	"	۱۹۶	تیسرا رکن زکوٰۃ	"
۱۷۶	دوم	"	۱۹۷	چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے	"
۱۷۷	سوم	"	۱۹۸	روزے کا معنی	"
۱۷۸	چہارم	"	۱۹۹	کمال روزہ	"
۱۷۹	پنجم	"	۲۰۰	لفظ رمضان کا معنی	"
۱۸۰	کتاب الایمان	۱۹۲	۲۰۱	پانچواں رکن حج بیت اللہ	"
۱۸۱	ایمان کا شرعی معنی	۱۹۳	۲۰۲	استقامت کا معنی	۲۰۰
۱۸۲	صداقت کا علم ہونا اور چیز اور اس کی تصدیق	"	۲۰۳	اللہ پر ایمان لانے کا مطلب	"
		"	۲۰۴	ملائکہ پر ایمان لانا	"
		"	۲۰۵	ملائکہ کی حقیقت	"
		"	۲۰۶	ملائکہ تصرف کی قدرت رکھتے ہیں	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۲۰۵	علامات قیامت	۲۲۸	۲۰۱	اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا	۲۰۷
"	قیامت کو ساعتہ کیوں کہتے ہیں	۲۲۹	"	آسمانی کتابوں کی تعداد	۲۰۸
"	تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام وقوع قیامت کے وقت سے آگاہ تھے۔	۲۳۰	"	رسولوں پر ایمان لانا	۲۰۹
۲۰۶	نُ تَابِدَ الْأَمْتَارُ بَتَّهَا کے متعدد معانی	۲۳۱	"	انبیاء علیہم السلام قبل نبوت اور بعد نبوت ہر قسم کے گناہوں سے پاک و معصوم ہیں	۲۱۰
۲۰۷	اس حدیث میں رَبَّتْهَا نِیْث سے کیوں وارد ہوا ہے۔	۲۳۲	"	بعض قصے جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں بے اصل اور نادرست ہیں۔	۲۱۱
"	قریب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ کینے لوگ معزز شمار ہوں گے	۲۳۳	"	عقاب مقرب الہی ہونے کی علامت ہے۔	۲۱۲
"	لوگوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ذوالقرنین کی سیاست	۲۳۴	۲۰۲	حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کا مطلب آخرت پر ایمان	۲۱۳
۲۰۸	جبریل کی طرف تعلیم کی نسبت کی وجہ	۲۳۵	"	تقدیر پر ایمان	۲۱۴
۲۰۹	مخلوق سے پانچ چیزوں کے علم کی نفی علم ذاتی کے اعتبار سے ہے۔	۲۳۶	"	تقدیر کا مفہوم	۲۱۵
"	حدیث ۲ مطلب و معانی	۲۳۷	"	تقدیر میں بحث و مناظرہ منع ہے	۲۱۶
۲۱۰	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۳۸	۲۰۳	احسان کا معنی	۲۱۷
"	حدیث ۳ مطالب و معانی	۲۳۹	"	مشاہدہ	۲۱۸
۲۱۱	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۴۰	"	مراقبہ	۲۱۹
"	راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔	۲۴۱	"	طاعت و عبادت کے تین مرتبے	۲۲۰
"	حیا کا بیان	۲۴۲	۲۰۴	احسان تصوف کی اصل ہے	۲۲۱
۲۱۳	حیا کا معنی از سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی	۲۴۳	"	غماز مشاہدہ ذات الہی کا سبب ہے	۲۲۲
"	حدیث ۴ مطالب و معانی	۲۴۴	"	غماز میں حضور قلب کیسے حاصل ہوتا ہے	۲۲۳
"	حضرت عبداللہ بن عمرو کے مختصر حالات	۲۴۵	"	دین کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں میں ہے	۲۲۴
۲۱۵	ظاہری ہجرت اور باطنی ہجرت	۲۴۶	"	تصوف اور عقائد ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہیں	۲۲۵
"	المہاجر من ہجر کا مقصد	۲۴۷	۲۰۵	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۲۶

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۲۴۹	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	۲۱۵	۲۴۸	حضرت ابو موسیٰ اشعری کے مختصر حالات	۲۲۱
۲۵۰	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	۲۱۶	۲۴۹	اپنی لوندی آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے والے کے لئے دوسرے اجر کی وجہ	"
۲۵۱	کمال ایمان کے لئے سب سے بڑھ کر حضور کی محبت درکار ہے۔	"	۲۵۰	حدیث ۱۶ مطالب و معانی	۲۲۲
۲۵۲	محبت کی قسمیں	"	۲۵۱	تاویل فاسد کے ذریعے فرائض اسلام کے منکرین کے خلاف بھی جہاد کرنا لازم ہو جاتا ہے	۲۲۳
۲۵۳	ایک محبت فطری	"	۲۵۲	اس حدیث میں ارکان اسلام میں سے صرف کلمہ شہادت اور نماز و روزہ کی تخصیص کی وجہ	"
۲۵۴	دوسری محبت اختیاری	"	۲۵۳	محمد و زندگی کی توبہ مقبول ہے۔ اس بارے میں علماء کی تحقیق	"
۲۵۵	حضور علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونے کا مفہوم	"	۲۵۴	حدیث ۱۷ مطالب و معانی	۲۲۴
۲۵۶	محبت رسول کے سلسلے میں حضرت عمر کا ایک واقعہ۔	۲۱۷	۲۵۵	لفظ ذمۃ کی تحقیق	"
۲۵۷	محبت کا نسیا یا حسن ہوتا ہے یا احسان	۲۱۸	۲۵۶	لفظ تحفہ و اکامعنی اور تفسیر	"
۲۵۸	اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تصرف کی قوت عطا فرمائی ہے۔	"	۲۵۷	حدیث ۱۸ مطالب و معانی	۲۲۵
۲۵۹	حدیث ۱۹ مطالب و معانی	"	۲۵۸	لا افسید علی هذا کی تشریح	۲۲۶
۲۶۰	تین چیزیں حلاوت ایمان کے محسوس ہونے کا ذریعہ ہیں۔	"	۲۵۹	حدیث ۱۹ مطالب و معانی	"
۲۶۱	حدیث ۲۰ مطالب و معانی	"	۲۶۰	تذکرہ حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	"
۲۶۲	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۱۹	۲۶۱	استقامت کا لغوی اور شرعی معنی	۲۲۷
۲۶۳	خواہشات نفسانی سے پاک لوگ معانی کی لذتوں سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔	"	۲۶۲	ارباب طریقت کے نزدیک استقامت کا معنی	"
۲۶۴	حدیث ۲۱ مطالب و معانی	۲۱۹	۲۶۳	حدیث ۲۰ مطالب و معانی	"
۲۶۵	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۲۰	۲۶۴	تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ	۲۲۸
۲۶۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا منکر کا فر ہے۔	"	۲۶۵	نجد	"
۲۶۷	حدیث ۲۲ مطالب و معانی	"	۲۶۶	لفظ ذوی کا معنی	"
۲۶۸	بعض شوائع پر تنقید	"	۲۶۷	حدیث ۲۱ مطالب و معانی	۲۲۹
۲۶۹	حدیث ۲۳ مطالب و معانی	"	۲۶۸	حدیث ۲۲ مطالب و معانی	۲۳۰

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۲۸۹	تذکرہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	۲۳۱	۳۰۹	توحید باری تعالیٰ	۲۳۹
۲۹۰	لفظ مرجأ اور اہل و سہل کا معنی	"	۳۱۰	بعث بعد الموت پر ایمان	"
۲۹۱	قبیدہ مضر	"	۳۱۱	اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے	۲۴۰
۲۹۲	صحابہ کرام کا ادب	۲۳۲	۳۱۲	حدیث ۱۹ مطالب و معانی	"
۲۹۳	لفظ ختم، دُبا و فقیر اور زلفت کی تحقیق	۲۳۳	۳۱۳	لفظ فاللہم کی تحقیق و تفسیر	"
۲۹۴	ان برتنوں کے استعمال کی حرمت ابتدائے اسلام	"	۳۱۴	حدیث ۲۰ مطالب و معانی	۲۴۱
	میں تھی بعد میں منسوخ ہو گئی	"	۳۱۵	صبر کا معنی	"
۲۹۵	حدیث ۲۱ مطالب و معانی	"	۳۱۶	اللہ تعالیٰ کے صابر ہونے کا مطلب	۲۴۲
۲۹۶	تذکرہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ	۲۳۴	۳۱۷	صبر و علیم میں فرق	"
۲۹۷	بیعت کا معنی	"	۳۱۸	حدیث ۲۲ مطالب و معانی	"
۲۹۸	شرک باللہ، چوری، زنا قتل ناحق اور بہتان	"	۳۱۹	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	"
	طرازی کی مانعت	"	۳۲۰	مؤخرۃ الزحل کا معنی	۲۴۳
۲۹۹	ارتکاب معصیت پر منرا کے بارے میں	۲۳۵	۳۲۱	ایک اشکال کا جواب	"
	اہل سنت کا مسلک	"	۳۲۲	حدیث ۲۳ مطالب و معانی	۲۴۴
۳۰۰	معتزلہ کا مسلک	"	۳۲۳	بیک کا معنی	"
۳۰۱	حدیث ۲۴ مطالب و معانی	"	۳۲۴	صدق دل سے ایمان لانے والا آتش دوزخ	"
۳۰۲	حضرت ابوسعید خدری کے مختصر حالات	۲۳۶	۳۲۵	پر حرام ہے اور اس جمع کی تفسیر	۲۴۵
۳۰۳	لفظ انھی کی تحقیق	"	۳۲۶	علم کی بات چھپانا حرام ہے	"
۳۰۴	عہد رسالت میں عورتیں حضور کی اجازت	"	۳۲۷	حدیث ۲۵ مطالب و معانی	"
	سے مسجد میں آتی تھیں	۲۳۷	۳۲۸	تذکرہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۲۴۶
۳۰۵	دوزخ میں مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ	"	۳۲۹	لفظ رغم کا معنی، اور استعمال	۲۴۷
	تعداد میں جائیں گی	"	۳۳۰	مومن فاسق بھی مغفرت کا اہل ہے	"
۳۰۶	لعنت کا معنی اور اس کا حکم	"	۳۳۱	صحابہ، تابعین اور تمام سلف کا یہی مسلک ہے	"
۳۰۷	عبادت کی کثرت دین کی ترقی کا ذریعہ ہے	"	۳۳۲	اس بارے میں معتزلہ کے شبہات اور ان	"
۳۰۸	حدیث ۲۶ مطالب و معانی	۲۳۸		کا جواب	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۳۳۱	حدیث ۲۴۷ مطالب و معانی	۲۴۸	۳۴۹	یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے	۲۵۷
۳۳۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہنے کی وجہ	"	۳۵۰	امام غزالی کا ارشاد	"
۳۳۳	حدیث ۲۴۸ مطالب و معانی	۲۴۹	۳۵۱	حدیث ۲۴۹ مطالب و معانی	"
۳۳۴	تذکرہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ	۲۵۰	۳۵۲	مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور مومن وہ ہے جس سے	
۳۳۵	ہجرت اور حج بیت اللہ سے کولنے گنہ معاف ہوتے ہیں	"	۳۵۳	لوگ امن میں رہیں	۲۵۸
۳۳۶	حج کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے حقوق العباد معاف ہو جاتے ہیں	۲۵۱	۳۵۴	حدیث ۲۵۰ مطالب	۲۵۹
۳۳۷	وفات کے وقت حضرت عمر بن العاص کا قلق و اضطراب اور اس کی وجہ	"	۳۵۵	امانت سے کیا مراد ہے	"
۳۳۸	فصل ثانی حدیث ۲۴۷ مطالب و معانی	"	۳۵۶	حدیث ۲۵۱ مطالب	۲۶۰
۳۳۹	ان اعمال صالح کا ذکر جن سے بندہ جنتی بننا اور آتش دوزخ سے بچ جاتا ہے	۲۵۲	۳۵۷	کلمہ شہادت کی تصدیق و اقرار کا فائدہ	"
۳۴۰	رات کی نماز کے فوائد	۲۵۳	۳۵۸	حدیث ۲۵۲	۲۶۰
۳۴۱	لفظ ذرہ، سنام اور ہلاک کی تحقیق	۲۵۴	۳۵۹	کلمہ طیبہ پر موت دخول جنت کا موجب ہے	"
۳۴۲	زبان کے فتنے	"	۳۶۰	حدیث ۲۵۳	"
۳۴۳	حدیث ۲۴۷ مطالب و معانی	۲۵۵	۳۶۱	شرک سے بچنے والا جنتی ہے اور مشرک دوزخی	۲۶۱
۳۴۴	تذکرہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ	۲۵۶	۳۶۲	حدیث ۲۵۴ مطالب و معانی	"
۳۴۵	آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے مکہ شام میں وفات پائی	"	۳۶۳	لفظ نفاق کا اطلاق	۲۶۲
۳۴۶	کمال ایمان کا بیان	"	۳۶۴	لفظ اظہر کی تحقیق	"
۳۴۷	حدیث ۲۴۸	"	۳۶۵	اقتطاع	۲۶۳
۳۴۸	اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے دشمنی	۲۵۷	۳۶۶	فزع اور خشیہ میں فرق	"
	سب سے افضل عمل ہے اور اس کی وجہ	"	۳۶۷	حائط	"
			۳۶۸	احتجاز کا معنی	۲۶۵
			۳۶۹	لفظ جہنم کا معنی	۲۶۶
			۳۷۰	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۶۷
				حدیث ۲۵۵ مطالب حدیث	۲۶۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۳۷۱	کلمہ طیبہ کو جنت کی بہت سی چابیاں کیوں کہا گئی۔	۲۶۸	۳۹۰	حالات سے ہر وقت واقف و آگاہ ہے	۲۷۶
۳۷۲	حدیث ۳۷۲ مطالب حدیث ہذا	۲۶۸	۳۹۱	استغفرت قلبک سے قلب قدسی مراد ہے	"
۳۷۳	نجات ہذا لامر کی تشریح	۲۷۱	"	پھر دل کا فتویٰ وہاں معتبر ہے جہاں شرعی دلائل متعارض ہوں	"
۳۷۴	حدیث ۳۷۴	۲۷۲	۳۹۲	حدیث ۳۹۲	"
۳۷۵	تذکرہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ	"	۳۹۳	حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	"
۳۷۶	مدر و وکبر کا معنی	۲۷۳	۳۹۴	حرد و عجب سے کون مراد ہے	"
۳۷۷	اسلامی تعلیمات اختیار کرنا باعث عزت اور ان سے انحراف باعث ذلت و رسوائی	"	۳۹۵	اسلامی تعلیم	۲۷۸
۳۷۸	حدیث ۳۷۸	"	۳۹۶	ایمان کا تقاضا	"
۳۷۹	تذکرہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ	"	۳۹۷	افضل اسلام	"
۳۸۰	چابی کے دانتوں سے نیک اعمال کی طرف اشارہ ہے۔	۲۷۴	۳۹۸	افضل ایمان	"
۳۸۱	حدیث ۳۸۱	"	۳۹۹	افضل نماز	"
۳۸۲	ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا لکھا جاتا ہے	"	۴۰۰	افضل ہجرت	۲۷۹
۳۸۳	حدیث ۳۸۳	۲۷۵	۴۰۱	افضل جہاد	"
۳۸۴	مومن کی پہچان	"	۴۰۲	افضل گھڑی	"
۳۸۵	حضرت شیخ عبد الوہاب المتقی الملکی کا ارشاد کہ ایمان کے راستے پر چلنے والے کے لئے چار چیزوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔	"	۴۰۳	حدیث ۴۰۳	"
۳۸۶	پہلی چیز توحید	"	۴۰۴	نماز و روزہ ادا کرنے اور شرک سے بچنے کی اہمیت اور فائدہ	۲۸۰
۳۸۷	دوسری چیز توکل	"	۴۰۵	حدیث ۴۰۵	"
۳۸۸	تیسری چیز جزائے اعمال پر یقین	۲۷۶	۴۰۶	افضل ایمان کی خصوصیات	"
۳۸۹	چوتھی چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام	"	۴۰۷	کبیرہ گناہوں اور نفاق کی علامات کا بیان	۲۸۱
			۴۰۸	گناہ کبیرہ تعریف	"
			۴۰۹	شرح عقائد عضدیب سے کبیرہ گناہوں کی تعداد	"
			۴۱۰	فصل اول حدیث ۴۱۰	۲۸۲
				نذ کا معنی	۲۸۳

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۱۱	شرک کے تین اقسام	۲۸۴	۲۹۱	دوسری فصل - حدیث ۵۱	۲۹۱
۴۱۲	تنگی معاش کے خوف سے قتل اولاد گناہ کبیرہ ہے	"	۲۹۲	حضرت صفوان بن عیال کے مختصر حالات	۲۹۲
۴۱۳	ہمسایہ کی بیوی سے زنا بدترین قسم کا زنا ہے	"	۲۹۳	آیات بینات	۲۹۳
۴۱۴	حدیث ۴۵ مطالب و مضامین	"	۲۹۴	انبیاء علیہم السلام پر بیہودگی افتراء پر دازی	۲۹۴
۴۱۵	والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے	"	۲۹۵	حدیث ۵۲	۲۹۵
۴۱۶	یہین غموس بھی گناہ کبیرہ ہے	"	"	گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہو	"
۴۱۷	جھوٹی گواہی، گناہ کبیرہ ہے	"	"	خوارج و معتزلہ کا رد	"
۴۱۸	حدیث ۴۶	۲۸۵	"	سوال و جواب	۲۹۶
۴۱۹	سات مہلک باتیں	"	"	حدیث ۵۳	"
۴۲۰	صحابہ کرام کی ایک جماعت کے نزدیک جاو کر ناکفر ہے	"	"	لفظ ظلمہ کی تحقیق	۲۹۷
۴۲۱	کہانت، بنجوم، رمل اور شعبدہ وغیرہ کا شرعی حکم	"	"	ایمان کو ظلمہ سے کیوں تشبیہ دی	"
۴۲۲	حدیث ۴۷	"	"	تیسری فصل - حدیث ۵۴	"
۴۲۳	نہبہ	"	۲۹۸	تارک نماز، امام شافعی اور بعض دوسرے	۲۹۸
۴۲۴	غلول	۲۸۶	"	ائمہ کے نزدیک لائق قتل ہے	"
۴۲۵	تشبیک الاصابع	۲۸۷	۲۹۹	احناف اور امام مالک کے نزدیک تارک نماز کی سزا	۲۹۹
۴۲۶	امام بخاری سے اس حدیث کے معنی کی وضاحت	"	"	شراب نوشی کی مذمت	"
۴۲۷	حدیث ۴۸	۲۸۸	"	کسی علاقہ میں وبائی مرض پھیل جائے تو وہاں سے بھاگنا منع ہے	"
۴۲۸	منافق کی صفات و علامات	"	"	اہل و عیال کی تربیت کا حکم	"
۴۲۹	جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت	۲۸۹	"	حدیث ۵۵	"
۴۳۰	حدیث ۴۹	"	"	صرف حضور علیہ السلام کے زمانہ میں منافق کو میلانوں کے زمرہ میں شامل کیا جاتا تھا اور ان کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی تھی	"
۴۳۱	منافق کی ایک اور علامت	۲۹۰	"	باب الوسوسۃ حدیث ۵۶	"
۴۳۲	حدیث ۵۰	"	"		
۴۳۳	منافق کا حال	"	"		

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۹۵	تیسری فصل، حدیث ۶۹	۳۱۴	۵۱۸	حضور علیہ السلام کے کسی کو نہیں دی گئی	۳۲۳
۴۹۶	دوسرے، شیطان کی ایک صورت	"	۵۱۹	حدیث ۷۲، فصل اول	۳۲۴
۴۹۷	حدیث ۷۳	"	۵۲۰	مقاویہ خلافت لکھنے سے مراد	"
۴۹۸	تذکرہ حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ	۳۱۷	۵۲۱	پچاس ہزار سال سے مراد	"
۴۹۹	نماز کے دوران دوسرے اندازی کرنے والا	"	۵۲۲	کان عرشہ علی المار کی تفسیر	"
۵۰۰	ابلیس خنزرب کے نام سے موسوم ہے	"	۵۲۳	حدیث ۷۴	۳۲۴
۵۰۱	خنزرب کا معنی	"	۵۲۴	عجز و کینس کا معنی	"
۵۰۲	حدیث ۷۵	۳۱۸	۵۲۵	حدیث ۷۶	"
۵۰۳	تذکرہ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ	"	۵۲۶	حضرت آدم و حضرت موسیٰ علیہما السلام	۳۲۵
۵۰۴	دوسرے ابلیس سے بچنے کا ایک موثر قاعدہ	۳۱۹	۵۲۷	کا مناظرہ کس عالم میں ہوا	"
۵۰۵	حکایت	"	۵۲۸	اسباب و شرائط کا وجود امر وہی وغیرہ امور	۳۲۶
۵۰۶	دوسرے کی حقیقت	"	۵۲۹	قضا و قدر کے منافی نہیں ہے	"
۵۰۷	عالم افس کا شیطان وہم ہے	"	۵۳۰	حدیث ۷۷	۳۲۷
۵۰۸	جس طرح عالم آفاق کا شیطان ابلیس ہے	۳۲۰	۵۳۱	فرشتہ کب شکم مادر میں پہنچتا ہے	"
۵۰۹	دفع دوسو اس میں ایک بزرگ کا واقعہ	"	۵۳۲	پیدائش انسان سے متعلق ایک نکتہ	۳۲۸
۵۱۰	تقدیر پر ایمان کا باب	"	۵۳۳	روحانی کمال آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے	"
۵۱۱	قدر کا معنی	"	۵۳۴	انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس	"
۵۱۲	قضا و قدر میں فرق	"	۵۳۵	کے بارے میں چار چیزیں لکھ دی جاتی ہیں	"
۵۱۳	لفظ حکم، قضا و قدر کا معنی از امام غزالی	۳۲۲	۵۳۶	یعنی عمل، موت، رزق اور نیک و بد	"
۵۱۴	تقدیر ایمان لانے کا مطلب	۳۲۳	۵۳۷	طاعت و عبادت کی پابندی کی رغبت	۳۳۰
۵۱۵	بندے کے اختیار کی تحقیق	"	۵۳۸	انسان کو پہلے صلاحیت و استعداد عطا کی گئی	"
۵۱۶	خلق و ایجاد اشیاء میں اسباب و شرائط کو	"	۵۳۹	پھر احکام کا مکلف کیا گیا	"
۵۱۷	اللہ تعالیٰ عادت جاریہ کے تحت پیدا فرمایا ہے	"	۵۴۰	از باب کشف کا بیان	۳۳۱
۵۱۸	قضا و قدر کے اسرار و رموز کی اطلاع سوا	"	۵۴۱	حدیث ۷۸	۳۳۲
			۵۴۲	تذکرہ حضرت بہل بن سعد رضی اللہ عنہ	"

صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۳۴۲	حدیث ۵۵۹	۵۵۹	۳۳۲	انسان کے جنتی اور دوزخی ہونے کے لئے	۵۳۷
۳۴۳	فطرت کا معنی اور مراد	۵۶۰		اعتبار خاتمے کا ہے	
"	محسوسات و موهومات سے انس و لگاؤ	۵۶۱	"	حدیث ۵۳۸	۵۳۸
"	صحیح نظر و فکر کے راستے کو روک دیتا ہے		"	لفظ جنازہ کی تحقیق و معنی	۵۳۹
"	ایک سوال اور اس کا جواب	۵۶۲	۳۳۳	لفظ اَدْعٰیذَ ذٰلِکَ کی تحقیق	۵۴۰
۳۴۴	فطرت پر خارجی اثرات پڑنے کی مثال	۵۶۳	"	حضور نے حضرت عائشہ کو عفو فرماتے ہوئے	۵۴۱
۳۴۵	لفظ تمنیج کی تحقیق و معنی	۵۶۴		کیوں منع فرمایا	
"	حدیث ۵۶۵	۵۶۵	"	اطفال مومنین جنتی ہیں	۵۴۲
"	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر	۵۶۶	"	اطفال مشرکین کے بارے میں تین قول	۵۴۳
"	پانچ باتیں بیان فرمائیں		"	صحیح تر قول یہ ہے کہ مشرکین کے بچے بھی جنتی ہیں	
۳۴۶	لفظ قسط کی تحقیق اور معنی	۵۶۷	۳۳۴	حضرت عائشہ کو منع فرمانا قبل وحی کا واقعہ ہے	۵۴۴
۳۴۷	حجابہ النور کی تحقیق	۵۶۸	"	حدیث ۵۴۵	۵۴۵
"	سجرات کا معنی	۵۶۹	۳۳۵	نوشتہ تقدیر ترک عمل کا باعث نہیں ہے	۵۴۶
۳۴۸	حدیث ۵۷۰	۵۷۰	۳۳۶	حدیث ۵۴۷	۵۴۷
"	اللہ کی عطاؤں کے خزانے بے حد و حساب ہیں	۵۷۱	"	آنکھ، کان، زبان وغیرہ اعضا کا زنا	۵۴۸
۳۴۹	لفظ ملائی کی تحقیق و معنی	۵۷۲	۳۳۷	حدیث ۵۴۹	۵۴۹
"	حدیث ۵۷۳	۵۷۳	۳۳۸	تذکرہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۵۵۰
"	اطفال مشرکین کے جنتی ہونے کی وجہ	۵۷۴	۳۳۹	تسویۃ نفس کا معنی	۵۵۱
۳۵۰	ایک مذہب یہ ہے کہ اطفال مشرکین کے	۵۷۵	"	حدیث ۵۵۲	۵۵۲
	بارے میں توقف زیادہ صحیح ہے		۳۴۰	تذکرہ کو تقدیر کے مقابلے میں نہ لاؤ	۵۵۳
۳۵۱	فصل ثانی، حدیث ۵۷۶	۵۷۶	"	لفظ فَاخْتَصُّ کی تحقیق	۵۵۴
"	قلم الہی کے ساتھ قضا و قدر کی تحریر کا مسئلہ	۵۷۷	۳۴۱	حدیث ۵۵۵	۵۵۵
۳۵۲	حدیث کا غریب ہونا اس کی صحت کے	۵۷۸	"	اللہ تعالیٰ کے لئے انگلیوں کا اطلاق مشابہات	۵۵۶
"	منافی نہیں ہوتا			میں سے ہے	۵۵۷
"	حدیث ۵۷۹	۵۷۹	۳۴۲	مشابہات کے بارے میں دو مذہب ہیں	۵۵۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۵۸۰	مسلم بن لیار کے حالات	۳۵۳	۶۰۰	ظلمت و نور کا مفہوم	۳۶۲
۵۸۱	واذا اخذ ربک من نبی آدم من ظہورہم	"	۶۰۱	حدیث ۹۴	"
۵۸۲	ذریعہم کی تفسیر	"	۶۰۲	بھٹک جانے کا اندیشہ ہر وقت لاحق ہے	"
۵۸۳	بہشتی یا دوزخی ہونے کے لئے بندے کے عمل کو اس کے لئے علامت بنا دیتا ہے	۳۵۴	۶۰۳	حدیث ۹۵	۳۶۴
۵۸۴	حدیث ۹۶	۳۵۵	۶۰۴	انسان کا دل پورے طور پر خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے	"
۵۸۵	ہذان اکتابان کی تاویل	۳۵۶	۶۰۵	حدیث ۹۷	"
۵۸۶	امام غزالی کی تحقیق	"	۶۰۶	بندے کا ایمان چار چیزوں پر ایمان لانے سے مکمل ہوتا ہے	"
۵۸۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت	"	۶۰۷	حدیث ۹۸	۳۶۵
۵۸۸	عمل صالح اختیار کرو اور قضا و قدر کی بحث میں نہ پڑو	۳۵۷	۶۰۸	مرجیہ اور قدریہ فرقہ	"
۵۸۹	حدیث ۹۹	۳۵۸	۶۰۹	اہل بدعت و ہوا اگر تاویل کی بنا پر کوئی غلط عقیدہ اختیار کریں تو ان کی تکفیر میں جلدی نہ کی جائے	۳۶۶
۵۹۰	اہل خزائمتہ رضی اللہ عنہ	"	۶۱۰	اہل سنت کا مسلک جبر و قدر کے درمیان ہے	"
۵۹۱	دم بھارے اور تعویذات کا شرعی حکم	"	۶۱۱	حدیث ۹۸	"
۵۹۲	اسباب و شرائط تقدیر کے منافی نہیں ہیں	۳۵۹	۶۱۲	خسف و مسخ کا معنی	"
۵۹۳	حدیث ۱۰۰	"	۶۱۳	کیا اس امت میں بھی خسف و مسخ ہوگا؟	۳۶۷
۵۹۴	قضا و قدر کے مسئلے میں بحث پر حضور کی ناراضگی	۳۶۰	۶۱۴	حدیث ۹۹	"
۵۹۵	محدثین کے ہاں لفظ نحوہ کا مفہوم	"	۶۱۵	اس امت کے مجوسی قدریہ فرقہ کے لوگ ہیں	"
۵۹۶	حدیث ۱۰۱	"	۶۱۶	حدیث ۱۰۱	"
۵۹۷	اولاد آدم میں رنگ و عادات کے اختلاف کی وجہ	۳۶۱	۶۱۷	گراہ فروق سے میل جول بیٹھنا اٹھنا منع ہے	"
۵۹۸	حدیث ۱۰۲	"	۶۱۸	حدیث ۱۰۱	۳۶۸
۵۹۹	خلق سے کون مخلوق مراد ہے	"	۶۱۹	چھ شخص ملعون ہیں	"
	سوال و جواب	۳۶۲			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۶۲۰	اللہ کی کتاب میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا	۳۶۹	۶۲۲	حدیث ۱۱۸	۳۷۷
۶۲۲	اللہ کی تقدیر کا منکر	"	۶۲۳	منکرین تقدیر خسف و مسخ و عیسویں	۳۷۸
۶۲۳	نفس نام و جابر حکمران	"	۶۲۴	حدیث ۱۱۹	"
۶۲۴	حکیم کتب کی سہار متنی کرنے والا	"	۶۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے جو نابالغی	۳۷۹
۶۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے زیادتی کرنے والا	"	۶۲۶	حضور کی سنت کا تارک	۳۷۰
۶۲۶	سادات کرام کو تنبیہ	"	۶۲۷	حدیث ۱۲۰	۳۸۰
۶۲۸	حدیث ۱۲۱	۳۷۱	۶۲۸	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۸۱
۶۲۹	حضرت مطربن عکامس کا حال	"	۶۲۹	حدیث ۱۲۱ جنیوں اور دوزخیوں کا ذکر	۳۸۲
۶۳۰	موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے	"	۶۵۰	حدیث ۱۲۲	۳۸۳
۶۳۱	حدیث ۱۲۳	"	۶۵۱	حضرت ابو نضرہ کا تذکرہ	"
۶۳۲	مسلمانوں اور کفار کے نابالغ بچوں کے بارے میں تحقیق	۳۷۲	۶۵۲	حضرت ابو عبد اللہ صحابی موت کے وقت	۳۸۴
۶۳۳	حدیث ۱۲۴	"	۶۵۳	روئے حقے اس کی وجہ	"
۶۳۴	وائدہ اور متودہ دونوں دوزخ میں کیوں جائیں گی	"	۶۵۴	خالفین و عارفین کے سینوں سے لا ابالی کا ڈر	"
۶۳۵	تیسری فصل، حدیث ۱۲۵	۳۷۳	۶۵۵	ہاں نہیں نکل سکتا	"
۶۳۶	تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے	"	۶۵۶	حدیث ۱۲۳ عہد الست کا تذکرہ	"
۶۳۷	حدیث ۱۲۶	۳۷۴	۶۵۷	اس عہد کے بارے میں صوفیا کے کلمات	۳۸۵
۶۳۸	مسئلہ تقدیر میں بحث و گفتگو کا فائدہ نہیں بلکہ الشانقصان ہے	"	۶۵۸	حدیث ۱۲۴	۳۸۶
۶۳۹	حدیث ۱۲۷	"	۶۵۹	تذکرہ حضرت ابی بن کعب	۳۸۸
۶۴۰	اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی	۳۷۵	۶۶۰	اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو یکساں حالت	۳۸۹
۶۴۱	تقدیر میں جو کچھ ہے ضرور مل کر رہے گا	۳۷۶	۶۶۱	پر کیوں پیدا نہیں فرمایا اس کی وجہ	"
			۶۶۲	حدیث ۱۱۵	۳۹۰
			۶۶۳	انسان کی باطنی سیرت و عادت کی تبدیلی	"
			۶۶۴	ہیں ہو سکتی	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۶۶۱	مثلاً جو احمق پیدا کیا گیا وہ دانا نہیں ہو سکتا اور دانا پیدا کیا گیا وہ احمق نہیں بن سکتا	۳۹۱	۶۸۰	حدیث ۱۲۱	۳۹۹
۶۶۲	حدیث ۱۱۸	"	۶۸۱	حضرت زید بن ثابت کا تذکرہ	۴۰۰
۶۶۳	جو تکلیف بھی انسان کو پہنچتی ہے تقدیر کے مطابق پہنچتی ہے	"	۶۸۲	سوال جواب میں چند توجہات	۴۰۱
۶۶۴	عذاب قبر کا بیان	۳۹۲	۶۸۳	حدیث ۱۲۲	۴۰۲
۶۶۵	مغز لہ اور شیعہ عذاب قبر کے منکر ہیں	"	۶۸۴	منکر و نکیر کی شکلیں اور منکر نکیر کا معنی	۴۰۳
۶۶۶	عذاب قبر کا ثبوت ایسی مشہور احادیث سے ہے جن کی قدر مشترک حد تو اتر کر پہنچ چکی ہے	"	۶۸۵	مومن کے لئے قبر میں راحت ہے	"
۶۶۷	قبر کیا ہے	۳۹۳	۶۸۶	کافر کے عذاب کی کیفیت	۴۰۴
۶۶۸	قبر کی زندگی	"	۶۸۷	حدیث ۱۲۳	"
۶۶۹	فصل اول حدیث ۱۱۷	"	۶۸۸	قبر میں مومن و کافر کا حال	۴۰۵
۶۷۰	حضرت برادر بن عازب کے حالات	۳۹۴	۶۸۹	حدیث ۱۲۴	۴۰۶
۶۷۱	کلمہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ قبر میں سلامتی عطا کرتا ہے	"	۶۹۰	قبر کی منزل مشکل منزل ہے	"
۶۷۲	حدیث ۱۱۸	"	۶۹۱	حدیث ۱۲۵	۴۱۰
۶۷۳	سماع موقی اور قبر کا سوال و جواب	۳۹۵	۶۹۲	زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے	"
۶۷۴	کافر کو عذاب قبر	"	۶۹۳	تلقین میت	"
۶۷۵	مومن فاسق کا قبر میں حال	۳۹۶	۶۹۴	بعد دفن قبر پر قرآن کی کونسی آیات پڑھیں	۴۱۱
۶۷۶	حدیث ۱۱۹	"	۶۹۵	حدیث ۱۲۶ کافر کے عذاب قبر کی کیفیت	"
۶۷۷	بندے کو ہر صبح و شام قبر میں جنت یا دوزخ میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے	"	۶۹۶	یتیری فصل، حدیث ۱۲۷	۴۱۳
۶۷۸	حدیث ۱۲۰	۳۹۸	۶۹۷	حضرت سعد بن معاذ کی وفات اور ان کے فضائل	"
۶۷۹	عذاب قبر سے حضور علیہ السلام نے بھی پناہ مانگی ہے	"	۶۹۸	ہر شخص کو قبر دباتی ہے	۴۱۴
			۶۹۹	حدیث ۱۲۸	"
			۷۰۰	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش الہی جھوم اٹھا	"
			۷۰۱	عرش کے حرکت میں آنے کی وجہ	"
			۷۰۲	حدیث ۱۲۹، فتنہ عذاب قبر	۴۱۵

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۰۳	حدیث ۱۳۰ پابندی نماز کے فوائد جو قبر میں ظاہر ہوتے ہیں	۴۱۶	۷۰۳	نفی کا جواب	
۷۰۴	حدیث ۱۳۱	۴۱۷	۷۰۴	حدیث ۱۳۱	۴۲۶
۷۰۵	میت کو قبر میں سوال و جواب کے وقت بٹھایا جاتا ہے	۴۱۸	۷۰۵	حضور کی بعثت و تشریف آوری کی مثال	۴۲۷
۷۰۶	کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب	۴۲۱	۷۰۶	حدیث ۱۳۱	۴۲۸
۷۰۷	اعتماد اور سنت کا معنی	"	۷۰۷	حدیث ۱۳۱	۴۲۹
۷۰۸	حدیث ۱۳۲ فصل اول	"	۷۰۸	حضور لوگوں کو نور ایمان عطا کر کے آتش دوزخ سے نکالنے تشریف لائے ہیں	۴۳۰
۷۰۹	بدعت سیئہ کا معنی از روئے حدیث	۴۲۲	۷۰۹	حدیث ۱۳۲	۴۳۱
۷۱۰	حدیث ۱۳۳	"	۷۱۰	کفار، عشب اور اجادب کی تحقیق	۴۳۲
۷۱۱	بدعت کی تحقیق اور اس کے اقسام	"	۷۱۱	لوگ دو قسم پر ہیں	۴۳۳
۷۱۲	حدیث ۱۳۴ الحاد کا معنی	۴۲۳	۷۱۲	حدیث ۱۳۴ آیت نزل علیک الکتاب منہ	۴۳۴
۷۱۳	حدیث ۱۳۵	۴۲۴	۷۱۳	آیات محکمات کی تفسیر	۴۳۵
۷۱۴	حضور کی نافرمانی گویا آپ کا انکار ہے	"	۷۱۴	حدیث ۱۳۵ بے مقصد بحث و تکرار منع ہے	۴۳۶
۷۱۵	ملائکہ کا خواب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونا	"	۷۱۵	حدیث ۱۳۵	۴۳۷
۷۱۶	حضور کی اطاعت ہی سب کچھ ہے	۴۲۵	۷۱۶	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	۴۳۸
۷۱۷	حدیث ۱۳۶ زہد و عبادت میں حد اعتدال	۴۲۷	۷۱۷	بلا ضرورت سوال منع ہے	۴۳۹
۷۱۸	حدیث ۱۳۷	"	۷۱۸	حدیث ۱۳۷ آخر زمانہ میں اس امت کے اندر بہت سے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے	۴۴۰
۷۱۹	لفظ رخصت کا معنی	۴۲۸	۷۱۹	حدیث ۱۳۸	۴۴۱
۷۲۰	بسا اوقات رخصت پر عمل کرنا بہت سی	"	۷۲۰	حدیث ۱۳۸	۴۴۲
۷۲۱	عکسوں پر مشتمل ہوتا ہے	"	۷۲۱	حدیث ۱۳۸	۴۴۳
۷۲۲	حدیث ۱۳۹	۴۳۰	۷۲۲	بلا تحقیق روایت کرنا منع ہے	۴۴۴
۷۲۳	رافع بن خدیج کے حالات	"	۷۲۳	حدیث ۱۳۹	۴۴۵
۷۲۴	تائیر نخل کا مفہوم	۴۳۱	۷۲۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کون لوگ تھے	۴۴۶
۷۲۵	انتم اعلم بامور دنیا کم کی وضاحت اور شبہ	۴۳۲	۷۲۵	گمراہ لوگوں سے جیسے بن پڑے مقابلہ اور	۴۴۷

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۰۳	حدیث ۱۳۰ پابندی نماز کے فوائد جو قبر میں ظاہر ہوتے ہیں	۴۱۶	۴۲۳	نفی کا جواب	
۷۰۴	حدیث ۱۳۱	۴۱۷	۴۲۴	حدیث ۱۳۱	
۷۰۵	میت کو قبر میں سوال و جواب کے وقت بٹھایا جاتا ہے	۴۱۸	۴۲۵	حضور کی بعثت و تشریف آوری کی مثال	
۷۰۶	کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب	۴۲۱	۴۲۶	حدیث ۱۳۱	
۷۰۷	اعتماد اور سنت کا معنی	"	۴۲۷	حضور لوگوں کو نور ایمان عطا کر کے آتش دوزخ سے نکالنے تشریف لائے ہیں	
۷۰۸	حدیث ۱۳۲ فصل اول	"	۴۲۸	حدیث ۱۳۲	
۷۰۹	بدعت سیئہ کا معنی از روئے حدیث	۴۲۲	۴۲۹	حدیث ۱۳۲	
۷۱۰	حدیث ۱۳۳	"	۴۳۰	حدیث ۱۳۲	
۷۱۱	بدعت کی تحقیق اور اس کے اقسام	"	۴۳۱	حدیث ۱۳۲	
۷۱۲	حدیث ۱۳۴ الحاد کا معنی	۴۲۳	۴۳۲	حدیث ۱۳۲	
۷۱۳	حدیث ۱۳۵	۴۲۴	۴۳۳	حدیث ۱۳۲	
۷۱۴	حضور کی نافرمانی گویا آپ کا انکار ہے	"	۴۳۴	حدیث ۱۳۲	
۷۱۵	ملائکہ کا خواب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونا	"	۴۳۵	حدیث ۱۳۵	
۷۱۶	حضور کی اطاعت ہی سب کچھ ہے	۴۲۵	۴۳۶	حدیث ۱۳۵	
۷۱۷	حدیث ۱۳۶ زہد و عبادت میں حد اعتدال	۴۲۷	۴۳۷	حدیث ۱۳۵	
۷۱۸	حدیث ۱۳۷	"	۴۳۸	حدیث ۱۳۵	
۷۱۹	لفظ رخصت کا معنی	۴۲۸	۴۳۹	حدیث ۱۳۵	
۷۲۰	بسا اوقات رخصت پر عمل کرنا بہت سی	"	۴۴۰	حدیث ۱۳۵	
۷۲۱	عکسوں پر مشتمل ہوتا ہے	"	۴۴۱	حدیث ۱۳۵	
۷۲۲	حدیث ۱۳۹	۴۳۰	۴۴۲	حدیث ۱۳۵	
۷۲۳	رافع بن خدیج کے حالات	"	۴۴۳	حدیث ۱۳۹	
۷۲۴	تائیر نخل کا مفہوم	۴۳۱	۴۴۴	حدیث ۱۳۹	
۷۲۵	انتم اعلم بامور دنیا کم کی وضاحت اور شبہ	۴۳۲	۴۴۵	حدیث ۱۳۹	

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۴۵۹	جہاد کرو	۴۶۶	۴۵۹	اتباع سنت کی تاکید اور بدعت سے پرہیز	۴۵۹
۴۶۰	حدیث ۱۵۰ نیکی کی طرف بلانے والے کا اجر و ثواب	۴۶۷	۴۶۰	حدیث ۱۵۸	۴۶۰
۴۶۱	حدیث ۱۵۱ غربت اسلام کا معنی	۴۶۸	۴۶۱	حضور نے جو خطوط زمین پر کھینچے ان کی تعداد	۴۶۱
۴۶۲	حدیث ۱۵۲	۴۶۹	۴۶۲	اس امت کا تہتر فرقوں میں بٹ جانا	۴۶۲
۴۶۳	قرب قیامت کے وقت اسلام مدینہ طیبہ میں سمٹ آئیگا	۴۷۰	۴۶۳	چند مشہور فرقے	۴۶۳
۴۶۴	حدیث ۱۵۳، فصل ثانی	۴۷۱	۴۶۴	اعتراض اور اس کا جواب	۴۶۴
۴۶۵	حضرت ربیعہ عرشی کا مختصر تذکرہ	۴۷۲	۴۶۵	فرقہ ناجیہ کی پہچان	۴۶۵
۴۶۶	حضور کی دعوت قبول کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کی مثال	۴۷۳	۴۶۶	حدیث ۱۵۹	۴۶۶
۴۶۷	حدیث ۱۵۴	۴۷۴	۴۶۷	مومن کامل	۴۶۷
۴۶۸	حضرت ابو رافع کا تذکرہ	۴۷۵	۴۶۸	حدیث ۱۶۰	۴۶۸
۴۶۹	منکرین حدیث کا رد	۴۷۶	۴۶۹	حضرت بلال بن الحارث المزنی کے حالات	۴۶۹
۴۷۰	حدیث ۱۵۵	۴۷۷	۴۷۰	بدعت ضلالت کے احداث کی مذمت	۴۷۰
۴۷۱	مقدم بن صدیکرب کا تذکرہ	۴۷۸	۴۷۱	حدیث ۱۶۱	۴۷۱
۴۷۲	منکرین حدیث کا رد	۴۷۹	۴۷۲	حضرت عمرو بن عوف کے حالات	۴۷۲
۴۷۳	جو چیزیں قرآن میں نہیں اور حضور نے انہیں حرام قرار دیا	۴۸۰	۴۷۳	قرب قیامت کو اسلام مدینہ منورہ میں	۴۷۳
۴۷۴	حدیث ۱۵۶	۴۸۱	۴۷۴	سمٹ آئیگا	۴۷۴
۴۷۵	حضرت عراب بن ساریہ رضی اللہ عنہ	۴۸۲	۴۷۵	غز بار کون لوگ ہیں	۴۷۵
۴۷۶	منکرین حدیث کا رد	۴۸۳	۴۷۶	حدیث ۱۶۲	۴۷۶
۴۷۷	حدیث ۱۵۷	۴۸۴	۴۷۷	یہ امت بھی اسلام کو چھوڑ کر یہود کے رسم و رواج کو اختیار کرے گی	۴۷۷
۴۷۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کی تاثیر	۴۸۵	۴۷۸	اس امت کا تہتر فرقوں میں بٹ جانا	۴۷۸
۴۷۹	خلفاء راشدین کی سنت بھی حضور کی سنت ہے	۴۸۶	۴۷۹	فرقہ ناجیہ کی شناخت	۴۷۹
		۴۸۷		خواہش نفس کی پیروی کرنے والے کی مثال	۴۸۷
		۴۸۸		حدیث ۱۶۳	۴۸۸
		۴۸۹		حضور کی ساری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی	۴۸۹

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۹۰	حدیث ۱۶۴۱ اتباع سواد اعظم	۴۶۹	۸۰۸	عشر کا تذکرہ	
۷۹۱	حدیث ۱۶۵۱ سنت سے محبت	"	۸۰۹	بدعت میں پڑھنے سے ظلمت و تاریکی	۴۷۶
۷۹۲	حدیث ۱۶۶۱ فساد امت کے وقت کیا کرے	۴۷۰	"	چھاتی ہے	
۷۹۳	حدیث ۱۶۷۱ اسلام پر چلنے کی ترغیب و تاکید	"	۸۱۰	حدیث ۱۶۸۱ بدعت میں پڑھنے سے سنت	"
۷۹۴	حدیث ۱۶۸۱ جنتی انسان کی چند علامات	۴۷۱	۸۱۱	اٹھ جاتی ہے	
۷۹۵	لفظ بوالق کی تحقیق	"	"	حدیث ۱۶۹۱ بدعتی کی عزت و توقیر منع ہے	۴۷۷
۷۹۶	حدیث ۱۶۹۱	"	۸۱۲	حدیث ۱۷۰۱ کتاب اللہ کے لکھنے اور اس پر عمل کے فوائد	۴۷۸
۷۹۷	صحابہ کرام کے زمانے اور بعد کے زمانے میں فرق	"	۸۱۳	حدیث ۱۷۱۱ صراط مستقیم	۴۷۹
۷۹۸	حدیث ۱۷۱۱ حق کے مقابلے میں جہال و	۴۷۲	۸۱۴	حدیث ۱۷۲۱ صحابہ کرام کے فضائل و مناقب	۴۸۰
۷۹۹	مناظرہ ہلاکت کا باعث ہے		۸۱۵	حدیث ۱۷۳۱ خلاف اسلام کتابوں کے مطالعہ سے ممانعت	۴۸۱
۸۰۰	حدیث ۱۷۴۱ احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں اپنے آپ کو زیادہ تکلیف میں نہ ڈالو	۴۷۳	۸۱۶	حدیث ۱۷۴۱ نسخ اور اس کے اقسام	۴۸۲
۸۰۱	حضرت احمد بن ابی الحواری کا بیان	"	۸۱۷	حدیث ۱۷۵۱ نسخ کی بحث	"
۸۰۲	حدیث ۱۷۶۱ قرآن پانچ قسم کے احکام پر مشتمل ہے	۴۷۴	۸۱۸	حدیث ۱۷۶۱	"
۸۰۳	حدیث ۱۷۷۱ شرعی احکام کی تقسیم	"	۸۱۹	حضرت ابو ثعلبہ خشنی کے حالات	۴۸۳
۸۰۴	حدیث ۱۷۸۱ جماعت سے الگ نہ ہو	"	۸۲۰	دار قطن بغداد کے ایک محلے کا نام ہے	"
۸۰۵	حدیث ۱۷۹۱ جماعت سے الگ ہونے والے کا انجام	"	۸۲۱	کتاب العلم، فضل اول	"
۸۰۶	حدیث ۱۸۰۱ جب تک امت دو چیزوں کی پابند رہے گی گمراہ نہ ہوگی	۴۷۵	۸۲۲	علم سے مراد	"
۸۰۷	حدیث ۱۸۱۱	"	۸۲۳	حدیث ۱۸۲۱ ولو آیت سے مراد	۴۸۴
۸۰۸	حضرت غنیمت بن الحارث الثمالی رضی اللہ	۴۷۶	۸۲۴	بنی اسرائیل سے روایت کرنے کا حکم	"
			۸۲۵	وضع حدیث اگرچہ ترغیب و ترہیب کے طور پر ہی ہو حرام ہے	۴۸۵
			۸۲۶	حدیث ۱۸۳۱ جھوٹ کی اعانت بھی جھوٹ ہے	"
				حدیث ۱۸۴۱ لفظ نفقہ کے لغوی اور شرعی معنی	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۲۷	حدیث ۱۹۰ مکارم اخلاق اور محاسن عادت کی استعداد کے اختلاف سے لوگوں میں اختلاف ہے	۸۴۵	۸۴۵	حدیث ۱۹۹	۸۹۱
۸۲۸	حدیث ۱۹۱ حد کی مانعت	۸۴۶	۸۴۶	مساکین کے لئے صدقہ و خیرات کی ترغیب	۸۹۲
۸۲۹	اور حدیث کے معنی کی تشریح	۸۴۷	۸۴۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ الزور	"
۸۳۰	غبطہ کا مفہوم	۸۴۸	۸۴۸	حدیث ۲۰۰ برائی جاری کرنے والے پر	۸۹۳
۸۳۱	حدیث ۱۹۲ ایصال ثواب کا ثبوت تین	۸۴۹	۸۴۹	آخر تک اس برائی کا وبال پڑتا رہتا ہے	"
۸۳۲	عمل ایسے جن کا ثواب بعد موت بھی بندے کو پہنچتا رہتا ہے	۸۵۰	۸۵۰	حدیث ۲۰۱ دوسری فصل	۸۹۴
۸۳۳	حدیث ۱۹۳ طلب علم اور درس و تدریس کے فضائل	۸۵۱	۸۵۱	دشمن کی تحقیق	"
۸۳۴	سکینہ کیا چیز ہے	۸۵۲	۸۵۲	حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ	"
۸۳۵	حدیث ۱۹۴	۸۵۳	۸۵۳	ملائکہ کا دینی طالب علم کے لئے بازو بچانا	"
۸۳۶	ریار و نمائش کی مذمت	۸۵۴	۸۵۴	علم و حقانی کی برکات	۸۹۵
۸۳۷	حدیث ۱۹۵ علمائے حقانی کے اٹھ جانے سے علم دین اٹھ جائیگا	۸۵۵	۸۵۵	حدیث ۲۰۲	۸۹۶
۸۳۸	حدیث ۱۹۶	۸۵۶	۸۵۶	حضرت ابو امامہ کو باہلی کہنے کی وجہ	"
۸۳۹	حضرت شقیق رضی اللہ عنہ	۸۵۷	۸۵۷	عالم دین کی شان	"
۸۴۰	درس و وعظ اس حد تک بہتر ہے جب تک لوگوں کا شوق باقی رہے	۸۵۸	۸۵۸	عالم دین کی عابد پر فضیلت کی وجہ	"
۸۴۱	حدیث ۱۹۷ گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ	۸۵۹	۸۵۹	حضرت کحول رضی اللہ عنہ کی شان	"
۸۴۲	تین بار سلام کہنے کا مطلب	۸۶۰	۸۶۰	اللہ تعالیٰ کا خوف درحقیقت علماء ہی کے دلوں میں ہوتا ہے۔	"
۸۴۳	حدیث ۱۹۸	۸۶۱	۸۶۱	حدیث ۲۰۳ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"
۸۴۴	ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ کا حال	۸۶۲	۸۶۲	علم دین حاصل کرنے اور سکھانے کی ترغیب	۸۹۷
۸۴۵	خیر اور بھلائی کا راستہ دکھانا عمل خیر میں اخل ہے	۸۶۳	۸۶۳	حدیث ۲۰۴ علم و حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے۔	"
		۸۶۴	۸۶۴	جس سے بھی نیکی کی بات سناوے قبول کرو۔	"
		۸۶۵	۸۶۵	ذی استعداد کو علم سکھانا ضروری ہے مگر بے لوب و اہل کو علم سکھانا منہج ہے۔	۸۹۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۶۵	استعداد کے مطابق علم سکھانا چاہیے اور مسئلے کا جواب بھی حسب استعداد دینا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔	۴۹۸	۸۸۰	جو شخص دینی کتابوں کی تعلیم و تصنیف میں مشغول رہتا ہے حقیقی طالب علم وہی ہے۔	۵۰۰
۸۶۶	علماء کے اختلافات عوام میں بیان نہ کرنے چاہئیں۔	"	۸۸۱	حدیث ۲۱۱/۲۱۲ علم کا چھپانا کب گناہ ہے	"
۸۶۷	حدیث ۲۰۵/۱۸ فقہ سے کیا مراد ہے۔	"	۸۸۲	حدیث ۲۱۲/۲۱۵ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۰۱
۸۶۸	حدیث ۲۰۶/۱۹ طلب العلم فریضۃ کی تحقیق و تفسیر	"	۸۸۳	تحصیل علم سے غرض و غایت اگر بحث و مناظرہ، دنیا طلبی اور فخر و غرور ہو تو ایسا علم دوزخ میں جلنے کا موجب بنے گا۔	"
۸۶۹	علم سے مراد	۴۹۹	۸۸۴	جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر فضل و کرم کرنا چاہتا ہے تو اس میں گناہ سے بچنے کا ارادہ اور داعیہ پیدا کر دیتا ہے۔	"
۸۷۰	ضعیف حدیث جب متعدد طرق سے مروی ہو تو اس میں قوت آجاتی ہے۔	"	۸۸۵	حدیث ۲۱۳/۲۱۶ دینی علوم کو دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنانا چاہیے ایسا شخص جنت کی ہوا بھی نہ پائے گا۔	"
۸۷۱	حدیث ۲۰۷/۲۱ منافی میں دو خوبیاں	"	۸۸۶	لفظ عرف کی تفسیر و تحقیق حدیث ۲۱۷	۵۰۲
۸۷۲	راچی سیرت اور دین کی صحیح سمجھ بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں۔	"	۸۸۷	حدیث ۲۱۷ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کی فضیلت۔	"
۸۷۳	حدیث ۲۰۸/۲۱ راہ خدا میں گھر سے نکلنے کا ثواب اور اس کی تفسیر۔	"	۸۸۸	حدیث کی روایت بالمعنی اگرچہ جائز ہے تمام روایت باللفظ افضل و اولیٰ اور احوط ہے۔	۵۰۳
۸۷۴	حدیث نمبر ۲۰۹ حضرت سحرہ ازدی رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۰۰	۸۸۹	مبلغ اسلام میں کیا کیا صفات ہونی چاہئیں۔	"
۸۷۵	طالب علم کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔	"	۸۹۰	لفظ فقر اور غل کی تحقیق۔	"
۸۷۶	الوداد و راوی پر جرح	"	۸۹۱	حدیث ۲۱۵ احادیث کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے شخص کے حق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔	۵۰۴
۸۷۷	حدیث ۲۱۰/۲۱۱ مومن علم حاصل کرنے سے سیر نہیں ہوتا۔	"	۸۹۲	حدیث ۲۱۶/۲۱۹ روایت حدیث میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔	"
۸۷۸	طالب علموں کے لیے بشارت۔	"			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۹۳	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دانستہ جھوٹ گھڑنے والے کا ٹھکانا دوزخ میں ہے۔	۵۰۴	۹۰۸	(۲) سنت قائمہ۔	۵۰۸
۸۹۴	حدیث ۲۱۷ قرآن حکیم کی تفسیر میں اپنی رائے کو دخل دینا سخت گناہ ہے۔	"	۹۰۹	(۳) فریضہ عادلہ	"
۸۹۵	حدیث ۲۱۸ حضرت جندب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۰۵	۹۱۰	ان کے سوا جو علوم ہیں وہ زائد اور غیر ضروری ہیں۔	"
۸۹۶	لفظ جندب کی تحقیق اور یہ کہ اس حدیث میں کون سے جندب مراد ہیں۔	"	۹۱۱	لفظ فضل کی تحقیق	"
۸۹۷	قرآن حکیم میں اپنی رائے سے کچھ کہنا اگرچہ وہ درست ہی ہو، غلط اور خطا ہے کہ اعتبار نقد و ارادہ کا ہے۔	"	۹۱۲	حدیث ۲۲۳ حضرت عرف بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"
۸۹۸	تفسیر و تاویل کا معنی	"	۹۱۳	لفظ قص کا معنی۔	"
۸۹۹	حدیث ۲۱۹ "قرآن میں جھگڑنا" اس جملے کا مطلب و معنی۔	"	۹۱۴	لفظ محتال کی تحقیق و معنی۔	"
۹۰۰	حدیث ۲۲۰ قرآن حکیم میں تناقض و تضاد پیدا کر کے لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنا گمراہی ہے۔	"	۹۱۵	بلا اجازت امام و عظمیٰ و قصہ سے ممانعت اس مخالفت کی وجہ۔	"
۹۰۱	حدیث نمبر ۲۲۱ لفظ حرث کا لغوی معنی	۵۰۶	۹۱۶	مشارع کی طرف سے اذن و اجازت ۵۱۹ اور خلافت کے بغیر سجادہ مشیخت پر بیٹھنا جائز نہیں۔	"
۹۰۲	اس حدیث میں حرف سے مراد۔	"	۹۱۷	حدیث ۲۲۲ علم کے بغیر فتویٰ دینا سخت گناہ ہے۔	"
۹۰۳	قرآن حکیم کا ظہر و بطن	"	۹۱۸	صحیح مشورہ نہ دینا خیانت ہے۔	"
۹۰۴	حدیث میں واقع لفظ مطلع کی تفسیر	"	۹۱۹	حدیث ۲۲۵ غلط فہمی میں ڈالنے والی بات کرنا منع ہے۔	"
۹۰۵	لفظ حد کا مطلب۔	۵۰۷	۹۲۰	حدیث ۲۲۶ اس حدیث میں تعلیم و فراض سے مراد۔	"
۹۰۶	حدیث نمبر ۲۲۲ دین و شریعت کے اصول تین علوم ہیں۔	"	۹۲۱	حدیث ۲۲۷	۵۱۰
۹۰۷	حدیث نمبر ۲۲۳ دین و شریعت کے اصول تین علوم ہیں۔	"	۹۲۲	حدیث ۲۲۸ روایت کا لفظ مرفوع حدیث سے عبارت ہے۔	"
۹۰۸	حدیث نمبر ۲۲۴	"	۹۲۳	سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ،	"
۹۰۹	حدیث نمبر ۲۲۵	"	۹۲۴	عبدالرزاق رحمہ اللہ	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۹۲۵	حدیث میں عالم مدنیہ سے مراد	۵۱۰	۹۲۲	دعائیں سبح کب ممنوع ہے۔	۵۱۴
۹۲۶	عمری الزہد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	"	۹۲۳	حدیث ۲۳۵ حضرت واسطہ بن الاسقع	۵۱۵
۹۲۷	حدیث ۲۲۹ ہر صدی گزرنے پر اللہ تعالیٰ	۵۱۱	"	کے حالات۔	"
۹۲۸	امت میں تجدید پیدا کرتا ہے۔	"	۹۲۴	طلب علم دین ہر حال میں بہتر ہے۔	"
۹۲۹	اس حدیث کی تحقیق و تفسیر	"	۹۲۵	حدیث ۲۳۶ ان باتوں کا بیان جن کا	"
۹۳۰	حدیث ۲۳۷ تذکرہ ابراہیم بن عبد الرحمن	۵۱۲	"	فائدہ اور ثواب بندے کو بعد موت بھی	"
۹۳۱	الندری رضی اللہ عنہ	"	۹۲۶	مقتدر ہوتا ہے۔	"
۹۳۲	علماء ربانی کی صفات۔	"	۹۲۷	ایصال ثواب کا ثبوت۔	"
۹۳۳	تحریف غالین، انتحال مبطلین اور	"	۹۲۸	سوال و جواب	۵۱۶
۹۳۴	تاویل جاہلین کی تفسیر۔	"	۹۲۹	حدیث ۲۳۸ دین اسلام کے استحکام	"
۹۳۵	جس مسئلے کا علم نہ ہو اسے دریافت کرنے	"	۹۳۰	کے اسباب۔	"
۹۳۶	کا حکم۔	"	۹۳۱	ورغ و تقویٰ میں فرق۔	"
۹۳۷	بقیہ بن الولید کی جرح و تعدیل۔	"	۹۳۲	حدیث ۲۳۹ احیاء ایل سے مراد۔	"
۹۳۸	نیر سی فصل۔ حدیث ۲۳۱	"	۹۳۳	حدیث ۲۳۹ دینی تعلیم دینے والوں کی	"
۹۳۹	احیاء اسلام کی نیت سے تحصیل علم کا	۵۱۳	۹۳۴	فضیلت۔	"
۹۴۰	درجہ اور فضیلت۔	"	۹۳۵	حدیث ۲۴۰ چالیس احادیث کی نشرو	۵۱۷
۹۴۱	حدیث ۲۳۲۔ لوگوں کو خیر اور نیکی کی	"	۹۳۶	اشاعت کی فضیلت	"
۹۴۲	تعلیم دینے والے کا درجہ اور فضیلت۔	"	۹۳۷	حدیث ۲۴۱ سب سے بڑھ کر سخی اور	۵۱۸
۹۴۳	حدیث ۲۳۳ اچھا عالم دین کون ہے	"	۹۳۸	جو اد کوں ہے۔	"
۹۴۴	حدیث ۲۳۴ اتنا وعظ و تبلیغ درست	"	۹۳۹	حدیث ۲۴۲ دنیا دار دنیا سے اور طالعلم	"
۹۴۵	ہے جس سے لوگوں کی رغبت میں فرق	"	۹۴۰	علم سے سیر نہیں ہوتا۔	"
۹۴۶	نہ آئے۔	"	۹۴۱	علماء کا اجماع ہے کہ ضعیف احادیث	۵۱۹
۹۴۷	حضرت عکرمہ کے حالات۔	۵۱۴	۹۴۲	فضائل اعمال میں مقبول ہیں۔	"
۹۴۸	دوسروں کی گفتگو کے درمیان اپنی	"	۹۴۳	حدیث ۲۴۳ حضرت عوف رضی اللہ عنہ	"
۹۴۹	گفتگو شروع کرنا مناسب نہیں۔	"	۹۴۴	کے حالات۔	"
۹۵۰	لفظ سبح کا معنی۔	"	۹۴۵	طالب دنیا کی مذمت اور طالعلم کی فضیلت۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۹۵۸	حدیث ۲۲۴۷ تفقہ فی الدین اور امراء و سلاطین کا قرب دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔	۵۱۹	۹۴۵	علم نافع کی تعریف از عارف باللہ احمد بن عطاء اللہ الاسکندری رحمۃ اللہ علیہ۔	۵۲۴
۹۵۹	حضرت محمد بن صباح کے حالات۔	۵۲۰	۹۴۶	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی کے نزدیک علم نافع۔	۵۲۵
۹۶۰	حدیث ۲۲۴۵ اہل علم کو لازم ہے کہ علم کو ذیل نہ کریں اور اہل کو علم سکھائیں۔	۵۲۱	۹۴۷	حدیث ۲۵۲۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کیے۔ اس کی تفسیر و توجیہ میں علماء کے مختلف اقوال۔	۵۲۶
۹۶۱	جس شخص کو صرف فکر آخرت دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیوی تفکرات سے محفوظ رکھتا ہے۔	۵۲۲	۹۴۸	حدیث ۲۵۲۳ انسان جس چیز کا عالم ہو وہ بیان کرے اور جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں صاف کہہ دے کہ اللہ بہتر جانتا ہے تکلف میں نہ پڑے۔	۵۲۷
۹۶۲	حدیث ۲۲۴۶ حضرت اعمش کے حالات۔	۵۲۳	۹۴۹	تکلف کا معنی: تکلف کرنا ناپسندیدہ امر ہے۔	۵۲۸
۹۶۳	علم حاصل کر کے اسے بھلا دینے کی مذمت۔	۵۲۴	۹۵۰	حدیث نمبر ۲۵۲۴ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات۔	۵۲۹
۹۶۴	ارتکاب معصیت سے علم بھول جاتا ہے۔	۵۲۵	۹۵۱	حدیث نمبر ۲۵۲۵ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۳۰
۹۶۵	حدیث ۲۲۴۷ علم پر عمل سے اس میں پختگی آتی ہے۔	۵۲۶	۹۵۲	حدیث ۲۵۲۶ بے عمل علماء و قراء کو عمل کی تاکید۔	۵۳۱
۹۶۶	طبع اور لایح عالم کے سینے سے علم نکال دیتا ہے۔	۵۲۷	۹۵۳	صراطِ مستقیم پر استقامت سے ہی بندہ گمراہی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔	۵۳۲
۹۶۷	طبع اور لایح کی مذمت۔	۵۲۸	۹۵۴	حدیث ۲۵۲۷ علم میں ریا کرنے والے جبُ الحزن میں ڈالے جائیں گے۔	۵۳۳
۹۶۸	حدیث ۲۲۴۸ حضرت اوص بن حکیم رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۲۹	۹۵۵	حدیث ۲۵۲۸ جبُ الحزن کی تحقیق۔	۵۳۴
۹۶۹	انکی جرح و تعدیل۔	۵۳۰	۹۵۶	حدیث ۲۵۲۹ بدترین عالم وہ ہے جس کے علم سے فائدہ حاصل نہ ہو۔	۵۳۵
۹۷۰	جملہ ان شر الشر شرار العلماء کی تفسیر۔	۵۳۱	۹۵۷	حدیث ۲۵۳۰ حضرت زیاد کے حالات۔	۵۳۶
۹۷۱	حدیث نمبر ۲۲۴۹ بدترین عالم وہ ہے جس کے علم سے فائدہ حاصل نہ ہو۔	۵۳۲	۹۵۸	حدیث ۲۵۳۱ علم نافع کی شناخت۔	۵۳۷
۹۷۲	حدیث ۲۵۳۱ حضرت زیاد کے حالات۔	۵۳۳	۹۵۹	حدیث ۲۵۳۲ اسلام کو کمزور کرنے والی چیزیں۔	۵۳۸
۹۷۳	اسلام کو کمزور کرنے والی چیزیں۔	۵۳۴	۹۶۰	حدیث ۲۵۳۳ علم نافع کی شناخت۔	۵۳۹
۹۷۴	حدیث ۲۵۳۴ علم نافع کی شناخت۔	۵۳۵	۹۶۱	حدیث ۲۵۳۵ علم نافع کی شناخت۔	۵۴۰

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۹۸۷	حدیث میں قراء کے لفظ سے علماء اور عبادتگذار بھی مراد ہیں۔	۵۲۸	۱۰۰۵	کلمہ الحمد للہ اور کلمہ اللہ اکبر کا اجر و ثواب۔	۵۳۲
۹۸۸	امام محارب بن رحمہ اللہ کے حالات۔	"	۱۰۰۶	نماز فور ہے اس کی تشریح۔	۵۳۳
۹۸۹	حدیث ۲۵۷ - امت مسلمہ پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کو محض خوبصورتی سے پڑھنا رہ جائے گا۔	"	۱۰۰۷	صبر کا معنی اور اس کے اقسام۔	"
۹۹۰	مسجدوں کی دیرانی کا مطلب۔	۵۲۹	۱۰۰۸	لفظ غزو کا معنی۔	"
۹۹۱	لفظ ادیم کا معنی۔	"	۱۰۰۹	اللہ کی کتاب اس پر عمل کرنے والوں کے لیے ذریعہ نجات اور اللہ کے حضور ان کی گواہ بنے گی۔	"
۹۹۲	علماء سود کی مذمت۔	"	۱۰۱۰	حدیث ۲۶۲ - مطالب۔	۵۳۴
۹۹۳	حدیث ۲۵۸ - حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۳۰	۱۰۱۱	محو کا معنی۔	"
۹۹۴	امت مسلمہ سے علم دین کس طرح اٹھ جائے گا۔	"	۱۰۱۲	لفظ اسباغ کا معنی۔	۵۳۵
۹۹۵	حدیث ۲۵۹ - علم دین سیکھو اور سکھاؤ۔	"	۱۰۱۳	لفظ رباط کا معنی۔	"
۹۹۶	امت میں جہالت پھیلنے سے فتنے رونے ہوں گے۔	"	۱۰۱۴	حدیث ۲۶۳ - وضو سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔	"
۹۹۷	حدیث ۲۶۰ - جس علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے وہ اس دولت کی طرح ہے جسے خرچ نہ کیا جائے۔	"	۱۰۱۵	حدیث ۲۶۴ - وضو کی فضیلت۔	"
۹۹۸	کتاب الطہارۃ	۵۳۱	۱۰۱۶	حدیث ۲۶۵ - وضو سے صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں۔	۵۳۶
۹۹۹	طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	"	۱۰۱۷	حدیث ۲۶۶ - وضو کی کیفیت۔	"
۱۰۰۰	حدیث ۲۶۱ - حضرت ابومالک اشجری رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۳۲	۱۰۱۸	حدیث ۲۶۷ - وضو کی کیفیت۔	۵۳۷
۱۰۰۱	طہارت نصف ایمان ہے۔	"	۱۰۱۹	حدیث نفس کا معنی۔	"
۱۰۰۲	ایمان سے نماز مراد لی گئی ہے۔	"	۱۰۲۰	تحیۃ الوضو کے نفل اور ان کی فضیلت۔	"
۱۰۰۳	طہارت کے نصف ہونے کا مطلب۔	"	۱۰۲۱	تحیۃ الوضو کے نوافل کی نیت۔	"
۱۰۰۴		"	۱۰۲۲	حدیث ۲۶۸ - حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۳۸
		"	۱۰۲۳	نفل تحیۃ الوضو کی فضیلت۔	"
		"	۱۰۲۴	حدیث ۲۶۹ - وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنے کی فضیلت۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۲۵	بعد وضو مختلف اذکار کا بیان -	۵۳۹	۱۰۲۳	الفاظ پڑھے -	
۱۰۲۶	حدیث ۲۶۹ لفظ غتر محل کا معنی و مطلب -	"	۵۴۶	صحابہ کرام کے بعد پیدا ہونے والے مسلمانوں کی شان و فضیلت -	
۱۰۲۷	حدیث ۲۷۱ جنتی بندے کا زیور -	۵۴۰	"	زیارت قبور -	
۱۰۲۸	حدیث ۲۷۱ فصل ثانی -	"	۱۰۲۵	قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو آثار وضو سے شناخت کریں گے -	
۱۰۲۹	کامل استقامت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے -	۵۴۱	۵۴۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر اپنی امت کا استقبال کریں گے -	
۱۰۳۰	استقامت کا معنی اور اس کے مشکل ہونے کا بیان -		۱۰۲۶	حدیث ۲۷۸ قیامت کے روز سب پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں سر رکھیں گے -	
۱۰۳۱	نماز کی پوری پابندی مومن کامل ہونے کی علامت ہے -	"	۵۴۸	قیامت کے روز آپ اپنی امت کو پہچانیں گے -	
۱۰۳۲	وضو کے اجر و ثواب کی تفصیل -	۵۴۲	۱۰۲۸	ان چیزوں کا باب جن سے وضو لازم آتا ہے -	
۱۰۳۳	فصل تیسری -	"	۱۰۲۹	فصل اول	
۱۰۳۴	حدیث ۲۷۲ وضو نماز کی چابی ہے -	"	"	حدیث ۲۷۹ وضو کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی -	
۱۰۳۵	حدیث ۲۷۴ شبیب بن ابی روح کی تحقیق -	"	۱۰۵۱	حدیث ۲۸۱ حرام مال سے دیا گیا صدقہ قبول نہیں ہوتا -	
۱۰۳۶	لفظ التباس کا معنی -	"	۱۰۵۲	حدیث ۲۸۱ مذی کے خارج ہونے سے غسل لازم نہیں آتا -	
۱۰۳۷	صحبت کا اثر -	۵۴۳	۱۰۵۳	حدیث ۲۸۲	
۱۰۳۸	حدیث ۲۷۵ تسبیح و تحمید وغیرہ اذکار کی فضیلت -	"	۵۵۱	ادنیٰ کا گوشت کھالینے کے بعد وضو کرنا چاہیے -	
۱۰۳۹	روزہ نصف صبر اور وضو نصف ایمان ہے -	۵۴۴			
۱۰۴۰	حدیث ۲۷۶ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات -	"			
۱۰۴۱	وضو کے فضائل -	"			
۱۰۴۲	حدیث ۲۷۷ قبرستان میں جا کر کیا	۵۴۵			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۵۵	ادنیوں کے بارے میں نماز ادا نہ کرنی چاہیے۔	۵۵۳	۱۰۴۱	حدیث ۲۹۳ ایک وغیرہ لگا کر سوجانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	۵۶۰
۱۰۵۶	ایک سوال اور اس کا جواب۔	"	۱۰۴۲	لفظ اللہ کی تحقیق۔	"
۱۰۵۷	حدیث ۲۸۳ ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ۔	۵۵۴	۱۰۴۳	رکوع سجدہ اور تشهد و قیام کی حالت میں سوجانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	"
۱۰۵۸	حدیث ۲۸۴ ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	"	۱۰۴۴	حدیث ۲۹۴ بیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	"
۱۰۵۹	حدیث ۲۸۵ دورہ پینے کے بعد کلی کر کے نماز ادا کرنی چاہیے۔	"	۱۰۴۵	حدیث ۲۹۵ حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۵۶۱
۱۰۶۰	حدیث ۲۸۶ ایک ہی وضو سے چند نمازیں ادا کرنا جائز ہے۔	۵۵۵	۱۰۴۶	آلہ تناسل کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ۔	"
۱۰۶۱	موزوں پر مسح۔	"	۱۰۴۷	حدیث ۲۹۶ مس ذکر سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔	"
۱۰۶۲	حضور کی عادت مبارک تھی کہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے تھے۔	"	۱۰۴۸	اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مسلک احناف رحمہم اللہ کی تحقیق و تصویب۔	۵۶۲
۱۰۶۳	حدیث ۲۸۷ حضرت سید بن نعمان رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"	۱۰۴۹	حدیث ۲۹۷ عورت کو بوسہ دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۴
۱۰۶۴	مقام صہبا کی تحقیق۔	"	۱۰۸۰	عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۵
۱۰۶۵	فضل دوسری۔	"	۱۰۸۱	اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور حضرت شیخ کی تحقیق بالغ۔	"
۱۰۶۶	حدیث ۲۸۸۔	۵۵۷	۱۰۸۲	حدیث ۲۹۸ لفظ منسح کی تحقیق۔	"
۱۰۶۷	حدیث ۲۸۹ خروج مذی سے غسل لازم نہیں آتا۔	"	۱۰۸۳	اگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۶
۱۰۶۸	حدیث ۲۹۰ وضو نماز کی چابی ہے۔	"	۱۰۸۴	حدیث ۲۹۹ تیسری فصل۔	"
۱۰۶۹	حدیث ۲۹۱ حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ عورتوں کی جائے پاخانہ میں جماع منع ہے۔	۵۵۸	۱۰۸۵	تیسری فصل۔	"
۱۰۷۰	لفظ انجاز کی تحقیق۔	۵۵۹	۱۰۸۶	حدیث ۳۰۰ حضرت ابو رافع کے حالات۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۸۷	حدیث ۲۰۱/۲۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ -	۵۶۷	۱۰۹۸	حدیث ۲۰۸ حضرت سلمان فارسی کے حالات -	۵۷۴
۱۰۸۸	کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے چاہئیں -	۵۶۸	۱۰۹۹	دائیں ہاتھ سے استنجا وغیرہ - مسائل کی تحقیق -	۱۱۰۰
۱۰۸۹	حدیث ۲۰۲/۲۳ گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں -	۵۶۹	۱۱۰۱	لفظ استنجا کی تحقیق -	۱۱۰۱
۱۰۹۰	حدیث ۲۰۳/۲۴ عورت کو چومنے اور ہاتھ لگانے سے وضو بے یا نہیں - اس کی تحقیق اور مسلک احناف -	۵۷۰	۱۱۰۲	کیا استنجا کے لیے تین ڈھیلوں کا ہونا ضروری ہے - اس کی تحقیق اور مسلک احناف -	۱۱۰۲
۱۰۹۱	حدیث ۲۰۴/۲۵ عورت کو چومنے سے وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ - اس بارے میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف - اور احناف کا مسلک -	۵۷۱	۱۱۰۳	حدیث ۲۰۹ بیت الخلا میں داخل ہونے کے وقت کی دعا -	۱۱۰۳
۱۰۹۲	حدیث ۲۰۵/۲۶	۵۷۲	۱۱۰۴	لفظ خبث و خبائث کی تحقیق -	۱۱۰۴
۱۰۹۳	حدیث ۲۰۶/۲۷ جسم کے کسی حصے سے خون بہانے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں - اس بارے میں احناف کا مسلک اور اس کی تحقیق -	۵۷۳	۱۱۰۵	حدیث ۳۱۱ بول کے چھینٹوں سے نہ بچنا اور چھلی کھانا عذاب قبر کا باعث ہے	۱۱۰۵
۱۰۹۴	آدابِ خلا کا باب -	۵۷۴	۱۱۰۶	لفظ لایستتر کی تحقیق -	۱۱۰۶
۱۰۹۵	لفظ آداب کے معنی -	۵۷۵	۱۱۰۷	تو درخت بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں -	۱۱۰۷
۱۰۹۶	لفظ خلا کا معنی -	۵۷۶	۱۱۰۸	قبروں پر پھول ڈالنے کا مسئلہ -	۱۱۰۸
۱۰۹۷	حدیث ۳۰۱ بول و پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پشت کرنا منع ہے -	۵۷۷	۱۱۰۹	حدیث ۳۱۱/۳۱۲ لوگوں کی گذرگاہ اور سائے میں بول و دہرا کرنا منع ہے -	۵۷۸
۱۰۹۸	اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مسلک احناف -	۵۷۸	۱۱۱۰	حدیث ۳۱۲ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حالات -	۵۷۹
۱۰۹۹	اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب -	۵۷۹	۱۱۱۱	پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لینا چاہیے اور تین سانس میں پانی پینا چاہیے -	۵۸۰
			۱۱۱۲	حدیث ۳۱۳ لفظ استجمر کا معنی -	۵۸۱
			۱۱۱۳	حدیث ۳۱۴ لفظ عنزہ کا معنی -	۵۸۲
			۱۱۱۴	فصل دوسری - حدیث ۳۱۵ -	۵۸۳

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۱۴۲	لفظ زکوٰۃ کے معنی۔	۵۹۳	۱۱۵۸	حدیث ۲۳۲ حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۰۰
۱۱۴۳	حدیث ۲۳۳ حضرت حکم بن سفیان کے حالات۔	"	۱۱۵۹	لفظ ویک کا استعمال و معنی۔	"
۱۱۴۴	بول کے بعد میان پر پانی چھڑکنے کا مسئلہ۔	"	۱۱۶۰	لفظ درقہ کا معنی۔	"
۱۱۴۵	حدیث ۲۳۴ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۵۹۴	۱۱۶۱	اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا عذاب کا موجب ہے۔	۶۰۱
۱۱۴۶	لفظ عید ان کا معنی۔	"	۱۱۶۲	حدیث ۲۳۵ مروان بن اصغر کے حالات۔	"
۱۱۴۷	ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک پی لیا تو اس سے اور اس کی چند پشتوں سے خوشبو نکلتی رہی۔	"	۱۱۶۳	بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت کی دعا۔	۶۰۲
۱۱۴۸	حدیث ۲۳۵ کھڑے ہو کر بول کرنا منع ہے۔	"	۱۱۶۴	حدیث ۲۳۵ وفد جنات کا حاضر ہونا۔	"
۱۱۴۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر بول کرنے کی وجہ۔	۵۹۵	۱۱۶۵	لفظ حممہ کی تحقیق و معنی۔	"
۱۱۵۰	تیسری فصل	"	۱۱۶۶	باب المسواک	۶۰۳
۱۱۵۱	حدیث ۳۳۶ کھڑے ہو کر بول کرنے کی ممانعت اور عدم ممانعت میں وارد احادیث کا رفع تعارض۔	۵۹۶	۱۱۶۷	لفظ سواک و مسواک کا معنی۔	"
۱۱۵۲	حدیث ۳۳۷ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"	۱۱۶۸	مسواک بالاتفاق سنت ہے۔	"
۱۱۵۳	لفظ غرغره کا معنی۔	"	۱۱۶۹	مسواک کی مقدار	"
۱۱۵۴	حدیث ۳۳۸ حسن بن علی پر جرح۔	"	۱۱۷۰	مسواک کی کیفیت۔	"
۱۱۵۵	حدیث ۳۳۹	"	۱۱۷۱	مسواک کی فضیلت میں چالیس احادیث وارد ہیں۔	"
۱۱۵۶	حدیث ۳۴۰ باوجود ہونے کی فضیلت۔	"	۱۱۷۲	فصل اول	۶۰۴
۱۱۵۷	حدیث ۳۴۱ لفظ خراہ کی تحقیق و معنی۔	۵۹۹	۱۱۷۳	حدیث ۳۴۱ مسواک کی تاکید۔	"
			۱۱۷۴	حدیث ۳۴۲ حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"
			۱۱۷۵	گھر میں تشریف لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کام یہ ہوتا کہ آپ مسواک کرتے۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۱۷۶	حدیث ۲۴۸ لفظ تہجد کا معنی۔	۶۰۵	۱۱۹۰	حدیث ۲۶۱ نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ دھونے کا مسئلہ اور اس میں ائمہ کا اختلاف۔	۶۱۶
۱۱۷۷	حدیث ۲۴۹ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ (۱) بیس پست کرنا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) پانی سے ناک صاف کرنا (۵) ناخن تراشنا (۶) انگلیوں کی سلوٹیں دھونا (۷) بیلوں کے بال صاف کرنا (۸) بال زیر ناف صاف کرنا (۹) پانی سے استنجا کرنا۔ (۱۰) کلی کرنا یا ختنہ کرنا۔	۶۰۶	۱۱۹۱	حدیث ۲۶۱ شیطان کے انسان کے نکتوں میں رات بسر کرنا کا مفہوم۔	۶۱۷
۱۱۷۸	حدیث ۲۵۰ مسواک کی فضیلت۔	۶۰۸	۱۱۹۲	حدیث ۲۶۲ حضرت عبداللہ بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۱۸
۱۱۷۹	حدیث ۲۵۱ حضرت ابوالبوب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۰۹	۱۱۹۳	وضو کی کیفیت و طریقہ۔ مسح سر کا طریقہ۔	۶۱۹
۱۱۸۰	چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں۔	۶۱۰	۱۱۹۴	حدیث ۲۶۵ اعضاء وضو کتنی بار دھو جائیں اس بارے میں مختلف روایات کے درمیان تطبیق۔	۶۲۰
۱۱۸۱	حدیث ۲۵۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے ساتھ مسواک کرتے تھے۔	۶۱۱	۱۱۹۵	مقام مقاعد کی تحقیق۔	۶۲۱
۱۱۸۲	تیسری فصل	۶۱۲	۱۱۹۶	حدیث ۲۶۶ اعضاء وضو میں سے کوئی ایک خشک رہ جانے کا عذاب۔	۶۲۲
۱۱۸۳	حدیث ۲۵۳ عمر میں بڑے انسان کو فوقیت دینا چاہیے۔	۶۱۳	۱۱۹۷	پاؤں پر مسح کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس مسئلے میں حضرت شیخ کی تحقیق۔	۶۲۳
۱۱۸۴	حدیث ۲۵۴ مسواک کی تاکید۔	۶۱۴	۱۱۹۸	سوال و جواب۔	۶۲۴
۱۱۸۵	صحابہ کرام کا اہتمام مسواک	۶۱۵	۱۱۹۹	حدیث ۲۶۷ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۲۵
۱۱۸۶	وضو کی سنتوں کا باب	۶۱۶	۱۲۰۰	مسح سر کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف اور مسلک احناف اور اسکے دلائل۔	۶۲۶
۱۱۸۷	لفظ سنت کا لغوی معنی اور استعمال۔	۶۱۷	۱۲۰۱	عامہ پر مسح کرنے کا مطلب۔	۶۲۷
۱۱۸۸	فصل اول	۶۱۸	۱۲۰۲	حدیث ۲۶۸ اچھا اور جائز کام دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔	۶۲۸
۱۱۸۹		۶۱۹	۱۲۰۳	دوسری فصل۔	۶۲۹
			۱۲۰۴	حدیث ۲۶۹ لفظ میامن کی تحقیق۔	۶۳۰

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۲۰۵	حدیث ۳۶۰ وضو شروع کرتے وقت	۶۲۷	۱۲۲۱	کرنے کے مسئلے کی تحقیق -	۶۳۸
	بسم اللہ شریف پڑھنا سنت ہے یا مستحب			تیسری فصل	"
	اس کی تحقیق -		۱۲۲۲	حدیث ۳۸۸ حضرت ثابت بن ابوصیفہ	۶۳۹
۱۲۰۶	حدیث ۳۶۱ حضرت لقیط بن جبر	۶۲۸		کے حالات -	
	رضی اللہ عنہ کے حالات -		۱۲۲۳	امام ابو جعفر محمد باقر بن علی زین العابدین رضی	"
۱۲۰۷	انگلیوں کے خلال میں اُمہ کے مذاہب -	۶۲۹		اللہ عنہ کے حالات و مناقب -	
۱۲۰۸	حدیث ۳۶۲ حضرت مستورد بن شداد	"	۱۲۲۴	حدیث ۳۹۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز	۶۴۰
	رضی اللہ عنہ کے حالات -	"		کے لیے تازہ وضو کرتے تھے -	
۱۲۰۹	حدیث ۳۶۳ دارہی کا خلال	۶۳۰	۱۲۲۵	حدیث ۳۹۲ حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان	۶۴۱
۱۲۱۰	لفظ تنگ کی تحقیق -	"		رضی اللہ عنہ کے حالات -	
۱۲۱۱	حدیث ۳۶۴ وضو کا پانی کھڑے ہو کر	۶۳۱	۱۲۲۶	عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	"
	پینے کا مسئلہ -			کے حالات -	
۱۲۱۲	حدیث ۳۶۵ حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ	"	۱۲۲۷	حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حالات -	۶۴۲
	کے حالات -		۱۲۲۸	حضرت عبد اللہ و حضرت خنظلہ رضی اللہ	"
۱۲۱۳	حدیث ۳۶۶ مسح سر میں اُمہ کا اقتلاف	۶۳۲		عنہما کے حالات -	
	اور مذہب حنفی کی تحقیق و تصویب -		۱۲۲۹	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد	"
۱۲۱۴	حدیث ۳۶۷ کانوں کا مسح بھی سر کی تری	۶۳۳	۱۲۳۰	حدیث ۳۹۳ نمر کے کنارے بیٹھ کر وضو	۶۴۳
	سے ہی کرنا چاہیے -			کرے تو بھی اسرار نہ کرے -	
۱۲۱۵	حدیث ۳۶۸ حضرت عبد اللہ بن مغفل	۶۳۴	۱۲۳۱	عسل کا بیان -	"
	رضی اللہ عنہ کے حالات -		۱۲۳۲	لفظ غسل کی لغات اور تحقیق -	"
۱۲۱۶	دعائیں تکلف نہ کرے -	"	۱۲۳۳	فصل اول -	۶۴۴
۱۲۱۷	طہارت میں اسراف کا مطلب -	"	۱۲۳۴	حدیث ۳۹۴ لفظ شعبہ کا معنی -	"
۱۲۱۸	حدیث ۳۶۹ حضرت ابی بن کعب رضی	۶۳۷	۱۲۳۵	حدیث ۳۹۵ انما الما من الماء	"
	اللہ عنہ کے حالات -			منوخ ہے -	
۱۲۱۹	لفظ وَلَمَّا ن کی تحقیق -	"	۱۲۳۶	حدیث ۳۹۸ عورت کو بھی خواب میں	۶۴۵
۱۲۲۰	حدیث ۳۷۰ وضو کے بعد رمال استعمال	۶۳۸		اختلام ہو جاتا ہے -	

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۲۳۷	بچہ کس وجہ سے ماں باپ کے ہم شکل ہوتا ہے۔		۱۲۵۶	تھا بد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔	۶۵۸
۱۲۳۸	لفظ تَرَبُّتِ یَمینِ کا معنی۔	۶۴۶	۱۲۵۷	جنبی سے میل جول کا بیان	"
۱۲۳۹	حدیث ۴۰۵ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۶۴۷	۱۲۵۸	لفظ جنُب کی تحقیق و استعمال	۶۵۹
۱۲۴۰	وضو کے بعد ہاتھ نہ جھاڑنے چاہئیں۔	"	۱۲۵۹	فصل اول	"
۱۲۴۱	حدیث ۴۰۶ لفظ مسک کی تحقیق۔	۶۴۹	۱۲۶۰	حدیث ۴۱۵ لفظ السلال کا معنی۔	"
۱۲۴۲	حدیث ۴۰۷ لفظ ضفر کا معنی۔	"	۱۲۶۱	لفظ ہتر کا معنی۔	۶۵۹
۱۲۴۳	لفظ حیات کا معنی۔	۶۵۰	۱۲۶۲	جنابت نجاست حکمی ہے۔	"
۱۲۴۴	حدیث ۴۰۸ مد و صاع کی تحقیق۔	"	۱۲۶۳	حدیث ۴۱۶ جنبی ہونے کے بعد وضو کر کے سونا چاہیے۔	۶۶۰
۱۲۴۵	حدیث ۴۰۹ ایک اشکال کا جواب	"	۱۲۶۴	حدیث ۴۱۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ازواج مطہرات میں عدل کرنا واجب نہ تھا۔	"
۱۲۴۶	دوسری فصل		۱۲۶۵	حدیث ۴۱۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے۔	"
۱۲۴۷	حدیث ۴۰۵ ایک سوال کا جواب	۶۵۲	۱۲۶۶	حدیث ۴۱۹ لفظ جفنہ کا معنی۔	۶۶۱
۱۲۴۸	حدیث ۴۰۶ حشفہ کے غائب ہوجانے سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔	۶۵۳	۱۲۶۷	جنبی کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے کب پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔	"
۱۲۴۹	حدیث ۴۰۸ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ سر منڈوانے کی تھی۔	۶۵۴	۱۲۶۸	حدیث ۴۲۰ اپنی جنبی عورت کے جسم سے گیلہا جسم لگانے سے جسم ناپاک نہیں ہوتا۔	۶۶۲
۱۲۵۰	حدیث ۴۱۰ خطمی کی تحقیق۔	۶۵۵	۱۲۶۹	حدیث ۴۲۱ بے وضو بھی زبانی قرآن پڑھنے کی اجازت ہے۔	"
۱۲۵۱	حدیث ۴۱۱ حضرت یعلیٰ کے حالات۔	"	۱۲۷۰	حدیث ۴۲۲ حیض والی عورت اور جنبی کے لیے قرآن پاک پڑھنا منع ہے۔	"
۱۲۵۲	لوگوں کے سامنے ننگے ہو کر نہا نہایت منع ہے۔	"	۱۲۷۱	حدیث ۴۲۳ حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔	۶۶۳
۱۲۵۳	تیسری فصل	۶۵۶			
۱۲۵۴	حدیث ۴۱۲ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"			
۱۲۵۵	حدیث ۴۱۳ ابتداء میں پچاس نمازیں اور غسل جنابت سات مرتبہ کرنے کا حکم	۶۵۷			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۲۷۱	حدیث ۲۲۲ جس گھریں جاندار کی تصویر کتا اور جنبی ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔	۶۶۳	۱۲۸۵	حدیث ۲۳۳ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۶۹
۱۲۷۲	حدیث ۲۲۴ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۶۴	۱۲۸۶	حدیث ۲۳۴ حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۷۰
۱۲۷۳	حضرت عمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت کی دلیل میں۔ آپ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے رٹتے ہوئے شہادت پائی۔	"	۱۲۸۷	لفظ سوڈ کا معنی۔	"
۱۲۷۴	آپ کی والدہ ماجدہ پر ابو جہل لعین کا ظلم و تشدد۔	"	۱۲۸۸	حدیث ۲۳۵ حضرت حمید الحمیری کے حالات۔	"
۱۲۷۵	حدیث ۲۲۸ حضرت عبداللہ بن ابوبکر کے حالات۔	"	۱۲۸۹	"مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے" یہ حدیث متروخ ہے یا ضعیف ہے۔	۶۷۱
۱۲۷۶	حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"	۱۲۹۰	پانیوں کے احکام کا باب پانی کی مختلف انواع۔	۶۷۲
۱۲۷۷	حدیث ۲۲۹ حضرت نافع کے حالات۔	۶۶۵	۱۲۹۱	فصل اول	"
۱۲۷۸	لفظ سیکہ کا معنی۔	۱۲۷۹	۱۲۹۲	حدیث ۲۳۶ کھڑے پانی میں بول نہ کرے۔	"
۱۲۷۹	ایک سوال اور اس کا جواب۔	۶۶۶	۱۲۹۳	حدیث ۲۳۸ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۷۳
۱۲۸۰	حدیث ۲۳۱ حضرت مہاجر بن قنفذ کے حالات۔	۶۶۷	۱۲۹۴	لفظ نیر و حجلہ کا معنی۔	۶۷۴
۱۲۸۱	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا عبادت میں کوتاہی سے معصوم تھے۔	"	۱۲۹۵	حضرت سائب بن یزید کے حالات۔	"
۱۲۸۲	حدیث ۲۳۲ لفظ لام تک کا معنی۔	۶۶۸	۱۲۹۶	مہر نبوت کی شکل و صورت اور اس پر کندہ الفاظ کا بیان۔	"
۱۲۸۳	استاد شاگرد پر سختی کر سکتا ہے۔	"	۱۲۹۷	دوسری فصل	۶۷۵
۱۲۸۴	شرمگاہ دھونے سے پہلے ہاتھ دھونے کا مسئلہ۔	"	۱۲۹۸	حدیث ۲۳۹ جنگلی دزدوں کے پانی میں منہ ڈالنے سے محروم کے تالاب	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۳۱۶	حدیث ۴۴۶ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حالات -	۶۸۳	۱۳۰۰	ناپاک نہیں ہوتے -	۶۴۶
۱۳۱۸	تیسری فصل	۶۸۴	۱۳۰۱	لفظ قلتین کی تحقیق اور اختلاف مذاہب -	۶۴۷
۱۳۱۹	حدیث ۴۴۷ حضرت یحییٰ بن عبد الرحمنؑ کے حالات -	"	۱۳۰۲	ومسک اخاف رحمہم اللہ تعالیٰ -	۶۴۸
۱۳۲۰	دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضو اور غسل کا مسئلہ اور اس کی تحقیق -	۶۸۵	۱۳۰۳	حدیث ۴۴۸ - بیر بضاعت -	"
۱۳۲۱	نجاستوں کو پاک کرنے کا باب	۶۸۶	۱۳۰۴	لفظ حیض و متن کا معنی -	"
۱۳۲۲	لفظ نجاست کا معنی -	"	۱۳۰۵	چشمہ دار کنواں احناف کے نزدیک جاری پانی کی طرح ہے -	"
۱۳۲۳	نجاسات یعنی صیغہ جمع لانے کی وجہ -	"	۱۳۰۶	حدیث ۴۴۹ سمندر کے پانی سے وضو غسل وغیرہ جائز ہے -	"
۱۳۲۴	فضل اول	"	۱۳۰۷	مچھلی حلال ہے -	۶۴۸
۱۳۲۵	حدیث ۴۵۰ دلوغ کا معنی -	"	۱۳۰۸	حدیث ۴۵۱ حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ کے حالات -	۶۴۹
۱۳۲۶	کتے کے جوڑے کا حکم -	"	۱۳۰۹	لیلۃ الجن کا واقعہ	"
۱۳۲۷	حدیث ۴۵۱ ایک اعرابی کا مسجد نبوی میں بول کرنا -	۶۸۷	۱۳۱۰	کھجور کے شیرے سے وضو کا مسئلہ -	"
۱۳۲۸	لفظ اعراب کا معنی -	"	۱۳۱۱	امام ترمذی کی اس حدیث پر قیل قال اور اس کا جواب -	۶۸۰
۱۳۲۹	سجلاً اور ذنوباً کا معنی -	"	۱۳۱۲	حدیث ۴۵۲ حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کے حالات -	"
۱۳۳۰	نخس زمین کو پاک کرنے کا طریقہ	"	۱۳۱۳	بلی کا جوٹھا پاک ہے -	۶۸۱
۱۳۳۱	حدیث ۴۵۳ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے حالات -	۶۹۰	۱۳۱۴	حدیث ۴۵۴ حضرت داؤد بن صالح کے حالات -	۶۸۲
۱۳۳۲	کپڑے کو منی لگ جائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ -	"	۱۳۱۵	ہر لیسہ کا معنی -	"
۱۳۳۳	حدیث ۴۵۵ حضرت اسود دہام رضی اللہ عنہما کے حالات -	"	۱۳۱۶	حدیث ۴۵۵ کیا درندوں کا جوٹھا پاک ہے - اس بارے میں احناف و شوافع کے مذاہب کی تحقیق -	"
۱۳۳۴	منی کے پاک یا ناپاک ہونے کا مسئلہ -	۶۹۱			
۱۳۳۵	حدیث ۴۵۶ حضرت ام قیس بنت محسن	۶۹۲			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	صفحہ	مطالب و مضامین	صفحہ
	کے حالات -				
۱۳۳۵	شیر خوار بچہ یا بچی کپڑے پر پیشاب کر دے	۶۹۲	۱۳۴۹	جواب -	
	تو اسے پاک کرنے کی کیفیت -			حدیث ۴۶۸ لفظ قرظ کا معنی -	۶۹۹
۱۳۳۶	لفظ نفع کا معنی -	"	۱۳۵۰	حدیث ۴۶۹ حضرت سلمہ بن مجبت کے	۷۰۰
				حالات -	
۱۳۳۷	حدیث ۴۵۷ چمڑے کی دباغت کا	۶۹۳	۱۳۵۱	تبوک کی تحقیق -	"
	طریقہ -		۱۳۵۲	تیسری فصل	"
۱۳۳۸	دباغت شدہ چمڑا پاک ہے - اس	"	۱۳۵۳	حدیث ۴۷۰ بنی عبدالاشمل -	"
	بارے میں اختلاف ائمہ اور مذہب		۱۳۵۴	کپڑے کو خشک نجاست لگ جائے تو	"
	احناف -			پاک مٹی پر گر گرنے سے پاک ہو جائے ہے -	"
۱۳۳۹	حدیث ۴۵۹ لفظ مسک اور شٹا	۶۹۴	۱۳۵۵	کتوں کا مسجد نبوی میں آنا جانا اس وقت	۷۰۱
	کا معنی -			کی بات ہے جب مسجد کو دروازے نہ	
۱۳۴۰	فصل ثانی	"		تھے -	
۱۳۴۱	حدیث ۴۶۱ حضرت بباہ بنت الحارث	۶۹۵	۱۳۵۶	مساجد کے ادب و احترام کا حکم -	"
	رضی اللہ عنہما کے حالات -		۱۳۵۷	حدیث ۴۶۳ کیا جن جانوروں کا گوشت	"
۱۳۴۲	حضرت ابوالسمح کے حالات -			حلال ہے ان کا پیشاب پاک ہے یا	
۱۳۴۳	حدیث ۴۶۱ خشک مٹی جوتے کو لگی	"	۱۳۵۸	ناپاک - اس مسئلے کی تحقیق -	
	ہوئی خشک نجاست کو پاک کر دیتی			موزوں پر مسح کا باب -	۷۰۲
	ہے -		۱۳۵۹	موزوں پر مسح احادیث مشہورہ سے	"
۱۳۴۴	حدیث ۴۶۳ حضرت مقدم بن مدیکرب	۶۹۷		ثابت ہے -	
	کے حالات -		۱۳۶۰	صرف روافض و خوارج نے اس کا انکار	"
۱۳۴۵	دزدوں کی کھال پہنا منع ہے -	"		کیا ہے -	
۱۳۴۶	حدیث ۴۶۴ حضرت ابوالملح کے حالات	"	۱۳۶۱	فصل اول	۷۰۳
۱۳۴۷	حدیث ۴۶۶ حضرت عبداللہ بن عکیم	۶۹۸	۱۳۶۲	حدیث ۴۶۴ حضرت شریح بن ہانی	"
	کے حالات -			کے حالات -	
۱۳۴۸	بعض ائمہ کے نزدیک دباغت شدہ	"	۱۳۶۳	حدیث ۴۶۵ حضرت مغیرہ بن شعبہ	۷۰۴
	چمڑا بھی ناپاک ہے ان کے دلائل کا			کے حالات -	

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۳۶۴	جبہ، قمیص اور قبہ کے معانی -	۷۰۵	۱۳۸۲	فصلیت دی گئی ہے -	
۱۳۶۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت	"	۱۳۸۳	حدیث ۴۸۴ حضرت عمران بن الحصین	۷۱۲
۱۳۶۶	عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدار	"	۱۳۸۴	رضی اللہ عنہ کے حالات -	"
۱۳۶۷	میں ایک نماز ادا کی -	"	۱۳۸۵	لفظ صعید کا معنی -	"
۱۳۶۸	دوسری فصل	"	۱۳۸۶	حدیث ۴۸۵ جنابت کے لیے بھی تیمم	۷۱۳
۱۳۶۹	حدیث ۴۸۶ حضرت ابو بکرہ کے	۷۰۶	۱۳۸۷	کفایت کرتا ہے -	"
۱۳۷۰	حالات -	"	۱۳۸۸	مسح کی کیفیت و طریقہ -	۷۱۴
۱۳۷۱	مقیم اور مسافر کے لیے مسح موزہ کی بت	"	۱۳۸۹	حدیث ۴۸۷ حضرت ابو الجحیم بن الحارث	۷۱۵
۱۳۷۲	کابیان -	"	۱۳۹۰	کے حالات -	"
۱۳۷۳	کتاب المنتقی	"	۱۳۹۱	لفظ حۃ کا معنی	"
۱۳۷۴	حدیث ۴۸۸ حضرت صفوان بن عسال	"	۱۳۹۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت	"
۱۳۷۵	رضی اللہ عنہ کے حالات -	"	۱۳۹۳	مبارک -	"
۱۳۷۶	حدیث ۴۸۹ جو ربیع اور نعلین پر	۷۰۷	۱۳۹۴	حدیث ۴۸۹ دس سال تک بھی	۷۱۶
۱۳۷۷	مسح کا مسئلہ -	"	۱۳۹۵	پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم ہی کرتا ہے	"
۱۳۷۸	لفظ جوب اور جرموق کی تحقیق -	"	۱۳۹۶	حدیث ۴۸۸ جب تک صحیح علم نہ ہو	۷۱۷
۱۳۷۹	حدیث ۴۸۲ دین اسلام عقل و قیاس	۷۰۹	۱۳۹۷	مسئلہ نہ بتائے -	"
۱۳۸۰	کے تابع نہیں -	"	۱۳۹۸	سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے -	"
۱۳۸۱	تیمم کا باب	"	۱۳۹۹	حدیث ۴۹۰ غسل مسنون کا باب	۷۱۹
۱۳۸۲	تیمم کا معنی -	"	۱۴۰۰	چار قسم کا غسل مسنون	"
۱۳۸۳	ایہ تیمم کا سبب نزول	"	۱۴۰۱	عیدین کے غسل کی سنیت کا ثبوت	"
۱۳۸۴	تیمم ایک ضرب یا دو ضرب -	۷۱۰	۱۴۰۲	یا عدم ثبوت -	"
۱۳۸۵	اس میں اختلاف ائمہ اور مذہب	"	۱۴۰۳	فصل اول	۷۲۱
۱۳۸۶	احناف رحمہم اللہ تعالیٰ -	"	۱۴۰۴	حدیث ۴۹۱	"
۱۳۸۷	فصل اول	۷۱۱	۱۴۰۵	غسل جمعہ کی تحقیق	"
۱۳۸۸	حدیث ۴۸۳ امت محمدیہ علی صاحبہا	"	۱۴۰۶	حدیث ۴۹۲ کیا غسل جمعہ واجب ہے؟	"
۱۳۸۹	الصلوة والسلام کو تین چیزوں سے	"			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۴۰۰	حدیث ۲۹۵ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حالات -	۷۲۲	۱۴۱۶	حدیث ۵۰۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غایت محبت -	۷۳۰
۱۴۰۱	فِيهَا وَنِعْمَتْ كَامَعْنَى -	"	۱۴۱۷	عرق کا معنی -	۷۳۱
۱۴۰۲	حدیث ۲۹۶ میت کو اٹھانے اور اسے غسل دینے والے کے لیے نہانا ضروری ہے یا نہیں اس مسئلے کی تحقیق -	۷۲۳	۱۴۱۸	حدیث ۵۰۳ خمرہ کا معنی -	"
۱۴۰۳	حدیث ۲۹۸ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے حالات -	۷۲۴	۱۴۱۹	حدیث ۵۰۴ عورت کے بجائے پاخانہ میں جماعت سخت منع ہے -	۷۳۲
۱۴۰۴	اسلام لانے والے شخص کو غسل کا حکم -	"	۱۴۲۰	نجوی اور کاہن وغیرہ کی تصدیق کرنا کفر ہے -	"
۱۴۰۵	حدیث ۲۹۹ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے حالات -	۷۲۵	۱۴۲۱	حدیث ۵۰۵ حالت حیض میں عورت سے جماع کر لیا تو بطور کفارہ کیا چیز صدقہ کرے اس بارے میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال -	۷۳۴
۱۴۰۶	جمعہ کے روز غسل کا حکم کیوں دیا گیا -	"	۱۴۲۲	تیسری فصل	"
۱۴۰۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی شریف کی ہیئت -	۷۲۶	۱۴۲۳	حدیث ۵۰۶	"
۱۴۰۸	مسجد نبوی شریف کی توسیع	"	۱۴۲۴	حضرت زید بن اسلم کے حالات -	۷۳۵
۱۴۰۹	حیض کا باب	۷۲۷	۱۴۲۵	حدیث ۵۰۷ اس حدیث کا بعض دوسری احادیث سے تعارض اور اس کا جواب -	"
۱۴۱۰	حیض کا معنی	"	۱۴۲۶	مستحاضہ عورت کا باب	۷۳۶
۱۴۱۱	عورت کو حیض آنے کی ابتداء	"	۱۴۲۷	مستحاضہ کا معنی -	"
۱۴۱۲	خون حیض پیدا کرنے کی حکمت الہی	"	۱۴۲۸	خون مستحاضہ کا منع	"
۱۴۱۳	حدیث ۵۰۸ عائشہ عورت اور یہود کا طرز عمل -	۷۲۸	۱۴۲۹	فصل اول	"
۱۴۱۴	حضرت اسید بن حنیف اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما -	۷۲۹	۱۴۳۰	حدیث ۵۰۹	"
۱۴۱۵	حدیث ۵۰۹ عائشہ عورت کے جسم کے کس حصے نفع اٹھانا جائز ہے اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مذہب حنفی -	۷۳۰	۱۴۳۱	حضرت فاطمہ بنت ابی جہش رضی اللہ عنہا	۷۳۷
			۱۴۳۲	مستحاضہ عورت کے لیے طہارت کا مسئلہ	"
			۱۴۳۳	حدیث ۵۱۰ لفظ تہراق کی تحقیق -	۷۳۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۴۳۴	تَسْتَفِثُ کَا مَادَہِ اشْتِقَاقِ اور معنیٰ -	۷۳۸		نماز کا مسئلہ -	
۱۴۳۵	حدیث ۵۱۵ حضرت عدی بن ثابت کے حالات	۷۳۹	۱۴۳۹	حدیث ۵۱۵ حضرت اسماء بنت عیس رضی اللہ عنہا کے حالات -	۷۴۳
۱۴۳۶	حدیث ۵۱۶ حضرت حمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حالات -	۷۴۰	۱۴۴۰	ہِرْکَن کا معنی -	"
۱۴۳۷	کرسف کا معنی -	۷۴۰	۱۴۴۱	اختتام کتاب الطہارۃ -	۷۴۴
۱۴۳۸	جس عورت کو خون استحاضہ کبھی بند نہ ہوتا ہو اس کے لیے طہارت اور	"	۱۴۴۲	عرض مترجم غفر اللہ تعالیٰ لہ	
				تمت بالخیر	
				قطعہ تاریخ طباعت	۷۴۵

ترتیب و تدوین فہرست

بقلم بندہ ضعیف محمد سعید احمد
نقشبندی عفی عنہ، مترجم کتاب
۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء



نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
عرض مترجم غفرلہ

راقم الحسروت محمد سعید احمد نقشبندی مجددی بن حضرت میاں فتح محمد مرحوم و معذور ۱۹۳۳ء میں بمقام چٹیاں قبریں یا برہیری، مضافات نوشہرہ (مقبوضہ کشمیر) ضلع میرپور میں پیدا ہوا۔ چار سال کی عمر میں والد مرحوم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد مرحوم کی وفات کے ساتھ ہی بڑے پر آشوب دور کا آغاز ہوا۔ جو ۱۹۴۷ء کی پاک و ہند تقسیم تک طوالت اختیار کر گیا۔ اس اثنا میں راقم نے اپنے برادر کلاں مولوی محمد عبداللہ صاحب (فاضل دیوبند) کی انتھک کوششوں سے زلیخا تک فارسی نظم اور سکول میں ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کر لی۔

اوائل ۱۹۴۸ء میں وطن مالوت سے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ پاکستان اگر مزید غیر یقینی حالات سے دوچار ہونا پڑا اور خانہ بدوشی کی سی کیفیت میں دس گیارہ ماہ گذر گئے۔ راقم کا خاندان ایک علمی اور دینی خاندان تھا۔ والد مرحوم فارسی نظم پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ ضروری شرعی احکام و مسائل سے بھی پوری طرح آگاہ۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور متشرع بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے چھ بھائی رحمہم اللہ تعالیٰ بھی کچھ اسی نوعیت کے نیک اور پارسا لوگ تھے۔ راقم کے نانا مولانا الحاج نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم، اسلام کے بے لوث مبلغ اور عارف کامل جناب قاضی صاحب اعوان شریف قدس سرہ اور مرشد برحق جناب قبلہ پیر مرعلی شاہ صاحب کے فیض یافتہ بزرگ تھے۔ اس خاندانی اثر کے پیش نظر کچھ اعزہ و اقارب نے راقم کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرنے کا پروگرام طے کیا۔ اس منصوبے کا علم جب راقم کو ہوا تو بچپن کے لاابالی پن کے باعث جائے قیام سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر خدا کی شان کہ علم دین سے فرار ہو کر جہاں جا کر رات پڑی وہ دارالعلوم محمدیہ رضویہ بھکھی تھا پھر مقلب القلوب ذات نے معادوسرا کر شمر یہ دکھایا کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ پر پہلی نگاہ پڑنے سے ہی دل کی کیفیت بدل گئی۔ نفرت کی جگہ شوق نے لے لی۔ بے چینی و اضطراب کے بجائے تسکین اور اطمینان قلب نصیب ہو گیا۔ صبح اٹھ کر ابتدائی کتابیں نحو میر وغیرہ شروع کر لیں۔ پھر رب قدوس نے بہت بڑا اور اصل فضل و کرم یہ کیا کہ تعلیم کو شروع کیے ابھی صرف دو مہینہ گزرے تھے کہ جامعہ کے بانی و مہتمم اور استاد جناب قبلہ سید جلال الدین شاہ

صاحب دامت برکاتہم کے ایما و ترغیب سے سراج السالکین قدوة العارفين حضرت قبلہ جناب سید نور الحسن البخاری
الکبدانی قدس سرہ اکل و عظم خلیفہ مجاز سند اکامین عمدة العارفين قطب زمان حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہ الاقدس
کی بیعت کا شرف حاصل ہو گیا۔ یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ حضرت قدس سرہ نے خصوصی توجہ سے نوازا اور اپنے معمول
شریف کے مطابق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا ابتدائی سبق تعلیم فرمایا۔ مرشدِ کامل سے تعلق و نسبت اور بیعت
وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کی قدر و قیمت و اہمیت اربابِ سلوک ہی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
تَوَقَّوْا اَيُّدِيْهِمْ۔ حضرت علی بن عثمان معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ الشَّيْخُ فِي تَوْحِيدِهِ كَالنَّبِيِّ
فِي اٰمَتِهِ۔ رومی فرماتے ہیں۔

بندہ یک مرد صاحب دل شوی بہ کہ بر فرق سر شاہاں روی
علامہ اقبال مرحوم و مغفور نے کہا۔

کیمیا پیدا کن از مشتے گلے بوسہ زن بر آستان کاٹے
بیعت سے چند ماہ بعد ہی حضرت مرشد گرامی قدس سرہ عارضہ دُبح المفاصل میں مبتلا ہو گئے اور مسلسل ڈھائی
سال بیمار رہ کر نومبر ۱۹۵۲ء میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
رو بے گل سیر ندیدم کہ ہمارا آخر شد

مگر دورانِ علالت بھی مرشد برحق کے فیضان کا سمندر متلاطم و موجزن اور پورے جوہن پر رہا اور طالبانِ حق
نسبتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس گنج گراں مایہ سے جھولیاں بھرتے رہے۔ راقم کو چونکہ صحبتِ شیخ
کا بہت کم وقت ملا۔ اس لیے طریقت و سلوک کی ابجد سے بھی واقف نہ ہو سکا۔ فالی اللہ المشتکی۔

حضرت قبلہ قدس سرہ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے خلف الرشید اور فرزند اکبر پر طریقت حضرت قبلہ
سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ دامت برکاتہم العالیہ۔ اپنے والد گرامی کی تعلیمات و
معمولات کے مطابق مترشدین کے لیے وجہ ہدایت و فیض بنے ہوئے ہیں۔

بھکھی میں ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد گوجرانوالہ، راولپنڈی، لاہور، لائل پور، منڈی ہارون آباد، بوریلوالہ
اور پھر بھکھی کے مدارس سے اکتسابِ علم کرنے کے بعد بالآخر ۱۹۵۵ء کے اوائل میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے دورہ حدیث
پاک کی سند حاصل کی اور یہیں تیاری کر کے پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے ساتھ ہی مخدجی

استاذی جناب قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ بطول بقائہ و افاض علینا من برکاتہ و حسناتہ نے بکمال شفقت و مہربانی اپنے جامعہ میں مدرس مقرر کیا۔ اور ہدایہ احسن جامی اور ملاحسن وغیرہ کتب میرے ذمہ لگائیں۔ ایک سال بعد پیر طریقت رہبر شریعت مخدوم الہسنت حضرت سید معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ۱۹۵۶ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوا۔ یہاں ساڑھے آٹھ سال تدریس کے بعد سند المحدثین، عمدۃ المفسرین مفتی اعظم پاکستان جناب سید ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طلب کرنے پر آپ کے دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔ یہ سلسلہ فروری ۱۹۶۰ء تک جاری رہا۔ ادھر ۱۹۶۶ء کے اواخر میں جب کہ راقم جامع مسجد عارف حقانی عالم ربانی عمدۃ المحدثین حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ میں خطیب تھا، عارضہ ذیابیطس میں مبتلا ہو گیا۔ ہر قسم کے علاج معالجے کے باوجود تادم تحریر یہ مرض پوری شدت اور آب و تاب سے لاحق و موجود ہے۔ جس سے راقم کے اعصاب و قوی تاگفتہ بہ حد تک مضحل اور کمزور پڑ چکے ہیں۔

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم

ہر گہ کہ یاد رو سے تو کردم جوان شدم

مسلسل سولہ سترہ برس تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، معانی، صرف نحو وغیرہ علوم کی تدریس کی بدولت دین کی قدرے شدھ بدھ پیدا ہو گئی۔ مجھ نالائق پر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم تھا۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

قرآن و حدیث میں تبلیغ و اشاعت اسلام اور امر معروف و نہی منکرات کی جس انداز میں ترغیب دی گئی ہے اس کے فضائل و مناقب اور تاکید و اہمیت بیان کی ہے۔ اس کے پیش نظر اپنی بیچ مدانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کی صورت میں بھی اس فریضے کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ علالت طبع، امامت و خطابت کی ذمہ داری، شغل تدریس اور متنوع گھریلو پریشانیوں کے باوصف ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۸ء تک کے دوران، ہدایۃ الہدایہ (عربی)، منہاج العابدین (عربی)، مصنفۃ حجتہ الاسلام مرشد انام حضرت امام غزالی قدس سرہ کے اردو تراجم کیے۔ نیز اسی عرصہ میں اصلاح عقائد کے لیے مسلک امام ربانی تالیف کی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ کے مکتوبات فارسی کی طباعت، اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کی کتاب احکام شریعت کے عربی حصے کا اردو ترجمہ، مفصل فہرست جو ساری کتاب کا گویا خلاصہ ہے، تالیف کیا۔ ۱۹۶۸ء سے اوائل ۱۹۶۹ء تک عرصہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے ہر سہ دفتر فارسی کو اردو میں منتقل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ سب کتب عرصہ ہوا زیور طبع سے آراستہ ہو کر داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ واللہ تعالیٰ علی ذالک۔

۱۹۷۲ء میں کیمیائے سعادت فارسی نصیف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کیا۔
 ۱۹۷۴ء میں ناچیز کو حرمین شریفین پہنچے اور حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت
 عظمیٰ نصیب ہوئی اور پچیس دن دیار حبیب میں قیام کا موقع ملا۔

ایک دن مواجہہ شریف کے سامنے بارگاہ اقدس نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کھڑا تھا کہ یکایک اس
 کتاب مستطاب اشعة الممعات شرح مشکوٰۃ فارسی کے ترجمہ اردو کا خیال القا ہوا اور دل میں عجیب قسم کی مسرت
 بھی محسوس ہوئی پاکستان واپس پہنچ کر ہر روز ترجمہ شروع کرنے کا ارادہ کرتا مگر اپنے فرزند عزیز مسیحی بہ نحمدہ جیل احمد
 کی بیماری اور تیمارداری مانع آتی۔ اس کی بیماری روز بروز شدت اختیار کرتی گئی۔ بالآخر وسط ۱۹۷۶ء ماہ رجب
 الربیع میں ہمیں جدائی و مفارقت کے رنج و الم میں ڈال کر عمر ۳۱ سال خالق حقیقی سے جا ملا۔

۱۹۷۷ء میں اس کتاب کے ترجمہ کا کام شروع کیا۔ واضح ہو کہ راقم ستمبر ۱۹۶۸ء میں جامع مسجد امام الادبیا
 وانا گنج بخش قدس سرہ میں امام پھر خطیب مقرر ہوا۔ یہاں کی امامت و خطابت سے متعلقہ مصروفیات کا پھیلاؤ بڑا
 ہی عجیب نوعیت کا ہے، تصنیف و تالیف کے کام کے لیے جس قسم کے سکون، تنہائی اور فرصت کی ضرورت
 ہوتی ہے۔ وہ بہت کم میسر ہے۔ بہ صورت ترجمہ کا تھوڑا بہت کام کرتا رہا تا آنکہ ۱۹۷۸ء میں راقم کا دوسرا الحنت جگر محمد فاروق احمد
 مختصر علالت کے بعد اللہ کو سپارا ہو گیا۔ پھر جولائی ۱۹۷۹ء میں راقم کی دختر نیک اختر قرآن حکیم کے آٹھ
 پاروں کی حافظہ تازیہ ایک ولد و زحادثہ کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر گئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں مزید کچھ ایسے
 اندوہناک واقعات پیش آئے جو رنج و الم اور شدت و کرب میں سب سے سبقت لے گئے۔ بعض حلقے مجھے
 سست گردانتے ہوئے طعنہ زن ہیں مگر ع

چوں ندالستند حقیقت رہ افسانہ زدند

اور

کجا دانستد حال ماسکساران ساحلہا

بہر حال ہجوم مصروفیات، تعلیم و تعلم کے شغل اور مصائب و آلام کی ان حشر سامانیوں کے باوجود ترجمے
 کا یہ عظیم علمی کام جاری ہے اور محض تابید غلیبی سے جاری ہے۔ ترجمہ کی جلد اول تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔

بحمد اللہ علیٰ رحمہ زمانہ۔ بیاباں آمد ابن دلکش فسانہ۔

میری پوری کوشش ہوگی کہ کم سے کم وقت میں پوری کتاب اشعة الممعات کا ترجمہ قارئین کے

ہاتھوں میں پہنچے۔

راقم الحروف اُن اساتذہ اور علماء و اکابر ملت کا تہ دل سے مشکور رہے۔ جنہوں نے بکمال شفقت و مہربانی اس ترجمے کی صحت کی توثیق و تصدیق فرمائی۔ ان میں وہ اکابرین بھی ہیں جو بیس بیس بلکہ بعض چالیس چالیس سال سے اہل سنت و جماعت کے سرکزی مدارس اور جامعات میں شیوخ حدیث ہیں اور صحاح ستہ اور اُن کی شرح اور تفسیر وفقہ و دیگر علوم میں درک کامل رکھتے ہیں اور ان کے تلامذہ ملک اور بیرون ملک خدمت اسلام اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت میں سرکزی کردار ادا کر رہے ہیں اور اپنا نام و مقام پیدا کر چکے ہیں۔ ان اکابر کی تصدیق و توثیق راقم کے لیے مایہ سدا انتخار ہے اور قارئین کے لیے ان شاد اللہ تعالیٰ مزید طمانیت کا موجب ہے۔

ناشر کتاب

ابتداء میں راقم کا خیال تھا کہ اس کتاب کی طباعت اور نشر و اشاعت میں اپنے اہتمام میں کروں گا مگر بعد میں مخدوم اہل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب، فاضل جلیل عالم نبیل استاذ العلماء جناب مولانا عبدالحکیم شرف صاحب اور جناب صاحبزادہ میاں زبیر احمد صاحب دہلک مکتبہ رضا پبلیکیشنز حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل اور کچھ اس نیک کام کی تکمیل کے لیے اپنے اوپر زیادہ پابندی عائد کرنے کی نیت سے ترجمہ کے جملہ حقوق مکرمی جناب اعجاز احمد شاہ صاحب مالک فریڈ بک سٹال ۴۰۔ اردو بازار لاہور کو دے دیے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف دینی کتب کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں بڑے مبارک اور بلند عزائم رکھتے ہیں۔ اس سے قبل فقہ کی مشہور و معروف اور ضخیم کتاب فتاویٰ عالمگیری اردو شائع کر چکے ہیں۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جو غالباً چھ ضخیم جلدوں میں ہو گا کے علاوہ بخاری شریف ترمذی شریف اور کچھ دوسری کتب حدیث کے تراجم کر رہے ہیں۔ اس میں سے کچھ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصفہ شہود پر آرہی ہیں۔ فخر اہل سنت حضرت علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی بہت سی تالیفات اچھے معیاری انداز میں شائع کر چکے ہیں۔ اس ہولناک گرانی کے دور میں طباعت اور نشر و اشاعت کے مصارف آسمان سے باتیں کر رہے ہیں جناب شاہ صاحب موصوف فیاض طبع انسان ہیں۔ انہوں نے کشادہ دلی اور پوری لگن و جذبے سے معیاری دینی کتب کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے، وہ اپنے نیک مقاصد میں انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران ہوں گے۔

تصنیف و تالیف اور معیاری کتب کے تراجم کا شغف و ذوق رکھنے والے علماء اہل سنت کو چاہیے کہ شاہ صاحب کی حوصلہ افزائی کریں اور بھرپور تعاون فرمائیں۔ اہل قلم علماء اہل سنت کے لیے گرد و پیش کے حالات سامنے رکھتے ہوئے بھی تصنیف و تالیف اور تراجم کیلئے توجہ منعطف کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت اور بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

وَعَاہِیْ کَرَبِ الْعَرَّتِ اَمُوْر خَیْرِ کِی سِر اَنْجَام دِہِیْ مِیْیِیْ مَدَد و نَصْرَت سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

محرر سطور بندہ رب غفور محمد سعید احمد نقشبندی غفرلہ
خطیب و امام جامع مسجد قطب الاولیا حضرت داتا گنج بخش
رحمۃ اللہ علیہ۔ ناظم و خادم علم حدیث جامعہ لغمانیہ لاہور
پاکستان

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ -

۴ اپریل ۱۹۸۱ء -



نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقریظات و تصدیقات علماء اعلام و فضلاء
عظام شیوخ حدیث دامت برکاتہم و فیوضاتہم
علی رؤس الانام الی یوم القیام

تقریظ العالم العلامة المفرد والفاضل الجبر الامجد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت
مولانا محمد مہر الدین مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

جامع اصول و فروع، غواص حقائق شرعیہ، واقف اسرار جلی و خفی، ماہر دقائق قرآنیہ، عالم کوائف
حدیث نبویہ حضرت مولانا شیخ محمد عبد الحق دہلوی قدس سرہ سرزمین ہند و پاک میں سب سے پہلے بزرگ ہیں
جنہوں نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشر و اشاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔ شب و
روز اس کی ترویج میں مشغول رہے۔ جس کا اعتراف ہر خاص و عام کو ہے۔ ہر طبقہ ان کی تحقیقات و تدقیقات
کے روبرو سر تسلیم خم کرتا ہے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی محققانہ و منصفانہ توضیحات سے مستفیدین کو
سرشار فرمایا۔ آپ کی تصانیف جلیلہ کو وہ قبولیت عامہ حاصل ہے جس کی مثال نہیں۔ اس سلسلہ میں
آپ نے احادیث کے ایک منتخب مجموعہ مسمی بہ مشکوٰۃ المصابیح (عربی، کی فارسی زبان میں تشریح و توضیح مسمی بہ
اشعۃ اللمعات فرمائی ہے جو کہ اپنی نظیر خود ہے۔ جس میں آپ نے احادیث مشمولہ کی تیقح کے علاوہ ائمہ

فقہاء اور مجتہدین کے معمولات شرعیہ کو قابلِ رشک انداز میں سپردِ قلم فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے سے تقریباً پورے مجموعہ احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل پیرا ہونے میں کوئی وقت باقی نہیں رہتی۔ یہ ان کا امت محمدیہ علی صاحبہا السلام پر احسانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ کو اس کی جزائے بسزیل عطا فرمائے۔ آپ کی یہ شرح چونکہ فارسی زبان میں ہے اور فارسی زبان سے بھی عربی زبان کی طرح دلچسپی بہت کم رہ گئی ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا جاتا تاکہ اس سے ہر خاص و عام مستفید ہو سکے۔ الحمد للہ مولانا کریم نے بروقت مجھی فی اللہ واجب الاحترام حضرت مولانا محمد سعید احمد و امت برکاتہم العالیۃ خطیب جامع مسجد دربار حضرت و اما گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور، مترجم کتب کثیرہ و مولف تصانیف کثیرہ، کی توجہ کو اس کی طرف منعطف کیا۔ مولانا موصوف نے اس کا نہایت سلیس اور عام فہم طریق سے اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ میں نے بعض مقامات سے ترجمہ کو پڑھا۔ لطف یہ ہے کہ ترجمہ میں حضرت موصوف نے جو صنعت ترتیب متن و شرح میں وضع فرمائی ہے کہ اول حدیث مشکوٰۃ درج کر کے اس پر باقاعدہ حرکات زیب متن کیں۔ پھر اس کے مقابلہ میں حدیث کا سلیس و محاورہ ترجمہ تحریر کیا پھر ہر دو کے نیچے اشعۃ اللمعات کا حدیث سے متعلق سہل ترین انداز میں ترجمہ زیب رقم کیا جس سے کتاب کے اردو ترجمہ میں مزید دلچسپی پیدا ہو گئی اور ضروری متعلقات حدیث کی صورت صحیح معنوں میں ذہن نشین ہونے کے قریب ہو گئی ہے۔ بہر نہج مولانا موصوف نے شائقین پر بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مولانا کی اس خلوص بھری محنت کو قبول کر کے سب کے لیے فلاح و ارین کا ذریعہ بنائے۔ اور ان کی دیگر تصانیف کی طرح اس کو بھی قبولیت عامہ کا شرف بخشے۔ آمین تم آمین۔

خادم الحدیث محمد مہر الدین عفی عنہ حزب الاحناف لاہور

تقریظ فرید الدھر وحید العصر الفاضل الکامل قانع الب دعتہ ناصر السنۃ جناب علامہ مفتی محمد حسین نعیمی دام فیضہ وعم احسانہ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے پاک و ہند میں علم حدیث کے فروغ اور اس کی اشاعت کے لیے تدریس و تصنیف کے ذریعہ اہم اور زریں خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ آپ کی معروف مشہور تصنیف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جو کتب حدیث کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے کی تشریح و توضیح فرمائی ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ اردو خوان حضرات اس ذخیرہ علم سے بے بہرہ تھے اس کے اردو ترجمے کی سخت ضرورت تھی۔ بحمدہ تعالیٰ اس ضروری اور مفید کام کو جناب محترم فاضل مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی خلیف جامع مسجد وانا دربار لاہور نے بہ حسن و خوبی انجام دیا۔ مولانا موصوف نے اشعۃ اللمعات کا سلیس اور بہترین ترجمہ کر کے اردو خوان حضرات کے لیے حدیث کے مطالب اور معانی کو عام فہم بنا دیا ہے۔ مولانا مولانا موصوف کی اس دینی و علمی خدمت کو مقبول عام بنائے اور اس صدقہ جاریہ کو مسلمانوں کے لیے نفع بخشی کا ذریعہ فرمائے۔ مولانا موصوف بہت سی اہم کتب کا اردو ترجمہ اس سے پہلے بھی کر چکے ہیں جس سے شائقین علم و تحقیق مستفیض ہو رہے ہیں۔

مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

یکم ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

تقریظ العالم العال المحقق المدقق جامع معقول ومنقول حساوی فروع و اصول حضرت العلامة مولانا غلام رسول صاحب القادری الرضوی متعنا اللہ بطول حیاتہ و نفعنا من علومہ و فیوضاتہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام فیصل آباد

اشعة اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ علم حدیث میں مستند اور جامع شرح ہے، حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ نے حدیث کے بیان اور تشریح میں ہر پہلو کو ملحوظ رکھا ہے حدیث کے اسناد و متن کی تحقیق میں حدیث کا حق ادا کیا ہے اور اختلاف مذاہب فقہیہ کی تفصیل اور ان میں ترجیح اور عقائد کی تدقیق بہتر انداز میں کی، لیکن شرح فارسی ہونے کے باعث بعض اذہان کے لیے کچھ الجھنیں محسوس ہوتی تھیں اور وہ شیخ محقق کی بیان کردہ تشریح کی تک پہنچنے سے قاصر تھے نتیجہ ہر انسان مستفید نہ ہو سکتا تھا۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا احساس کرتے ہوئے اس شرح کو اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے جب کہ سیاق و سباق میں اصل سے ذرا بھی بعد پیدا نہیں ہونے دیا۔ اور سلیس اردو میں حدیث کی روانی کا لحاظ رکھتے ہوئے بہترین انداز میں حدیث کی وضاحت کی ہے۔ گو میں نے چند مقامات دیکھے ہیں لیکن وہ ساری کتاب کے لیے دلالت مطابقتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الحاصل مولانا موصوف نے انتھک محنت اور اپنی خداداد استعداد سے اس کی وضاحت کا حق ادا کیا ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ کریم اپنے نبی رحیم کے توسل سے اسے قبول فرما کر مولانا موصوف کو اجر عظیم سے نوازے اور مخلوق خدا کو اس سے مزید استفادہ و استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

غلام رسول رضوی خادم الحدیث بجامعہ رضویہ
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
فیصل آباد
۸۱ - ۲ - ۲۱

تقریظ علامۃ الزمان فرید الاوان خاتمۃ المحققین عمدۃ المحدثین والمدرسین

مولانا اکمل السید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی مجددی ادام اللہ فیوضہ

علی الراغبین ونفع لعلومہ الطالبین شیخ الحدیث والتفسیر

جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ بھکی ضلع گجرات

جناب شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی علمی اور تصنیفی خدمات کے اعتبار سے نہایت ہی بزرگ اور بند پایہ شخصیت گذری ہے۔ آپ کی پوری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بسر ہوئی۔ آپ نے اسلام کے اہم موضوعات پر اپنی تصنیفات و تالیفات کا اپنے بعد نہایت گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ان میں سے ایک علم حدیث کی مشہور اور متداول کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی فارسی شرح اشعۃ اللمعات فی ترجمہ مشکوٰۃ ہے۔ یہ شرح مختصر ہونے کے باوجود بڑی جامع اور نفیس تحقیقات و معلومات پر مشتمل ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے وقت کے عرف و ماحول کے مطابق یہ شرح فارسی زبان میں تحریر کی تھی۔ آج کے دور الحاد میں جب کہ سنت کی روشنی لمحہ بہ لمحہ مدہم پڑتی جا رہی ہے۔ بدعات و خرافات بڑی تیزی سے پھیلی جا رہی ہیں اور مسلمان اپنے اسلاف کے عربی و فارسی علوم کے سرمایہ سے بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے آسان اردو ترجمہ کی شدید ضرورت تھی۔ الحمد للہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی سلمہ ربہ خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ میں نے اس تقریظ کے وقت مولانا موصوف کے اس ترجمہ کے بعض مقامات کو اصل فارسی کتاب سامنے رکھ کر دیکھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ترجمہ آسان اور سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ اصل کتاب کے عین مطابق ہے۔ امید ہے کہ اردو خوان طبقہ اس ترجمہ سے بھرپور فائدہ اٹھائے گا۔ دعا ہے کہ رب العزت مولانا موصوف کو اس عظیم دینی و تبلیغی خدمت کی تکمیل کی سعادت عطا کرے اور مسلمانوں کے لیے نافع اور مولانا موصوف کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ابوالمنظہر سید محمد جلال الدین شاہ مجددی بھکی شریف
ضلع گجرات

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
مطابق ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء

تقریظ العلامة التحریر الفاضل الفہامۃ الشہیر صاحب التصانیف
والتحریر شارح صحیح البخاری فضیلۃ الشیخ مولانا السید محمود احمد
الرضوی القادری ناظم دارالعلوم حزب الاحناف نفع اللہ تعالیٰ
بحیاتہ وافاض علی المسلمین من برکاتہ

امام المحدثین حضرت مولینا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز دنیاۓ علم و فضل کی وہ عظیم و جلیل
شخصیت ہیں جنہوں نے علوم عالیہ اسلامیہ خصوصاً علم حدیث کی تبلیغ و اشاعت اور حدیث رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی تفہیم و ترجمانی کا ایک معیار قائم فرمایا۔ پاک و ہند میں آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے علم حدیث
کو اپنی تبلیغی، تدریسی اور تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنایا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمۃ کی فارسی زبان میں
بہترین علمی توضیح و تشریح کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی تصانیف جلیلہ میں اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ حدیثی اسرار و معارف کا ایک ایسا
متبرک ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کے تمام دینی حلقوں میں مقبول و معروف ہے اور آپ کی بیان کردہ توضیحات و
تشریحات کو بطور سند و دلیل پیش کیا جاتا ہے۔

اُردو خوان حضرات کے لیے اشعۃ اللمعات کے صحیح ترجمہ کی ضرورت محتاج بیان نہ تھی۔ مقام مسرت ہے
کہ حضرت استاذ العلماء علامہ مولینا محمد سعید صاحب نقشبندی مدظلہ خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے
لمال خلوص و عقیدت اس متبرک کتاب کا آسان و سلیس اور جامع ترجمہ کر کے مسلمانوں کے تمام طبقات کے
لیے اشعۃ اللمعات کے جواہر ریزوں سے مستفیض و مستفید ہونے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ اشعۃ اللمعات
کا ترجمہ مولینا موصوف کی بہترین علمی و دینی خدمت ہے۔ مولینا خود بھی فاضل علوم عقلیہ و نقلیہ ہیں۔ ملک کے
مختلف مدارس میں ایک عرصہ سے درس و تدریس کے فرائض باحسن و جود انجام دیتے کے علاوہ متعدد ضخیم دینی

و علمی کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔ جو ملک میں مقبول و عام خاص ہیں۔ ان شاء العزیز اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ
کایہ ترجمہ بھی مسلمانوں کے تمام طبقات میں مقبول و محمود ہوگا۔

سید محمود احمد رضوی قلم خود

ناظم مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف

لاہور

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

تقریظ افضل الفضلاء اکمل النبلاء فخر السلف قدوہ الخلف عمدة
العالمین زبدة المدرسین العلامة مولانا محمد نواز نقشبندی مجددی
صدر المدرسین جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ بھکھی۔ ضلع گجرات
نفع اللہ تعالیٰ المسلمین بطول بقائه

بندہ نے شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مشکوٰۃ شریف بزبان فارسی اشعة اللمعات
کا تدریس کے دوران بارہا مطالعہ کیا۔ شیخ محقق نے اپنی اس شرح میں مشکوٰۃ شریف کے حل کرنے میں کوئی
دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور اس کے ہر پہلو کو یعنی ترجمہ، اختلافی مسائل کا حل، فقہی مباحث اور جو فائدے ہر حدیث
شریف سے استنباط ہوتے تھے، نہایت جامع انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ دور حاضر میں لوگ فارسی زبان
سے اتنے ہی دور ہیں جتنے کہ عربی زبان سے۔ اس لیے لوگوں کو جس قدر دشواری عربی عبارت کو سمجھنے میں پیش
ہے اتنی ہی دشواری فارسی کے حل کرنے میں محسوس ہوتی ہے اس لیے اس کا اردو زبان میں ترجمہ لا ابدی امر

تھا اور عرصہ سے میرے خیال میں یہ بات آتی تھی کہ اس کا ترجمہ سلیس اردو میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے عزیزم حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد صاحب خطیب جامع مسجد دربار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سعی بلیغ کی ہے۔ بندہ نے اس ترجمہ کو چند اہم مقامات سے دیکھا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ مولانا موصوف نے صحیح ترجمہ اور کہیں کہیں حاشیہ لگا کر کتاب کی افادیت کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ مولانا کریم مولانا موصوف کی اس کاوش و عرق ریزی اور مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور اس کا رخیہ کا صدقہ جاریہ کی صورت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

الفقیہ محمد نواز غفرلہ
خادم تدریس جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ بھکھی شریف
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ بمطابق ۲۲ فروری ۱۹۹۱ء
بروز اتوار

تقریظ تادیرۃ ہذا الزمان، عترة ہذا الدھر والاولان العالم العاقل الہام
ارشاد الفضلاء الکرام۔ العلامة القاضی محمد ارشاد الہی فیضی عصامی
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم نعمانیہ۔ لاہور۔ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہ و
دامت محفوظہ باللطف الرعایۃ والعنایۃ معالیہ

فقیر غفرلہ القدر نے علامہ فہامہ جناب مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی ناظم تعلیم دارالعلوم نعمانیہ لاہور و خطیب جامع مسجد حضرت داتا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) زید برکاتہ، العالیۃ نے جو اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ للشیخ المحقق علی الاطلاق حضرت عبدالحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اس کے بعض

مقامات کو ملاحظہ کیا۔ الحمد للہ نہایت بہترین ترجمہ فرمایا اور جو کچھ مصنف اشعة اللمعات کا مقصود و شرح تھا اسے نہایت اعلیٰ حیثیت سے اور بہترین انداز میں ظاہر فرمایا۔ عبارت شستہ آسان اور عام فہم کلمات میں ہے اس سے مشکوٰۃ شریف کے سمجھنے میں خوب مدد ملے گی۔ لہذا اہل سنت والجماعت کے لوگوں کے لیے بالخصوص اور تمام مسلمانوں کو بالعموم اس سے فائدہ ہوگا۔ خدائے قدوس مترجم کی زندگی میں برکت دے کہ یہ کام انتہا تک آسانی کے ساتھ پہنچا سکیں۔ آمین

قاضی محمد ارشد الدہلوی فیضی عصامی عقی عنہ
ساکن لودے تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی
(حال) شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ - لاہور
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ ۲۸/۴

تقریظ

زعیم ملت فخر اہل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی

صدر مرکزی مجلس رضا لاہور

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی مدظلہ خطیب جامع مسجد امام الاولیاء حضرت داماد گنج بخش (قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس) ایک عرصہ تک جامعہ نعمانیہ اور دارالعلوم حزب الاحناف لاہور، میں صدر الدین کی حیثیت سے تدریسی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تالیف و ترجمہ کا ملکہ بھی عطا کیا ہے۔ ان کی مترجمہ کتب میں سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کے مکتوبات شریفہ، حجة الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بدایۃ الہدایہ اور منهاج العابدین قبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ ان کی تالیف مسلک امام ربانی کے مطالعہ سے لائق و

گم گشتگانِ بادیہ ضلالت، راہِ ہدایت پا چکے ہیں۔

اب فاضل موصوف فخر المحدثین، رئیس المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی) کا اردو ترجمہ مکمل کرنے میں مصروف ہیں اس ضخیم و حجم اور مقدس کتاب کا پہلا حصہ زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔ ترجمہ نہایت آسان سلیس اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے۔ علماء کرام کے علاوہ طلبہ اور عوام الناس بھی اس ترجمہ سے صحیح طور پر مستفید و مستفیض ہو سکیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فاضل مترجم اس پیش کش پر ہدیہ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں اور اس لیے بھی مبارک باد کے حق دار ہیں کہ اشعة اللمعات کو اردو میں منتقل کرنے کی اولیت کا سہرا بھی ان ہی کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا محمد سعید احمد صاحب زید مجددہ کو توفیق ارزانی فرمائے کہ وہ اس عظیم کام کی تکمیل جلد از جلد کر سکیں۔ آمین ثم آمین بجاہِ نبی الایمن صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

محمد موسیٰ عفی عنہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

نوٹ:- سطور بالا تحریر کرنے کے فوراً بعد ترجمہ اشعة اللمعات کے سالِ طباعت کے جو تاریخی مادے ذہن میں آئے وہ درج ذیل ہیں۔

منظرِ نور _____ ریاضِ رسولِ عزیز (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴۰۱ھ

۱۴۰۱ھ

ریاضِ رسولِ باکمال (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴۰۱ھ

»————«



مختصر سوانح حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نسب:

حضرت شیخ کے مورث اعلیٰ آغا محمد ترک بخارا کے رہنے والے تھے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے اپنی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تو آپ وطن کی خراب فضا سے بدول ہو کر ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ یہ سلطان علاؤ الدین خلجی (۱۲۹۶ء/۱۳۱۶ء) کا زمانہ تھا۔ سلطان نے آپ کی بڑی عزت افزائی کی اور اعلیٰ اعمدوں پر فائز کیا۔ اسی درمیان گجرات کی مہم پیش آگئی جس کی وجہ سے آپ کو گجرات جانا پڑا فتح کے بعد وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ اللہ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا ایک سو ایک بیٹے تھے لیکن ایک ہولناک سانحہ پیش آیا۔ سولہ لاکھ کے انتقال کر گئے سب سے بڑے صاحبزادے معز الدین بچے۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ دہلی آ گئے۔ اخبار الاخیار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰ء-۱۳۲۵ء) کے عہد تک گجرات رہے تھے سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں انتقال ہوا۔ ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ کے فرزند شیخ موسیٰ نے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ یہ فیروز شاہ کا زمانہ تھا لیکن فیروز شاہ (المتوفی ۱۳۸۸ء) کے انتقال کے بعد ملک میں بڑی بد نظمی پھیل گئی اور حالات نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی کہ آپ کو مجبوراً دہلی چھوڑ کر ماوراء النہر کا رخ کرنا پڑا لیکن زیادہ دن وہاں نہ ٹھہر سکے۔ جب تیمور (۱۳۹۸ء) نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ اس کی فوجوں کے ساتھ پھر دہلی تشریف لائے۔ شیخ موسیٰ کے کئی بیٹے تھے لیکن شیخ فیروز سب سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کو سپہ گری اور شعروشاعری میں کمال حاصل تھا۔ ۸۶۱ھ میں شیخ فیروز بہرائچ کے کسی معرکے میں شہید ہو گئے۔ انکی بیوی حاملہ تھیں۔ کچھ دنوں بعد ایک فیروز بخت صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام سعد اللہ تھا۔ ان میں بھی باپ کے تمام فضائل موجود تھے۔ شیخ محمد کنگن کے دستِ حق پرست پر بیت کی۔ آپ کا ۲۲ ربیع الاول شریف ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء کو وصال ہوا۔ آپ کے دو بیٹے تھے، شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو عشق و محبت الہی کا بے پناہ جذبہ ورثہ میں ملا تھا۔

شیخ محدثؒ کے والد ماجد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین رحمہ اللہ ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۱۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وہ ایک صاحبِ دل بزرگ، اچھے شاعر اور پر لطف اور بزرگ انسان تھے۔ لوگ ان کی ظرافت و لطافت، معاملہ فہمی اور محبتِ اسلوبی کے معترف تھے۔ شیخ محدث رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

”در شعر و فصاحت و قبول خاطر و ذوق و شوق و
محبت و ظرافت، لطافت و بے تعلقی و داریتگی و
طیب قلب و حضور ذکر و ذکر لطائف و نکات و فہم و
دقائق و ارشادات یگانہ و زگانہ و افسانہ و دیار خود“

شیخ سیف الدین رحمہ کو عام لوگ شعر و سخن کی وجہ سے جانتے تھے، لیکن حقیقت میں وہ ایک صاحبِ باطن اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ رسالہ وصیت میں شیخ محدث رحمہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

پدر من شیخ سیف الدین از عالم نیستی و فقر و فنا و توجید
و تجرید و تفرید نصیبہ کامل داشت و تکلف و تصنع
را گرد سر اپر و حال دے بجال نبود نظر اور تاثیرے
بود کہ ہر کر البعنوان محبت نظر می کرد، بقدر استعداد
و مناسب حال اثر قبول می آورد۔

اخبار الاخیار میں بھی شیخ محدث رحمہ نے ان کی نظر کی ”تائید کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ ”این معنی بسیار تجربہ
کردہ شدہ است۔“ وہ ایک نظر میں طے کی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:-

درویشوں کی صحبت کے فیض سے میرا یہ حال ہو گیا ہے
کہ انسان کی حقیقت کو پہچان لیتا ہوں اگر اندھیری
رات میں بھی کسی سے ملوں تو امید ہے کہ اسکی حقیقت
حال دریافت کر لوں۔

”مارا از صفائی صحبت درویشاں و طول ملازمت
ایشان ایں مقدار شدہ است کہ حقیقت احوال آدمی
رامی شناسم.... اگر شب تاریک کے راماس کٹم امید
ہست کہ حقیقت حال او در یابم۔“ ۱۵

شیخ سیف الدین کو عرصہ تک مرشد کامل کی تلاش رہی۔ بالآخر حضرت شیخ امان اللہ درپانی پتی کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور یہاں اُن کو ایسا نظر لیتا تھا کہ ان کے ”مشرَب توحید“ کو جلا دے دی۔

شیخ امان اللہ درپانی پتی

اُن کا نام عبد الملک اور لقب امان اللہ تھا۔ امام اکبر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود
پر کامل عبور رکھتے تھے۔ شیخ محدث نے اُن کے متعلق لکھا ہے :-

وہ وحدت وجود پر اعتقاد رکھنے والے صوفیہ میں تھے
ابن عربی قدس سرہ کے تابعان میں تھے۔ اس طبقہ کے علم
میں اونچا مرتبہ اور بلند درجہ رکھتے تھے۔ مسئلہ وحدت وجود
بڑی شافی تقریر کرتے تھے اور اسرار توحید کو کھلم کھلا
بیان کرتے تھے۔

”دے از علمائے صوفیہ موحده است، از تابعان
ابن عربی قدس سرہ در علم ایں طائفہ مرتبہ بلند و پایہ
ارجمند داشت و در تقریر مسئلہ توحید بیان شافی
و تقریر دانی و سخن توحید را فاش گفتے۔“ ۱۶

شیخ امان اللہ درپانی پتی نے ۱۲ ربیع الآخر ۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۷ء کو وصال فرمایا۔ ۱۷

شیخ سیف الدین شیخ امان کی خدمت میں

شیخ سیف الدین کو ابتدائی زمانہ سے مشائخ کی صحبت کا شوق تھا۔ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں عقیدتمندانہ
حاضر ہوئے تھے لیکن تسکین کا سامان کہیں نہیں ملا تھا جب شیخ امان درپانی پتی کی خدمت میں پہنچے تو ایسا محسوس ہوا کہ کسی
نے زخموں پر مرہم لگا دیا۔ جو جذبات رہبر کامل کی غیر موجودگی میں اُن کے دل و دماغ پر قیامت ڈھا رہے تھے، اُن کی

تربیت کا سامان مہیا ہو گیا شیخ سیف الدین ابتداء حال میں کسی سروروی بزرگ سے منسلک ہو گئے تھے شیخ امان رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آنے سے قبل مرید ہو چکا تھا لیکن اب آپ کا جذبہ محبت و ارادت مجھ پر غالب آ رہا ہے۔ کیا کروں؟ فرمایا۔ الموعود مع من احب۔ اس رستہ میں محبت کا اعتبار ہے اس کے بعد ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ ضروری کتابیں ان کو پڑھائیں۔ پھر اپنے دستِ خاص سے لکھ کر خلافتِ عنایت فرمایا۔ شیخ محدث نے لکھا ہے:-

”والدم را بہ عنایت خاص مخصوص ساخت و خرقہ
خلافت پوشا بندہ و مثال خلافت تاجند روز بہ خط
خاص خود مسودہ کرد“
میرے والد پر خاص عنایت فرمائی اور خرقہ خلافت
عطا کیا اور خلافت نامہ اپنے دستِ خاص سے
لکھ کر دیا۔

علامت اور وفات

آخری علامت کے زمانے میں شیخ سیف الدین پر ایک عجیب کیفیت طاری رہی خوف و خشیت کا اس قدر غلبہ ہو گیا کہ ہر وقت اسی میں پریشان رہنے لگے۔ جب کوئی ایسی آیت سن لیتے جس میں ”وعدہ رحمت“ ہوتا تو طبیعت بشاش ہو جاتی۔ ایک مرتبہ شیخ محدث نے یہ آیت تلاوت کی:

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا
تتنزل عليهم الملكة الا تخافوا و
لا تحزنوا و ابشروا بالجنة التي
كنتم تعدون۔
تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی
پر قائم رہے، ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ
ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جس کا
تم کو وعدہ تھا۔

تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور شیخ محدث کو بہت سی دعائیں دیں شیخ فرماتے ہیں:-
”امید دارم کہ مراد عاے آل شب سرمایہ دنیا و
آخرت شود“
امید دار ہوں کہ اس رات کی دعا میرے لیے
دنیا اور آخرت کا سرمایہ ہو۔
وصال سے کچھ قبل یہ کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی۔

(۱) دارم دلکے غمین بیامرز و میرس

صد واقعہ در کمین بیامرز و میرس

شرمندہ شوم اگر سپری سلم

اے اکرم الاکرمین بیامرز و میرس

(۲) قَدِمْتُ عَلَى الْكَرِيمِ بِغَيْرِ زَادٍ

مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقُلُوبِ السَّلِيمِ

میں آیا ہوں کریم کے پاس بغیر توشہ

نہ نیکیاں ہیں اور نہ قلب سلیم

فَحَمَلُ الزَّادِ أَتَّبَعَ كُلَّ شَيْءٍ

إِذَا كَانَ الْقُدُومُ إِلَى الْكَرِيمِ

مگر توشہ لے جانا تو ناموزوں بات ہے

جب کہ ایک کریم کے پاس جانا ہو

(۳) رَبِّهِ اللَّهُ، وَدِينُهُ الْإِسْلَامُ وَنَبِيُّهُ مُحَمَّدٌ وَشَيْخُهُ الشَّيْخُ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي۔

وصال کے وقت، خوف و خشیت کی کیفیت "ذوق و شوق" میں بدل گئی۔ عصر کا وقت تھا شیخ عبدالحق رحمہ کو مسجد

سے بلوایا شیخ محدث خوشی اور بحالی کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے شیخ سیف الدین نے پھر ان سے فرمایا:

"بابا! بدانکہ مارا اکنون اصلار بنج و محنتی و کوفتی نیست"

بابا جان لو کہ مجھ کو اس وقت کچھ رنج و فکر نہیں ہے بلکہ

شوق پر شوق و طرب در طرب است، ہر زحمت و

شوق پر شوق اور خوشی پر خوشی ہے جو کچھ تکلیف اور بیماری

بیماری کہ در بدن بالودہ رفتہ است و لیکن تراباید کہ

میرے بدن میں تھی چلی گئی ہے تم کو چاہیے کہ مشغول ہو

مشغول شوی و دعا کنی کہ مراد و داری نیجا بردارند و مراد مطلق

کر یہ دعا کرو کہ مجھ کو جلد اس جگہ سے لے جائیں تمام عمر

کہ در تمام عمر بود دست دلوہ است مبادا باز این حالت

میں جو میرا مطلوب تھا اب حاصل ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو

نماند، و اتم و عامی کردم کہ آخر دم در یاد خود داری و لبشوق

کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے تمام عمر میں نے یہ دعا کی

و ذوق ازیں جابری۔ اکنون جمال ایں مراد باحسن

تھی کہ آخر وقت میں ذوق و شوق کے ساتھ اس جگہ

وجوہ جلوہ کر شدہ است، اگر ہم دریں حالت

سے جانیو۔ اب اس مراد کا جمال ہزارہا حسن کے ساتھ

پیش خود طلبہ کمال لطف و عنایت او

جلوہ گر ہوا ہے۔ اگر اس حالت میں اپنے سامنے بٹائے

باشد۔

گا تو اس کی انتہائی عنایت اور کرم ہوگا۔

معشوق حقیقی کے دیدار کی اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی شخص عیادت کو آتا اور یہ کہتا کہ حق تعالیٰ آپ کو صحت

عطا فرمائے تو آپ ناخوش ہوتے اور فرماتے کہ خدا را یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے بٹالے۔ غزل سے پرہیز

کرنے لگے تو لوگوں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا۔

”ازبرائے اس نیز نمی خرم کہ مبادا سبب بقائے
من شود، مارا هر دم که این جامی رود بکلفت می
رود“
اس وجہ سے بھی نہیں کھاتا ہوں کہ یہ میری بقت کا
سبب بن جائے۔ مجھے اب ایک سالس لینا بھی
باعث کلفت ہے۔

۲۷ شعبان ۱۲۹۹ھ ۱۵۸۲ء کو یہ بے چین عاشق اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ اور ۷
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

شیخ محدث کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت ولادت:

ماہ محرم ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء کو شیخ محدث دہلی میں پیدا ہوئے۔
زندگی گفت کہ در خاک پییدم ہمہ عمر
تا ازیں گنسبد دیرینہ درے پیدا شد

محرم ۱۲۵۸ھ اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک اہم مہینہ ہے۔ اسی مہینے میں شیخ عبدالحق محدث پیدا ہوئے
اور اسی مہینے میں ابوالفضل۔ مونس الذکر نے اسلامی شعائر کی تفہیم و توہین میں وقت صرف کیا، تو اول الذکر
نے احیاء شریعت اور قیام امر بالمعروف میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔ ایک سے ”دین الہی“ نے تقویت پائی،
دوسرے سے ”دین محمدی“ کو عروج ہوا۔

باپ کے آغوش میں:

شیخ محدث کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کے نشوونما میں ان کے والد ماجد کا خاص حصہ تھا۔ ایم طفلی
ہی سے انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف توجہ کی تھی۔ شیخ محدث کا بیان ہے کہ:
”شب و روز در کنار محبت و جوار عنایت ایشان
رات دن میں ان کی آغوش عاطفت میں تربیت
تربیت می یافتم“ ۱

حاصل کرتا تھا۔

۱ اخبار الاخبار ص ۳

تین چار سال کا بچہ دیکھیے اور باپ کا یہ ذوق و شوق کہ شب و روز آغوش میں لیے اس کی تربیت میں مشغول ہے۔ اور برسوں کی ریاضت نے جو ذہنی اور قلبی کیفیات اس میں پیدا کر دی ہیں ان کو منتقل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود کے اسرار سے اس بچہ کو آشنا کرنا چاہتا ہے۔ جب کوئی نکتہ بچے کی سمجھ میں نہیں آتا تو تجربہ کار باپ یہ کہہ کر تسلی کرتا ہے۔

”ان شاء اللہ رفتہ رفتہ رفتہ حقیقت کے چہرے سے پردہ
جمال یقین رُئے نماید“

لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کرتا ہے؛
لیکن باید کہ دائم دریں خیال باشی و ہر مقدار کہ دست
و ہد سعی کنیدی۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ اسی خیال میں رہو اور جس
قدر ممکن ہو کوشش کرتے رہو۔

شیخ محدث کے والد ماجد نے ان کو بعض ایسی ہدایتیں کی تھیں جن پر شیخ تمام عمر عمل پیرا رہے اور جو آج بھی
ان کی خاص شان اور مخصوص روایات کا ایک اہم حصہ سمجھی جاتی ہیں شیخ سیف الدین نے اپنے زمانے کے
علماء کی بے راہ ردی کج بحثی اور گمراہی کا خوب مشاہدہ کیا تھا، اس لیے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی۔

”باید کہ بیہیج کس در بحث علم نزاع نمکنی موبہ کلفت
نرسانی۔ اگر دانی کہ حق بجانب دیگر است قبول کنی،
و اگر نہ دوسرے بار گوی، اگر قبول نکنند جو کہ بندہ را چنین
معلوم است۔ آن نوع نیز تواند بود کہ شمانی گوئید۔
نزاع برائے چیست“

فرمایا کرتے تھے کہ علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے نفس کے واسطے ہوتی ہے یہ لا حاصل
چیز ہے، اس سے منافرت اور مخالفت کے سوت ابل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت و الفت سے تبادلہ
خیالات ہونا چاہیے کہ:-

این کار محبت است، آنرا کہ محبت نباشد چہ کار کند؟
یہ محبت کا معاملہ ہے جس میں محبت نہیں وہ کیا کرے گا۔
شیخ سیف الدین کی ان نصیحتوں کو شیخ محدث کے دماغ کے ہر گز وریشے نے قبول کیا۔ اور وہ انکی زندگی

کا جزو بن گئیں۔ اکبری دور میں بحث و مباحثہ، تکفیر و تفسیل کے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوئے، لیکن محدث نے اپنے مسلک سے کبھی سرواخراٹ نہیں کیا۔ ان کی زندگی کی بنیاد کچھ ان اصولوں پر رکھی گئی تھی۔

تنے پیدا کن از مشقتِ غبارے تنے محکم تر از سنگینِ حصارے
دردنِ اودلے در آشنائے چو جوئے در کنارِ کوہِ سارے

شیخ سیف الدین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے دل میں صرف حصولِ علم کی لگن ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس کے ذہن میں علم کے متعلق صحیح نظریے بھی قائم کر دیے۔

ابتدائی تعلیم:

شیخ محدث کو ابتدائی تعلیم خود اُن کے والد ماجد ہی نے دی تھی۔ سب سے پہلے قرآن پاک شروع کرایا اور وہ بھی نئے انداز سے۔ شیخ محدث نے ابھی قواعد بھی نہیں سیکھے تھے کہ ان کے والد ماجد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قرآن پاک کی کچھ سورتیں لکھ کر اُن کو یاد کرنے کے لیے دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین مہینے میں پورا کلام پاک ختم ہو گیا۔ خود شیخ محدث فرماتے ہیں:

سب سے پہلے قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد بھی
کے (جس طرح لڑکوں کو عموماً پڑھایا جاتا ہے) دو تین جزو
بلکہ اس سے کم تعلیم فرماتے تھے۔ وہ سبق لکھتے تھے۔
میں پڑھتا تھا قرآن کی یہی مقدار میں نے اُن سے
سبق پڑھی ہے۔ اس کے بعد ان کی تربیت و شفقت
کے اثر سے ایسی قوت بہم پہنچی کہ ہر روز تھوڑا سا قرآن
پڑھنے لگا اور جتنا پڑھتا تھا ان کو سنا دیتا تھا غرض دو
تین مہینے میں قرآن شریف ختم کر لیا۔

”اول از قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد بھی کہ
اطفال خواند، دوسہ جزو بلکہ کم تر..... تعلیم
فرمودند۔ سبق در سبق ایساں می نوشتند و من
می خواندم، از قرآن ہمیں مقدار تعلیم کردہ ام، بعد
ازاں اثر تربیت و شفقت ایساں چناں
قوت بہم رسید کہ ہر روز قدرے از قرآن می خواندم
و ہر مقدار کہ می خواندم پیش ایساں می گذرانیدم۔
دوسہ ماہ قرآن ختم کردم۔“

اس کے بعد لکھنے کی طرف توجہ کی اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔

”در اندک مدت، شاید اگر مقدار ایک ماہ تعین کنم دروغ
نہوڑی ہی مدت میں، اگر ایک مہینہ کوں تو جھوٹ نہ ہوگا

نکھتہ ہاشم، کتابت و سلیقہ انشاء پیدا شد ۱۷
کتابت اور انشاء کا سلیقہ پیدا ہو گیا۔

اتنے کم عرصہ میں لکھا اور پڑھنا سیکھ لینا، شیخ کی غیر معمولی ذہانت کا کرشمہ ہے شیخ محدث نے اپنی اس کامیابی کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ہرچہ بہت اثر توجہ و عنایت ایشاں است“
جو کچھ بھی ہے وہ ان کی توجہ اور عنایت کا اثر ہے۔
شیخ سیف الدین نے اپنے فرزند کی تعلیم میں اس زمانہ کے مروجہ نصاب یا طریقہ تعلیم کی پابندی نہیں کی بلکہ ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر جس کتاب کو مناسب سمجھا پڑھا دیا۔ اس زمانہ میں نظم کی بہت سی کتابیں نصاب میں شامل تھیں اور ان کا پڑھنا ابتدائی تعلیم کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا۔ شیخ سیف الدین نے اپنے بیٹے کو بولستان اور دیوان حافظ کے چند جزو کے علاوہ نظم کی کوئی کتاب نہیں پڑھائی۔ قرآن پاک کے بعد میزان شروع کر دی اور مصباح اور کافیہ تک خود تعلیم دی شیخ محدث کا بیان ہے۔

اور نظم کی ان کتابوں میں سے جو اس ملک میں مروج ہیں شاید گلستان و بولستان کے چند جزو اور دیوان حافظ پڑھایا ہو اور لڑکپن ہی سے قرآن پاک ختم کرنے کے بعد میزان الصرف سے مصباح و کافیہ تک خود تعلیم دی۔

”ایں کتابہائے نظم و اشعار کہ تعلیم آں متعارف ہیں دیار است، شاید کہ چند جزو از بولستان و گلستان و دیوان خواجہ حافظ تعلیم کردہ باشند و ہم از ابتدائے حالت صغریٰ بعد از ختم قرآن میزان الصرف یاد دادند تا مصباح و کافیہ خود تعلیم فرمودند“ ۱۸

پڑھاتے وقت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انشاء اللہ تو جلد عالم بن جائے گا۔

۱۷ و ۱۸ اخبار الاخبار ص ۳۰

۱۹ عرصہ سے ہندوستان کے نصاب میں یہ ہیکتا میں شامل تھیں۔ عباس شیروانی شیر شاہ کی تعلیم کے متعلق تاریخ شیر شاہی میں لکھا ہے:-

”فرید بہ تحصیل علوم عربیہ مشغول شد۔ کافیہ بخوانی قاضی شہاب الدین خوب طریق بخواند، و علوم دیگر نیز تحصیل کرد و گلستان و بولستان و سکندر نامہ و غیر ہم بخواند“ (قلمی نسخہ)

اس زمانہ کے نصاب تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہوں تو مولانا حکیم عبدالحی مرحوم کا مضمون ”ہندوستان کا نصاب درس“ (الندوہ۔ فروری ۱۹۷۱ء) ملاحظہ کرنا چاہیے۔ نیز ڈاکٹر صوفی کی کتاب المناجیح بھی اس موضوع پر کافی دلچسپ ہے۔

”ان شاء اللہ تو زود دانشمند شوی“

شیخ سیف الدین اپنے بیٹے کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں مکمل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ اپنے جگر گوشہ کے سینہ میں وہ تمام علوم منتقل کر دیں جو انہوں نے عمر بھر کے ریاض کے بعد حاصل کیے تھے۔ لیکن یہ ان کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا۔ اس لیے سخت مجبور بھی تھے، کبھی کتابوں کا شمار کرتے اور حسرت کے ساتھ کہتے کہ یہ اور بڑھالوں پر فرماتے۔

”مرا خط غریب دست و ہر بہ تصور آنکہ حق تعالیٰ مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت بہ تصور کرتا ہوں کہ اللہ

ترا بجائے کہ من خیال کردہ ام برساند“ ۱۷

شیخ محدث خود بے حد ذہین تھے۔ طلب علم کا سچا جذبہ تھا جس علم کی طرف توجہ کرتے، پانی ہو جاتا، بوڑھا باپ بیٹے کی ذہانت اور سعی بہیم سے خوش ہوتا اور اس کے شاندار علمی مستقبل کے نقشے ذہن میں جماتا رہتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ شیخ محدث خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”یاد دارم کہ روزے در ملازمت ایساں تقریر بچھے سخنان علمی می کردند، و ایساں بجانب بندہ ناظر بودند۔ در

اثنائے سخن ایساں را حالتی در گرفت، و فرمایند دگر یہ کردند۔ وہم در آں حالت ہر دو دست بر روی

فقیر بر آوردند، دعا کردند، و بعد از فرود آمدن آں حالت فرمودند کہ مارا از مشاہدہ شما تجلی دست داد، و نورے

مشہود شد کہ تعبیر از کیفیت آن ممکن نباشد خداوند کہ آں چہ حالت بود“

بارہ تیرہ برس کی عمر میں شرح شمسہ اور شرح عقائد پڑھ لی۔ پندرہ سولہ برس کی عمر ہو گئی کہ مختصر و مطول سے فارغ ہو گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم عقلی و نقلی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کی سیر نہ کر چکے ہوں۔ اس زمانہ کی پوری رویداد خود ان کی زبانی سننے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

”اور یہ بھی فرماتے تھے (اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہیں) کہ ہر ایک علم میں سے مختصر پڑھ لو گے تو تم کو کافی ہوگا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد برکت اور سعادت کے دروازے تم پر کھل جائیں گے اور تمہیں سارے علوم بے تکلف

حاصل ہو جائیں گے۔ اُن کے اس ارشاد پاک نے یہ اثر کیا کہ تحصیل علوم میں مجھ کو ایسی سرعت حاصل ہوئی کہ جس کو

طے زمان اور طے مکان کہتے ہیں ہر علم حاصل ہو گیا۔ یعنی مختصرات نحو مثل کافیہ و لب و ارشاد وغیرہ شاید ایک

ہرزو بلکہ زیادہ یاد کرتا تھا اور تمام تحصیل علم کے لیے اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی ہرزو ان مختصرات کا صحیح اور
عُشّی مل جاتا تھا تو اس کو خود مطالعہ کر لیتا۔ حاجت استاد سے پڑھنے یا دریافت کرنے کی نہ ہوتی۔ اگر بحث آسان ہوتی
یا مضمون سے پہلے سے واقفیت ہوتی تو میرا فکر اس کو قبول نہ کرتا۔ خدا جانے کہ ان دنوں میں کیا سمجھتا تھا اور کیا
دیکھتا تھا لیکن ہر کتاب کے متن اور حاشیے اور ان کے الفاظ سے پورا فائدہ حاصل کرتا تھا اور جو کتاب میرے
ہاتھ آتی یا ہرزو کسی کتاب کا ملتا، خواہ میرے پڑھے ہوئے ہوتے یا نہ ہوتے اس کو اول سے آخر تک دیکھنا اپنے
ادب پر واجب کر لیتا تھا اور میں اس امر کا مقید نہ تھا کہ شروع یا خاتمہ کتاب ملے تو دیکھوں۔ میری نظر تحصیل علم پر
تھی۔ خواہ کسی طرح پر ہو۔ ۱۷

شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے

شیخ محدث رحمہ اللہ نے اپنے بڑھاپے میں نواب مرتضیٰ خان، شیخ فرید کو ایک خط میں "طلب صادق"
کی نوعیت بتائی تھی۔ ۱۸

ہر دے کہ زندہ ہر قدم کہ نہ حصول مطلوب و
انسان جو سالن لے اور جو قدم رکھے اس میں ہمیشہ
حضور محبوب پیش چشم دارد۔ ۱۹

طالب علمی کے زمانہ میں خود ان کا یہی حال تھا۔ دن اور رات اسی میں غرق رہتے تھے حصول علم کا جذبہ اس
قدر غالب تھا کہ زندگی اور اس کی ساری دلچسپیاں سمٹ کر اسی میں آگئی تھیں خود لکھتے ہیں۔ ۲۰

از ابتدائے ایام طفولیت غمی دائم کہ بازی حسیّت
بچپن سے (میرا یہ حال ہے کہ) مجھ پر نہیں معلوم کہ کھیل
و خواب کدام مصاحبت کیست و آرام چہ، و
کو دیکھا ہے خواب مصاحبت، آرام اور آسائش کے کیا
آسائش کو دیر کجا ہے
معنی میں میں نہیں جانتا کہ سیر کسی ہوتی ہے ۲۱

شب خواب چہ و سکون کدامست

خود خواب بعاشقاں حرامست

ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت نخوردہ و خواب
تھیں علم میں مشغولیت کی بنا پر کھانا کبھی بروقت
در محل نبرده۔ ۲۲
نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔

۱۷ اخبار الاخبار ص ۲۱۔ ۱۸ المکاتیب والرسائل ص ۷۷۔ ۱۹ اخبار الاخبار ص ۳۲۔

جس محنت و مشقت اور جان دہی کے ساتھ انہوں نے علم حاصل کیا تھا، اس کی مثال اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ ابوالفضل نے اگر رات کو پڑھتے پڑھتے اپنے دماغ میں خشکی پیدا کر لی تھی تو شیخ محدث رحمہ اللہ نے بارہا معاملہ کی مشغولیت میں اپنے بالوں اور عامہ کو چراغ سے جلایا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ آگ لگنے کی خبر تک بھی نہیں ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں :

چہ دودہائے چراغی کہ در دماغ زلفت کد ام بادہ محنت کہ در ایام زلفت

کد ام خواب و چہ آسائش و کجا آرام چہ خار خار کہ در بستر فراغ زلفت

بجہر تم ز دل خود کہ عمر زلفت ولے ز کج غمکہ ہرگز بہ صحن باغ زلفت

شیخ محدثؒ نے صبح سے رات تک کا اپنا پورا پروگرام بتایا ہے حقیقت یہ ہے کہ علمی دنیا کی صدر نشینی کیلئے جس ریاض کی ضرورت تھی، اس میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی تھی۔ بچپن سے انہیں اس بات کا احساس تھا۔ ع جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں

اس لیے انہوں نے تحصیل علم میں اپنے خون کا پانی کر دیا۔ طلوع آفتاب سے قبل وہ مدرسہ کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مدرسہ مکان سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد دوپہر مدرسہ جا کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ چھ میل کی مسافت کر چکنے کے بعد بھی ان کو تھکن محسوس نہ ہوتی تھی اور وہ پورے ذوق و انہماک کے ساتھ رات تک مدرسہ میں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ رات کو جب گھر واپس آتے تو آرام کرنے کے بجائے پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے۔ والدین ان کی اس محنت اور مصروفیت سے بہت پریشان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ کبھی کبھی آرام بھی کرنا چاہیے۔ لیکن ان پر تحصیل علم کا ایک نشہ سا تھا۔ وہ سب کی نصیحتیں سنتے تھے لیکن کچھ مجبور سے تھے مفصل کیفیت خود ان کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں :

میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے جھلسا دینے والے

جنھنوں میں ہر روز دوبارہ دہلی کے مدرسہ میں جاتا تھا جو

ہمارے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ دوپہر

کو تھوڑی دیر گھر ٹھہر کر چند قہقہے ضرور کھا لیتا۔۔۔۔۔ میرے

ہر روز باوجود غلبہ برودت ہوائے زمستان و شدت

حرارت تابستان دوبارہ بمدرسہ دہلی کہ شاید از منزل باہر

دو میل واشتہ باشد میل می کردم۔ در میان روز ادنی وقفہ

در غریب خانہ بسبب تناول چند لقمہ کہ بسبب عادی قوام

معذورم از من اند دماغ مرا تری

لے کتا ہے دو چہراغ خورہ شب آوردہ ام بروز

لے اخبار الاخبار ص ۳۳

حرکت ارادی است واقع می شد..... دامن پدر و مادر
من در پے آں بودند کہ یک دم با کوو کاں محلہ بازی کنم
یاشب بوقت متعارف پا دراز کشم۔ و من می گفتم کہ آخر
غرض از بازی خاطر خوش کردنست و مرا خاطر بپس خوش
است کہ چیزے بخوانم یا مشقے کنم، بر عکس آنکہ پدر ان
و مادر ان اطفال را بر خواندن و بکتاب رفتن زجر کنند
و عتاب نمایند مراد در جانب دیگر بمبالغہ خطاب می کردند
گاہے در اثنائے مطالعہ کہ از نیم شب در می گذشت، والدہ
قدس سرہ مرا فریادی زد کہ بابا! چہ می کنی، من فی الحال
درازی کشیدم تا دروغ واقع نشود و می گفتم کہ خفتہ
ام چہ می فرمایند باز بر می نشستم و مشغول می شدم۔

شاہ صاحب کے زمانہ میں تحصیل علم کا کام صرف خواندن پر ہی ختم نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اس کے اور مراحل بھی تھے۔

(۱) مطالعہ (۲) بحث و تکرار (۳) کتابت

ان منزلوں سے گزر کر سبق جس قدر پختہ ہو جاتا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ طالب علم کے دل و دماغ کارگ در لیشہ اس تعلیم سے متاثر ہوتا تھا اور اس کا فہم علم آج کل کی طرح نقش بر آب نہیں، بلکہ آہنی ستونوں پر کھڑا ہوتا تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ اور بحث و تکرار میں مستقل مشغولیت کے باوجود کتابت کے لیے وقت ضرور نکال لیتے تھے۔ فرماتے ہیں:

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود مطالعہ تذکرہ اور
بحث و تکرار میں بیشتر وقت منہمک رہنے کے، جو کتابیں پڑھتا
تھا بلکہ ان کے علاوہ تشریح و حواشی بھی جو نظر سے گزرتے تھے

و غریب تر آنکہ باوجود احاطہ اوقات و مشغول
ساعات بمطالعہ و تذکار و بحث و تکرار ہر چہ از
کتب خواندہ می شد بلکہ درائے آں از شرح و حواشی

ان کے لیے بھی، لکھنے کی مشق کو ضروریات وقت میں سے شمار کرتا تھا۔ رات کا زیادہ حصہ اور کھوٹا حصہ دن کا مطالعہ میں گزرتا تھا۔ اور کھوٹا حصہ رات کا اور زیادہ حصہ دن کا لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔

در نظری آمد تقید آن بہ کتابت از ضروریات وقت می دانستم، اکثرے از شب و پارہ از روز بہ مطالعہ می گذشت و پارہ از شب و اکثرے از روز بکتابت می رفت۔ ۱۷

یہ تھا اس شخص کی طالب علمی کا زمانہ جس نے سترھویں صدی میں احیاء علوم الدین کی شاندار خدمت انجام دی۔

حفظِ کلامِ پاک

شیخ محدث رحمہ اللہ نے ابتدائی زمانہ میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس کام میں ان کو سال سوا سال محنت کرنی پڑی تھی۔ خود فرماتے ہیں:

اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور میں نے ایک سال اور کچھ دنوں میں اس نعمت کو حاصل کر لیا۔

”بعد ازاں بہ حفظ قرآن مجید نیز موافق شدم و در کف حفظ در آدم و در مدت یک سال و چیزے این نعمت را..... بدست آوردم۔“ ۱۸

عبادت و ریاضت کی ابتدا

اقبالِ رح نے کہا ہے۔

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
شیخ محدث رح نے ”پاکی عقل و خرد“ کے ساتھ ساتھ ”عفتِ قلب و نگاہ“ کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔ بچپن سے ان کو عبادت و ریاضت میں دلچسپی تھی۔ ان کے والد ماجد نے ہدایت کی تھی:

”مائے خشک و ناہموار نباشی!“ ۱۹

چنانچہ عمر بھر ان کے ایک ہاتھ میں ”جام شریعت“ رہا۔ دوسرے میں سندانِ عشقِ عشقِ الہی کی لگن تو ان کا خاندانی ورثہ تھی۔ شیخ سیف الدین رح نے ان میں عشقِ حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیے تھے جو آخر عمر تک ان کے

قلب و جگر کو گرماتے رہے۔

ابتدائی زمانہ میں اُن کا معمول تھا کہ وہ رات میں بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ لکھتے ہیں:-
 ”باوجود شوق و شغف تحصیل و تکرار علم و کثرت
 صلوٰۃ اور ادو شب خیزی و مناجات ہم در اطفالیت
 اس زمانہ طفلی میں نماز، اوراد، شب خیزی اور مناجات
 کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔“

اس زمانہ میں جس ذوق و شوق کے ساتھ وہ دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کے تصور سے پیرائہ سالی میں اس کے
 کام و دہن لطف اندوز ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں:-

ہنوز ذوق آل اسحار و اوقات در کام و قبت پیدا است ۱۷

اس زمانہ میں شیخ محدث رح کو علماء و مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے استفادہ ہونے کا بڑا شوق تھا۔ اپنے
 مذہبی جذبات اور خلوص نیت کے باعث وہ ان بزرگوں کے لطف و کرم کا مرکز بن جاتے تھے۔ شیخ اسحاق
 (المتوفی ۹۸۹ھ) سہروردیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے اور ملتان کو چھوڑ کر دہلی میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اکثر
 اوقات خاموش رہتے تھے۔ بہت کم کسی سے بات کرتے تھے۔ لیکن جب شیخ محدث رح ان کی خدمت میں
 حاضر ہوئے تو بے حد التفات و کرم فرمایا اور

”بفقیر سخناں بسیار کردہ“ ۱۸

تکمیل علم کے بعد

باز گلبانگ پریشاں می زخم آتش در عنذ لیبان می زخم

حجلہ گل بہرمن کردند و من سر بدیوار گلستان می زخم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے تکمیل علم بہت کم عمر میں کر لی تھی اس کے بعد ۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۷ء
 (جب کہ وہ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے) وہ کیا کرتے رہے؟ اس کا کچھ پتہ ان کی تصانیف سے
 نہیں چلتا۔ عبد الحمید لاہوری کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد (یعنی حج بیت اللہ
 کو روانگی سے قبل) انہوں نے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا۔ لکھا ہے:-

۱۷ اخبار الاخبار ص ۳۰۳ ۱۸ ایضاً ۱۹ ایضاً ص ۲۷۸

جب ان کی عمر بیس سال کی ہوئی تو تکمیل علم کے بعد
دریس کا شغل اختیار کیا اور کچھ دنوں یہ مشغلہ جاری رکھنے
کے بعد عازم حجاز ہوئے۔

اخبار الاخیار میں اپنی تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد ایک دم سے یہ کہنے لگتے ہیں :-

بے بسوں کے مددگار اور پریشان حال لوگوں کے
راہ نمائے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور مجھے بے خانماں کی گردن
میں زنجیر شوق ڈال کر اپنے گھر کی طرف کھینچ لیا۔ اور مجھ
نامراد کو منزل مراد تک پہنچا دیا۔ یعنی اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کی درگاہ میں مجھے جگہ دی۔

”چون سنین عمرش بعشرین رسید از پایہ تحصیل بدرجہ
تدریس برآمد و چندے ہنگامہ افادہ گرم داشتہ بیائے
طلب بادیہ ہمایٰ سفر حجاز کردید“ ۱۵

”چارہ گز بیچارگاں در راہ نمائے آوارگاں مرابجاں
خود طلبید و من بے خانماں را سلسلہ شوق در گردن
افکندہ بسوئے خانہ خود کشید و من نامراد را بہ
منزل مراد رسانید یعنی بدرگاہ حبیب صلی اللہ علیہ
وسلم جائے داد“ ۱۶

زاد المتقین میں لکھتے ہیں :

۹۹۶ھ میں جذبہ غیب سے پیدا ہو گیا۔ اور دل پر
وحشت طاری ہو گئی۔ دیوانگی کی حالت میں سفر کا ارادہ
کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔

”در سنہ ست و تسعین و تسع مائتہ جاذبہ از غیب در
رسید و وحشت در دل پدید آمد۔ چارہ مانند جز دیوانگی
کردن و زادنہمت بخیاں سفر رستین“ ۱۷

آخر وہ ہندوستان میں اپنے آپ کو ”بے خانماں“ کیوں سمجھتے تھے؟ اور وہ ”وحشت“ جس کا ذکر انہوں
نے زاد المتقین میں کیا ہے ان کو ہندوستان میں کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟

شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے وحشت کا سبب اس طرح بیان کیا :

یاسیدی ! میں وہ شخص ہوں جو بچپن ہی سے تحصیل علم
اور عبادت گزاری کی محنت اور ریاضت میں پلا ہے،
میں کبھی عام لوگوں کی صحبت اور میل جول کو خاطر میں

یاسیدی ! انا امرء نشات من زمان صغری
فی الریاضۃ للتعلّم والتعبّد لواعظ
بصحبة الناس والاختلاط معہم و

۱۵ بادشاہ نامہ حصہ دوم ص ۲۴۱ - ۲۴۲

محمد صالح کنبوہ نے شاہ جہاں نامہ (جلد سوم ص ۳۸۴) میں بھی یہی لکھا ہے : روزے بتدریس و تعلیم گزرا نید“ اس کے بعد

”معنی توحید بر لوح دل بزرگداشتہ بہ عزم کعبہ سفینہ نشست“

۱۶ اخبار الاخیار ص ۳۰۴ ۱۷ زاد المتقین (قلمی نسخہ)

الدخول فيهم ولما حصل لي بفضل الله
طرف صالح من ذلك وقضيت وطري
وحاجتي مما هنالك دعا في بعض اهل
الحقوق الى الخروج الى ارباب الدنيا
فادركت سلطان الوقت واكاهم
فاعتوا بشانهم وراغوا مكاني وادوا
ان يكثر وابي سوادهم ويحكوا وبعدا
الضعيف صورا هم ووادهم وحناني الله
ولم يتركني معهم وادجدا في قلب عبده
جذبة هذاها الى هذا المقام الشريف

نہیں لایا اور جب اللہ کے کرم سے مجھے (علم کا) اچھا خاصا
حصہ مل گیا، اور میں نے اپنی ضروریات یہاں کی چیزوں
سے پوری کر لیں تو بعض اہل حقوق نے مجھے دنیا دار لوگوں
کی طرف بلایا چنانچہ میں بادشاہ وقت اور امراء کے
پاس گیا۔ انہوں نے میری طرف بہت توجہ کی میرا رتبہ
بلند کیا اور یہ ارادہ کیا کہ میرے ذریعہ اپنی جماعت برطانیوں
اور مجھ کمزور سے اپنی طاقت مضبوط کریں۔ پس اللہ نے
مجھے محفوظ رکھا اور ان کے ساتھ مجھے نہ چھوڑا۔ اپنے
بندہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے اس
مقام شریعت تک پہنچایا۔

اس سے پہلی بار یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدث رح کچھ عرصہ فتح پور سیکری میں بھی رہے تھے اور وہاں اکبر اور
اس کے درباریوں نے اُن کی بڑی قدر بھی کی تھی۔ لیکن جس شخص کی قسمت میں علوم اسلامی کی تجدید اور تقویت
شرح لکھی ہوئی تھی وہ کس طرح اُس ماحول میں ٹھہر سکتا تھا جہاں شرح کی بے حرمتی ہو رہی تھی اور بدعات کا ہنگامہ
برپا تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے :-

”چوں وضع زمانہ و زمانیاں کہ ہمہ نخل و برکات طبعی
مشتل است دیگر گوں شد و بر اوضاع آسنا یاں
اعتماد نامد، صحبت فلانی و فلانی راست نیامد و
توفیق رفتن بہ کعبہ شریفہ رفیق او شد، از دہلی بہ
طریق جذبہ بہر ہیچ چیسہ مقید نہ شدہ بہ گجرات
رفت“ ۱۷

جب اہل زمانہ لی وضع میں (جو اوقات میں نخل اور
کمروہات پر مشتمل ہے) فرق آیا اور طے والوں کے حالات
اعتماد کے قابل نہ رہے اور فلاں و فلاں کی صحبت
سازگار نہ ہوئی اور کعبہ شریف جانے کی توفیق رقی حال
ہوئی تو شیخ جذبہ کے عالم بے سروسامانی کے ساتھ دہلی
سے گجرات کو روانہ ہو گئے۔

۱۷ المکاتیب والرسائل ص ۲۷۹

۱۸ منتخب التواریخ جلد سوم ص ۱۱۳۔

اکا خیال ہے کہ ملا عبد القادر نے یہاں فیضی اور ابوالفضل کا نام

سرودلئے ہیگ

لکھنے کے بجائے ”صحبت فلانی و فلانی لکھ دیا ہے۔“ انگریزی ترجمہ منتخب التواریخ جلد سوم ص ۱۶۸۔

شیخ محدث رحمہ اللہ حجاز کی طرف

۱۹۹۶ء مطابق ۱۴۱۷ھ میں جب کہ شیخ محدث رحمہ کی عمر اڑتیس سال کی تھی وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ محمد غوثی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ شیخ ۱۹۹۵ء کے شروع میں مالوہ ہوتے ہوئے گجرات پہنچ گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز کا موسم گزر چکا ہے چنانچہ آپ سال بھر وہیں رہے اور ۱۹۹۶ء میں حجاز کو روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں مرزا عزیز کو کہ مالوہ کے حاکم تھے۔ شیخ نے ان کے پاس بھی قیام فرمایا تھا۔ وہاں سے وہ مانڈو تشریف لے گئے تھے۔ مانڈو میں گلزار ابرار کے مصنف نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ فیروزی اور فرزندگی کے فوائد حاصل کیے تھے۔ مانڈو سے روانہ ہو کر شیخ محدث رحمہ احمد آباد پہنچے۔ وہاں ان دنوں مرزا نظام الدین مصنف طبقات اکبری صوبے کے بخشی تھے انہوں نے نہایت گرم جوشی سے شیخ کا استقبال کیا اور بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک ٹھہرایا۔

احمد آباد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ شیخ وحیہ الدین علوی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اخبار الانبیاء میں لکھتے ہیں:-

”محرر سطور در وقتیکہ بہ قصد زیارت سید کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم بہ احمد آباد گجرات رسید از متاخرین
مشائخ آل دیار کہ شیخ وحیہ الدین جامع کمالات و برکات
محرر سطور جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
کے ارادہ سے احمد آباد گجرات پہنچا تو اس وقت وہاں
مشائخ متاخرین میں شیخ وحیہ الدین جو جامع کمالات و

لے مرزا کو کہ خان اعظم لقب تھا۔ انکے خاں کا لڑکا اور اکبر کا رضاعی بھائی تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے اس کے متعلق لکھا ہے:-

”بحسن اخلاق و بالانواع فضائل و ہنرموصوف بود“ (ج ۲ ص ۲۸۰ - ۲۸۱)

اکبر جب اس سے ناراض ہوا تو کہا کہ تاناخا کہ میرے اور عزیز کے درمیان دودھ کی نہر بہتی ہے اس لیے مجبور ہوں۔ جہانگیر نے اس کے سب علمی فضائل کو مختصر بیان کیا ہے:-

”در علم سیر و فن تاریخ استحضار تام داشت۔ و در تاریخ و تقریر بے نظیر بود و در مدعا نویسی ید طولی داشت و در لطیفہ

گوئی بے مثل بود و در شعر ہمواری گفت:-

گلزار ابرار ص ۵۹۹ - ۵۹۸ ایضاً - ۵۹۷ ایضاً۔

دس و عمر و مراض مشغول بتدریس علوم و تصنیف
برکات سن رسیدہ بزرگ تھے درس تدریس میں مشغول تھے
کتب و ترتیب و ارشاد طالبان بود۔ بملاقات
انہماک تھا۔ انکی ملاقات کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ
عالیہ قادریہ کے کچھ اذکار و اشغال ان سے حاصل کیے۔

شیخ محدث دہلی سے بلا کسی زاوراہ کے احمد آباد پہنچے تھے۔ احمد آباد میں مرزا نظام الدین بخش نے جو ان
کے دیرینہ دوست تھے ان کو اپنے یہاں ٹھہرایا۔ جب حجاز کو روانہ ہونے کا وقت آیا تو زاوراہ فراہم کی اور جہاز
کا بندوبست کیا۔ ملا عبد القادر کا بیان ہے :-

"از دہلی بطریق جذبہ بہ بیچ چیز مفید نشدہ، بکجرات
رفت و بہ حسن سعی میرزا نظام الدین احمد مددگاری او
در جہاز نشستہ بفرج حجاز رفت" ۱
دہلی سے ایک جذبہ کی حالت بلا سامان سفر کے کجرات
پہنچ گئے اور میرزا نظام الدین احمد کی مدد سے جہاز میں
بیٹھ کر حجاز کو روانہ ہو گئے۔

رسالہ صلوٰۃ الاسرار میں شیخ محدث نے لکھا ہے کہ ان کا شریک سفر ایک قادری درویش تھا۔ صبح کو جب
جہاز کا لنگر اٹھایا جاتا تھا یہ درویش جہاز کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمہ اللہ کا نام زور زور
سے پکارتا تھا۔ شیخ کو اس کی آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

شیخ محدث ماہ رمضان سے کافی عرصہ قبل مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ رمضان ۹۹۶ھ تک انہوں نے
مکہ معظمہ کے محدثین سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا درس لیا۔ پھر شیخ عبد الوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مولانا عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ کے قدموں میں

شیخ عبد الحق دہلوی ۹۹۶ھ مطابق ۱۵۵۴-۵۵ھ میں حجاز پہنچے تھے۔ ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۵۹ھ تک ان کا وہاں
قیام رہا۔ یہ تقریباً تمام وقت شیخ عبد الوہاب ہی کی خدمت میں گزرا۔ ان کی صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ شیخ
نے علم کی تکمیل کرائی اور احسان و سلوک کی راہوں سے آشنا کیا۔ تکمیل علم کے بعد فوئیز عالم کو ایک سحت منزل
پیش آتی ہے۔ اسے کسی ایسے مہر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے علمی ذخیرے کو تعمیری کاموں میں لگا دے۔ دل و
دماغ پر علم کا ایک بوجھ ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک ہلکا نہیں ہوتا جب تک اس کے استعمال کیلئے صحیح راہیں

متعین نہ ہو جائیں۔ اس منزل پر ذرا سی لغزش عمر بھر کے ریاض کو سیکار کر دیتی ہے۔ شیخ عبدالحق خوش قسمت تھے کہ ان کو ایسا رہبر کامل مل گیا جس نے ان کے علم اور علمی صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگا دیا۔

شیخ عبدالحق کی تعلیم و تربیت شیخ متقی کی نگرانی میں

رمضان ۹۹۶ھ میں شیخ عبدالحق دہلوی شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور مشکوٰۃ کا سبق لینا شروع کیا۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں ان کے ساتھ معتکف رہے۔ مناسک حج انہی کے ساتھ ادا کیے۔ عرفات اور مزدلفہ میں ان کی صحبت سے فوائد حاصل کیے۔ پھر درس میں مشغول ہو گئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۶ھ کو شیخ عبد الوہاب کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور آخر رجب ۹۹۷ھ تک یہیں مقیم رہے۔ پھر مکہ معظمہ آکر شیخ عبد الوہاب سے مشکوٰۃ کا درس پورا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا:-

”الحمد للہ نسبتے بایں علم شریف بوجہ اتم حاصل شدہ است
دایں مقدار شدہ است کہ از عمدہ خدمت ایں علم تو ایند
برآمد۔ اکنون چند روز بکار دیگر ہم پر دازید۔ و اندکے
لذت خلوت و ذکر التذنیز دریا بید“ لہ

الحمد للہ اس علم پر پورا عبور حاصل ہو گیا۔ بلکہ اس قدر ہو
گیا ہے کہ اس علم کی خدمت کا حق ادا کیا جاسکتا ہے اب
چند دن دوسرے کام میں مصروف ہونا چاہیے اور خلوت
و ذکر اللہ کی کچھ لذت بھی چکھنی چاہیے۔

اور ان کو آداب، اوضاع ذکر، تقلیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی اور تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائیں۔ ایک
مکتوب میں لکھتے ہیں:

دراں ہنگام کہ شیخ اجل اعز اکرم، اوحد اعدل
عبد الوہاب متقی قادری شاذلی ایں مسکین راتلقین
ذکر نمود و اجازت داد و آداب آل آموخت کتابے
بدست من وادسمی بہ منہج السالک الی اشرف المسالک
وچوں عبارت آل کتاب عربی بود برائے طالبان
ترجمہ کردم۔ (المکاتیب والرسائل)

جس زمانہ میں حضرت شیخ عبد الوہاب متقی قادری شاذلی
اس مسکین کو تلقین ذکر فرما رہے تھے، اور اسکے آداب
بتا کر اجازت دی تھی، ایک کتاب میرے ہاتھ میں دی تھی
اس کا نام منہج السالک الی اشرف المسالک تھا۔ وہ کتاب
عربی میں تھی۔ اس لیے میں نے اس کا فارسی میں
ترجمہ کر دیا۔

ایک اور کتاب جس کی تعلیم خاص طور پر دی تھی وہ قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعہ والحقیقہ تھی کتاب کے عنوان ہی

لہ زاد المستقین (قلمی) لہ شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمہ نے کشکول کلیمی (ص ۱۲-۱۱) میں اس کا طویل اقتباس دیا ہے۔

سے شیخ متقی رح کے مقصدِ تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔

پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں جو باب جیاد کے مقابل اور حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین واقع تھا، ریاضت کے لیے بٹھا دیا۔ شیخ عبد الوہاب متقی رح نے اس زمانہ میں ان کی طرف خاص توجہ کی۔ ان کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعہ کو حرم شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے جب یہاں آتے تو شیخ عبد الحق سے بھی ملتے اور ان کی عبادت و ریاضت کی نگرانی فرماتے۔ شیخ محدث زاد المتقین میں لکھتے ہیں:-

”فقیر انیز در ان خلوت مشرف می ساختند و پریش
اقوال می کردند و می فرمودند کہ الحمد للہ ظہور احوال موافق
مقصود است۔“
فقیر کے پاس اس خلوت میں تشریف لاتے تھے پریش
احوال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ الحمد للہ ظہور احوال
مقصد کے مطابق تھے۔

جب اس خلوت کدہ سے باہر آنے کی اجازت ملی تو شیخ محدث نے صحیح مسلم کی قراءت کی اجازت چاہی
جب اس سے بھی فارغ ہو گئے تو مکہ ہوا:-

اب ہندوستان کا ارادہ کرو۔
ابن ہندوستان بکیند
شیخ عبد الوہاب متقی نے اپنے علم حدیث کا وہ بیش بہا حصہ عنایت فرمایا جس کی شہرت سے مصر و عرب کے
علمی حلقے گونج رہے تھے۔ شیخ عبد الحق فرماتے تھے:-

تمام کتب احادیث و سائر علوم دینیہ از علمائے آن
عالی مقام علیم رحمۃ اللہ الملک العلام خصوصاً از
حضرت شیخ اجل و اکرم اوجد و اعدل عبد الوہاب متقی
قادری شاذلی قدس اللہ روحہ و اوصل الینا فیوضہ و
فتوحہ بقلین ذکر و اثار خلوت و برکت مشرف و فائز شد
و نعمتا و بشارتہما از خدمت دہ و حصول النوار و آثار تاج و
ثمرات برکت و التزام مقام صدق و استقامت و نشر علوم
دینی و حصول مواہب یقینی مشرف و مبشر گشتہ بر جوع و عود
بوطن مالوف مامور و مکلف شد۔ لہ
تمام کتب احادیث اور سارے علوم دینیہ (حجاز کے)
علماء و کرام سے حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت شیخ
عبد الوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ روحہ
سے ذکر و عنبرہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی خدمت
سے بہت سی نعمتیں حاصل کیں اور حصول النوار و
برکات و ترقی درجات اور علوم دینی کی نشرو
اشاعت میں استقامت کے متعلق بہت سی
بشارتیں سننے کے بعد بندہ وطن مالوف کو
واپس ہوا۔

- (۲) علم ظاہری کے بعد علم باطنی کی تعلیم دی اور سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہوں سے آشنا کیا۔ تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور عبادت و ریاضت حرم شریف کے اندر اپنی نگرانی کرائی۔
- (۳) حقوق العباد کا صحیح جذبہ اور صحیح تصور پیدا کیا۔ تفصیل اگلے باب میں آئے گی۔
- (۴) فقہ حنفی کے متعلق شیخ محدث کے خیالات قیام حجاز کے دوران میں بدل گئے تھے اور وہ شافعی مذہب اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ شیخ عبد الوہاب رحمہ کو اس کا علم ہوا تو مناقب امام اعظم پر البیاضہ پر تاثر خطبہ ارشاد فرمایا کہ شیخ محدث کے خیالات بدل گئے اور فقہ حنفی کی عظمت اُن کے دل میں قائم ہو گئی۔
- حدیث، تصوف، فقہ حنفی، حقوق العباد..... ان چار چیزوں کی اعلیٰ تعلیم شیخ عبد الحقؒ نے حقیقت میں شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ کے قدموں ہی میں حاصل کی۔

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے عشق تھا۔ دیار حبیب میں جب داخل ہوتے تو برہنہ پا ہو جاتے تھے۔ تحفۃ الکرام میں لکھا ہے :-

در مدینہ برہنہ پا گردیدے

ایک مرتبہ ایک طویل قصیدہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔
زاد المتقین میں لکھا ہے کہ جب اس شعر پر پہنچے :-

خراجم در غم ہجر حیات یا رسول اللہ
تو دل بے قابو ہو گیا اور بقول خود

”گریہ زار زار در گرفت“ ۱۷

خلوص و عقیدت کا یہ والہانہ تقاضہ قبول ہوا اور وہ زیارت رسول پاک سے مشرف ہوئے۔

۱۷ یہ قصیدہ ہندوستان میں لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد جگہ حالات گرد و پیش پر افسوس اور بددلی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ”ظلم سیکاراں“ اور بے ہمتاں دہر“ ہندوستان کی دینی فضا کو خراب کرنے کے ذمہ دار تھے۔ شیخ فرماتے ہیں :-

جہاں تاریک شد از ظلمت سیکاراں
بیاد علی را روشن از نور تجلی کی

۱۷ زاد المتقین (قلمی)

زاد المتقین میں شیخ عبدالحق دہلوی نے چار بار زیارت رسول پاک سے مشرف ہونے کا حال لکھا ہے۔
۲۱ رذی الحجۃ ۹۹۸ھ کو مکہ منظمہ میں

جو خواب دیکھا اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں :-
"ویدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر سر پرے نشستہ درس
علم حدیث شریف میفرمایند و انوار جمال و جلال از وجہ
شریف وے متلالی است و با حسن صورت متعلی است
کہ فوق آل تصور نتواں کرد"

میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تخت
پر بیٹھے ہوئے حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں۔
اور جمال و جلال کے وہ انوار ان کے چہرہ مبارک سے چمک
رہے ہیں جن سے زیادہ تصور ہی نہیں کیے جاسکتے۔
اسی شب میں یہ بھی خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعدائے دین سے لڑنے کے
لیے لشکر تیار کر رہے ہیں..... شیخ عبدالحق کی پوری زندگی حقیقت میں اسی خواب کی تعبیر بن گئی۔ وہ آخری سالوں
تک حدیث کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بدعات کے خلاف نبرد آزمائی میں مصروف رہے۔

حجاز سے روانگی

علم و عمل کی سب وادیوں کی سیر کرانے کے بعد شیخ عبد الوہاب متقی نے شیخ عبدالحق کو ہندوستان
واپس جانے کی ہدایت کی اور فرمایا:

"بخانہ خود بروید کہ والدہ و فرزند ان ثمانیہ پریشان
حال و بجانب ثمانیہ گراں خواہند بود"

(اب تم) اپنے گھر جاؤ کہ تمہاری والدہ اور بچے بہت
پریشان حال اور تمہارے منظر ہوں گے۔
شیخ محدث ہندوستان کے حالات سے کچھ ایسے دل برداشتہ ہو چکے تھے کہ یہاں آنے کو مطلق طبیعت
نہ چاہتی تھی رخص کیا؟

"فقیر انیت اقامت ایں مقامات شریفہ بسیار
است و بعد از انیت سیر بغداد و زیارت حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ عنہ بہت"

فقیر کے دل میں ان مقامات مقدسہ میں قیام کرنے کی
بڑی تمنا ہے۔ اس کے بعد سفر بغداد اور زیارت حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی نیت ہے۔
اس سلسلہ میں استاد اور شاگرد میں جو گفتگو ہوئی وہ خود ان ہی کی زبانی سننے کے قابل ہے :-
شیخ عبد الوہاب :-

شمار بعد ازیں گنجائش ندارد کہ اینجا بشید یا جائے
اب اس کے بعد تمہیں یہاں رہنے یا اصلی وطن کے

دیگر روید الا بطن اصلی خود حق شرع برہمہ مقدم است
حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ با شماند، ہر جا کہ
باشید محبت و اعتقاد و توجہ بالیثاں درست
دارید۔ و قصد اتباع الیثاں بکنید۔ و بر سر مودہ
الیثاں روید الیثاں ہرگز راضی نیستند کہ ایذا لے
والدہ و زوجہ و فرزند اں صغیر بکنید۔ و شما خود می
گفتید کہ والدہ من مرا رضائے حرمین دادہ و گفتہ
است کہ جائے ثالث نرومی۔ پس چوں می
توانید رفت۔

شیخ عبدالحق

”فقیر نیت کردہ است کہ از ہماں راہ بغداد رسیدہ
ہندوستان رود۔ چہ ایں راہ و چہ آں راہ۔ پس
گو یا جائے ثالث نرفتہ“

شیخ عبد الوہاب

ایں چنیں اگر کنید درست است۔ امامی تو ایند کہ در
بغداد یک ماہ یا چہل روز باشید۔ بعد از آنجا
بر آئید۔ نمی توانید۔ ایں نسبت کہ شما بجانب الیثاں
دارید بر آمدن شما از آں جا مشکل است نمی توانید
از آں جا بر آمدن سفر منندی شود۔ جماعۂ شما در انتظار ہلاک
می شوند و ایذا می کشند۔

شیخ عبدالحق

”توجہ فرمائید کہ در ہر چہ خیریت بندہ است
پیش آید“

سواد دوسری جگہ جانے کی اجازت نہیں۔ حق شرع
سب پر مقدم ہے۔ حضرت غوث اعظم تمہارے ساتھ
ہیں جس جگہ بھی رہو اُن سے محبت اور اعتقاد اور
ان کی طرف توجہ رکھو۔ ان کی پیروی کی کوشش کرو
اور ان کے حکم پر چلو۔ وہ اس سے ہرگز خوش نہیں کہ تم
اپنی والدہ بیوی اور چھوٹے بچوں کو ایذا دو۔ تم خود کہتے
تھے کہ میری والدہ نے مجھے حرمین شریفین جانے کی
اجازت دی ہے اور تاکید کر دی ہے کہ تیسری جگہ نہ جانا
اس حالت میں تم کیوں کر جا سکتے ہو۔

فقیر نے یہ نیت کی ہے کہ اسی راہ سے بغداد تو ماہ ہندوستان
جائے جیسی یہ راہ ویسی وہ راہ۔ لہذا اس کو تیسری جگہ
جانا کیوں کر کہا جا سکتا ہے۔

اگر ایسا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ
تم بغداد میں صرف ایک ماہ یا چالیس روز قیام کرو اور
پھر وہاں سے ہندوستان کو روانہ ہو جاؤ۔ نہیں۔ حضرت
غوث اعظم سے تمہاری نسبت کو دیکھتے ہوئے تمہارا وہاں
سے نکلنا مشکل ہے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ سفر طویل ہو جائے گا اور
تمہاری جماعت انتظار میں تباہ ہو جائے گی اور ایذا اٹھائے گی۔

دعا کیجئے کہ جو کچھ بندے کے حق میں بہتر ہو وہی ظہور
میں آئے۔

شیخ عبدالوہاب

ان شاء اللہ تعالیٰ خیریت است۔ استخارہ بکتید۔ کنوں

در ظاہر خود خیریت منحصر است در آنکہ بجانہ خود روید۔

شیخ عبدالحق رحمہ کو اور زیادہ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اس وقت خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن موقع پاکر پھر اس گفتگو کو چھیڑا۔

شیخ عبدالحق

”شیخ عبداللہ دلبیانی.... فرمودہ است کہ ایں شرط

طالب راہ آں است کہ بدانکہ هیچ حقے از حقوق بالاتر

از حق باری تعالیٰ نیست۔ و بیشتر از تحصیل معرفت

وے بجانہ تعالیٰ هیچ کس را بروے حقے نیست خواہ

مادر و پدر باشد۔ یا زوجہ و فرزند اں ترک ہمہ باید

بود تکمیل نفس باید کرد۔

شیخ عبدالوہاب نے یہ گفتگو سن کر کچھ دیر توقف کیا۔ پھر فرمایا:

ایں چنین خود نیست کہ ایشان گفتہ اند۔ حقوق شرع

ہمہ حقوق اللہ اند۔ و رعایت آں مورت معرفت حق

تعالیٰ و موجب قرب رضائے وے تعالیٰ

است۔ اگر از طلب حق و دین اسلام مانع آیند

آں دیگر است۔“

شیخ عبدالحق

”دیگر ہمیں بزرگ گفتہ است کہ طلب رزق و کسب

معیشت نباید کرد۔ زیرا کہ حق تعالیٰ گفتہ است

نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينِ ۝

ان شاء اللہ تعالیٰ بہتر ہی ہوگا، استخارہ کر لو۔ اب بظاہر

خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ اپنے وطن واپس جاؤ۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کے حق سے بڑھ کر کسی

کا حق نہیں ہے اور اس کی معرفت حاصل کرنے سے

زیادہ کسی کا حق اس کے ذمہ نہیں ہے ماں باپ ہوں

یا بیوی بچے سب کو چھوڑ دے اور معرفت الہی کی طلب

اور تکمیل نفس کی کوشش جاری رکھے۔

جو شیخ موصوف نے کہا ہے وہ صحیح نہیں۔ حقوق شرع

سب کے سب حقوق اللہ میں داخل ہیں اور ان کا

خیال رکھنا معرفت اور قرب الہی کا سبب ہے البتہ

اگر وہ لوگ طلب حق و دین اسلام سے مانع ہوں تو

دوسری بات ہے۔

انہیں بزرگ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طلب رزق

اور تلاش معاش نہ کرنی چاہیے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ

کا ارشاد ہے نَحْنُ نَرْزُقُكَ دہم تجھے رزق

دیتے ہیں،

شیخ عبدالحق

”اس مسئلہ مختلف فیہ است تفصیلے دارد۔
 مطلق نیست۔ بہ شیب و تجرد ہر دو طریق قرب
 وصول است۔
 یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور تفصیل کا محتاج ہے۔ مطلق
 طلب رزق ممنوع نہیں ہے۔ تعلق اور تجرد دونوں
 طریقوں سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق رحمہ کی عجب حالت تھی۔ شیخ کے سامنے سوء ادب کے خوف سے زیادہ گفت گونہ کرتے
 تھے، اور تعمیل حکم میں کوتاہی کرنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا، لیکن جب تنہا ہوتے اور واپسی کے متعلق سوچتے تو
 دل گھبرانے لگتا۔ فرماتے ہیں۔

”چوں ایں فقیر بہ منزل خودی آمد و تنہا می بود، بخود
 قرار می داد کہ بہ ہندوستان نرود و مطلق ایں
 عزیمت فرم نمود۔
 جب فقیر قیام گاہ پر آتا تھا اور اکیلا ہوتا تھا تو دل میں
 طے کر لیتا تھا کہ ہندوستان نہ جاؤں گا اور واپسی
 کا ارادہ بالکل نسخ کر دیتا تھا۔

اس کے بعد کئی بار بغداد کے سفر کا ذکر آیا۔ شیخ عبد الوہاب متقی نے ہر مرتبہ یہی مشورہ دیا کہ وطن واپس جانا
 چاہیے۔ شیخ دہلوی اس کے لیے کسی طرح راضی نہ تھے۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ بغداد چلے جائیں یا پھر شیخ عبد الوہاب
 ہی کی خدمت میں رہیں۔ ایک دن شیخ نے وطن جانے کے لیے کہا تو عرض کیا کہ حضور کی صحبت سے مجھے روزانہ
 فوائد حاصل ہوتے ہیں، رہنے دیا جائے۔ فرمایا۔

”اکنون فائدہ شمارین است کہ بوطن خود بر وید و
 اہل حقوق را بملاقات خود مسرور سازید، ایں نیز
 عبادت است۔
 اب تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ وطن جاؤ اور جن
 لوگوں کے تم پر حقوق ہیں ان کو اپنے دیدار سے مسرور
 کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔

اس سیم تقاضہ سے مجبور ہو کر شیخ عبدالحق نے ہندوستان کو واپس ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ آخر شعبان
 ۹۹۹ھ میں طائف جا کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مزار کی زیارت کی۔ پھر رمضان کے آخر تک شیخ عبد الوہاب
 کی خدمت میں رہے۔ شوال میں عازم ہندوستان ہو گئے۔
 حجاز سے روانگی کے وقت ان کی حالت یہ ہو گئی کہ:-

”حیرتے در وقت پیش آمد کہ ایں ہمہ خواب و خیالے بود کہ گذشت و چنان نمود کہ یک روز ایں جا اقامت نہ نمودہ بود۔“

لے زاد المتقین (قلمی)

آنکھوں میں آنسو اور دل میں یہ شعر لیے ۵

حیث در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

وہ اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے جہاں تین سال قبل وہ ایک نہایت ہی والہانہ انداز میں داخل ہوئے تھے اور جہاں اُن کو وہ دولت ملی تھی جس پر دنیا کی تمام دولتیں نثار کی جاسکتی تھیں۔ صحیح مذہبی وجدان، بلند فکری نظر، احساس فرائض اور دل دردمند۔

شیخ عبدالوہاب نے رخصت کرتے وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک پیراہن مبارک عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ:

”بیکار نباشید۔ و از پنجانب امداد انوار ان شاء اللہ متوالی خواهد بود“

شیخ عبدالحق ابھی جدہ ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک ایسا ”خریطہ“ بھیجا جس کو انہوں نے عرصہ تک استعمال کیا تھا۔

شیخ محدث کے روحانی مرشد

شیخ محدث دہلوی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور جس فضا میں پرورش پائی اس پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ اس ماحول سے متاثر نہ ہوتے۔ چنانچہ بچپن ہی سے اُن میں عبادت و ریاضت کی لگن پیدا ہو گئی۔ ابتدائی زمانہ میں جس طرح وہ عبادت کرتے تھے، اس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ ان کا یہ مذہبی جذبہ عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تصوف کا رنگ پوری طرح اُن پر چڑھ گیا۔ نظام الدین احمد بخشی نے لکھا ہے۔

”امروز در دہلی است در لباس صوفیہ
آج کل دہلی میں ہیں اور صوفیہ کے طرز زندگی
گزارتے ہیں۔“

۵ خانی خاں نے لکھا ہے: ”در صلاح و تقویٰ کہ لازمہ علم با عمل است ممتاز بودہ، در ادائے فرض و تن تادوم واپس دقیقہ فرو گذاشت نمود۔“ ص ۲۴۔

۵ طبقات اکبری۔ جلد دوم ص ۴۶۶

لما عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں :-

”در تصوف رتبہ بلند دارد“ ۱۵

تصوف میں بلند رتبہ رکھتے ہیں۔

بلکہ ملا صاحب کا خیال تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے درس و تدریس میں مشغولیت اس لیے رکھی تھی کہ لوگ ان کو علوم ظاہری کا فاضل سمجھ کر باطنی تعلیم کے لیے پریشان نہ کریں۔ لکھتے ہیں :-

”ستر حال خویش با افادہ و استفادہ علوم رسمیه علوم رسمیه کے درس و تدریس کو انہوں نے اخفاء

فی کند“ ۱۶

حال کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

والد ماجد سے بیعت

شیخ عبدالحق نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد مولانا سیف الدین سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ رسالہ وصیت میں لکھتے ہیں :-

”والدم را بر من حق پدری و استادی و دوستی و پیری میرے والد ماجد کے مجھ پر پدری، استادی، دوستی

جمع است“

اور پیری کے حق جمع ہیں۔

شیخ سیف الدین کا یہ حال تھا کہ پوروں اپنے نو عمر فرزند کو آغوش میں لیے بیٹھے رہتے تھے اور اس کے سینہ کو علوم باطنی سے معمور کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ شیخ عبدالحق نے ”مکتب عشق“ کا پہلا درس اپنے باپ ہی سے لیا تھا۔ اس کے بعد باپ نے حکم دیا کہ سید موسیٰ گیلانی کے حلقہ مریدین میں شامل ہو جاؤ سعادتمند فرزند نے اس حکم کی تعمیل بھی بسر و چشم کی فرماتے ہیں۔

”بامرید مرید حضرت سیدی سیدی کلیم اللہی الشیخ والد ماجد کے حکم سے میں نے حضرت سجدندی

موسیٰ گیلانی ام“ ۱۷

شیخ موسیٰ گیلانی سے بیعت کی۔

شیخ محدث ۶ شوال ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) کو حضرت سید موسیٰ گیلانی کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے شیخ نے ان پر خاص توجہ فرمائی اور ان کو خلافت سے بھی نوازا۔ خود فرماتے ہیں۔

”غایت محبت بمن داشت، و مرا بقرزندگی قبول کرد، و تلقین نمود و خلافت داد“ ۱۸

۱۵ منتخب التواریخ جلد سوم ص ۱۱۳

۱۶ رسالہ وصیت (قلمی)

۱۷ منتخب التواریخ جلد سوم ص ۱۱۳

۱۸ وصیت نامہ (قلمی)

شیخ عبدالوہاب متقی سے ارادت

مکہ معظمہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقی سے بھی بیعت کی تھی۔ فرماتے ہیں: ”بعد شرف یابی از سید موسیٰ گیلانی بہ مکہ رنتم و بہ خدمت شیخ ولی اجل اعز و اکرم قطب الوقت عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ مشرف شدم۔ دسے نیز مراقبول کرد۔۔۔۔۔ و علم ظاہر و باطن تربیت فرمود۔ دوسے در انتساب قادری و در سلوک و ارشاد شاذلی و از سلسلہ مدینہ و چشتیہ کہ از راہ بالا بجناب ولایت مآب شیخ مودود چشتی می رسد نیز خلافت داشت مرا نیز بخلافت ایں سلاسل مشرف گردید۔“

حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں

رسالہ وصیت میں شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔

چوں بہ ہندوستان آمد صحت افتاد مرا با خواجہ
محمد باقی نقشبندی مدتے مشق نسبت خواجگان
کردہ طریقہ ذکر، مراقبہ، رابطہ و حضور و یادداشت
حاصل نمودہ۔“

جب ہندوستان واپس آیا تو خواجہ محمد باقی نقشبندی کی
خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ عرصہ تک طریقہ خواجگان
کی مشق کی اور ذکر، مراقبہ، رابطہ حضور اور یادداشت
کی تعلیم حاصل کی۔

محمد صادق ہمدانی نے کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ شیخ محدث نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے روحانی اشارے پر حضرت خواجہ باقی باللہ کے دست حق پر بیعت کی تھی اگر سولہویں صدی کے آخر اور سترہویں صدی کے شروع کی مذہبی اور روحانی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی ذات گرامی احیاء سنت اور امانت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع و مخرج تھی۔ ان کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک ایک حرف ان کی مجددانہ مساعی، بلند می فکر و نظر کا شاہد ہے۔ شیخ عبدالحق نے جب احیاء علوم الدین کا بیڑا اٹھایا تو حضرت باقی باللہ کا آفتاب ارشاد نصف النہار پر تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ ان سے کسب فیض نہ کرتے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

۱۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ ”گلزار ابرار ص ۲۶۵“

۲۔ ان اصطلاحات کی وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو۔ ”نفاذ العلیل ترجمہ القول الجمیل از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۶-۷۔“

ہمارے شہر میں اس نسبت (نقشبندیہ) کے داعی اور
مرشد شیخ العارف الکامل سر الشیخ الاعظم ونور الائم سیدنا و
مولانا خواجہ محمد باقی قدس سرہ تھے۔ وہ اس
طریقہ میں ہمارے مشائخ میں ہیں۔ الشدان کو
جزائے خیر دے۔

وكان الداعي اليها والمرشد للطالبين في
بلدنا هذا الشيخ العارف الكامل سر
الله الاعظم ونور الائم سيدنا ومولانا خواجه
محمد الباقي قدس سره الاصفى وهو من مشائخنا
في هذا الطريق جزاه الله منا خيرا۔ ۱۵

شیخ محدث رحمہ اللہ اپنے مرشد کا جواب و احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس عبارت سے لگایا جا
سکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”نقل اس چند کلمہ اتفاق افتاد، ہر بار کہ می خواست کہ بجانب ایشان عرضہ بنویسد و چیزے ازیں سخناں کہ بنظر
درآمدہ نقل نماید، حیاء و حجاب مانع می آمد و نا محرمیت و نا اہلیت خود منظور می افتاد تا دریں مرتبہ کہ قلم تقدیرے
بے سابقہ تامل و تدبیر جریان یافت و کلمہ چند بظہور آمد معذور خواہند داشت۔“ ۱۶

خواجہ باقی باللہ نے ایک مرتبہ ان کو خط میں کچھ راز کی باتیں بتائیں شیخ محدث رحمہ اللہ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ
پھولے نہ سماتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کس طرح..... اس حقیر را بایں سخن..... مخاطب ساختہ۔“ ۱۷
حضرت خواجہ صاحب کو بھی ان سے بڑی محبت اور خصوصیت تھی۔ ان کے خطوط کو نہایت ذوق و شوق
سے پڑھتے تھے۔ ملفوظات باقیہ کی یہ عبارت اس سلسلہ میں دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق
کا عنایت نامہ جو حقیقت میں حقائق آمیز مضامین اور
فصائح آمیز کلمات کا نسخہ سعادت بلکہ اس کا عنوان تھا
پنچا خط کی پشت پر چند کلمے حضور کے قلم سے
لکھے ہوئے نظر پڑے۔ ایک ایسی حالت اور وجد طاری ہوا
کہ کاغذ اور قلم کے حوصلہ سے خارج ہے۔ اس ذوق کا
نمونہ مجلاً اس مصرعہ میں پایا جاتا ہے۔

”روزے عنایت نامہ بندگان حضرت مخدومی حاجی
شیخ عبدالحق کہ با مضامین حقائق آمیز و کلمات فصیح انگیز
نسخہ سعادت را عنوانے بود، رسید، بنظر آں
مکتوب کلمہ چند از آثار کلک بدائع نگار حضرت
ایشان بنظر تعطش اثر در آمد و حالتے بختید کہ از
حوصلہ کاغذ و قلم بیرون است مجملے از ذوق آں عین
مصرعہ یافتہ می شود۔“

یعنی میں نے اپنا منہ اسکے منہ پر رکھا اور اپنے آپ سے بے آپ ہو گیا۔

نہادم روئے بر روئے وے و از خویش تن رفتم۔

وَأَلْ كَلِمَاتٍ حَقَائِقُ آيَاتٍ اِیْسَ اِسْت -

اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ -

ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہ زندگانِ مخدومی مندرج است
زیادہ چہ نویسم بارے فرصت و قوت بلکہ وقت و نفس
را غنیمت شمرہ بمقتضائے آن زندگانی میباید کرد،
دریغ کہ ایں عاجز گرفتار را قوت کار نماندہ و گر نہ بتوفیق
اللہ دریں دوروزہ عمر دیوانہ دار ماتم بازماندگی خود
میداشت و زندگانی ندائے ایں راہ می کرد حق تعالی
دریں افتادگی نیز دروے و آشوبے کرامت فرماید
کہ کار و جہاں خود را در قبضہ اقتدار او نہادہ از
مجموع گرفتار ہیا فراغے بیایم۔ آمین یا رب العالمین
امید از آن برادر آںست کہ روئے بر خاک نہد و
از برائے حصول ایں آرزوئے فقیر از خدا بخواہد کہ
دَعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَسْرَعُ
اجابۂ آمدہ است۔ والدعاء ۱۷

حضور نے جو کلمات حقائق آمیز لکھے تھے وہ یہ ہیں :-

اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے کہ اُن کو کفر کی
تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے۔
جو کچھ لکھا تھا بندگانِ مخدومی کے خط میں لکھا گیا زیادہ
کیا لکھوں یہاں اتنا لکھتا ہوں کہ فرصت اور قوت بلکہ وقت
اور نفس کو غنیمت شمار کر کے اس کے مناسب زندگی کرنی
چاہیے۔ افسوس کہ اس عاجز گرفتار کو قوت کسی کام کی نہیں
رہی و گر نہ خداوندی توفیق سے اس دوران کی عمر میں
دیوانوں کی طرح اپنی عاجزی اور سستی کا ماتم کرتا اور اپنی
زندگی کو اس راہ میں قربان کر دیتا لیکن دعا ہے کہ خدا تعالیٰ
اس عاجزی میں بھی ایسا دروہ اور آشوب عنایت فرمائے کہ
میں اپنے دین و دنیا کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار
میں سوئپ کر تمام گرفتاریوں سے فراغت پا جاؤں۔ آمین
یا رب العالمین۔ امید ہے کہ تم ہمیشہ خاکِ مذلت پر عاجزی کا
منہ رکھ کر فقیر کی اس آرزو پر کامیاب ہونے کی خدا سے
دعا مانگتے رہو گے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ غائب کی
دعا غائب کے لیے بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ والدعاء۔

سلسلہ قادریہ سے خصوصی تعلق :

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو مندرجہ ذیل سلاسل کی خدمت ملی تھی۔

(۱) قادریہ

(۲) چشتیہ

(۳) شاذلیہ

(۴) مدنیہ

(۵) نقشبندیہ

۱۷ کلمات طیبات - ص ۵۴ - ۵۵ -

لیکن ان کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ اُن کی عقیدت و ارادت کا مرکز حضرت غوث اعظم شیخ
 محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ بعض وقتی ضروریات اور ماحول کے اثرات کی بنا پر دوسرے
 خاندانوں کے بزرگوں سے استفادہ کرنے مجبور ہو گئے تھے لیکن ان کا دل و دماغ کارِ ریشہ ریشہ شیخ جیلانی کے
 عشق میں گرفتار تھا۔ زبدۃ الآثار منتخب بجمۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ خواب میں حضرت غوث الاعظم نے رسول مقبول
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر مرید کیا تھا اور بیعت ہونے کے بعد حضور سرور کائنات نے ہر زبان فارسی بشارت
 دی تھی کہ۔ ”بزرگ خواہی شد“ ۱۷

اپنی تصانیف میں جس طرح انہوں نے شیخ جیلانی کا ذکر کیا ہے وہ ان کے جذباتِ عقیدت کا آئینہ دار ہے
 شیخ کا نام آتے ہی اُن پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور ان کا علم فرطِ مسرت اور جوشِ عقیدت میں وجد کرنے
 لگتا ہے۔ اخبار الاخبار میں انہوں نے صرف ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے، لیکن عقیدت کی بنا پر
 حضرت شیخ جیلانی کے تذکرہ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ ایک مکتوب میں اپنے فرزند شیخ نور الحق کو لکھتے ہیں۔

”مرجع دما دئے مافقیراں ہمہ جناب سید کائنات و خلاصہ موجودات است علیہ افضل الصلوات و اکمل التیمات

بوسیلہ حضرت پیروستگیر غریب نواز شکستہ پر در غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ“ ۱۸

شیخ محدث اپنے نام کے ساتھ بھی صرف قادریہ سلسلہ سے ہی اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں۔

”عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی وطننا، البخاری اصلاً، الترقی، نسباً الحنفی مذہباً، الصوفی مشرباً،

القادری طریقۃ“ ۱۹

وصال

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتابِ علم جس نے چورانوے سال تک فضاے ہند کو اپنی صوفشانی
 سے منور رکھا تھا، غروب ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

۱۷ المکاتیب والرسائل ۲۹۸

۱۸ زبدۃ الآثار (قلمی نسخہ)

۱۹

۲۰ خانی خاں نے غلط لکھا ہے کہ ”زیادہ از صد سال مرحلہ عمر طے نموده“ ص ۲۴

وصیت نامہ میں لکھا تھا۔

”دعا و تمنائے فقیر از درگاہ الہی است۔“

اگر ایں دعا قبول افتاد ہیچ حاجت بوصیت نیست، اگر درینجا اہل رسید بالائے حوض شمس کہ جائے پاکی و مغفوراں است دفن کنند۔“

چنانچہ ان کے جد خاکی کو حوض شمس کے کنارے ہی سپرد خاک کیا گیا۔ وصیت نامہ میں قبر کے متعلق یہ ہدایات تھیں۔

”قبر وسیع بکنند۔ تجاوز از حد اعتدال و درون قبر گنج نکند۔ و دیوار ہائے او بخت خام بر آرد و بدیوار بالیں طاق بسازند و شجرہ پیراں در آن نہند۔“

اس کے بعد لکھا تھا کہ شیخ سیف الدین رحمہ کے کفن پر جو عبارت لکھی گئی تھی وہ قبر پر علی حروف میں لکھ دی جائے اور

اگر مصلحت داند لوحے قائم کنند کہ دروے تاریخ ولادت و فوت یا بر خے از احوال تحصیل و سفر و اوقات آنرا باختصار نوشتہ بکنند۔“

وصیت کے مطابق نور الحق نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار پر یہ کتبہ نصب کرایا۔

”بجملہ از احوال کرامت منوال ایں شیخ وقت مقتدلے زمان صاحب المفاتر ابوالمجد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ آنکہ از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کمر بستہ نزدیک باوان بلوغ اکثر علوم دین تحصیل کرد و در سن سبت و دوسالگی از ہمبر آں فارغ شدہ و کلام مجید از برگزینہ بر مسند افتادہ نشست۔ وہم در عنوان جوانی جاذبہ الہی در رسید بیکبار دل از یار و دیار برکنندہ متوجہ حرمین محترمین گشت۔ مدتے مدید بآں مقامات شریفہ اقامت در زیدہ باقطاب زماں و اولیائے کبار صحبتہا داشتہ بود اعارجہ و رخصت ارشاد طالبان اختصاص یافت۔ و علاوہ آں تکمیل فن حدیث نمودہ بابرکات فراواں بوطن مالوف مراجعت فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بحبیبیت ظاہر و باطن مکن یافتہ تکمیل فرزندان و طالبان بجا آورد۔ و بنشر علوم سیماء علم شریف حدیث پر داخستہ بنہجیکہ در دیار عجم اہل را از علمائے متقدمین و متاخرین دست ندادہ است۔ ممتاز و مستثنی اگر دید۔ و در فنون علمینہ خاصۃ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔ چنانکہ علمائے زماں اعتنا بآں در زیدہ دستور العمل خود دارند۔ و اہل دانش از خواص و علوم بجاں خریداری می نمایند۔ تصانیف ایں فیاض والا گہ از صغیر و کبیر بعد مجلد و بحسب شمار ایات بیاض صد ہزار

رسید است۔

در محرم ۱۰۵۸ھ میں فوراً تم پر تو ظہور بعالم غفری وارد۔ و در ۱۰۵۲ھ تمام آگہی و کشادہ پیشانی بعالم قدس نر امید۔

تاریخ ولادت شیخ اولیا (۹۵۸ھ) و تاریخ رحلت فخر عالم است " (۱۰۵۲ھ)

روح مزار کی یہ عبارت اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ بہت سے مصنفین نے شیخ محدث کے حالات میں صرف اسی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ مولوی انوار الحق نے اس عبارت کو کتاب المکاتیب و الرسائل کے ساتھ طبع کر دیا ہے۔
مرآة الحقائق میں مقبرہ کے متعلق لکھا ہے۔

ایسا سنا ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار عہد شاہجہاں نے حضرت کی حیات میں کنارہ حوض شمسی پر بنوایا تھا۔ نواب مدوح کو حضرت سے عقیدت مفراط تھی۔ معمار یا مہتمم نے حضرت شیخ سے جب اطلاع کی کہ حضرت مقبرہ تیار ہے۔ فرمایا کہ ہم بھی تیار ہیں۔ " ۱۰

سر سید نے آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ یہ مقبرہ وفات کے بعد تیار ہوا۔ میرے خیال میں سر سید کی رائے صحیح ہے۔ مہابت خاں کا انتقال شیخ محدث کے وصال سے آٹھ سال قبل ہو گیا تھا۔

شیخ محدث کا مکان مدرسہ اور کتب خانہ

دہلی دروازہ سے آگے، باغ مہدیاں کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مکان، خانقاہ اور مسجد واقع تھی، خانقاہ کی طرف خود انہوں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اس طرح اشارہ کیا ہے:-

تَعْرِفِي الْخَانَقَاهُ الْقَادِرِي وَ هَذَا الْفَقِيرُ يَخْدُمُهُ وَيَكْنُسُهُ وَيُوقِدُ سِرَاجَهُ كَانَتْ
تَعْرِفِي مَجْلِسٍ وَاحِدًا -

(یہ کتاب خانقاہ قادریہ میں ختم ہوئی جس کی خدمت یہ فقیر کرتا ہے اور اس میں جھاڑو دیتا ہے اور وہاں کا چراغ روشن کرتا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب ایک جلسہ میں تمام ہوئی)۔

شیخ کی خانقاہ کا کچھ حصہ انیسویں صدی کے آخر تک موجود تھا۔ منشی برکت علی حقی مصنف مرآة الحقائق نے اس کی زیارت کی تھی۔ مسجد کی اس زمانہ میں مرمت کرائی گئی تھی۔

شیخ محدث کے مکانات کی زمین کی پیمائش ان کے خاندان کے لوگوں نے کرائی تھی۔ کل رقبہ چھ بیگہ اور چند

۱۰ مرآة الحقائق - ص ۹۲

بسوہ تھا شیخ کے خاندان کے لوگ ہی اس پر قابض تھے۔

شیخ محدث نے جس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور جس کی نسبت اخبار الاخبار میں لکھا ہے :-

”ہر روز باوجود غلبہ برودت ہوائے زمستان و شدت حرارت تابستان دوبارہ مدرسہ دہلی کہ از منزل بابل و میل
داشتہ باشند، میل میگردیم و مدتے بیشتر از وقت صبح بمدرسہ می رسیدیم و در سایہ چراغ جزومی کشیدیم“
پرنے قلعہ کے قریب واقع تھا۔ مراۃ الحقائق میں اس کے متعلق لکھا ہے :-

”یہ مدرسہ بجاہت پختہ دو منزلہ مع مسجد مقابل قلعہ کہنہ لب سڑک دہلی واقع ہے یعنی دروازہ قلعہ کا بجانب
غرب ہے اور اس مدرسہ کا سمت شرق ہے۔ یہ مکان مدرسہ اب تک اپنی ہیئت پر بدستور قائم ہے سامنے
دروازہ سے مسجد اس کی نظر آتی ہے اور گرد و صحن کے ہر چہار طرف مکانات بنے ہوئے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تر
پتہ یہ ہے کہ سمت دکھن جو دیوار مکانات بالائی کی ہے، اس میں چند دروازے باہر کی طرف ہیں کہ منجملہ ان کے کوئی
دروازہ پتھر اور چوڑے سے مسدود شدہ ہے اور کوئی بدستور کشادہ ہے کہ یہ ہیئت پول سے جانے والوں کو
دور سے دکھائی دیتی ہے اور جانب شمال متصل اس مدرسہ کے ایک ایسا ہی مکان عظیم الشان اسی زمانہ کا بنا ہوا
ہے اور اس کے دروازہ صدر پر سنگِ مرخ لگا ہوا ہے“ ۱۰

ایک ایسے دور میں جبکہ کتب خانے وجود میں نہیں آئے تھے۔ ہر تصنیفی کام کرنے والے کے لیے ناگزیر تھا کہ
وہ ایک ذاتی کتب خانہ جمع کرے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر
کر دیا۔ اس نصف صدی میں انہوں نے عرب و عجم کے علمی نوا اور اپنے کتب خانہ میں سمیٹ لیے تھے انکی تصانیف
سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فن پر ان کے پاس معیاری کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ شرح سفر السعادت لکھنے بیٹھے تو حدیث
تفسیر و فقہ کی کتابوں کا ڈھیر سامنے تھا۔ اخبار الاخبار مرتب کرنے لگے تو اسلامی ہند کا سارا مذہبی طرزِ فکر پیش نظر تھا۔
حجاز میں قیام کے دوران میں انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح ان کا کتب خانہ ہندوستان
کے نہایت ہی بیش قیمت علمی ذخیروں میں تھا۔ شیخ محدث کا یہ کتب خانہ ان کے وصال کے بعد عرصہ تک صحیح حالت
میں رہا۔ ان کے فرزند شیخ نورالحق اور پھر ان کی اولاد علمی ذوق رکھتی تھی۔ اس طرح اس کتب خانہ کی نگرانی اور نگہداشت
ہوتی رہی اٹھارہویں صدی میں جب دہلی کی سیاسی فضا بدلی اور مرہٹوں، سکھوں اور جاٹوں نے مسلسل ہنگامہ آرائی پر

کمر باندھ لی تو معنوی دولت کے یہ خزانے بھی دست برد نہ مانے سے محفوظ نہ رہ سکے شیخ محدث کی روح ان ہنگاموں کو دیکھ رہی تھی اور جس کتب خانہ کو نصف صدی کی ہجر سوزی کے بعد جمع کیا تھا اس کی تباہی کو دیکھ کر بے اختیار زبان حال سے کہہ رہی تھی :-

اس دور میں ہر اک تیر چرخ کمن مٹا
اوروں کا زلٹا مرانقت سخن مٹا

شیخ نور الحق کے پوتے شیخ الاسلام شرح بخاری کی دوسری جلد کے خاتمہ پر شیخ محدث کے کتب خانہ کی بربادی کا حال اس طرح لکھتے ہیں :-

”تمام شد..... در ہنگام تشتت بال و پریشانی حال از سبب وفات خانہ در حملہ شہر کمنہ دہلی کہ باستیلاء کفار عتاة باتفاق طغاة و لمغاة واقع شد و ذہاب کتب خانہ قدیمہ و جدیدہ کہ بسیار ازاں دریں دیار کمیاب بود و بعضے ازاں بہ تصحیح و تحشیہ و تدریس شیخ المحدثین شیخ اجل محقق دہلوی بود رحمۃ اللہ علیہ..... نماذ و خانہ مگر چند کتب در گوشائے شکستہ افتادہ“

تصانیف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے چھ اٹھ سو سال کی عمر پائی۔ اس عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوا۔ جس جوش و خروش سے انہوں نے جوانی میں کام شروع کیا تھا۔ اسی جذبے اور محنت کے ساتھ آخر عمر تک انجام دیتے رہے عبد الحمید لاہوری کا بیان ہے :-

”با آنکہ عقود زندگیش تبسین پیوستہ است از سلامت قومی بالانواع طاعات و ریاضات و تعلیم و تالیف و

تصحیح بیاں ایام شباب می پردازد“ ۱۷

ان کی تصانیف کی تعداد عبد الحمید لاہوری، محمد صالح کنبوہ اور خانی خان نے سو یا سو سے کچھ زیادہ بتائی ہے۔ اس

۱۷ بادشاہ نامہ حصہ دوم۔ ص ۲۴۱-۲۴۲۔

۱۸ اور فنون دانش یک ضد و کسری، تصانیف مختصر و مطولہ دارد۔ بادشاہ نامہ

۱۹ ایک صد و چند کتاب از تصانیف مختصر و مطولہ بر مغلہ روزگار گذاشتہ۔ شاہجہان نامہ جلد ۳ ص ۲۸۴

۲۰ صد کتاب از ہمہ علوم، عقلی و نقلی تالیف فرمودہ ”منتخب اللباب جلد ۱ ص ۲۴۰

اندازہ میں مورخین نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے وہ مضامین و رسائل بھی علیحدہ کتاب تصور کر لیے ہیں جو حقیقت میں ایک ہی کتاب کا جزو ہیں۔

شیخ محدث نے اپنی تصانیف کی فہرست خود ایک رسالہ میں جس کا نام تالیف قلب الالیف بذکر فہرست التوالیف ہے، دی ہے۔ یہ فہرست جس وقت مرتب کی گئی تھی۔ اس وقت تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ اسی فہرست کے اختتام پر فرماتے ہیں۔

”ہنوز سلسلہ سخن دراز است و در فیض الہی باز۔ تا بجا رسد و بجا رسد“

اس فہرست میں ۴۹ کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان میں ایک کتاب یعنی المکاتیب و الرسائل میں ۲۸ رسائل شامل ہیں۔ اگر اس میں سے ہر رسالہ کو الگ تصنیف مانا جائے (جیسا کہ عبد الحمید لاہوری اور محمد صالح کینوہ نے کیا ہے) تو تصانیف کی تعداد ۱۱۶ ہو جاتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان رسائل کو ایک ہی کتاب سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ خود شیخ نے بھی ہدایت فرمائی ہے۔

”ایں ہمہ را یک صحیفہ سازند و در یک جلد شیرازہ بہ بندو“

فہرست التوالیف کو مرتب کرنے کے بعد شیخ محدث نے گیارہ کتابیں اور تصنیف فرمائی تھیں۔ اس طرح ان کی کل تصانیف کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے۔ ان تصانیف کے موضوع مختلف ہیں، لیکن مقصد ایک ہے۔ مصلحت دیدن آئست کہ یا راں ہمہ کار بگذارند و سر طرہ یارے گیرند

جیسا کہ خود انہوں نے کتاب الرسائل میں کہل ہے وہ اس بات پر مامور تھے کہ سوائے سنت و شریعت کے کسی موضوع پر گفت گو نہ کریں، چنانچہ ان کی تمام ادبی کاوشوں کا مرکز و محور شریعت و سنت ہی ہے۔ شیخ محدث کی تصانیف فن و موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے ماتحت آتی ہیں۔

- | | | |
|-----------------|------------|------------------|
| (۱) تفسیر | (۲) تجوید | (۳) حدیث |
| (۴) عقائد | (۵) فقہ | (۶) تصوف |
| (۷) اخلاق | (۸) اعمال | (۹) فلسفہ و منطق |
| (۱۰) تاریخ | (۱۱) سیر | (۱۲) نحو |
| (۱۳) ذاتی حالات | (۱۴) خطبات | (۱۵) مکاتیب |

جب اس چنیر پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف النوع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے تو شیخ محدث کے علمی تجربہ کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر ایک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کب می نگری انجمنے ساختہ اند

حدیث

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی خدمات کا خاص پہلو علم الحدیث کی ترویج و اشاعت سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں اُن کی بیش بہا خدمات پر پھر کسی وقت بحث کی جائے گی۔ یہاں صرف ان تصانیف کا ذکر مقصود ہے حدیث اور علم حدیث پر شیخ محدث کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں:-

- ۱۔ اشعة اللمعات فی شرح مشکوٰۃ -
- ۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح -
- ۳۔ ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والسلاطین -
- ۴۔ جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ -
- ۵۔ جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین -
- ۶۔ رسالہ اقسام الحدیث -
- ۷۔ رسالہ شب بکرات -
- ۸۔ ماثبت بالسنة فی ایام الستة -
- ۹۔ الاکمال فی اسماء الرجال -
- ۱۰۔ شرح سفر السعادت -
- ۱۱۔ اسماء الرجال والروايات المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ -
- ۱۲۔ تحقیق الاشارة فی تسمیة البشارة -
- ۱۳۔ ترجمہ مکتوب النبی الاہل فی تغریة ولدا معاذ بن جبل -

اشعة المعانی فی شرح مشکوٰۃ

فارسی زبان میں مشکوٰۃ کی نہایت جامع اور مکمل شرح ہے۔ شیخ محدث نے یہ عظیم الشان کام ۱۹۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں دہلی میں شروع کیا تھا۔ ۱۹۲۵ء مطابق ۱۹۶۲ء میں چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا۔ کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:-

قال مؤلف الكتاب شكر الله سعيه واتو عليه نعمة وقع الفراغ من جمع الاحاديث النبوية صلى الله عليه وآله وسلم اخر يوم الجمعة من رمضان عند روية هلال شوال، سنة سبع وثلاثين وسبع مائة بحمد الله وحسن توفيقه۔

مشکوٰۃ کی شرح لکھنے کا خیال جن حالات میں پیدا ہوا اس کے متعلق خود فرماتے ہیں۔
بعد از رجوع از حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً و تعظيماً و حصول اجازت روایت حدیث از مشائخ آل دیار شریف چوں توفیق و تائید الہی تعالیٰ و شگیری کرد و در خدمت ایں علم شریف در مقام استقامت بنشاندخواست کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح را کہ دریں روزگار بہت تداول و اشتہار موسوم است شرح کند و از فوائد آنچہ کہ در کتب قوم دیدہ از مشائخ وقت شنیدہ یا بنحاطر فاتر وے رسیدہ بطالبان برساند۔ ۱۵
اشعة المعانی کی تکمیل میں حضرت شاہ ابوالمعالی کے تقاضوں اور دعاؤں کو بھی بڑا دخل تھا۔ ایک مرتبہ شیخ محدث لاہور تشریف لے گئے تو فرمایا۔

”شرح مشکوٰۃ را تمام کنید۔ ان شاء اللہ کتاب بے شود کہ اہل عالم ہمہ ازان مستفید شوند۔“ ۱۶
شاہ صاحب نے ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ شرح میں موقع کی مناسبت سے جگہ جگہ اشعار بھی لکھے جائیں جیسا کہ ملا حسین نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ شیخ محدث نے عرض کیا کہ دوسروں کے اشعار ان کو یاد نہیں ہیں۔ فرمایا۔
”شمار حاجت بتیہائے مروجہ نیست۔ آنچہ شمار ابا یزید شمار اند، شمار ادب ہیچ چیز بہ ہیچ کس احتیاج نخواہد بود ہمہ چیز حاصل است، ان شاء اللہ تعالیٰ۔“ ۱۷

۱۵ اس عبارت میں کتاب کی تکمیل کا سنہ ۲۴، درج ہے جو ظاہر ہے کسی طرح درست نہیں۔ پس یہ طباعت کی کھلی ہوئی غلطی ہے۔ ”صحیح“
۱۶ اشعة المعانی۔ جلد چہارم۔ ص ۶۳

۱۷ کتاب المکاتیب والرسائل ص ۳۰۶ - ۳۰۷

اشعة اللغات، چار جلدوں پر مشتمل ہے اور مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے۔ ان چار جلدوں میں مضامین کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی جلد میں علم حدیث و محدثین پر انتالیس صفحات کا ایک مقدمہ ہے جس میں علم حدیث اور اقسام حدیث پر نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے اور امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام حنبل، امام ابو داؤد سجستانی، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، سیفی، زرین، نووی، ابن جوزی کے حالات مختصراً لکھے گئے ہیں۔ اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔ ۱۔
اس مقدمہ کے علاوہ پہلی جلد میں مشکوٰۃ کی مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کا ترجمہ ہے :-

- | | | |
|-----------------|-----------------|-----------------|
| ۱۔ کتاب الایمان | ۲۔ کتاب العلم | ۳۔ کتاب الطہارت |
| ۴۔ کتاب الصلوٰۃ | ۵۔ کتاب الجنائز | |

دوسری جلد میں چھ کتابیں ہیں :-

- | | | |
|-----------------|---------------------------|----------------------|
| ۱۔ کتاب الزکوٰۃ | ۲۔ کتاب الصوم | ۳۔ کتاب فضائل القرآن |
| ۴۔ کتاب الدعوات | ۵۔ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ | ۶۔ کتاب المناسک |

تیسری جلد میں مندرجہ ذیل نو کتابیں ہیں :-

- | | | |
|------------------------|----------------|------------------------|
| ۱۔ کتاب البیوع | ۲۔ کتاب العتق | ۳۔ کتاب الحدود |
| ۴۔ کتاب الامارت والقضا | ۵۔ کتاب الجہاد | ۶۔ کتاب الصيد والذبايح |
| ۷۔ کتاب الاطعمہ | ۸۔ کتاب اللباس | ۹۔ کتاب الطب والرقي |

چوتھی جلد میں دو کتابیں ہیں :-

- | | |
|----------------|---------------|
| ۱۔ کتاب الآداب | ۲۔ کتاب القتن |
|----------------|---------------|

چاروں جلدیں ۲۶۵۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے مشکوٰۃ کی شرح کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے۔

اشعة اللغات کے قلمی نسخے حبیب گنج (علی گڑھ)۔ اسلامیہ کالج پشاور۔ ایٹیاہک سوسائٹی

۱۳۰۵ھ میں مطبع اعظم جون پور سے شائع ہوا۔

۱۔ "مقالات شروانی" ص ۲۴۵ - ۲۴۷ - نیز رسالہ "معارف" اکتوبر ۱۹۲۳ء ص ۲۷۷ -

۲۔ نمبر ۲۱۵ -

کلکتہ، برٹش میوزیم، ہانکی پور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان سب نسخوں میں حبیب گنج کا نسخہ سب سے زیادہ قدیم اور قابل قدر ہے۔ اس کے خاتمہ پر مصنف کے دست مبارک کی یہ عبارت ہے:-

”تمام شد تسوید ایں کتاب عشیہ یوم الاربعاء بیست و چہارم ربیع الآخر سنہ ہزار و بیست و پنج از ہجرت
سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین و بود ابتداء تالیف سیزدہم ذی الحج سنہ
یک ہزار و نوزدہ و بہ تحقیق درآمد در میان مشاغل دیگر از تالیفات دیگر کہ مجموع سہ سال و کسرے باشد و تمام شد
در خانقاہ قادریہ در وہلی کہ ایں بندہ خدمت میکند اور اوجاروب (می کشد) می افروز و چراغ آن را و بود ابتداء
ختم در یک مکان گویا در مجلس واحد تمام شد مقصود بیان توفیق الہی ست سبحانہ و اعطائے دے استقامت
مراد تخصیص دے تعالیٰ بندہ مسکین را سلامت و عافیت و الحمد للہ۔ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً حررت بذہ الاسطر
علی ید مولفہ الفقیر الحقیر عبد الحق بن سیف الدین القادری الدہلوی البخاری۔ منوہ یوم الجمعہ ۱۲۹۹ سنہ الف و تسع و
اربعین و آخر دعوائی ان الحمد للہ رب العالمین۔“

اس عبارت کی تحریر کے وقت شیخ محدث کاسن شریف اکیانوے برس کا تھا مگر بقول نواب حبیب الرحمن
خال صاحب مرحوم ”خط میں ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا بال برابر اثر نہیں ہے“ خاتمہ کتاب پر لکھا ہے۔
”ترجمہ مشکوٰۃ شریف تصنیف حضرت شیخ عبد الحق قدس سرہ کہ در خاتمہ کتاب دستخط حضرت شیخ درج است
بہ ہدیہ یک ہزار و دو صد روپیہ گرفته۔“

۵۵ نمبر ۱۱۹۳-۱۱۹۴ -

۵۶ بحان الشریکیشن ۲۹۴، ۲ و ۲۹۴، ۲ و ۲۹۴، ۲ شیفۃ کلکیشن ۱۸ -

اسی زمانہ میں شرح فتوح الغیب اور دیگر رسائل کی تکمیل ہوئی۔

۵۷ مقالات شروانی ص ۲۴۶

یہ عبارت بھی کافی قدیم ہے۔ اس سے اس زمانہ میں شیخ محدث کی تصانیف کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حبیب گنج کے نسخہ کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی اور اسلامیہ کالج کے نسخے بہت قابل قدر ہیں۔ دونوں کا سنہ کتابت ۱۰۹۵ھ ہے یعنی مصنف کے تینتالیس سال بعد۔

لَمَعَاتُ التَّنْقِيحِ فِي شَرْحِ مُشْكَوَاتِ الْمَصَالِحِ

عربی زبان میں مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ فہرست التوالیف میں شیخ محدث نے سرفہرست اسی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ محدث جب اشعۃ اللمعات کی تصنیف میں مصروف تھے تو بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب نہ سمجھا۔ فارسی عوام کی زبان بھٹی۔ بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا مصلحت کے خلاف تھا لہذا جواباتیں فارسی میں قلم انداز کر دی تھیں وہ عربی میں بیان کریں۔ فرماتے ہیں:-

”در آشنائے مطالعہ آن سخناں روئے نمود کہ درج آن در شرح فارسی مناسب نباشد و از دست دادن آن سخناں رانیز گنجائش ندید۔ پس در شرح آن بلسان نیز شروع نمود تا چند گاہ ہر دو شرح فارسی و عربی معاً تسوید یافت ، آخر چنان گشت کہ عربی چوں اسپ تازی میشترفت و تمام شد و فارسی در نیمہ راہ ماند چو امر از نظر ثانی براں مقید شد و تبیین نمود و زمانے مدید براں گشت و مسودہ فارسی حکم نیامی گرفت باز امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد۔“ ۱۰۲۵ھ رجب ۲۴۔

لمعات میں لغوی و نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام شافعی اصحاب الرائے میں سے ہیں اور حضرت امام اعظم اصحاب ظواہر میں سے۔ لمعات کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔ ۱۰۲۵ھ

لمعات التنیقح۔ اس کے قلمی نسخے بانکی پور۔ رامپور۔ چیدر آباد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ دہلی اور علی گڑھ ۱۰۲۵ھ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے مشکوٰۃ کے ساتھ شائع کیا اور ترجمے شیخ الہی بخش بہاری اور خواجہ محمد علی فاضل سہارنپوری کے تھے۔ ۱۰۲۵ھ

۱۰۲۵ھ نسخہ نمبر ۱۰۱۔

۱۰۲۵ھ سحان الشکر کلکشن ۲۹۷۱۲/۱۹۔

کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

عقائد

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۵۲/۷۹۵۸) کی شخصیت اپنے علم و عرفان اور عظیم تجدیدی کارناموں اور تصنیفی خدمات کے باعث بڑی ہی بزرگ اور بلند وبالا ہے۔ ان کی حیات و خدمات پر کسی کتاب میں لکھی گئی ہیں مگر ان کی سوانحیات میں ان کے عقائد و نظریات پر سیر حاصل گفتگو نہیں ملتی حالانکہ کسی بھی شخصیت کا مکمل تعارف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے نظریات و معتقدات کی بھی واضح نشاندہی کر دی جائے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا فکری و اعتقادی موقف ان کی گراں قدر تصنیفات سے بخوبی واضح ہے۔ آپ نے خاص بیان عقائد میں تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ دور اکبری کے فتن ماحول میں شیخ رحمۃ اللہ نے اہل اسلام کو عقائد حقہ کی روشنی دکھا کر ان کے اثبات و استقلال کا سامان فراہم کیا اور ہر اس نظریے اور عقیدے کی سچائی کی جو اسلام و ایمان کی روح سے متصادم ہو۔ ذیل کے چند صفحات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی تصنیفات سے ان کے عقاید و نظریات کی ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے جس سے واضح ہو گا کہ حضرت شیخ نے عقائد اہل سنت کی پوری پوری ترجمانی کی ہے۔ ان کی روشنی میں وہ لوگ اپنے افکار و نظریات کا مضمانہ جائزہ لیں۔ جو حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنا پیشوا و مقتدا بنانے کے باوجود قدم قدم پر عقیدۂ ان سے متصادم اور ان کے خلاف ہیں۔

علم غیب اور علم ماکان و مایکون

حدیث پاک فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی شرح فرماتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں۔

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزوی و کلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرمایا۔

پس دانستم ہر چیز در آسمانہا و ہر چیز در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔

اسی حدیث کی شرح کے اخیر میں فرمایا۔

تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اور عالم کے تمام حقائق کو جانا۔

پس ازاں دانست عالم را و حقائق آن را۔
(ص ۳۳۳ ج ۱ - نوکثوری)

اشعة اللغات میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں:-
یعنی احوال مبداء و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان
کرد (ج ۴ ص ۲۲۲)

یعنی ابتدائے آفرینش اور آخرت کے حالات اول
سے آخر تک تمام بیان کر دیے۔

حدیث حذیفہ فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القيمة کی شرح میں فرماتے ہیں:-

تو حضور نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دی جو قیامت تک
پیدا ہونے والی ہے جو حادث و واقعات، عجائب و
غرائب سب بتا دیے۔

پس خبر داد ما را بچیزیکہ پیدا شوندہ است از
حوادث و وقائع و عجائب و غرائب تا روز قیامت
(اشعة اللغات ج ۴ ص ۵۹)

مدارج النبوة شریف جلد اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جانتے والے
ہیں۔ انہوں نے خدائے پاک کی شان میں اس کے
احکام، حق تعالیٰ کے صفات اور افعال سارے ظاہری
باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمایا ہے اور
فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہو گئے ہیں
علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دھو بکل شیء علیہ و دے صلی اللہ علیہ وسلم
و انا است برہم چیز از شیونات الہی و احکام و
صفات حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و
باطن و مصداق و فوق کل ذی علم علیم شدہ ،
عَلَيْهِ مِّنْ الصَّلَوَاتِ فَضْلُهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ
اَتْمُهَا وَ اَلْكَلِّهَا۔

اسی مدارج النبوة باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت میں ارقام فرماتے ہیں:-

زمانہ آدم سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں ہے سب
حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادے تاکہ اول سے آخر تک تمام
حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض
حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

و ہر چہ در دنیا است از زمان آدم (علیہ السلام)
تا نغمہ اولی بروے علیہ السلام منکشف ساختند
تا ہمہ احوال اور از اول تا آخر معلوم گردد، و یاران
خود را از بعضی احوال خبر داد۔

ان تمام عبارتوں سے عیاں ہے کہ علم غیب رسول التحیۃ والثناء کے بارے میں شیخ کا یہی مسلک تھا کہ تمام
علوم اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور از ابتدا تا قیام قیامت سارے جزئیات و کلیات کا

علم حضور کو عطا فرمایا گیا۔

ہم اسی کو جمیع مایکون و مایکون کے علم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اختیار و تصرف

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ مدارج النبوة میں رقمطراز ہیں :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور خزانے ان کے سپرد کر دیے گئے اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ شاہان فارس و روم کے سارے خزانے صحابہ کے ہاتھ میں آئے اور باطن یہ ہے کہ اجناس عالم کے خزانے مراد ہیں کہ سب کے رزق انکے دست قدرت و اختیار میں دے دیے گئے اور انہیں ظاہر و باطن سب کی تربیت کی قوت حاصل تھی۔

دازاں جملہ آلت کہ دادہ شدہ آن حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح خزان و سپردہ شد بوی و ظاہر ش آلت کہ خزان ملوک فارس و روم ہمہ بدست صحابہ اقتادہ و باطنش آن کہ مراد خزان اجناس عالم است کہ رزق ہمہ در کف اقتدار دے سپرد، و قوت تربیت ظاہر و باطن ہمہ بوی (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۱)

صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور معجم کبیر، طبرانی کی حدیث جس میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نے فرمایا سَلِّ مَآئِکَ اور حضرت ربیعہ نے عرض کیا کہ حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ سرکار نے فرمایا کچھ اور؟ حضرت ربیعہ نے عرض کیا۔ میری مراد تو صرف یہی ہے۔ اس کی شرح میں شیخ رقمطراز ہیں :-

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا۔ مَآئِکَ کو، کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے کرمانہ ہاتھوں میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔ کیوں کہ دنیا اور اس کی شادابی آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نہ کر و مطلوب بے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہر چہ خواہد ہر کہ خواہد باذن پروردگار خود بدید۔ فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم اگر خیریت

دنیا و عقبی آرزو داری بدرگاہش بیاد ہرچہ می خواہی
تتناکن۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۶)
آخرت کی خیر چاہتے ہو تو ان کے آستلنے پر آؤ
اور جو چاہو مانگ لو۔

احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں ہیں جس کے لیے جو حکم چاہیں جاری کر دیں۔ اس بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:-

وازاں جملہ آئت کہ آنحضرت تخصیص می کرد ہر
کراہرچہ می خواست از احکام این جاد و قول است
یکے آنکہ احکام مفوض بود بولے صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ہرچہ خواہد حکم کند۔ دوم آنکہ ہر حکمے وحی خدای
شد چنانکہ تخصیص کرد خزمیر بن ثابت را بانکہ شہادت
وے حکم دو شہادت دارد۔

ان اختیارات سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام جس
کے لیے جو حکم چاہتے خاص فرما دیتے، یہاں دو قول
ہیں ایک یہ کہ احکام حضور کے سپرد تھے جو چاہیں حکم
فرمائیں، دوسرا یہ کہ ہر حکم سے متعلق وحی ہوتی اس مسئلہ
کی نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت خنزیر
بن ثابت کی ایک شہادت دو آدمیوں کی گواہی کے
برابر قرار دی۔

(مدارج النبوة جلد ۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

شارع علیہ السلام کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کے لیے
جو حکم چاہیں خاص کر دیں۔

وشارع رامی رسد کہ تخصیص کند ہر کرا خواہد بہرچہ
خواہد۔ (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۵۷)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کلی سے متعلق شیخ کی وہ عبارت بہت جامع ہے جو شرح مشکوٰۃ
شریف میں تحریر فرماتے ہیں:-

جن والنس کے تمام ملک و حکومت اور سارے
جہان خداوند قدوس کی عطیہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی قدرت و تصرف میں ہیں۔

ولک و ملکوت جن والنس و تمامہ موالم بتقدیر و تصرف
الہی عزوجل، در حیطہ قدرت و تصرف وے بود صلی اللہ
علیہ وسلم (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۳۷ مطبع کلکتہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اختیارات اور ببطائے الہی سارے جہان ان کے زیر
نگین ہونے کے بارے میں شیخ کی متذکرہ بالا عبارتیں اتنی نمایاں اور روشن ہیں کہ مزید کسی وضاحت
کی کوئی حاجت ہی نہیں۔

حضور کا حاضر و ناظر ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاروبار عالم پر ہمہ وقت ناظر و ناخبر ہیں اور ان کو یہ قوت حاصل ہے کہ قبر تشریف سے تعلق رکھتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف اتر سکتے ہیں۔ اس نظریہ پر تشیع کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں:-
مدارج النبوة جلد دوم قسم چہارم وصل حیات انبیاء میں رقمطراز ہیں:-

اگر بعد ازاں گوئید کہ حق تعالیٰ جسید تشریف را حالتی و قدرتی بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشید۔ خواہ بعینہ، خواہ بمثال، خواہ بر آسمان خواہ بر زمین، خواہ در قبر یا غیر وے صورتے دار و ربا و وجود نسبت خاص بقبر در ہمہ حال،
(ج ۲ صفحہ ۲۵)

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں، خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر، خواہ قبر میں یا اور کہیں، تو درست ہے قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

جامع البرکات میں فرماتے ہیں:-

وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصان در گاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است۔

مدارج النبوة میں فرماتے ہیں:-

ذکر کن اورا، و درود بفرست بر وے علیہ السلام و باش در حال ذکر، گویا حاضر است، پیش تو در حالت حیات و می بینی تو اور امتاد بجلال و تعظیم و ہیبت و حیاء بدانکہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا، زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الہیہ، ویکے از صفات الہی آپ است کہ انا جلیس من ذکر فی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال و اعمال پر مطلع ہیں اور خاصان بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر و ناظر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو اور ان پر درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے ہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اجلال اور تعظیم و ہیبت و حسیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام صفات الہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذکر کا ہم نشین ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ
اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ۔

و بعضے از عسرا گفته اند کہ اس خطاب بہمت
سریان حقیقت محمدیہ است در ذرات موجودات
و اسرار ممکنات، پس آنحضرت در ذوات
مصلیان موجود و حاضر است۔ پس مصلی را باید
کہ ازیں معنی آگاہ باشد۔ و ازیں شہود غافل
نبود، تا با نوار قرب و اسرار معرفت بتنور و قافز
گردد۔
(اشعة اللمعات جلد ۱ ص ۲۰۱)

یہ عمارتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر، احوال عالم سے باخبر اور قبر سے نسبت باقی رکھتے
ہوئے ہر جگہ تشریف ارزاں ہونے کے بارے میں شیخ کا سخت اور مستحکم فکری موقف نمایاں طور
پر بتا رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے اہل سنت کی وہی مراد ہے جو شیخ کی
توضیحات سے ظاہر ہے۔

حیاتِ انبیاء و اولیاء

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات و زندگی کا ثبوت علما
امت کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں
اس لیے کہ انبیاء کی زندگی شہداء اور مجاہدین کی زندگی
سے زیادہ کامل اور قوی ہے۔ ان کی زندگی تو معنوی
اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیاوی
زندگی ہے۔ اس بارے میں احادیث و آثار
دارد ہیں۔

بدانکہ حیاتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین
متفق علیہ است میان علمائے دینی کس اختلاف
نہست در آن کہ آن کامل تر و قوی تر از وجود حیات
شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آن معنوی
اخری است و حیاتِ انبیاء حیات حسی دنیاوی
است و احادیث و آثار در آن واقع شدہ۔
(مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۷۷)

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:-

اولیٰ خزانہ نقل کردہ شدند ازین دارفانی بہ
دار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق
اند و خوش حال اند و مردم را ازاں شعور نیست
(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۲۷۲)

اپنے رسالہ میں رقمطراز ہیں:-

باچندین اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء
امت است یک کس را درین مسئلہ خلاف
نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات
بے ثائبہ مجاز و توہم تاویل، دائم و باقی است
و بر اعمال امت حاضر و ناظر است و طالبان
حقیقت و متوجہاں آنحضرت را مفیض و مربی
است۔ (سلوک اقرب السبل بالتوحید الی
سید الرسل بریامش اخبار الانبیاء ص ۱۵۵)

مختصر غوث اعظم کی تصنیف فتوح الغیب کی شرح میں فرماتے ہیں:-

امام انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی
و باقی و متصرف اند و ربنا سخن نیست۔
(شرح فتوح الغیب ص ۳۳۳)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی دنیاوی
زندگی کے ساتھ زندہ باقی اور متصرف ہونے
میں کلام نہیں ہے۔

مردوں کا سننا، دیکھنا، اور اوراک کرنا:

حدیث شریف ”کسر عظم المیت لکسرہ حیا“ (مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی
ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنی، کے تحت امام ابو عمر ابن عبد البر سے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں نقل
فرماتے ہیں:-

یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسے لازم ہے کہ مردہ کو ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ سارے مردوں کے لیے ادراک جیسے جاننا سنانا وغیرہ ثابت ہے۔

ازیں جاستفادی گردد کہ میت متالم می گردد تمام آن کہ متالم می گردد بدایں و لازم این است کہ متلذذ گردد و تمام آنچه متلذذ می شود بدایں زندہ (اشعۃ اللمعات)

جذب القلوب میں فرماتے ہیں: تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم و سماع و سائر اموات را۔ (ص ۲۰۲ نوکثور)

زیارت قبور

شیخ، اموات کے لیے علم و ادراک کے ساتھ زیارت قبور کے بھی قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لیے زیارت کی جاتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ میت کے لیے سب سے زیادہ النیت کی حالت وہ ہوتی ہے۔ جب اس کے آشناؤں میں سے کوئی اس کی زیارت کو آتا ہے اور احادیث اس باب میں بہت ہیں۔

زیارت گاہ ہے از بہت ادائے حق اہل قبور باشد، در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتے کہ میت را بود، در وقتست کہ یکے از آشنایاں اور زیارت قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است (جذب القلوب، ص ۲۱۳)

دوسری جگہ علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں۔

تمام مومنین کی قبروں اور ان کی روحوں کے درمیان ہمیشہ ایک خاص نسبت قائم رہتی ہے جس سے اپنے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور انہیں سلام کرتے ہیں ہمیشہ یہ نسبت قائم رہنے کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

در میان قبور سائر مومنین و ارواح ایشان نسبت خاصے است مستمر، کہ بدایں زائران را می شناسند و سلام بر ایشان می کنند، بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات،

(جذب القلوب ص ۲۰۶)

زیارتِ روضہ انور

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت علماء دین کے قولی اور عملی اجماع کی بنا پر سب سے افضل سنتوں اور سب سے مذکور مستحبات، سے ہے۔

زیارت حضرت سید مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یا جماع علماء دین قولاً وفعلاً از افضل سنن وادک مستحبات است (جذب القلوب ص ۲۱)

سفر زیارت

رہا قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر اور اس عظیم سعادت کے ارادہ حصول سے شدید حال توجیب زیارت کا افضل و مستحب ہونا ثابت ہو گیا، سفر کا جائز و مستحب ہونا بھی لازم آیا۔ اس لیے کہ زیارت کے دلائل عام ہیں۔ اور اس بات کا افادہ کر رہے ہیں کہ (زیارت کے جواز و استحباب میں) دور و نزدیک قرب و بعد سب برابر ہیں۔

و اما اختیار سفر از برائے زیارت قبر شریف و شد حال بقصد دریافت ایں سعادت عظمیٰ ہر گاہ کہ استحباب و فضیلت زیارت ثابت شد مشروعیت سفر و استحباب او نیز لازم آمد از جهت عموم دلائل و افادہ او استوائے قرب و بعد اوزاں۔
(جذب القلوب ص ۲۱۴)

توسل و استعانت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ چاہنا حاجت پوری ہونے کا سبب اور مقصد میں کامیابی کا باعث ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بنی کے اور ان انبیاء کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے ہیں اس حدیث سے حیات اور بعد وفات دونوں حالتوں میں وسیلہ چاہنے کا ثواب ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی بہ نسبت زندگی میں اور دیگر انبیاء کی بہ نسبت بعد وفات اور

و توسل بوسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجب قضاے حاجت و سبب نجاح مرام است۔
(جذب القلوب ص ۲۲)

و گفت آنحضرت بحق بنیک و الانبیاء الذین من قبلی دریں حدیث دلیل است بر توسل در ہر دو حالت نسبت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حالت حیات و نسبت بانبیاء علیہم السلام بعد از وفات و چون توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہم بعد از وفات

جائز است سید انبیاء بطریق اولی جائز باشد،
بلکہ اگر بایں حدیث توسل باولیاء خدا نیز بعد از
وفات ایشان قیاس کنند دوزیست مگر آل کہ
وکیل بر تخصیص حضرت رسل صلوات الرحمن
علیہم اجمعین قائم شود، و ایں الدلیل؛
(جذب القلوب ص ۲۲۱)

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بولے حیات
استمداد کردہ می شود بولے بعد از وفات۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ دیدم چہار کس راز مشائخ کہ
تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفائے شاں در
حیات خود یا بیشتر شیخ معروف عبد القادر
جیلانی رضی اللہ عنہما و دو کس دیگر را از اولیاء
شمرہ و مقصود حصر نیست آنچه خود دیدہ و
یافتہ گفت است۔

سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعظم فقہاء و علماء
و مشائخ دیار مغرب است گفت۔ روزے شیخ
ابوالعباس حضرمی از من پرسید۔ امداد حی قوی
است یا امداد میت قوی است من گفتم می گویند کہ
امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی
تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ دے در باطریق است
دور حضرت دوست۔

اشعۃ اللمعات جلد ۱ باب زیارة القبور ص ۱۶۱، ۱۶۲

جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے بعد وفات توسل جائز
ہو تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وفات توسل
بدرجہ اولی جائز ہوگا۔ بلکہ بعید نہیں اگر اس حدیث پر ادبیا
سے ان کی وفات کے بعد بھی وسیلہ چاہنے کو قیاس
کر لیں اس لیے کہ پیغمبران عظام علیہم السلام کی تخصیص
نہیں اگر دلیل تخصیص ہو تو البتہ مگر دلیل کہاں؟

حجۃ الاسلام امام غزالی کا فرمان ہے کہ جس سے زندگی
میں مدد مانگی جائے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائیگی
ایک عظیم بزرگ نے فرمایا۔ میں نے چار مشائخ کو دیکھا
کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں
تصرف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ، شیخ معروف کمرخی
غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور دو ولیوں شیخ عقیل
بسی ۱۴۰ شیخ ابن قیس حرانی رضی اللہ عنہم کو شمار کر لیا اور
حصر مقصود نہیں بلکہ جو کچھ خود دیکھا اور پایا بتاتا۔

سیدی احمد بن مرزوق جو دیار مغرب کے اکابر فقہاء
و علماء و مشائخ سے ہیں انہوں نے فرمایا۔ شیخ
ابوالعباس حضرمی نے ایک دن مجھ سے پوچھا۔ زندہ
کی امداد قوی ہے یا مردہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ
کہتے ہیں کہ زندہ کی قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی
مدد زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا ہاں اس
لیے کہ وہ خدا کے دربار اور اس کی بارگاہ
میں ہے۔

جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

اولیاءِ اکرامات و تصرفات دراکوان حاصل
است۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

لیست شعری چہ می خواہند ایشان باستمداد و امداد کہ
ایں فرقہ منکرند آں را۔ آں چہ مامی فہیم ازاں ایں
است کہ داعی دعا کند خدا را، و توسل کند بر جانیت
ایں بندہ مقرب یا نہ کند ایں بندہ مقرب را کہ
اے بندہ دولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا
کہ بدہ مسئول و مطلوب مرا، اگر ایں معنی موجب
شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ
شود توسل و طلب دعا از دوستان خدا در حالت
حیات نیز و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق
و شائع است در دین۔ و آنچه مروی و محکی است
از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و
استفادہ از ازاں خارج از حصر است و مذکور است
در کتب و رسائل ایشان و مشہور است میان
ایشان حاجت نیست آں را ذکر کنیم و شاید
کہ منکر متعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشان
عافانا للہ من ذلک۔ کلام قدس مقام بجا طناب
کشیدہ بر غم منکران کہ در قرب ایں زماں فرقہ
پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت
را از اولیائے خدا و متوجہاں بجناب ایشان

کائنات میں اولیاء کی کرامات اور ان کے تصرفات
ہوتے ہیں۔

آخر مانگنے والے استمداد و امداد سے کون سا ایسا معنی
مراد لیتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ اس سے ہم
تو بس یہی سمجھتے ہیں کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے
اور اس بندہ مقرب کو وسیلہ بناتا یا اس کو پکارتا ہے
کہ اے خدا کے بندے اور اس کے ولی میرے لیے
شفاعت کیجے اور خدا سے دعا کیجے کہ میری مراد برائے
اور میرا مطلوب عطا فرمادے۔ اگر یہ معنی شرک کا سبب
ہے جیسا کہ منکر گمان کرتا ہے تو چاہیے کہ زندگی میں بھی
خدا کے دوستوں سے توسل اور طلب دعا سے رک
دیں (کیونکہ جو چیز شرک ہوگی حیات و بعد وفات
دونوں حالتوں میں شرک ہوگی حالانکہ یہ معنی بالاتفاق
مستحب و مستحسن اور دین میں رائج ہے۔ ارواح کاملین
سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں اہل کشف
بزرگوں سے جو مشاہدہ کے واقعات مروی ہیں وہ
حصر سے باہر ان کے رسائل اور کتابوں میں مذکور اور
ان کے درمیان مشہور ہیں میں ان کے ذکر کی حاجت
نہیں۔ شاید متعصب منکر کے لیے ان کے کلمات
بھی مفید نہ ہوں خدا ہمیں اس سے عافیت میں
رکھے اس جگہ کلام طول و اطناب کی حد کو پہنچ گیا۔

رامشک بخدا و عبده اصنام می و اندومی گوئند
آنچه می گوئند -

(اشعة اللمعات ص ۴۰، جلد ۲ ص ۴۰ ملخصاً)

منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے کیونکہ قریب زمانہ
میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اولیاء اللہ سے استمداد و
استعانت کا منکر ہے اور اولیا کی طرف توجہ کرنے والوں کو
منکر اور بت پرست سمجھتا ہے اور کہتا ہے جو کہتا ہے -

اس آخری مضمون کو عربی میں یوں بیان فرماتے ہیں :-

وانما اطلبنا الكلام في هذا المقام
رغماً لانف المنكرين فانه قد حدث
في زماننا شر ذمة ينكرون الاستمداد
من الاولياء ويقولون وعالمهم على ذلك
من علوان هم الايخرون - (اللمعات ص ۴۰)

ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک
آلود کرنے کے لیے کیونکہ ہمارے زمانے میں محدود
چند ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو حضرات اولیاء سے مدد
مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر
کچھ علم نہیں یوں ہی اپنے سے انگلیں لڑاتے ہیں -

شفاعت

يشفع يوم القيمة ثلاثة الانبياء ثم
العلماء ثم الشهداء -

شیخ اس حدیث میں فرماتے ہیں -

تخصیص شفاعت بایں سہ گروہ بحسبت زیادت
فضل و کرامت ایشان است والارہم اہل خیر از
مسلمانان را ثابت است و احادیث مشہور درین
باب وارد - (اشعة اللمعات جلد ۲ ص ۴۰)

دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ایں جا معلوم می شود کہ فاسقاں و گناہکاراں اگر
خدمت و امداد سے باہل طاعت و تقویٰ درو
بیا کردہ باشند در آخرت نتیجہ آں بیابند و

روز قیامت تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء
پھر علماء پھر شہداء -

ان تینوں گروہوں کی تخصیص ان کے زیارت فضل و
کرامت کی وجہ سے ہے ورنہ مسلمانوں میں سے
تمام اہل خیر کے لیے شفاعت ثابت ہے اور اس
باب میں احادیث مشہور وارد ہیں -

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسقوں اور گناہگاروں
نے دنیا میں اہل طاعت و تقویٰ کی اگر کوئی خدمت
و امداد کی ہے تو آخرت میں اس کا نتیجہ

پائیں گے اور ان کی شفاعت سے بہشت
میں داخل ہوں گے۔

شفاعت کا انکار بد مذہبی و کفر اسی ہے۔ جیسا کہ
خارج اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

و بامداد و شفاعت الیساں در بہشت در آیند۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۰۵)

اور فرماتے ہیں۔

وانکار شفاعت بدعت و ضلالت است
چنانچہ خارج و بعض معتزلہ بدال رفتہ اند۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۸)

محفل میلاد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے عوض
ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور دو شنبہ کو اس
سے عذاب اٹھالیا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے
یہاں میلاد خوانی کرنے والوں کے لیے سند و دلیل ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کی شب میں خوشی منائیں اور
مال خرچ کریں۔ یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور
کی ولادت کی خوشی اور باندی آزاد کر دینے کی اسے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزا دی گئی۔ تو
مسلمان کا حال جو محبت و مسرت اور صرف مال سے
بھرا ہوا ہے اس میں کیا ہوگا۔

تو کہ باد شمنان نظر داری

ابولہب بولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور
کرد۔ عذاب دے تخفیف کر دو روز و دو شنبہ
از دے عذاب برداشت چنانکہ در حدیث
آمدہ ست دور این جا سند است مراہل مولید۔
کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سرور کنند و بذل اموال نمایند۔ یعنی ابولہب کہ کافر
بود۔ چون سرور میلاد آنحضرت و بذل جاریہ دے
آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است
سرور و بذل مال در دے چہ باشد۔

(مدارج النبوة دوم وصل رضاعت)

دوستان را کجا کنی محسوم

فاتحہ و ایصال ثواب

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں :-
مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از

میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دنوں تک

اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے میت کی طرف سے صدقہ کرنا اُسے نفع پہنچاتا ہے اس میں اہل علم کے درمیان اختلاف نہیں۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں خصوصاً پانی اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات میں اپنے گھر آتی ہے اور منتظر رہتی ہے کہ اہل خانہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں

زندوں کے مردوں کے لیے دعا کرنے اور ان کے ثواب کی نیت سے صدقہ دینے میں مردوں کے لیے بڑا فائدہ ہے۔ اس باب میں آثار و احادیث بہت ہیں۔

بعض متاخرین مشائخ مغرب نے فرمایا ہے کہ وہ دن جس میں اولیاء کرام بارگاہِ عزت اور حلقہائے قدس میں پہنچتے ہیں اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید ہے اور یہ متاخرین ہی کے مستحسن بتائے ہوئے اعمال سے تو ہے۔

عرس کی حقیقت یہی ہے کہ ولی کی تاریخ وفات میں اہل اسلام جمع ہو کر دعا و قرآن خوانی، صدقہ

رفتن اور عالم تاہفت روزہ، تصدق از میت نفع می کند اور ابے خلاف میاں اہل علم وارد شدہ است و راں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضی از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہ میت مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظری کند کہ تصدق می کنند از وی یا نہ۔

(اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور ج ۱ ص ۹۷)

تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

و دعا ہائے زندگان مر مرد ہا را و صدقہ و ادن بہ نیت ثواب ایشان را تفیع عظیم است مر مرد ہا را و احادیث و آثار دریں باب بسیار است۔
(تکمیل الایمان ص ۷۷)

عرس بزرگان

ما ثبت بالسنتہ میں فرماتے ہیں۔

ذكر بعض المتأخرين من مشايخ المغرب ان اليوم الذي وصلوا الى جناب العزة وخطائر القدوس يُرجى فيه من الخير والبركة والنورانية أكثر وأوفر من سائر الأيام وإنما هو من مستحسّنات المتأخرين۔ (ما ثبت بالسنتہ ص ۱۷۲)

اور ایصالِ ثواب کریں اور صاحبِ قبر کے فیوضِ برکات سے مستفید ہوں۔ اس دن کی خصوصیت کی وجہ سے حضرت شیخ نے نقل فرمائی۔

رہے منکرات اور محرمات شرعیہ تو وہ جس طرح اور تمام ایام و مقامات میں حرام ہیں۔ یہاں بھی حرام ہوں گے بزرگوں کے پاک اعراس کو ان سے خالی رکھنا بے حد ضروری ہے۔

مزارات پر قبے اور عمارت بنانا

فرماتے ہیں:-

آخر زمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہری رہ گئے ہیں مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصیحت دیکھ کر کچھ چیزوں کا اضافہ کر دیا تاکہ وہاں مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو خصوصاً ہندوستان میں جہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنانِ دین ہیں۔ ان مقامات کی بلندی شان ظاہر کرنا کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

در آخر زمان بحبت اقتصار نظر عوام بظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظام دیدہ چیزها افزودند تا آن جا ہیبت و شوکت اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلا شان ایں مقامات باعث رعب و القیاد ایشان است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف مکروہ بودہ اند در آخر زمان از مستحبات گشتہ - (شرح سفر السعاده)

سرکار کا سایہ نہ تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ اسے امام محمد بن علی حکیم ترمذی نے نو اور الاصول میں روایت کیا ہے اور تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے چراغ کی روشنی میں سایہ نہ ہونے کا ذکر نہ کیا اور "نور" حضور کے اسماء گرامی سے ایک

و نبود مرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سایہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی فی نو اور الاصول۔ و عجب است از ایں بزرگان کہ ذکر نہ کردند چراغ را و نور سے کہ از اسمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و نور را سایہ نمی باشد۔ (مدارج النبوة)

نام ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

دور سے ندا کرنا

اپنے قصیدہ نعتیہ میں عرض کرتے ہیں۔

نرایم در غم ہجر حالت یا رسول اللہ
جمال خود نما رحے بجان زار شیدا کن
یا رسول اللہ! آپ کے غم و ہجر میں برباد ہوں۔ اپنا جمال دکھائیں اس جان زار عاشق پر فدا رحم فرمائیں۔
بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سر و سامان جمع بے سرو پا کن
جیسے بھی ہو یا رسول اللہ! اپنے کرم سے نوازیں اپنی عنایت سے اس بے یار و مددگار کو سر و سامان بخشیں۔

معراجِ جسمانی

مدارج النبوة میں رقمطراز ہیں:-

صحیح یہ ہے کہ سرکار کی سیرگرمی اور معراج سب
بیداری میں اور جسم اطہر کے ساتھ تھی صحابہ تابعین
ان کے بعد محدثین، فقہاء اور متکلمین کے جمہور علماء
اسی مذہب پر ہیں۔ اس بارے میں صحیح اور صریح
احادیث و اخبار وارد ہیں۔

صحیح آئنت کہ وجود اسرار معراج ہمہ در بیداری
و بحسب لود و جمہور علماء از صحابہ و تابعین و اتباع
ومن بعد ہم از محدثین و فقہاء و متکلمین بریں اند و متواتر
است بدار احادیث صحیحہ و اخبار صریحہ۔
(مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۵)

رویت باری تعالیٰ

دیدار الہی دنیا میں بھی ممکن ہے مگر واقع نہیں ہے۔
بالاتفاق ہاں حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے لیے شب معراج میں دیدار الہی واقع
ثابت ہے۔

روایت حق سبحانہ تعالیٰ در دنیا نیز ممکن است و لیکن
واقع نیست بہ اتفاق الا حضرت سید المرسلین
را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شب معراج کہ آن واقع
است۔ (اشعة اللمعات جلد ۴ ص ۴۲۴)

اعلاءِ شانِ رسالت

شیخ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اکبری دور الحاد میں جب کہ شانِ رسالت کی بے حرمتی کی جا رہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہو رہی تھیں۔ انہوں نے لوگوں کو مقامِ رسالت سے روشناس کیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و خصائص، اختیارات و تصرفات اور ان کی عظمتوں کو ایک دل سوز منہ اور حق شناس علم سے اپنی کتابوں میں پوری قوت تحریر کے ساتھ بیان کیا جس نے گم گشتگان راہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا اور اہل اسلام کو دینِ حق پر استقامت بخشتی۔

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و محبت شیخ کی سطر سطر میں نمایاں ہے اور آج بھی ان کے رثات قلم اس دورِ بے ادبی کے لیے شمع ہدایت ہیں۔

بیانِ شفاعت میں شیخ کی یہ سطور قابلِ ملاحظہ ہیں۔ جو ان کے جذباتِ تعظیم و عقیدت سے برہنہ ہیں۔

اور سب سے پہلے جو دروازہ شفاعت والا فرمیں گے
وہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ کل ظاہر ہو گا کہ
ان کو بارگاہِ خداوندی میں کس قدر عزت و وجاہت
حاصل ہے۔ دن ان کا دن ہے اور مرتبہ ان کا مرتبہ۔

حاصل یہ ہے کہ دن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا دن ہے اور جہاں کی جا ہے اور مقام ان کا مقام
اور بات ان کی بات وہ مہمان ہیں اور تمام اہل محشر
طفیلی۔ قرآن مجید میں خطاب ہوتا ہے ولسوف
يعطيك ربك فترضى تمہیں اے محمد (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) تمہیں اے میرے حب! اے میرے محبوب
و مطلوب! اے میرے بندہ خاص! اتنی نعمت

و اول کسے کہ فتح باب شفاعت کند محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بود، فردا ظاہر شود کہ اور اور درگاہ
خداوندی چہ قدر جاہ و عزت بودہ است روز
روز اوست، وجاہ جاہ اور۔

پھر فرماتے ہیں:-

بالجملہ روز روز محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وجائے جائے اوست و مقام مقام او، و سخن سخن
او، مہمان اوست۔ دیگر اطفال طفیلی اند و در قرآن مجید
خطاب پروردگار ولسوف يعطيك ربك
فترضى ترا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ترا اے
محب من، اے محبوب من و مطلوب من! اے بندہ
خاص من! چنداں نعمت و ہم در حمت کنم کہ راضی

دوں گا اور اتنی رحمت سے نواز دوں گا کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ کسی آرزو و تمنا سے تمہارا دل شکستہ نہ ہو
 طحطا سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب میری رضا کے طالب ہیں اور میں تمہاری رضا کا عرض کر سگے میں
 اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرے ایک ایک امتی کی مغفرت نہ فرما دے۔

شومی از من تا ہیج آرزو دل تو نہ شکند اے
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمہ کس رضائے من
 طلبند و من رضائے تو، خواہد گفت من راضی
 نہ شوم تا یک یک از امت من نیامرزی۔

(تکمیل الایمان ص ۲۱، ۲۲)

اسی دیباچہ اخبار الاخیار میں عظمت مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء اور مقام سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہوئے اُن کے حسن محبت اور صلابت اعتقاد کا عالم قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں :-

جس طرح خالق موجودات کا شکر ادا کرنا دائرہ امکان اور قدرت انسان سے باہر ہے۔ اسی طرح سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والتیمات کی مدح و ثناوت شرح و بیان سے فرزوں تر۔

ہم چناں کہ شکر و سپاس خالق موجودات
 از حیطہ امکان و اعطاء انسان بیرون است مدح
 و ثنائے سید کائنات از محال شرح و
 بیان افزوں ہ

خیر الوریٰ امام رسل، منظر آتم
 بہترین خلق پیشوائے رسولاں، ذات خدا کے منظر اکمل وہ تو خدا سے اور سب کا منتہی ان کی ذات۔

جاں جملہ عالم و حق جان جان شمار
 حق را بغیر واسطہ ذات او مجو
 وہ سارے عالم کی جان اور حق کو جان جان سمجھو ان کے واسطے کے بغیر خدا کے طالب نہ بنو۔
 پھر ان کی بلاغت عقیدت اور اکرام اجلال کے موقیٰ یکجا نظم دیکھیں۔

ابتدا میں باعث تخلیق عالم انتہا میں ذریعہ
 ہدایت بنی آدم، باطن میں روحوں کے تربیت
 فرما، ظاہر میں جسموں کے تکمیل کار، باطل مذہبوں
 اور حکومتوں کے ارکان شکن، دوسرے مذاہب
 و مل کے احکام منسوخ فرمانے والے، انگشتی
 وجود کے نگینہ، معرفت و شہود کے نقش، حجرہ

در اول باعث خلقت عالم است، دور
 آخر واسطہ ہدایت بنی آدم، در باطن مربی
 ارواح و در ظاہر مہتمم اشباح۔ کاسر ارکان
 ادیان و دُفُل، ناسخ احکام مل و نخل، فض
 نظام وجود، نقش معرفت و شہود، مقصود
 معتقدان مقصورہ افلاک۔ مقصد سالکان

معمورہ خاک، متمم مکارم احساق، مکمل
 کالمان آفاق، عاجز منزلیں وجود و عدم
 بمنزخ بحرین حدوث و قدم، جامع نسخہ امکان
 و وجوب، موجب رابطہ طالب و مطلوب
 عزیز صمدیت، ملک مملکت احدیت
 منظر حقیقت فروانیت، منظر صورت رحمانیت
 سر مکتوم غیب لاہوت، طلسم معلوم کنج جبروت
 مروح ارواح ملکوتیہ، مزین اشباح ناسوتیہ
 ہدایت خط ولایت، نہایت دائرہ نبوت
 منظر اتم رحمت اعم عقل اول
 ترجمان ازل نور اور سر اسرار، ہادی
 سبل، سید رسل نور اسنی، سر امبی حبیب اعلیٰ
 صفی اصفی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مخلوق کے وجود اول، ازل کے ترجمان، نوروں کے نور، رازوں کے راز حق راستوں کے ہادی رسولوں
 کے سردار، نور حق، راز حق، محبوب بالا، سب سے پاکیزہ انتخاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

سید رسل، شفیع ائم، خواجہ دو کون نور ہدی، حبیب خدا، سید انام

رسولوں کے سردار، امتوں کے شفاعت فرما۔ دونوں جہاں کے آقا۔ ہدایت کے نور، خدا کے محبوب، مخلوق کے سردار،

مقصود ذات دوست و گریہ طفیل منظور نور دوست و گریہ طفیل

مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیل نمایاں ان کا نور ہے باقی سب تاریکی

ہر رتبہ کہ بود در امکان بر دست ختم ہر نعمت کہ داشت خدا شد بر دست تمام

امکان کا ہر مرتبہ ان پر ختم ہے اور خدا کی ہر نعمت ان پر تمام

(اخبار الاخبار ص ۷)

حضرت شیخ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحمیات کو منظر ذات خدا، مصدر جملہ موجودات اور منبع تمام فیوض

و برکات مانتے ہیں مدارج النبوة میں اپنے نظریات بڑی صلابت اور پختگی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

انبیاء مخلوق انداز اسماء ذاتیہ حق، و اولیاء از اسماء صفائیہ، و بقیہ کائنات از صفات فعلیہ، سید رسل، مخلوق است از ذات حق و ظهور حق درے بالذات است پس انبیاء و اولیاء علیہم صلوات اللہ و سلامہ منظر اسماء و صفات گشتند و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منظر ذات۔
(مدارج النبوة ص ۶۰۹ و ص ۶۱۰ طبعاً)

اور فرماتے ہیں۔

پس حقیقت محمدی مصدر جمیع موجودات و مبدء او واسطہ تمام فیوض و برکات است پس اگر مستحق شو و بکے یکمائے ازاں کمالات مثلہ الیہا معطوف خواہد بود و بر دے و تابع خواہد گشت مراد را۔

(مدارج النبوة ج ۲ ص ۶۱)

دیباچہ میں فرماتے ہیں۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیہ۔ ایں کلمات اعجاز سات ہمہ مثل بر حمد و ثنائے الہی است۔ تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبہ کبریائی خود بدایں خواندہ، وہم متضمن نعت و وصف حضرت رسالت پناہی ست صلی اللہ علیہ وسلم کہ دے سبحانہ اور ابدان تسمیہ و توصیف نمودہ و چندیں اسماء حسنہ جل شانہ است کہ در وحی متلو و غیر متلو

تو حقیقت محمدی تمام موجودات کا سرچشمہ سب کا منبع و مبدء اور تمام فیوض و برکات کا واسطہ ہے تو اگر کسی کو کوئی نمایاں کمال حاصل ہو تو ان ہی کی طرف راجع اور انہیں کے تابع ہوگا۔

وہ اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جانتے والا ہے۔ یہ اعجاز نشان کلمات خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء پر بھی مشتمل ہیں جن سے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفات کو بھی متضمن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے یہ نام و صفات رکھے۔ اور وحی متلو و غیر متلو (قرآن و حدیث) میں کتنے اسماء حسنہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ اپنے

حبیب کو بھی ان سے موسوم فرمایا، اور اُن کے جمال و کمال کا زیور بنایا۔ اگرچہ حضور علیہ السلام تمام صفات و اسماء الہی سے متصف ہیں پھر بھی بعض اسماء و صفات سے خاص طور پر نامزد اور مشہور ہیں جیسے نور حق، علیم، حکیم، مومن، مہمین، ولی، باری، رؤف، رحیم وغیرہ اور یہ چاروں نام اول و آخر ظاہر و باطن بھی اسی قبیل سے ہیں۔

حبیب خود را بدار نامیدہ و علیہ جمال و علی کمال و سے ساختہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمامہ اسماء و صفات الہی متخلق و متصف است، با وجود آن بہ بعضی ازاں بخصوص نامزد و نامور گشتہ است مثل نور حق، علیم، حکیم، مومن، مہمین، ولی، ہادی، رؤف، رحیم، و حبیب ازاں و ایں چہار اسم اول و آخر، ظاہر و باطن نیز ازاں قبیل است۔ (مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۸)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج دیدار الہی سے شرف یاب ہوئے۔ اس پر احادیث، دلائل فریقین اور علماء کرام کا راجح مسلک تحریر فرمانے کے بعد اپنے وجدان اور عقل و بصیرت کا ایمانی فیصلہ تحریر فرماتے ہیں۔

بندہ ناچیز عبدالحق بن سیف الدین اللہ تعالیٰ اُسے مزید صدق و یقین سے نوازے، کہتا ہے، کہ دلائل اور آثار و احادیث پر نظر کرتے ہوئے علماء کے کلام اس طرح ہیں جیسا کہ ذکر ہوا۔ لیکن اتنا علماں رہ جاتا ہے کہ معراج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کامل ترین مقام اور بعید الحصول کمال تھا کہ اس مقام و کمال میں کوئی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں اور نہ ہی کسی انسان یا فرشتہ کی اس مقام تک رسائی پس تعجب خیر امر ہے کہ اس مقام میں لے جائیں خلوت خاص میں بلائیں اور سب سے اعلیٰ و اقصیٰ مطلوب و مقصود دیدار سے مشرف نہ فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی بھی رہیں۔

گفت بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین خصہ اللہ بمنزلة الصدق والیقین کہ کلام علماء تقریبہ دلائل و آثار و اخبار ہر چنان ست کہ مذکور شد، اما ایں مقدار علماں می کند کہ معراج اتم مقامات و اقصیٰ کمالات آنحضرت بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بیچ یکے از انبیاء در انجا با و سے شرکت نہ بود و بیچ بشرے و ملکہ را گنجائش آن مقام نہ۔ پس عجب است کہ در اں مقام بر بند و در خلوت خاص در آزند و با علی مطلب و اقصیٰ مسألت کہ دیدار است مشرف نگردانند آنحضرت باین معنی راضی باشد۔ اگرچہ بحال بندگی و ادب و سلطوت کبریائی حق اور ابریں دارد کہ سوال نتواند کرد، از ذوق کلام مست گشتہ انبساط

تماہد طلب دیدار نہ کند چنانکہ موسیٰ علیہ السلام
 کرد۔ اما کمال محبت و محبوبیت کہ با جناب اقدس
 دارد کجائی گزار و کہ حجابے ماند۔ (مدارج ص ۱۲۱)
 اور طلب دیدار نہ کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ لیکن کمال محبت و محبوبیت جو حضور کو رب
 کی جناب اقدس میں حاصل ہے کب اس حال پر چھوڑے گا کہ کوئی حجاب باقی رہ جائے۔
 عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے متعلق شیخ کے کلمات و عبارت کا احصاء انتہائی مشکل ہے ہر کتاب
 میں تعظیم و اجلال اور ادب و محنت کے شواہد و آثار نمایاں ہیں۔ ذوق مطالعہ رہنمائی کر سکتا ہے۔
 بہر حال شیخ نے اس وقت کے بگڑے ماحول میں عظمت رسالت سے اہل عالم کو روشناس کر کے
 ایسی عظیم خدمت انجام دی ہے۔ جو رہتی دنیا تک ان کے نمایاں تجدیدی و اصلاحی کارناموں میں شمار کی
 جائے گی۔

سرکار غوثیت

شیخ کو تمام اولیاء کرام سے عقیدت و محبت ہے مگر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے انہیں گہری اور
 بے پناہ عقیدت تھی، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات میں انہوں نے زبدۃ الآثار تصنیف فرمائی جو
 بحجۃ الاسرار شریف کی تلخیص ہے۔ پھر فارسی میں خود ہی اس کا ترجمہ بھی فرمایا۔

اخبار الاخیار شریف کے خاتمہ میں بارگاہ غوثیت میں ان کی نظر عقیدت ملاحظہ ہو۔

اگر دیگر ان قطب انداز قطب الاقطاب است
 و اگر ایشاں سلاطین، او سلطان السلاطین
 محی الدین کہ دین اسلام رازندہ گردانید، ملت
 کفر را بمیرانید کہ ایشیخ یحیی و میت۔
 اگر دوسرے اولیاء قطب ہیں تو وہ قطبوں کے
 قطب اور اگر یہ بادشاہ ہیں تو وہ بادشاہوں کے
 بادشاہ محی الدین کہ دین اسلام کو زندہ فرمایا ملت
 کفر موت کے گھاٹ اتاری کہ شیخ جلاتا مارتا ہے۔

زہے مرتبہ کہ ایجاد دین از حی قیوم است و احیا
 ازوئے غوث الثقلین آن را گوئند کہ جن والنس
 ہمہ بوسے پناہ جو میند من بے کس نیز پناہ با وجبتہ
 خوشامرتبہ کہ ایجاد دین خدا ہے حی و قیوم سے ہے
 اور احیائے دین ان سے، غوث الثقلین اسے
 کہتے ہیں جس کی جن والنس سب پناہ لیں۔ بندہ

ام، وبرد رگاہ او فتادہ مرا جہ غنایت او کس
نیست و بغیر لطف او فریاد رس نے۔
بکیں نے بھی ان ہی کی پناہ لی ہے اور انہیں کی
بارگاہ میں پڑا ہوا ہے۔ میرا ان کی غنایت کے سوا
کوئی نہیں اور نہ ان کے کرم کے بغیر کوئی فریاد رس۔
آگے فرماتے ہیں۔

اوست در جملہ اولیا، ممتاز
چوں سنجیدہ در انبیا، ممتاز
وہ ہیں تمام اولیا، میں ممتاز
جیسے ہمارے پیغمبر تمام انبیا، میں ممتاز
(اخبار الاخبار ص ۳۱۵)

بارگاہ غوثیت سے اپنی عقیدت کا اظہار دوسری تصنیفات میں بھی طرح طرح فرمایا ہے۔ اپنے نام کے
ساتھ قادری لکھا کرتے تھے جب کہ دیگر سلاسل میں بھی ان کو سعیت و خلافت حاصل تھی۔
حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "فتوح الغیب" کی شیخ نے فارسی میں شرح کی ہے مگر شرح
میں اپنا مقدمہ یا نام تحریر نہ فرمایا۔ بلکہ فرماتے ہیں۔

ذکر نام ایں حقیر چہ حد و مجال کہ دریں مقام توں
کیا جزات و طاقت کہ اس حقیر کا نام اس مقام میں
بروز (شرح فتوح الغیب ص ۴۲۴)
ذکر ہو سکے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بارگاہ غوثیت میں ان کے کمال احترام و عقیدت کا کیا حال تھا؟
وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و عترتہ و سلم

۲۰ فروری ۱۹۸۱ء

بروز جمعہ المبارک

(ماخوذ و محض)

محمد سعید احمد نقشبندی عفی عنہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

الحمد لله اکمل الحمد علی کل حال و فی کل حین و الصلوٰۃ والسلام الاکملان
علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد و آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین ہدایۃ
طریق الحق و وحی علوم

بر حال اور ہر وقت میں اکمل و اعلیٰ حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور اتم و اکمل درود و سلام سید المرسلین امام المتقین
خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و آپ کے صحابہ اور تمام پیروکاروں پر ہمیشہ نازل ہوتا رہے۔ جو راہ حق کے
راہنما اور علیم دین کو زندہ کرنے والے تھے۔

بعد حمد و صلوٰۃ بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین دہلوی و طناً بخاری اصلاً کی جب صرین شریفین زادہما اللہ تشریفاً و تعظیماً
سے واپسی اور اُن دیار شریفہ کے مشائخ سے روایت حدیث کی اجازت کے حصول کے بعد توفیق و تائید الہی نے دستگیری فرمائی۔
اور ناچیز کو اس علم شریف کی خدمت میں مقام استقامت پر بٹھایا۔ تو اس بندہ مسکین نے چاہا کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح (جو آج کل
مشہور و متداول ہے) کی شرح تحریر کرے اور ان فوائد کو جو قوم کی کتابوں سے معلوم ہوئے اور مشائخ وقت سے سنے یا اس
سست مزاج بندہ کے دل میں القاء ہوئے، ان کے طلبگار اور جاہلین والوں تک پہنچائے۔ کچھ فخلص اور جلیل القدر دوستوں اور
ارباب محبت نے فرمایا اگر یہ شرح فارسی زبان میں تالیف کی جائے تو اس کا نفع اور فائدہ ضرور زیادہ اور عام ہوگا۔ جب ان کی
فرمائش کے مطابق فارسی میں یہ شرح لکھنا شروع کی تو اس کے مطالعہ کے دوران کچھ ابحاث اور باتیں ایسی سامنے آئیں جن
کا فارسی میں تحریر کرنا مناسب نہ تھا مگر نظر انداز کر دینا بھی ٹھیک نہیں تھا تو اس پر ساتھ ہی ایک شرح عربی میں بھی تحریر کرنا
شروع کر دی۔ پھر پڑے ہی عرصہ میں دونوں شرحیں تکمیل کے قریب پہنچ گئیں۔ لیکن آخر جا کر یہ معاملہ رونما ہوا کہ عربی شرح تو
عربی گھوڑے کی طرح آگے نکل گئی اور مکمل ہو گئی۔ اور فارسی شرح راستہ میں ہی رہ گئی۔ راقم جب عربی شرح کی نظر ثانی میں
مصرف ہوا۔ اور نظر ثانی کا کام بھی مکمل کر لیا۔ اور ایک عرصہ گزر گیا۔ اور فارسی شرح کا کام ذہن سے بالکل نکل گیا تو دوبارہ حکم ہوا
کہ فارسی شرح بھی مکمل کی جائے۔ اور اس کی نظر ثانی کر کے اسے بھی آخری شکل دیدی جائے المامور معذور (یعنی حکم کی تعمیل کرنا ہی پڑتی

ہے) کے مطابق جس قدر فارسی شرح لکھی جا چکی تھی اسے بیضہ کی شکل دی۔ اور باقی ماندہ شرح کی تکمیل شروع کر دی۔ وبالذات توفیق۔ ومنہ الا تمام۔ اسے ہمارے پروردگار ہمارے لیے ہمارا نور مکمل فرما۔ ہمیں بخش دے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور تو ہی غفور رحیم ہے۔ کتاب (مشکوٰۃ) کی شرح شروع کرنے سے قبل بقدر ضرورت مصطلحات حدیث میں یہ مقدمہ

مقدمہ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کی اصطلاح میں حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ تقریر کا معنی یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے آگاہ ہونے کے باوجود اس کام یا بات سے منع نہ کیا۔ اس کا انکار نہ کیا بلکہ اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ اور اسے جائز و ثابت رکھا اسے تقریر کہتے ہیں۔ اور یہ بھی حدیث میں داخل ہے۔ اور بعض محدثین کے نزدیک صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قول و فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ پھر وہ حدیث جس کی سند حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہو اسے مرفوع کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا یا کیا یا مقررہ جائز رکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا اس طرح کہیں یہ ”روایت ابن عباس رضی عنہ سے مرفوعاً آئی ہے“ یا یوں کہیں ”اس حدیث کو ابن عباس رضی عنہ نے مرفوعاً بیان کیا۔

موقوف:۔ اور وہ حدیث جس کی سند صحابی تک پہنچتی ہو اسے موقوف کہتے ہیں۔ جیسے حضرت ابن عباس رضی عنہ نے فرمایا یا کیا یا اس بات کو مقررہ جائز رکھا۔ یا یوں کہیں یہ حدیث ابن عباس رضی عنہ سے موقوفاً آئی ہے۔ یا ابن عباس پر موقوف ہے۔

مقطوع:۔ اور جس حدیث کی سند تابعین تک ہی پہنچے اسے حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ اور مشہور یہ ہے کہ موقوف و مقطوع حدیث کو اشر کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں آثار میں اس طرح آیا ہے اور بعض محدثین اثر کا اطلاق مرفوع حدیث پر بھی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں مائور دعاؤں یا دعائے مائور میں اس طرح آیا ہے۔ اور خبر و حدیث دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور کچھ محدثین حدیث کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے خاص کرتے ہیں۔ اور خبر کا لفظ ملوک و سلاطین اور ایام گزشتہ میں استعمال کرتے ہیں۔

حدیث کا مرفوع ہونا کبھی تو صریح ہوتا ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور کبھی صریح کے حکم میں جیسے صحابہ یا تابعین ایسا کام ایسی بات نقل کریں جسے اجتہاد و فکر اور قیاس عقلی سے نہ کہہ سکتے ہوں۔ سماع و نقل کے سوا اس تک کوئی راستہ نہ ہو جیسے آخرت کے حالات یا گزشتہ اور آنے والے واقعات کی خبریں تو ان کی اس طرح کی روایت بھی صریح مرفوع کی طرح ہے۔ اور اگر یوں کہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اس طرح کیا کرتے تھے۔ یا سنت اس طرح ہے تو یہ بھی صریح رفع کی طرح ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہوتا ہے کہ یہ صحابہ اور خلفائے راشدین کی سنت ہیں۔

وصل:۔ سند ان رجال حدیث کو کہتے ہیں جنہوں نے وہ روایت کی ہو۔ اور لفظ اسناد بھی سند کے معنی میں آتا ہے۔ اور کبھی ذکر سند

اور اظہار سند کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثنیٰ حدیث اس کلام کو کہتے ہیں جس پر سند جا کر ختم ہو۔ تو اگر رواۃ حدیث میں سے کوئی راوی درمیان سے ساقط نہ ہو اور اس کا اسناد متصل اور مسلسل ہو تو اسے حدیث متصل کہتے ہیں۔ اور اس عدم سقوط کا نام اتصال ہے۔ اور اگر سند کے درمیان سے ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں تو اسے حدیث منقطع کہتے ہیں۔ اور اس سقوط کا نام انقطاع ہے۔ پھر اگر یہ سقوط ابتداء سند میں واقع ہو تو اسے معلق کہتے ہیں۔ اور اس اسقاط کو تعلیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ ساقط راوی چاہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔ اور کبھی پوری کی پوری سند ہی ساقط ہوتی ہے جیسے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مصنفین کی عادت ہے۔ اور صحیح بخاری کے تراجم میں تعلیقات بہت ہیں۔ مگر وہ سب کی سب صحیح ہیں اور اتصال کی طرح ہیں۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ وہ اپنی اس کتاب میں صحیح کے بغیر نہ لائیں گے۔ پھر حضرت امام موصوف نے ان تعلیقات میں سے بعض کو دوسرے مقامات میں متصل بیان کر دیا ہے۔ اور اگر یہ سقوط تابعین کے بعد سند کے آخر میں ہو تو اسے حدیث مرسل کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو لفظ ارسال سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کوئی تابعی یوں کہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ بعض محدثین کے نزدیک مرسل و منقطع کا ایک ہی معنی ہے۔ تاہم اصطلاح اول فقہاء اور محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک مرسل حدیث کا حکم توقف ہے کیونکہ اس بات کا پتہ نہیں کہ راوی ساقط ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ کیونکہ تابعی کی تابعین سے روایت کی تعداد بہت ہے۔ اور تابعین میں ثقہ بھی ہیں اور غیر ثقہ بھی۔ اور امام ابو حنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما کے نزدیک مرسل حدیث مطلقاً مقبول ہے۔ یہ دونوں امام فرماتے ہیں کہ یہ ارسال کمال وثوق و اعتقاد کی بنا پر ہے۔ کیونکہ کلام ثقہ راوی میں ہو رہا ہے۔ اگر اس کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہوتی تو وہ ارسال نہ کرتا۔ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کتا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرسل حدیث کی تائید کسی اور حدیث سے ہوتی ہو تو وہ مقبول ہوگی۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ مقبول ہے دوسرا یہ کہ اس میں توقف کیا جائے گا۔ اور اگر سقوط سند کے درمیان سے ہو اور اس کے بعد راوی مسلسل ساقط ہوں تو اسے مُعْصَد کہتے ہیں۔ بضم میم و سکون عین اور فتح ضاد معجمہ اور اگر ایک راوی یا ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں مگر مسلسل نہ ہوں بلکہ دو یا دو سے زیادہ متفرق جگہوں سے ساقط ہوں تو اس حدیث کو منقطع کہیں گے۔ اور منقطع ایک معنی کے مطابق تمام مذکورہ اقسام کو شامل ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ منقطع حدیث کی ایک قسم وہ ہے جسے مُدَلِّس کہتے ہیں۔ بضم میم و فتح دال مشدودہ اور اس فعل کو تدلیس سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اس کے فاعل کو مُدَلِّس کہیں گے۔ بکسر لام کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے۔ بلکہ اس سے ادھر کے شیخ سے روایت کرے۔ لیکن ایسا لفظ استعمال کرے جس سے سماع کا دہم پڑتا ہو۔ حالانکہ فی الواقع اس سے سماع واقع نہ ہوا ہو۔ مثلاً یوں کہے عن فلان وقل فلان اور تدلیس، مگر وہ مذموم فعل ہے۔ ہاں اس صورت میں تدلیس مذموم نہیں جب کہ اس بات کا پتہ ہو کہ یہ راوی ثقہ سے تدلیس کرتا ہے۔ اور کوئی غرض فاسد بھی درمیان میں کارفرمانیں

ہوتی۔ جیسے اس وجہ سے اپنے شیخ سے سماع کا پوچھنا کہ شیخ کی عمر چھوٹی ہے۔ یا اسے عزت و شہرت حاصل نہیں۔ یا وہ شیخ مستور الحال ہے۔ کیونکہ یہ سب نقائص طعن اور عیب کا باعث ہیں۔ لغت میں تدلیس کے معنی سامان کا عیب چھپانے، خلط ملط کرنے اور سخت تاریکی کے بھی آتے ہیں۔ بعض اکابر محدثین بھی تدلیس کرتے تھے لیکن ان کی تدلیس حدیث کی صحت پر وثوق اور راوی کے حال کی شہرت کی بنا پر ہوتی تھی، مذکورہ اغراض فاسد دے تحت نہ ہوتی تھی۔

اور اگر راوی حدیث سے اسناد یا متن میں اختلاف واقع ہو جائے۔ مثلاً راوی نے مؤخرہ کو مقدم کر دیا یا مقدم کو مؤخرہ یا الفاظ بڑھادیے یا کم کر دیے۔ یا ایک راوی کی جگہ دوسرے راوی کا ذکر کر دیا یا ایک متن کی جگہ دوسرا متن ذکر کر دیا۔ اور اسی طرح کی اور باتیں تو ایسی حدیث کو **مُصَنَّدٌ بِجَمْعٍ** کہتے ہیں۔ اور اگر راوی کسی غرض و مصلحت کے تحت حدیث کے درمیان اپنے الفاظ لے آئے تو اس حدیث کو **مُضْطَرَبٌ** کہتے ہیں۔

تنبیہ: اس کلام کا تعلق دراصل اس کلام سے جڑ جاتا ہے جو روایت حدیث اور نقل بالمعنی سے متعلق ہے۔ اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر نقل اور روایت بالمعنی کو جائز قرار دیتے ہیں مگر اس شخص کے لیے جو عربی کا پورا عالم، اسالیب کلام کا ماہر اور عبارات و مفہومات اور خطابات کے خواص سے اچھی طرح واقف ہو تاکہ زیادتی یا کمی وغیرہ خطا سے بچ سکتا ہو۔

اور **عَنْ** اس روایت حدیث کا نام ہے جو عن فلان عن فلان کے لفظ سے مروی ہو۔ اور **مُعَنَّ** وہ حدیث ہوگی جو اس طریق پر روایت کی گئی ہو۔ اور خطرہ تدلیس کے باعث **عَنْ** معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں التباس مذکور کا اشتباہ ہے۔ اور جو مرفوع ہو اور اس کی سند بھی متصل ہو اسے **مُسْتَدَّ** کہتے ہیں۔ مشہور اصطلاح یہی ہے۔ بعض علماء متصل کو مطلقاً سند کہہ دیتے ہیں مگر چہ وہ موقوف یا مقطوع ہو۔ اور بعض مطلقاً مرفوع کو سند کہہ دیتے ہیں اگرچہ مرسل یا مفصل یا منقطع ہو۔ تاہم معتد علیہ پہلا قول ہے۔

وَصُل: حدیث کے اقسام میں سے شاذ، منکر اور معل بھی ہیں۔ شاذ لغت میں فرد کو کہتے ہیں جو جماعت سے الگ ہو جائے۔ اور محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث شاذ ہوگی جو ثقہ راویوں کی روایت کے مخالف روایت کی گئی ہو۔ پھر اگر وہ شاذ حدیث کا راوی ثقہ نہ ہو تو مردود ہوگی اور اگر ثقہ ہو اور اس میں مزید حفظ، کثرت عدد وغیرہ وجوہ ترجیح کی روشنی میں ترجیح کا راستہ اختیار کیا گیا ہو تو جو حدیث راجح قرار پائے گی اسے محفوظ کہیں گے۔ اور مردود جو کہ شاذ کا نام دیا جائے گا۔ ضعیف وہ حدیث ہے جسے وہ راوی ضعیف روایت کرے جس کی روایت کردہ حدیث اس سے کم ضعف والے راوی کی حدیث کے مخالف ہو۔ منکر کے مقابل معروف ہے۔

منکر و معروف دونوں کے راوی ضعیف ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ معروف حدیث کا راوی کم ضعیف ہوتا ہے اور منکر کا زیادہ۔ اور شاذ و محفوظ میں دونوں راوی قوی ہوتے ہیں اتنا فرق ہوتا ہے کہ محفوظ کا راوی شاذ کے راوی سے قوی تر ہوتا ہے۔ شاذ و منکر دونوں حدیثیں مردود ہوتی ہیں اور محفوظ و معروف دونوں راجح۔ اور بعض محدثین نے شاذ و منکر میں دوسری حدیث کے

قوی یا ضعیف راوی کی مخالفت کی قید نہیں لگائی اور کہا ہے کہ ہر وہ حدیث شاذ کہلائے گی جو کسی راوی ثقہ اور منفرد نے روایت کی ہو اور کسی طرف سے بھی کوئی اصل اس کے موافق و موید موجود نہ ہو۔ بعض دوسرے محدثین شاذ و منکر میں ثقہ یا مخالفت کسی چیز کا اعتبار نہیں کرتے۔ اسی طرح منکر کو مذکورہ صورت کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ ہر اس حدیث کو جس کے راوی میں فسق، فرط غفلت اور کثرت غلط کا عیب پایا جاتا ہو، منکر کہہ دیتے ہیں۔ یہ محدثین کی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں۔ جن میں کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

مُعَلَّلٌ: بصیغہ اسم مفعول تعلیل سے مشتق ہے، یہ اس اسناد کو کہتے ہیں جس میں ایسے اسباب و علل پائے جاتے ہوں جو اس کی صحت میں نقص پیدا کرتے ہوں۔ اور ان اسباب و علل کا پتہ علم حدیث کے حذاق و ماہرین کو چل جاتا ہے۔ اور اگر روایت کرنے والوں نے کوئی روایت کی ہو اور ایک اور راوی بھی اس کے مطابق و موافق حدیث کی روایت کرے تو اس کی اس روایت کو اُس حدیث کی مُتَابِعُ کہیں گے یہی معنی ہے محدثین کرام کے اس قول کا۔

تَابِعَ فُلَانٌ وَلَهُ مُتَابِعَاتٌ - فلاں نے متابعت کی ہے اور فلاں کے بہت سے متابعات ہیں۔

متابعت تقویت و تائید کا موجب ہوتی ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ متابع مرتبہ میں اصل کے برابر ہو۔ ہو سکتا ہے مرتبہ میں اصل سے کمتر ہو۔ اور مرتبہ میں متابعت ہونی چاہیے۔ اور اگر متابع لفظ و معنی میں اصل کے موافق ہو تو اس پر لفظ مثلاً کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور صرف معنی میں موافق ہو تو اس کے لیے غَوَّہ کا لفظ بولتے ہیں البتہ متابعت میں یہ شرط ہے کہ دونوں احادیث ایک ہی صحابی سے مروی ہوں۔ اور اگر دو الگ الگ صحابیوں سے مروی ہوں تو اسے شَاهِدُ کہیں گے۔ پناچہ کہتے ہیں وَلَهُ شَوَاهِدٌ وَيَشْهَدُ بِهِ بِحَدِيثِ فُلَانٍ اور متابع و شاہد کی تلاش و جستجو کی غرض سے طُرُقُ و اسانید کی چھان بین کرنے کو اعتبار کہتے ہیں۔

وَصُلٌّ: حدیث تین قسم ہے۔ صحیح، حسن، ضعیف صحیح اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور ضعیف ادنیٰ مرتبہ۔ اور حسن

درمیانہ مرتبہ۔ صحیح وہ حدیث ہے جو عادل، تام الضبط اور متصل السند راویوں سے منقول درودی ہو۔ اور آخر تک یہ شرائط موجود ہوں۔ رِوَاۃ حدیث میں یہ شرائط اگر علی و جہ الکمال و التمام پائی جاتی ہوں تو اس حدیث کو صحیح لُذَاتِہ کہتے ہیں۔ اور اگر ان شرائط میں کسی قدر نقصان و قصور پایا جاتا ہو مگر کثرت طرق سے اس نقصان و قصور کی تلافی ہو گئی ہو تو اسے صحیح بغیر کہیں گے۔ اور اگر اس نقصان و قصور کی کمی پوری نہ ہوئی ہو تو اس حدیث کو حسن لُذَاتِہ کہتے ہیں۔ اور اگر ضعیف حدیث کے ضعف کا نقصان تعدد طرق سے پورا ہو چکا ہو تو اسے حسن بغیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں محدثین کے ظاہر کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے۔ کہ حدیث حسن میں یہ نقصان تمام صفات مذکورہ میں پایا جاسکتا ہے۔ تاہم تحقیقی بات یہ ہے کہ حسن لُذَاتِہ میں یہ نقص: خامی صرف صفت ضبط کے اعتبار سے ہوتی ہے باقی تمام صفات اپنی حالت پر موجود ہوتی ہیں۔ اور ضعیف و حسن بغیر میں یہ خامی تمام صفات کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

ضبط و عدالت: - اب ضبط و عدالت کا معنی بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان مذکورہ اقسام کی تعریف کا پتہ چل جائے۔ جانتا چاہیے کہ عدالت سے کسی شخص میں ایسے ملکہ کا پایا جانا مراد ہے جو اسے تقویٰ و مروت پر استحکام و مضبوطی سے قائم رہنے پر راغب کرتا ہو۔ اور تقویٰ سے اعمال سیئہ، شرک، فسق، بدعت سے بچنا مراد ہے۔ گناہ صغیرہ سے اجتناب میں اختلاف ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ صغائر سے اجتناب مراد نہیں کہ یہ امر عموماً طاقت انسانی سے باہر ہے، الا یہ کہ صغیرہ پر اصرار و دوام اختیار کرے کہ یہ بھی کبیرہ گناہوں کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور مروت سے بعض ایسے گھٹیا کاموں اور نقائص سے بچنا مراد ہے جو انسانیت اور مردانگی کے تقاضا کے مطابق نہ ہوں۔ جیسے دین میں بعض مباح امور جیسے بازار میں کھانا پینا، اور شارع عام میں بول پیشاب وغیرہ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ عدل روایت، عدل شہادت سے عام ہے۔ کیونکہ عدل روایت غلام کی بھی شامل ہے جبکہ عدل شہادت صرف آزاد کو شامل ہے۔ یعنی روایت غلام عادل کی بھی معتبر ہوگی مگر شہادت غلام عادل کی معتبر نہیں ہے اور ضبط سے وہ حفظ اور قوت یادداشت مراد ہے جس کے باعث سنی ہوئی مرویات خلل اور بعض الفاظ کے چھوٹ جانے سے محفوظ رہتا ہو یہاں تک کہ ان مرویات کے ذہن میں حاضر کرنے کی قدرت رکھتا ہو، پھر ضبط کی دو قسمیں ہیں ضبط صدر اور ضبط کتاب۔ ضبط صدر یادداشت اور حفظ قلب سے ہوتی ہے۔ اور ضبط کتاب یہ ہے کہ ادا کرنے اور دوسرے کو پہنچانے تک محفوظ اور یاد رکھے۔

وُضُل: - عدالت سے متعلق وجوہ طعن کی علماء نے پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ قسم اول راوی کا کاذب اور جھوٹا ہونا۔ قسم دوم اس کا کذب کے ساتھ متهم ہونا۔ قسم سوم فسق راوی۔ قسم چہارم راوی کی جہالت، قسم پنجم راوی کا بدعتی ہونا۔ کذب راوی سے مراد یہ ہے کہ اس کا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کرنے میں جھوٹ ثابت ہو چکا ہو۔ اور اس حدیث کو جس کا راوی کاذب قرار پا چکا ہو، موضوع کہتے ہیں۔ اور جس شخص سے تمام عمر میں ایک دفعہ بھی روایت حدیث میں جھوٹ بولنا ثابت ہو گیا ہو اس کی روایت کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ جھوٹ سے توبہ بھی کر لے۔ بخلاف جھوٹی گواہی دینے والے گواہ کے۔ کیونکہ نائب ہونے کے بعد وہ مقبول الشہادۃ ہو جائے گا۔ اور محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث سے یہی مراد ہے۔ نہ یہ کہ کسی خاص حدیث میں اس کا کذب و وضع ثابت ہو۔ اور وضع و افتراء کا حکم ظن غالب سے ہو گا۔ قطعیت و یقین کے لیے کوئی راہ نہیں۔ کیونکہ جھوٹا انسان بھی کبھی سچ کہہ دیتا ہے۔ اور راوی کے متهم بالکذب ہونے سے یہ مراد ہے کہ راوی گفتگو میں دور رس گوئی میں مشہور ہو چکا ہو۔ اگرچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت میں اس کا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو ہو۔ اور جو روایت شریعت پاک کے معلوم و ضروری قواعد کے مخالف ہو وہ بھی موضوع حدیث کے حکم میں ہے۔ حدیث کی اس قسم کو متروک کہتے ہیں۔ چنانچہ محدثین کہتے ہیں حدیث متروک، یا ہو متروک الحدیث۔ ایسا شخص اگر توبہ کرے اور توبہ میں مضبوط ہو جائے اور صدق و راستی کی علامات اس کے حال کی پیشانی سے ظاہر ہونا شروع ہو جائیں تو اس کی روایت کردہ حدیث بھی سنی جاسکے گی۔

اوردہ شخص جس کے حدیث کے سوا دوسرے کلام میں کبھی کبھی نادر طور پر جھوٹ کا ثبوت ملتا ہو تو اگرچہ اتنی مقدار میں بھی کذب کا مرکب ہونا معصیت اور گناہ ہے تاہم اس کی روایت کردہ حدیث کا نام موضوع یا متروک نہ ہوگا۔

اور فسق سے عملی فسق مراد ہے۔ کیونکہ فسق اعتقادی بدعت میں داخل ہے۔ بدعت کا زیادہ تر استعمال اعتقادی خرابی میں ہوتا ہے اور کذب بھی اگرچہ فسق میں داخل ہے تاہم اس کے شدید قسم کا نقص ہونے کے باعث اور ایک الگ شے قرار دیتے ہوئے اسے فسق سے جدا چیز شمار کیا گیا ہے۔ راوی کے نام کا معلوم نہ ہونا بھی حدیث میں طعن کا موجب ہے۔ کہ جب راوی کا نام معلوم نہ ہوگا اس کا حال بھی معلوم نہ ہوگا اور یہ معلوم نہ ہونے کا کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ اس کی مثال یوں ہے اَخْبَرَنِي رَجُلٌ اَوْ اَخْبَرَنِي شَيْخٌ اور اس مجہول الاسم راوی کو مبہم کہتے ہیں۔ اور مبہم راوی کی حدیث مقبول نہیں ہے الا یہ کہ وہ صحابی ہو کہ صحابہ سب کے سب عادل و ثقیل ہیں۔ اور اگر راوی مبہم کا نام روایت میں بصورت تعدیل آیا ہو جیسے اَخْبَرَنِي عَدْلٌ اَوْ اَخْبَرَنِي ثِقَةً تو اس میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ روایت کرنے والے نے اس مجہول الاسم راوی کو اپنے خیال کے مطابق ثقہ گمان کر لیا ہو۔ مگر وہ نفس الامر میں ثقہ نہ ہو۔ لہذا اس کا نام لینا چاہیے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ثقہ ہے۔ اور اگر علم حدیث کا کوئی ماہر و حاذق امام مجہول الاسم راوی کو ثقہ کے لفظ سے بیان کرے تو وہ مقبول ہے۔

بدعت: بدعت سے ایسی نئی نکالی ہوئی چیز کا اعتقاد کر لینا مراد ہے جو کسی شیعہ اور توادیل کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ معروف و معلوم طور پر وارد ہوا ہے اس کے خلاف ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ معروف و معلوم چیز کے انکار اور اس سے عناد کی بنا پر اس نئی چیز کا معتقد نہ بنا ہوا ہو۔ کیونکہ انکار و عناد کفر ہے۔ اور مبتدع کی حدیث مردود ہے۔ اور اگر وہ مبتدع صدق لہجہ و حفاظت زبان سے متصف ہو تو بعض کے نزدیک اس کی حدیث مقبول ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگر وہ مبتدع کسی ایسے متواتر امر شرع کا منکر ہو جس کا دین اسلام میں سے ہونا بدعت معلوم یا اس کا ضروریات دین میں سے ہونا معلوم و معروف ہو تو اس کی حدیث مردود ہے۔ اور جو اس حالت تک نہ پہنچا ہو اگرچہ مخالفوں نے اس کی تکفیر بھی کی ہو اس کی حدیث مقبول ہوگی سب کہ اس راوی میں ضبط و دیر، تقویٰ اور احتیاط پائی جاتی ہو۔ لیکن اس بارے میں مختار و پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ اگر وہ مبتدع لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا۔ اور اس کی ترویج و ترویج میں کو شاکر رہتا ہو تو اس کی حدیث کو قبول نہ کیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو مقبول ہوگی الا یہ کہ ایسی چیز روایت کرے جو اس کی بدعت کو تقویت دینے والی ہو۔ کہ اس صورت میں اس کی روایت مردود ہوگی۔ الغرض اہل بدعت و ہوا اور بدعتیہ لوگوں سے حدیث اخذ کرنے میں محدثین کرام کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جامع الاصول میں ہے کہ آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے خوارج اور ان لوگوں سے جو قدریہ، شیعہ، روافض اور دوسرے اہل بدعت و ہوا سے حدیث لی ہے۔ اس کے برعکس محدثین کی ایک دوسری جماعت نے ان لوگوں سے اخذ حدیث میں احتیاط اور دیر

کو اختیار کیا ہے۔ محدثین کے ان دونوں گروہوں کی اپنی اپنی نیت ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان فرقوں سے اخذ حدیث، ان کے صدق و صواب کو پوری طرح جانچنے کے بعد کیا جائے گا۔ اور یہ احتیاط عدم اخذ میں ہے کیونکہ یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ ان گمراہ فرقوں نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لیے بہت سی احادیث اپنے پاس سے گھڑ لی ہیں اور بدعت سے تو بہ اور رجوع کے بعد انہوں نے خود اس کا اعتراف و اقرار بھی کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَصُل: علماء فقہ و جرح نے ضبط سے متعلق وجوہ طعن کی بعض پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ اول غفلت کی زیادتی۔ دوم غلطی کا کثرت سے واقع ہونا۔ سوم ثقافت کی مخالفت۔ چہارم دہم میں مبتلا ہونا یا ختم حلقے کا خراب ہونا۔ غفلت کا زیادہ ہونا اور غلطی کا کثرت سے وقوع دونوں قریباً ایک ہی چیز ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ غفلت کا تعلق حدیث کے سننے اور اسے ذہن میں محفوظ کرنے سے ہوتا ہے اور غلطی کا تعلق دوسرے کو سنانے اور حدیث کو دوسرے تک پہنچانے سے ہوتا ہے۔ اور ثقل راویوں کی مخالفت کا تعلق اسناد یا متن حدیث سے ہوتا ہے۔ اور اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ اور یہ حدیث کو شاذ کر دینے کا موجب ہے۔ اور یہ مخالفت ثقافت ضبط کے وجوہ طعن میں سے اس لحاظ سے ہے کہ ثقل راویوں کی مخالفت کا باعث عدم ضبط ہوتا ہے۔ اور اس وصف ضبط کے نہ مرنے کے باعث یہ راوی حدیث میں تغیر و تبدیل سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اور دہم اس وجہ سے موجب طعن ہے کہ اس کی بنا پر راوی روایت حدیث کرتے وقت دہم میں مبتلا اور خطا میں واقع ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس کے دہم و خطا پر دلالت کرنے والے قرائن کے ذریعے اطلاع ہو جائے اور اس روایت میں نقص پیدا کرنے والے اسباب و علل کا پتہ چل جائے تو ایسی حدیث کو **مُعَدِّلٌ** کہتے ہیں اور یہ شناخت و اطلاع حدیث کے مشکل ترین اور اذق ترین علوم میں سے ہے۔ اس استعداد پر وہی شخص قائم و راسخ ہو سکتا ہے جسے مراتب رواۃ اور اسانید و متون کی معرفت تامہ اور اس سلسلے میں تیز فہم اور وسیع حفظ کی قوت عطا کی گئی ہو۔ جیسا کہ اس فن کے متقدمین حضرات سے لے کر امام دارقطنی تک کہ علماء کرام کا فیصلہ ہے کہ اس باب میں دارقطنی جیسا کامل ان کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ **مُعَدِّلٌ** (نقص بیان کرنے والا) کی عبارت حجت اور دلیل قائم کرنے سے قاصر ہوتی ہے اور وہ علت و نقص کی تیقح و تعیین نہیں کر سکتا۔ جس طرح بعض اوقات صراف درہم و دینار کو کھوٹا کھرا ظاہر کرنے کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ حافظہ کی خرابی سے مراد یہ ہے کہ اس کی درستی فہم خطا سے اور حفظ و یادداشت سمجھ و نسیان سے بڑھ کر نہ ہو۔ یعنی یا تو خطا و نسیان غالب ہو یا صحت فہم و قوت یادداشت کے برابر ہو۔

یہ دونوں صورتیں سوء حفظ میں داخل ہیں۔ قابل اعتبار یہ ہے کہ صحت فہم و قوت یادداشت کا غلبہ ہو۔ اور خرابی حافظہ کا مرض اگر راوی کی پوری عمر کے حالات کے ساتھ لازم ہو چکا ہو اور کسی حالت میں بھی وہ اس سے محفوظ و مصون نہ رہتا ہو تو اس کی حدیث معتبر نہ ہوگی۔ اور بعض محدثین کے نزدیک اسے بھی شاذ ہی کہیں گے۔ اور اگر خرابی حافظہ کا مرض عارضی اور وقتی ہو۔ مثلاً زیادہ

بوڑھا ہو جانے کے باعث یا بینائی چلے جانے کی وجہ سے یا کتابوں کے تلف ہو جانے کی بنا پر ہو تو اسے مختلط کہتے ہیں۔ اور اگر اس نے کوئی روایت اس خلل و اختلاط کے عارض ہوئے سے قبل بیان کی ہو اور اسے ان روایات سے جدا و الگ کر دیا ہو جو اس عارضہ کے لاحق ہونے کے بعد روایت کی ہیں۔ تو جدا کردہ روایت کو قبول کر لیا جائے گا۔ اور اگر الگ اور جدا نہ کیا ہو تو اس میں توفیق کیا جائے گا۔

اور اگر اشتباہ ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اور اگر اس قسم حدیث کے لیے متابعات اور شواہد مل جائیں اور وہ مقام اشتباہ سے نکل جائے تو وہ روایت درجہ دوم توقف سے نکل کر مرتبہ قبول و رجحان کو پہنچ جائے گی۔ اور یہی حکم ہے مستور، مکتس اور مرسل احادیث کا۔

و فصل :- اگر حدیث صحیح کا راوی ایک ہی ہو۔ تو اسے غریب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اگر دو راوی ہوں تو اسے عزیز کہتے ہیں۔ اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو اسے مشہور و مستفیض کہتے ہیں۔ اور اگر راویوں کی کثرت اس حد کو پہنچ جائے

کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو جائے تو اسے متواتر کہتے ہیں۔ اور غریب حدیث کو فرد بھی کہتے ہیں۔ اور راوی کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کے ایک درجے میں بھی یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو وہ غریب کہلائے گی۔ لیکن اس

صورت میں اسے فرد نہ ہی کہتے ہیں۔ اور اگر سند کے تمام درجوں میں ایک ہی راوی چلا آئے ہو تو ایسی روایت کا نام فرد مطلق ہے۔ اور در راویوں کے روایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ سند کے تمام درجوں میں دو راوی ہوں۔ اگر کسی ایک درجے میں بھی

صرف ایک راوی آگیا تو وہ عزیز نہ ہوگی بلکہ غریب کہلائے گی جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور اسی قیاس پر مشہور حدیث میں دو سے زیادہ راویوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ علماء نقد و جرح کے اس قول کا کہ اس فن میں اقل اکثر پر غالب ہے یہی معنی ہے۔ (یہ بات

ذہن نشین کر لو)۔ اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ غرابت صحت کے منافی نہیں۔ اور یہ کہ غریب حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس کے تمام رجال سند ثقہ ہوں۔ اور کبھی غریب بمعنی شاذ بھی آتی ہے۔ وہ شاذ جو حدیث میں اقسام طعن میں سے ہے۔

صاحب مصابیح بعض احادیث کے بارے میں بطور طعن جب یہ فرماتے ہیں کہ ہذا حدیث غریب تو اس سے ان کی مراد یہی شاذ ہوتی ہے۔ اور بعض نے شاذ سے صرف وہ حدیث مراد لی ہے جس کا راوی مفرد ہو۔ بغیر اس بات کا لحاظ کیے کہ اس میں

ثقات کی مخالفت واقع ہوئی ہو۔ اس بنا پر یہ حضرات کہتے ہیں کہ صحیح شاذ بھی ہوتی ہے اور غیر شاذ بمعنی فرد ثقہ بھی۔ اور ہماں طعن کے طور پر کسی حدیث کو شاذ کہتے ہیں وہاں مخالفت ثقات مراد ہوتی ہے۔

و فصل :- ضعیف وہ حدیث ہے جس میں صحیح یا حسن کی شرائط مغتبرہ ہیں سے ایک یا ایک سے زیادہ مطلقاً شرائط مفقود ہوں اور راوی میں عدالت یا ضبط نہ ہو۔ یا اس کا اسناد انقطاع کے عیب سے داغدار ہو۔ اور شذوذ، اجنبیت اور

علت و نقص سے پاک نہ ہو۔ اس اعتبار سے افراد اذکر کیبا ضعیف کی متعدد اور کثیر اقسام بن جاتی ہیں۔ اسی طرح صحیح یا حسن لذاتہ اور بغیر کی اقسام بھی اصل صحت و حسن میں مشترک ہونے کے باوجود ان صفات کے مراتب و درجات سے تفاوت کے لحاظ سے بہت بن جاتی ہیں۔

اور علماء نقد و جرح نے صحت کے مراتب پورے ضبط کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ اور ان کی تعین فرمادی ہے۔ اور احادیث کی سندوں سے ان کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ اور کہا ہے کہ عدالت و ضبط کا نام سندوں کے تمام رجال (رواة حدیث) کو شامل ہے۔ لیکن ان صفات عدالت و ضبط میں بعض راویوں کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ تاہم صحیح ترین سند کا اطلاق کس مخصوص سند پر کیا جائے تو اس میں علی الاطلاق اختلاف ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ صحیح ترین سند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہے جو وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے نانا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے کریں۔ اور بعض مالک از نافع از ابن عمر کو صحیح ترین سند کہتے ہیں۔ اور بعض زہری از سالم اور وہ اپنے باپ ابن عمر سے روایت کو صحیح ترین سند قرار دیتے ہیں لیکن اس سلسلے میں درست بات یہ ہے کہ کسی مخصوص سند پر علی الاطلاق صحیح ترین ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ ہاں اس مقام پر ایک اعلیٰ درجہ ہے جس میں بہت سی سندیں داخل ہیں۔ اور اگر کسی قید کے ساتھ مقید کر کے صحیح ترین کا لفظ بولا جائے۔ مثلاً فلان شمر کی صحیح ترین سند، یا فلان باب میں صحیح ترین سند یا اس مسئلہ میں صحیح ترین تو البتہ یہ اطلاق درست ہے۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ ایک حدیث کے بارے میں یوں فرمادیا کرتے ہیں حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ اور حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ مَجِیْعٌ ان کی اس عادت کے بارے میں یہ بات ہے کہ حسن و صحت کے اجتماع میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ ایک حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہو سکتی ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ ہاں غریب اور حسن کے اجتماع میں اشکال ضرور ہے۔ کیونکہ امام ترمذی نے حسن میں تعدد طرق کا اعتبار کیا ہے۔ اور یہ بات غرابت کے مفہوم کے منافی ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ امام ترمذی کے نزدیک تعدد طرق کا اعتبار مطلق حسن میں نہیں ہے۔ بلکہ حسن کی ایک خاص قسم میں ہے۔ اور جہاں وہ حسن اور غریب کو جمع کرتے ہیں وہاں اس سے ایک دوسری قسم مراد ہوتی ہے۔ بعض علماء اس اشکال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حسن و غریب کو یکجا کر کے امام ترمذی علیہ الرحمۃ اختلاف روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بعض روایات کے مطابق یہ حدیث غریب اور بعض دوسری کے اعتبار سے حسن ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں واو بمعنی او ہے جو شک و تردد کے معنی دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ حدیث یا تو غریب ہے یا حسن۔ اور اس اشکال کا یہ جواب دینا کہ یہاں حسن سے مراد اصطلاحی حسن نہیں بلکہ حسن سے مایمل الیہ الطبع مراد ہے (یعنی جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اگرچہ وہ سند کے اعتبار سے غریب ہی کیوں نہ ہو تو یہ جواب درستی سے بعید ہے۔

وَصُل: احکام میں صحیح لذاتہ کے قابل محبت ہونے پر سب علماء کا اجماع ہے۔ عام علماء کے نزدیک حسن لذاتہ کی بھی یہ حیثیت ہے اور یہ قابل محبت ہونے میں صحیح کے ساتھ ملحق ہے۔ اگرچہ مرتبہ میں اس سے کم ہے۔ اور جب ضعیف حدیث تعدد طرق کے ذریعے درجہ حسن تک پہنچ جائے تو اس سے بھی استدلال کرنا درست ہوتا ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ ضعیف حدیث

صرف فضائل اعمال میں حجت ہے تو اس سے مفرد یعنی ایک سند والی ضعیف مراد ہے۔ نہ کہ وہ جو کئی اسناد سے مروی ہو اس لیے کہ وہ تو تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ اور ضعیف کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ آئمہ فن نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ بعض آئمہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا ضعف اگر بعض راویوں کے سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی بنا پر ہو۔ اور راوی میں صدق و دیانت کا وصف بھی ہو تو تعدد طرق سے اس کے ضعف کی تدفی ہو جائے گا اور اگر ضعف کا موجب راوی کا مہتمم بالکذب ہونا یا اس کا شذوذ اور غش خطا ہو تو تعدد طرق کے ساتھ بھی اس کی تلافی نہ ہو سکے گی اور حدیث درجہ ضعف میں ہی رہے گی۔ اور فضائل میں مقبول و معمول بہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ بعض علماء کے اس قول کا رد کہ ایک ضعف کے دوسرے ضعف کے ساتھ مل جانے سے قوت نہیں آسکتی نسلق ضعیف حدیث کی اس قسم سے ہو۔ ورنہ کسی اور معنی کے مطابق یہ قول ظاہر الفساد ہے۔ اور اس بات میں ابھی مزید غور و تدبیر کی ضرورت ہے۔

و فصل: جب کہ صحیح حدیث کے درجات میں فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور بعض بعض سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات محدثین کے ہاں طے شدہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی صحیح حدیث میں تصنیف شدہ کتب میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ علماء نے کہا ہے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔ یعنی کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے۔ اور بعض مغربی علماء و مراکش و اندلس وغیرہ کے علماء کے نزدیک صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر صحت میں فوقیت حاصل ہے۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ ترجیح احادیث کے حسن سیاق، حدیث کی ترتیب و وضع میں عمدگی وغیرہ کے اعتبار سے ہے۔ اور حدیث کی کوئی کتاب بھی احادیث کی وضع و ترتیب، اشارات کی ہار یکمیوں کی رعایت ہندوں کے ذکر کرنے میں بہترین نکات پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے صحیح مسلم کی ہم پلہ اور برابر نہیں۔ تاہم ترجیح کی یہ وجوہات خارج از بحث ہیں۔ کیونکہ یہاں گفتگو حدیث کی صحت، قوت اور ان امور کے بارے میں ہے جو اس سے متعلق

صحیح بخاری کے برابر نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے رجال حدیث میں صحت حدیث کے لیے جن صفات کاملہ کا لحاظ و اعتبار کیا گیا ہے۔ وہ کسی اور محدث نے ملحوظ نہیں رکھیں۔ بعض علماء ان دونوں کتابوں کو ایک دوسرے کی برابر ترجیح دینے میں توقف کرتے ہیں۔ تاہم جمہور کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے۔ جیسا کہ اس بات کو انہوں نے اپنے مقام پر وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور جس حدیث کی تخریج و روایت میں امام بخاری و امام مسلم دونوں اکٹھے ہو جائیں یا جس کے بارے میں یوں آئے أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ تو وہ حدیث متفق علیہ کہلائے گی۔ علماء حدیث نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صحیح احادیث کی تعداد دو ہزار تین سو چھیسیس ہے۔ مختصر یہ کہ جمہور محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک احادیث صحیحہ میں اعلیٰ ترین مرتبہ متفق علیہ حدیث کا ہے۔ پھر اس کا جس کے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہوں۔ پھر اس کا مرتبہ

جس کے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہوں۔ پھر وہ حدیث جو امام بخاری و امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہو۔ پھر وہ جو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔ اس کے بعد وہ جو امام مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔ پھر اس کا درجہ جو ان دو آئمہ کی شرط کے بجائے دوسرے آئمہ حدیث کی شرط کے موافق ہو جنہوں نے صحت احادیث کا التزام کر کے ان کی تصحیح کی ہے اس ترتیب کے مطابق تمام سات قسمیں بنتی ہیں۔ بخاری اور مسلم کی شرط سے مراد یہ ہے کہ رجال حدیث ان صفات سے مشف ہوں جن کا اعتبار ان دونوں اماموں نے کیا ہے۔ جیسے ضبط، عدالت، شہ ذکا نہ ہو، ناکاریت (اجنبیت رادی) اور علت قاصرہ سے پاک ہو، وغیرہ۔ بخاری و مسلم کی شرط کی اس سے زیادہ تفصیل مقدمہ شرح سفر السعادت میں کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

وصل: احادیث صحیحہ کا ذخیرہ صرف صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہی منحصر نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان دونوں حضرات نے تمام صحاح کا استیعاب (اکٹھی کر دینا) کیا ہے۔ بلکہ ان دونوں اماموں نے بعض ایسی صحیح احادیث بھی چھوڑ دی ہیں۔ جو ان کی شرائط کے مطابق تھیں۔ چہ جائیکہ مطلقاً تمام صحیح احادیث کو انہوں نے اپنی صحیحین میں درج کیا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث درج کی ہیں اور ان میں سے بھی بہت سی چھوڑ دی ہیں۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے میں نے اپنی کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ہی درج کی ہیں۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ جن احادیث کو میں نے درج نہیں کیا وہ ضعیف ہیں تاہم بعض احادیث صحاح کو چھوڑ دینے اور بعض کے نقل کرنے میں ان دونوں اماموں کے ہاں تخصیص و ترجیح کی وجہ ضرور ہوگی۔ خواہ وہ صحت کی حیثیت سے متعلق ہو یا دوسرے مقاصد کے پیش نظر۔

اور حاکم ابو عبد اللہ میثاقی نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام مستدرک رکھا۔ یعنی وہ صحیح احادیث جنہیں امام بخاری و مسلم نے چھوڑ دیا مستدرک میں انہیں درج کر کے ان کی اس فرد گزاشت کی تلافی کی۔ اس کتاب میں انہوں نے بعض احادیث مندرجہ بالا کے مطابق روایت کیں اور بعض ان میں سے ایک کی شرط کے مطابق۔ اور بعض دوسرے آئمہ حدیث کی شرط کے مطابق۔ اور حاکم علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ انہوں نے یعنی بخاری و مسلم نے یہ فیصلہ نہیں دیا کہ جن احادیث انہوں نے ان دو کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں نخریج و روایت نہیں وہ غیر صحیح ہیں۔ حاکم علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے زمانے میں بدعتی لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو چکی ہے جنہوں نے آئمہ دین پر طعن و اعتراض کی زبانیں کھول دی ہیں۔ کہ تم اہل بیت کے نزدیک بھی احادیث صحیحہ کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ (تو ان آئمہ حدیث نے بہت سی صحیح احادیث کیوں چھوڑ دیں) تاہم آئمہ دین پر طعن و اعتراض کرنا ٹھیک نہیں۔ اور امام بخاری سے منقول ہے وہ فرماتے تھے مجھے ایک لاکھ صحیح حدیث یاد ہے۔ اور غیر صحیح سے دو لاکھ یاد ہیں ظاہر یہی ہے کہ صحیح سے مراد وہ احادیث ہیں جو امام بخاری علیہ الرحمۃ کی اپنی شرط کے مطابق صحیح ہوں۔ اور صحیح بخاری میں مکرر احادیث سمیت کل سات ہزار دو سو پچتر احادیث ہیں۔ اور مکرر احادیث کو شمار نہ کرنے کی صورت

ہیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار حدیث ہے۔

بہت سے دوسرے آئمہ حدیث نے بھی صحیح احادیث اکٹھا کرنے کی خاطر کتب تصنیف فرمائی ہیں جیسے صحیح ابن خزیمہ کہ ابن خزیمہ علیہ الرحمۃ کو امام الائمہ کہا گیا ہے یہ صاحب ابن حبان کے شیخ و استاد ہیں۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شان میں فرمایا ہے۔ کہ میں نے روئے زمین پر ابن خزیمہ کے سوا ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فن حدیث کو ان سے بہتر جانتا ہو۔ یا جسے مختلف الفاظ کے ساتھ پوری طرح احادیث صحیحہ یاد ہوں۔ گو یا تمام سنن و احادیث کا ذخیرہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اسی طرح ایک کتاب صحیح ابن حبان ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ امام الائمہ ابن خزیمہ علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں۔ ثقہ، ثابت (ذکی الذہن)، فاضل اور نہایت تیز فہم و فراست کے مالک تھے۔ حاکم نے ان کی شان میں فرمایا ہے کہ ابن حبان علیہ الرحمۃ علم فقہ، علم حدیث اور وعظ میں علم سے بھرے ہوئے برہنوں کی طرح تھے۔ اور نہایت ہی عقلمند شخصیت تھے۔ اور ایک کتاب صحیح حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری الحافظ الثقفہ ہے جس کا نام مستدرک ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے حاکم سے اس کتاب میں قدرے فروگزاشت بھی سرزد ہوئی ہے۔ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان سندوں اور متنوں کے بیان کرنے میں حاکم سے اکمل و اقویٰ اور بہتر عمدہ تھیں۔ اسی سلسلے کی ایک کتاب مختارۃ حافظ ضیاء مقدسی ہے انہوں نے بھی اس میں وہ احادیث صحیحہ اکٹھی کی ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں۔ علماء نے اس کتاب کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ مستدرک حاکم سے بھی یہ احسن ہے۔ یوں ہی صحیح ابو عوانہ، ابن السکین اور ابن جبار کی مُنتَقٰی ہے۔ ان تمام مذکورہ کتب میں صحیح احادیث ہی جمع کی گئی ہیں۔ تاہم علماء نقد و جرح کی ایک جماعت نے ان کتب پر ازراہ تعصب یا از روئے انصاف تنقید کی ہے۔

و فوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا موجود ہے) واللہ اعلم۔

وُصُل: اسلامی حلقوں میں حدیث کی جو چھ کتابیں مشہور ہیں اور جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ سے عبارت ہیں۔ بعض کے نزدیک ابن ماجہ کے بجائے موطا ہے۔ کتاب جامع الاصول کے مؤلف نے موطا کو ہی اختیار کیا ہے۔ ان چھ کتابوں میں صحیح، حسن، ضعیف ہر قسم کی احادیث موجود ہیں۔ اغلب و اکثر احادیث کے لحاظ سے ان کتب کو صحاح ستہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ صاحب مصابیح نے جو بخاری و مسلم کے غیر مرویات کو حسن کہا ہے۔ تو اس کی وجہ بھی قریب قریب یہی ہے۔ دراصل یہ صاحب مصابیح کی جدید اصطلاح ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ ابن ماجہ کی جگہ دارمی کی کتاب چھٹی کتاب شمار کیے جانے کے زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ اس کے رجال صحت میں کمتر ہیں۔ اور منکر و شاذ احادیث اس میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔

یہ تمام مذکورہ کتابیں علم حدیث کی مشہور کتابیں ہیں۔ اور امام سیوطی نے جمع الجوامع میں پچاس سے زائد کتب حدیث سے

سورجی

احادیث جمع کی ہیں جن میں صحیح، حسن، ضعیف ہر قسم کی احادیث ہیں۔ اور امام سیہ حلی نے دعویٰ کیا ہے کہ جمع الجوامع میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی گئی جو موضوع ہو۔ یا جو باتفاق محدثین متروک اور مردود ہو۔ واللہ اعلم۔

ذیل شکوۃ المصالح نے دیا ہے کہ کتاب میں ائمہ حدیث کی ایک جماعت ذکر کیا ہے۔ ہم نے بھی مبحث کی ترتیب کے مطابق ان ائمہ کے حالات بیان کر دیے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا ذکر جو اجل، اعظم، اور اکرم امام ہیں اس کتاب میں نہیں کیا۔ اسماء الرجال کی کتاب میں آپ کا ذکر اتم و کامل طریقہ پر ہم نے کر دیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ نام محمد۔ اور شجرہ نسب اس طرح ہے۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن برد بن بفتح باموحدہ، و سکون را و کسر دال مہملہ و سکون زاء اور فتح باموحدہ۔ آپ کو بخاری اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ بخارا شریف میں پیدا ہوئے۔ لفظ بخاری آپ اور آپ کی کتاب کے لیے علم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آپ کو جعفی (بضم جیم، و سکون عین مہملہ آخر میں فامسکور) بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا جد اعلیٰ مغیرہ مجوسی تھا یا ان جعفی کے ہاتھ پر جو اس وقت والی بخارا تھا، مسلمان ہوا۔ امام بخاری کو بھی اس نسبت سے جعفی کہہ دیتے ہیں۔ جس طرح شافعی کی نسبت سے شافعی کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث و علمائے حدیث کے مقتدا و پیشوا ہوئے ہیں۔ محدثین کے ہاں آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث ناصر الاحادیث النبویہ اور ناشر الموارث المحدثہ کے القاب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ آپ کے وقت کے علماء نے مختلف الفاظ میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ چنانچہ امام مسلم صاحب الصحیح جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو یوں کہہ کرتے تھے۔ ”مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں چوم لوں۔ اسے عمدہ گفتگو دے۔ اسے استفادہ الاساتذہ۔ اسے محدثین کے رئیس و سرور۔ امام ترمذی نے کہا۔ ”میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس امت کی زینت بنایا ہے۔“ ابن مدنی نے کہا امام بخاری نے خود بھی اپنے جیسا کوئی نہیں دیکھا ابن خزیمہ نے کہا نیل آسمان کے نیچے امام بخاری سے بڑھ کر حدیث جانتے والا اور اس کا حافظ موجود نہیں ہے۔ بعض علماء نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ زمین پر چلنے والی مخلوق میں سے امام بخاری علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ میں احادیث کے حفظ و یادداشت کتاب و سنت کے معانی سمجھنے میں، ذہن کی تیزی، طبیعت کے نکھار، وفور علم فقہ، کمال زہد، غایت دیر و تقویٰ، حدیث کے طرق اور ان کے نقائص و علل پر مطلع ہونے میں، نظر کی باریکی، قوت اجتہاد اور فرد و اصول سے نکالنے میں اپنی نظیر نہیں

رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ۔ ابراہیم و اخیار اور احادیث کے راویوں میں سے تھے۔ انہیں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و ہم نشینی نصیب رہی۔ اور انہوں نے امام مالک کے اصحاب اور ان کے طبقہ سے روایت کی ہے۔ اور وہ یعنی والد مکرم مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اور بار بار گاہ الہی میں عرض کیا کرتے تھے خداوند قدوس! میری تمام دعائیں دنیا میں ہی قبول نہ کرے بلکہ کچھ آخرت کے لیے بھی رہنے دے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی مستجاب الدعوات تھیں۔ منقول ہے کہ امام بخاری نے بچپن میں نابینا ہو گئے۔ اطباء نے آپ کو لا علاج قرار دے دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے درگاہ الہی میں منوجہ ہو کر دعا کی خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اسے بڑھایا اللہ تعالیٰ نے تیرے بار بار دعا کرنے اور نیری گم بہ وزاری کی برکت سے تیرے بچے کو بینائی عطا فرمادی۔ امام بخاری جب صبح کو اٹھے تو آنکھوں کی بینائی اس طرح صحیح اور درست تھی گویا کبھی بینائی ضائع نہیں ہوئی تھی۔ منقول ہے کہ آپ دس برس کے تھے کہ حدیث حفظ کرنے کا الہام ہوا۔ گیارہ برس کے تھے کہ اپنے شیخ کے خلط (سند حدیث میں عیب و نقص کا نام ہے) کی اصلاح کی۔ سولہ برس کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی کتابوں کو حفظ کر لیا اور اصحاب اسے کی کتابوں سے واقف ہو گئے۔ انہی ایام میں والدہ، والد اور آپ کا بھائی آپ کو حج بیت اللہ کے لیے لے گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ نے صحابہ و تابعین کے فضائل و مناقب میں کتاب تصنیف کی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب بیٹھ کر تاریخ کیر تالیف کی۔ آپ چاندنی راتوں میں بھی کتابیں لکھتے تھے۔ آپ نے سماع اور قرأت حدیث کے لیے اسلامی شہروں کے متعدد سفر اختیار کیے۔ آپ سے منقول ہے کہ فرمایا میں نے استفادہ حدیث کے لیے دو مرتبہ شام اور مصر کا سفر کیا۔ چار مرتبہ بصرے آیا۔ چھ سال حجاز مقدس میں اقامت گزری رہا۔ اور اس کا شمار نہیں کر سکتا کہ بغداد و کوفہ میں کتنی بار آیا ہوں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک ہزار اسی اشخاص سے میں نے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس تعداد میں اصحاب حدیث علماء کے علاوہ اور کوئی شامل نہیں۔ آپ کے مشائخ کے پانچ طبقات ہیں۔ تبع تابعین، تبع تابعین، آپ کے ہم عصر۔ آپ کے ساتھی۔ اور آپ کے وہ تلامذہ جن کی روایت کردہ احادیث میں آپ نے فوائد ملاحظہ فرمائے ان سب حضرات سے آپ نے روایت کی ہے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے کہ کوئی محدث اس وقت تک کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک اپنے سے اوپر، اپنے برابر اور اپنے سے کم درجہ آدمی سے روایت نہ کرے۔ اور بے شمار لوگوں نے امام بخاری علیہ الرحمۃ سے روایت کی ہے۔ جیسے امام مسلم نے اپنی غیر صحیح میں اور امام ترمذی، امام ابن خزمیہ اور فربری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ اور کم و بیش ایک لاکھ افراد نے آپ سے روایت کی ہے رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم وعلی سائر عباد اللہ الصالحین۔

منقول ہے کہ امام صاحب کو اپنے والد کے ترکہ سے جو مال وراثت ملا تھا اس کی بنا پر آپ بہت بڑے مالدار تھے۔

اور آپ جو انفراد، سخی، صاحب مروت، نہایت پارسا اور تمام امور میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ غرباء و فقراء کو صدقات و خیرات سے نوازتے رہتے تھے۔ علم حدیث کے طلبہ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اور نہایت قلیل القداء تھے۔ یہاں تک کہ دن میں صرف دو یا تین بادام آپ کی خوراک تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے چالیس سال روٹی کے ساتھ سالن استعمال نہیں کیا۔ جب بیمار ہو گئے تو اطباء نے کہا کہ یہ مرض خشک روٹی کھانے کی وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ تو صحت کی خاطر کثرت کے ساتھ مخصوص شربت پینا پڑا۔ مروی ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ستر مرتبہ بھرنے آپ کو کاٹا مگر آپ نے نماز نہ توڑی اور بدستور نماز میں مصروف رہے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ صحیح کے علاوہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی اور بھی تالیفات ہیں۔ جیسے ادب مفرد، رفع الیدین فی الصلوۃ قرأۃ خلف الامام، بر الوالدین، تاریخ کبیر، تاریخ اوسط، تاریخ صغیر، خلق افعال عباد، کتب الضعفاء جامع کبیر، مسند کبیر، تفسیر کبیر، کتاب الاشریہ، کتاب الہبتہ، اسامی صحابہ، کتاب رجال، کتاب علل، کتاب کثی۔ کتاب مبسوط اور کتاب فوائد۔

صحیح بخاری کی وجہ تصنیف

معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ اور تابعین کبار رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں احادیث و آثار جو جامع کتب کی شکل میں مدون و مرتب نہ ہوئی تھیں اور تصنیف و تالیف کی رسم معرض وجود میں نہ آئی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور زمانہ رسالت سے قرب کی بنا پر ان حضرات کا دائرہ حفظ بڑا وسیع، اور ان کے اذہان و عقول بڑے صاف و روان تھے۔ نیز جو امور جمع اور تالیف اور تصنیف کتب کا سبب بنتے ہیں، جیسے مذہبی تنازعات، اختلافات، فتاویٰ اور واقعات بھی کم تھے۔ روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ صحابہ کرام کو احادیث ضبط تحریر میں لانے کی ممانعت تھی، تاکہ ان میں بعض قرآن مجید سے خلط ملط نہ ہو جائیں۔ اور اس طرح سطحی ذہن کے لوگ اشتباہ و التباس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ضبط تحریر میں نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں سے اکثر حضرات فن تحریر سے آشنا نہ تھے۔ احادیث و اخبار کی تدوین اور سنن و آثار کی تصنیف کا سلسلہ دراصل تابعین کے آخری دور میں شروع ہوا۔ چنانچہ امام زہری، ربیع بن صبیح اور سعید بن البوعروب وغیرہ نے اس مبارک کام کا آغاز کیا۔ اور ہر باب کی علیحدہ تصنیف کی۔ تا آنکہ طبقہ ثالثین میں بڑے بڑے لوگ پیدا ہو گئے۔ اور انہوں نے ابواب فقہ کی ترتیب کے مطابق حدیث کی تدوین و تالیف کی۔ امام مالک علیہ الرحمۃ نے جواہل مدینہ کے پیشوا و مقتدوں میں موطا تصنیف کی۔ اور اہل حجاز کی جو احادیث ان کے ہاں صحت و قوت کے معیار پر درست تھیں وہ اس میں جمع کر دیں۔ نیز صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگوں کے فتویٰ و ہات

اپنی اس کتاب میں درج کیے، اور تصنیف و تالیف کا یہی کام مکہ معظمہ میں ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (دوسرے جیم اہل مضموم) علیہ الرحمۃ نے شروع کر دیا۔ شام میں ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی نے، کوفہ میں سفیان ثوری نے اور بصرہ میں حماد بن سلمہ ان سب حضرات نے کتابیں تصنیف فرمائیں ان کے بعد علماء مجتہدین میں سے ہر ایک نے تالیفات کیں۔ اور کبرائے محدثین میں سے امام احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ جیسے حضرات نے مسانید تالیف کیں۔ اور بعض تصانیف ابواب فقہ کی ترتیب کے مطابق مرتب فرمائیں۔ تاہم ان تمام مولفات میں سے کسی کتاب میں بھی ان کی تلمذین و تالیف کرنے والوں نے صحیح حدیث کو ضعیف حدیث سے جدا اور الگ نہ کیا تھا۔ سب سے پہلا شخص جس نے خالص صحیح احادیث کا ذخیرہ کسی کتاب میں بصورت تصنیف جمع کیا وہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی ذات بابرہ کات ہے۔ اور ان مذکورہ کتب سے واقفیت امام موصوف کے لیے صحیح احادیث یکجا کر کے کا ذخیرہ بن گئی۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ آپ نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور تشریف لائے ہیں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اندر وہ آپ کو ہوا پہنچانے کے لیے جھول رہا ہوں۔ اور آپ کے چہرہ النور پر سے مکھیوں کو دور ہٹا رہا ہوں۔ میں نے اپنا یہ خواب تعبیر کی خاطر ایک معبر کے سامنے بیان کیا۔ اس نے اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ تو وہ شخص بنے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث سے جھوٹ کو دور کرے گا۔ یہ واقعہ اور تعبیر بھی الجامع الصغیر کی تالیف کے سلسلے میں مزید تاکید کا سبب بنا۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے چھ لاکھ احادیث سے چھانٹ کر صحیح کی تالیف کی۔ اور کہا ہے احادیث کا جو ذخیرہ میں نے چھوڑ دیا ہے (کتاب میں درج نہیں کیا) وہ اس سے زیادہ ہے۔ جو میں نے صحیح بخاری کی شکل میں جمع کیا ہے۔ آپ نے اس کتاب کی تالیف مسجد خانہ کعبہ میں بیٹھ کر کی۔ اور ہر حدیث لکھنے سے پہلے بارگاہ الہی میں استخارہ کرتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے اور ایک روایت ہے کہ پہلے آب زمزم شریف سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر حدیث پاک لکھتے تھے۔ اور جس حدیث کی صحت آپ کے نزدیک یقین سے ثابت تھی صرف اس کو آپ نے اپنی صحیح میں درج فرمایا۔ اور ابن عدی نے اپنے شیوخ و اساتذہ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے کتاب کے تراجم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر اور آپ کے ممبر شریف کے درمیان بیٹھ کر پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ اور ہر ترجمہ کی تحریر سے قبل آپ دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ دونوں روایتوں میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ مسودہ کتاب تو مسجد خانہ کعبہ میں تیار کیا لیکن اس کی نظر ثانی اور اسے بیاض کی شکل مدینہ مطہرہ میں جا کر دی۔ آپ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنی کتابوں کو تین مرتبہ تصنیف کیا تین مرتبہ ان میں سے گزرے اور تین مرتبہ ان کی کاٹ چھانٹ کی۔ اس کے بعد جا کر اُسے آخری شکل دیتے تھے۔ بخاری شریف کے نسخوں کے کثرت اختلاف کی وجہ بھی یہی ہے۔ بخاری شریف کے مختلف نسخے دراصل مختلف روایات ہیں

جو آپ نے درج کی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام صاحب ہر حدیث عالم واقف یا امام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتے ہوں۔ اور حضور علیہ السلام سے اجازت و رخصت لے کر درج کرتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

امام ابو زید مروزی فرماتے ہیں کہ میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ اے ابو زید تو میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کی کتاب کونسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب۔

اور بعض عظیم القدر علماء کرام سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور جس جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک رکھتے ہیں بالکل اسی جگہ امام موصوف بھی اپنا قدم رکھتے ہیں۔ اور جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ علم حدیث میں تمام تصنیف شدہ کتابوں میں سے امام بخاری کی کتاب کو فوقیت و برتری حاصل ہے۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب صحیح البخاری ہے۔

شیخ شہاب الدین ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا ہے کہ صحیح بخاری کی تمام احادیث کی تعداد تعلیقات، شواہد، تابعات اور مکرر احادیث ملا کر نو ہزار آٹھ سو بیاسی ہے۔ اور مکرر احادیث کو چھوڑ کر مرفوع احادیث دو ہزار چھ سو بیاسی ہیں۔ امتی لیکن اس جگہ علماء اصول حدیث اور شارحین بخاری کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے واللہ اعلم۔ صحیح بخاری کی احادیث میں سند کے اعتبار سے اعلیٰ و اقرب وہ احادیث ہیں جن میں امام بخاری اور حضور علیہ السلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اور مکررات کو ملا کر وہ کل بائیس احادیث ہیں۔ مکررات کو چھوڑ کر کل سولہ ہیں۔

ادریس سے مشائخ اور ثقہ علماء کرام مرادوں کے حصول، مہمات میں کفایت، حاجات کے پورا ہونے، مصائب کے دور کرنے، تکالیف سے نجات پانے، بیماروں کی صحت و شفا اور شدا ئد و پریشانیوں کے وقت بخاری شریف کے پڑھنے کا عمل کرتے آئے ہیں۔ اور اس عمل کے ذریعے اپنی مرادیں پاتے اور مقاصد میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ اور اس عمل کو انہوں نے تریاق مجرب کی طرح قرار دیا ہے۔ اور علماء حدیث کے ہاں یہ عمل و وظیفہ نہایت ہی شہرت یافتہ ہے۔ چنانچہ میر جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد سید اصیل الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی اور لوگوں کی مشکلات اور مسائل و پریشانیوں کی خاطر کم و بیش ایک سو بیس مرتبہ صحیح بخاری پڑھنے کا عمل کیا ہے جس مقصد اور جس نیت کے تحت ایسا کیا اس میں کامیابی اور کامرانی نصیب ہوئی۔ اور علماء امت کے درمیان یہ حقیقت اس حد تک شہرت یافتہ ہے کہ بے دھڑک یہ کہا جاتا رہا ہے کہ صحیح بخاری کی تلاوت کسی مشکل کے لیے نہیں کی گئی مگر اس سے نجات مل گئی۔ اور وہ مشکل حل ہو گئی۔

نیز جس کشتی اور گھر میں کتاب صحیح بخاری ہوگی خدا تعالیٰ اسے ڈوبنے اور جلنے وغیرہ سے محفوظ رکھے گا۔ اور محمد علماء کے نزدیک یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے۔ اور آپ نے صحیح بخاری پڑھنے والے کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

مذکورہ نگار رقم طراز ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب تحصیل علوم، بلاد اسلامی کی رحلت و سیاحت اور مشائخ سے اکتساب فیض سے فارغ ہو کر اپنے وطن مالوف بخاری شریف میں جو آپ کی جائے پیدائش بھی ہے، واپس تشریف لائے تو اہل بخاری نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم اور آپ کا بڑا ادب و احترام کیا بخاری شریف سے تین میل باہر جا کر آپ کا استقبال کیا۔ اور اس تین میل کے پورے راستے میں آپ کے اعزاز و اکرام میں قبتے اور خیمے نصب کیے۔ اور آپ پر درہم و دینار اور زر و جوہر بچھا دیا۔ ایک مدت تک بخاری میں آپ کا قیام رہا۔ اس دوران آپ کا زیادہ وقت تعلیم حدیث اور افادہ علوم میں گزرتا تھا۔ اس اثنا میں بعض لوگوں نے آپ سے حسد و عداوت کی بنا پر حاکم بخاری سے کہا کہ وہ امام بخاری کو حکم دے کہ وہ صحیح البخاری اور تالیف کبیر اس کے دربار میں لائیں اور پڑھ کر سنائیں۔ امام صاحب نے حاکم بخاری کے قاصد کو جواب دیا ”میں علم کو خوار نہیں کر سکتا۔ لہذا وہاں کتابیں لانے کو تیار نہیں ہوں۔ حاکم بخاری اگر علم کی طلب و چاہت رکھتا ہے تو وہ میرے پاس میری مسجد میں یا میرے گھر آئے اور اکتساب علم کرے“ ایک روایت یہ ہے کہ والی بخاری نے امام صاحب سے استدعا کی تھی کہ ایک خصوصی مجلس کا اہتمام کیا کریں جس میں صرف میری اولاد کو تعلیم دیں اور ان کی معاونت کریں۔ اس مجلس میں کوئی شریک نہ ہو۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ میں ایسا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ کہ حدیث سنانے میں یہ امتیاز نہ رہے تو ان اور کچھ لوگوں کو خاص کردیں پس یہ بات امام صاحب اور حاکم وقت کے درمیان کشیدگی کا باعث بن گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حاکم بخاری نے شہر بخاری سے امام صاحب کو بدر کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ امام صاحب شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ مگر چونکہ آخر عمر میں آپ کو ناحق اذیت دی گئی اس لیے آپ نے حاکم بخاری اور اس سے اتفاق کرنے والے درباریوں کے حق میں بددعا کی۔ اور اس طرح بارگاہ الہی میں عرض کی:- اَللّٰهُمَّ اَبْرِہُمْ مَا قَصَدُوْا فِیْہِ فِیْ اَنْفُسِہُمْ وَاَوْدَادِہُمْ وَاَهْلِہُمْ۔

اے میرے اللہ جس چیز کا ارادہ ان لوگوں نے میرے متعلق کیا ہے وہ چیز تو مجھے دکھانے کے بجائے ان کو، ان کی اولاد کو اور ان کے

اہل و عیال کو دکھا۔

آپ کی یہ بددعا ان لوگوں کے حق میں قبول ہوئی اور ایک ماہ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ والی بخارا کے لیے دارالخلافت سے حکم جاری ہوا کہ اُسے عمدہ سے برطرف کیا جاتا ہے۔ پھر اسے گدھی پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا گیا۔ ساتھ ہی ایک منادی یہ ندا کر رہا تھا کہ بدکار شخص کی یہی سزا ہے۔ پھر اُسے جیل میں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ جیل میں ہی مرا۔ اور اس کے درباریوں کے جس گروہ نے اس سے اتفاق رائے کیا تھا ان میں سے ہر ایک ایسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہوا کہ لوگوں کے لیے درس عبرت بن گیا۔

شعر۔ - لله قوم اذا حلوا بمنزلة - حل الرضا و بسير الجود اذا ساروا

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جہاں نہ دل فرماتے ہیں خدا کی رضا بھی وہاں اتر پڑتی ہے۔ اور جب چلتے ہیں تو جود و سخا بھی ان کے ساتھ چلتا ہے۔

منقول ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخارا شریف سے نکل کھڑے ہوئے اور اہل سمرقند کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے سمرقند میں قیام اختیار کرنے کی پیش کش کی۔ آپ اس پیش کش کو قبول کرتے ہوئے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے۔ جب خرتنگ نامی قبصر میں پہنچے جو سمرقند کے قریب ہے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہل سمرقند کا آپ کے سمرقند میں قیام پذیر ہونے پر اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہے۔ اس انتظار میں آپ اسی قصبہ میں رک گئے کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ آخر کار ایک رات یہ دیکھ کر کہ لوگوں کا اس بارے میں اتفاق نہیں ہو رہا۔ بلکہ ان میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ اور یہ صورت حال ان کے دین میں بھی اختلاف و انتشار کا باعث بن جائے گی۔ اس صدمے نے آپ کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اسی رات تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ اور بارگاہ الہی میں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ قَدْ ضَاقتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحِمْتَ فَاَقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ۔

”اے میرے اللہ زمین فراخ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی ہے، اس لیے اب تو مجھے اپنی طرف اٹھالے۔“

یہ دعا کیے ابھی ایک ماہ نہ گزرا تھا کہ آپ بیمار پڑ گئے۔ چند روز بیمار رہ کر اسی قصبہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی ولادت ۱۳ شوال المعظم ۱۹۴ھ بمطابق جمعہ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر شہر بخارا میں ہوئی۔ اور وفات یکم شوال المکرم ۲۵۶ھ بمطابق جمعہ ہفتہ کی شب کو ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

خطیب البکر بغدادی اپنی سند سے عبد الوہاب حدطراویسی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں اور کسی کی انتظار نہ رہے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے میرے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کی حضور یہاں کیوں کھڑے ہیں اور کس کی انتظار فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا اَنْتَظِرُ مُحَمَّدًا بن اسمعیل میں محمد بن اسماعیل بخاری کی انتظار میں ہوں۔ اس خواب کے چند دن بعد امام بخاری کی وفات کی اطلاع ملی تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس رات میں نے خواب دیکھا تھا اسی رات امام صاحب کی وفات ہوئی تھی۔

منقول ہے۔ کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر انور سے نہایت اعلیٰ قسم کی کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ اور مدت دراز تک یہ خوشبو آتی رہی۔ لوگ زیارت کے لیے آتے تھے۔ اور قبر مبارک کی خاک بطور تبرک لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قبر انور میں کافی گڑھا پڑ گیا۔ تو قبر مبارک کے تعویذ پر لکڑی کا پنجرہ بنا کر رکھ دیا گیا۔ تاکہ تعویذ پر سے لوگ مٹی نہ اٹھا سکیں۔ اب لوگ پنجرے سے باہر سے قبر کی مٹی اٹھاتے تھے اس مٹی سے بھی وہی خوشبو آتی تھی۔ یہ خوشبو عرصہ دراز تک زائرین کے دماغ معطر کرتی رہی۔

نظم۔ ہر جا کہ تو بگذری و برداری پے گل روید و لالہ روید اندر نہ دے
تو جہاں سے گزرتا ہے اور جہاں قدم رکھتا ہے۔ اس کی تہ سے پھول اور گل لالہ اُگتا ہے۔
کمال ہمنشین در من اثر کرد و گرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
ہمنشیں کا کمال مجھ میں اثر کر گیا۔ ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو کہ تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کوثر شامی نسباً۔ نیشاپوری وطناً اور مکناً۔ امت کے چوٹی کے علماء اور حفاظ ملت میں سے ہوئے ہیں۔ فن حدیث میں مقتدا و پیشوا، اس فن کے مسلم لوگوں میں سے اور اس علم شریف کے ظاہر کرنے والے اہل تقویٰ میں سے ایک عظیم شخصیت۔ اور اہل اسلام کے نزدیک امام، عمدہ اور استاذ ہوئے ہیں۔ آپ نے طلب حدیث میں اپنے وطن مالون سے رحلت اختیار کی۔ اور تحصیل علم کی لگن میں اقطار و اکناف اور اقصاء و اطراف عالم میں پہنچے اور علم حدیث کی تحصیل کی۔ چنانچہ خراسان میں یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ وغیرہما سے، رے میں محمد بن مہران جمال (جیم سے) اور ابو غسان مسمعی وغیرہما سے۔ عراق میں احمد بن حنبل اور عبداللہ بن مسلمہ قصبی وغیرہما سے۔ حجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب وغیرہما سے اور مصر میں عمر بن اسود اور حرملہ بن یحییٰ وغیرہما سے اسی طرح اپنے وقت کے کبار علماء و حفاظ حدیث سے جو آپ سے فائق تھے، حدیث کی روایت کی ہے۔ چند بار بغداد بھی تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر اس علم کا پرچار کیا۔ اور آپ سے آپ کے ہم عصر مشائخ، علماء و حفاظ کے ایک گروہ نے جو درجے میں آپ کے برابر ہوئے ہیں، روایت کی ہے۔ جیسے ابو حاتم رازی، موسیٰ بن ہارون، احمد بن سلمہ، ابو عیسیٰ ترمذی اور ابو بکر بن خزیمہ وغیرہم بہت سے لوگوں نے جن کا شمار مشکل ہے، روایت کی ہے۔ آپ نے خالص صحیح احادیث میں کتاب تصنیف کی ہے۔ جسے علماء نے قبولیت کے شرف سے نوازا ہے۔ جس طرح امام بخاری نے اپنی صحیح میں کہا ہے: ”میں نے ہر صحیح حدیث کو اپنی کتاب میں درج

نہیں کیا بلکہ اس صحیح حدیث کو درج کیا ہے جس کی صحت پر اجماع ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس مسند صحیح کو اپنے کانوں سے سنی ہوئی تین لاکھ احادیث سے چھانٹ کر تصنیف کیا ہے۔

اور ابو عمرو بن احمد بن حمدان حیرانی نے فرمایا میں نے ابو الجاس بن عقدہ سے محمد بن اسماعیل بخاری اور مسلم بن الحجاج نیشاپوری کے بارے میں دریافت کیا کہ ان میں سے زیادہ عالم کون ہے۔ فرمایا وہ بھی عالم ہیں اور یہ بھی۔ میں نے دوبارہ یہی بات دریافت کی تو انہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اسے ابو عمرو اہل شام کے بارے میں کبھی کبھی امام بخاری غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو ایک جگہ توثیق سے بیان کرتے ہیں، اور دوسری جگہ اسی شخص کو اس کے نام سے اس طرح یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ دو شخص ہیں۔ لیکن امام مسلم سے یہ غلطی بہت کم واقع ہوتی ہے۔ خطیب بغدادی نے فرمایا ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کی پیروی کی ہے۔ اور ان کے علم میں غور و فکر کی ہے۔ پھر ان کے برابر بالکل راست طریقہ پر چلے ہیں۔ اور امام بخاری جب آخر عمر میں نیشاپور تشریف لے گئے تو امام مسلم پوری پابندی سے ان کے پاس رہے اور ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور ان کے پاس کثرت سے آمد و رفت جاری رکھی۔ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر وہاں امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم آمد و رفت نہ رکھتے۔ مختصر یہ کہ امام مسلم امام بخاری کے آثار سے استفادہ کرنے والے اور ان کے انوار سے روشنی حاصل کرنے والے ہیں۔ اور ابو احمد جو شیخ مالک ابو عبد اللہ ہیں نے کہا ہے کہ امام مسلم اپنی کتاب میں متفرق مقامات پر صحیح بخاری کی احادیث لائے ہیں۔ اور بڑی دہری سے کام لیا ہے کہ یہ احادیث ان کی طرف منسوب نہیں کیں اور اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

اور مسلم کی اعلیٰ ترین سندوں میں سے وہ سند ہے جس میں امام مسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف چار واسطے ہیں۔ صحیح مسلم میں اسی سے کچھ اور احادیث اس نوعیت کی ہیں۔ اور اس کتاب صحیح مسلم کے علاوہ اور بھی امام مسلم علیہ الرحمۃ کی تصنیفات ہیں۔ جیسے مسند کبیر، جامع کبیر، کتاب علل، کتاب اوہام محدثین، کتاب تمییز، کتاب من لیس لہ الا راہ واحد، کتاب طبقات تابعین اور کتاب مخضرین اور شیخ محی الدین نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔ جو شخص صحیح مسلم کا تحقیق و دقت نظر سے مطالعہ کریگا۔ اور اسانید و ترتیب احادیث میں ان کے اسلوب کی عمدگی۔ حسن عبارت، نفیس تحقیقات و جواہر تدقیقات، ہمہ پہلو تقویٰ و احتیاط، روایت حدیث میں ان کے غور و تدبر، طرق حدیث میں ان کی تلخیص و جامعیت، متفرق امور کے ضبط وغیرہ امور میں ان کے انوکھے داچھوتے پن پر مطلع ہوگا وہ جانے گا کہ آپ علماء سلف میں سے ایسے مقتدا و پیشوا ہیں کہ بعد کا کوئی عالم و محدث ان کے مقام رفیع کو نہیں پاسکا۔ ان کے زمانہ میں ان کا ہم پایہ یا ان کے مرتبہ کے قریب بہت کم ہی کوئی شخص پایا گیا ہوگا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے) اور جمہور علماء کے نزدیک آپ کی صحیح صحت و متانت میں صحیح البخاری

کے بعد دوسرے درجے کی کتاب ہے۔ اور علاقہ مغرب کے بعض علماء کے نزدیک صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت و تریجیح حاصل ہے۔ لیکن تریجیح عمدگی وضع و ترتیب اور حسن عبارت اور اسلوب بیان میں ہے۔ تاہم علماء اسلام میں سے کسی نے بھی صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے اصح قرار نہیں دیا۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ صفات جن پر صحت کا دار و مدار ہے جیسے سند، عدالت، ضبط، حفظ، رجال کا ثقہ ہونا، شد و ذو علت سے پاک ہونا یہ سب صحیح بخاری میں بدرجہ اتم ہیں اور بخاری کی شرائط بھی اقویٰ اور اشد ہیں۔

ولادت :- آپ دو سو چار اور ایک قول کے مطابق دو سو چھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور اتوار کی رات چوبیس رجب المرجب دو سو اکسٹھ ہجری میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔ اور نیشاپور کے باہر دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عیمر بن الحارث الاصبحی الحمیری۔ آپ دارالہجرۃ یعنی مدینہ مطہرہ کے مقتدا و پیشوا تھے۔ آپ ثقہ، مامون، متقی، فقیہ، محدث اور محنت و دلیل تھے تبع تابعین میں سے ہوئے ہیں۔ نافع مولیٰ ابن عمر اور محمد بن المنکدر، زہری اور تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت سے حدیث روایت کی ہے۔ یحییٰ بن سعید انصاری اور امام زہری نے باوجودیکہ آپ کے شیوخ اور تابعین میں سے ہوئے ہیں، ان سے حدیث روایت کی ہے۔ اور ابن جریر، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، شعبہ، لیث بن سعید، ابن مبارک، امام شافعی، ابن وہب اور دوسرے بے شمار لوگوں اور علماء نے آپ سے حدیث سنی۔ اور علم حفظ احادیث اور تقویٰ و ورع میں آپ کی جلالت شان اور افضلیت و برتری کے قائل و معترف تھے۔ امام شافعی نے آپ کی شان میں فرمایا۔ **كَوْلَا مَالِكٌ قَابُ نُ عِيْنَةٍ لَذَهَبَ عَنْهَا هِدَا حَجَّازٍ** اگر مالک اور ابن عیینہ نہ ہوتے تو اہل حجاز میں علم ختم ہو جاتا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں یہ بھی فرمایا۔ **اِذَا ذُكِرَ الْعُلَمَاءُ فَاِلَيْكَ النَّجْمُ** جب علماء کا ذکر کیا جائے تو امام مالک کی حیثیت ان میں ستارے اور کوکب کی ہے۔ اور آپ کی کتاب موطا کی شان میں فرمایا ماتحت ادیر السماء اصم من موطا مالک آسمان کے نیچے موطا مالک سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں موطا کی تصنیف کے وقت صحیح بخاری و مسلم کی تالیف نہیں ہوئی تھی۔ اور ذہب بن خالد نے علماء حدیث میں عظیم شخصیت ہوئے ہیں۔ فرمایا ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان امام مالک علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امین کوئی شخص نہیں گزرا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ کوئی کم ہی ایسا شخص ہوا ہے جس سے میں نے حدیث لکھی ہے اور وہ میرے پاس نہ آیا ہو اور مجھ سے فتویٰ نہ لیا ہو۔ آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام میں انتہاء درجے کی کوشش کرتے تھے۔ جب طلب علم کے

لیے کوئی شخص آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا آپ کو نڈی کو حکم دیتے جا پوچھ کہ فتویٰ چاہنا ہے یا حدیث پوچھنا چاہتا ہے۔ اگر فتویٰ کا ضرورت مند ہوتا تو آپ باہر تشریف لاتے اور فتویٰ کا جواب ارشاد فرماتے۔ اور اگر وہ حدیث پوچھنے کے لیے آیا ہوتا تو اسے بٹھاتے۔ اور خود تازہ غسل فرماتے۔ پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے، خوشبو لگاتے۔ اپنے آپ کو پاک و صاف کرتے۔ تکیہ رکھتے اور اس پر ہیبت و وقار سے تشریف فرما ہوتے۔ پھر اس شخص کو اندر بلاتے اور حدیث بیان فرماتے۔

منقول ہے کہ ہارون رشید اپنے دور خلافت و سلطنت میں روحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ اسے دیکھنے کے لیے اس کے پاس گئے۔ جب ملاقات ہو گئی اور اس کی آؤ بھگت اور سلام و کلام کی مجلس برخواست ہو گئی۔ اور امام مالک اٹھ کر آنے لگے تو ہارون رشید نے عرض کیا اگر مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا (یعنی امام مالک) میرا بی فرما کر روزانہ ہمارے پاس تشریف لایا کریں اور ہمارے لڑکوں امین و مامون کو حدیث کی تعلیم دیا کریں تو یہ آپ کا ہم پر بڑا احسان ہوگا۔ یہ سن کر امام صاحب نے خلیفہ کی طرف نفرت و حقارت سے دیکھا۔ اور فرمایا مہ یا امیر المؤمنین لا تضع فی عزة شیء من فہم اللہ۔ العلم یؤق و لا یأتی امیر المؤمنین ایسی بات نہ کیجئے اور اس چیز کی عزت کم نہ کیجئے جسے اللہ تعالیٰ نے فحش و بلند عطا کی ہے۔ علم کے پاس دنیا آتی ہے علم کسی کے پاس نہیں آتا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے عزت عطا کرے یہ علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جو تمہارے اصل و قبلہ ہیں سے پھوٹا ہے۔ اس کی عزت و حرمت تم لوگوں پر لازم و واجب ہے۔ یہ سن کر ہارون کا دماغ درست ہوا۔ اور انصاف کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ صدقت ایہا الشیخ کان هذا حقاً منی فاسترها اسے شیخ آپ نے درست فرمایا۔ مجھ سے یہ ایک نامناسب اور فضول بات ہو گئی۔ اس پر پردہ ڈالیئے اور درگزر فرمائیے۔ اس کے بعد وہ اپنے لڑکوں امین و مامون کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر بھیجتا۔ اور امام صاحب ان کو اس وقت شرف باریابی عطا کرتے جب دوسرے طالب علم بھی آجاتے۔ ان سب کو اکٹھے بٹھا کر تعلیم دیتے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید نے امام صاحب کی خدمت میں اشرفیاں بھیجیں۔ امام صاحب نے خادموں سے فرمایا یہ مال محفوظ رکھ لو اسے خرچ نہ کرنا۔ اس کے بعد ہارون نے امام صاحب سے کہا اگر آپ ہم سے اتفاق کر لیں۔ اور ہماری مجلس میں آیا کریں تو ہم آپ کی کتاب کو مستور کریں گے اور اسے رواج دیں گے۔ اور تمام لوگوں کو آپ کے اور آپ کی کتاب کے مذہب کے مطابق کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا پناہ بہ خدا! ہم نے یہ کتاب اپنے اور اپنی دانش کے مطابق جمع کی ہے۔ ہو سکتا ہے اس میں ہیبت سے اغلاط ہوں۔ اور دوسرا شخص مجھ سے زیادہ صاحب علم ہو۔ اس لیے دوسروں کو اپنے مذہب کی طرف کھینچنے کا کیا معنی۔ اور جو رقم امیر المؤمنین نے ارسال کی تھی۔ بالکل جوں کی توں امانت کے طور پر پڑی ہوئی ہے۔ پھر وہ رقم ہارون کو واپس کر دی۔ ہارون نے معذرت کی اور رقم واپس نہ لی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ میں نے ایک دفعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے دروازے پر چند

خراسانی گھوڑے اور مصری ٹچریں بندھی ہوئی دیکھیں کہ ان سے بہتر عمدہ کہیں نہ دیکھی تھیں۔ میں نے برسبیل تعجب کہا کیا ہی اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور ٹچریں ہیں۔ آپ نے سن کر فرمایا اے ابو عبد اللہ میں نے یہ سب بطور ہدیہ تجھے دے دیے۔ انہیں قبول کر میں نے کہا ان میں سے ایک سواری آپ اپنی ضرورت کے لیے اپنے پاس رکھ لیں۔ فرمایا مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس زمین پر سوار ہو کر چلوں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کا حلد درجہ ادب و احترام کرتے تھے۔ ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ حج کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔ مدت العمر مسجد نبوی میں روزنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ مدینہ طیبہ میں ہی ۹۵ یا ۹۶ یا ۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ ہجری میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ علیہ واللہ اعلم بالصواب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد نزیہ بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی۔ آپ کو مطلبی اس نسبت سے کہا جاتا ہے کہ آپ کا جد اعلیٰ جیا کہ معلوم ہوا ہاشم بن عبد مناف (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد محترم) کا بھائی مطلب بن عبد مناف ہے۔ اور آپ کی نسبت آپ کے جد اعلیٰ شافع کی طرف کر کے آپ کو شافعی کہتے ہیں۔ اور اس لفظ سے آپ کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں عبد نزیہ بن ہاشم کی والدہ ہاشم بن عبد مناف (جو حضور علیہ السلام کا جد اعلیٰ ہے) کی بیٹی ہے۔ اور شافع کی والدہ خلدہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف حضرت فاطمہ بنت اسد کی ہمیشہ ہے جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ام الحسن بنت حمزہ بن انقاسم بن یزید بن الحسن بن علی بن ابی طالب ہے۔ لہذا ان اطراف سے بیت نبوت کے ساتھ امام شافعی کی نسبت ثابت ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ شافع بن سائب نے جوانی کی عمر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی ہے۔ اور ان کا باپ بدر کے دن اہل مکہ کی جانب سے بنی ہاشم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ بعد میں فدیہ دے کر مسلمان ہو گیا۔

ولادت: آپ غزہ میں پیدا ہوئے اور ایک روایت کے مطابق عسقلان میں اور ایک کے مطابق منیٰ میں۔ پھر آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور دس سال کی عمر میں موطا مالک یاد کی۔ علم فقہ مفتی مکہ حضرت مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ پندرہ سال کی عمر میں اس وقت کے علماء نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور امام مالک کی شاگردی اختیار کی اور ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء عمر میں شعر و شاعری کے بڑے دلدادہ تھے۔ لیکن آخر الامر اللہ تعالیٰ نے انہیں

وہ مقام عطا فرمایا جو بڑے ہی صاحب نصیب کو عطا ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں ایک دن میں اکیلا دیوار کعبہ کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ تیچھے سے آواز آئی کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ یا محمد علیک بالفقر و دعة الشحر اے محمد بن ادريس فقہ حاصل کرو اور شعر و شاعری کا شغل ترک کر دو۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے بلوغت سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے فرما رہے ہیں۔ اے بچے میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ فرمایا تو کس قوم میں سے ہے۔ میں نے عرض کی آپ کی قوم سے۔ فرمایا میرے قریب آؤ اور منہ کھول۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے اپنے لعاب دہن مبارک کی کچھ مقدار لی اور میرے منہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا اَمْعِنَ بَاکَ اللہُ فِیْکَ جَا اللہُ تعالیٰ تجھے برکت عطا کرے۔ حضور کی اس مہربانی کے بعد حدیث اور کلام عرب میں خطا اور غلطی واقع نہیں ہوئی۔ امام شافعی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسنوں نے میرا کلام سنا تو کچھ دیر میری طرف دیکھتے رہے۔ امام مالک صاحب فراست بزرگ تھے۔ میرا نام دریافت کیا میں نے کہا محمد فرمایا اے محمد خدا سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو اور گناہوں سے بچو۔ اللہ تعالیٰ تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں عظیم شان عطا فرمائے گا۔ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تمام علوم حاصل کرنے تک ان کی خدمت میں رہا۔ جب میں نے آپ سے واپسی سفر کی اجازت طلب کی تو رخصت کرتے وقت فرمایا اے جوان اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں ایک نور ڈالا ہوا ہے۔ ظلمتِ معصیت سے یہ نور بجھانہ دینا۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے امام مالک، سفیان بن عیینہ، اور عبد العزیز وغیرہ بے شمار لوگوں سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام احمد بن حنبل، ابو ثور اور مزنی وغیرہ بہت سے لوگوں نے حدیث روایت کی ہے۔ مذکور ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے آنے کے بعد آپ بغداد گئے اور دو سال وہاں رہے۔ اس دوران بغداد کے علماء آپ کی خدمت میں آتے اور حدیث و فقرہ کا علم حاصل کرتے۔ آپ نے اپنی اولیں کتاب وہیں تصنیف کی۔ مذکور ہے کہ اصول میں چودہ جلدیں تالیف کیں۔ اور فروع میں آپ کی تالیفات کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناسخ حدیث کو منسوخ سے حدیث سے خاص کو عام سے اور اس کے مجمل کو مفصل سے اس وقت تک نہ پہچانا جب تک امام شافعی کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت ہمیں حاصل نہ ہوئی۔ حسن بن محمد زعفرانی سے منقول ہے، مجھے جب بھی امام شافعی کی خدمت میں آنے کا اتفاق ہوا امام احمد بن حنبل کو ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا دیکھا۔ اور ان سے استفادہ کرتے ہی دیکھا۔ امام احمد بن حنبل نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اللہم اغفر لی ولوالدی وللمسلمین اہل الشافعی اے اللہ میری، میرے والدین اور محمد بن ادريس شافعی کی مغفرت فرما۔ اور فرماتے تھے امام شافعی دن کے آفتاب کی طرح اور لوگوں کے لیے شفا اور عافیت ہیں۔ اور فرماتے تھے تین سال کا عرصہ ہو رہا ہے کہ میں امام شافعی کے لیے دعا اور استغفار کر رہا ہوں۔ یحییٰ بن معین نے جو

علمائے حدیث کے رئیس و سردار ہونے میں ایک دفعہ امام احمد بن حنبل سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم علم و زہد میں کامل ہونے کے باوجود امام شافعی علیہ الرحمۃ کی سواری کے داہنی جانب ان کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے ہو۔ امام احمد بن حنبل نے جواب دیا اگر آپ بھی علم و فقہ کے دلدادہ ہوتے تو ان کی سواری کے ساتھ بائیں جانب پیدل چلتے (اور اسے فخر محسوس کرتے)۔ شعر

برکہ دانش نباشدش روزی ننگ دارد ز دانش آموزی

جس کی قسمت میں دانش و عقلمندی نہ ہو۔ اسے دانش کی بات سیکھنے سے شرم و عار محسوس ہوتی ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کی مدح و ثناء میں فرمایا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب اوسط عاریۃ لے گئے اور ایک ہی دن رات میں وہ کتاب پوری حفظ کر لی۔ علماء و وقت نے ان کی مدح و ثناء میں بہت کچھ فرمایا ہے۔

حفظ اور ضبط حدیث، فقہ، علم، وضاحت و معرفت، پختگی اور رسوخ علم، حسن صورت و سیرت، رائے کی عمدگی، فراست و شجاعت، حسن اخلاق، کرم و جود اور سخاوت و مروت میں آپ درجہ کمال پہنچائے تھے۔ امام شافعی کے بھانجے ابو محمد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک رات میں اپنی لونڈی کو کئی بار چراغ جلانے کا حکم دیتے اور اس کی روشنی میں جو کچھ چاہتے لکھتے اور مطالعہ فرماتے۔ اس کے بعد فرماتے چراغ اٹھائے۔ پھر تفکر و تدبر میں مصروف ہو جاتے۔ کچھ دیر بعد پھر آواز دیتے کہ چراغ لے آ۔ لوگوں نے ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا چراغ اٹھا دینے سے ان کا مقصد کیا ہوتا تھا۔ فرمایا اندھیرے میں ذکر و فکر زیادہ جلد اور صفائی عطا کرتا ہے۔

آپ کے کلمات علم و حکمت :- استعینوا علی الکلام بالصمت و علی الاستباط بالفکر کلام کے لیے خاموشی سے مدد لو، اور استنباط کے لیے فکر سے۔

فرمایا من وعظ اخا لا سرا فقد نصحه و ذآنه و من وعظ علانیہ فقد فضحه و شکانه جو شخص اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرتا ہے وہ دراصل اس کی خیر خواہی کرتا اور اسے زینت و حسن عطا کرتا ہے۔ اور جو شخص علانیہ نصیحت کرتا ہے وہ اسے عیب لگاتا اور شرمندہ کرتا ہے۔

اور فرمایا۔ زینۃ العلماء التقوی و حلیۃہم حسن الخلق و جمالہم کرم النفس۔ علماء کی زینت تقویٰ ہے۔ ان کا زیور حسن اخلاق اور ان کا کمال و جمال کرم نفس ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ سے یہ بھی منقول ہے اگر علماء کرام خدا تعالیٰ کے ولی اور دوست نہیں ہیں تو پھر آخرت میں خدا کا دوست کوئی نہ ہوگا۔ ما اتخذناہ ولیا جہا ملاقط۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بنایا۔ کہتے

ہیں کہ ہارون رشید نے امام صاحب سے پوچھا، سنا ہے کہ آپ صرف صبح کے وقت ہی کھانا کھاتے ہیں، اس میں کیا حکمت و مصلحت ہے فرمایا۔ صبح کے وقت ٹھنڈا پانی اور تازہ ہوا میسر آتی ہے۔ اور اس وقت مکھیاں کم ہوتی ہیں۔ نیز اس وقت کھانا کھا لینے سے دوستوں کے دسترخوانوں کے طمع اور لالچ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ ہارون نے یہ سن کر کہا ہذا بیت القصد آپ کا گھر مہمانہ روی کے راستہ پر چلنے والا گھر ہے۔ امام شافعی نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ فقراء کے لیے فقر و قناعت اور اس پر صبر و شکر کرنا زینت ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ علماء کا فقر اختیار ہی ہوتا ہے اور جہاں کا اضطرابی۔ آپ کی وفات کے وقت مزنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ نے کس حال میں صبح کی ہے۔ اور اب آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا دنیا سے کوچ کرنے کے ارادے، دینی بھائیوں سے جدائی اختیار کرنے، موت کا پیالہ پینے کے قریب پہنچ جانے، اپنی بد اعمالیوں کی سزا سے ڈرنے اور خدا تعالیٰ کے حضور پہنچ جانے کی حالت میں صبح کی ہے اور اس وقت بھی اسنی خیالات میں کھویا ہوا ہوں۔ اس کے بعد آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور معافی کی امید اور مغفرت الہی کے بارے میں چند اشعار پڑھے۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ ایک سو پچاس ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور دو سو چار ہجری اور آخر ماہ رجب المرجب جمعہ کے روز فوت ہوئے۔ اور اسی دن نماز عصر کے بعد قرافہ مصوبہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر النور قرافہ میں ہے۔ لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادیس بن عبد اللہ بن جہان بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن سعد بن عدنان ہیں۔ آپ حدیث، فقہ، زہد و ورع اور عبادت میں مقتدا و پیشوا ہوئے ہیں۔ آپ کے فیضان علم سے ہی صحیح و سقیم اور مجروح اور ثقہ احادیث کی لوگوں کو پہچان نصیب ہوئی۔ بغداد میں نشو و نما پائی۔ اور اسی علاقہ میں رہ کر طلب علم اور تحصیل حدیث کی۔ اس علاقہ کے مشائخ سے تحصیل علم حدیث سے جب فارغ ہو گئے تو سند عالی اور علم حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے وطن سے رحلت اختیار کی اور کوفہ، بصرہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، شام اور جزیرے وغیرہ پہنچے۔ اور ان بلاد مذکورہ کے علماء و مشائخ سے احادیث لکھیں اور سنیں۔ آپ نے یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید قطان، سفیان بن عیینہ اور امام شافعی وغیرہ بے شمار لوگوں سے حدیث روایت کی ہے پھر آپ سے بڑے بڑے مشائخ و علماء جیسے محمد بن اسماعیل بخاری، مسلم بن حجاج قشیری، ابو زرہ عبد اللہ ابو داؤد سجستانی وغیرہ نے روایت کی۔ اسحاق بن راہویہ نے آپ کی شان میں فرمایا احمد بن حنبل زین پر خدا اور بندوں کے درمیان حجت و دلیل ہے۔ امام شافعی نے آپ کی شان میں فرمایا میں بغداد سے ایسے وقت نکلا

اند ایسے وقت اسے چھوڑا کہ وہاں امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی زیادہ متقی زیادہ پرہیزگار اور زیادہ عالم نہ تھا۔
 احمد بن سعید دارمی فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر کسی جوان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا حافظ نہیں
 دیکھا۔ آپ کی کتاب مسند لوگوں میں مشہور و معروف ہے۔ مسند میں آپ نے تیس ہزار حدیث جمع کی ہیں۔ آپ کے زمانہ
 میں آپ کی کتاب (مسند) تمام کتب سے اعلیٰ و ارفع اور جامع تھی۔ لائق اعتماد اور ثقہ علماء نے آپ سے یہ بات نقل کی
 ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنی کتاب مسند سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھی ہے۔ ابو داؤد سجستانی
 رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل کے ساتھ بیٹھنا اور مجلس کرنا درحقیقت آخرت کی چیز کے ساتھ بیٹھنے کے
 مترادف ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دنیا کی ہر چیز بھول جاتی تھی۔ علماء نے بیان کیا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل نے فقر کی زندگی
 اختیار کر رکھی تھی۔ چنانچہ پورے ستر برس فقر و فاقہ میں گزار دیے اور کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی۔ محمد بن موسیٰ کہتے ہیں مصر
 سے حسن بن عبدالعزیز کے لیے مال وراثت اور سرخ سونے کے ایک لاکھ دینار لاد کر بغداد پہنچائے گئے۔ ان میں سے تین
 تحصیلیاں جن میں سے ہر ایک میں ایک ہزار دینار تھے امام احمد بن حنبل کے لیے روانہ کیں۔ اور پیغام ارسال کیا اسے ابو عبد اللہ
 مال وراثت حلال طریقہ سے میری ملکیت میں آیا ہے۔ آپ اسے قبول کریں اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات میں صرف
 کریں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا مجھے اس دولت کی کچھ ضرورت نہیں اور آپ نے اس میں سے کچھ نہ لیا۔ شعر
 گر چہ کرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم گر بآب چشمہ خورشید دامن تر کنم
 ترجمہ:- اگر چہ فقر نے مجھے آلودہ کر دیا ہے۔ تاہم مجھے اپنی ہمت سے شرم محسوس کر نی چاہیئے اگر چشمہ آفتاب کے
 پانی سے اپنے دامن کو تر کر دوں۔

صبر، توکل، استغفار اور باب درع و تقویٰ اور احتیاط میں آپ سے عجیب و غریب حکایات منقول ہیں جو اس باب
 میں آپ کے بلند اور اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ۔ رباعی

دست و دل ماہر چہ تھی تر خوشتر و آزادی ماند ہر چہ خوشتر خوشتر

عیش خوش مغلانہ یک چشم زدن اند عشرت صد ہزار قیصر خوشتر

ترجمہ:- ہمارے ہاتھ اور دل کا ہر چیز سے خالی ہونا بہت بہتر ہے۔ نفس کو جو چیز اچھی لگتی ہو اس سے ہمارا آزاد و
 فارغ رہنا بہت بہتر ہے۔ ایک لمحہ بھر کے لیے مفلسی کی خوش زندگی۔ قیصر (بادشاہ) کی لاکھ برس کی عیش و عشرت کی زندگی سے
 بہتر ہے۔

ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ میری مثالیں حدیث کے دو سو بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے

ان میں احمد بن حنبل جیسا باکمال شخص کوئی نہ پایا۔ ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ میری آنکھوں نے احمد بن حنبل جیسا کوئی صاحب کمال نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا علم حدیث میں۔ فرمایا علم، زہد، فقہ اور تمام نیکیوں میں۔ علی بن المدنی فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحاب میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر حافظ نہیں دیکھا۔ عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بہت سے علماء حدیث ابو عاصم ضحاہ بن مخلد کی خدمت میں حاضر تھے۔

ابو عاصم نے فرمایا تم لوگ اس لیے جمع ہوئے ہو کہ تمہارے علم میں اضافہ ہو حالانکہ تم میں کوئی شخص فقیہ نہیں ہے۔ یہ بات کی اور مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کی مذمت کی۔ علماء نے فرمایا ان میں ایک شخص فقیہ ہے فرمایا کون؟ انہوں نے کہا وہ فقیہ ابھی ابھی تشریف لانے والا ہے۔ اتنے میں جب میرے باپ احمد بن حنبل نمودار ہوئے۔ تو علماء نے فرمایا جس شخص کو آپ چاہتے تھے وہ تشریف لے آیا ہے۔ ابو عاصم نے پیچھے دیکھا امام احمد پر نگاہ پڑی تو فرمایا چلیے اور بلند جگہ پر تشریف رکھیے۔ امام احمد نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کی گردنوں پر پاؤں رکھوں۔ ابو عاصم نے یہ سن کر فرمایا امام احمد کی یہ بات بھی ان کی فقہ میں سے ہے۔ پھر فرمایا ان کے لیے مجلس کشادہ کرو۔ علماء کھلے کھلے بیٹھ گئے۔ اور ابو عاصم نے امام احمد کو اپنے سامنے بٹھالیا۔ اور ایک مسئلہ دریافت فرمایا جس کا انہوں نے فوراً جواب دیا۔ ایک مسئلہ پوچھا امام احمد نے اس کا بھی جواب ابرشاد فرمایا۔ اسی طرح ابو عاصم نے کئی مسائل دریافت کیے جن کے امام احمد نے جواب دیے۔ ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا احمد بن حنبل ان لوگوں میں سے ہیں جو زمین پر چلنے کے بجائے دریا پر چل سکتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علو مقام، رفعت مکان اور قوت مذہب و اجتہاد کی قوی ترین اور روشن ترین دلیل یہ ہے کہ شیخ الشیوخ، قدوة الاولیاء، قطب الاقطاب، فرد اجاب، غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ وارضاه آپ کے مذہب کے حامل اور آپ کے اقوال و ارشادات کے پیروکار ہیں۔ کتاب ہجۃ الاسرار شریف میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں ہے کہ کان یفتی علی مذہب الشافعی و احمد بن حنبل کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اس طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مسند اجتہاد پر فائز و متمکن تھے۔ اسی لیے مذکورہ دو مذاہب میں سے کسی ایک کی موافقت کرتے تھے۔ لیکن مشہور و تحقیقی بات یہ ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر تھے۔ اور آپ کا ذکر حنبلی علماء میں ثابت و واقع ہے۔ واللہ اعلم۔

ولادت :- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں سن ایک سو چونسٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی سن دو سو اکتالیس میں جمعہ المبارک کے دن چاشت کے وقت فوت ہوئے۔ اور نماز عصر کے بعد آپ کو دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

رحمتہ واسعہ کاملہ۔

ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر سجستانی ہیں۔ اور ان علماء میں سے ایک ہیں جنہوں نے علم کے لیے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا۔ اور تلاش علم میں اطراف و اکناف عالم کا چکر لگایا۔ احادیث جمع کیں اور اس علم میں تصانیف فرمائیں۔ عراق، خراسان، شام، مصر اور جزیرہ کے علماء سے ملے۔ اور ان سے احادیث حاصل کیں۔ آپ نے مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن حرب، یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ جیسے مشائخ کبار اور علماء ذی اقتدار سے احادیث کی روایت کی اور ان سے ان کے بیٹے عبداللہ، ابو عبد الرحمن، احمد بن محمد بن خلل وغیرہم نے احادیث روایت کیں۔ آپ بصرہ میں سکونت پذیر رہے۔ کئی مرتبہ بغداد آئے۔ اپنی مشہور کتاب ”سنن ابوداؤد“ بغداد میں ہی تصنیف کی۔ یہاں کے لوگوں نے آپ سے اس کتاب کی آپ سے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل کے سامنے یہ کتاب پیش کی گئی تو آپ نے اسے پسند فرمایا اور نظر استحسان سے دیکھا۔ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ احادیث مشائخ سے ضبط تحریر اور احاطہ کتابت میں لائیں۔ پھر ان پانچ لاکھ سے اپنی کتاب ”سنن کو منتخب کیا۔ اور اس کتاب میں چار ہزار چھ سو صحیح۔ اور جو صحیح کے قریب احادیث بغیر درج کیں۔ آدمی کے لیے ان احادیث میں سے جو میں نے اس کتاب میں درج کی ہیں صرف چار حدیثیں کافی ہیں۔ حدیث اول۔ انما الاعمال بالنیات اعمال کی قبولیت کا انحصار نیت پر ہے۔ حدیث دوم حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنہ انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لا یعنہ یا تہ ترک کر دے۔ حدیث سوم۔ لا یكون المؤمن مومنا حتى یرضی لآخرہ ما یرضی لنفسہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ حدیث چہارم۔ ان الحلال بین و ان الحرام بین بینہما مشتبہات الحدیث بیشک حلال بھی ظاہر و واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان بہت سی شے وال چیزیں ہیں۔

ابوبکر خلال رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرمایا ہے۔ ابوداؤد اپنے وقت میں امام و پیشوا تھے۔ اور زہد، ورع، بصارت سے موصوف اور فن حدیث میں مہارت تامہ کے مالک اور مشہور و معروف علماء میں سے تھے۔ ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کتاب ابوداؤد عمدہ کتاب ہے علم دین میں اس طرح کی اور کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی۔ یعنی بخاری اور مسلم کے بعد اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی جس کے چھوڑ دینے پر سب علماء کا اتفاق و اجماع ہو۔ علماء نے یہ بھی فرمایا ہے

اگر کسی شخص کے پاس قرآن مجید اور سنن ابوداؤد کے سوا کوئی دینی کتاب نہ ہو تو اسے کسی کتاب کی ضرورت نہ پڑے گی۔ آپ کے سوا کسی محدث نے احکام میں کامل جزو تصنیف نہیں کیا۔ جب آپ نے یہ کتاب تالیف کی اور لوگوں کے سامنے پڑھی تو قرآن کی طرح اس کی اہمیت محسوس کی گئی کہ لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہ کی۔ موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں امام ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لیے پیدا کیے گئے اور آخرت میں بہشت کے لیے اٹھائے جائیں گے۔ ابو حاتم بن حبان نے آپ کی شان میں فرمایا فقہ، علم، حفظ حدیث، عبادت، ورع و تقویٰ اور بختگی علم میں آپ زمانہ کے پیشواؤں اور آئمہ میں سے ہیں۔ دو سو دس ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور دو سو پچھتر ہجری میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ابن الضحاک اسلمی ہیں۔ آپ بلند پایہ علماء، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے حفاظ اور متفق علیہ ثقہ محدثین میں سے ہوئے ہیں علم فقہ و حدیث میں ید طولی رکھتے تھے۔ آپ کی کتاب ”جامع ترمذی“ آپ کی عظمت شان، وسعت حفظ، کثرت مطالعہ اور اس فن میں آپ کے غایت درجہ تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کتاب کی طرح عکس حدیث کے بیان، صحیح، حسن اور ضعیف کی نشاندہی کرنے میں سلف و خلف کے مذاہب بیان کرنے اور مجتہدین کے اختلافات ظاہر کرنے میں کوئی بھی کتاب تالیف نہیں کی گئی۔ علماء نے آپ کی کتاب ”جامع“ کی شان میں کہا ہے۔ ہر کاف للمجتہد و متن للمقلد یہ کتاب مجتہد کے لیے کافی و دانی اور مقلد کو بے نیاز کرنے والی ہے۔ آپ نے دور اول کے مشائخ قتیبہ بن سعید، محمود بن غیلان، محمد بن بشار، احمد بن منیع، محمد بن المثنیٰ، سفیان بن دکیع اور محمد بن اسماعیل وغیرہم رحمہم اللہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور آپ سے محمد بن احمد مجبوی اور شیم بن کلیب وغیرہم بے شمار لوگوں نے احادیث کی روایت کی ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ آپ کی سندوں میں بھی تین راویوں والی احادیث موجود ہیں۔ آپ کی کتاب سنن ترمذی میں ایک حدیث ایسی موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ یاقی علی الناس زمان انما یرونہم علی دینہ کالقا یض علی الجہا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ دین پر صبر کرنے والا اور اس پر قائم رہنے والا ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں آگ کا انگارہ پکڑنے والا۔ مسلم اور ابوداؤد کی اسناد میں کوئی ایسی سند نہیں جس میں صرف تین واسطے ہوں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”جامع“ تصنیف کرنے کے بعد علماء حجاز، عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کی جسے انہوں نے پسند فرمایا اور اچھی کتاب قرار دیا۔ شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی تصنیف ہے۔ اور شمائل نبوی کے موضوع پر بہ ایک بہترین کتاب ہے۔ اور بہت سی خیرات و برکات کی حامل ہے۔ حل مشکلات کے لیے اس کا بڑا حنا مشائخ و اکابر کے تجربہ میں آچکا ہے آپ دو سو نو ہجری میں

پیدا اور دوسوا ناسی میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ علیہ - واللہ اعلم -

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

یعنی ابو عبد الرحمن بن احمد بن شعیب بن بحر بن سنان النسائی۔ آپ محدثین کے طبقہ حفاظ میں بلند مرتبہ حافظ حدیث، عالم، شہرت یافتہ، افضل، عمدہ اور پیشوا و مقتدا ہوئے ہیں۔ آپ کی جرح و تعدیل علماء میں معتبر قرار دی گئی ہے۔ پہلے آپ نے سنن نسائی کبیر تصنیف کی جمع طرق حدیث اور بیان خرج میں یہ بلند پایہ کتاب ہے اس موضوع پر اس طرح کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ پھر اسی سنن نسائی کبیر کا اختصار کیا اور اس کا نام مجتبیٰ رکھا۔ اختصار کی وجہ یہ بنی کہ وقت کے امراء میں سے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کتاب کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ فرمایا نہیں۔ اس پر امیر موصوف نے آپ کو حکم دیا کہ خالص صحیح احادیث پر مشتمل ایک کتاب الگ تالیف کریں۔ تو آپ مجتبیٰ کا انتخاب کیا۔ اور ہر ایسی حدیث کو جس کی سند میں قیل و قال کی گئی ہے اور نقص و عیب بیان کیا گیا، اس کتاب سے خارج کر دی۔ جب محدثین کرام یوں فرماتے ہیں رواہ النسائی۔ تو اس سے ان کی مراد یہ مختصر کتاب مجتبیٰ ہی ہوتی ہے نہ کہ وہ بڑی کتاب۔ اسی طرح بعض دفعہ جب علماء فرماتے ہیں کتب خمسہ، یا اصول خمسہ تو اس سے بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور مجتبیٰ نسائی مراد ہوتی ہے۔

حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی حافظ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ اہل اسلام میں چار افراد کو حافظ حدیث کہتے تھے۔ ان میں پہلا نام ابو عبد الرحمن نسائی کا لیتے تھے۔ حاکم سے ہی یہ بات بھی منقول ہے کہ انہوں نے ابو الحسن علی بن عمرو رقفنی سے کئی بار سنا کہ فرماتے تھے کہ علم حدیث اور راویوں پر جرح و تعدیل کے فن میں اپنے وقت کے تمام لوگوں پر آپ کو فوقیت حاصل ہے۔ آپ نہایت محتاط اور متقی و پرہیزگار تھے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ آپ اپنی سنن میں جب حارث بن مسکین سے روایت کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں۔ قوی علیہ وانا لاسمعہ ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی جب کہ میں سن رہا تھا۔ ان سے حدیث روایت کرتے وقت یوں نہیں کہتے حدثنا یا اخبنا جیسا کہ اپنے دوسرے مشائخ سے روایت کرتے وقت کہتے ہیں۔ علماء نے ان سے اس طریقہ روایت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حارث اور نسائی کے درمیان کچھ ناراضگی اور ناچاقی ہو گئی تھی۔ اس بنا پر آپ ان کی مجلس حدیث میں حارث رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نہ بیٹھتے تھے۔ بلکہ ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ جاتے کہ حارث آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن نسائی ان کی آواز سنتے تھے۔ اور اس طرح ان سے حدیث سنتے تھے۔ اور یہ حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ نیک شخص اور قاضی مصر تھے۔ امام نسائی نے قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہوی، علی بن خشرم، محمود بن غیلان اور ابوداؤد جیسے عظیم الشان مشائخ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور ان سے ابو جعفر طحاوی، ابوبکر بن السی،

ابو القاسم طبرانی وغیرہم نے احادیث روایت کی ہیں۔

میر جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالشراح رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ابو عبد الرحمن۔ احمد بن شعیب نسائی صاحب تصانیف اور اپنے وقت کے مقتدا زمانہ تھے۔ مصر میں رہتے تھے۔ اور اس علاقہ میں آپ کی تصانیف مشہور و معروف ہیں۔ بیشتر لوگوں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ دمشق تشریف لائے وہاں کے لوگوں نے ایک دفعہ مسجد میں آپ سے سوال کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اور ان کی فضیلت میں کیا کچھ وارد ہے۔ آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا اما بومنی معاویۃ ان ینخرجنا سا باس حتی یفصل کیا معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں کہ قیامت کے دن صرف نجات ہی حاصل کر لیں۔ فضیلت کی بات تو بہت دور ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے یہ جواب دیا۔ میرے علم میں آپ کی فضیلت میں کچھ وارد نہیں ہے۔ سنو اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے۔ جمہور سلف و خلف اہل سنت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت سے فضائل و مناقب کے حامل ہیں۔ آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیت کا عظیم شرف حاصل ہے۔ آپ کاتب وحی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ امام نسائی علیہ الرحمۃ کا یہ بیان جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔ اسے ہرگز اختیار نہ کیا جائے مترجم)۔ آپ کا جواب سن کر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ پر پل پڑے۔ آپ کی بے حرمتی شروع کر دی۔ اور مار مار کر مسجد سے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ کو رملہ لے جایا گیا۔ وہاں آپ بیمار ہو گئے۔ اور وفات پائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کو مکہ معظمہ لے جایا گیا وہاں بیمار ہوئے اور مکہ معظمہ میں ہی وفات پائی۔ اور صفاد مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کتاب خصائص حضرت علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں تالیف کی لوگوں نے کہا آپ نے فضائل صحابہ میں کوئی کتاب کیوں تصنیف نہیں کی فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جب دمشق آیا تو لوگوں کو دیکھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف ہیں۔ میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا کرے اس لیے یہ کتاب تالیف کی۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ آپ کثرت جماع کے عادی تھے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں ان میں پورا عدل و انصاف کرتے تھے۔ بیویوں کے علاوہ آپ کی لونڈیاں بھی تھیں۔ آپ دو سو پندرہ بچے پیدا ہوئے۔ اور بنی سہمین میں وفات پائی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربیع (یعنی اس قبیلہ کے آزاد کردہ غلام) القزوی۔ آپ علم حدیث کے آئمہ اور حفاظ حدیث

میں سے ہوئے ہیں۔ آپ ثقہ اور ثبت اور صاحب سنن ہیں۔ مالک اور لیث کے اصحاب سے احادیث سنیں۔ طلب حدیث کے لیے بہت سے شہروں کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی کتاب ان اسلامی کتابوں میں سے ہے جو علماء میں اصول سنہ اور کتب حدیث کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان کتب کو صحاح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ جب محدثین کرام کسی حدیث کے بارے میں یوں کہتے ہیں کہ رواہ الجماعة (اسے جماعت نے روایت کیا ہے) تو اس سے یہی چھ حضرات مراد ہوتے ہیں۔ کہ یہ حضرات یہ حدیث اپنی کتابوں میں لائے ہیں۔ اور جب یوں کہتے ہیں رواہ الاربعہ کہ اسے چار آئمہ حدیث نے روایت کیا ہے تو اس سے بخاری اور مسلم کے علاوہ مذکورہ چار آئمہ مراد ہوتے ہیں۔ ابن ماجہ کی بھی چند احادیث ایسی ہیں جس کی سند میں صرف تین واسطے ہیں آپ نے اپنی کتاب سنن ابن ماجہ میں قزوین شہر کی فضیلت میں ایک حدیث درج کی ہے۔ اس بنا پر محدثین اور علماء نقد و جرح نے آپ پر اور آپ کی کتاب پر طعن و اعتراض کیا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے۔ قزوین کی فضیلت میں نہایت سی احادیث بیان کی گئی ہیں مگر محدثین کے نزدیک وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ اپنے پاس سے احادیث گھڑنے والے ایک شخص میسرہ نے وضع کی ہیں آپ دوسو نو ہجری میں پیدا ہوئے اور دوسو بہتر میں وفات پائی۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

یعنی ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام السمرقندی الدارمی۔ آپ حفاظ حدیث، جلیل القدر علماء دین میں سے اور حفاظ اور اسناد حدیث بیان کرنے والوں کے شیخ و امام ہوئے ہیں۔ آپ زہد، ورع و تقویٰ و دیانت و حفاظت کے اوصاف سے موصوف تھے۔ آپ کی کتاب کتب احادیث میں ایک عمدہ کتاب ہے۔ آپ نے یزید بن ماجہ، حبان بن ہلال اور النضر بن شمیم اور حیوۃ بن شریح سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور آپ سے مسلم، ترمذی اور فرمانی جیسے بلند پایہ محدثین نے روایت حدیث کی ہے۔ منقول ہے کہ کسی شخص نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ابوالمنذر کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں اسے نہیں جانتا۔ ہمارے احباب نے غیبت کا بڑا لمبا چوڑا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ البتہ میں تمہیں یہ ضرور کہوں گا کہ عبداللہ بن عبدالرحمن کی صحبت و مجلس ضرور اختیار کرو اس سید و سردار کی مجلس میں ضرور بیٹھو۔ آپ نے بتکرا یہ کلمہ ارشاد فرمایا۔ بندہ فرماتے ہیں حدیث کے حافظ چارہ شخص ہیں۔ بخارا میں محمد بن اسماعیل، رے میں ابو زر عہ، نیشاپور میں مسلم بن الحجاج اور سمرقند میں عبداللہ بن عبدالرحمن آپ کی بیان کردہ سندوں میں اعلیٰ اور اقرب وہ سند ہے جس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ادیان صرف تین واسطے ہیں۔ آپ کی کتاب میں ایسی پندرہ احادیث موجود ہیں۔ آپ ایک سو اسی ہجری میں

پیدا ہوئے۔ اور دو سو پچیس^{۲۵۵} میں وفات پائی۔

اسحاق بن احمد بن خلف بخاری فرماتے ہیں۔ ہم لیگ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی کی وفات کی خبر ملی۔ امام بخاری نے یہ خبر سنتے ہی سر مبارک نیچے جھکایا۔ حضورؐ کی دیر بعد سراٹھایا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس وقت آنسو آپ کے رخساروں پر بہ رہے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

یعنی ابو الحسن بن علی بن عمر الدارقطنی۔ آپ اپنے زمانہ میں حافظ حدیث، فاضل، محدث، عالم باعمل اور یگانہ وقت تھے۔ نیز علم حدیث، حدیث کی علل پہچاننے، اسماء رجال اور راویوں کی شناخت میں بے مثل تھے۔ اور صدق و دیانت۔ ثقاہت و عدالت اور صحت اعتقاد سے موصوف تھے علماء فرماتے ہیں اس باب میں ان کے بعد ان جیسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ فن آپ پر ختم ہو گیا آپ تفسیر و فقہ اور ادب و شعر میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ آپ نے علم فقہ ابو سعید اصطخری سے اور علم حدیث ان سے اور دوسرے بہت سے لوگوں سے حاصل کیا۔ اور آپ سے حافظ ابو نعیم، ابو بکر برقانی، جوہری، قاضی ابو طیب طبری اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری نے احادیث روایت کیں۔ حاکم نیشاپوری سے پوچھا گیا کہ آپ نے دارقطنی جیسا شخص دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا دارقطنی نے خود اپنے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا مجھے اس جیسا شخص کہاں نظر آئے۔ آپ سن تین سو پانچ یا چھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد میں ہی تین سو پچاسی ہجری بائیس ذی قعدہ ۲۸۵ کے روز وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث و فقہ اور پیشواؤں میں سے ہوئے ہیں۔ آپ نے تحقیق علیم میں بڑا وقت صرف کیا۔ مباحثہ و مناظرہ میں نہایت ہی منصف مزاج تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، کہا جاتا ہے آپ کی تصانیف کی تعداد ہزار جز تک پہنچتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے مناخرین میں سات افراد ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اسلامی کتابیں تصنیف کیں اور مسلمانوں کو ان کی تالیفات سے بہت فائدہ پہنچا۔ ایک دارقطنی۔ دوسرے حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری۔ تیسرے ابو محمد عبد الغنی بن سعید ازدی مصری چوتھے ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی۔ پانچویں ابو عمرو بن عبد العزیز نمری حافظ اہل مغرب تھے ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی، ساتویں

خطیب ابوبکر احمد بن علی بغدادی صاحب تاریخ بغداد۔ آپ نے علم فقہ شیخ سہل مصلوکی سے حاصل کیا۔ آپ کے زمانہ میں علاقہ خراسان میں کسی کو یہ جرم ات نہ تھی کہ علم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا اسناد اور بے اجازت و تجربہ تعلیم دے۔ آپ نے حدیث کی روایت حاکم ابوعبد اللہ شافعی مصنف تاریخ نیشاپور اور ابوطاہر محمد بن محمد زبیدی اور ابن قورک اور ابوعبد اللہ سلمی سے کی۔ امام بیہقی کی مشہور تصانیف میں سے کتاب مبسوط، کتاب السنن، کتاب دلائل النبوة، کتاب معرفتہ علیہ السلام، الحدیث، کتاب بعث و نشور، کتاب آداب، کتاب فضائل صحابہ، کتاب فضائل اوقات، کتاب شعب الایمان اور کتاب خلافت ہیں۔ آپ کی ولادت قصبہ خرم جرد میں ہوئی جو مضافات بیہقی سے ہے۔ ساہ شعبان تین سو پچاسی ہجری میں ہوئی۔ اور چار سو اٹھارہ میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔ نہاں سے آپ کا جنازہ اٹھا کر اپنے وطن لایا گیا۔ اور سال مذکور کی دس جمادی اولیٰ کو مدفون ہوئے۔

امام رزین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابوالحسین رزین بن معویۃ العبدری صاحب کتاب تجرید فی الجمع بین الصحاح۔ آپ پانچویں ہجری کے بعد فوت ہوئے۔ عبدری عبدالدار بن قصی قریشی کی ایک مشہور شاخ کی طرف منسوب ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

لقب محی الدین، کنیت ابونزہ کریم۔ اور نام یحییٰ بن شرف جزائی بحاء مملہ مکسورہ دنا جزام کی طرف نسبت ہے۔ حزام ان کے اجداد میں سے ہوئے ہیں۔ آپ کی ولادت ملک شام کے قصبہ نوری میں جو دمشق کے مضافات سے ہے، چھ سو اکتیس ہجری کے پہلے عشرہ محرم الحرام میں ہوئی۔ اس قصبے کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو نوادی بھی کہتے ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے تجوید سے قرآن پاک پڑھا پھر چھ سو اکتیس ہجری میں دمشق آئے۔ اور شافعی مذہب کی کتاب تنبیہ ساڑھے چار ماہ میں یاد کی اور شافعی مذہب کے بقایا مسائل اس سال کے باقی حصہ میں پڑھے۔ اور یہاں دو سال اس طرح گزارے کہ زمین پر پہلو نہ رکھا۔ اور دن رات میں دین کے مختلف علوم و فنون کا وہاں کے علماء و مشائخ سے بارہ دفعہ درس لیتے۔ آپ نے بہت سے مشائخ سے علم فقہ حاصل کیا۔ زیادہ تر استفادہ کمال الدین اسحاق مغربی سے کیا۔

آپ مذہب شافعی کے محرر، اُسے آسان کر کے بیان کرنے والے، اور اُسے چھانٹنے اور ترتیب دینے والے ہیں۔ رافعی والان رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کا دار و مدار آپ کی تصحیح و تحقیق پر ہے۔ آپ انتہاء درجہ کے باعمل، زاہد،

صابر اور باسکل سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حمام میں نہ جاتے تھے۔ دمشق کے پھل نہیں کھاتے تھے۔ حالانکہ وہاں کے لوگوں کی زیادہ تر خوراک پھل ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں کی ضمانت و تحویل و حفاظت میں پھلوں کے باغات تھے وہ لوگ ان میں نجاست اور شبیہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ جو آپ کے شہر سے آپ کے والدین کے پاس سے آتا تھا اس پر گزر کرتے۔ دن و رات میں صرف ایک بار عشاء کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماتے۔ اور صرف سحری کے وقت ایک دفعہ پانی پیتے۔ اور برف کا پانی نہ پیتے جیسا کہ شامیوں کی عادت ہے۔ آپ نے تجرد و انفراد کی زندگی اختیار کی۔ نکاح کرنے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔ زیادہ وقت عبادت الہی میں بیدار رہ کر گزارتے۔ دینی کتب کی تصنیف و تالیف پر، مصروف رہتے۔ حکام و امراء وغیرہم کو امر معروف اور نہی منکر کی تاکید کرتے۔ آپ کے نزدیک اس کام میں مدد و ہمت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ دو دفعہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ سن چھ سو پینسٹھ میں دارالحدیث اشرفیہ کے نگران و متولی مقرر ہوئے لیکن تازہ نگہی اس خدمت کا کوئی وظیفہ وصول نہ کیا۔ وفات کے وقت آپ کی داڑھی مبارک میں صرف چند بال سفید تھے۔ بحث و گفتگو کے دوران آپ پر سکون و وقار چھایا ہوتا تھا۔ ہمیشہ شافعیہ کے تعصب سے دور رہے۔ کسی معاملے میں بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کے اقوال اپنی کتابوں میں نقل کیے آپ تصوف و سلوک سے متصف تھے۔ مشائخ صوفیہ کے ساتھ آپ کا اعتقاد درست تھا۔ دمشق میں عرصہ دراز سکونت رکھنے کے بعد واپس اپنے شہر تشریف لے گئے اور قدس خلیل کی زیارت کے لیے گئے۔ زیارت سے لوٹے تو والدین کے پاس اپنے گھر آتے ہی بیمار ہو گئے۔ اور سن چھ سو چھتر میں چودہ رجب المرجب بدھ کے روز وفات پائی۔ اور اپنے شہر میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ و علی عباد اللہ الصالحین۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

کنیت ابو الفرج۔ نام عبدالرحمن بن علی البغدادی الحنبلی الصدیقی۔ ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں۔ جوزی ایک موضع کی طرف نسبت ہے جس کا نام فرجۃ الجوزی تھا۔ آپ کے والد درویشی کا کام کرتے تھے۔ آپ عالم، فاضل، فقیہ، محدث، فصیح و بلیغ اور تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت تاریخ اور اخبار اور مواظب صاحب تصانیف ہوئے ہیں۔ اور ان امور میں اپنے دور میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ وعظ و تذکیر اور قصص و حکایات کے بیان کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ اور سنی البدیہ ممبر رہے لوگوں کے سوالات کا جواب دے دیتے تھے۔ آپ کی حکایات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن اہل سنت و شیعہ حضرت ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ اس سلسلے میں بہت جھگڑا ہوا آخر کار ابن جوزی کے فیصلے پر راہنی ہوئے۔ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اس وقت ممبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ لوگوں نے اگر آپ سے

سوال کیا من افضل الصحابة۔ آپ نے فریقین اور حق بات اور دونوں پہلوؤں کی رعایت کرتے ہوئے جواب دیا افضل صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی ینتہ فی بیئہ۔ (حضور کے صحابہ کرام میں افضل وہ ہے جس کی بیٹی اس کے گھس میں ہے) اتنا جواب دیا اور باہر نکل گئے۔ تاکہ فریقین اس کا مطلب سمجھ سکیں۔ یہ حکایت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں فرمایا ہے۔ کہ خلفاء بنی عباس میں سے خلیفہ الناصر لدین اللہ نے جس کا جھکاڑ اپنے آباؤ اجداد کے خلاف امامیہ مذہب کی طرف ہو چکا تھا، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا من افضل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو علامہ ابن جوزی نے اس کے جواب میں یہ مذکورہ بات کہی تھی۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے موضوع احادیث پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس میں انہوں نے افراط و زیادتی سے کام لیا ہے، اور جو کچھ ان کے علم میں تھا اس کے خلاف محض توہم کی بنیاد پر بہت سی احادیث کو موضوع قرار دیدیا۔ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مقامات میں ابن جوزی کو اپنی بحث کا نشانہ بنایا اور کہا احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ آپ پانچ سو دس ہجری میں پیدا ہوئے اور خلیفہ الناصر لدین اللہ کے عہد خلافت میں ۵۹۷ھ میں پانچ سو ستانوے میں فوت ہوئے علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی ایک مشہور تصنیف ”تلبیس ابلیس“ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ان راستوں کی نشان دہی کی ہے۔ جن میں سے شیطان اگر لوگوں کو گمراہ کرتا۔ اور بدعت و خلاف سنت کاموں میں مبتلا کرتا ہے۔ اس کتاب میں گروہ صوفیہ پر خصوصیت کے ساتھ سخت تنقید کی ہے۔ اور اس گروہ کی غلبہ حال و سکہ کی حکایات سامنے رکھ کر انہیں بڑی شدت سے رد و انکار کا نشانہ بنایا ہے۔ اور اس بلند گروہ کے بزرگوں کو جہل و جنون اور حماقت سے منسوب کیا ہے۔ باوجودیکہ اپنی اس کتاب کو انہیں بزرگوں کے عمدہ کلمات اور عجیب سے حکایات سے مزین و آراستہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کی یہ تنقید بھی تلبیس ابلیس کا ہی کرشمہ ہے۔ علامہ موصوف کو اس نے اس طریقہ کا شکار بنایا اور غرور و تکبر میں ڈال دیا ہے۔ علامہ موصوف نے اگرچہ قسم کھا کر کہا ہے کہ اس تنقید سے ان کی عرض و غایت صرف اظہار علم اور اتباع سنت کی ترغیب دینا ہے۔ تاکہ لوگ راہ راست کی پیروی اختیار کریں اللہ کے نیک بندوں پر طعن و تشنیع مقصود نہیں۔ تاہم علامہ کا حد اعتدال سے تجاوز کر جانا اور صوفیائے کرام کو رد و انکار کا نشانہ بنانا اس کے خلاف دلالت کرتا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ علامہ موصوف اس گروہ بند کا منکر اور فی الحقیقت ان سے اختلاف رکھتا ہے۔ سیدی احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خیر خواہان ملت نے اس کتاب کے مطالعہ سے منع کیا ہے۔ کیونکہ یہ مشائخ کرام کے متعلق بدگمانی اور سوء ظن کا موجب ہے۔ بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معصوم نہ ہونے اور غلبہ حال اور نوشتہ تقدیر کی بنا پر دلی سے لغزشیں اور غیر مناسب باتیں صادر ہو جاتی ہیں۔ تاہم آئمہ کرام اور مشائخ عظام کی ان لغزشوں اور غیر مناسب باتوں کی پردہ پوشی ضروری ہے۔ نصیحت و تذکیر

کے طور پر مصلحت کے تحت اچانک اگر متنبہ (خبردار) کرنا پڑے تو کسی فاعل کو معین کیے بغیر صرف قول پر گرفت کرے کہ ائمہ کی لغزشوں کا چھپانا لازم اور انصاف پر چلنا ضروری ہے۔ اور وہ دیانت مندرجہ جس میں خواہش نفس کی ملاوٹ ہو غلط اور اعتراض کی چیز ہے۔ یہ طریقہ محفوظ تر ہے۔ اسم تسلیم سلامتی کی راہ اختیار کر دے۔ محفوظ داموں رہو گے۔ ابن جوزی نے جو کچھ کہاہے۔ اور صوفیہ کرام کی شان میں حد سے تجاوز کر کے جو ناز و با الفاظ کہے ان کا رد و انکار اور ان پر جو اعتراضات کیے ہیں صوفیائے کرام کی طرف سے علماء نے ان سب باتوں کے نہایت شافی جوابات دیے ہیں جن سے شریعت و طریقت اور علماء و صوفیاء کے درمیان اختلاف رفع ہو جاتا اور درست پہلو سامنے آ جاتا ہے۔ ان جوابات کی تقریر و تحریر ایک کو امام اجل عقیف الدین عبداللہ شریاف نے اپنی تالیفات میں کی ہے۔ دوسرے اس سلسلے میں سید احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دقیق عمدہ حقائق واضح کرنے والی کتاب مسمی بقواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعتہ والحقیقۃ تصنیف فرمائی جس میں آپ انصاف کے راستہ پر چلے ہیں۔ اور بلا جھجک طریقے سے حق بیان فرمایا ہے۔ سیدی الشیخ القطب الامام عبدالوہاب المتقی رحمۃ اللہ علیہ نے راقم حروف و شیخ عبدالحق کو اس کتاب کی تعلیم اور اس کی روایت کی اجازت دی۔ میں نے اس کے بعض مسائل کا اپنے رسائل میں فارسی ترجمہ کیا ہے۔ خصوصاً رسالہ مرجع البحرین فی الجمع بین الطریقتین کا۔ وباللہ التوفیق۔

مختصر یہ کہ ابن جوزی عالم و فاضل شخص تھے لیکن اپنے علم، فضل اور جوانی پر نظر کر کے غرور و تکبر میں مبتلا ہو گئے۔ علامہ موصوف سخت گیر، سخت مزاج اور نہایت خشک طبیعت تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے۔ طریقہ صوفیہ سے بعید اور ان سے عقیدت و محبت سے دور تھے۔ سب سے سخت حریمات یہ ہے کہ نہ مان کر امت نشان شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں علامہ موصوف بغداد میں ہی تھے۔ لیکن ان کی برکات و عقیدت سے محروم رہے۔ اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے اجتناب و انکار کے راستے پر گامزن رہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک اللہ تعالیٰ ہمیں اس روش سے پناہ میں رکھے نفرت و انکار یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ حضور غوث پاک کے زمانہ میں علامہ موصوف نے اپنے دور کے بغداد و غیرہ شہروں میں موجود زاہدوں اور عابدوں کے حالات میں ایک کتاب تالیف کی مگر حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ کے ذکر جمیل سے اپنی کتاب کو آراستہ اور مزین نہ کیا۔ یہ علامہ کے ظاہری علم و فضل پر مغرور اور اس کے جاہل ہونے کی بین دلیل ہے۔

شیخ عالم، عارف کامل خواجہ محمد پارسا قدس اللہ روحہ و افاض علی المستفیدین فیوہ و فتوہ نے اپنی ایک کتاب "فصول سنہ" میں ابن جوزی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وہ شیخ حافظ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی البکری البغدادی ہیں ابن الجوزی کے نام سے مشہور ہیں امام، حافظ، فصیح، متبحر اور کئی علوم میں کتابوں کے مصنف و مولف ہیں۔ دوسو پچاس کتابیں

تصنیف کی۔ خاص دعام میں مقبول و پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ پانچ سو آٹھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور پانچ سو ستائیس میں رمضان کے مہینے میں فوت ہوئے۔ قطب الاولیا تاج المفاخر شیخ عبدالقادر اور دوسرے اہل معارف مشائخ کے انکار، ان پر رد اور ان پر تنقید کرنے کے باعث پانچ سال لوگوں سے روپوش رہے۔ اور واسطہ کے قید خانہ سے باہر لائے گئے۔ علامہ ابن جوزی کا ذلت و خواری، ابلیس کے مکرو فریب میں مبتلا ہونا اور غرور و عجب میں پڑنا ان کے سیدنا حضور غوث پاک اور دوسرے اولیاء کرام کے انکار کے باعث ہوا۔ حالانکہ دوسری جانب اولیاء کرام کے محاسن کلمات اور ان کے مقامات و حالات کے ذکر سے اپنے کلام اور اپنی تالیفات و تصنیفات کو مزین و آراستہ بھی کرتے ہیں۔ ابن جوزی اگر مشائخ اور علماء باطن کے انکار اور ان پر طعن و اعتراض سے بچے رہتے تو اس خرابی میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے۔ اور محاسن اخلاق اور عمدہ اوصاف کے ساتھ موصوف ہوتے۔ ان کا لڑکا محی الدین یوسف بغداد کا محتسب اور گروہ حنا بلہ کے مدرسہ مستنصریہ کی تعلیم و تدریس کا متولی و نگران تھا۔ یہاں تک بلفظ حضرت محمد پار سار رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

کاتب حروف کتب ہے اصل اللہ شانہ و صانہ عما کشانہ واللہ اس کے حالات کی اصلاح کرے۔ اور ہر عیب کی بات سے اسے محفوظ رکھے) کہ میں نے حرم شریف مکہ معظمہ (زادہ اللہ تشریفاً و تعظیماً) میں ایک رسالہ دیکھا جس میں ابن جوزی اور ان کے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے انکار کرنے کا ذکر تھا۔ مولف رسالہ لکھتا ہے کہ کچھ مشائخ و علماء ابن جوزی کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے اور درخواست کی کہ ابن جوزی کو معاف کر دیا جائے۔ اور درگزر کی جائے۔ آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ابن جوزی علیہ الرحمۃ سے درگزر فرمایا اور انہیں معافی دے دی۔ اور ان کے جرم کو نظر انداز کر دیا۔ (حضرت شیخ فرماتے ہیں) مذکورہ رسالہ میں یہ واقعہ پڑھنے کے بعد میں سیدی الشیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کتاب کا یہ واقعہ بیان کیا۔ اور حضرت شیخ جیلانی رضی اللہ عنہ کے ابن جوزی علیہ الرحمۃ کو معاف کر دینے کا حال سنایا۔ ساری بات سن کر شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ علیٰ ذلک پڑھا اور کہا۔ ابن جوزی بہت بڑے محدث اور عالم و فاضل مرد تھے الحمد للہ کہ اس انکار اولیاء کے بھنور و فتنہ سے نجات پا گئے۔ (پھر فرمایا) اسے فلان (عبدالحق) حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نہایت بزرگ شخصیت ہیں۔ ان کا انکار نہ ہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ انکار اولیاء سے محفوظ رکھے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک کو وہ شان عظیم عطا فرمائی ہے۔ جو کسی اور بزرگ کو عطا نہیں ہوئی۔ نسأل اللہ العافیۃ و العاقبۃ بالخییر۔ ہم اللہ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔ اور سب کا انجام بخیر ہو۔ اب وہ وقت آگیا کہ میں کتاب (مشکوٰۃ) کی شرح شروع کروں وباللہ التوفیق۔ چنانچہ کہتا ہوں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر حامد کی طرف سے ہر محمود پر ہر نعمت کے برابر ہر صفت کمال پر ہر معنی اور ہر وجہ پر ہر وقت اور ہر

جگہ ازل سے اب تک ہمیشہ اور مسلسل حمد و تعریف کے تمام افراد خدا تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اسی کی طرف لوٹتے اور رجوع کرتے ہیں۔ اور اس اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہیں جو تمام نعمتوں سے سرفراز فرمانے والا، تمام عالم کا پروردگار، ساری کائنات کا خالق، تمام کمالات سے متصف اور ہر خبر دہی سے بہرور کرنے والا ہے۔ اور بندوں کے افعال کا خالق، انہیں توفیق دینے والا اور سب کو بخشنے والا ہے۔ اور حمد و ستائش کرنے والوں کے وجود سے قطع نظر اس ذات سبحانہ کی حمد و ستائش اس کی ذات کامل الصفات پر اس کے کلام قدیم میں اور آیات و نشانات بکھیرنے کی صورت میں اور اظہار کمالات، اور احسان و مہربانیوں اور عظیم نعمتوں کی تکمیل کی صورت میں بھی اسی کے لیے باقی و ثابت ہے۔ اس کے باوجود جب اس نے بندوں کو بھی اپنی ذات مجید کی حمد و ثنا کرنے اور بے شمار نعمتوں پر شکر گزار ہونے کا حکم دیا ہے اس لیے اس حکم کی بجائے اور اس کی بزرگ ذات کی حمد و ثنائیں زبان کو حرکت میں لانا ضروری ہے۔ اس لیے مصنف علیہ الرحمۃ نے کما نَحْمَدُہٗ وَنُسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ تمام افراد انسانی بلکہ تمام روحانی و جسمانی مخلوقات کے ساتھ مل کر زبانِ قال و حال سے ہم اس کریم اور انعام و فضل فرمانے والی ذات کی حمد کرتے ہیں۔ اور جب کہ اس شان و مرتبہ کا حصول اور اس کا اتمام اور اس کی تکمیل ایک عظیم اور مشکل کام ہے۔ اس لیے اس کی بزرگ و برتر ذات سے مدد و نصرت بھی طلب کرتے اور اپنی قوت و طاقت سے پناہ لیتے ہیں۔ اور اس کے ادائے حق کے لیے تقریر و تحریر میں اس کی درگاہِ صمدیت کے لائق و مناسب جس قسم کا صدق و اخلاص درکار ہے۔ اس میں نقصان و کوتاہی برتنے پر ہم اس سے معافی کے خواستگار ہیں۔ نظم

گر ز اول و آخر تمام جمع آیند کہ راہ شکر خدا عز اسمہ پونید

باتفاق در جستجوی آں بنزند باجماع رہ گفت و گوی آن جونید

بعد ہزار زبان گر کنند ممکن نیست کہ حمد و شکر کہیں نعمت خدا گویند

ترجمہ۔ اگر اولین و آخرین سب اکٹھے ہو جائیں اور خدا تعالیٰ عز اسمہ کے شکر کا راستہ طے کرنے لگیں۔ اور سب مل کر

اس کی تلاش و جستجو میں چل پڑیں۔ اور سب اکٹھے ہو کر اس کی گفتگو کا راستہ اختیار کریں لاکھ زبانوں سے بھی اگر ایسا کرنا

چاہیں تو ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معمولی سی نعمت پر اس کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ادا کر سکیں۔

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْطِ اَنْفُسِنَا اور ہم خدا کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفوس امارہ کی برائیوں سے۔ وَمِنْ

سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا اور اپنے اعمال کی بدیوں سے۔ اعمال کی بدیوں کی چند مثالیں یہ ہیں۔ اس ذات مقدس کی حمد و ثنائیں

مخلوق کی نمائش کا خیال اور ہر ایک اعمال کے صدور میں اپنے نفس کی قوت و طاقت کا عمل دخل سمجھنا۔ منعم حقیقی کے مسلسل

صبغہ استعمال کرنا اس بنا پر ہے کہ وہاں کثرت، نعمتوں کی دید اور اپنی تعصبات گناہوں اور خدا تعالیٰ کی صفات کا کشف و
 ملاحظہ پیش نظر ہوتا ہے۔ اور یہاں مقام شہادت میں وحدت ذات کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا نگاہ سے
 ہٹا دینا ملحوظ ہوتا ہے۔ تو اول مقام فرق ہے۔ اور دوسرا مرتبہ جمع ہے۔ اس کی توجہ جہیم میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہادت اس
 مطابق واقع خبر دینے کا نام ہے جو جزم و یقین سے ہو۔ اور مصنف کے لیے مناسب نہیں کہ ایسی خبر کی ذمہ داری اپنی ذات
 کے سوا کسی اور کی طرف سے بھی اٹھائے بخلاف حمد الہی کے تاکہ کلمہ ایمان کے مطابق و موافق ہو جائے۔ وَ أَشْهَدُ
 أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اور میں جزم و یقین سے گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور مخلوق کی طرف
 اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ الَّذِي بَعَثَهُ دُطُوقُ الْإِيمَانِ قَدْ عَفَتْ أَنْتَاهَا وَهُوَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی
 صفت اور شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے حال میں مبعوث فرمایا جب کہ ایمان کے راستے ناپید اور اس کے
 نشانات مٹ چکے تھے وَجَعَتْ أَنْتَاهَا اور اس کی روشنیاں بھیج چکی تھیں۔ وَ هَذِهِ أُمُّ كَانُهَا اور ان کے ستون
 سست و کمزور اور بے بنیاد ہو چکے تھے۔ رکن بھنم راہر چیز کے مضبوط ستون اور سہارے کو کہتے ہیں جیسا کہ صراح میں
 ہے وَجْهَلَمَكَ كَانُهَا اور ان کی جگہیں لاپتہ اور پوشیدہ ہو چکی تھیں ہو سکتے ہیں طرق ایمان سے انبیاء و رسل صلوات اللہ و
 سلامہ علیہم اجمعین اور ان کے پیروکار اور متبعین یعنی علماء دین اور راہ یقین پر چلنے والے لوگ مراد ہوں۔ اور ان کے راستوں
 کے مٹ جانے، ان کی روشنیوں کے بھیج جانے اور ان کے ستونوں کے کمزور پڑ جانے سے مراد ان اعمال کا ترک کر دینا ہو جو انہوں
 نے شریعت کے طور پر لوگوں کو بتائے اور جن باتوں کا انہوں نے حکم دیا اور جن اعمال، اخلاق، آداب اور علوم و معارف
 کی انہوں نے وضاحت کی ہے اور جنہیں انہوں نے روشن و ظاہر کیا ہے۔ نیز علم دین پڑھنے، عمدہ اخلاق و آداب کے ساتھ
 موصوف ہونے کو چھوڑ دینا مراد ہو۔ اور ان کے مکان کے لاپتہ ہو جانے سے ان کے مرتبے اور شان اور ان کے حقوق پہچاننے
 سے بے خبر رہنا مراد ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ طرق ایمان سے علوم و اعمال، آداب و ریاضتیں، اچھی صفات کی تحصیل اور
 اخلاق حمیدہ کی تکمیل مراد ہو۔ کہ انہی چیزوں کے ذریعے انسان ایمان کامل کا مرتبہ پاسکتا ہے جو حق کے راستے پر چلنے والوں
 کا مقصود و مطلوب ہے۔ اور نشانات کے مٹ جانے، روشنیوں کے بھیج جانے، ستونوں کے کمزور پڑ جانے اور مکان کے لاپتہ
 ہو جانے سے اس راستے پر نہ چلنا اور اس کی تحصیل و تکمیل کے اہتمام سے لاپرواہی برتنا مراد ہو۔ فَشَيْدَ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَ
 سَلَامُهُ عَلَيْكُمْ مِنْ مَعَالِمِهَا مَا عَفَا تَوْ حَضَرِ صَلَوَاتِ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْكُمْ نَبِيٍّ كَرِيمٍ كَرَّمَ وَجْهَهُ
 جگہوں کو اور نچا اور بلند کر دیا جو پست ہو چکی اور مٹ چکی تھیں۔ اور راہ کو دیکھنے والوں اور اس پر چلنے والوں کے لیے پوشیدہ
 ہو چکی تھیں۔ اگرچہ باطنی آنکھوں کے اندھوں کو انتہائی واضح اور ظاہر ہونے کے باوجود وہ جگہیں اور راہیں بالکل ہی نظر نہ

ولا قوۃ الا باللہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، تو اس میں اسی طرح اشارہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اے اللہ ہمیں یہ گنجمائے سعادت عطا فرما۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

سیر لذت تن ماندہ و گر نہ ترا چہ گنجماست کہ در ملک جان میا نیست

ترجمہ۔ افسوس کہ تو جسمانی لذتوں میں گرفتار ہو کر رہ گیا ہے۔ ورنہ وہ کون سے خزانے ہیں جو روحانی ملک میں تیرے لیے مہیا اور حاصل نہیں ہیں۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ راہ ہدایت کا بیان و ایضاح اور گنج سعادت کا اظہار و افشاء جو بیان شریعت اور تعلیم دین سے عبارت ہے، اس پر چلنے والوں اور ان خزانوں کا مالک بننے والوں اور نہ چلنے کا ارادہ کرنے والوں اور ان خزانوں کو اپنی ملکیت میں نہ لانے کا قصد کرنے والوں سب کے لیے برابر ہے تو پھر مصنف نے قصد و ارادہ کی تخصیص کیوں کی ہے۔

جواب۔ جب کہ اس وضاحت و اظہار سے نفع اٹھانے والے صرف یہی لوگ ہیں جو اس کا قصد و ارادہ کرتے ہیں۔ اور اس کا فائدہ اور نفع بھی صرف انہی حضرات کو پہنچتا ہے۔ تو گویا یہ ایضاح اور اظہار صرف انہی لوگوں کے لیے ہے۔ اور بس جیسا کہ آیت ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے کہا ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ التَّمَسُّكَ بِهَدْيِهِ لَا يَسْتَتِبُ "اما بعد" ایک کلمہ ہے جو ایک اسلوب و طرز سے دوسرے اسلوب و طرز کی طرف منتقل ہونے کے وقت انسان استعمال کرتا ہے۔ اور کتا ہے اما بعد۔ ارباب تاریخ و اخبار کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے یہ کلمہ کس نے استعمال کیا۔ مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے اسے حضرت داؤدؑ پیغمبر علیہ السلام نے استعمال فرمایا۔ اس قول کے علاوہ اور اقوال بھی اس کلمہ کی شرح میں مذکور ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہاں اصل کلام اس طرح ہو گا حمد و صلوٰۃ اور شہادہ مذکورہ کے بعد بیشک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، طریقہ اور عادت مبارکہ کو مضبوطی سے نفاذ منے کا عمل تمام اور درست اور ٹھیک نہیں ہو سکتا اَلَا بِاَلْقِتْصَاءِ لِمَا صَدَقَ مِنْ حَشْوَتِهِ مگر اس چیز کی پیروی کرنے سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے صادر اور ظاہر ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ دراصل اس روزن اور طاق کو کہتے ہیں جو چراغ رکھنے کے لیے دیواریں بنایا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو اس طاق سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں چراغ ہوتا ہے اور نور کا فیضان آپ کے دل روشن سے جو چراغ کی مانند ہے، لوگوں کو پہنچتا ہے یا قلب شریف آئینہ کی طرح ہے جیسے درخشندہ ستارہ اور آپ کے دل اطہر میں پاکیزہ اور روشن لطیفہ چراغ کی

مانند ہے تاکہ یہ تشبیہ مطابق آیہ کریمہ مَثَلُ نُورٍ، کَمِثْقَا ذَرَّةٍ فِي الْمَوْزَنِ أَوَّلَ حَبٍّ وَلَا يَظُنُّ كَذِبًا اس کے نور کا حال طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔ چراغ شیشے میں ہوا لائیں (بھرجاے)، وَالْأَعْتَصَامُ بِعَدْلِ اللَّهِ لَا يَتَقَرَّبُ إِلَّا رَبِّكَانِ كَشْفِهِ اعْتَصَامِ پنچے کے ساتھ مضبوط پکڑنا، جبل رسی۔ بیان واضح اور صاف گفتگو کرنا۔ کشف نمایاں کرنا ننگا کرنا۔ یعنی مضبوط پنچے کے ساتھ اللہ کی رسی کو پکڑنا جو اس کی جناب کے قرب تک وصول اور پہنچنے کا سبب و وسیلہ ہے، مکمل نہیں ہو سکتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمانے، نمایاں اور ظاہر کرنے سے۔ جب اللہ (اللہ کی رسی) سے یا تو خدا تعالیٰ کا وہ عہد و پیمان مراد ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ یعنی ایمان، توحید، ربوبیت کا اقرار اور اس کی فرمانبرداری اور عبادت کی پابندی کرنا۔ اور جسے الست کے روزہ بندے قبول کر چکے ہیں (مگر بعد میں) ارواح کے ابدان کے ساتھ متعلق ہونے اور قبائح اور ارتکاب معاصی کے سبب ارواح پر کدورتوں کے میل کچیل چڑھ جانے سے بندوں نے اُسے فراموش کر دیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لا کر اس عہد کی یاد دہانی کرتے رہے ہیں خصوصاً حضور سید رسل علیہ وعلی آلہ من الصلوٰۃ افضلہما واکملہما نے واضح اور صاف بیان سے اور پوری طرح کھول کر اسے لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور مکمل طور پر اس کی یاد دہانی کرائی ہے۔ اور واضح آیات وغالب معجزات کے ذریعے اس کی تاکید و تلقین کی۔ اور فرمایا ہے لوگو! اللہ کے عہد کو پورا کرو تاکہ مطابق آیہ کریمہ اَوْفُوا بْعَهْدِيْ اَوْ فِىْ بَعْهِدِكُمْ (تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا)، اللہ تعالیٰ بھی دائمی نعمتوں، رضاء و قرب، اپنی ذات کریم کے دیدار سے ہمیں مشرف کر کے اپنا وعدہ اور عہد پورا کرے۔ نظم

چگونه در عهد خدا کردی وفا
 از کرم عهدهت نگهدار و خدا
 یک زمان او قوا بجمعی گوشتدار
 تا که اوف عهد کم آید زیار
 آن جماعت را که وفا بیوده اند
 بر همه اصناف شان افزوده اند

ترجمہ:- جب تو نے خدا تعالیٰ کا عہد پورا کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تیرے ساتھ کیسے ہوئے عہد کو پورا کرے گا۔
ادفوا بعدی کی آواز اپنے کانوں میں تازہ رکھ۔ تاکہ تو اپنے دوست حقیقی کی طرف سے اُدن بعد کم کی خوشخبری سنے۔
کالمین کی وہ جماعت جو وفاداری میں پوری اتری وہ اس وقائے عہد کی صفت میں سب سے سبقت لے گئی۔

اور ہو سکتا ہے کہ جبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ القرآن جبل اللہ الممدود من السماء الى الارض
قرآن مجید اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ فضائل قرآن میں یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث ان شاء اللہ
آئیں گی۔ اور جس طرح مضبوطی سے رسی کو پکڑنا پانی حاصل کرتے وقت کنوئیں میں گرنے سے سلامتی اور حفاظت کا بہانہ ہے۔

ذریعہ ہے، قرآن حکیم کو تمام لینا جہنم کے گڑھوں میں گرنے سے نجات کا سبب و ذریعہ ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن کے معانی کی حقیقت اور اس کے مقاصد کا فہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و انکشاف کے بغیر نہیں آسکتا جو احادیث کی شکل میں موجود و معلوم ہے۔

وَكَانَ كِتَابُ الْمَصَابِيحِ الَّذِي صَنَعَهُ الْإِمَامُ۔ اور کتاب المصابیح جیسے اپنے زمانہ کے پیشوا و مقتداء نے تصنیف فرمایا تھا۔ تصنیف کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض سے الگ کرنا۔ صنف بکسر صا دیا فتح صا د سے مشتق ہے۔ بمعنی ایک حصہ اور ٹکڑا۔ اس کی جمع اصناف آتی ہے۔ مَحْمُودُ السُّنَّةِ جو سنت کو زندہ کرنے والے تھے۔ سنت لغت میں روش اور طریقہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مراد ہوتی ہے چاہے وہ آپ کا قول یا فعل یا تقریر ہو۔ جیسا کہ مقدمہ میں گزرا۔ اور جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر اس کے لزوم کی کوئی دلیل نہ ہو وہ بھی سنت میں داخل ہے۔ بعض علماء نے اس عمل کو سنت قرار دیا ہے جو آپ نے ہمیشہ کیا مگر کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو۔ قَامِعُ الْبِدْعَةِ جو بدعت پر غالب آنے والے اور اُسے ذلیل و خوار کرنے والے تھے۔ دین میں نئی بات جاری کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ شرع شریف میں بدعت کے مفہوم کی حقیقت اور اس کے اقسام و انواع کی تفصیل باب اعتصام بکتاب و سنت میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگی۔ أَبُو حَسَنٍ یہ امام صاحب کی کنیت ہے۔ الْحُسَيْنُ آپ کا نام مبارک ہے۔ بَنُ مَسْعُودٍ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی ہے۔ الفراء فتح فا اور تشدید را کے ساتھ پوسٹین دوز (چمڑے کی سلائی کرنے والے) مصنف مشکوٰۃ المصابیح کے والد کی صفت ہے جو یہ کام کرتے تھے۔ الْبَغَوِيُّ بغثور کی طرف منسوب ہے۔ جو ہرات اور مرد کے درمیان ایک گاؤں تھا۔ قاموس میں ہے کہ بغثور بفتح ہرات اور سرخس کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔ اور یہ خلاف قیاس نسبت ہے۔ محی السنۃ ابو محمد الحسین بن الفراء اس کی طرف منسوب ہے۔ غالب اکثر کثیر الاستعمال یہ ہے کہ اسم مرکب مزجی میں جنہ و دوم کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ لیکن کبھی جنہ و اول کی طرف بھی نسبت کر دیتے ہیں۔ جس طرح معد یکرب میں معدی اور بعیک میں بعلی۔ ایک روایت کے مطابق اس گاؤں کو بَغْ بھی کہتے تھے۔ اس قول کے مطابق مذکورہ تاویل کی ضرورت نہیں۔ مہنی۔ نسبت کرنے وقت واد زیادہ کر دیتے ہیں۔ جیسے دہلی میں دہلوی۔ اور غزنہ کو غزنوی۔ علم صرف میں اسے بھی قاعدہ قرار دیا گیا ہے دَفَعَ اللَّهُ دَرَجَتَهُ اللہ تعالیٰ امام موصوف کے درجات بلند فرمائے۔

امام محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات

آپ اپنے زمانہ میں اہل اسلام کے پیشوا و مقتداء و مفتی، ارباب تفسیر کے امام، احادیث سیدنا نام صلی اللہ علیہ وسلم کے

جاننے والوں کے رہنما تھے۔ تفسیر معالم التنزیل اور کتاب شرح السنۃ کے مولف و مصنف ہیں۔ مذہب شافعی میں ایک فتاویٰ مشہور بفتاویٰ بغوی بھی آپ کی تالیف ہے۔ آپ نے ایک دوسری تالیف میں اپنے شیخ و استاد قاضی حسین علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ بھی جمع فرمائے ہیں۔ آپ اپنے دور کے عظیم بزرگ مقتداء و پیشوا، فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ علم قرأت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بے تکلف و سادہ اور فقیرانہ زناہ کی بسر کرتے تھے۔ ابتداء میں صرف خشک روٹی پر اکتفا کرتے تھے مگر جب احباب و تلامذہ نے مجبور کیا اور عرض کیا کہ محض خشک روٹی بدن کی کمزور کر دے گی تو آپ نے تیل اور ایک روایت کے مطابق متقا بھی ساتھ تناول فرمانا شروع کر دیا آپ علم و عمل کے جامع اور طریقہ سلف صالحین کے مطابق چلنے کے توفیق یافتہ تھے۔ آپ کا لقب محی السنۃ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علماء نے فرمایا ہے۔ کہ جب آپ نے کتاب شرح السنۃ تالیف کی تو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اَحْيَا لَآلِہٖ کَا اَحْيَا لَہٗ سُنَّتِہٖ تو نے میری سنت کو زندہ کیا اللہ تجھے زندہ کی عطا فرمائے۔ آپ نے فقہ شافعی، قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ سے جو علماء شافعیہ میں مشہور شخصیت تھے، حاصل کی۔ حدیث اور اس کی روایت اپنے دور کے مشائخ و محدثین عظام سے کی۔ اور علماء و مشائخ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث روایت کی ہے۔ ان مشائخ میں سے ایک حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی میں رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے ماہ شوال المکرم ۷۱۶ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ستر برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ آپ کی قبر انور آپ کے استاذ گرامی جناب قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے نزدیک ان کی اقامت گاہ میں ہے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

أَجْمَعَ كِتَابٌ صُنِفَ فِي بَابِهِ اس باب (علم حدیث) میں جو کتب حدیث تصنیف کی گئی ہیں ان میں سب سے یہ جامع ترین کتاب تھی یعنی اعمال، اعتقادات اور ایمان و اسلام کے احکام میں یہ کتاب المصایح جامع ترین کتاب ہے۔ جو کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اس باب میں جو جامع ترین کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان میں سے ایک کتاب یہ ہے۔ ورنہ بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو اس سے بھی جامع تر ہیں۔ یا کتاب کی مدح میں مبالغہ کے طور پر یہ بات کہی گئی ہو کیونکہ طالبان علم کی ترغیب کے لیے کسی کتاب کے بارے میں اس طرح کے مبالغے کا اتفاق ہو جاتا ہے اور اس قسم کا مبالغہ جائز ہے۔ یا اس کتاب میں صدق کا احتمال غالب ہے۔ کیونکہ دینی مقاصد و مطالب یکجا ہونے کے اعتبار سے اس طرح کی مختصر کتاب بہت ہی قلیل و نایاب ہے۔ اگرچہ احادیث و روایات کی تعداد کے لحاظ سے کوئی اور کتاب اس سے بڑھ کر ہو۔ واللہ اعلم۔ وَ أَضْبَطَ شَوَاهِدَ الْأَحَادِيثِ وَأَوْبَدَهَا اور اس کتاب نے ان احادیث کی زیادہ نگہداشت کی جو لوگوں کے اذہان سے پوشیدہ اور غیر مانوس تھیں۔ شواہد شاردۃ کی جمع ہے شروء سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ادنیٰ کا بھاگ جانا (لا پتہ ہو جانا) وَأَوْبَدًا

کی جمع ہے بمعنی وحشی جانور۔ صراح میں ہے اَبْدُ گائے بیل کا بھاگ جانا لوگوں کے ساتھ مل کر نہ رہنا۔ او ابد و زندگان یعنی بھاگ جانے والے جانور۔ میر جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے شوار سے وہ احادیث مراد ہیں جن کی تخریج کتب اصول میں تو کی گئی ہے مگر طالبان حدیث سے یہ بات پوشیدہ ہو کہ وہ کہاں کہاں سے لائی گئی ہیں۔ تو گویا وہ احادیث ان سے بھاگ چکی ہیں۔ اور او ابد سے وہ احادیث مراد ہیں جن کے مرادی اور مقصودی معانی طالبان حدیث سے پوشیدہ ہیں۔ تو گویا وہ احادیث طالب علم سے وحشت و نفرت اختیار کر چکی ہیں۔ اور محی السنۃ نے مصابیح میں ان کے مناسب دلائق باب میں لاکر انہیں پوشیدگی و وحشت کی وصف سے نکالا اور ضبط تحریر میں لاکر انہیں مانوس کر دیا ہے وَ لَکَآ سَلٰکَ رَضٰی اللّٰہُ عَنْہُ طَرِیْقَ الْاِخْتِصَارِ وَ حَذَفَ الْاَسَآئِدَ تَکَلُّفِیْہِ بَعْضُ النُّقَادِ اور جب کہ حضرت شیخ نے اس میں اختصار کا راستہ اختیار کیا اور سندیں حذف کر دیں تو بعض ناقدین اور کھری کھوٹی کو بھاگنے والوں اور صحیح حدیث کو غیر صحیح سے الگ کرنے والوں نے اس پر اعتراض کر دیے۔ اس لیے کہ ان کی نگاہ میں صحیح و سقیم میں امتیاز سندوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ تو جس حدیث کی سند مذکور نہ ہوگی وہاں صحیح و سقیم میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔ لغت میں سند کا معنی ہے۔ کسی کو واپس بلانا، کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ تکیہ اور سہارا دینا، اور بات کو اٹھا کر بات کرنے والے تک لے جانا۔ اور محدثین کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے متن حدیث کے طریق کو اس طرح نقل کرنا کہ اس کی روایت کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ ان رجال و اشخاص کا ذکر کرنا جنہوں نے وہ حدیث کی روایت ہے۔ اور متن حدیث اُس سے عبارت ہے جس کا اسناد پورا ہونے کے بعد ذکر ہوتا ہے۔ اور کتاب الصابیح میں حذف اسناد سے صحابی اور حدیث بیان کرنے والے اور اپنی کتاب میں درج کرنے والے محدث کا ذکر نہ کرنا مراد ہوگا۔ کیونکہ مصنف نے مشکوٰۃ میں مصابیح پر زیادہ سے زیادہ یہ کام کیا ہے کہ صحابی کا ذکر اور ہر حدیث کے تخریج (اپنی کتاب میں لانے والے محدث) کا ذکر کر دیا ہے اس کے برعکس صاحب مصابیح نے ان دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اور ہو سکتا ہے اسناد سے اصطلاحی معنی مراد ہو۔ یعنی طریق متن کی حکایت اور سند کے پورے رجال کا ذکر۔ لیکن مولف علیہ الرحمۃ نے پورے اسناد کے ساتھ کتاب میں درج کرنے والے محدث کے ذکر پر اکتفا کیا ہے جیسا کہ وہ آگے فرمائیں گے کہ میں نے جب ان محدثین کی طرف حدیث کی نسبت کر دی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دی۔ اس اعتبار سے صحابی کا ذکر محض تبرک و تاکید کے طور پر ہوگا (خوب سمجھ لے) اور اس فن والوں کے نزدیک اخراج و تخریج، اسناد کے ساتھ حدیث کتاب میں لانے سے عبارت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اخْرَجَہُ الشَّیْخُ اُس حدیث کا اخراج شیخان (بخاری و مسلم) نے کیا ہے۔ یا خْرَجَہُ الشَّیْخَانِ یا اس کی تخریج شیخین نے کی ہے۔ ان الفاظ سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ان حضرات ائمہ نے یہ حدیث سند کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ تو مولف فرماتے ہیں صاحب

مصایح کے سندیں حذف کر دینے کی وجہ سے کچھ ناقدین نے آپ پر اعتراض کیا۔ اور قیل و قال کی وَاِنْ كَانَ نَقْلُهُ
وَاِنَّهُ مِنَ التُّقَاتِ کا لکنا اگرچہ شیخ محی السنۃ کا حدیث نقل کرنا جب کہ وہ خود ثقہ اور لائق اعتماد لوگوں میں ہے،
حدیث کے باسند بیان کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی شیخ محی السنۃ کا احادیث بے سند بیان کرنا باسند بیان کرنے کے
حکم میں ہے۔ لفظ ثقات ثقہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی لغت میں اعتماد کرنے اور درست جاننے کے ہیں۔ اس لغوی
معنی کے مطابق حدیث میں معتمد و معتبر شخص پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ لٰكِنْ لَّيْسَ مَا فِيْهِ اَعْلَامٌ كَالْاَعْقَالِ اگرچہ صاحب
مصایح کا بلا سند بیان کرنا ان کے ثقہ ہونے کی بنا پر باسند کی طرح ہی تھا تاہم جس راستے میں نشانات و علامات موجود
ہوں اس راستے کی طرح نہیں جو بے نشان اور بے علامت ہو۔ اعلام بفتح ہمزہ جمع عکمر و فتحوں کے ساتھ بمعنی ایسی
علامت اور اثر جو دوسری چیز پر دلالت کرے۔ اَعْقَال بھی اسی وزن پر بضمہ غین کی جمع ہے۔ غفل اس زمین کو کہتے
ہیں جس میں آبادی کا کوئی نشان نہ پایا جاتا ہو۔ اور اعلام در اغفال بہ لفظ مصدر بھی درست ہے۔ فَاسْتَحَرْتُ اللّٰهَ
وَاسْتَوْفَقْتُ مِنْهُ تُوِی نے اس عمل پر اللہ تعالیٰ سے خیر و نیکی طلب کی اور اس سے توفیق کی درخواست کی۔ فَاعْلَمْتُ مَا اَغْفَلَهُ
تُوِی نے خیر و توفیق مانگنے کے بعد صاحب مصایح کی احادیث کو جنہیں انہوں نے بے نشان اور بے علامت چھوڑ دیا تھا،
نشان والا کر دیا۔ یعنی انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے
والے کا ذکر چھوڑ دیا تھا، میں نے ہر حدیث میں اس کا راوی ذکر کرنے کی پابندی کی نیز صاحب مصایح نے ہر حدیث کی
جو تخریج نہیں کی تھی (اس حدیث کو اپنی کتاب میں باسند بیان کرنے والے محدث کا ذکر نہیں کیا تھا) میں نے ہر اس کی
تخریج کر دی۔ اگرچہ صاحب مصایح کی صحیح اور حسن احادیث میں وضع کردہ اصطلاح سے اجمالاً پتہ چل جاتا ہے کہ قسم اول
میں دونوں شیخین یا ان میں سے ایک کی روایت کردہ حدیث مراد ہے۔ اور قسم دوم میں ان کے غیر کی احادیث ہیں۔ لیکن میں
نے خصوصیت کے ساتھ ہر حدیث میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔ کَمَا سَوَّاهُ الْاَلَمَةُ الْمُتَّقِنُونَ وَالتُّقَاتُ الرَّاسِخُونَ جیسا کہ عمدہ
شکل میں کام کرنے والے اور قابل اعتماد ائمہ نے جو علم حدیث میں پختہ اور مضبوط ہیں، اپنی تصنیفات میں اسے روایت
کیا تھا۔ جیسے ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، والوالحسین مسلم الحجاج القشیری والیو عبد اللہ مالک بن انس الاصبہی، والیو عبد اللہ محمد
بن ادریس الشافعی والیو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی، والیو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی والیو داؤد سلیمان الاشعث السجستانی و
الیو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی۔ والیو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوی والیو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی و
الیو الحسن علی بن عمر الدارقطنی والیو بکر احمد بن الحسن البیہقی والیو الحسن زین بن معاویۃ البدری۔ حدیث کے ائمہ سے یہ
تیرہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ احادیث اپنی کتابوں میں لائی ہیں۔ اور صاحب مشکوٰۃ نے احادیث

ان کی طرف منسوب کی ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی کچھ ہیں جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے فرمایا ہے۔ وَغَيْرِهِمْ قَلِيلٌ قَلِيلٌ
یعنی کچھ اور بھی ہیں مگر وہ بہت کم ہیں۔ اور جب کہ اس بات کا موقع اور گنجائش تھی کہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ
ناقیدین نے صاحب مصابیح پر اسناد کا ذکر چھوڑ دینے کی بنا پر جو اعتراض کیا تھا وہ تو اب بھی باقی ہے۔ کیونکہ اب
بھی ان مصنفین میں سے کسی کے اسناد کا ذکر نہیں ہوا۔ تو یہ وہم دور کرنے کے لیے فرماتے ہیں۔ وَإِنِّي إِذَا اسْتَنْتُ
إِلَيْهِمْ كَأَنِّي اسْتَنْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور بیشک جب میں نے حدیث کی نسبت ان ائمہ کی طرف کر دی تو
گمراہی میں نے نسبت کر دی اور اٹھائے گیا حدیث کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک لَا تَعْرِضُ قَدَرُ غَوَامِمْ وَأَغْنَوْنَا عَنْهُ
کیونکہ یہ ائمہ کرام اس کا اسناد بیان کر چکے اور اس کام سے فارغ ہو چکے ہیں اور ہمیں بھی اسناد بیان کرنے کے کام
سے بے نیاز اور فارغ کر چکے ہیں وَسَرُدُتْ أَنْكَبْتُ وَأَكْوَابُ مَا سَرَدَهَا اور جس طرح محی السنۃ علیہ الرحمۃ نے مصابیح
میں کتب اور ابواب کو مسلسل اور ترتیب وار بیان کیا میں نے بھی ویسا ہی کیا دَاقَتْ قَيْتُ إِثْرُهُ فَيَحَا اور میں نے بھی کتب
الابواب اور ترتیب میں شیخ کی پیروی کی ہے۔ اور ان کے قدم بقدم چلا ہوں سَرُدُ کا معنی ہے لگاتار کام کرنا۔ اچھے
طریقہ سے بات کرنا۔ اور مسلسل گفتگو کرنا۔ اتقوا بکسر ہمزہ وسکین ثاء مثلثہ اور دونوں فتحوں کے ساتھ بمعنی پاؤں کے نشان۔
یعنی چونکہ صاحب مصابیح نے کتب، ابواب کو بڑی عمدہ ترتیب سے بیان کیا تھا۔ اور اس کے تراجم عنوانات کو مناسب اور
درست طریقہ سے ذکر کیا تھا۔ اس بنا پر میں نے بھی بغیر کسی تغیر و تبدل اور تقدیم و تاخیر کے اسی طرح ذکر کر دیا۔ اور اسی کی
پیروی کی مصنفین کی عادت ہے کہ وہ ایک مکمل بحث کو جو بمنزلہ جنس عام اور چند مختلف النوع مطالب پر مشتمل ہوتی ہے۔
کتاب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس جنس میں سے ہر ہر نوع کا الگ الگ باب میں کرتے ہیں جیسے کتاب الطہارۃ
کہ اس میں وضو کا الگ غسل کا الگ اور تیمم کا الگ باب ہوتا ہے۔ پھر ہر باب میں الگ نوع کے مسائل فصل میں بیان کرتے ہیں۔
جیسے غسل جنابت، غسل جمعہ اور غسل عیدین وغیرہ۔ لیکن مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں ابواب کو فصلوں میں منحصر کر دیا ہے۔
اور باب کے تحت وہی کچھ بیان کیا ہے جو فصل کے ضمن میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا دَقَسْتُ
كُلَّ بَابٍ غَالِبًا عَلَى ثَلَاثَةِ فُصُولٍ۔ اور میں نے کتاب کے تحت لائے گئے ہر باب کو زیادہ تر تین فصلوں پر تقسیم کیا
ہے۔ زیادہ تر اس لیے فرمایا کہ کچھ تھوڑے باب ایسے بھی ہیں جن میں تین فصلیں نہیں ہیں۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اَوَّلُهَا مَا أَحْوَجَهُ الشَّيْخَانِ اَوَّاحِدُهَا ان میں سے پہلی فصل ان احادیث پر مشتمل ہے جن کی تخریج و
روایت امام بخاری و امام مسلم یا دونوں میں سے ایک نے کی ہے۔ وَاکْتَفَيْتُ بِهَا اور میں نے ان دونوں شیخین کے ذکر پر اکتفا
کی ہے۔ وَإِنْ اشْتَرَكَ فِيهِ الْغَيْرُ اگرچہ ان احادیث کے روایت کرنے میں ان دو حضرات کے ساتھ دوسرے ائمہ حدیث

بھی شریک ہوں۔ لَعَلَّوْا دَرَجَتًا فِي الرَّوَايَةِ روایت میں ان کے بلند پایہ اور رفیع الشان ہونے کی بنا پر۔ کہ کسی حدیث کو ان دونوں کے روایت کر دینے سے حدیث کی صحت کا اصل ثابت ہو جانے سے دوسروں کی روایت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگرچہ دوسروں کا بھی روایت کرنا تاؤید و تاکید کے لیے ضرور مفید ہے۔ پھر صرف شیخین کے ذکر میں اختصار بھی ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہو اسے اصطلاح محدثین میں متفق علیہ کہتے ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ دونوں نے ایک ہی صحابی سے روایت کی ہو۔ اور اگر دونوں کے راوی دو الگ الگ صحابی ہوں تو اسے اصطلاح محدثین میں متفق علیہ نہ کہیں گے۔ شیخ ابن حجر نے شرح نخبہ الفکر میں اس کی تصریح کی ہے وَثَانِيهَا مَا أُورِدَهُ غَيْرُهُمَا مِنَ الْأَثْمَةِ الْمَذْكُورَيْنِ ان میں فصلوں میں سے دوسری فصل ان احادیث پر مشتمل ہے جنہیں شیخین کے بجائے دوسرے ائمہ مذکور نے روایت کیا ہے۔ وَثَالِثُهَا مَا اسْتَمَدَ عَلَى مَقُولِ تَابِ تیسری فصل ان چیزوں پر مشتمل ہے جو مقصد باب اور جس غرض کے لیے باب باندھا گیا ہے اس کے موافق ہیں۔ مِنْ مُلْحَقَاتِ مُنَابَةِ یعنی ایسے ملحقات اور مناسب امور جو باب پر چسپاں ہوتے ہیں اور مقصد باب کے مناسب و موافق ہیں مَعَ حَقِظَةِ عَلَى الشَّرِيطَةِ اس شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ہر حدیث میں راوی اور اس کے روایت کرنے والے محدث و امام کا ذکر۔ وَإِنْ كَانَ مَا تُوْرَاهُ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلْفِ وہ چیز جو فصل سوم میں مذکور اور معنی باب پر مشتمل ہے اگرچہ جماعت سلف اور اگر وہ خلف سے ہی منقول ہوئی ہو۔ یعنی متقدمین اور متاخرین علماء سے ماثور و منقول ہو۔ مطلب یہ کہ جو کچھ میں نے فصل سوم میں ذکر کیا ہے اس میں یہ پابندی نہیں کی کہ وہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع ہی ہو، بلکہ صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے حضرات کے وہ اقوال، افعال اور تقریرات جو باب کے مناسب ہوں، بھی تیسری فصل میں درج کر دی ہیں۔ اور مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ اصطلاح میں انہیں بھی حدیث کہہ دیتے ہیں۔ یہ تیسری زائد فصل مصنف لائے ہیں مصابیح میں نہ تھی۔ مصابیح میں صرف اول اور ثانی قسم ہی تھی۔ اسے بھی فصل کے عنوان سے بیان نہ کیا تھا۔ بلکہ اول کو جسے شیخین یا دونوں میں سے ایک نے روایت کیا تھا اپنے قول میں من الصحاح کے عنوان سے معنون کیا۔ اور دوسری قسم کو جسے غیر شیخین نے روایت کیا من الحسان کے عنوان سے ذکر کیا۔ قسم ثانی کو حسان کے نام سے موسوم کرنا صاحب مصابیح کی جدید اصطلاح ہے۔ ورنہ قسم ثانی میں صحیح اور ضعیف احادیث بھی ہیں، یا تغلیب کے طور پر سب کو حسان کہہ دیا کیونکہ قسم ثانی میں زیادہ تر حسن احادیث ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور صاحب مشکوٰۃ نے اپنے قول میں الفصل الاول الفصل الثانی کے عنوان سے معنون کیا۔ اور مصنف نے مذکورہ

کتابوں سے احادیث یکجا کر کے اپنے پاس سے ایک تیسری فصل بنادی۔ وہ چلے شیخین سے مروی ہو چاہے غیر شیخین سے۔

اور اس کے ساتھ سلف کے اقوال و آثار بھی ملا دیے اور یہاں بھی راوی کا ذکر وہ صحابی ہو یا غیر صحابی اور مذکورہ ائمہ میں سے اپنی کتاب میں لانے والے کا ذکر بھی التزام و پابندی سے کیا ہے۔ **ثُمَّ لَنْتَ اِنْ فَقَدْتَ حَدِيثًا فِي بَابٍ** پھر ان مذکورہ مقدمات کے جان لینے کے بعد یہ بھی علم میں ہونا چاہیے کہ اس کتاب کے ابواب میں سے کسی باب میں اگر تجھے کوئی ایسی حدیث نہ ملے جسے صاحب مصابیح نے اس باب میں درج کیا تھا **فَذَلِكَ عَنْ تَكْوِيرٍ اُسْقَطُ** تو اس حدیث کا اس باب میں مذکور نہ ہونا اور نہ ملنا اس وجہ سے ہے کہ صاحب مصابیح نے اسے مکرر بیان کیا تھا۔ میں نے اسے ساقط کر دیا بیان نہ کیا۔ **وَاِنْ وَجَدْتَ اَخْرَجْتَهُ مَتْرُوكًا عَلَى اَخْتِصَارٍ** اور اگر تو بعض دوسری احادیث میں سے کسی کو مختصراً پائے **اَوْ مَضْمُونًا اِلَيْهِ تَمَامًا** کسی جگہ اس متروک حدیث کو مکمل اور باقی حصے کے ساتھ موجود پائے۔ **فَعَنْ دَارِ عَمِي اِهْتِمَامُ اَتْرُكُهُ وَ الْحَقُّ** تو کسی خاص وجہ، اہتمام اور اعتنائی بنا پر میں نے اس کے کچھ الفاظ کو چھوڑا ہو گا۔ یا اہتمام اور ضرورت کے تحت میں نے پوری اور مکمل حدیث بیان کی ہو گی، یعنی یہاں ایسی صورت حال ہو گی جو یہ یا اس کے بعض الفاظ نقل نہ کرنے یا پوری حدیث بیان کرنے کی متقاضی ہو گی۔ اس کے بعض الفاظ ترک کر دینے کا سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً اس حدیث کا کچھ حصہ ہی باب کے مناسب ہے۔ دوسرا حصہ اس باب کے مناسب نہیں۔ یا ایک حصہ اس باب کے مناسب ہے اور دوسرا کسی دوسرے باب سے مناسبت رکھتا ہے۔ جو حدیث اس نوعیت کی ہے میں نے اسے مختصر شکل میں بیان کیا کہ باب کے مناسب حصہ کو نو ذکر کر دیا باقی ذکر نہ کیا۔ اور اگر حضرت شیخ محی السنۃ علیہ الرحمۃ نے اسی غرض سے کہیں اختصار کیا ہے تو میں نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔ اور اس مناسبت کی رعایت کرتے ہوئے میں نے بھی اسے اختصار کی صورت میں رہنے دیا ہے اور جس حدیث میں، میں نے یہ صفات تریائیں اس کے تتمہ اور باقی ماندہ حصہ کو بھی اس سے ملا کر بیان کر دیا۔ اگرچہ شیخ نے اس کے بیان میں اختصار کا راستہ اختیار کیا تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ ترک یا الحاق کا باعث و داعی اس بیان شدہ معنی کے علاوہ کوئی اور معنی بھی ہو (محب سمجھ لے) **وَ اِنْ عَثَرْتَ عَلَى اَخْتِلَافٍ فِي الْفَصَلَيْنِ** اور اگر فصل اول اور فصل ثانی میں تجھے اختلاف کی اطلاع اور علم ہو (تیسری فصل کے اختلاف کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے)۔ **مِنْ دُرُكُو غَيْرِ الشَّيْخَيْنِ فِي الْاَوَّلِ** اور وہ اختلاف یہ ہے کہ غیر شیخین کا ذکر تو فصل اول میں پائے **وَذِكْرُهُمَا فِي الثَّانِي** اور شیخین امام بخاری و امام مسلم کا ذکر تجھے فصل ثانی میں ملے۔ یعنی صاحب مصابیح نے تو یہ بات طے کر رکھی ہے کہ جو احادیث قسم اول میں وارد کی ہیں وہ بخاری و مسلم کی ہیں۔ اور جو قسم دوم میں وارد کی ہیں وہ اس کے خیال میں غیر بخاری و مسلم کی احادیث ہیں۔ لیکن میں نے فصل اول کی بعض احادیث غیر بخاری و مسلم کی طرف نسبت کر دی ہیں۔ اور ان دو اماموں کی جگہ دوسرے ائمہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ باب سنن و صلوٰۃ کی فصل اول اور باب فضائل القرآن کی فصل اول۔ اور کتاب الآداب

کے باب اسلام کی نفس اول میں اور اس کے علاوہ بعض اور مقامات میں۔ اور اسی طرح فصل ثانی کی بعض احادیث کی نسبت بخاری و مسلم کی طرف کی اور فصل ثانی میں ان کا ذکر کیا ہے جیسے باب ما یقرأ بعد التکبیر وغیرہ میں۔ اور میرے ایسا کرنے سے لازم آتا ہے کہ صاحب مصابیح سے احادیث کی تتبع و تلاش میں قصور اور کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ نَاعْلَمُ اَنِّیْ بَعْدَ تَتَبَعْتُ کِتَابَیْ الْبَحْمِ بَيْنَ الصَّحِيحَيْنِ لِلْمُحَمَّدِيِّ وَجَامِعِ الْاَصُولِ تَوْبَهُ بَاتِ جَانِ لَیْ مَا صَاحِبُ مَصَابِيحٍ کِی مَخَالَفَتِ کَرْنِیْ مِیْرَا عَذْرَاوَرِاسِ نِسْبَتِ کَی لَیْ مِیْرِی دَلِیلِ یَہُ۔ کہ میں نے ان دو کتابوں یعنی "الجمع بین الصحیحین" (جس میں صحیح بخاری اور مسلم دونوں کتابوں کی احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے)۔ اور علامہ ابن اثیر جزیری کی جامع الاصول جس میں چھ کتابوں کو یکجا کر دیا ہے، کی چھان بین اور تلاش و تتبع کے بعد اِعْتَمَدْتُ عَلَی الصَّحِيحَيْنِ الشَّيْخَيْنِ وَمَتْنِيْهَا صَحِيحِ بَخَارِیْ وَمُسْلِمٍ پَر اور احادیث کے ان متون پر اعتماد و بھروسہ کیا ہے جو ان دو کتابوں میں ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان کے متن سے ان کی اصل کتاب مراد ہو نہ کہ کتاب جمع بین الصحیحین اور جامع الاصول جو شروح کی مانند ہیں یعنی شیخین کی احادیث کے پائے جانے کی جگہ اور مقام ان کی صحیحین اور دو مذکورہ کتابیں ہیں تو اگر کسی حدیث کو میں نے ان میں پایا ہے۔ تو ان کی طرف نسبت کر دی ہے۔ اگرچہ شیخ نے ان کے غیر کی طرف نسبت کی ہو۔ اور اگر کوئی حدیث ان میں نہیں پائی تو نسبت نہیں کی اگرچہ شیخ علیہ الرحمۃ نے نسبت کی ہو۔ اور اس بارے میں صرف الجمع بین الصحیحین اور جامع الاصول پر اکتفا نہیں کیا۔ اگر الجمع بین الصحیحین اور جامع الاصول پر اکتفا کرتا تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ شاید صحیحین اور ان کے متن میں بھی یہ حدیث ہوگی (یعنی صرف ان دو میں پائے جانے سے صحیحین اور ان کے متن میں پائے جانے کا وثوق نہ ہوتا) اور اگر میں صحیحین اور ان کے متن پر اکتفا کرتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ شاید یہ حدیث الجمع بین الصحیحین اور جامع الاصول میں بھی ہو۔ لہذا میں نے ان چاروں کی پوری چھان بین کی تاکہ اس نسبت کی صحت جو میں نے کی ہے اور اس نسبت کی عدم صحت کا جو صاحب مصابیح نے کی ہے، وثوق و اعتماد اور ظن غالب ہو جائے۔ لیکن یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ صحیحین اور ان کے متون اور الجمع بین الصحیحین اور جامع الاصول کا تتبع اور ان کی چھان بین جو صحیحین کی احادیث پر مشتمل ہیں، مفید نہیں ہے۔ مگر فصل ثانی میں جہاں شیخین کا ذکر ہے۔ تاہم فصل اول میں جہاں غیر شیخین کا ذکر آیا ہے۔ وہاں غیر شیخین کی کتب اور سنن کا تتبع اور ان کی چھان بین ہونی چاہیے۔ تاکہ اس بات کا پتہ چلے کہ صاحب مصابیح نے فصل اول میں جو کچھ ذکر کیا ہے اور حدیث کی جو شیخین کی طرف نسبت کی ہے وہ شیخین کی نہیں بلکہ غیر شیخین کی حدیث ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں مراد کے ظاہر اور واضح ہونے کے باعث مصنف نے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ (یہ مقام غور ہے) وبالشر التوفیق۔

وَ اِنْ تَرَا اَيَّتَا خِلَافًا فِیْ نَفْسِ الْحَدِيثِ۔ اور اگر لفظ حدیث میں میرے اور صاحب مصابیح کے درمیان تجھے

اختلاف نظر آئے کہ صاحب مصابیح نے اُسے اور الفاظ سے ذکر کیا ہو اور میں نے دوسرے الفاظ سے فَذَلِكَ مِنْ شُعْبِ طُرُقِ الْحَدِيثِ تو یہ اختلاف احادیث کی اسانید کے متفرق اور زیادہ اور مختلف ہونے کے باعث ہے۔ جو حدیث تک پہنچنے کے راستے ہیں۔ ایک طریق اور اسناد سے حدیث ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ دوسرے طریق اور دوسرے اسناد میں دوسرے الفاظ سے۔ فَذَلِكَ مَا أَظْلَمْتُ عَلَى تِلْكَ الرُّوَايَةِ الَّتِي سَلَكَهَا الشَّيْخُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهَا اور اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس طریق کا پتہ نہ چل سکا ہو جس کے مطابق شیخ نے روایت کی ہے اور صاحب مصابیح کے الفاظ اس طریق کے مطابق ہوں۔ وَقِيلَ مَا تَجِدُ أَقُولُ قَلِيلٌ جُلُوسٍ فِي تَوْبِجِي يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا الرُّوَايَةِ فِي كُتُبِ الْأَصُولِ مجھے صاحب مصابیح کی یہ روایت کتب اصول میں نہیں ملی۔ یعنی ائمہ حدیث کی ان کتابوں میں جو روایت کا اصل مدار اور اس باب میں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اَدُوجِدْتُ خِلَافَهَا فِي عُلَمَائِهِمْ يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا کتب اصول میں شیخ کی ذکر کردہ روایت کے خلاف پایا ہے۔ فَإِذَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ حِينَ تَوْبِجِي يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا ہو فَاسْبِ الْقُصُورَ إِلَى لِقَائِهِ الرَّايَةِ تَوْبِجِي يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا اس قصور و کوتاہی کی نسبت میری طرف کرنا کہ لا اِلٰى جَنَابِ الشَّيْخِ جَنَابِ شَيْخِ كِي طَرَفٍ نَهْ كَرْنَا۔ اس انداز بیان میں ادب و احترام پایا جاتا ہے۔ یعنی شیخ تودہ ہستی ہیں کہ ان کا نام تو زبان مبارک پر لایا ہو۔ جاسکتا ہاں ان کی درگاہ کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ یوں ہی جب ایسے مقامات میں لفظ حضرت یا مجلس یا خدام، نواب یا ملازمین کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو اس سے ادب و احترام مقصود ہوتا ہے۔ رَفَعَ اللّٰهُ قَدْرَهُ فِي الدَّارَيْنِ۔ اللّٰهُ تَعَالٰی اُکلی عظمت و بزرگی دونوں جہان میں بلند فرمائے۔ حَاشَا لِلَّذِينَ ذَالِكُ۔ قصور و کوتاہی کی اس نسبت سے شیخ کی ذات پاک و منزہ ہے۔ اور ان کی یہ پاکیزگی و نزاہت خدا کی جانب سے ہے، لفظ ماشاء اللہ کی تحقیق اور بیان شرح میں ذکر کیا گیا ہے۔ رَحِمَا اللّٰهُ مِنْ اِذَا وَقَفْتُ عَلَى ذٰلِكَ اَللّٰهُ اَلٰی اس شخص پر رحم و مہربانی فرمائے جو اس روایت پر مطلع ہو جائے جسے شیخ نے مصابیح میں ذکر کیا ہے۔ اور میں کتب اصول میں اسے نہیں پاسکا سَبَّحْنَا عَلَيْهِ تَوْبِجِي يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا يَوْمَ كُنَّا هَاهُنَا اس کے بارے میں بیدار اور آگاہ کر دے۔ وَأَمَّا شَدْنَا طَرِيقَ الصَّوَابِ اور ہمیں بھی راہ راست دکھا دے۔ تنبیہ و ارشاد اگر حقیقت پر محمول ہوں تو اس صورت میں مؤلف کی زندگی کے ساتھ مخصوص ہوں گے۔ اور اگر حقیقی معنی پر محمول نہ ہو تو پھر حکم و اضافہ مناسب تغیر و تبدل، کتاب پر حواشی کی تعلیق اور مناسب حواشی کی طرف اشارات اور ان پر تنبیہ کی صورت میں کتاب کی صحت اور درستی مراد ہوگی۔ وَلَمْ آلُ جُهْدًا فِي التَّنْقِيهِ وَالتَّفْتِيْشِ۔ اور میں نے کتب اصول سے مختلف احادیث و روایات کی کھود کرید، تلاش و جستجو اور چھان بین بَقْدَرِ الْوُسْعِ وَالطَّاقَةِ اپنی وسعت و طاقت کے مطابق کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ تنقیر و تفتیش دونوں کا ایک ہی معنی ہے

جس طرح لفظ وسع اور طاق ہم معنی ہیں۔ اور یہ ارباب تصنیف کی عادت ہے کہ خطبوں میں مترادف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وَنَقَلْتُ ذَٰلِكَ الْاِخْتِلَافَ كَمَا وَجَدْتُ۔ اور میں نے اختلاف روایات کو جس طرح پایا بالکل اسی طرح نقل کر دیا۔ یعنی بغیر کمی بیشی کرنے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے۔ وَمَا اَشَارَ اِلَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ غَرِيبٍ اَوْ ضَعِيفٍ اَوْ غَيْرِهَا بَيَّنْتُ وَجْهًا غَالِبًا اور شیخ رضی اللہ عنہ نے جو حدیث غریب، ضعیف اور غیر غریب و ضعیف جیسے شاذ منکر اور معل و غیرہ کی طرف اشارہ کیا تھا میں نے اس میں سے اکثر کی وجہ بیان کر دی۔ اور فقوڑی احادیث ایسی ہیں جن کی وجہ نہ معلوم ہونے یا کسی اور بنا پر غرابت یا ضعف وغیرہ کا سبب بیان نہیں کیا۔ واللہ اعلم وَمَا لَمْ يُشْرَ اِلَيْهِ مِنْ اِلْاُصُولِ۔ اور کتب اصول کی جن احادیث کے بارے میں شیخ نے اشارہ نہ کیا اور غریب و ضعیف وغیرہ نہ کہا فَقَدْ قَضَيْتُهُ فِي تَرْكِہِ تو اس میں میں نے بھی شیخ کی اتباع اور پیروی کی اور حدیث کی صحت، حسن، ضعف اور غرابت وغیرہ کی جانب اشارہ اور اس کا تعرض نہ کیا۔ اِلَّا فِي مَوَاضِعَ لِيُغْرَضَ۔ مگر کتاب کے چند مقامات ہیں شیخ کی پیروی نہیں کی اور کسی غرض کے تحت حدیث کے حال کی جانب اشارہ کر دیا باوجودیکہ شیخ نے ایسا کوئی اشارہ نہ کیا تھا۔ وہ غرض یہ ہے کہ بعض ناقدین اور معترضین نے مصابیح کی کچھ احادیث کی نسبت وضع اور بطلان کی طرف کی تھی۔ تو مولف (صاحب مشکوٰۃ) علیہ الرحمۃ نے ترمذی وغیرہ کا حوالہ نقل کر کے بتا دیا کہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہے وغیرہ تاکہ ان ناقدین و معترضین کا وہم باطل ہو جائے۔ دوسری غرض یہ ہے کہ محی السنۃ علیہ الرحمۃ نے دیباچہ مصابیح میں کہا تھا کہ میں نے منکر احادیث لانے سے گریز کیا ہے حالانکہ مصابیح میں منکر احادیث موجود ہیں۔ تو مصنف علیہ الرحمۃ اظہار حق کی خاطر وہ بھی بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ علامہ طیبی نے فرمایا ہے وَمَا بَسًا تَجِدُ مَوَاضِعَ مُهْمَلَةً اور بہت کم یا بسا اوقات تو میری کتاب مشکوٰۃ میں خالی جگہ بھی پائے گا کہ وہاں ائمہ مذکورین میں سے کسی راوی کا ذکر نہیں کیا گیا۔ وَ ذَٰلِكَ حَيْثُ لَمْ اُطْلِعْ عَلٰی رَاوِیْہِ یہ راوی کا ذکر نہ کرنا اور جگہ خالی چھوڑ دینا اس بنا پر ہے کہ میں اس راوی سے آگاہ نہ ہو سکا۔ فَتَوَكَّلْتُ اَبِیَّاهُنَّ۔ تو میں نے اس کا نام لکھنے کے لیے کتاب میں سفید جگہ چھوڑ دی۔ فَإِنْ عَثَرْتَ عَلَيْهِ فَالْحَقُّ بِهِ اسے مخاطب اور کتاب کا مطالعہ کرنے والے اگر تجھے اس کا علم ہو جائے تو اس کے ساتھ ملحق کر دینا اور اس سفید جگہ میں راوی کا نام لکھ دینا۔ اَحْسَنَ اللّٰهُ جَزَاكَ اللّٰہ تعالیٰ تجھے اس عمل کی نیک جزا عطا کرے۔ اور کچھ علماء جیسے شیخ شمس الدین محمد جزیری وغیرہ نے خالی جگہوں کی وضاحت کی ہے۔ مگر سفید جگہ میں لکھنے کے بجائے کتاب کے کنارے پر راوی کا نام لکھ دیا اور سفید جگہ کو اس لیے اسی طرح رہنے دیا تاکہ اس امر کا پتہ چل جائے کہ یہ وضاحت مصنف کی طرف سے نہیں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں اس سفید جگہ میں ہی لکھ دیا۔ اور حاشیہ میں لکھ دیا کہ یہ جگہ اصل میں سفید

تجید رُذی گئی تھی۔ اور یہ عارضی اور بعد کی تحریر ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ کے نسخوں کو دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے۔ وَتَمِیْتُ
الْكِتَابَ اور میں نے اس کتاب کا نام بِمَشْكُوَّةِ الْمَصَابِيحِ مشکوٰۃ بمعنی طاق جس میں چراغ رکھتے
ہیں مصابیح جمع مصباح بمعنی چراغ کتاب کا یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر حدیث کو چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے جو روشنی
عطا کرتا ہے۔ حدیث بھی ایمان و یقین کے راستے پر چلنے والے کو روشنی بخشتی ہے۔ اور نور علم اور معرفت دین سے اس
کے دل کو منور کرتی ہے۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مصابیح جو محی السنۃ کی کتاب ہے، اس کتاب مشکوٰۃ کے اندر ہے۔
اور یہ کتاب مصابیح کو اس طرح شامل ہے جیسے طاق چراغ پر مشتمل ہوتا ہے۔ وَاسْأَلُ اللَّهَ التَّوْفِیْقَ اور میں مذکورہ اور
جامع طریقہ پر اس کتاب کی تصنیف بلکہ تمام امور و حالات میں اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں لغت میں توفیق کسی کی دستگیری
کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح علماء میں خدا تعالیٰ کا بندے میں قدرت، قوت اور طاقت پیدا کرنے کا نام توفیق ہے۔

وَالْعَايَةَ وَالْهُدَايَةَ وَالْقِيَامَةَ اور اس تالیف اور باقی امور خیر میں بھی خدا تعالیٰ سے اعانت، ہدایت اور اس کتاب
وغیرہ میں اس حفاظت کا خواستگار ہوں۔ وَتَنبِیْهِمَا أَقْصَدُ اور جمیع مقاصد میں آسانی پیدا کرنے کا طلبگار
ہوں۔ وَأَنْ يَنْفَعَنِي فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَوْتِ اور خدا تعالیٰ سے یہ سوال بھی کرتا ہوں کہ مجھے زندگی میں اس تالیف کے
ذریعے مطالعہ کی توفیق، تعلیم اور اس کتاب کی احادیث لوگوں تک پہنچا کر دنیا میں اور مرنے کے بعد مجھے اجر و ثواب،
رضا و خوشنودی، جو عظیم چیز ہے، عطا کر کے نفع عطا فرمائے وَجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ اور تمام مسلمان مردوں اور
مسلمان عورتوں کو بھی نفع عطا فرمائے حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور وہ بہترین وکیل
ہے۔ وکیل اُسے کہتے ہیں جس کے حوالے اپنا کام کر دیتے ہیں۔ شعر

کار خود را بخدا یا نہ گزار
کت نمی بینم ازین بہتر کار

ترجمہ:- اپنا کام خدا تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ کہ اس سے بہتر میرے نزدیک تیرے لیے کوئی کام نہیں۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ اور گناہوں سے دور ہونے اور جنبش کرنے اور نیک کام کرنے کی
ہمت و طاقت نہیں ہے مگر اللہ عزیز و حکیم کی مدد و نفرت سے۔ اور عزیز و حکیم کا معنی کتاب میں اسمائے حسنیٰ کی شرح کے
مقام پر بیان ہوگا۔ اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ العلی العظیم۔ اور جب ہم خطبہ کتاب کی شرح سے فارغ ہو گئے تو وقت آ پہنچا ہے
کہ احادیث مبارکہ کی شرح میں اپنے آپ کو مصروف و مشغول کریں۔ وَبِاللَّهِ التَّوْفِیْقِ وَمِنْهُ التَّيْسِيرُ اللہ ہی توفیق عطا
کرنے والا اور آسانی مہیا کرنے والا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتب و ابواب کا ذکر شروع کرنے سے پہلے کتاب کی ابتداء حدیث

انما الاعمال بالنیات سے اس علم شریف کی طلب و تحصیل میں نیت کو شائبہ اغراض یا معاومہ لینے کے خیال سے خالی اور پاک رکھنے پر تنبیہ کرنے اور اس کی تمغیب دینے کے لیے کی ہے اور گویا اس علم کی طلب کے راستے میں آنا خدا اور رسول خدا کی طرف ہجرت کرنے کے حکم میں ہے۔ تو جس طرح ہجرت کے وقت خلوص نیت کی ضرورت ہے یہاں بھی خلوص نیت کی ضرورت ہے۔ ارباب تصنیف و تالیف کی عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنی تالیفات کی ابتداء اس حدیث سے کرتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری جو اس گروہ کے رئیس و سردار ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ خطاب نے فرمایا ہمارے شائع کرام امور دین میں سے ہر امر سے پہلے حدیث انما الاعمال بالنیات کا لانا مستحسن اور اچھا جانتے تھے۔ ائمہ حدیث اس حدیث کے فضل و شرف، موقع کی عظمت کے مطابق اس کی عظمت شان اور اس کے کثرت فوائد پر اتفاق رکھتے ہیں۔ یہ حدیث اصول دین میں سے ایک عظیم اصل ہے۔ بعض علماء نے تو اسے نصف علم قرار دیا ہے۔ اور وہ یوں کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ قلبی اعمال اور بدنی اعمال نیت اعمال قلب کی اصل و بنیاد ہے۔ اور اگر یہ اعتبار کیا جائے کہ تمام اعمال، عبادات و عادات کی صحت اور ان کا ثواب حسن و خلوص نیت پر موقوف ہے۔ اور اس طرح اس حدیث کو سارا علم اور پورا دین قرار دے دیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کا دین کے ابواب میں سے ستر بابوں میں عمل دخل ہے۔ ممکن ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اس جملے سے مقصد کثرت و مبالغہ ہو۔ حصر و تخصیص مقصود نہ ہو۔ اس لیے کہ ستر کا عدد مبالغہ و کثرت میں مشہور ہو چکا ہے۔ ورنہ اس حدیث کا دین کے ستر ابواب سے بھی زیادہ میں عمل دخل ہے۔ کہ عبادات، معاملات اور عادات کے اقسام حد و شمار سے باہر ہیں۔ اور نیت کا ہر جگہ دخل ہے۔ اور تمام علماء اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ بعض نے اسے متواتر کہا ہے۔ تحقیق حال مقدمہ میں کر دی گئی ہے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِمَّا نَوَىٰ. فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِيَ حُرَّةٌ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَدَا مَرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ حُرَّةٌ إِلَى مَا حَاجَرَ إِلَيْهِ.

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اعمال نیتوں پر موقوف ہیں اور بیشک شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی تو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اسی کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی کہ اُسے حاصل کرے یا عورت کی طرف کہ اس سے نکاح کرے۔ تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت اختیار کی ہے۔

شرح :- امیر المؤمنین عزیٰ الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ میں اعمال اور ان کی قبولیت کا اعتبار نہیں مگر ان کی نیتوں کے ساتھ اکثر اور اکثر روایات میں یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اور بعض روایات میں بغیر لفظ انما صرف الاعمال بالنیات کے الفاظ ہیں اور بعض میں بالنیات جمع کے بجائے بالنیۃ کے الفاظ ہیں اور بعض میں صرف العمل بالنیۃ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ لیکن تمام عبارات سے مقصود مدعی ایک ہی ہے کہ قلب و قالب (ظاہر و باطن) کا کوئی عمل، کسی حکم کا بجا لانا، امر منہر کو چھوڑنا۔ قول و فعل اور عبادات و طاعات نیت کے بغیر مقبول و معتبر نہیں ہیں اور نیت کے بغیر ان پر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ اس باب میں تحقیق کی غایت و انتہا یہ ہے کہ اعمال دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو مقصود لذاتہ ہیں جیسے نماز۔ اس قسم میں جب ثواب نہ ہوگا تو وہ عمل صحیح اور جائز بھی نہ ہوگا۔ دوسری قسم وہ ہے جو دوسرے عمل کے لیے واسطہ اور ذریعہ ہے۔ جیسے وضو۔ اس قسم میں اگر اب اس وقت ملے گا جب نیت ہوگی لیکن نیت کے بغیر بھی عمل جائز ہوگا۔ اور بغیر نیت کے وضو سے نماز درست ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے۔ تاہم دوسرے ائمہ کے نزدیک بے نیت کے وضو سے نماز درست اور جائز نہیں ہے۔ اور نیت سے یہاں تقرب الی اللہ کا قصد و ارادہ مراد ہے یعنی جو کام بھی کرے خدا کے لیے اور اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کی رضا و خوشنودی کے لیے کرے معلوم ہونا چاہیے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان سے کہنے کی ضرورت و حاجت نہیں۔ اگر دل غافل ہو اور صرت زبان سے نیت کے الفاظ دہرائے جائیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے برعکس اگر دل میں نیت موجود ہو مگر زبان پر نہ آ سکے یا زبان سے اس کے خلاف ادا ہو جائے تو اس میں کچھ نقصان اور حرج نہیں ہے اور علماء کرام میں اس بات پر اتفاق کے باوجود کہ بلند آواز سے نیت کے الفاظ کہنا منع نہیں اس میں اختلاف ہے کہ نیت کو الفاظ میں ادا کرنا صحت نماز کے لیے شرط ہے یا نہیں۔ مذہب صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ اور اسے شرط قرار دینا خطا ہے۔ تاہم فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے زبان سے کہہ لینا بھی بہتر و مستحب ہے تاکہ زبان کی دل سے نیت اور ظاہر کی باطن سے مطابقت ہو جائے، اور نیت کے الفاظ ذکر کرنے سے ان کا معنی سمجھنا اور دل میں ان کا استحضار بھی آسان ہو جاتا ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے نیت کرتے تھے۔ صرف اسی قدر آیا ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو صرف اللہ اکبر کہتے۔ اگر اس مقام پر زبان سے بھی آپ نے کچھ پڑھا ہو تا تو محدثین ضرور اسے روایت کرتے، لہذا طریقہ سنت اور اس کی اتباع یہی ہے کہ دل کی نیت پر اکتفا کیا جائے۔ اور جس طرح کسی کام کے کرنے میں اتباع ضروری ہے اسی طرح کسی کام کے نہ کرنے میں بھی اتباع ضروری ہے۔ پس جو شخص وہ کام ہمیشہ اور پابندی سے کرے جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو ایسا شخص بدعتی ہے جیسا کہ محدثین کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

وَ اِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوَىٰ اور بندے کو اس کے عمل اور ثواب سے حصہ نہیں ملتا مگر وہی جو اس نے نیت کی ہوتی ہے۔ اور بعض روایات میں یوں ہے اِنَّكَ لَكُلِّ امْرِئٍ لَفْظِ كُلِّ کے اضافے کے ساتھ آیا ہے۔ یہ جملہ کلام سابق کی تاکید اور پختگی کے لیے آیا ہے۔ مَّاں اور مدعی دونوں کا ایک ہے۔ کہ نیت کے بغیر عمل صحیح اور قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر ہر عمل کی مخصوص نیت ہوتی ہے۔ بندے کا حصہ اس میں سے یہی ہے کہ اس عمل کی نیت کی۔ مثال کے طور پر اگر ایک عمل بہت سی نیتوں کا متقاضی ہو، چنانچہ اگر اپنے قریبی عزیز کو صرف اس کے فقیر ہونے کی نیت سے صدقہ دے اس کے قریبی ہونے کو ملحوظ نہ رکھے تو صرف صدقہ کا ثواب ملے گا۔ صلہ رحمی کا ثواب نہ ملے گا۔ اور اگر صرف اس کی رشتہ داری کا لحاظ کر کے اُسے کچھ دے اس کے فقیر محتاج ہونے کا لحاظ نہ کرے تو صرف صلہ رحمی کا ثواب پائے گا۔ صدقے کا ثواب نہ ملے گا۔ اگر دونوں کی نیت کرے تو دونوں کا ثواب پائے گا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی صرف ایک عمل میں متعدد نیتیں کر لینے کی بنا پر متعدد درجے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے لیکن اس ایک عمل میں بہت سی نیتیں ہو سکتی ہیں۔ اور ہر نیت پر الگ ثواب ملے گا۔ ایک یہ کہ روایات میں وارد ہے کہ مسجد اتر کا گھر ہے۔ اور جو شخص مسجد میں آتا ہے۔ وہ گویا رب تعالیٰ کی زیارت اور ملاقات اور اس کی ذات کو پانے کے لیے آتا ہے۔ اور رب تعالیٰ چونکہ رحیم و کریم ہے۔ لہذا اس کے ذمہ کرم پر ہے کہ اپنے زائرین کی ضیافت و مہمان نوازی کرے تو بندہ اس نیت کے ذریعے یہ فضیلت اور یہ اعزاز حاصل کرتا ہے۔ دوسری نیت نماز باجماعت کی انتظار ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نماز کی انتظار کرنے والا گویا نماز میں ہوتا ہے۔ تو جس نماز کی انتظار کر رہا ہے گویا اسے ادا کر رہا ہے۔ اور اس کا ثواب حاصل کر رہا ہے۔ اور آیت کریمہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا اے ایمان والو صبر اختیار کرو، دوسروں کو صبر کی تلقین کیا کرو، اور رابطت اختیار کرو۔ اس میں رابطت سے بعض مفسرین نے انتظار نماز مراد لی ہے۔ ایک حدیث میں ہے نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار میں رہنا خطاؤں کے ملنے، گناہوں کی معافی اور بلندی درجات کا موجب ہے، اور تکرار کے ساتھ فرمایا فَاذْكُرُوا الرِّبَا فَاذْكُرُوا الرِّبَا (یہی ہے مومن کی انتظار گاہ یہی ہے مومن کی انتظار گاہ)۔ تیسری نیت یہ کہ مسجد میں چل کر بیٹھتا ہوں تاکہ کان، آنکھ اور دوسرے اعضا ان گناہوں اور ممنوعات میں ملوث ہونے سے محفوظ رہیں جو بازاروں اور گلی کو چوں میں پائے جاتے ہیں۔ چوتھی نیت اعتکاف ہے، علماء نے فرمایا ہے جو شخص مسجد میں آٹے چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کرے تاکہ ان حضرات علماء کے قول کے مطابق جو کہتے ہیں ایک گھڑی بھر کا اعتکاف بھی ہوتا ہے، اعتکاف کے ثواب سے بہرہ ور۔ اور اس فضیلت سے مشرف ہو۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حصول بڑا آسان ہے لوگ اسے حاصل کرنے سے غافل و بے خبر ہیں۔ پانچویں نیت حضور سید انام صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور مسجد میں

جاننا چاہیے کہ لغت میں ہجرت کا معنی ترک اور قطع ہے۔ اور شرع شریف کے عرف میں رضائے الہی عزوجل کی خاطر ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف چلے جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔ اور اسلام میں ہجرت دو طرح واقع ہوئی ہے۔ ایک خوف کی جگہ سے امن و سکون کی جگہ منتقل ہونا۔ جیسے صحابہ کرام نے ابتدائے اسلام میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تاکہ مشرکین مکہ کے شر و فساد سے امن پائیں۔ ۲۔ سی طرح بعض صحابہ کرام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے اور اسلام کے مستحکم ہونے سے پہلے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کی دوسری قسم دار کفر سے دار اسلام کی طرف منتقل ہونا ہے۔ یہ ہجرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں جمع جانے اور قرار پندہ ہونے کے بعد معرض وجود میں آئی۔ مسلمانوں کا مکہ معظمہ وغیرہ سے مدینہ منورہ کی طرف اس وقت ہجرت کرنا اس دوسری قسم کی ہجرت میں سے ہے۔ اس وقت ہجرت غالب و اکثر مکہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہوتی تھی۔ اور فتح مکہ تک اس ہجرت کو بڑی خصوصیت و اہمیت حاصل تھی فتح مکہ کے بعد یہ خصوصیت و اہمیت ختم ہو گئی۔ اور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ (فتح کے بعد کوئی ہجرت نہیں) تو اس سے مکہ سے (بعد فتح) ہجرت مراد ہے۔ کیونکہ فتح کے بعد مکہ بھی دارالاسلام بن گیا۔ اور ہجرت بمعنی دار کفر سے علی العموم جسے بھی اس کی قدرت نصیب ہو، قیامت تک باقی رہے گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لَا تَنْقُطُ الْهَجْرَةُ حَتَّى تَنْقُطَ التَّوْبَةُ ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور ہجرت کا حکم منسوخ نہ ہوگا جب تک توبہ کے دروازے بند نہ ہوں اور یہ روز قیامت تک بند نہ ہوں گے) تو اس ہجرت سے اپنے وطن مالوف سے غیر وطن کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ خواہ مکہ سے ہو یا غیر مکہ سے۔ اور خواہ مدینہ منورہ کی جانب ہو یا غیر مدینہ کی طرف۔ اور خواہ طلب رضائے الہی کے لیے ہو یا دنیا کی خاطر۔ تاکہ دنیا اور عورت کی خاطر ترک وطن کے مفہوم کو بھی شامل ہو جائے۔

اور ہجرت کا ایک خاص معنی بھی ہے۔ جسے حقیقی ہجرت کہنا چاہیے۔ اور وہ طبعی اور بشری تقاضوں سے باہر جانے اور منوعات و مکروہات شرعیہ کا ترک کر دینا ہے۔ اس ہجرت کا ذکر بھی حدیث شریف میں موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ یعنی کامل اور حقیقی مہاجر وہ شخص ہے جس نے اس چیز کو چھوڑ دیا جو جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا اور منع کیا ہے۔ اسی بنا پر جہاد نفس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ متفق علیہ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔ اور متفق علیہ جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا، اس حدیث کو کہتے ہیں جسے امام بخاری و مسلم نے ایک بھی صحابی سے روایت کیا ہو۔ اور حدیث اِنْسَاءِ الْاَعْمَالِ بِالْاَنْبِيَاءِ کو اکثر مشہور ائمہ بلکہ تمام ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اور تمام ائمہ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اگرچہ دو راویوں میں دو تین افراد سے لے کر دس افراد تک نے اسے روایت کیا، تاہم بعد کے دور

میں اسے یہاں تک شہرت حاصل ہو گئی کہ حد تو اتنے تک بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شہرت پذیر ہو گئی۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس حدیث کو دس سو پچاس مشہور راویوں نے روایت کیا ہے۔ بلکہ تین سو راویوں سے بڑھ کر سات سو راویوں تک کا قول بھی بعض نے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ:- اخبار میں وارد ہوا ہے کہ نية المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف و صحت سے موصوف نہیں۔ تاہم موضوع کے نام سے بھی موسوم نہیں ہے۔ اور اس کی توجہ و تفسیر میں علما کے بہت سے اقوال ہیں۔

قول اول:- یہ کہ صرف نیت بغیر عمل کے بھی عبادت ہے۔ اور اس پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے خلافت امجاد و جوارح کے عمل کے کہ اس پر اجر و ثواب کا ملنا نیت پر موقوف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے نیک کام کے صرف ارادے اور نیت پر بھی کامل نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص یہ نیت کر کے سوٹے کہ سحری کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے گا۔ تو اس کے لیے تہجد ادا کرنے کا اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ اگرچہ غلبہ نیند کی وجہ سے صبح تک سویا رہے اور نماز تہجد نہ پڑھ سکے۔ اس بارے میں بہت سی حکایات و روایات منقول ہیں۔

دوسرا قول:- نیت کی جگہ دل ہے۔ اور معرفت الہیہ کا مکان بھی دل ہی ہے۔ اور جو چیز معرفت کی جگہ سے پیدا ہو۔ اور اس معدن سے نمودار ہو وہ ضرور اس سے افضل و اعلیٰ ہوگی جو کسی اور جگہ سے سامنے آئے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رب العزت نے عرش سے فرش تک کوئی جگہ ایسی پیدا نہیں کی جو بندہ مومن کے دل سے اسے زیادہ پیاری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ چیز عطا نہیں فرمائی۔ اس لیے عمدہ ترین چیز اعلیٰ ترین جگہ میں رکھ دی۔ اگر دل سے بڑھ کر کوئی اور جگہ اعلیٰ ہوتی تو رب العزت اپنی معرفت اس جگہ رکھتا۔ اور فرمایا بندے کا سب سے گھٹیا قصد و ارادہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے اشرف و عزیز ترین جگہ کو غیر ذہن حق میں مصروف و مشغول کرے۔ اور وہ آدمی نہایت بے ادب ہے جو خدا تعالیٰ کی رکھی ہوئی چیز کو اس کی جگہ سے نکال کر اس کی جگہ کسی دوسری چیز کو رکھے۔

تیسرا قول:- یہ ہے کہ نیت بہر حال عمل سے بہتر ہے کہ نیت پائدار اور باقی رہنے والی چیز ہے۔ اور عمل ناپائدار اور فانی چیز ہے۔ اہل بہشت اور اہل دوزخ کا بہشت و دوزخ میں دائم و ہمیشہ بنانا نیت کی بنا پر ہوگا جو دائمی چیز ہے اگر اندازہ عمل کے مطابق ہوتا تو اتنے وقت تک ہی ہوتا جتنا عرصہ عمل میں صرف ہوا تھا۔

چوتھا قول:- یہ ہے کہ عمل میں ریا کا دخل ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

بخلاف نیت خیر کے کہ وہ باطن اور دل سے تعلق رکھتی ہے اس میں ریا کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ آثار و روایات میں آیا ہے کہ جب فرشتے بندوں کے اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کے متعلق فرماتا ہے *القی الصحیفۃ القی* *الصحیفۃ فلاں عمل نامہ اور فلاں عمل نامہ نیچے پھینک دے۔* فرشتہ عرض کرتا ہے بارے خدا یا تیرے بندے نے تو اچھی اور نیک بات کی ہے اور نیک عمل کیا ہے۔ ہم نے اس کی نیکی کو خود سنا اور دیکھا ہے اور نیکیوں کے عمل نامہ میں درج کیا ہے۔ ہم اسے کیسے نیچے پھینک دیں۔ رب العزت کی طرف سے جواب ملتا ہے *لَمْ یُرِدْ وَجْہِیْ* اس نے یہ کام میری رضا کے لیے نہیں کیا تھا۔ اور کچھ دوسرے ملائکہ کو آواز دی جاتی ہے *اُکْتُبْ لِفُلَانٍ کَذَا وَکَذَا* کہ فلاں بندے کے اعمال نامہ میں یہ یہ نیکی لکھ دے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس بندے نے یہ نیک کام نہیں کیا اس لیے میں کیسے لکھوں اس پر رب العزت کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اس بندے نے قصد خیر اور ارادہ نیک کیا تھا۔

پانچواں قول:- یہ ہے کہ نیک کام بے حدود ہیں اندازہ ہیں اور مومن کی نیت ان تمام سے متعلق ہوتی ہے۔ اور بندہ بھی چاہتا ہے کہ سب سے نیت متعلق ہو۔ مگر ایک عمل سب اعمال سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے نیت کے ثواب کی کوئی حد اور انتہاء نہیں ہے۔ اور خیرات و طاعات بندے کی نیت میں محدود نہیں ہوتے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے نیت الکافر *شَرَّ مَنْ عَمِلَ* یعنی کافر کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہوگی۔ کہ تمام معاصی میں اس کی نیت کار فرما ہوگی اور اس کے اعمال بہر حال محدود ہوں گے۔ نیت کی اسی اہمیت کے پیش نظر بعض مشائخ صوفیہ نے فرمایا ہے۔ آیات

- | | | |
|---|------------------------------|----------------------------|
| ۱ | چوں نباشد پاک اعمال از ریا | ہست بے حاصل چوں نقش بوریا |
| ۲ | ہر کہ را اندر عمل اخلاص نیست | در جہاں از بندگان خاص نیست |
| ۳ | ہر کہ را کار از برائے حق بود | کار او پیوستہ بار و نق بود |
| ۴ | پاک گردانی عمل را از ریا | شمع ایمان ترا با شد ضیاء |

- ترجمہ اشعار:- ۱۔ جب اعمال ریا و نمائش سے پاک نہ ہوں تو وہ ٹاٹ پر بنی ہوئی محض ایک بے جان تصویر کی طرح ہیں۔
 (۲) جس شخص کے عمل میں اخلاص نہیں ہے وہ جہاں میں اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص میں سے نہیں ہے۔
 (۳) جس شخص کا کام رضائے حق تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا کام ہمیشہ بار و نق رہتا ہے۔
 (۴) اپنے عمل کو ریا اور نمائش سے پاک کر، تاکہ تیری شمع ایمانی کو ضیاء اور روشنی حاصل ہو۔

وبالشد التوفیق

کتاب الایمان

شرع شریف کے عرف میں ایمان وہ سب کچھ تسلیم کر لینے اور اس پر اعتقاد و یقین کر لینے سے عبارت ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے لائے اور اس کے بندوں کو پہنچایا، اور جس کا خدا تعالیٰ کی طرف سے لانا یقین کے ساتھ معلوم ہو چکا ہو، یہ تسلیم و اعتقاد خواہ اجمالی طور پر ہو جیسے کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے وہ سب حق اور سچ ہے۔ یا یہ تسلیم و اعتقاد تفصیلاً ہو۔ جیسے ہر حکم جو آپ نے کیا اور ہر چیز جو آپ لائے، سب کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا۔ مومن ہونے کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے۔ تاہم ایمان تفصیلی کا درجہ اتم اور اکمل ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کی صرف صداقت کا علم ہو جانا اور حق کا پہچان لینا مومن ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ مرتبہ تصدیق تک جس سے مراد یہاں اذعان و تسلیم ہے اور فارسی میں گرویدن کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، نہ پہنچے اور باطن اس کے اقرار سے آرام پذیر نہ ہو جائے۔ تاکہ اہل تکبر و عناد کا حال، جو دیدہ دانستہ کفر و انکار کی راہ پر چلتے اور معرفت حق اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے سے واقف اور آگاہ ہونے کے باوجود کفر اختیار کرتے ہیں، ایمان کی تعریف سے خارج ہو جائے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا:-

دَجَّادُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ

ان کے دلوں کو یقین ہوتے ہوئے انہوں نے جان بوجھ کر انکار کیا۔

دوسری جگہ فرمایا:-

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ

یہ منکر حضور علیہ السلام کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح

اپنی اولاد کو۔

اور حقیقت ایمان ہی تصدیق قلبی ہے۔ زبان سے اقرار احکام اسلامی کے اجراء کی صرف شرط ہے۔ اگر اقرار باللسان میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔ جیسے گناہیں یا کلمہ کفر کہنے پر مجبور کرنا۔ یا وہ شخص جو ابھی دل سے صرف ایمان ہی لایا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ یہاں ایمان کی تشریح کے مقام میں تصدیق و اقرار کے ساتھ ساتھ ایک چیز اور بھی ہے۔ جسے شائع علیہ السلام نے کفر کا نشان اور علامت قرار دیا ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا اور زنا و باندھنا وغیرہ۔ کہ ان امور کا مرتکب بھی حکم شرع کے مطابق کافر بنو گا۔ اگرچہ بالفرض تصدیق و اقرار کا مدعی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا عمل صالح تو وہ حقیقت ایمان سے خارج ہے بلکہ

کمال ایمان کی شرط ہے۔ ایمان ہو اور عمل نہ ہو تو وہ ناقص ایمان ہوگا۔ تاہم ایمان کا نام اس پر بھی اطلاق ہوگا۔ ایسا شخص اگر معصیت و گناہ کو ہلکا اور حلال نہ جانتا ہو۔ چاہے گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو تو اسے مومن فاسق کہیں گے۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ وہ فاسق کو مومن کہتے تھے۔ اس پر اسلامی احکام جاری کرتے تھے۔ اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے تھے۔ بعض صحابہ کرام تابعین عظام اور دوسرے حضرات سے جو منقول ہے کہ الایمان تصدیق بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالارکان یعنی ایمان تصدیق قلبی زبان کے اقرار اور اعضا کے عمل کے مجموعے کا نام ہے۔ تو اس سے ایمان کامل مراد ہے دلائل مذکورہ اور تحقیقین کی تصریح کے مطابق اسی پر محمول ہے وہ کلام جو اس بارے میں محدثین سے منقول ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض کی عبارتوں کے ظاہر معنی اس کے خلاف دہم ڈالتے ہیں بعض اکابر متکلمین نے بھی سلف کے مذکورہ قول کو ظاہری معنی پر حمل کر دیا۔ اور اس قول کی نسبت سلف اور محدثین کی طرف کر دی جیسے صاحب مواقف وغیرہ۔ مگر تحقیقی بات وہی ہے جو بیان کر دی گئی ہے۔ فقہ پر یہ مقام غور ہے۔ وباللہ التوفیق۔

اور خوارج گناہ کبیرہ بلکہ صغیرہ کے مرتکب کو بھی کافر کہتے ہیں۔ اور معتزلہ ایسے شخص کو نہ کافر کہتے ہیں نہ مومن بلکہ ایمان و کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ اولین بدعت ہے جو عقائد میں پیدا ہوئی۔ یہ لوگ بعض آیات و احادیث کے ظاہر معنی سے استدلال کرتے ہیں اور ان آیات و احادیث کی جو مذہب اہل سنت و جماعت کی دلیل ہیں، تاویل کرتے ہیں۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ آیات و احادیث کا مرادی معنی وہی ہے جو اوائل سلف صالحین نے سمجھا کہ وہ حضرات دین کے زبان داں اور قرائین و مواقع استعمال کے عالم ہونے کی بنا پر شریعت حقہ کے مراد شناس ہیں۔ اگرچہ ظاہری معنی اس کے خلاف ہو، محسوس ہوتا ہو۔ اور یہ چیز نصوص کے سمجھنے اور مراد کی تعیین کے بارے میں بہت بڑا اور جامع ضابطہ ہے۔ بدعتی شخص کی کجی اور اس کی لغزش اسی جگہ وجود میں آتی ہے۔ اور حفاظت و توفیق اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ جس طرح اپنی کتاب کی ابتدا میں حدیث انما الاعمال بالنیات لائے جو تمام طاعات و عبادات کی بنیاد ہے اسی طرح کتاب الایمان کے ابتدا میں وہ حدیث لائے جو دین کے اصول و فروع پر مشتمل ہے۔ اور اسے حدیث جبریل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کرنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ اس حدیث کو ام الاحادیث اور ام الجوامع بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حدیث ان تمام احادیث کے مضامین کی جامع ہے۔ جو دوسری تمام احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرح فاتحۃ الكتاب یعنی سورہ فاتحہ کو ام القرآن اور ام الكتاب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سورۃ قرآن عظیم کے تمام معانی اور مقاصد پر مشتمل ہے۔ اور آیۃ حدیث اس

حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ امام بخاری۔ امام مسلم اور دوسرے ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے یہ حدیث امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص ہم پر نمودار ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال سخت سیاہ تھے۔ اس پر سر کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح آکر بیٹھ گیا کہ اس نے اپنے دونوں زانوں آپ کے زانوؤں سے ملا دیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی زانوں پر رکھ دیے اور عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سلام کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تو پابندی کے ساتھ مسنون طریقہ سے نماز ادا کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھے، اور طاقت و استطاعت ہونے کی صورت میں بیت اللہ شریف کا حج کرے۔ اس شخص نے (یہ سن کر) کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔ ہمیں اس کی بات سے عجب ہوا کہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ دیکھو اس

۱۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْفَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى نَحْيَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ مِمَّا مَضَى وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ أَسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنُ
بِالْقَدْرِ خَيْرٌ وَ شَرٌّ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ
الْإِحْسَانِ قَالَ إِنْ تَعْبُدَ اللَّهَ
كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ
تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ
فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْمَسَاعَةِ
قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا
بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ
فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَّا سَأَلَهَا
قَالَ أَنْ تَشِدَّ الْأَمَمَةَ
رَبَّتَهَا وَ أَنْ تَتَوَى
الْحَفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ
رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ
فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ
أَنْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مِيلًا ثُمَّ
قَالَ لِي يَا عَمُّ اتَّذَرِي
مِنَ السَّائِلِ قُلْتُ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ
فَإِنَّهُ جَبْرِئُ اتَّأَكُمُ
يَعْلَمُكُمْ دِينَكُمْ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَ رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ
مَعَ اخْتِلَافٍ وَفِيهِ وَ رَوَاهُ

نے کہا آپ مجھے ایمان کے متعلق بھی بتائیں (کہ وہ کیا ہے)
آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں اور
رسولوں پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور اس کی اچھی برائی
تقدیر پر ایمان لائے۔ اس نے کہا آپ نے درست فرمایا
ہے۔ پھر اس نے عرض کیا مجھے احسان کے بارے میں بتائیں
کہ وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا احسان (کا اعلیٰ مرتبہ) یہ ہے کہ تو
خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا اُسے دیکھ رہا ہے (اور
احسان کا کم درجہ) یہ ہے کہ اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا تو
(کم از کم تیرا یہ یقین ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے (پھر)
سوال کیا قیامت کے بارے میں مجھے بتائیں کہ (کب واقع ہوگی)
آپ نے فرمایا قیامت کے متعلق جس سے سوال کیا گیا ہے وہ
سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔
اس پر، اس نے کہا مجھے اس کی علامات ہی بتائیے۔ آپ نے فرمایا
قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنا مالک و مربی
بھٹے گی۔ اور یہ کہ تو دیکھے کہ برہنہ پاؤں، برہنہ جسم، بکریاں چرا
والے اور تنگ دست لوگوں کی مالی حالت یہ ہو جائے گی کہ وہ
مکانات کی تعمیر و (آرائش) میں فخر و تکبر کے طور پر ایک دوسرے
سے آگے بڑھنے میں کوشش کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ
عنه فرماتے ہیں پھر وہ شخص چلا گیا۔ اور میں اس کے جانے کے
بعد کافی دیر خاموش رہا۔ پھر حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود ہی مجھے فرمایا اے عمر جانتا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں
نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بیشک
وہ جبرئیل تھا تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آیا تھا۔ اے

رَأَيْتَ لُحْفَةً الْعُرَاةَ الصُّمَّ
الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ
فِي خَمِيرٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا
اللَّهُ ثُمَّ قَرَأَ رَأَيْتَ اللَّهَ
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ الْآبِيَةَ

متفق علیہ -

مسلم نے روایت کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے
اس سے کچھ مختلف الفاظ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اس
میں اس طرح ہے ”اور تو دیکھے گانگے پاؤں گانگے جسم ہرے اور
گانگے لوگوں کو زمین کے بادشاہ (قیامت کا علم) ان پانچ علوم میں
سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے
ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغيث الم (یعنی سورۃ

لقمان کی آخری آیت پڑھی) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

شرح فصل اول: عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال، روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب سے کہ آپ

نے فرمایا (بینما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم) اس اثناء میں کہ ہم لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر تھے ر ذات یوم (ایک روز) طلوع علینا (جد) کہ ایک نہایت حسین اور بزرگ شخصیت کا مرد ہمارے
سامنے اچانک نمودار اور ظاہر ہوا جیسے سورج یا چاند نمودار ہوتا ہے۔ (شدید بیاض الثياب) جس کے کپڑے نہایت
سفید (شدید سواد الشعر) اور بال نہایت سیاہ تھے۔ شعر بکون عین اور فتح عین دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (رکلا
یروی علیہ اثر السفر) اس پر سفر کا کئی نشان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جیسے گریو عبا، بالوں کی آلودگی، تمھکاوٹ، پھرے کی
رنگت میں تبدیلی، اور سستی و کمزوری وغیرہ، گویا وہ مرد ہمارے ہی شہر میں سے کسی جگہ سے آیا تھا۔ (و لا یعرفه منا احد)
اور حالت یہ تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں پہچانتا تھا۔ یعنی حقیقت میں وہ ہمارے شہر کا باشندہ نہیں تھا اگر ہمارے
شہر کا ہوتا تو ہم اسے پہچان لیتے۔ (رحتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں تک کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک
آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف (ادبا) جھک کر اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر آپ کی خدمت میں اس طرح بیٹھ گیا جس طرح
شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔ (رفا سند رکبتیہ الی رکبتیہ) تو اس شخص نے اپنے دونوں زانوں
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں زانوں کے ساتھ ملا دیے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ قریب
ہو گیا تاکہ دونوں طرف سے سوال و جواب سننے میں آسانی ہو۔ اور کمال محبت و دوستی اور موانست کی بنا پر جو دونوں میں
نفی (و وضع کفیه علی نغذیہ) اور اپنے دونوں ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں ران مبارک پر حضور کی نیکیں
و تسلی کے لیے رکھ دیے تاکہ گفتگو اور فہم و افہام کے دوران آپ کا ذہن مبارک حاضر و متوجہ رہے۔ یا اس آنے والے
شخص نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں زانوں پر اس طرح ادب و احترام کے ساتھ رکھے جس طرح شاگردوں کی رسم و

عادت ہوتی ہے۔ یہ دوسرا معنی جبرئیل کے خدمت میں حاضر ہونے، آپ کے قریب ہونے اور متعلم و شاگرد کی طرح حضور کی خدمت میں بیٹھنے کے اعتبار سے بظاہر زیادہ مناسب ہے۔ تاہم پہلا درجہ راجح اور افضل ہے، کیونکہ نسائی میں صراحتاً آچکا ہے کہ حتی وضع ید یدہ علی رکبتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اپنے دونوں ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھٹنوں پر رکھ دیے۔ اور حضرت جبرئیل بظاہر اگرچہ سائل اور متعلم کی صورت میں حاضر ہوئے تھے۔ مگر حقیقتاً خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف معلم اور علم القاء کرنے آئے تھے۔ اور حاضرین کو تعلیم اور دینی احکام سنانے آئے تھے۔ جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف تعلیم دینے کی نسبت قرآن مجید میں بھی آچکی ہے، جیسا کہ (سورۃ النجم میں) فرمایا۔ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ اسے بڑی قوتوں والے بڑے زور والے نے علم سکھایا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ رَوَّاعًا یَا مُحَمَّدًا خَیْرِ فِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ اور اس آنے والے مرد نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کی حقیقت بتائیے کہ وہ کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے جواب میں فرمایا۔ لا اسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تو اس امر کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔ اور اس بات کی بھی شہادت دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احکام کی تبلیغ کے لیے اس کی طرف سے لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

لغت میں اسلام انقیاد را طاعت گزارى (فرمانبرداری اور خوشی و رغبت سے جھک جانے اور کسی قسم کی سرکشی اور اعراض کے بغیر کسی کا حکم تسلیم کر لینے کے معنی میں آتا ہے۔ اور شرع شریعت کے عرف میں اسلام فرمانبرداری۔ احکام الہی کی اطاعت اور دین اسلام کے پانچ ارکان جو آگے بیان ہوں گے، کے بجالانے سے عبارت ہے۔ تو اسلام ظاہری اعمال اور ایمان باطنی اعتقاد کا نام ہے۔ اور دین مجموعہ اسلام و ایمان سے عبارت ہے۔ اور عقاید میں جو مذکور ہے۔ کہ اسلام و ایمان ایک ہی چیز ہے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ ہر مومن مسلم ہوتا ہے۔ اور ہر مسلم مومن۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نام کی مسلمان سے نفی نہیں کی جاسکتی۔ تاہم حقیقتاً اسلام ایمان کا ثمر اور اس کی فرع ہے۔ علمائے کرام نے اس مسئلے میں بہت گفتگو فرمائی ہے۔ مگر تحقیق یہی ہے جو اس مقام پر بیان کر دی گئی ہے۔ تو اسلام کا پہلا رکن خدا تعالیٰ و تقدس کی وحدانیت اور رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت و گواہی دینا ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلمہ شہادت کا زبان سے ادا کرنا اسلام کی شرط ہے۔ لہذا کوئی شخص اگر اس کی شہادت نہ دے۔ یا کلمہ اتمہ (میں گواہی دیتا ہوں) کی جگہ کلمہ اُعلم (میں جانتا ہوں) زبان سے ادا کرے۔ تو مسلمان نہ ہوگا۔ لیکن اس بات کا دین میں سے ہونا واضح طور پر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص صرف کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھے۔ وہ

مسلمان کہلائے گا۔ مگر جب کہ احادیث میں لفظ اَشْهَدُ (میں گواہی دیتا ہوں) واقع ہو چکا ہے۔ تو اس لفظ کا ادا کرنا ہی زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہے۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔

اسلام کے ارکان میں سے دوسرا رکن نماز ہے۔ جیسا کہ فرمایا دُتِّبِمَ الصَّلَاةَ اور تو نماز قائم کرے۔ اور اقامتِ صلوٰۃ سے اُسے صحیح و درست اور تعدیل ارکان اس لی پوری شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور سنتوں اور مستحبات کی تعمیت کرتے ہوئے ادا کرنا مراد ہے۔ اور اقامت کا لفظ تقویم سے مشتق ہے۔ جس کا معنی درست اور سیدھا کرنے کا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ اَقَامَ الْعُودَ (اس نے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کر دیا۔ یا اقامت سے نماز کو ہمیشہ اور پابندی سے ادا کرنا اور اس کے لیے جدوجہد کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں اقامت مقیم ہونے کے معنی میں ہوگا۔ یا اقامت کا لفظ قیامِ سَوَاق سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی بازار کے چل پڑنے اور گرم ہو جانے کے ہیں۔

اسلام کے ارکان میں سے تیسرا رکن مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا (دَتَوَّقِ الزَّكَاةَ) اور زکوٰۃ دے۔ لغت میں زکوٰۃ کا معنی بڑھنا اور پاک کرنا ہے۔ اور زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ بڑھنے۔ مال کے زیادہ ہونے۔ اس میں برکت پیدا ہونے کا سبب اور مال کے پاک ہونے۔ اور صاحب مال کے بخل و کنجوسی کی بدخصلت سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور لفظ زکوٰۃ تنزیہ شہود (گواہوں کی صفائی پیش کرنا) سے مشتق ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنے ایمان کی صحت اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ دعویٰ محبت میں سچا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے رکھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ (رَدَقُومَ رَمَضَانَ) اور تو ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ لفظ صوم لغت میں روئے اور حفاظت کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اور شرع میں نفس کو کھانے پینے اور جماع سے روک رکھنے سے عبارت ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جن میں سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے۔ زبان کو روزے کی حالت میں کھانے پینے اور جماع کی طرح غیبت سے روکنا بھی ضروری ہے۔ ان حضرات کے نزدیک غیبت روزے کو توڑ دینے والی چیز ہے۔ کامل روزہ یہ ہے۔ کہ تمام اعضاء اور حواس کو غیر شرع باتوں سے روک کر رکھا جائے۔ رمضان رَمَضٌ سے مشتق ہے جس کا معنی گرم کرنا اور جلانا ہے۔ چونکہ روزے میں نفس کو جلایا اور پگھلایا جاتا ہے۔ اس مناسبت اور تعلق سے روزوں کے مہینے کا نام ماہ رمضان رکھا گیا۔ لیکن یہ تو جیسہ اس صورت میں درست ہوگی۔ جب کہ لفظ رمضان شرعی وضعوں میں سے ہو اور کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ عربوں نے جب مہینوں کے نام مقرر کیے۔ اس وقت گرم ہوا اور گرمی کا موسم تھا۔ اس لیے گرمی والے مہینے کا نام رمضان رکھ دیا، واللہ اعلم۔

(وتعجب البیت) اسلام کے ارکان میں سے پانچواں رکن یہ ہے۔ کہ تو خانہ کعبہ کا ارادہ کرے اور حج کے احکام و منا

ادا کرے۔ (ان استطعت الیہ سبیلاً) اگر تجھے اس تک پہنچنے اور راستہ پانے کی طاقت و استطاعت ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک استطاعت دو چیزوں سے عبارت ہے۔ سفر خرچ اور سواری۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس شخص پر بھی حج فرض ہے جو پیدل چل کر پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور راستے کا پُر امن ہونا بھی استطاعت میں داخل ہے۔ مگر اس باب میں اعتبار غالب حالت کا ہے۔ اس بنا پر راستے میں دریا کا واقع ہونا۔ امن کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ غالب یہی ہے۔ کہ موسم حج میں سلامتی کے ساتھ ہی اس سے گزر جائے گا۔ صحابہ کرام نے جہاد کے لیے کشتی میں سفر کیا ہے۔ لہذا حج کے لیے بھی کشتی میں سفر کرنا جائز ہوگا۔ اور فرضیت حج کو ذمہ سے ساقط نہ کرے گا۔ ایک محدث میں وارد ہے۔ کہ افضل شہید وہ ہے جو کشتی میں ڈوب کر مرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ ڈوب کر مرنے والوں کی جان اللہ تعالیٰ براہ راست خود قبض فرماتا ہے۔ فرشتوں کے ذریعے قبض نہیں فرماتا۔ قال جب حضور علیہ السلام نے اسلام کی حقیقت بیان فرمائی۔ تو اس شخص نے کہا صَدَقْتَ یعنی آپ نے حقیقت اسلام ٹھیک ٹھیک بیان فرمادی ہے۔ کیونکہ اسلام کی حقیقت یہی ہے جو آپ نے بیان فرمائی۔ (فعجبنا لہ یسألہ ویصدقہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اس شخص کے حال سے تعجب ہوا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ کیونکہ پوچھنا اور دریافت کرنا بظاہر جہالت اور نادانی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حضور کی بیان کردہ عبارت کی تصدیق کرنا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ اسے اس کا علم ہے۔ تاہم فی الحقیقت یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں تھی۔ کیونکہ وہ مرد حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ جو صحابہ کرام کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ تاکہ جبریل علیہ السلام پوچھتے جائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جواب ارشاد فرماتے جائیں اور صحابہ کرام سنتے جائیں۔ اور دوبارہ دین کی باتیں یاد کر لیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پاک کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔

(قال فاخذنی عن الایمان) پھر اس شخص نے کہا۔ جس طرح آپ نے اسلام کا معنی و حقیقت بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح مجھے ایمان کی حقیقت بھی بتائیں۔ کہ کیا ہے (قال) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان تو من بآئہ) ایمان کی حقیقت یہ ہے۔ کہ تو خدا تعالیٰ کی ذات۔ اس کی ثبوتی اور سلبی صفات اور اس کی تشریح و تقدیس پر ایمان لائے اور اسے تمام عیوب و نقائص اور حدوث و فنا کے نشانات سے پاک جانے (وملئکتہ) اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لائے۔ کہ وہ نوری جسم کی ایک مخلوق ہے۔ جو مختلف شکلیں تبدیل کرنے کی قدرت رکھتی ہے اور وہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اس کے اذن و اجازت سے جہاں میں تصرف کرنے کی طاقت رکھتے

اے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جہاں میں تصرف کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ تصرف کی یہ طاقت اللہ تعالیٰ نے اپنے

ہیں۔ اور نہ وہ مادہ ہونے کی صفت سے موصوف نہیں ہیں فرشتوں کی باقی صفات کتاب و سنت میں آپ کی ہیں۔ (دکٹیڈ) اور یہ کہ تو خدائے تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لائے۔ کہ وہ کلام قدیم ہے جو حرف و آواز سے خالی ہے۔ ان کتابوں کو خدائے تعالیٰ نے تختیوں یا فرشتوں کی زبانوں میں حروف و آواز ایجاد کر کے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمایا۔ یا فرشتے کے واسطہ کے بغیر ہی پہنچے سے وہ آواز سنی جاتی ہے۔ اور تمام آسمانی کتابیں خدائے تعالیٰ کا سچا اور ثابت کلام ہے۔ اور قرآن مجید فصاحت اور جامعیت کی حیثیت سے سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے۔ کہ آسمانی کتابیں تعداد میں ایک سو چار ہیں۔ ان میں سے پچاس حضرت ثیث پر تیس حضرت ادریس پر۔ دس حضرت آدم پر اور دس حضرت ابراہیم علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔ باقی چار مشہور کتابیں ہیں۔ یعنی تورات۔ زبور۔ انجیل اور قرآن مجید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(دوسرے سید) اور یہ کہ تو مخلوق کی ہدایت، ان کے معاشی، دنیوی اور اخروی مسائل و احکام کی تکمیل کے لیے اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزات اور صداقت کے نشانات سے مزید کر کے بھیجا۔ اصل نبوت میں فرق کیے بغیر ان سب پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے۔ ان کا ادب و احترام بھی واجب اور ضروری ہے۔ نیز نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد انہیں ہر قسم کے گناہوں اور ہر قسم کے نقص و عیب کے داغ سے پاک جانا ضروری ہے۔ یہی علماء کا پسندیدہ اور مختار مذہب ہے۔

بعض مفسرین اور اہل قصص و اخبار نے جو بعض انبیاء کے بارے میں جیسے حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام کے متعلق ان کی شان نبوت کے خلاف باتیں نقل کی ہیں، صحیح اور درست نہیں ہیں۔ اور اگر ہیں تو خطا اور زیبا پر مبنی ہیں۔ اور صحیح یہ ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی پیغمبر نہیں تھے۔ اور قرآن مجید میں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیان و نافرمانی کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے خدائے تعالیٰ کے مقرب ہونے اور ان کی بلندی شان پر مبنی ہے۔ اور مالک کو حق پہنچتا ہے۔ کہ اولیٰ و افضل چیز کے ترک کرنے پر اگر چہ وہ معصیت کی حد تک نہ پہنچے۔ اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے۔ اور عتاب کرے۔ دوسرے کسی کو بھی کچھ کہنے کی

اولیاء کو بھی عطا کر رکھی ہے۔ جیسا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں اس کی تصریح کی ہے۔ جمہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ مزید تفصیل کے لیے مکتوبات امام ربانی حجۃ اللہ الباقیہ تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کتاب الامن والعلیٰ تصنیف اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہم کا مطالعہ فرمائیں ۱۲۔

مجال نہیں ہے۔ یہ نہایت ادب کا مقام ہے۔ جس کا لحاظ ضروری ہے۔ اور وہ ادب یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کی جانب سے بھلائیوں پر سلام پڑھنا اس کی درگاہ کے مقرب ہیں۔ عتاب نازل ہو یا ان کی طرف خطا کی نسبت کی گئی ہو۔ یا خود ان انبیاء کی طرف سے جو کہ اس کے خاص بندے ہیں۔ تواضع، عاجزی اور انکساری کی بات صادر ہو۔ جس سے ان میں نقص و عیب کا وہم بڑھتا ہو۔ تو ہم بندوں کو اس میں دخل دینے یا اسے زبان پر لانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ حضور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جو کچھ مرتبہ الوہیت اور اس کی صفات کے علاوہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے۔ اور تمام بشری فضائل و کمالات سے موصوف ہیں۔ اور ہر خوبی اور کمال آپ کی ذات میں راسخ اور کامل طور پر موجود ہے۔ (وَالْيَوْمِ الْآخِرِ) اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔ جو محدود زمانوں کا آخری دن ہے۔ اور یوم آخر بعد الموت سے بے کرب قیامت کے قائم ہونے یا بہشت میں پہنچ جانے تک کے زمانہ دراز سے عبارت ہے۔ روز قیامت پر ایمان لانے میں یہ بات بھی داخل ہے۔ کہ جو کچھ شارع علیہ السلام نے اس کے بارے میں خبر دی ہے۔ اور صحیح طور پر ہم تک پہنچ چکی ہے جیسے آخرت کے حالات عذاب و ثواب و ماں کی نعمتیں۔ قیامت کی علامات صور کا پھونکا جانا۔ بعث و جزا۔ حساب و میزان۔ پلھراط اور جنت و دوزخ سب حق ہیں۔ (وَتَوْمَنَ بِالْقَدَرِ خَيْرٌ شَرًا) اور اس بات پر ایمان لائے۔ کہ خدا نے تعالیٰ ہر اچھی بری چیز کو ازل سے جانتا ہے۔ اور اسے ایک اندازے پر پیدا فرمایا اور جو کچھ کائنات میں واقع ہو چکا ہے یا ہوگا۔ سب اس کے قضا و قدر اور ارادہ کے مطابق ہے۔ جیسا کہ فرمایا انا کلا شیء خلقناہ بقدر (بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے پر پیدا فرمایا ہے) اور اس نے تقدیر پیدا کرنے کے باوجود بندوں کو امر و نہی کا پابند بنایا ہے۔ اور بندوں کو فعل و کسب کا اختیار دیا ہے۔ اور ثواب و عتاب اس پر مرتب فرمائے۔ مگر حقیقتاً ثواب اس کا فضل اور عتاب و سزا اس کا عدل و انصاف ہے۔ اسباب کا پیدا کرنا اور اسباب کے ذریعے جو چیزیں وجود میں آتی ہیں ان کا ترتیب دینا سب اس کی تقدیر سے ہے۔ یہ مسئلہ اور جو کچھ باب ایمان میں ذکر ہوا۔ علم کلام میں واضح اور مدلل طریقہ پر بیان ہو چکا ہے۔ ایمان بالقدر کے باب میں اس مقام کی تحقیق و تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کی جائے گی۔ طالب صادق کو چاہیے کہ تقدیر کے اصل اور بنیادی مسائل کی بے قیل و قال اور بغیر بحث و مناظرہ کے تحصیل کرے اور شک و شبہ میں نہ پڑے۔ تقدیر سے متعلق جو کچھ ضروری مسائل ہیں۔ وہ ہم نے رسالہ تکمیل الایمان فی تقویٰ الایقان میں بیان کر دیے ہیں و یا اللہ التوفیق۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث کی بعض روایات میں ایمان سے متعلق سوال و جواب کا ذکر اسلام کے بارے میں سوال و جواب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ چونکہ ایمان اسلام کا اصل اور اس سے مقدم ہے۔ اس لیے جیسا کہ بیان ہوا۔ اس

کے پہلے آنے کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اسلام کا ذکر ایمان سے پہلے آنے کی وجہ اپنی اسے اعلیٰ کی طرف ترقی کرنے کی بنا پر ہے۔ جس طرح ایمان کی تحقیق کے بعد احسان کا ذکر فرمایا۔ جو ایمان و اسلام کا آخری درجہ اور مرتبہ تکمیل ہے۔ اور اعلیٰ مراتب و مقامات سے ہے۔ جیسا کہ فرمایا (قال صدقت قال فاخبرني عن الاحسان) اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا۔ اب مجھے احسان کی حقیقت سے بھی آگاہ فرمائیے۔ چونکہ بہت سی آیات و احادیث میں احسان کا ذکر آیا ہے۔ اور اسے درجہ عالی پر رکھا اور مرتبہ کمال قرار دیا۔ اس لیے اسلام اور ایمان کا معنی دریافت کرنے کے بعد اس نے احسان کی حقیقت کے بارے میں بھی سوال کر دیا۔ تاکہ دین کا کام مکمل اور پورے طور پر معلوم ہو جائے۔ احسان کا معنی نیکی کرنا ہے۔ اور یہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ لوگوں سے نیکی کرنا یعنی انہیں انعام و اکرام سے نوازنا۔ اور نیک عمل کرنا پورے کمال اور پوری درستی اور اچھائی کے ساتھ اور جیسا کہ چاہیئے اسے بجالانا۔ نیک عمل اس اچھائی اور عمدگی سے کرنا۔ گویا اپنی ذات کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اور اس کے خلاف کسی عمل کا بجالانا اپنی ذات پر ظلم اور اپنے نفس کے ساتھ براٹی کرنے کے مترادف ہے۔ احسان کا خلاصہ دراصل عبادت میں اخلاص اور حضور و خشوع ہے اور یہ اخلاص و خشوع درحقیقت شرط کمال بلکہ اسلام و ایمان کی صحت کا نشان ہے۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقیقت احسان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا (اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ) احسان خدا کے لئے تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنے کا نام ہے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ حال ہوتا ہے وہ نہایت ہیبت و تعظیم اور احترام و خشوع حضور اور حیا و شوق و ذوق اور محبت و جذب کے مقام پر فائز ہوگا۔ اور یہ مقام مشاہدہ اور دریافت شوق و حضور میں ڈوب جانے کا مقام ہے۔ اس سے نچلا درجہ مراقبہ کا درجہ ہے۔ یعنی یہ اعتقاد ہونا۔ کہ خدا کے تعالیٰ کی نگاہ مجھ پر پڑ رہی ہے۔ اور اس کا علم بندے کے حال کو شامل ہے۔ جیسا کہ فرمایا (فان لحد تکن ترا) فانہ یراہ پس اگر تیری یہ حالت نہ ہو کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ تو پھر اُس ذات پاک کی اس طرح عبادت کر کہ تو اس کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ اور وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس صورت میں بھی حرکات و سکنات میں خوف و خشیت اور احتیاط اور افعال و حالات اور ادب و احترام اور اطمینان میں ضبط و رعایت اور دائیں بائیں توجہ نہ ہٹنے کی سعادت ضرور نصیب ہوگی۔ جس طرح کسی بادشاہ کی حضوری میں جب کوئی شخص موجود ہو۔ اور اسے پتہ ہو کہ بادشاہ میرے حالات کا مشاہدہ ان کی نگرانی اور ان کا معائنہ فرما رہا ہے۔ تو اس صورت میں وہ بے قید اور غافل ہونے کی جرأت نہ کرے گا۔ اور ترک ادب اس کے لیے مشکل ہوگا۔ اور وہ شخص جو اس حالت میں بادشاہ کو دیکھ بھی رہا ہو۔ اور اس کے جمال کا مشاہدہ بھی کر رہا ہو۔ اس کا حال کچھ اور ہی ہوگا۔ اور اس کی حضوری اور لذت کی کیفیت کچھ دوسری ہی ہوگی۔ جس

سے آگے کوئی درجہ تصور میں نہیں آ سکتا۔ اور سید العابدین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک دَجِیْلَتُ قُرْآنٍ عَیْنُ
فِي الصَّلَاةِ (اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)۔ مقام اول سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تمام عبادت گزاروں کے مقامات
سے بالاتر اور کامل تر ہے۔ پھر اس کے نیچے درجہ بدرجہ مقامات ہیں۔ مختصر یہ کہ طاعت و عبادت کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا یہ کہ
صرف اسی قدر عبادت بجالائے جو اس کے ذمے ہو۔ تاکہ اس پر قضا واجب نہ ہو دوسرا مرتبہ یہ ہے۔ کہ احکام و ارکان
اور شرائط و آداب کو اس طرح بجالائے۔ کہ حصولِ رضا اور عظیم ثواب مرتب ہونے کا موجب بنے۔ اور اس کا باطن بھی
ذوق عبادت و بندگی سے سیریز ہو اور سب سے بلند تر مرتبہ یہ ہے۔ کہ مشاہدہ معبود اور اس کی ذات اقدس کے حضور
میں ڈوب جائے۔ اور نماز میں جو سب عبادتوں سے افضل اور تمام مقامات قرب سے اکمل مقام ہے۔ اس ذات
اقدس تعالیٰ شانہ کے سامنے بکھڑے ہو جانے کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جس سے باطن نورانیت سے روشن و منور
ہو جاتا ہے۔ وہ ایسی کیفیت ہے جو صرف ذوق سے معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام نصیب فرمائے۔
اس حدیث سے آخرت میں خداوند تعالیٰ کا دیدار اخذ ہو سکتا ہے۔ چونکہ دنیا میں جسمانی حجابات کی نہیں جسمانی کی بنا پر
انسان اس کے دیدار سے محروم و محجوب ہے۔ جب یہ پردہ اٹھ جائے گا اور کاندک توالا (گو یا کہ تواسے دیکھ رہا ہے)
سے ترقی کر کے اندک توالا رہے دیکھ رہا ہے) جیسا کہ آخرت میں واقع ہو گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔
سترون ربکم یوم القیمة الحدیث (عنقریب تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے۔ اسی بنا پر حدیث روایت
میں پہلی اور آخری نماز کی پابندی کرنے کی بطور خاص تاکید آئی ہے۔ کیونکہ بہشت میں یہ اوقات خدائے تعالیٰ کو دیکھنے
کے اوقات ہوں گے۔ یعنی تاکہ پابندی نماز کی برکت سے مشاہدہ ذات کا ملکہ پیدا ہو۔ اور آنکھ سے دیکھنے کی استعداد
نصیب ہو۔ کہ بندے میں عالم آخرت میں قوت بصیرت پیدا کر دی جائے گی۔ (قال صدق) اس نے کہا۔ آپ نے درست
فرمایا۔ احسان کا یہی معنی ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں پر ہے۔ فقہ۔ علم عقاید۔ اور علم تصوف و سلوک پر۔
اس حدیث میں یہ تینوں مقام بیان فرمادیے۔ اسلام فقہ کی طرف اشارہ ہے جس میں اعمال و احکام شرعیہ کا بیان ہونا
ہے۔ ایمان اعتقادی مسائل اور اصول کلام کی طرف اور احسان اصل تصوف کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کی طرف
سچی توجہ سے عبارت ہے۔ تصوف کے تمام معانی جن کی طرف مشائخ طریقت سے اشارات فرمائے ہیں۔ اسی معنی
کی طرف لوٹتے ہیں لہذا تصوف اور علم عقائد و کلام ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک
دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا اور نہ وجود میں آ سکتا ہے۔ اور تصوف فقہ کے بغیر بھی عرض و جود میں نہیں آ سکتا۔

کیونکہ احکامات الہیہ کی فقہ کے بغیر شناخت نہیں ہو سکتی۔ اور فقہ تصوف کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی کیونکہ سچی توجہ کے بغیر عمل مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دونوں ایمان کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہو سکتے۔ جیسے روح اور جسم کہ ایک دوسرے بغیر وجود میں نہیں آ سکتے اور نہ ان میں کمال پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

من تصوف و لم یتفقہ فقد تزندق
ومن تفقہ و لم تصوف فقد تفسق
ومن جمع بینہما فقد تحقق۔
جو شخص صوفی بنا لیکن علم فقہ حاصل نہ کیا تو وہ بے دینی کا شکار ہو گیا۔ اور جس نے فقہ حاصل کیا مگر تصوف و فقر اختیار نہ کیا تو وہ فسق میں مبتلا ہو گیا۔ اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ تحقیق کے مقام پر فائز ہو گیا۔

کمال جامعیت یہی ہے باقی سب کچھ اور گمراہی ہے۔ توفیق خیر اللہ کریم و برتر ہی عطا فرمانے والا ہے۔ جب دین کے احکام اور قرب و یقین کے مقامات سب کا بیان ہو چکا تو اس کے بعد قیامت کے قائم ہونے۔ اس کے علامات و نشانات کا بیان فرمایا۔ تاکہ عبادت کی پابندی کرنے اور کمال حاصل کرنے پر تنبیہ اور اس کا باعث و ذریعہ بنے۔ چنانچہ فرمایا (قال فاخبرنی عن الساعة) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان اور احسان کا بیان فرما چکے تو اس شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے وقت قیامت کی بھی خبر دیجئے کہ کب قائم ہوگی۔ قیامت کو ساعت (ایک گھڑی) اس کے لمبا ہونے کے باوجود اس بنا پر کہتے ہیں۔ کہ اس کا قیام بیکایک ایک گھڑی میں ہو جائے گا۔ یا اس بنا پر کہ اس کے لمبا اور دیر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک گھڑی کی طرح ہے۔ ساعت لغت میں غیر معین اور غیر محدود زمانہ کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اور اہل حساب و نجوم کی اصطلاح میں رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹے کو ساعت کہا جاتا ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما السؤل عنہا با علم من السائل) قیامت قائم ہونے کے وقت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یعنی میں اس بارے میں تجھ سے زیادہ عالم نہیں ہوں۔ یعنی میں اور تو اس کے نہ جاننے میں دونوں برابر ہیں۔ بلکہ ہر پوچھنے والے اور جس سے پوچھا جائے، کا یہی حال ہے۔ کیونکہ اسے خدا نے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اس نے ملائکہ اور رسولوں میں سے کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔ (قال فاخبرنی عن اما راتھا) اس نے کہا۔ اگر آپ کو اس کے معین وقت کا علم نہیں تو مجھے قیامت کی اطلاع دے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات فرمانے سے پہلے آپ کو عین قیامت کے وقت کا علم بھی دے دیا۔ عارف باللہ علامہ احمد صادی المالکی نے اپنی تفسیر قرآن میں متعدد جگہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔

علامات و نشانات سے آگاہ فرمائیں کہ قال ان تلتوا الامۃ دبتھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک و مرنے کو جہنم دے گی۔ اس عبارت کی تاویل اور بیان مراد میں شارحین کے بہت سے اقوال ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کی کثرت ہو جائے گی۔ اور لونڈیوں سے پیدا ہونے والوں کی حیثیت اپنے باپوں کی نسبت سے اپنی ماں کے لیے مولا اور سردار اور مالک کی طرح ہوگی۔ یا اس اعتبار سے کہ آدمی کا مال و متاع موت کے بعد اولاد کے قبضہ و ملک میں چلا جاتا ہے۔ یا والد کی زندگی ہی میں اس کی واضح تصریح یا اشارۃ یا عرف و عادت کی بنا پر اولاد کے تصرف و استعمال میں آ جاتا ہے۔ اس امر کا قیامت کی علامت ہونا اس بنا پر ہوگا کہ خوشحال، ناز و نعمت، زندگی اور معیشت کے اسباب و آلات میں دائرۃ اعتدال و میانہ روی سے تجاوز کر جائیں گے جس کی بنا پر لوگوں کے حالات و انتظام زندگی میں خلل و فساد پیدا ہو جائے گا۔ یا اس بنا پر یہ بات فرمائی کہ بڑی کثرت سے جہاد کے مواقع پیدا ہوں گے اور بہت سے لوگ گرفتار اور قیدی بنیں گے۔ اور ممکن ہے کہ اس دوران کچھ اولاد اپنی ماؤں کو قید کر لیں اور گرفتار کر کے اپنے پاس لے آئیں اور ان کے مالک بنیں۔ پھر اگر یہ بات معلوم نہ ہو سکے کہ یہ ان کی مائیں ہیں۔ تو وہ عورتیں ہمیشہ ان کی ملکیت میں رہیں گی۔ اور اگر ان عورتوں کے غلام بننے کے بعد معلوم ہو جائے کہ یہ فی الحقیقت گرفتار کرنے والوں کی مائیں ہیں۔ تو وہ آزاد ہو جائیں گی۔ یا آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ جہاد کا کثرت سے واقع ہونا بلا د کفر پر مسلمانوں کے غلبے اور تسلط اور اسلام کی مضبوطی اور اس کے کمال کا باعث ہوگا۔ اور چونکہ ہر کمال کے لیے زوال ہے۔ اس بخیر صادق اور لوگوں کو ڈرانے والے پیغمبر نے اسلامی حکومت و اقتدار کے ختم اور منقطع ہونے کی خبر دے دی جو قیامت کے قائم ہونے کی علامت ہے۔ یا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اولاد میں اپنی ماؤں کی بے ادبی اور ان کی نافرمانی اس حد تک بڑھ جائے گی کہ وہ اپنی ماؤں کو اپنی لونڈیوں کی طرح سمجھنے لگیں گے۔ اور ان کے ساتھ مالکوں اور آقاؤں جیسا سلوک کریں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جہاد کی کثرت اور بلا د کفر پر قبضہ و تسلط تو اسلام کے دور اقل میں تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ علامات قیامت آخر زمانے میں پیدا ہوں گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور اسلامی تک کے زمانے کی نسبت، اسلام کا ابتدائی زمانہ بھی آخری زمانہ ہی ہے۔ لہذا اگر اسلام کے ابتدائی دور میں بھی قیامت کی کچھ علامات ظاہر ہو جائیں۔ تو کوئی دور اور بعید نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخر زمانہ میں جہاد اور غلبہ بہت زیادہ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

بعض علمائے کرام اس عبارت کی تشریح میں یوں فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں احکام کی رعایت اور حلال و حرام میں

خلط ملط کے بارے میں لوگوں کے حالات میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جانے کی بنا پر لوگ اپنی ماؤں تک کی خرید و فروخت شروع کر دیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ چیزوں کے کثرت کے ساتھ لوگوں کے ہاتھوں میں ادل بدل ہونے اور خریداروں کے ہاتھوں میں گھومنے کی وجہ سے مائیں بکاتی اپنی اولاد کے ہاتھوں میں آپہنچیں اور تلدا کا متر بیتھا (لوٹدی اپنے مالک و مربی کو جہنم دے گی) کا مضمون سچا ہو جائے۔

بعض علماء اس جملے کی توجیہ میں یوں فرماتے ہیں۔ کہ یہ جملہ اس بات سے کنایہ ہے۔ کہ ایسا وقت آئے گا۔ کہ عورتیں بادشاہوں اور امراء کو جہنم دیں گی۔ اور ان کی مائیں ان کی رعایا میں شامل ہوں گی اور وہ امراء اور بادشاہ ان کے سر پرست و مرئی اور حاکم ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیش گوئی بھی آخر زمانہ میں پوری ہو چکی ہے۔ خصوصاً خلفائے بنی عباس کے دورِ حکومت میں اور دوسرے ردّ و سا اور اکابر کے زمانہ میں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ رَبَّتْهَا بتائے تانیث کیوں فرمایا گیا رَبَّتْهَا کا لفظ کیوں نہیں لایا گیا۔ حالانکہ گزشتہ بیان میں اس جملے کی جوتناویلات اور توجیہات بیان ہوئی ہیں وہ مذکور مؤنث دونوں کو شامل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا موصوف یا لفظ نفس یا نسہ ہے جو مؤنث ہے۔ اور اس کا معنی ذکر و اُنات دونوں کو شامل ہے۔ اور اس بنا پر بھی لفظ رب استعمال نہ فرمایا کہ یہ لفظ عموماً ذات پروردگار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی عظمت اور بزرگی شان کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے گریز کیا گیا۔ اگرچہ اضافت کے ساتھ رب کا اطلاق غیر حق کے لیے بھی آیا ہے۔ یا رَبَّتْهَا سے مراد بیٹی ہے۔ اور جب کہ اس کے لیے یہی لفظ درست تھا اس بنا پر رَبَّتْهَا کا لفظ لایا گیا۔

اور ایک روایت میں ربتہا کے بجائے بَعْلُہَا کا لفظ آیا ہے۔ اور بعل مرئی و سردار کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اگر بعل بمعنی خاوند ہو تو بھی بعض مذکورہ تو جہات کے مطابق درست ہے جیسے کوئی شخص کفار کی گرفتار کردہ لونڈی اپنے تصرف و ملک میں لائے اور اسے جو واقعہ میں اس کی ماں ہو، نادانستہ طور پر اپنے نکاح میں لائے۔ اور اس سے صحبت کرے۔ یا ابتدائے اسلام میں لوگ لونڈی کے ساتھ وطی اور صحبت کرنے سے نفرت اور انکار کرتے تھے۔ اور آزاد عورتوں سے نکاح اور وطی کرنے کی رغبت رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔

۱
 زمان تروی المحفظة العروة العالمة رعاء الشاه علامات قیامت میں سے دوسری علامت یہ ہے۔ کہ اسے مخاطب تو دیکھئے
 گانگے پاؤں۔ ننگے جسم۔ تنگ دست۔ بکریاں چرانے والوں کو یعنی فقیر بے نوا لوگوں کو اس حالت و کیفیت میں پائے گا۔
 کہ ریتطا ولون فی البیان (مکانات کے تعمیر کرنے میں ایک دوسرے پر فخر و تکبر کریں گے۔ یعنی محتاج اور جنگلات میں
 رہنے والے لوگ جو ہمیشہ فکر و فاقہ اندوزت کی حالت میں بیابانوں و صحراؤں میں گزرتے ہیں۔ اور بھیڑ بکریاں جو اہل عرب

کے نزدیک گھٹیا درجے کا مال ہے۔ چراتے ہیں۔ ایسے لوگ معزز و معتبر حیثیت اختیار کر لیں گے اور شہروں میں حکومت پذیر ہو جائیں گے اور اونچے اونچے محلات تعمیر کریں گے۔ اور ایک دوسرے پر فخر و تکبر کریں گے۔ یہ بھی قیامت کی علامت و نشان ہوگا۔ جو آخر زمانے میں ظاہر و نمودار ہوگا کہ یہ حالت جہان کی بے انتظامی اور خلل کا موجب بنے گی۔ کیونکہ اس طرح رزبل اور گھٹیا اور جاہل لوگوں کی عزت و عظمت ہوگی۔ اور بلند مرتبہ لوگوں کا براہ اور علماء کی اہانت و حقارت کا سبب بنے گی۔

منقول ہے۔ کہ ذوالقرنین نے اپنے دور حکومت میں تمام لوگوں کو ان کے ایسے پیشوں و صنعتوں میں لگا دیا جو ان کے آباد و اجداد کے مناسب حال تھا اور کسی کو بھی اس میں رد و بدل کی اجازت نہ دی۔ یہی اس کے دور حکومت میں لوگوں کے امن و امان کی سلامتی۔ اور ان کے نظم و ضبط سے رہنے کا باعث بنی۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دنیا کے بد بخت اور بے عقل لوگ سب سے زیادہ دولت مند اور خوشحال نہ ہوں گے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ نیک پست اور ذلیل سمجھے جائیں گے۔ اور برے لوگ بلند اور غالب ہو جائیں گے۔ پوشیدہ نہ رہے۔ کہ قیامت کی چھوٹی اور بڑی بہت سی علامات ہیں جیسا کہ باب علامات قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ لیکن یہاں شاید تقاضہ مقام کی بنا پر صرف دو علامتیں بیان کرنے پر کفایت فرمائی۔ واللہ اعلم۔ (قال) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ثم انطلق) اس شخص نے یہ سوالات کیے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جوابات سننے اس کے بعد چلا گیا۔ (فلنث ملیا) اس پر میں کافی دیر بٹھرا رہا۔ یعنی میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کیا کہ یہ مرد کون تھا۔ تو ریختی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بلیا سے ساعت طویلہ مراد ہے۔ یعنی وقت کی درازی اور کمی ایک نسبی امر ہے۔ اس قسم کے عجیب و غریب قصہ میں اقتضائے حال اور مقتضائے طبیعت تو یہ تھا کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کرنے میں جلدی کی جاتی۔ ایسے موقعہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صبر و تحمل و طویل محسوس ہوتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب پشت پھیر کر وہ مرد چلا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسے واپس لاؤ۔ لوگ واپس لانے کے لیے اس کے تعاقب میں گئے مگر وہ نہ ملا (ثم قال لی) پھر مجھے حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے عمر (اندھی من السند) تجھے علم ہے کہ سوالات کرنے والا آدمی کون تھا (قلت) میں نے عرض کی (اللہ ورسولہ اعلم) اللہ اور اس کا رسول اسے بہتر جانتا ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی بات پوچھتے تو براہ میں اللہ ورسولہ اعلم کہا کرتے تھے۔ اور اس طرح ادب و دانش کا ثبوت دیتے (قال هذا جبریل)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سوالات کرنے والا یہ شخص جبرئیل فرشتہ تھا جبرئیل سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی عبد اللہ ہے (انا کہو یعلکم دینکم) تمہارے پاس آیات تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھائے۔ اس مقام پر قواعد و احکام اسلامی اور تعلیم کی نسبت جو حضرت جبرئیل کی طرف کی گئی اس بنا پر تھی کہ حضرت جبرئیل سوالات کرنے اور اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب ارشاد فرمانے کا باعث بنے۔ اور صحابہ کرام کو یہ جوابات سنوائے۔ اور امر واقع بھی یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام چونکہ حامل وحی اور مبلغ علم ہیں۔ اس لیے تعلیم کی نسبت آپ کی طرف کرنا فی الحقیقت ٹھیک اور درست ہے۔ غایت درجہ صرف یہ بات ہے کہ یہ احکام پہلے سے معلوم تھے۔ سوالات کرنے سے مقصود یاد دہانی اور ان احکام کے علم کی تجدید تھی۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین اسلام، ایمان اور احسان کے مجموعے سے عبارت ہے۔ اور شریعت اس مجموعے کا نام ہے۔ اور کبھی کبھی خاص اسلام پر بھی دین کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ان الدین عند اللہ اسلام اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اور کبھی شریعت کا لفظ احکام فرعیہ فقہیہ کے ساتھ خاص ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح شریعت، طریقت اور حقیقت کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ کہ یہ تینوں دین کے اجزاء اور شعبے ہیں۔ درحقیقت شریعت ہی حقیقت ہے۔ تاکہ اہل اسلام جن حقائق پر ایمان لائے ہیں فی الحقیقت ان تک پہنچیں اور جو کچھ انہوں نے سنا ہے اسے سامنے پالیں شریعت دین سے الگ اور منفرد کوئی چیز نہیں۔ اور دین ایک ہی ہے وہ نہیں ہیں۔ جو شخص اس تحقیق کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے وہ خطا پر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (رواہ مسلم) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا اگرچہ امام بخاری نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں کی۔ لہذا اصطلاح کے مطابق یہ حدیث متفق علیہ نہ ہوگی۔ اور بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ لیکن اس کا حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ الفاظ میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ (رواہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مع اختلاف) اس حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی حدیث کے الفاظ سے کچھ مختلف اور مغایر الفاظ سے روایت کیا (وفیہ) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو انہوں نے روایت کی اس طرح آیا ہے (واذا ما بیت الحفاة العراة الصم البکم ملوک الادف) قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ جب تو دیکھے کہ پارہنہ ننگے جسم والے کانوں سے بہرے زبان سے گنگے یعنی نادان اور بے عقل لوگ صاحب ملک و جاہ اور حاکم بن جائیں گے۔ (رفی عنہ) لا یعلمون اللہ) علم قیامت اور اس کے قائم ہونے کا خاص وقت ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جنہیں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تہ قرعہ) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پانچ چیزوں کے بیان اور بیان کی تعیین کے لیے جنہیں

لہ یعنی اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر۔

سوا خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ان اللہ عند علم الساتین بیشک اللہ ہی کو ہے نہ کہ کسی اور کو قیامت کا علم کہ کب واقع ہوگی (وینزل الغیث الایۃ) اور اللہ ہی جانتا ہے بارش کا علم کہ کب برسے گی الی آخر الایۃ۔ اور وہ یہ ہے۔ ویعلم ما فی الارحام اور صرف وہی جانتا ہے کہ حاملہ عورت کے شکم میں بچہ ہے یا بچی۔ وماتدری نفس ما ذاتکسب۔ غدا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کیا کام کرے گا۔ وماتدری نفس بای امر تقوت اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ نفی علم سے مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الہی محض عقل کے ذریعے ان مذکورہ چیزوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اور یہ ان امور غیبیہ میں سے ہیں جن کا صرف خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو وحی والہام کے ذریعے بتا دے تو یہ امر دیگر ہے۔

۲۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي الْأَسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَعَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَارْتِثَاءُ الزَّكَاةِ وَالْبَعْثُ وَمُصْحَنَ - متفق علیہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ متفق علیہ۔

شرح: تذکرہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ کی ولادت باسعادت نزول وحی سے ایک سال پیشتر ہوئی۔ چھوٹی عمر میں ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ اپنے والد سے بھی پہلے اسلام لائے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ صغیر سنی کی بنا پر جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ غزوہ احد میں شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ اہل درع اور زہد و تقویٰ میں سے ہوئے ہیں۔ فتویٰ دینے میں نہایت احتیاط پورے غور و خوض اور غلطی سے بچنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اتباع سنت میں بڑے قوی اور مستقیم الحال تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم میں ہر شخص دنیا کی جانب میلان رکھتا تھا یا دنیا اس کی طرف مائل ہوتی تھی سوائے ابن عمر کے رضی اللہ عنہ۔

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی

۳۔ جن آیات و احادیث میں مخلوق سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ ان کا مطلب یہی ہے جو حضرت شیخ نے یہاں بیان

فرمایا ہے۔

الاسلام علی خمس، مسلمان کی مکان کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ) اول یہ کہ خدا تعالیٰ و تقدس کی خدائی کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کی گواہی دینا۔ (واقام الصلوٰۃ) دوم درست اور ٹھیک طریقہ سے نماز ادا کرنا۔ (وايتاء الزکوٰۃ) سوم مال کی زکوٰۃ ادا کرنا (والعبر) چہارم حج کرنا۔ (وصوم رمضان) پنجم ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ اس حدیث میں اسلام کو ایسے مکان سے تشبیہ دی گئی ہے جسے ان پانچ بنیادوں اور ستونوں پر تعمیر کیا گیا ہو۔ متفق علیہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمَانُ بِضْعُ

وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰهُ وَادْنَاهَا اِمَا طَةُ الْاَذَى عَنِ

الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ

متفق علیہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان ستر اور چند شاخوں پر مشتمل ہے۔ ان میں

سب سے افضل مشبہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور سب سے

نچلا شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے۔ اور شرم و

حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

شرح: تذکرہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ زیادہ مشہور عبدالرحمن ہے۔ عبداللہ بھی کہا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبد الشمس یا عبد عمرو تھا۔ چھوٹی سی بلی کی بہورش کرنے کی بنا پر ابو ہریرہ کنیت کو آپ کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہو گئی۔ اور کنیت کا استعمال نام پر غالب آ گیا۔ آپ بلاد دوس سے ہیں۔ فتح خیبر کے سال جو ہجرت کا ساتواں سال ہے اسلام لائے۔ اور حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے علم میں پوری استقامت دکھائی اور فصاحت و کم غوری کا طریقہ اختیار فرمایا۔ صحابہ کرام میں سب سے بڑے حافظ تھے قوت حافظہ، متانت، مستقل مزاجی، ذکاوت اور ضبط علم کی صفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ روزہ دار، شب بیدار اور ذکر و تسبیح و تہلیل کرنے والے تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ستر اور چند شاخیں ہیں۔ (بِضْعُ) با کے کسرہ کے ساتھ بفتح با بھی آیا ہے۔ تین سے دس تک قدر کا نام ہے۔ جسے فارسی زبان میں چند یا اندک (مختصر) کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ ایمان کے صحیح معنی اخلاق، اعمال، واجبات، مستحبات و آداب حد و شمار سے باہر ہیں۔ ان شعبوں کے متعین عدد کا علم شارع علیہ السلام کو ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں جو تعبیر آگئی ہے وہ اصول احکام اور قواعد ایمانی سے متعلق ہو جو اس عدد کی طرف رجوع کرتی ہے۔ بعض روایات میں ساٹھ اور چند کا ذکر بھی آیا ہے۔ ممکن ہے اس اختلاف کی

و جبر یہ ہو کہ دونوں عددوں کی طرف رجوع درست ہو۔ کبھی ایک عدد کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا ذکر کر دیا اور کبھی دوسرے کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا ذکر فرما دیا۔ اس اختلاف عدد کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اولاً ساٹھ اور چند عدد کی وحی ہوئی ہو بعد میں جب کچھ احکام اور بڑھ گئے ہوں تو ستر اور چند کے عدد کی وحی ہوئی ہو۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس عدد سے مقصود حصہ و تعین نہیں ہے۔ بلکہ تعدد و تکثر کا بیان مراد ہے۔ تاہم یہ تو جہیہ ستر کے عدد میں درست آتی ہے۔ کیونکہ ستر کا عدد بول کر اظہار کثرت میں مبالغہ مراد لیا جاتا ہے۔ اور یہ متعارف و مشہور ہے۔ اور بعض علماء کرام اس معین عدد کی وضاحت و تشریح کے درپے ہوئے ہیں مگر یہ تشریح و وضاحت تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ ایمان کی انواع کے بہت سے افراد ان کے احاطہ بیان سے باہر رہ گئے ہیں۔ ایمان اپنے شعبوں کے حصہ و شمار سے تجاوز کرنے کے باوجود اجمالی طور پر ایک اصل کی طرف رخ کرتا ہے۔ اور وہ ہے کمال علمی و عملی کی تحصیل کے ذریعے دنیا و آخرت میں تکمیل نفس اور تحصیل سعادت۔ اور یہ تکمیل و سعادت اعتقاد میں صحت اور عمل میں استقامت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:-

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفَافُوا
بیشک جی لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر
استقامت دکھائی۔

ایک حدیث میں وارد ہوا۔ قُلْ أَمَنْتُ بِإِلَهِهِ ثُمَّ اسْتَغْفِرْ (کہیں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر استقامت کر)۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث میں اپنے قول مبارک سے ایمان کی ابتداء اور انتہا بیان فرمادی۔ چنانچہ فرمایا اِرْفَاقُ فَضْلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (پس ایمان کے شعبوں میں سب سے افضل اور سب سے پہلا شعبہ کلمہ طیب کہنا اور اس پر ایمان لانا ہے۔ روادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق) اور سب سے ادنیٰ اور نچلا درجہ و شعبہ راستے سے ان چیزوں کا دور کرنا ہے جو لوگوں کو تکلیف و ایذاء دیتی ہوں۔ جیسے کانٹے، پتھر اور پلیدی وغیرہ۔ حدیث مبارک کا ظاہر مفہوم تو یہ ہے کہ اگر ایسی چیزیں راستے میں پڑی ہوں تو انہیں اٹھانا چاہیئے۔ اور اگر سرے سے راستے میں گرائی ہی نہ جائیں تو یہ بھی دور کرنے کے حکم میں ہی داخل ہے۔ بلکہ حدیث سے مراد ہی یہ ہے کہ کسی کو بھی ناحق تکلیف و اذیت نہ پہنچانی جائے۔ درحقیقت آپ کا یہ ارشاد ترک و جود اور ترک و دعویٰ ہستی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دعویٰ ہستی ہی تمام شرور و قبائح کا مبداء و منشا ہے۔ شعر

بردار خار و سنگ ز راہ این چہر مزبور
یعنی وجود خود از ہمہ بردار از میان

ترجمہ۔ کانٹے اور پتھر راستے سے ہٹا، اس میں کیا ر مزدا اشارہ ہے؟ یہ ر مزدا اشارہ ہے کہ سب کے درمیان سے اپنے وجود و ہستی کو ہٹا دے۔

(والجاء شجرة من الايمان) ممنوع اور ناشائستہ کاموں کے ارتکاب سے شرم و حیا کرنا ایمان کے شعبوں میں شعبہ

عظمیٰ اور دین کے کاموں میں نہایت عمدہ کام ہے۔ اسی لیے اس شعبہ کو جدا بیان فرمایا اور خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ حیالخت میں اس تغیر و انکساری (شکستگی) کا نام ہے جو انسان کو عیب دلے کام کے ارتکاب کے خوف سے لاسحق ہوتی ہے۔ اور عرف شرع میں اس سیرت و عادت کا عام سیما ہے جو ممنوع اور نافرمودہ کاموں سے پرہیز کا باعث و ذریعہ بنتی اور ادائیگی حق میں کوتاہی کرنے سے مانع اور رکاوٹ بنتی ہے۔ اور حیا اگرچہ انسان کی شریست اور اس کا جلی و صف ہے لیکن شرعی حیا کو وجود میں لانے میں بندے کے اختیار اور ریاضت کا دخل ہے جس طرح اس اسے کے باقی تمام اخلاق اور تہذیب و تربیت میں بندے کی ریاضت اور اس کے اختیار و ارادہ کا دخل ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ الجیاء حالة تتولد من ردیة الالاء و ردة التقریر حیا ایک ایسی حالت کا نام ہے جو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنے اور پھر اس کے شکر میں کوتاہی کے احساس سے بندے پر طاری ہوتی ہے۔ بندہ جب اپنے اوپر حق تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں نازل ہوتی دیکھتا ہے۔ اور پھر اپنی طرف سے ان کے شکر کی ادائیگی میں کوتاہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تو اس سے جو شرم محسوس ہوتی ہے اس کا نام حیا ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو مَاتِي

اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ

الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ

مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ هَذَا لَفْظُ الْبَخَارِيِّ

وَلِلسَلَامِ قَالَ إِنْ سَأَلَ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا قَالَ

مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور

ہاتھ سے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے اور مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو

چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو۔ یہ بخاری کے الفاظ

ہیں۔ اور مسلم کے ہاں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا

حضور علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا مسلمانوں میں بہتر

مسلمان کون ہے۔ فرمایا وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان

سالم اور محفوظ رہیں۔

شرح :- تذکرہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل سہمی۔ قریش کے ایک بطن سہم بن عمر کی طرف منسوب ہے۔ آپ عبادت گزار، جید عالم، روزہ دار اور قائم اللیل تھے۔ اپنے باپ سے بارہ سال چھوٹے تھے۔ اور احادیث نبویہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کے کاتب تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور ان میں صرف یہ فرق تھا کہ وہ احادیث لکھتے بھی تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ اہل بیت سے محبت رکھتے تھے۔ اگرچہ باپ کی خوشنودی کی خاطر جس کی حضور علیہ السلام نے ان کو وصیت کی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اپنے والد کی خدمت و صحبت

میں رہتے تھے۔ پہلے ان کا نام ان کے دادا عاص کے نام پر تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ان کا نام عبداللہ رکھا۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده) کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان امن و سلامتی میں رہیں۔ کہ زبان سے کسی کو گالی نہ دے اور کسی کی غیبت نہ کرے۔ اور کوئی نازیبا بات نہ کرے۔ اور ہاتھ سے نہ کسی کو مارے نہ تکلیف دے۔ اور نہ غضب و غصہ کا اظہار کرے۔ ہاتھ اور زبان کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ ایذاء اور تکلیف پہنچانے کی اکثر انواع انہیں دو اعضاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انسان کے نفس اور باطن میں جو کچھ ہے زبان اس کی ترجمان اور معبر ہے۔ اور زیادہ تر کام ہاتھ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور زبان کا ذکر پہلے اس لیے فرمایا کہ زبان سے ایذاء پہنچانا زیادہ اور سخت تر ہوتا ہے۔ اور زبان سے ہی گزرے ہوئے اور موجود اور آنے والے لوگوں کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ ہاتھ سے تو صرف سامنے موجود اور حاضر لوگوں کو ہی اذیت دی جاسکتی ہے۔ اور لکھنا زبان سے کہنے کی طرح ہے۔ بلکہ اس میں زبان اور ہاتھ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی تخصیص غالب صورت حال کے تحت ہے ورنہ کافر جو ذمی اور مطیع اسلام ہوں وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ اور ابن جہان کی روایت میں من سلم الناس کے الفاظ واقع ہوئے ہیں۔ ابن جہان کی روایت کے الفاظ زیادہ عام ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ بہر صورت وہ اذیت مراد ہے جو ناحق دی جائے۔ ورنہ حکم شرع کے مطابق جو زبرد و جو زور و کوب اور جو گالی وغیرہ ہو جائز و روا ہے۔ بلکہ بعض اوقات واجب اور ضروری ہو جاتی ہے۔ شعر

وہے حکم شرع آب خوردن خطاست وگر خون بفتویٰ بہر بزی رواست

ترجمہ۔ حکم شرع کے بغیر پانی پینا بھی گناہ ہے۔ اور فتویٰ شریعت کے مطابق اگر کسی کا خون بھی بہا دے تو جائز و روا ہے۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو ایذاء دینا مسلمانوں کی صفت اور شان کے خلاف ہے۔ اور مسلمان کو چاہیئے کہ اس کی یہی شان ہو۔ اور جس کی یہ شان و صفت نہ ہو وہ گویا مسلمانوں میں سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ جو شخص صرف یہ صفت رکھتا ہو وہ مومن کامل ہے۔ اگرچہ باقی احکام و ارکان دین میں سستی اور کوتاہی کرتا ہو جیسا کہ مجدد اور بے دین لوگ مطلب نکالتے ہیں۔ شعر

مباش درپے آزار و برہہ خواہی کن کہ در شریعت ماغیر ازین گناہے نیست

کسی کے درپے آزار نہ ہو اس کے سوا جو چاہے کہ۔ کہ ہماری شریعت میں اس کے سوا کوئی گناہ نہیں۔

حدیث کی حقیقی مراد یہ ہے کہ جو شخص حقوق پروردگار کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ خلق کے حقوق بھی بجالاتا ہے وہی مومن کامل ہے (والمہاجر من ہجر ما حق اللہ عنہ) اور مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو ترک کر دے جس سے خدا تعالیٰ نے اسے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ دار کفر سے دار السلام کی طرف آنے اور دینی فتنہ کے مقام سے بھاگ جانے کا نام ہجرت ہے۔ اسے ظاہری ہجرت کہتے ہیں اور باطنی ہجرت یہ ہے کہ انسان بشری اور طبعی تقاضوں سے کنارہ کشی اختیار کرے اور نفس و شیطان اسے جس طرف بلائیں اس طرف نہ جائے۔ بلکہ اس سے دور بھاگے بشریت میں در حقیقت ہجرت اسی غرض کے لیے ہے۔ جو آدمی یہ غرض حاصل کرنے میں مصروف ہو وہ مہاجر ہی ہے۔ اگر چہ اپنے وطن میں ہی کیوں نہ ہو۔ مگر یہ کہ ظاہری صورت میں بھی ہجرت لازم اور ضروری ہو جائے تو پھر وہ بھی کرنا ہوگی جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا کہ مسلمانوں کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا ضروری تھا۔ اس حدیث سے مقصود مہاجرین کو ممنوعات کے ترک کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ تاکہ صرف نام اور صورت پر اکتفا نہ کریں۔ اور غرور و دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ یا اس میں ان کے دلوں کے لیے تسلی ہے جن کو دنیا میں صورتاً ہجرت نصیب نہ ہوئی کہ وہ بھی منہیا کو ترک کر کے ہجرت کا ثواب حاصل کر لیں (ہذا لفظ البخاری) یہ حدیث جو مذکور ہوئی بخاری کے الفاظ ہیں۔ کہ انہوں نے اس لفظ سے یہ حدیث روایت کی۔ حدیث کے یہ الفاظ مسلم کی روایت کے الفاظ سے قدرے مغایرت اور مخالفت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا (ولمسلم ان رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا (ای المسلمین خیر) مسلمانوں میں سب سے بہتر مسلمان کون ہے۔ (قَالَ) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے جواب میں فرمایا (من سلم المسلمون من لسانہ ویداعہ) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو کوئی نافیت اور تکلیف نہ پہنچے۔ اور مسلم میں یہ جملہ یعنی (والمہاجر من ہجر ما حق اللہ عنہ) مہاجر وہ ہے جو اس بات کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے اس کو روکا ہو) نہیں ہے۔ لیکن مولف کتاب کی ظاہر عبارت سے وہم ہوتا ہے کہ یہ جملہ بھی ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۵۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب اور عزیز نہ ہوں۔

(متفق علیہ)

اس مقام پر انسان کی اپنی ذات کا ذکر نہیں فرمایا۔ جیسا کہ حضور سے ایک منقول دعائیں جس میں خداوند تعالیٰ کی محبت کی آپ نے درخواست کی ہے۔ اپنی ذات کا بھی ذکر فرمایا۔ اور یوں دعا کی اللہم اجعل حبک الی من نفسی ممالی و دلی (اے میرے اللہ تو اپنی ذات کی محبت۔ میری اپنی ذات۔ میرے مال اور میری اولاد سے بھی بڑھ کر میرے دل میں ڈال دے) کیونکہ اولاد۔ اور باپ کی محبت میں انسان کے اختیار کا دخل ہے۔ اپنی ذات کی محبت میں انسان کا اختیار نہیں۔ امت کو ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت کا پابند بنانے میں آپ نے شدت اور حرج محسوس کیا۔ اس لیے اس کی تکلیف نہ دی بخلاف خداوند تعالیٰ جل و علیٰ کے ساتھ اپنی محبت کے۔ اسی لیے بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ ومن الماء البارد للعطشان (جس طرح پیاسے کی ٹھنڈے پانی سے محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ اے اللہ تو اپنی محبت میرے دل میں ڈال دے) کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ انسانی اختیار کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہیں۔ یا تعلیم و تربیت میں آہستگی اور ترتیب کی رعایت کو ملحوظ رکھا۔ تاکہ جب کوئی بندہ حضور کے ساتھ اپنے والد اور اولاد سے محبوب تر ہونے کا مرتبہ حاصل کرے۔ تو اس کے بعد اپنی ذات سے بھی حضور کی محبت بڑھ کر اپنے دل میں پیدا کرنے کا مرتبہ حاصل کرے۔ اور اس بات کا بھی اسے مکلف کر دیا جائے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے صرف ہمیں ہی دوست رکھتا ہے۔ یا ہمارے غیر کو بھی اس دوستی میں شریک کرتا ہے۔ عرض کی۔ یہ محبت مشترک ہے۔ مجھے آپ سے بھی دوستی ہے۔ اپنی ذات، اپنی اولاد اور مال و سامان سے بھی دوستی ہے۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارک پر اپنا دست مبارک مارا اور تصرف سے کام لیا۔ پھر پوچھا۔ اب کیا حال ہے۔ اور تم اپنے آپ کو کس کیفیت میں پاتے ہو۔ عرض کی اب اہل و مال کی محبت دل سے نکل گئی۔ لیکن اپنی ذات سے محبت اب بھی باقی ہے۔ دوسری بار پھر آپ نے اپنا دست مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پاک پر مارا۔ اور پوچھا۔ اب کیسے ہو۔ عرض کی۔ اب سوائے آپ کی محبت کے باقی ہر قسم کی محبت ختم ہو گئی۔ رباعی

عمر ہمہ صرف در وفایت مادا جان دل و دین من فدایت بادا

محبوب من از جان و دل و عمر توئی ہر چیز من خستہ برایت بادا

ترجمہ۔ میری ساری عمر تیری وفاداری میں صرف ہو جائے۔ میری جان میرا دل میرا دین سب تجھ پر فدا ہو جائیں۔

۱۷ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

تصرف کی قوت حاصل تھی۔

جان، دل اور عرسب سے بڑھ کر تو ہی میرا محبوب ہے۔ مجھ خستہ کی ہر چیز تیرے لیے ہی ہو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ محبت کا منشا اور دوستی کا ذریعہ یا حسن ہوتا ہے یا احسان۔ اور مخلوقات میں سے یہ دونوں صفات یہ تمام و کمال حضور سید کائنات علیہ السلام کی ذات میں منحصر ہیں، کیونکہ آپ تمام مخلوق میں سے اجل (خوبصورت ترین) اور اکمل (کامل ترین) ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور درحقیقت سب حسن و کمال ذات حق کامل الصفات جل جلالہ میں منحصر اور بند ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال کا آئینہ ہے۔ اس لیے محبوب تر ہونے کی نسبت خواہ اللہ کی طرف کی جائے۔ اور خواہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دونوں طرح صحیح ہے۔ اور حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ رباعی

ہم حسن و جمال بے نہایت داری ہم جو دو کرم بحد غایت داری
ہم حسن ترا سلم و ہم احسان محبوب توئی کہ ہر دو آیت داری

ترجمہ۔ تو بے انتہاء حسن و جمال کا مالک ہے۔ اور غایت درجہ جو دو کرم سے بھی موصوف ہے حسن بھی تجھے ہی مسلم ہے اور احسان بھی۔ تو ہی محبوب ہے کہ دونوں نشانیاں تجھ ہی میں پائی جاتی ہیں۔

۶۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَتْ اللَّهُ فَرَسُوهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سَرَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَتَاهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ۔ (متفق علیہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کے ذریعے ایمان کی خلادت پائے گا۔ وہ شخص کہ جسے اللہ اور اس کا رسول باقی سب سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ اور وہ شخص جو کسی بندے سے محبت کرے اور اس کی یہ محبت صرف اللہ ہی کے لیے ہو۔ اور وہ شخص کہ کفر میں لوٹ جانے کو نہ اچانے اس کے بعد کہ اللہ نے اسے اس سے نجات عطا فرمائی۔ اس طرح بڑا جانے جیسے کوئی اسے آگ میں ڈال دے۔

شرح:۔ دو عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارشد من من فیہ م تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس بندے میں وہ تین موجود ہوں گی (و وجد بہن حلاوة الايمان) وہ پائے گا ان تین خصلتوں کے سبب ایمان کا مٹھاس اور اس کا ذائقہ۔ (من كان الله ورسوله احب اليه مما سواه) پہلی خصلت یہ کہ خدا اور خدا کا رسول اس کے نزدیک باقی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں (ومن احب عبداً

بلا یحبہ الا للہ) دو نہرا وہ شخص جو کسی بندے سے محبت رکھے۔ اور اس کی یہ محبت صرف خدا تعالیٰ اور اس کی خوشنودی کے لیے ہو۔ (ومن یکرہ ان یعود فی الکفر) تیسرا وہ شخص جو کفر میں لوٹ جانے کو برا جانے (بعد ان انقذہ اللہ منہ) اس کے بعد کے اللہ نے اسے اس سے نجات دی اور کفر سے باہر نکالا۔ (کما یکرہ ان یتلقی فی النار) جس طرح کہ وہ برا جانتا ہے کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے۔ متفق علیہ۔

وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ دَخَلَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ مَدِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا۔
حضرت عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چکھ لیا مزہ ایمان کا اس بندے نے جو اللہ کے رب ہونے پر۔ اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی اور خوش ہو گیا۔ (رواہ مسلم)

تشریح :- تذکرہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں آپ کی کنیت ابو الفضل تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔ بعض نے کہا ہے دو سال بڑے تھے۔ آپ عام الفیل سے پہلے پیدا ہوئے۔ مدور جاہلیت میں رئیس تھے۔ مسجد خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کو پانی پلانا اس کے آپ نگران و انچارج تھے۔ آپ قدیم الاسلام تھے یعنی ابتداء سے ہی ایمان لا چکے تھے۔ لیکن اہل مکہ سے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا۔ غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کے ہمراہ مجبوراً آئے تھے۔ آپ کی عمر اٹھاسی سال ہوئی۔ اور وفات سے قبل اسی غلام آزاد کیے۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔

وَدَعَى الْعَبَّاسُ بْنُ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) حضرت عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چکھ لیا ایمان کا مزہ (من دخی باللہ بیا) اس نے جو خدا تعالیٰ پر راضی ہوا اور اسے اپنا پروردگار مان لیا اور اس کی قضاء و تقدیر پر راضی اور خوش رہا اور اس کی بندگی و عبادت میں مصروف رہا (و بالاسلام یتیم) اور اسلام پر راضی ہوا اور اسے اپنا دین قرار دیا۔ اور جو کچھ دین میں ہے اس پر عمل پیرا ہوا (و محمد رسولاً) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہوا اور آپ کو اپنا پیغمبر تسلیم کیا اور آپ کی اتباع کا راستہ اختیار کیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ غفلت و خواہش نفس کے امراض سے محفوظ دل معافی کی لذتوں سے بھی اسی طرح لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جس طرح نفوس انسانی عمدہ اور لذت کھانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور ان امراض سے قلب کی سلامتی اور عافیت ان تین مذکورہ اشیاء سے حاصل ہوتی ہے۔ جس شخص کو یہ تین باتیں نصیب نہ ہوں وہ ہلاکت ایمانی اور

اس کے ذوق و لذت سے محروم رہتا ہے۔ بلکہ اس کا معاملہ الٹ ہو جاتا ہے۔ اور اسے ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے۔ جس طرح بیمار آدمی کو بیٹھی شے کڑوی محسوس ہوتی ہے۔

۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ فِي أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَمَةِ يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ تُرْسِمُوتٌ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ - (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے نہیں سنے گا میرے بارے میں کوئی شخص اس امت سے کوئی یہودی اور عیسائی پھر مر باٹے اور جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اس پر ایمان نہ لائے تو وہ نہیں ہوگا مگر اصحاب دوزخ سے۔

تشریح: - عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (والذی نفس محمد بیدہ) خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بقا ہے (لا یسمع فی احد من ہذا الامۃ) کہ نہیں سنے گا مجھے کوئی بھی اس امت سے اور نہ پہنچے گی اسے میری رسالت و نبوت کی خبر۔ امت اس جماعت کو کہتے ہیں جس کی جانب کوئی رسول مبعوث کیا گیا ہو۔ اسی طرح ایک گروہ کی جنس کو بھی امت کہتے ہیں۔ یہودی و نصرانی وہ شخص چاہے یہودی ہو۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہو یا نصرانی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم سے (تُرسموت ولہ یؤمن بالذی اُرسِلْتُ بہ) پھر وہ اس حال میں مر جائے کہ ایمان نہ لائے اس دین و شریعت پر جسے میں نے لے کر آیا ہوں (الا کان من اصحاب النار) مگر ایسا شخص اہل دوزخ میں سے ہوگا۔ یعنی جس شخص نے میری نبوت و رسالت کی خبر سنی اور میرا معجزہ بھی اس پر ثابت و ظاہر ہو گیا پھر اس نے میرا دین قبول نہ کیا تو وہ کافر ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا چاہے اہل کتاب میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اسے مسلم نہ روایت کیا۔

۹۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَّهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَ الْعَبْدُ الْمَسْلُوكُ إِذَا أَذَى حَقَّ اللَّهُ وَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کو دو ہوا اجر و ثواب ملے گا۔ ایک وہ آدمی جو اہل کتاب میں سے ہو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کیا۔ تیسرا وہ شخص جس

حَقِّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطْأُهَا
فَادَّبَهَا فَاحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَ عَلَّمَهَا نَافِعًا
تَعَلَّمَهَا ثُمَّ اعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ
أَجْرَانِ - (متفق علیہ)

کی ملک میں لونڈی ہو جس سے صحبت و مجامعت کرے۔ پھر اس
کی بہت اچھی تربیت کی اور اسلامی احکام اور آداب معاشرت
کی نہایت اچھی طرح تعلیم دی۔ پھر اسے آزاد کر کے اس سے
نکاح کر لیا۔ تو ایسے شخص کو دو ہر اجر و ثواب ملے گا۔

شرح :- مذکورہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ آپ عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ عبداللہ بن قیس نام ہے۔
اپنے اجداد کی طرف نسبت سے اشعری کہلاتے ہیں۔ پہلے یمن سے مکہ آئے۔ اور مسلمان ہوئے اور ملک حبشہ کی طرف
ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد فتح خیبر کے وقت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں رہنا شروع
کر دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انعام و اکرام اور مدح و ثنا سے نوازے گئے۔ آپ کے مناقب و فضائل
بے شمار ہیں رضی اللہ عنہ۔

(و عن ابی موسیٰ الاشعری) حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ
لم اجر ان) لوگوں میں سے تین شخص ایسے ہیں جنہیں دو ہر اجر و ثواب ملے گا۔ (رجل من اهل الكتاب) ان تین میں سے
ایک وہ ہے جو اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی ہو (امن بنیہ وامن بمحمد) اپنے نبی حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام
پر ایمان لایا پھر ان پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ (و العبد المملوک)
اذا اذی حق اللہ وحق ما ان تین میں سے دوسرا وہ شخص ہے جو بندہ غلام و مملوک ہو۔ جب کہ خدا تعالیٰ کا حق یعنی اس
کے تمام واجبات ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق یعنی ان کی ہر طرح خدمت بجالائے (و رجل کانت عنده امۃ یطأها)
تیسرا وہ شخص ہے جس کی ملک میں لونڈی ہو، اس کا مالک ہونے کی بنا پر اس کے ساتھ صحبت و مجامعت کرے جیسا
کہ عادتہ ایسا ہوتا ہے۔ (فادبها فاحسن تادیبها) پھر اس نے اس لونڈی کو ادب و احترام کی باتیں سکھائیں۔ یعنی
اس کے آداب و اخلاق و معاشرتی مسائل میں نہایت اچھے طور پر تربیت کی (و علمها فاحسن تعلیمها) اور اسے احکام و
مسائل دینیہ کا علم سکھایا۔ اس کی تعلیم میں پوری توجہ سے کام لیا۔ اچھی طرح تعلیم و تربیت کا مطلب یہ ہے کہ جیسی
اس کی تعلیم و تربیت کرنی چاہیئے ایسی ہی کی اس میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑی۔ پھر یہ سب کچھ نہایت درجہ علم و
نرمی اور شفقت سے کیا۔ اس سے کوئی سختی اور بد مزاجی نہ کی (ثم اعنتها فتزوجها) پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح
کر لیا (فلہ اجران) تو ایسے شخص کے لیے بھی دو ہر اجر و ثواب ہے۔ اس آخری مرد کے لیے دو ہرے ثواب کے ثبوت کی
تائید و مبالغہ کے لیے فلہ اجران کے الفاظ مکرر ارشاد فرمائے۔ اہل کتاب کے آدمی اور غلام کے لیے تو دو ہرے اجر کا

منا ظاہر ہے کہ انہوں نے عمل بھی دو کیے۔ لیکن وہ شخص جس کی ملک میں لوٹنڈی تھی تو اس کے لیے یہ اجر و ثواب اس جیسے ہے کہ اس نے اسے آزادی کی نعمت سے ہمکنار کیا پھر اسے اپنے رشتہ زوجیت سے متسلک کیا۔ باقی رہا اسے ادب و تعلیم دینا تو یہ سب کے لیے عام ہے۔ اس مقام پر اس کی کوئی خصوصیت نہیں تاہم اس میں بھی اسے آزاد کرنا اور اس سے نکاح کرنے کے استحقاق و اہلیت کی طرف اشارہ ہے۔ متفق علیہ۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اجر و ثواب کا زیادہ ہونا عمل کے تعدد اور زیادہ ہونے کی بنا پر ایک قاعدے کی بات ہے۔ اس میں کوئی تعجب و اختیث نہیں ہے۔ جس قدر عمل زیادہ ہوگا اور جو بھی زیادہ عمل کرے گا اس کے لیے فضیلت اور ثواب میں زیادتی ثابت ہوگی لہذا ان تین افراد کو اس بارے میں مخصوص و ممتاز کرنے کی کوئی خصوصیت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لیے ان کے تمام اعمال نماز، روزہ وغیرہ میں دو ہر ثواب ہے۔ مثلاً اگر دوسروں کو ایک عمل کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی تو ان کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ اور ہر ثواب جو دوسروں کو ان کے عمل پر ملتا ہے ان کو اس سے دو گنا ملے گا۔ وذلک بفضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے یہ فضل عطا کرتا ہے) واللہ اعلم۔

۱۰۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ

أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَ

يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا

ذَلِكَ عَصِمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

إِلَّا بِعَقْدٍ أَوْ سَلَامٍ وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَذْكُرْ إِلَّا

بِعَقْدٍ أَوْ سَلَامٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں

یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم

کریں اور زکوٰۃ دیں۔ جب لوگ ایسا کر لیں تو محفوظ رکھ لے انہوں

نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال سگرا سلام کے حق کے لیے اور

ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ متفق علیہ۔ مگر مسلم نے الا بحق

الاسلام کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

شرح:۔ (وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَ يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصِمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِعَقْدٍ أَوْ سَلَامٍ وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَذْكُرْ إِلَّا بِعَقْدٍ أَوْ سَلَامٍ)

اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ و جہاد کروں (حقاً یشهدوا) ان کا اللہ (اللہ وان محمد رسول اللہ) یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ یہاں شہادت سے مراد زبان سے اس کلمہ کا اقرار ہے۔ یا وہ جو اس اقرار کے حکم میں ہے۔ جیسے ان سے جزیہ قبول کر لینا۔

ان سے صلح کر لینا اور انہیں امن دینا۔ یا یہ ارشاد ان احکام جزئیہ وغیرہ کی مشروعیت اور نزول سے پہلے کا ہے۔ روایتیہما
 الصلوٰۃ دیوۃ الزکوٰۃ اور یہاں تک کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ قتال و جہاد کا وجوب شہادت دینے کے ساتھ ہی ختم
 ہو جاتا ہے۔ عبادات کا ذکر تو ارکان اسلام کی ادائیگی کے ذریعے شہادت کو تمام و مکمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض علماء
 فرماتے ہیں کہ تاویل فاسد کے ذریعے واجبات و فرائض کے ترک اور اس ترک پر اصرار کی صورت میں بھی قتال و جہاد
 ثابت ہوتا ہے جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ کیا۔ بلکہ علماء نے یہاں تک کہا
 ہے اگر کوئی قوم ایسی سنت کی تارک ہو جائے جو اسلام کے شعائر و نشانات میں سے ہو جیسے اذان اور ختنہ وغیرہ
 اور اس ترک پر اصرار کرے اور دوام اختیار کرے اور ترک سے باز نہ آئے تو اس صورت میں بھی امام کو حق پہنچتا
 ہے کہ ان کے ساتھ جہاد و قتال کرے۔ اور احکام اسلامی میں یہاں نماز و زکوٰۃ کی اس لیے تخصیص فرمائی کہ یہ اصل عبادت
 ہیں۔ یا اس میں بدنی اور مالی عبادتوں کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ دو عبادتیں اکٹھی بیان کی گئی ہیں۔ یہ بھی ہو
 سکتا ہے کہ جس وقت حضور علیہ السلام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اس وقت صرف یہی نماز و زکوٰۃ کی عبادت ہی فرض
 تھی۔ (فَاذْغُلُوْا ذٰلِكَ) جب لوگ یہ شہادت دے دیں اور نماز و زکوٰۃ ادا کرنا شروع کر دیں (عَصَمُوا مِنِّيْ مَآءَمٌ
 وَّ اَمْوَالَهُمْ) تو مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیں گے (الابحی الاسلام) مگر اسلام کے حق اور حکم شریعت کی خاطر۔ جیسے اگر
 کوئی شخص دوسرے کو قتل کر دے یا زنا کا مرتکب ہو تو قصاص و حد کے طور پر اسے قتل کیا جائے گا۔ یا کسی کا جو مال اس
 پر واجب و لازم ہو تو وہ ضرور اس سے لیا جائے گا۔ (وَصَبَّهْمُ اِلَى اللّٰهِ) اور آخرت میں ان کا حساب خدا عزوجل کے
 ذمہ ہے۔ یہی اس کے ظاہری اسلام کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ کریں گے۔ اور اس کے خون و مال کی حفاظت کریں گے۔
 اگر وہ چھپ کر کفر و محصیت کرتا ہو تو خدا تعالیٰ اس کے پوشیدہ حال سے واقف ہے۔ وہ خود آخرت میں اس کے مطابق
 حال اس کا فیصلہ کرے گا۔ متفق علیہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی روایت ہے۔ (اَلَا اِنَّ مَسْلَمَةَ رَیْدَ کَوَ الْبَحْیَ الْاِسْلَامُ)
 مگر امام مسلم نے الابحی الاسلام کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ محدثوں اور زنادقوں کی تو بہ قبول ہو
 جاتی ہے۔ اگر وہ آئیں اور لوگوں کے سامنے تو بہ کریں تو ہم اہل اسلام ان کی تو بہ قبول کریں گے۔ اور ان کا خون نہ بہائیں گے۔
 اور ان کے دل کا حال خدا کے سپرد کریں گے۔ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں۔ علامہ طیبی نے
 ان سب کا ذکر کیا ہے ان میں سب سے صحیح تر قول یہی ہے کہ ان کی تو بہ مقبول ہے۔ تاہم ظاہر تر قول یہ ہے کہ اگر کسی نے
 الحاد اختیار کیا اور زنا نہ یا باتیں کہیں پھر جلدی ان سے باز نہ آگیا اور رغبت کے ساتھ تو بہ کر لی تو اس کی تو بہ قبول کر لی جائے گی۔
 اور اگر اپنے الحاد پر اڑا ہوا ہو اور سرکشی کرتا ہو اور ایسا محسوس ہو کہ یہ محض خوف جان اور وقت ٹالنے کے لیے تو بہ کر رہا

ہے۔ تو ایسی توبہ قبول نہ کی جائے گی توبہ قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس سے جہاد و قتال کریں گے۔ پھر اگر واقعہ میں اس کی توبہ صحیح و خالص ہو تو آخرت میں اسے اس کا فائدہ پہنچے گا۔

۱۱۔ وَعَنْ النَّبِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفَرُ وَاللَّهُ فِي ذِمَّتِهِ - (رواه البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہماری طرح کی نماز پڑھی، اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا۔ اور ہمارا ذبیحہ کھادے جانور کھایا تو یہ وہ مسلمان ہے جس کا اللہ پر ذمہ ہے اور اس کے رسول پر ذمہ ہے۔ تو تم لوگ اللہ کے ذمہ میں خیانت نہ کرو۔

شرح: سرور عن انس رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا و آکل ذبیحتنا و ذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ فلا تخفر و اللہ فی ذمۃ من یتبعہ۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی۔ یعنی وہ نماز جو دین اسلام میں معبود و مشہور ہے۔ (و استقبل قبلتنا) اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا جو خانہ کعبہ ہے۔ (و آکل ذبیحتنا) اور ہمارا ذبیحہ کھایا۔ (و ذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ) تو یہ وہ مسلمان ہے جس کا عہد، جسے امن دینا اور جس کا ضامن بننا اللہ کے ذمہ ہے۔

ذمہ و ذیام بکسر بعضی عہد و امان، اور ضمانت، حرمت اور حق اور یہ سب معانی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

اور اہل ذمہ اور ذمی کا لفظ جو استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے عہد ان کے امن اور ان کی ضمانت میں آجاتے ہیں۔ (فلا تخفر و اللہ فی ذمۃ من یتبعہ) تو اس خدا نے سبحانہ کے عہد و ذمہ میں اس کے ساتھ غدر اور اس کی عہد شکنی نہ کرو۔

تخفر و البضمہ تاء و سکون خاء و کسر فا اخفار سے مشتق ہے۔ معنی غدر اور عہد شکنی کرنا۔ یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان تین چیزوں کا ذکر فرمایا۔ دوسرے ارکان اسلام جیسے خدا و رسول پر ایمان کی شہادت دینا وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں اسلام کے بالکل صحیح اور درست نشان ہیں۔ اور ان سے مسلم اور غیر مسلم میں واضح طور پر تمیز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو شخص مسلمانوں جیسی نماز پڑھتا ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے پاس سے لائے ہیں اسے قبول کرتا ہے۔ اور قبلے کی طرف منہ کرنے کا ذکر الگ بیان کیا حالانکہ وہ نماز کی شرط ہے۔ اور جب نماز کا ذکر کر دیا تو اس کے ضمن میں قبلے کا ذکر بھی ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا ایک مشہور امر اور ہماری نماز کے ساتھ خاص ہے۔ بخلاف نماز میں قیام و قرأت کے کہ اہل کتاب کی عبادت میں بھی قیام و قرأت پایا جاتا ہے۔ اور ہمارے ذبیحے کا کھانا بھی اہل اسلام کے ساتھ خاص

ہے۔ یہودی ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ رواہ البخاری۔

۱۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَقْبَىٰ أَعْرَابِيٍّ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

دَلَّنِي عَلَىٰ عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتَهُ دَخَلْتُ

الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ

شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ

الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي

نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَىٰ هَذَا شَيْئًا

وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَكَمَّا . وَلِي قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

سَرَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ

الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا -

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتائیے جس کا اختیار کرنے سے میں جنت میں جاؤں۔ فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اور نماز قائم کرے اور فرض شدہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھے۔ دیکھیں کہ اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نہ اس سے کچھ زیادہ کروں گا۔ اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا۔ جب وہ اعرابی پشت پھیر کر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات سے مسرت محسوس کرے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اقی اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے آپ نے فرمایا ایک بادیہ نشین (دیہاتی) آدمی حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ (فقال) پس اس اعرابی نے حضور علیہ السلام

سے عرض کیا (دلنی علی عمل) میری رہنمائی فرمائیے اور مجھے ایسے عمل سے آگاہ کیجئے۔ (اذا عملتہ دخلت الجنة) کہ جب میں وہ

عمل کروں تو بہشت میں داخل ہو جاؤں (قال) حضور علیہ السلام نے اس اعرابی کے جواب میں فرمایا (تعبد الله ولا تشرك به

شیئاً) یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ یہاں شہادتین (اللہ و رسول پر ایمان کی شہادت) کا

اس کی شہرت کی وجہ سے ذکر نہ فرمایا یہاں پر شہادت کا نہیں عمل کا سوال کیا گیا تھا۔ شرک کرنے سے مراد یا تو بتوں کی پرستش

ہے۔ یا ریا و نمائش کہ اس میں انسان مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے۔ اسی لیے احادیث میں ریا کو شرک اصغر کہا

گیا ہے ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں شرک سے ریا ہی مراد ہے۔ کہ اس کے بعد آپ نے اپنے قول مبارک میں عبادت کا ذکر

فرمایا۔ (وتقیم الصلوۃ المکتوبۃ) اور یہ کہ نماز قائم کرے جو فرض کی گئی اور بندوں کے ذمہ لکھ دی گئی اور اس کی ادائیگی کا حکم دیا

گیا ہے۔ (وتؤدی الزکوۃ المفروضۃ) اور فرض شدہ زکوٰۃ ادا کرے۔ فرض زکوٰۃ یہی ہے جو ادا کی جاتی ہے۔ یہاں زکوٰۃ سے

مراد صدقہ ہے۔ (وَقَصَّ مَوْمِنًا) اور یہ کہ رمضان شریف کے روزے رکھے۔ یہاں فرائض کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ فرائض ہی آتش دوزخ سے نجات۔ اور بہشت میں آنے کا اصل ذریعہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس سوال کے وقت صرف یہی احکام فرض ہوئے تھے۔ اور چونکہ وہ اعرابی حقیقت بہشت میں داخل ہونے کا طالب تھا اس لیے صرف اسی قدر جواب پر کفایت کی گئی (قَالَ) اس نے کہا (وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ) مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری ذات کی بقا ہے۔ (كَأَنِّي دَعَا عَلَى هَذَا شَيْئًا وَلَا أَنْفَعُ مِنْهُ) کہ جو عبادات آپ نے فرمائی ہیں ان میں نہ تو نوافل کا اضافہ کروں گا۔ اور نہ ہی ان فرائض میں سے کوئی چیز کم کروں گا۔ اور جس کا یہ حال ہو وہ بلاشبہ نجات یافتہ شخص ہے۔ اگرچہ سنتوں کے ترک سے قدرے برائی کا مرتکب ہو گا اور ترک نوافل سے مراتب و درجات کی فیکسوں سے محروم رہے گا۔ یا زیادہ کرنے سے حد شرع سے زیادہ کرنا۔ اور نقصان سے حد شرع سے کم کرنا مراد ہو۔ جیسے نماز کی مقررہ رکعتوں سے کسی رکعت کا زیادہ کرنا یا شرعاً مقررہ مقدار سے کم کرنا یا یہ مراد ہے کہ میں اس سے زائد کوئی سوال نہ کروں گا۔ اور ان کے قبول کرنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ یا یہ سوال کرنے والا ایک قوم کی طرف سے بھیجا گیا تھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنی قوم تک یہ احکام پہنچانے میں زیادتی کی نہ کروں گا۔ یا یہ کلام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخذ اور اہتمام میں شدت و مبالغہ سے کنایہ ہے۔ کلام کا حقیقی معنی مراد نہیں (فَلَا دَلِي)۔ جب اس اعرابی نے منہ پھیرا، پیٹھ دکھائی اور چلا گیا (قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (مَنْ سَأَلَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) جسے جنتی انسان دیکھنے سے مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہو۔ یعنی جو شخص چاہتا ہو کہ جنتی آدمی کو دیکھے۔ (فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا) تو چاہیے کہ وہ اس مرد پر نگاہ ڈالے اور اسے دیکھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس شخص کا صدق و یقین اور احکام دین کے ساتھ اس کی عقیدت کا مشاہدہ فرمایا تو اسے جنت کی بشارت دی۔ متفق علیہ۔

۱۳۔ وَكَانَ سَفِيَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيُّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْتُ فِي الْأَسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي رَوَايَةٍ غَيْرِكَ قَالَ قَدْ أَمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقَمْتُ۔

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق ایسا جامع ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد اس کے بارے میں پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہا۔ اور ایک روایت میں غیر کافظ آیا ہے۔

شرح:۔ تذکرہ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ۔ آپ طائف کے رہنے والے ہیں، صحابی ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کی طرف سے طائف کے حاکم تھے۔ (وَعَنْ سَفِيَّانَ بْنِ

عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ قال قلت حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی (یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قول) یا رسول اللہ میرے لیے اسلام و ایمان کے بارے میں ایسی بات ارشاد فرما کہ (لا اسئل عنہ احدا بعدک) آپ کے بعد پھر مجھے کسی اور سے دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے۔ یعنی آپ کے سوا یا آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد۔ (رو فی روایۃ غیرک) اور ایک روایت میں بعدک کے بجائے غیرک آیا ہے۔ اور یہ روایت پہلے معنی کو واضح کرتی ہے۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں فرمایا۔ (قل امنت باللہ ثم استقم) کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر مستقیم رہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے اسماء صفات اور افعال کے ساتھ اس کی وحدانیت کی گواہی دے۔ اور اس نے جو جو خبریں دی ہیں ان کی تصدیق کر۔ اور اس کے اوامر و نواہی کو قبول کر۔ یہ قول ان تمام باتوں کو شامل ہے جن پر ایمان لانا چاہیئے۔ اس کے بعد اس بات کی پابندی کر کہ تو اس پر قائم رہے۔ اور اس پر استقامت اختیار کر۔ استقامت کا معنی ہے انسان کا راہ راست پر قائم رہنا اور سیدھا کھڑا ہونا۔ یہاں اس سے تمام اوامر و نواہی کو کسی قسم کی کجی اور سستی کے بغیر دوام و ثبات اور اعتدال سے بجا لانا مراد ہے۔ قاموس میں کہا استقام الامر اعتدل کام پر مستقیم رہا یعنی اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔ اور شرح حکم میں فرمایا کہ بلا افراط و تفریط درستی اور بچنگی کے ساتھ حق کی اتباع میں جھے رہنے کا نام استقامت ہے۔ اور قواعد الطریقہ میں فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو کتاب و سنت کے آداب و اخلاق کا عادی بنائے اور فضائل و خوبیوں کے ملکاتِ راستہ کی تحصیل کرے اسے ریاضت اور عمدہ اوصاف کا عادی بنائے۔ (رواہ مسلم اسے مسلم نے روایت کیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے سر کے بال پرانگندہ تھے ہم اس کی گھنگھناہٹ سنتے تھے مگر یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا۔ اور حاضر ہوتے ہی اس نے اسلام کے بارے میں حضور سے پوچھنا شروع کر دیا۔ اس کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔ اس نے کہا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے آپ نے فرمایا

۱۴۔ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرِ التَّائِبِينَ نَسِمٌ دَوْرِيٌّ مَوْتُهُ وَلَا نَفَقَهُ مَا يَقُولُ حَقٌّ دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يُسَلِّدُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ صَلَوَاتٌ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ

فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهِ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَادْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا آذِيْدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ يَرَ الرَّجُلُ أَنْ صَدَقَ - دمتفق علیہ

نہیں الایہ کہ تو نفل نماز ادا کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے (بھی فرض ہیں) اس شخص نے کہا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزے فرض ہیں فرمایا نہیں الایہ کہ تو اپنی خوشی سے نفل روزے رکھے۔ اور اس شخص کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو اس نے کہا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے۔ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل صدقہ و خیرات کرے۔ راوی کہتا ہے پھر وہ آدمی پشت پھیر کر چلا گیا۔ اور اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے اللہ کی قسم میں اس سے نہ کچھ نہ یا نہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص کامیاب ہو گیا اگر اپنے قول و اقرار میں سچا ہے۔

شرح :- تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر زادہ ہیں۔ آپ کے مناقب و فضائل کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گے۔

(۱) عن طلحة بن عبد الله رضي الله عنه قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت طلحة بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجد میں سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نجد بفتح نون و سکون حیم بلاد عرب کے اس علاقہ کا نام ہے جو تھامہ سے سرزمین عراق تک پھیلا ہوا ہے۔ نجد غور کے مقابل استعمال ہوتا ہے۔ نجد دراصل بلند زمین کو کہتے ہیں۔ جس طرح غنیم بفتح غین پست اور نشیبی زمین کو کہا جاتا ہے۔ (ثالثا) اس کے سر کے بال پرانڈہ تھے۔ (نسب) دوی صوتہ) ہم اس کی گھنگھناہٹ کی آواز سنتے تھے۔ دوی بفتح و ضمہ دال و او مکسور اور یا ئے مشدک کے ساتھ پست آواز کو کہتے ہیں۔ جو سمجھ میں نہ آئے جیسے شہد کی مکھی وغیرہ کی آواز ہوتی ہے۔ (ولا نفقه ما يقول) اور جو کچھ وہ مرد کہہ رہا تھا ہم اُسے نہیں سمجھ رہے تھے۔ نسمع و نفقه بفتح نون دو نون فعل مضارع کے صیغے ہیں۔ اور یسمع و یفقه بیائے تختانی بصیغہ مجہول بھی ایک روایت میں ہے۔ صیغہ معلوم کی صورت میں دوی منصوب ہوگا۔ اور دوسری روایت کے مطابق مرفوع (حتی دنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں تک کہ وہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آگیا۔ (فاذا هو يسأل عن الاسلام) اور آتے ہی اس نے اسلام کے احکام و فرائض کے بارے

میں پوچھنا شروع کر دیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس نے حقیقت اسلام کے متعلق سوال کیا ہو۔ اور تو حید و رسالت کی شہادت دگواہی کا ذکر اس جگہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ یہ مشہور چیز ہے۔ اور اس کا علم ہوتا ہی ہے۔ (فقال رسول اللہ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خمس صلواتی اليوم والليلة) دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ (فقال) پس اس مرد نے کہا (هد علی غیرہن) کیا مجھ پر دن رات میں پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بھی پڑھنا لازم ہے۔ (فقال) لا الا ان قطعہ) آپ نے فرمایا ان پانچ نمازوں کے سوا تجھ پر کوئی اور نماز نہیں مگر یہ کہ تو اپنی خوشی سے کوئی نماز پڑھے جو فرض نہیں ہے۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وصیام رمضان) احکام اسلام میں سے دوسرا حکم رمضان شریف کے روزے ہیں۔ (فقال هد علی غیرہ) اس شخص نے کہا کیا مجھ پر رمضان کے روزوں کے علاوہ اور بھی کوئی روزہ لازم ہے۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لا الا ان تطوع) تجھ پر رمضان کے روزوں کے سوا کوئی لازم نہیں۔ مگر یہ کہ تو اپنی خوشی سے نفل روزے رکھے۔ (قال) حضرت طلحہ بن عبید اللہ جو حدیث کے راوی ہیں، فرماتے ہیں۔ (و ذکر رسول اللہ) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے لیے (الزکوٰۃ) زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ (فقال هد علی غیرہا) تو اس نے دریافت کیا کہ زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی کچھ فرض ہے۔ (فقال) لا الا ان تطوع) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تجھ پر زکوٰۃ کے سوا کچھ لازم نہیں الا یہ کہ تو اپنی چاہت سے صدقہ نفل ادا کرے۔ (قال) حضرت طلحہ فرماتے ہیں (فادبر الرجل) پس وہ مرد پشت کر کے چل پڑا۔ (دهو یقول) اور وہ یہ کہہ رہا تھا (واللہ لا اذید علی هذا الا حق) خدا کی قسم میں ان فرائض پر اور کوئی چیز زائد نہ کہوں گا۔ اور نہ ان سے کوئی شے کم کروں گا۔ اس کلام کی توجہ گزشتہ حدیث میں گزر چکی ہے۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (افلم الرجل ان صدق) نجات اور فلاح پا گیا یہ مرد اگر سچ کہتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ یا اس کے کلام میں حمد و رغبت و اہتمام محسوس ہوتا ہے اگر اس میں یہ آدمی راست گو ہے۔ اس معنی کے مطابق فوز و فلاح اس کی صدق نبی پر مبنی ہے۔ اور ان صدق بفتح ہمزہ بھی مروی ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ جب کہ اس شخص کا سوال فرائض اسلام سے متعلق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی اس کے مطابق دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا ہو۔ یا وہ شخص حج کا اہل نہیں تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک وتر نماز بھی فرض نہ ہوئی تھی وتر نماز کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ وتر فرض قطعی نہیں ہیں۔ مختصر یہ کہ فرض نماز روزہ و زکوٰۃ پر مزید فرض نماز روزہ اور زکوٰۃ کی آپ نے نفی فرمائی۔ یہاں آپ کے نفی کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کوئی چیز اسلام میں فرض نہیں۔ پس شافعیہ کا اس حدیث سے ذبح وغیرہ میں بسم اللہ کے فرض نہ ہونے پر دلیل بنانا جیسا کہ علامہ طیبی نے ذکر کیا ہے کچھ معنی نہیں رکھتا۔

۱۵۔ وَكَفَىٰ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالِ إِنَّ
 وَفَدَ عَبْدَ الْقَيْسِ لَمَّا اتَّوَا النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ أَوْ مِنْ
 الْوَفْدِ قَالَ رَبِيعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ
 أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرُ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى
 قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ
 أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ
 وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنَ الْكُفَّارِ
 مُضَرِّفُنَا بِأَمْرِ فَصَّلِ نَخْبِرُ بِهِ مَنْ
 ذَرَأْنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ
 عَنِ الْأَشْرَبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ
 وَنَهَاَهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ
 بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ
 اتَّذَرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ
 قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ
 شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ
 الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَ
 صِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تَعْطُوا مِنَ
 الْغَنَمِ الْخُمْسَ وَنَهَاَهُمْ عَنْ
 أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالِدُبَاءِ وَ
 النَّقِيرِ وَالْمَرْقَتِ وَقَالَ حَفْظُوهَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں
 بیشک عبد القیس کا وفد جب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں آیا تو آپ نے پوچھا کون قوم یا کونسا وفد ہو۔ ربہ برادی کا
 شک ہے، انہوں نے کہا ہم قبیلہ ربیعہ کے لوگ ہیں۔ آپ نے
 اس قوم یا وفد کو مرحبا کہا۔ اور فرمایا آپ لوگوں کا یہاں آنا
 آپ کے لیے کسی قسم کی ذلت و اہانت اور شرم و ندامت کا
 سبب نہ بنے گا۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہم لوگ صرف شہر حرام میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔
 اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ آباد ہے۔ تو
 آپ ہمیں جامع اور دو ٹوک بات کا حکم دیجیے جس کی خبر ہم اپنے
 پیچھے رہنے والوں کو جا کر دیں۔ اور اس کے ذریعے ہم جنت میں
 داخل ہوں۔ اور انہوں نے آپ سے پینے کی چیزوں کے بارے
 میں پوچھا۔ تو آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ اور چار چیزوں
 سے منع کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانے کا حکم دیا۔
 آپ نے فرمایا جلتے ہو اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے
 انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا
 ایمان یہ ہے کہ اس امر کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق
 نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور
 زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور یہ کہ تم لوگ غنیمت
 میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔ اور چار چیزوں سے آپ نے انہیں
 منع فرمایا۔ سبز رنگ کے کوزے۔ کدو کی بنی ہوئی صراحی درخت
 کی جڑ کے بنے ہوئے پیالے اور ٹنگ کے استعمال سے منع
 فرمایا۔ اور فرمایا ان کو یاد رکھو اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو بھی

وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ ذَرَأَ عَنْكُمْ
متفق علیہ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ - جاکرہ بناؤ۔ اور یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔

شرح:- تذکرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں ان کے بیان کی حاجت و ضرورت نہیں آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت آپ کی عمر مبارک تیرہ یا پندرہ سال تھی۔ جیسا کہ اس میں اختلاف ہے۔ آپ نے جبریل علیہ السلام کو دو بار دیکھا۔ آپ شکل و شباهت میں اجل الناس، گفتگو میں افصح الناس اور علم حدیث میں اعلم الناس تھے۔ آپ کا لقب ترجمان القرآن اور سلطان المفسرین ہے۔ اور آپ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے شاگرد و رشید ہیں۔ آپ نہایت دانا حلیم الطبع متحمل اور صابر مزاج تھے۔ آپ کا قدر و راز تھا اور لوگوں میں اس طرح دکھائی دیتے تھے جیسے گھوڑے پر سوار ہیں۔ اور آپ کے والد ماجد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان سے بھی دراز تر تھے۔ اور عبدالمطلب حضرت عباس سے بھی زیادہ دراز تر تھے۔ آپ کا رنگ گورا تھا۔ متناسب الاعضاء نہایت خوبصورت اور صبح النہجہ اور بہت بڑے عالم تھے۔ ۶۸ حج میں طائف میں انتقال فرمایا۔ اکہتر سال عمر پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

(و عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال) آپ نے کہا (ان وفد عبد القیس) کہ بیشک عبد القیس کا وفد جو بنی ربیعہ کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ ربیعہ دراصل ان کے جد اعلیٰ کا نام ہوا ہے۔ اس کے نام پر سارے قبیلے کو ربیعہ کہتے ہیں۔ قبائل عرب کے اکثر نام ایسے ہی ہیں کہ ان کے بالوں کے نام پر ہوتے ہیں۔ (لما اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا (من القوم) یہ کونسی قوم کے لوگ ہیں یا (اد من الوفد) یا یہ لوگ کس جماعت کی طرف سے قاصدین کر آئے ہیں۔ یہ راوی کا شک ہے کہ حضور نے قوم کا لفظ استعمال فرمایا یا وفد کا (قالوا ربیعہ) انہوں نے کہا ہم قوم ربیعہ کے لوگ ہیں (قال) اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مرجبا بالقوم او بالوفد) اس قوم یا اس وفد کو مرجبا مرخا بالقوم او بالوفد) اس قوم یا اس وفد کو مرجبا مرخا کہتے ہیں۔ یہ کلمہ آنحضرت کے اکرام و اعزاز اور اس سے اظہار انیسیت کے لیے کہا جاتا ہے۔ یعنی تو فراخ و کشادہ جگہ میں آیا ہے۔ اور کبھی مرجبا کے ساتھ اہلا و سہلا کا کلمہ بھی ملا دیتے ہیں۔ یعنی تو اپنے اہل و عیال اور نرم و ملائم جگہ میں وارد ہوا ہے۔ (غیر هذا یا ولا ندای) تم لوگ ایسے حال میں تشریف لائے ہو کہ تمہیں کسی قسم کی رسوائی اور ندامت لاحق نہ ہوگی اور کسی قسم کی مصیبت و شدت اوریشمانی نہ دیکھو گے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس قوم کو بشارت اور دعائے خیر ہے۔ (قالوا) وفد کے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ انا لا نستطيع

ان ناتیك) یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہم لوگ اس بات کی استطاعت و طاقت نہیں رکھتے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ (الافی الشہوا لم حرام) مگر عزت و حرمت کے مہینوں میں۔ اور وہ ذوالقعدہ، ذی الحجۃ، محرم اور رجب ہے۔ کہ عرب لوگ ان مہینوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کرتے تھے۔ اور ان مہینوں کی تعلیم اور بیت اللہ شریف کی زیارت کو آنے والوں کو امن عطا کرنے کے لیے ان مہینوں میں جنگ کرنا حرام جانتے تھے۔ لہذا ان اوقات میں وہ لوگ راستوں میں دشمنوں سے امن میں ہوتے تھے۔ (و بیننا و بینک هذا الحی من کفار مضر) اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ حائل ہے۔ مضر بضم میم و فتح ضاد معجمہ قبیلہ ربیعہ کے مقابل ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ لوگ مضر بن نزاہ کی اولاد ہیں۔ اور ربیعہ اور مضر کے درمیان ہمیشہ دشمنی اور جنگ رہتی تھی۔ (فمننا بامر فہم) جب کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بار بار نہیں آ سکتے اور شریعت کے احکام و مسائل دریافت نہیں کر سکتے آپ ہمیں واضح اور محکم بات ارشاد فرمادیں جس میں کوئی اجمال و اشکال نہ ہو اور حق و باطل میں بالکل صاف صاف امتیاز کر دے۔ (من دراعنا) تاکہ ہم لوگ پیچھے اپنی قوم کے لوگوں کو بتا سکیں۔ یعنی اپنی قوم کے ان لوگوں کو جنہیں ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ (و ندخل بہ الجنة) اور جس پر عمل کر کے ہم اور ہماری قوم کے لوگ جنت میں جائیں۔ نجر و ندخل جزم اور رفع دونوں کے ساتھ مروی ہیں۔ (دسألوا عن الاشربة) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عبدالقیس کے وفد نے چند مخصوص قسم کے پینے کے برتنوں کے استعمال کے متعلق بھی پوچھا۔ جیسا کہ عنقریب ان برتنوں کا ذکر آ رہا ہے۔ (فاما مہر باربع و نہام عن اربع) تو آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ اور چار باتوں سے منع کیا (اموم بالایمان باللہ وحدہ) انہیں اکیلے خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ (قال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اتقون ما الايمان باللہ وحدہ) جانتے ہو اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے۔ (قالوا اللہ ورسولہ اعلیٰ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ صحابہ کرام کا انداز ادب تھا کہ جب آپ ان سے کوئی بات پوچھتے تو وہ اس کے جواب میں یہ کلمہ عرض کرتے۔ اگرچہ وہ بات ان کے علم میں ہوتی تھی۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خدائے وحدہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے (شہادۃ ان لا اله الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ) لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا۔ (واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و صیام رمضان) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ جن چار باتوں کا آپ نے حکم دیا وہ یہی ہیں اور حج کا ذکر نہ کرنے کی وجہ اس سے قبل مکرر بیان ہو چکی ہے۔ اور خدا تعالیٰ پر ایمان کی تفسیر ان چار چیزوں سے اس لیے کی کہ یہاں ایمان سے اسلام اور اس کا اقرار مراد ہے۔ (وان تعطوا الخنس من المغنم) اور یہ کہ تم لوگ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔ آپ نے یہاں جہاد کا ذکر جہاد کی اہمیت ظاہر کرنے کی غرض سے کیا کہ یہ لوگ مجاہد تھے اور کفار مضر کے ساتھ

جنگ و جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے جن چار باتوں کا آپ نے حکم دیا ان میں سے پہلی نماز اور آخری خمس ادا کرنا ہے۔ اور کلمہ شہادت کا ذکر تبرک کے طور پر کر دیا۔ کیونکہ وہ لوگ مومن تھے اور اسلام کا اقرار کرتے تھے۔ اس تو جہیہ کے مطابق خمس کا ادا کرنا بھی الشرحہ پر ایمان لانے میں داخل ہے۔ (ونہا ہم عن ادب) یہ ان کے پینے کے برتنوں کے سوال کا جواب ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان کا سوال مخصوص برتنوں میں پینے کے متعلق تھا۔ تو آپ نے انہیں چار قسم کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا (عن الحنتہ) بفتح حائے مہملہ و سکون نون و فتح تاء سبز کو زہ کو کہتے ہیں۔ (والدہاء) اور دہاء کے استعمال سے منع فرمایا (دباء بضم دال و تشدید باء مودہ مودہ کدو کو کہتے ہیں۔ یا تو خود کدو مراد ہے جسے وہ لوگ برتن کے طور پر استعمال کرتے تھے یا کدو کی شکل کی صراحی مراد ہے۔ جو وہ بنایا کرتے تھے۔ (والنقیر) اور نقیر کے استعمال سے منع فرمایا نقیر نقر سے بنا ہے۔ نقر کا معنی اُگرنہ ہے یہاں درخت کی جڑ مراد ہے جسے اُگر کر پینے کا برتن بناتے تھے۔ اور پھر اس میں شراب پیتے تھے۔ (والمزفت) اور مزفت کے استعمال سے منع فرمایا۔ مزفت بضم میم و فتح زاء مشدہ وہ چیز جو زفت سے طلا کی گئی ہو زفت بکسر زاء معجم و سکون فاء ایک سیال چیز ہے جسے کشتی وغیرہ چیزوں کی درزوں پر ملتے ہیں تاکہ پانی اندر نہ آئے زفت کو قار و قیر (گٹ) بھی کہتے ہیں۔ (و قال احفظوہن و اخبروا بہن من دراء کما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا یہ کلمات یا ان اشیاء کو یاد رکھو۔ اور اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو بھی جا کر آگاہ کرو۔

(متفق علیہ لفظہ للبخاری) معلوم ہونا چاہیئے کہ نہی سے یا تو شراب نوشی اور ان کے برتنوں کے ساتھ مشابہت سے بطور تاکید و مبالغہ روکنا مراد ہے یا ان برتنوں میں شیرہ انگور اور شیرہ کھجور ڈالنے سے روکنا مراد ہے۔ کہ ان برتنوں میں جوش اور مستی کی قوت زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے احادیث میں آیا ہے کہ کھجور کا شیرہ مشکوں میں ڈالنا چاہیئے کہ ان میں جوش اور نشہ کرنے کا اثر دیر سے آتا ہے۔ اور کم مقدار میں آتا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ یہ حرمت و نہی ابتداء سے اسلام میں تھی تاکہ تاکید و مبالغہ سے شراب کی حرمت ذہن نشین کرادی جائے اور سکرو مستی لانے والی چیز کے آثار و مواد کا پوری طرح قلع قمع کر دیا جائے۔ اسلام کے ابتدائی دور کے بعد ان برتنوں کے استعمال کی یہ حرمت منسوخ ہو گئی۔

۱۴۔ وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تَشْرَبُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا / حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی تو آپ نے فرمایا (اے لوگو) مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ

وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا
تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتُرُونَهُ بَيْنَ
أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا
فِي مَعْرُوفٍ فَنًّا وَفِي مَنكْرٍ فَاجِرًا
عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا
فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ
وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ
سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ
شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبِأَعْيُنِنَا
عَلَى ذَلِكَ (متفق علیہ)

کر دے اور نہ چوری کر دے نہ نہ کر دے اور نہ اپنی اولاد کو قتل
کر دے۔ اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بہتان
گھڑ دے اور کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کرنا تو جو شخص پورا اترے
گا اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اور جو ان میں سے
کسی چیز کا مرتکب ہو گا۔ پھر دنیا میں ہی اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ
اس کے لیے کفارہ و ذریعہ معافی بن جائے گا۔ اور جو شخص ان
میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو
اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو اسے معاف کرے اور
چاہے اسے سزا دے۔ تو ہم سب نے اس پر آپ کی بیعت
کی۔

شرح :- تذکرہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ۔ عبادہ بضمہ عین و تحقیف باء موحده نقبائے انصار میں سے ہیں۔
آپ بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور غزوہ بدر میں موجود تھے۔ دراز قد جسیم اور صاحب جمال شخصیت تھے۔ اور جامعین قرآن
میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔ آپ کا مفصل ذکر کتاب کے آخر میں
اسمائے اہل بدر میں آئے گا۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (و حوله اصحابه من مصلح) جب کہ آپ کے ارد گرد صحابہ کرام اور آپ کے دوستوں کی
ایک جماعت موجود تھی۔ (اصحابہ) بکسر عین دس سے چالیس تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔ (بایعونی علی ان لا تشربوا باللہ شیئاً)
میری بیعت کرو، مجھ سے عہد کرو اور عقد باندھو۔ مباہیت بیع سے مشتق ہے۔ جو شخص کسی سے عہد کرتا ہے وہ گویا
اپنے آپ کو اس کے ہاتھ میں فروخت کرتا ہے۔ جس طرح بیع میں ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں۔ اور خرید و فروخت کا معاہدہ
کرتے ہیں۔ بیعت میں بھی گویا یہی چیز ملحوظ ہوتی ہے۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میری بیعت
کر دو۔ کہ کسی چیز کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کر دے۔ اشتراک سے بت پرستی یا عمل میں ریا مراد ہے۔ (ولا تشرفوا) اور
چوری نہ کر دے۔ (ولا تزفوا) اور زنا و بدکاری کا ارتکاب نہیں کر دے۔ (ولا تقتلوا اولادکم) اور اپنی اولاد کو قتل نہ کر دے
جیسا کہ دور جاہلیت کے لوگوں کی عادت تھی کہ تنگدستی کے در سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ (ولا تأتوا ببہتان تفترونہ)

اور نہیں لاؤ گے اور نہ لوگوں کے جھوٹ جسے تم گھڑ لو۔ (بین ایدیکو وار حکم) اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے۔ یعنی اپنی ذوات کو جھوٹ سے ملوث نہ کرو گے۔ کہ دست و پا سے ذات مراد ہے۔ کیونکہ بہتان و افتراء وہ ہے جسے انسان اپنے پاس سے گھڑتا ہے حالانکہ انسان اپنی ذات سے گھڑتا ہے۔ لوگ اس سے پاک و مبرا ہوتے ہیں۔ یا فاسد گمانوں کے تحت لوگ جو اپنے دل و ضمیر سے جھوٹ بہتان و افتراء تہمتا شتے ہیں تم ایسا کرنے سے باز رہنا۔ چونکہ دل انسان کے سینے میں ہوتا ہے۔ لہذا وہ بندے کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہی ہوتا ہے۔ یا افتراء کی نسبت ہاتھ پاؤں کی طرف اس لیے کہ اکثر کام ہاتھ پاؤں سے انجام پاتے ہیں۔ اگرچہ فی الواقع تمام اعضاء کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اور ان تین توجیہوں کا مقصد راصل ایک ہی ہے۔ یعنی اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان کسی چیز کو گھڑنے کا مطلب ہے اعلانیہ اور کھلم کھلا لوگوں پر افتراء بازی اور بہتان تراشی کرنا اور بے حیائی و بے مروتی کی داد دینا۔ (ولا تعصونی فی معروف) اور جس کام کا وہ خود شرع سے معلوم ہو چکا ہے اس میں میری نافرمانی نہ کرنا۔ یعنی مشروع و جائز امور میں میری نافرمانی کا مرتکب نہ ہونا۔ معروف کے مقابل منکر ہے۔ منکر ایسا فعل ہے جس کا وہ خود شرع میں نہ ہو۔ یعنی غیر شرعی اور ناجائز کام۔ (رفن دفامنکم فاجرو علی اللہ) تو جو شخص اس بیعت کے تقاضوں کو پورا کرے گا تو اس کی مزدوری اور اس کا اجر اللہ پر لازم ہے۔ کہ اپنے فضل و کرم سے اس پر ثواب عطا کرتا ہے۔ (ومن اصاب من ذلك شیئاً) اور جو شخص شرک کے علاوہ دوسری مذکورہ برائیوں کا مرتکب ہوا۔ (رفعوبہ فی الدنیا) پھر اسے دنیا میں ہی اس کی سزا بھی مل گئی۔ کہ اس جرم و گناہ پر حد شرعی اس پر لگا دی جائے۔ یا اسے سزا دے دی گئی۔ (فہو کفارة لہ) تو وہ حد یا سزا اس گناہ کا کفارہ بن جائے گی اور آخرت میں اس پر سزا نہ ہوگی (ومن اصاب من ذلك شیئاً) اور جس نے ان مذکورہ گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا۔ (ثم سترہ اللہ علیہ) پھر اللہ نے اس کے گناہ کو پوشیدہ رکھا یعنی اس کا گناہ ظاہر نہ ہوا۔ اور اس پر حد شرعی نافذ نہ ہوئی (فہو الی اللہ) تو وہ یعنی اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ (ان شاء عفا عنہ) اگر خدا تعالیٰ چاہے گا تو درگزر کر دے گا۔ اور سزا نہ دے گا (ان شاء عاقبہ) اور اگر اس کی مشیت ہوگی تو اسے سزا دے گا۔

اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ اور معتزلہ کے نزدیک نافرمان کو سزا دینا اللہ کے ذمے لازم و ضروری ہے۔ اسے معافی نہیں مل سکتی اور نہ اس کی بخشش ہو سکتی ہے۔ یہ حدیث معتزلہ کے خلاف اہل سنت و جماعت کی دلیل و حجت ہے (فبايعنا علی ذالک) تو ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی اور آپ سے عہد کیا کہ ہم ان باتوں کے پابند نہیں گے۔ متفق علیہ۔

۱۴ - وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَوَّجَ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ
فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ
أُرْتِيكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ
وَبِحَرِّ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ تُكْثِرُونَ اللَّعْنَ
وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ
عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبَّيِّنِ الرَّجُلِ
الْعَازِمِ مِنْ أَحَدًا كُنَّ قُلْنَ وَمَا
نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ
نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَى - قَالَ
فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ أَلَيْسَ
إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَى
قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا -

(متفق علیہ)

شرح: تذکرہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ شجرہ بیعت رضوان میں سے ہیں۔
انصار میں سے ایک چھوٹے قبیلہ بنی خدرہ سے تعلق رکھتے ہیں (خدرہ بضم خاء مجمہ) سب سے پہلا غزوہ جس میں آپ
شریک ہوئے غزوہ خندق ہے۔ بارہ غزوات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت نصیب ہوئی۔
آپ کا نام مبارک سعید بن مالک بن سنان ہے۔ آپ کے والد ماجد بھی صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

(روعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (قال خرج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فی اضحی عید بقر کے روز) اضحی بفتح ہمزہ و سکون
ضاد جمع اضواء دراصل اس دنے یا بکرے کو کہتے ہیں جس کی قربانی کی جاتی ہے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق عید بقر
کے دنوں پر بھی کر دیتے ہیں (او فطر) یہ راوی کا شک ہے۔ کہ یہ عید بقر کا دن تھا یا عید فطر کا۔ (الی المصلی) باہر عید گاہ

کی طرف تشریف لے گئے۔ (فرد علی النساء) تو آپ کا گزر عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ اور عہد رسالت
 مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں بھی حضور کی اجازت اور امر کے مطابق عید گاہ میں آتی تھیں۔ اور اگر ایک کو نے
 میں بیٹھ جاتی تھیں۔ تاکہ مسلمانوں کی دعا سے محروم نہ رہیں۔ (فقال) تو آپ نے ان سے فرمایا۔ (یا معشر النساء)
 اے عورتوں کے گروہ (تصدقن) راہ خدا میں صدقہ و خیرات دیا کرو (فافی امریتکن اکثر اهل النار) کیونکہ مجھے
 دکھایا گیا ہے۔ یعنی مجھے بتلایا گیا ہے وحی یا کشف یا مشاہدہ کے ذریعے کہ مردوں کی نسبت دوزخ میں زیادہ تعداد میں
 تم جاؤ گی۔ یعنی دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم۔ (فقلن وبعیارسول اللہ) عورتوں نے عرض کیا یا
 رسول اللہ ایسا کیوں ہو گا کہ عورتیں زیادہ تعداد میں دوزخ کے اندر جائیں گی (قالت کثرن اللعن) آپ نے فرمایا
 اس لیے کہ تم لعنت کا استعمال زیادہ کرتی ہو۔ عورتوں کی عادت ہے کہ ہر حرف حکایت اور ذرا ذرا سی بات پر لعنت و نفرت
 پھینکا کر کے الفاظ زبان پر لاتی ہیں۔ اور لعنت کا معنی ہے خدا تعالیٰ کا اپنی درگاہ رحمت سے راندنا اور دُور ڈال دینا۔
 لعنت کا یہ مفہوم کفار کے ساتھ خاص ہے کسی شخص اور معین آدمی پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔
 کیونکہ ممکن ہے آخر وقت میں مسلمان ہو کر مرے۔ الایہ کہ یقین سے اس کا کفر پر مرنے کا معلوم ہو چکا ہو۔ اور یہ علم یقینی شارع
 علیہ السلام کے سوا کو نہیں ہو سکتا جس طرح ایمان پر مرنے کے سوا کسی کو معلوم نہیں، ہاں کسی وصف و عنوان کے
 ساتھ لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے لعنت اللہ علی الکافرین۔ اور لعن اللہ الیہود والنصارى اور خاص رحمت اور مقام قرب
 سے کسی کو دور کر دینے کے معنی میں بھی لعنت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لعنت کا یہ معنی کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ
 تغلیظ و تشدید کے ارادہ سے غیر کافر پر بھی اس کا اطلاق درست ہے۔ مختصر یہ کہ لعنت کرنا ایک بُری عادت ہے۔ اور
 اگر وہ شخص لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت لعنت کرنے والے پر لوٹ کر پڑتی ہے۔ (وَتَكْفُرُ الْعَشِيد) اور اپنے شوہروں
 کی ناشکری کرتی ہو۔ عورت کا یہ مزاج ہے کہ شوہر سے اگر سونا زین و نعمت بھی دیکھ چکی ہو اور صرف ایک بار اس کے حق
 میں کمی واقع ہو جائے تو کہہ دیتی ہے کہ تیرے پاس اگر میں نے بسکھ اور چین کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ جیسا کہ ایک دوسری
 حدیث میں آچکا ہے۔ عشیر۔ بفتح عین و کسر شین معجم معنی قریب، صدیق۔ اور خاندانہ آتا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں
 یہ لفظ شوہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ (ما دایت من ناقصات عقل و دین) میں
 نے نہیں دیکھا ناقص عقل و دین میں سے کسی کو۔ (اذھب للبل الرجل الحاذم) حازم بجائے مہملہ ذرا سے معجم (من احدثک
) تم سے بڑھ کر لے جانے اور لوٹ لینے والی دانا اور سنجیدہ آدمی کی عقل کو جو اپنے کاروبار میں ہشیار و چالاک
 ہوتا ہے۔ (قلن و ما نقصان عقلنا و دیننا) عورتوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے عقلوں اور ہمارے دین کا نقصان

کیا ہے۔ اور یہ نقصان و کمی کس طرح معلوم کی جاسکتی ہے۔ (قال الییس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل) فرمایا کیا شرع شریف میں ایسا نہیں ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی نصف شہادت کے برابر ہے۔ کیونکہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ (قلن بلی) انہوں نے عرض کی ہاں یہ تو ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کی مثل ہے۔ (قال فذلك من نقصان عقلها) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی گواہی کا مرد کی نصف گواہی کے برابر ہونا عورت کے نقص عقل کی بنا پر ہے۔ کہ عورت ثقہ ہونے میں نیز حفظ و تحمل اور ادائے شہادت میں وہ درجہ اور مقام نہیں رکھتی جو مرد رکھتا ہے۔ (قال الییس اذا حاضت لم تصل ولم تعم) فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ حیض کے ایام میں عورت نہ نماز ادا کر سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ (قلن بلی قال فذلك من نقصان دینها) فرمایا یہ بات عورت کے نقصان دین کے باعث ہے۔ اگرچہ یہ امر خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے۔ عورت کا اس میں کوئی اختیار نہیں۔ لیکن عورتوں کو اس حالت پر پیدا کرنا اور انہیں عبادات سے منع کرنا مردوں کو منع نہ کرنا ہی عورتوں کے درجے کو مردوں کے درجے سے کم کرنا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عبادت کا زیادہ ہونا دین کے زیادہ ہونے کا سبب ہے۔ اور عبادت میں کمی دین میں کمی اور نقصان کا سبب ہے۔ اگرچہ وہ نقصان کسی عذر کے باعث ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ حائضہ کو حیض کے عذر کے باعث اس کی فوت شدہ نمازوں کا ثواب ملے گا۔ جس طرح مریض و مسافر کو عذر مرض و سفر کی وجہ سے نوافل عبادات ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی ان کا ثواب ملتا ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ یعنی حائضہ کو فوت شدہ نمازوں کا ثواب نہیں ملتا۔ کیونکہ مریض و مسافر تو ہر وقت ان عبادات کی ادائیگی کی نیت رکھتے ہیں۔ اور اس نیت کے اہل بھی ہیں بخلاف حائضہ عورت کے کہ وہ نیت کی اہلیت ہی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ متفق علیہ۔

۱۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَذَبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَوْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَوْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَمَا تَكْذِيبُهُ إِيَّامِي فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا مَدَّعَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آدم کے بیٹے نے مجھے جھٹلایا ہے حالانکہ اسے یہ حق نہ پہنچتا تھا۔ اور آدم کے بیٹے نے مجھے گالی دی ہے۔ حالانکہ اسے یہ لائق نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا، تو اس کا یہ قول ہے۔ کہ اللہ مجھے دوبارہ زندگی نہ دے سکے گا جس طرح اس نے مجھے پہلے زندگی عطا کی۔ حالانکہ

إِعَادَتِهِ وَامَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي
وَلَدٌ وَسُبْحَانِي أَنْتَ اتَّخَذَ صَاحِبَةً
أَوْ وَلَدًا وَأَنَا لَا أَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي
لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا
أَحَدٌ فِي رُؤَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَامَّا شَتْمُهُ
إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ وَسُبْحَانِي أَنْ اتَّخَذَ
صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا (رواه البخاري)

پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے۔ (یعنی
پہلے پیدا کرنا اور موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنا دونوں
میرے لیے یکساں آسان ہے)۔ اور مجھے اس کا گالی دینا اس کا
یہ قول ہے کہ میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں بیوی کا اور اولاد سے
پاک و منزہ ہوں۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ کذبنی ابن آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن
آدم نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی ہے۔ (ولم یکن لہ ذلک) حالانکہ اس کے لیے روا نہیں اور نہ اُسے یہ حق
پہنچتا ہے کہ میرے پروردگار عالم ہوتے ہوئے میری طرف جھوٹی اور خلاف حقیقت بات کی نسبت کرے۔ کہ اس کی یہ
بات دلیل و برہان کے خلاف اور مرتبہ عبودیت کے منافی ہے۔ (وشتنی ولم یکن لہ ذلک) اور اس نے مجھے گالی
دی حالانکہ اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ مجھے گالی دے۔ (فاما تکذیبہ ایای) لیکن ابن آدم کا میری طرف جھوٹ منسوب
کرنا (فقوله لن یعیبد فی کما بدانی) تو اس کا یہ قول ہے کہ اس نے جس طرح مجھے پہلے پیدا کیا دوبارہ مجھے ہرگز نہ اٹھا
گا اور نہ موت کے بعد مجھے زندہ کرے گا۔ اس قول میں تکذیب سے مراد ان اخبار الہیہ کی تکذیب ہے جو بعث
بعد الموت سے متعلق ہیں۔ یا بندے کو خاک سے پیدا کر کے اس جہاں میں لانا اس حقیقت کو متضمن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
دوبارہ بھی انسان کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور انسان کا اس پر اعتقاد نہ رکھنا اس کی تکذیب ہے۔ جیسا کہ
فرمایا (ولیس اقول الخلق باہون علی من اعدتہ) حالانکہ یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے پہلی بار پیدا کرنا تو آسان
ہو مگر دوبارہ پیدا کرنا مشکل اور دشوار ہو جائے۔ بلکہ دستور کے مطابق دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ کہ سب
لوگ جانتے ہیں کہ ٹوٹی ہوئی چیز کے اجزاء کو جوڑ دینا نئے سرے سے پیدا کرنے اور عدم محض سے وجود میں لانے سے
آسان تر ہوتا ہے۔ یہ بیان لوگوں کے اذہان اور دستور کے مطابق ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے لیے جو قادر مطلق ہے،
سب یکساں ہے وہاں آسان یا مشکل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور یہ انسان کا قول ہے جو پہلی پیدائش کا تو قائل ہے۔
اگر یہ انسان صحیح نظر و فکر سے کام لے تو ممکن ہے کہ بعث بعد الموت کا بھی قائل ہو جائے۔ (واما شتمہ ایای فقوله اتخذ

اللہ ولدًا اور آدمی کا مجھے گالی دینا اس کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے۔ جس طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ اور یہودی حضرت عزیر علیہم السلام کو اور مشرکین فرشتوں کو خدا کے بیٹے بیٹیاں کہتے ہیں۔ یہ قول اس بنا پر خدا کے حق میں گالی ہے۔ کہ اس میں ماہیت اور جانشین بننے میں اولاد کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت لازم آتی ہے۔ جس طرح کہ عادت و دستور ہے پھر اس قول سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کے خلاف اس کی ذات میں بے شمار عیوب و نقائص لازم آتے ہیں جیسا کہ فرمایا (وانا الاحد الصمد الذی لہ ائله و ذکر اولد) حالانکہ میں ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہوں۔ کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ بلکہ سب میرے محتاج ہیں۔ میں اولاد جننے سے یا کسی کی اولاد ہونے سے پاک و منزہ ہوں۔ (ولہ یکن لی کفو احد) اور کوئی بھی میری مثل و مانند نہیں۔ اور یہ زوجہ کی نفی ہے جو زوج شوہر کی مانند و مثل ہوتی ہے۔ اور زوجین کی باہمی مماثلت کی بنا پر ان سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یا یہ قول بچے کی نفی کو بھی شامل ہے۔ کہ وہ بھی باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (وفی روایۃ ابن عباس واما شتمہ ایبا ی فقولہ فی ولد و سبحانی ان اتخذنا اولد) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں آیا ہے۔ لیکن ابن آدم کا مجھے گالی دینا تو اس کا یہ قول ہے کہ میری اولاد ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ میری بیوی یا اولاد ہو اور بعض روایات میں او کے بجائے کلمہ واؤ آیا ہے۔

۱۹۔ وَعَنْ اَبْنِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُوْذِیْنِیْ اَبْنُ اَدَمَ یَسْبُ الدَّہْرَ وَاَنَا الدَّہْرُ بِیَدِیْ الْاَمْرُ اَقْلَبُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ (متفق علیہ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کا بیٹا مجھے تکلیف دیتا ہے۔ زمانے کو گالیاں دیتا ہے۔ حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں رات اور دن کا اڈل بدل میں ہی کرتا ہوں۔

منشرح :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (یوذینی ابن آدم) مجھے رنج و اذیت دیتا ہے۔ اور ایسا کام کرتا ہے جو مجھے ناپسند ہے۔ اور جس سے میں راضی نہیں ہوں اور وہ یہ ہے کہ (یسب الدھر) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے۔ کہ رنج و محنت اور بلا و مصیبت کے وقت زمانے کی شکایت کرتے اور اسے بُرا کہتے ہیں (وانا الدھر) حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں۔ یعنی اس کا فاعل، مدبر اور متصرف میں ہی ہوں۔ جب کہ زمانہ کو گالی دینا زمانے کی فاعلیت اور اس کے تصرف کے اعتقاد کا مشعر ہے۔ تو گویا دھر فاعل متصرف کا نام ہوا۔ تو فرمایا میں ہی دھر ہوں۔ یعنی تم لوگ جو زمانے کو فاعل و متصرف اعتقاد کرتے ہو وہ فاعل و متصرف میری ذات ہے۔ یا مضاف

محذوف ہے یعنی انا مقلب الدھر زمانے کو اول بدل کر فہ الایمان ہوں) علامہ کرمانی نے کہا انا الدھر سے مراد انا المدبر ہے۔ یعنی زمانہ میں تبدیلیاں میں لانے والا ہوں۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ دھر اللہ تعالیٰ شانہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ لیکن علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا۔ تاہم قاموس سے اس کی صحت مفہوم ہوتی ہے۔ اور قطع نظر اس سے کہ دھر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس میں معنوی بلاغت وجودت نہیں مگر اس صورت میں کہ دھر بمعنی فاعل و متصرف ہو۔ اور ایک روایت میں انا الدھر یہ نصب بھی آیا ہے اور زمانہ کو گالی میں ایذاء اور رنج پہنچانے کا پہلو بایں طور ہے کہ اس کی مذمت اور اسے گالی دینا اس کی طرف نسبت تصرف کا اظہار کرتا ہے۔ یا اس بنا پر ہے کہ اس کی مذمت اور اسے گالی دینا دراصل جناب الہی کی طرف لوٹتا ہے۔ کہ جب فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو زمانہ کو گالی دینا حقیقت میں خدا تعالیٰ کو گالی دینا ہوگا۔ جس طرح کہ علماء نے فرمایا ہے (بیدی الدھر) زمانہ میں رونما ہونے والے ہر کام کی باگ ڈور دراصل مہر سے دست قدرت میں ہے۔ ایک روایت میں (ربیدی) شد کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے۔ (راقب اللیل والنہار) میں ہی رات دن کو گھاتا اور پھیرتا ہوں۔ بیت

چرخ را دور شب را روزی دہم شب بہم روز آرم روزی دہم

ترجمہ۔ آسمان کو دن رات کے گھومنے کے چکر میں میں ڈالتا ہوں۔ رات سے جاتا ہوں دن چڑھتا ہوں۔ اور روزی میں عطا کرتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رنج و تکلیف کی باتیں سن کر ان پر سب سے زیادہ صبر و برداشت کرنے والا خدا تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں (جس سے وہ پاک و منزہ ہے) پھر وہ انہیں صحت و تندرستی دیتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے۔

۲۰۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى آذَى يَسْمَعُهُ مِنَ اللَّهِ يَدْعُوَنَّ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يَكْفِيهِمْ وَيَزُقُّهُمْ۔ (متفق علیہ)

شرح:۔ (وعن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصبر علی اذی یسمعه من اللہ) کوئی بھی تکلیف و اذیت کی بات سن کر اس پر خدا تعالیٰ سے بڑھ کر صبر کرنے والا نہیں۔ (یدعون له الولد) لوگ اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں۔ جو اس کی جناب کے ہرگز لائق نہیں (ثم یکفیہم یرزقہم) پھر وہ انہیں آفات و بلیات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور انواع و اقسام کی

نعمتوں کی شکل میں انہیں رزق دیتا ہے۔ نفس کا ناگوار بات کو برداشت کرنا صبر کہلاتا ہے۔ صبر کے مقابل جزع (بے صبری) ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کا معنی ہوتا ہے۔ گناہ گاروں کو معاف کر دینا یا ان سے انتقام لینے میں تاخیر کرنا اور جلدی نہ کرنا۔ صبور اللہ تعالیٰ و تقدس کے اسمائے حسنی میں سے ہے۔ حلیم و صبور معنی میں قریب قریب ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ صبور میں مجرم و گناہ گار انتقام سے بالکل بے خوف نہیں ہوتا۔ اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ کسی بھی وقت انتقام لے لے۔ حلیم میں یہ خوف و خطرہ بھی نہیں ہوتا۔

۲۱۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ مَرَدَفَ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَاهُ لَيْسَ

بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مَوْخَرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ

يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى

عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ

قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سَأَلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ

حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا

لَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى

اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ

شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا

أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا بُشْرَ لَهُمْ

فَيَتَّعِلُوا (متفق علیہ)

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے پیچھے درازہ گوش پر سوار تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان کجاوے کی صرف پچھلی لکڑی حائل تھی۔ پس آپ نے فرمایا اے معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندہ پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بیشک اللہ کا اس کے بندوں پر یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا ہو وہ اسے عذاب میں نہ ڈالے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دہوں آپ نے فرمایا ان کو اس کی بشارت نہ دے تاکہ لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔

شرح :- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اکابر و عظماء صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کے مناقب و فضائل حد و شمار سے باہر ہیں۔ کتاب کے آخر میں قدرے آپ کے فضائل و مناقب بیان کیے جائیں گے۔

(و عن معاذ) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (و قال) حضرت معاذ بن جبل نے کہا (كنت مرادف النبي صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (علی حمای) درازہ گوش پر سوار تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تواضع اور بے تکلفی کے طور پر کبھی کبھی اس درازہ گوش پر سوار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اسی درازہ گوش پر سوار تھا (لیس بینی و بینہ الا مَوْخَرَةُ الرَّحْلِ) ہمارے

سوار ہونے کی کیفیت و حالت یہ تھی کہ میرے اور آپ کے درمیان پالان کی صرف پچھلی لکڑی ہی تھی۔ جس کے ساتھ سوار نیکیہ لگاتا ہے۔ مؤخرۃ بضمہ میم، و سکون ہمزہ، و فائے معجمہ مکسورہ اور ہمزہ مفتوحہ اور تشدیدہ خائے مفتوحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا اس بیان سے مقصد حضور علیہ السلام کے بالکل نزدیک ہونا اور آپ کے کلام مبارک کا فہم اور ضبط کرنا ہے (فَقَالَ) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (یا معاذ ہل تدہی ما حق اللہ علی عبادہ) اے معاذ تو جانتا ہے اللہ کا حق جو اس نے ان کی عبودیت اور حکم شریعت کے تحت ان پر لازم و واجب قرار دیا ہے کیا ہے (وما حق العباد علی اللہ) اور بندوں کا حق خدا تعالیٰ کے ذمے کیا ہے جو اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے۔ (قلت اللہ ورسولہ اعلم) میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے (قال فان اللہ حق اللہ علی العباد) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر (ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئاً) یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ یعنی بت پرستی نہ کریں۔ یا ریاء سے بچیں اور عبادت میں اخلاص کو ملحوظ رکھیں۔ (و حق العباد علی اللہ ان لا یعذب) اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ (من لا یشرک بہ) اس بندے کو جو اس کے ساتھ شریک نہ کرے۔ اگر شرک سے کفر مراد ہو تو معنی یہ ہو گا کہ کفار کی طرح اسے عذاب مخلد میں نہ ڈالے۔ اور اگر شرک سے ریاء مراد ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اُسے عذاب سے بالکل محفوظ رکھے۔ (فقلت) میں نے عرض کیا۔ (یا رسول اللہ افلا ابشر بہ الناس) یا رسول اللہ لوگوں کو میں اس کی بشارت نہ دے دوں۔ بشارۃ بکسر و فتح و ضمہ تینوں طرح وارد ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے کسی کو خوش کن خبر دینا۔ بشرہ سے مشتق ہے۔ خوش کن خبر سننے کا زیادہ تر اثر انسان کے بشرے اور چہرے سے نمایاں ہوتا ہے۔ (قال لا تبشروہ فیتکلموا) فرمایا لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے تاکہ بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور صرف اتنی بات پر اعتماد کر کے احکام الہی پر عمل کرنا نہ چھوڑ دیں۔ (فَیَتَّکَلُّوا) تائے فوقانی مشددہ اور کاف مکسورہ کے ساتھ اِتِّکَالِ بمعنی اعتماد فِیَنکَلُّوا بفتح یا تے تحتانی و سکون نون و ضمہ کاف بھی ایک روایت ہے۔ اس صورت میں نکول سے مشتق ہو گا۔ جس کا معنی ہے کسی کام کے کرنے سے رک جانا۔ کوئی شخص اگر یہ سوال کرے جب حضور علیہ السلام نے اس حدیث کے مضمون کی بشارت دینے سے حضرت معاذ کو منع کر دیا تھا تو حضرت معاذ نے اس کی خبر کیوں دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ ممانعت اور نہی اسی زمانہ کے لوگوں کے ساتھ خاص ہے کہ وہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ابھی تکالیف شرعیہ کے عادی نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد جب احکام اور تکالیف شرعیہ پایہ ثبوت کو پہنچ گئیں۔ اور امر و نہی کا معاملہ استقامت پذیر ہو

گیا تو آپ نے اس کی خبر دے دی یا وجہ تبلیغ اور علم کے چھپانے پھر وعید کے بعد آپ نے یہ روایت کی۔ یا بشارت دینے سے روکنا ایک خاص جماعت کی نسبت تھا جن سے بھروسہ کر لینے کا اندیشہ تھا۔ جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوگا۔ اور ان لوگوں کے لیے اس حدیث کی روایت کر دی جو اس نوعیت کے نہ تھے۔

۲۲۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ سَعْدِيكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدِيكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدِيكَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْعُدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَهُدًى مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَوَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ إِذَا يَتَكَلَّمُوا فَأَخْبَرُ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِمًا (متفق عليه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو جب کہ وہ حضور کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھے، فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ اور ہر آن آپ کی اطاعت و موافقت کے لیے تیار ہوں۔ فرمایا اے معاذ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں اور ہر وقت آپ کی طاعت و موافقت کے لیے تیار ہوں۔ فرمایا اے معاذ عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر خدمت ہوں۔ اور ہر لمحہ آپ کی طاعت و موافقت کے لیے تیار ہوں۔ تین دفعہ آپ نے بلایا اور تینوں دفعہ حضرت معاذ نے یہ جواب عرض کیا۔ فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے آتش دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں تاکہ انہیں خوشی ہو فرمایا ایسا کرنے سے وہ کلمہ شہادت پر ہی اعتماد کر لیں گے۔ پھر حضرت معاذ نے اپنی موت کے وقت علم چھپانے کے گناہ سے بچنے کے لیے لوگوں کو اس کی اطلاع اور خبر دی۔

شرح:۔ (عَنْ أَنَسٍ) رضی اللہ عنہ (ان النبي صلى الله عليه وسلم) معاذ رديف على الرحل (بیشک بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں کہ حضرت معاذ آپ کے پیچھے سوار تھے ان کو فرمایا۔) (یا معاذ) اسد قال (معاذ نے عرض کیا) (لبیک یا رسول اللہ وسعدیک) یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت و فرمانبرداری میں کھڑا اور حاضر ہوں۔ اور آپ کی معاونت و موافقت کے لیے تیار ہوں۔ (قال) حضور نے دوبار فرمایا (یا معاذ) اے معاذ انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک (قال) حضور نے تیسری دفعہ پھر فرمایا (یا معاذ) اے معاذ انہوں نے عرض کیا (لبیک یا رسول اللہ وسعدیک) ثلاثاً حضور

نے تین بار حضرت معاذ کو بلایا۔ حضرت معاذ نے تینوں بار یہ جواب عرض کیا۔ اس تکبر سے دراصل تاکید و مبالغہ مقصود ہے کہ معاذ حضور کی گفتگو اور کلام کو پوری توجہ اور دھیان سے سن لیک کا معنی قبول کرنا اور فرمانبردار کی اختیار کرنا ہے۔ اور سعید کا معنی معاونت و موافقت کرنا ہے۔ یعنی میں آپ کی خدمت و طاعت اور ہر بات میں موافقت کے لیے تیار کھڑا ہوں۔ آپ بھر کچھ فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔ (قال، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ (نہیں ہے کوئی شخص جو گواہی دے اور ایمان لائے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے پچھے رسول ہیں) (صدقاً من قلہ) یہ گواہی صدق دل سے ہوا خلاص سے ہو شائبہ کذب و نفاق سے پاک ہو۔ (الاحمد للہ علی النار) تو البتہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گواہی دینے والے کو آتش دوزخ پہ حرام کر دیتا ہے۔ جو اس نے کافروں منکروں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ یا آتش دوزخ میں ہمیشہ رہنا اس کے لیے حرام کر دیتا ہے۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صرف کلمہ شہادت پر اس بشارت کے ملنے کا حکم فرائض اور ادا مردنواہی کے نزول سے پہلے تھا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ادا اٹے حق اور فرض الہی کی بجا آوری کے ساتھ اس کلمہ شہادت کا پڑھنا مراد ہے۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ندامت و توبہ کی نیت سے کلمہ شہادت کا پڑھنا اور پھر اس پر مرنا مراد ہے (قال، حضرت معاذ نے کہا) یا رسول اللہ افلا احببہ الناس (یا رسول اللہ یہ خوشخبری لوگوں کو نہ دوں) (فیستبشروا) کہ وہ یہ بشارت سنیں اور اپنے دل خوش کریں۔ (قال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا) (اذ ایتہکما) جب تو لوگوں کو یہ بشارت دے گا تو وہ اسی پر اعتماد کر بیٹھیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (فاخبرہما) معاذ عند موتہ تو حضرت معاذ نے اس قصے یا ان کلمات کی خبر لوگوں کو اپنی موت کے وقت دی (تاشما) علم کے چھپانے کے گناہ اور تبلیغ کا تارک بننے کی برائی سے بچنے کے لیے یہ خبر دی۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشارت دینے کی ممانعت علم چھپانے کی ممانعت سے پہلے تھی۔

۲۳۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ

أَبْيَضٌ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ

اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا

دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ ذُنِّي وَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اس وقت) آپ سفید

کپڑا پہنے ہوئے تھے (میں واپس چلا گیا) کچھ دیر بعد پھر حاضر خدمت

ہوا اس وقت آپ نیند سے بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے

فرمایا جو بندہ بھی کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے پھر اسی پر اس کی موت واقع

ہوتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگر چہ اس نے

اِنْ سَرَقَ قَالَ وَانْ زَنٰى سَرَقَ
 قُلْتُ وَانْ زَنٰى وَانْ سَرَقَ قَالَ
 وَانْ زَنٰى وَانْ سَرَقَ قُلْتُ وَانْ
 زَنٰى وَانْ سَرَقَ عَلٰى رَاغِمِ اَنْفٍ
 اَبٰى ذَرِّا وَكَانَ اَبُو ذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ
 بِهٰذَا قَالَ وَانْ سَرَقَ اَنْفٍ اَبٰى
 ذَرٍّ - (متفق علیہ)

زنا کیا ہو اور چوری کی ہو فرمایا اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو۔
 میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو فرمایا اگرچہ
 اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو۔ میں نے عرض کیا اگرچہ اس
 نے زنا کیا اور چوری کی ہو۔ فرمایا اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری
 کی ہو۔ چاہے ابو ذر کی ناک خاک آلودہ ہی کیوں نہ ہو۔
 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے دان
 رَغِمَ اَنْفِ ابی ذر کے الفاظ ساتھ بیان کرتے۔

شرح :- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ زاهد اور صادقین صحابہ کرام میں سے ہیں۔ آپ کا مذہب یہ تھا کہ مال میں سے اگر
 خدا کا حق ادا بھی کر دیا جائے تب بھی اس کا ذخیرہ نہیں بنانا چاہیے۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ اور ان شاء
 اللہ العزیز کتاب کے آخر میں بیان ہوں گے۔

(عن ابی ذر) رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال) انہوں نے کہا (اتیت النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایسی حالت میں حاضر ہوا کہ (وعلیہ ثوب ابیض) کہ آپ پر سفید رنگ
 کا کپڑا تھا (وهو نائم) اور آپ سوئے ہوئے تھے (ثم اتیتہ وقد استیقظ) کچھ دیر کے بعد میں پھر آیا اس وقت آپ
 بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے ان حالات کا ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ حضرت ابو ذر حضور کے حالات شریفہ و خوب
 واقف و آگاہ ہیں۔ تاکہ لوگ یہ بات جان لیں کہ ابو ذر یہ روایت پورے علم اور مکمل بصیرت سے کر رہے ہیں۔ یا اس بنا پر
 کہ دوسرے معاملات سے قطع نظر محبوب کے حالات کا تذکرہ بذات خود لذت و شیریں ہوتا ہے اور غالباً یہ وحی اسی نیند
 کی حالت میں ہوئی تھی۔ اس بنا پر حضور کی اس حالت کا ذکر کرنا بھی بہتر تھا۔ واللہ اعلم۔ (فقال) پس حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا (ما من عبد قال) نہیں ہے کوئی بندہ جو کہتا ہے (لا الہ الا اللہ ثومات علی ذلک) پھر اسی عقیدے پر مرا۔
 اور اس کلمہ کے منافی کوئی بات اس سے صادر نہ ہوئی۔ (ولا دخل الجنة) مگر وہ بندہ بہشت میں داخل ہو گا۔ حضرت ابو ذر
 فرماتے ہیں۔ (قلت) میں نے عرض کیا (وان سرق) کیا بہشت میں داخل ہو گا اگرچہ اس بندے نے زنا کیا
 ہو اور چوری کی ہو۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (وان سرق) اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری
 کی ہو۔ اور جب کہ یہ بات حضرت ابو ذر کو بعید و عجیب محسوس ہوئی اس لیے تحقیق و یقین کی خاطر دوبارہ اس کا اعادہ کیا۔
 اور یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تکرار و اعادہ حق جل و علا کی رحمت پر کامل سرور اور شکر گزاری کے لیے ہو۔ (قلت) میں نے عرض کیا (وان

ذنی وان سرق) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ (قال) آپ نے فرمایا (وان ذنی وان سرق) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ (قلت) میں نے پھر کہا (وان ذنی وان سرق) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو (قال) آپ نے فرمایا (وان ذنی وان سرق) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ (علی رغم انہ ابی ذر) ابو ذر کی ناک خاک آلودہ ہونے کے باوجود یہ شخص بہشت میں داخل ہوگا۔ رغم کا معنی ہے ناک خاک میں ملنا غم بفتح راء سے مشتق ہے بمعنی خاک۔ یہاں رغم انہ سے ناگواری کے باوجود خواہ ہونا اور فرمانبرداری اختیار کرنا مراد ہے۔ جب کہ یہ مسئلہ حضرت ابو ذر کو بعید و غریب محسوس ہو رہا تھا گویا ان کی طبیعت کا پسندیدہ و محبوب امر اس کے الٹ تھا۔ تو ان کے پسندیدہ اور محبوب خیال کے خلاف حقیقت کا سامنے آنا ان کی خواری اور ان کی شکست کا سبب اور انہیں جبر و اکراہ کے ساتھ اس کا قائل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور لوگ جو کہتے ہیں کہ فلاں نے اس کے علی الرغم یہ کام یا یہ بات کی ہے اس کا بھی معنی ہوتا ہے۔ (وکان ابو ذر

اذا حدث بهذا) حضرت ابو ذر جب بھی یہ حدیث بیان کرتے (قال) یہ کلمہ سابقہ بیان کرتے وان رغم انہ ابی ذر اگر چہ ابو ذر کی ناک خاک آلودہ ہی ہو۔ جو الفاظ آپ نے اپنے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے، ان کی یاد اس کی تائید و تحقیق اور اس سے لذت گیر ہونے کے لیے انہیں دہرایا کرتے تھے۔ بیت
کرد و شنام من آل محبوب جانے یک نشے عمر بگذشت و ہنوزم لذت آن در دل است

ترجمہ۔ میرے محبوب نے ایک رات مجھے گالی دی۔ عمر گزر گئی مگر اس گالی کی لذت اب تک دل میں موجود ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث اس امر کی دلیل ہیں کہ مومن اگر چہ فاسق اور مرتکب گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ کے عفو و مغفرت اس کے فضل و کرم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا بقدر گناہ آتش دوزخ میں سزا پانے کے بعد جنت میں جانے گا۔ اور وہ حدیث جس میں اس پر آتش دوزخ کا حرام ہونا آیا ہے۔ اس کی تاویل و توجہ یہ حدیث معاذ میں گزر چکی ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہی ہے کہ فاسق مومن ہے۔ اور مومن کا مال آخر کار بہشت ہے۔ اس بارے میں لاتعداد صحیح احادیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اجماع ہے۔ اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کے ظہور سے پہلے سب اہل اسلام کا مذہب و مسلک یہی تھا۔ ان بدعتی لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ فاسق مومن نہیں ہے۔ اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور عمل ایمان کی حقیقت و ماہیت میں داخل ہے۔ یہ بدعتی اس بارے میں بہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ کوئی شخص صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ تو یہ بات ان کے صرف کلمہ شہادت پر اعتماد کر لینے، ان کے غرور، ان کے از نکاب معاصی اور فسق و فجور پر دلیر ہونے کا باعث بنے گی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ لوگوں کو ملت اسلامی کی رسی اور قید شریعت سے آزاد

ہو جانے کا سبب بنے گا۔ لیکن جو کچھ وہ کہتے ہیں حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جھٹک اور ڈانٹ کی باتیں جو نافرمان لوگوں کے متعلق وارد ہوئی ہیں، بہت زیادہ ہیں اور گناہوں سے ڈرانے اور جھڑکنے کے لیے کافی ہیں۔ ورنہ قیامت کے روز اگر چاہیں گے تو ایک معصیت پر بھی حد شمار سے بڑھ کر عذاب ہوگا۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ گناہ گار مسلمانوں کے کم از کم عذاب کی مدت دنیا کی عمر کے برابر ہوگی جو سات ہزار سال ہے۔ بعض روایات میں ستر ہزار برس بھی آئے ہیں۔ اور اس کلمہ طیبہ کا صدق و اخلاص سے صادر ہونا اور اس کلمہ طیبہ کے منافی امر یعنی شک و تردید کے لاحق ہونے کے بغیر اس کلمہ پر قیام و دوام آسان کام نہیں۔ خصوصاً ان فساق و فجار سے جن کے دل ناز و باکلمات اور شبہات سے لبریز ہوتے ہیں۔ اور شرع کو ہلکا جاننے اور حرام کو حلال قرار دینے کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تاہم اس فسق و فجور کے باوجود اگر تصدیق قلبی نصیب رہے۔ اور غلبہ شہوت و نفس کے تحت معصیت صادر ہو جائے مگر خوف اور جزع و فزع اور توبہ کا پختہ عزم و ارادہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہو تو بتقاضائے وعدہ کرم اس بات کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے۔ اور سزا دینے اور عذاب و عتاب کرنے کے بعد آخر کار بہشت میں داخل فرمائے۔ یحکمر اللہ ما یشاء ویفعل ما یرید ہوالعزیز الحکیم (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہے فیصلہ کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے ارادہ کرتا ہے۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

۲۴۔ وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَأَبْنُ أُمَّتِهِ وَكَلَّمَتْهُ الْمَلَائِكَةُ إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ ادْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ - متفق علیہ -

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ بیشک حضرت عیسیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول اور اللہ کی لوندی کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ اور اس کی روح میں۔ اور یہ کہ جنت اور دوزخ حق ہیں تو اللہ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ چاہے جس عمل پر بھی تھا۔

تشریح: (و عن عبادۃ بن الصامت) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من شہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ) جس شخص نے گواہی دی کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسول ہیں۔ اور گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونیکے اثبات میں نصاریٰ کا رد ہے۔

جو انہیں اللہ یا اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور ان کی رسالت کی شہادت میں یہود کا رد ہے جو آپ کی رسالت کے منکر ہیں۔
 (وابن امتہ) اور اس امر کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی بندی مریم کے فرزند ہیں۔ عزیزی میں مرد کو عبد اللہ
 اور عورت کو عبدہ اللہ کہتے ہیں۔ اور مرد عورتیں سب کے سب اللہ کے غلام اور اس ذات پروردگار کے بندے ہیں۔ ظاہر یہ
 ہے کہ ان الفاظ میں نصاریٰ کا رد اور اس کی تاکید ہے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس میں یہود کلمہ بھی ہو سکتا ہے۔
 ان الفاظ سے اصل مراد یہ ہے کہ اس ذات پاک کی جناب اس بہتان و گالی سے بری اور منزہ ہے جس کی یہود اس کی طرف
 نسبت کرتے ہیں۔ (و کلمۃ القاہا الی مریم) اور عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اللہ اس بنا پر کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت اسباب عادیہ اندھاپ کی وساطت کے بغیر صرف کلمہ کن
 سے ہوئی۔ یا اس بنا پر کہ آپ نے گوارہ میں صغریٰ میں کہا کہ اے اللہ آپ اسم المتکلم کے مظہر کامل ہیں۔ (روح مند)
 حضرت عیسیٰ جناب حق تعالیٰ کی طرف سے صادر ہونے والی روح ہیں۔ آپ کو روح اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے
 مردے زندہ کیے۔ مردہ دلوں کو معنوی اور روحانی زندگی عطا کی۔ یا روح اللہ سے یہ مراد ہے کہ آپ ایسی صاحب
 روح شخصیت ہیں جسے بے وساطت اصل و مادہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے وجود عطا کیا۔ (والجنة والنار
 حق) اور اس بات کی گواہی دی کہ بہشت اور دوزخ برحق ہیں۔ (ادخلہ اللہ الجنة) تو اللہ تعالیٰ ایسے انسان
 کو ابتداء یا بعد عذاب جنت میں داخل کرے گا۔ (علی ما کان علیہ من العمل) وہ نیک یا بد جس عمل پر بھی ہو۔
 یہ حدیث مذہب اہل سنت و جماعت کی صریح دلیل ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے
 ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اکر کہا اپنا دہنباں
 ہاتھ پھیلائیے کہ میں آپ کی بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ یہ
 سن کر آپ نے پناہ دہنباں دست مبارک پھیلا دیا۔ تو میں نے
 اپنا ہاتھ بند کر لیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض
 کیا میں نے ارادہ کیا ہے کہ شرط مقرر کر لوں فرمایا کیا شرط مقرر کرنا
 چاہتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ اللہ مجھے بخش دے۔ اس پر حضور
 علیہ السلام نے فرمایا اے عمرو تجھے معلوم نہیں کہ اسلام پہلے سب
 گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور ہجرت سب پہلے گناہوں کو مٹا

۲۵۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَتَيْتُ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ
 أَبْسُطْ يَمِينَكَ فَلَا بَايِعَكَ نَبَسَطَ
 يَمِينَهُ فَقَبَضْتُ يَدِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا
 عَمْرُو قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِكَ قَالَ
 تَشْتَرِيْ مَاذَا قُلْتُ أَنْ تُغْفِرَ لِي قَالَ
 أَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو أَنَّ الْإِسْلَامَ
 يَهْدِيْكُمْ مَا كَانَتْ تَجْلُوْهُ وَأَنَّ الْهَجْرَةَ
 تَهْدِيْكُمْ مَا كَانَتْ تَبْلُغُهُ وَأَنَّ الْحَجَّ

یَھْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
 وَالْحَدِيثَانِ الْمَرْوِيَّانِ عَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِلَّهِ تَعَالَى
 أَنَا أَعْتَقُ الشُّوْكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ وَ
 الْآخِرُ الْكَبِيرُ يَأْتِي سَنَدُ كَرَاهِمَا
 فِي بَابِ الرِّيَاءِ وَالْكِبَرِ إِنْ شَاءَ
 اللَّهُ تَعَالَى ۝

دیتی ہے اور حج بھی تمام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسے مسلم
 نے روایت کیا۔ اور دوسری حدیثیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی
 ہیں۔ ان میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں
 کے شریک سے بہت ہی بے نیاز ہوں۔ دوسری حدیث یہ کہ
 کبریائی اور بڑائی میری چادر ہے۔ ہم یہ دونوں احادیث باب
 ریا و کبر میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

شرح: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ اور عقلمند قریش اور اہل فہم و دانش میں سے ہیں۔
 آپ کے مفصل حالات کتاب جامع المناقب میں آئیں گے۔

رو عن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) قال (حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں۔) اتیت النبی صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلت ابسط یمینک فلا یأبیک (میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔
 اپنا داہنا ہاتھ کشادہ کیجئے تاکہ میں اسلام پر آپ کا بیعت ہو جاؤں۔ لا یأبیک بکسر لام اور نصب عین اور فتح لام اور
 رفع عین دونوں طرح مروی ہے۔) رنسط یمینک (اس پر آپ نے اپنا دست راست کشادہ فرمایا) فقبضت
 یمینی (تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا) فقال (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) مالک یا عمر! میں نے عرض کیا
 کیا ہوا اور تو نے یہ کیا کیا ہے۔ اور اپنا ہاتھ پیچھے کیوں کھینچ لیا ہے (قلت اردت ان اشتروط) میں نے عرض کیا
 چاہتا ہوں کہ شرط طے کر لوں۔ (قال تشروط ماذا) کیا شرط طے کرنا چاہتا ہے۔ (قلت ان یغفر لے)
 میں نے عرض کی میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے اور میرے تمام پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں۔ (قال)
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اما علمت یا عمرو ان الاسلام یمہدم ما کان قبلہ (اسے عرو تجھے
 معلوم نہیں یعنی تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام قبول کرنا پہلے ہر قسم کے گناہ کو چاہے وہ مظالم میں سے ہو غیر مظالم
 میں سے، سب مٹا دیتا ہے۔) مظالم اور غیر مظالم یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ۔ (وان الہجدة تہدم ما
 کان قبلہا) اور تجھے معلوم نہیں کہ بیشک ہجرت یعنی ایمان بچانے کی خاطر دار حرب و کفر سے دار اسلام میں پناہ لینا پہلے
 تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے (ان کی معافی ہو جاتی ہے)۔ (وان الحج یمہدم ما کان قبلہ) اور تجھے علم نہیں کہ بیت اللہ
 شریف کا حج پہلے تمام گناہوں کے نام و نشان کو مٹا دیتا ہے۔ ہجرت درج تو ان گناہوں کی مغفرت سے مخصوص ہے۔ جو

لوگوں پر مظالم اور ان کی حقوق تلفی کے علاوہ ہیں۔ حج میں ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اس کے مظالم بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہے۔ واللہ اعلم۔ (رواہ مسلم) اسے مسلم نے روایت کیا۔ صحیح مسلم میں آیا ہے۔ کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ موت کے وقت نہایت قلق و اضطراب اور شدید بے تابی محسوس کر رہے تھے۔ آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اے والد محترم اس قدر قلق و اضطراب کی کیا وجہ ہے۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد، نصیب ہو چکی ہے۔ اور آپ نے حضور کی خدمت اقدس میں رہ کر کار ہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہمیں اپنی عمر میں تین قسم کے حالات پیش آئے۔ ایک یہ کہ اسلام لانے سے پہلے ہم لوگ اپنا سب سے بڑا دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے تھے۔ اسی لیے ہم نے ان کے خلاف لڑائیاں لڑیں۔ اور ان کی عداوت و دشمنی میں کمر بستہ رہے۔ پھر دوسری حالت یہ تھی کہ اسلام لانے اور قبول کرنے کے بعد ہمارے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔ اور ہمیں آپ کی خدمت میں رہنا نصیب ہوا اور آپ کی طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر تیسری حالت یہ رونما ہوئی کہ حضور کے وصال مبارک کے بعد ہم نے امارت اور حکومت کا دور دیکھا۔ اور کئی طرح کے عجیب و غریب حالات و واقعات پیش آئے۔ ان میں کئی طرح کی افراط و تفریط واقع ہوئی۔ اور بہت سی باتیں صادر ہوئیں۔ دیکھیں ان کا انجام کیا سامنے آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(والحدیثان المودیان عن ابی ہریرۃ) اور دو حدیثیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہیں۔ اور مصابیح میں کتاب ایمان کے اندر موجود ہیں، ان میں سے پہلی حدیث وہ ہے جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں (قال اللہ تعالیٰ انا اغنی الشراکاء عن الشراک) میں تمام شریکوں کے شرک کا مکمل درجہ بے نیاز ہوں۔ اور دوسری حدیث جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں (الکبریاء ردائی و کبریائی میرا لباس ہے)۔ یہ دونوں مکمل احادیث ہم ریاء و کبر کے باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے ایسا نیک عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے۔ اور مجھے دوزخ سے دور کر دے فرمایا بیشک تو نے

۲۶۔ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ
وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ

سَأَلْتُ عَنْ أَمْرِ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ
يَسِيرٌ عَلَى مَنْ تَسَرَّكَ اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ تَعَبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ
بِهِ شَيْئًا وَتَقِيُوا الصَّلَاةَ
وَتُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَتَصُومُوا
رَمَضَانَ وَتَحِجَّ الْبَيْتَ ثُمَّ
قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ
الْخَيْرِ الصَّوْمِ جَنَّةٌ وَ

الصَّدَقَةِ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا
يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ
فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا تَجَانِي
جَنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتَّى بَلَغَ
يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ
بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ
سَنَامِهِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ
الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ
قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَايِكَةِ ذِيكَ كُلِّ قُلْتُ
بَلَى يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَآخِذْ بِلِسَانِهِ فَقَالَ كَفَّ
عَلَيْكَ هَذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ عَرَانَا

لَهُوَ خَيْرٌ مِنْهَا تَكَلَّمَ بِهِ قَالَ تَكَلَّمَ أَمَّا
يَا مَعَاذُ وَهَلْ يَكُيِّبُ النَّاسُ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ
أَوْ عَلَى مَنَاخِيهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ السَّيِّئِينَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

ایک نہایت مشکل چیز کے بارے میں سوال کیا ہے۔ تاہم
بلاشبہ وہ اس شخص کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ
آسان کرے (وہ عمل یہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔
اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے۔ اور پابندی سے نماز
ادا کرے۔ زکوٰۃ دے۔ رمضان شریف کے روزے رکھے
اور بیت اللہ شریف کا حج کرے۔ پھر حضور نے فرمایا میں تجھے
خیر اور نیکی کے دروازوں کی رہنمائی نہ کر دوں۔ روزہ ڈھال ہے۔
ہر گناہ کو اس طرح بھجا (مثلاً) دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بھجا
دیتا ہے۔ اور آدمی کارات کے درمیان چھے میں نماز پڑھنا۔ پھر
آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تَتَجَانِي جَنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ عَنْ
الْمَضَاجِعِ يَعْمَلُونَ تک پھر آپ نے فرمایا میں تجھے سب سے بڑا
کام اس کاستون اور اس کی کوہان کی چوٹی نہ بتاؤں۔ میں نے عرض
کیا ہاں فرمایا سب سے بڑا کام اسلام ہے۔ اس کاستون نماز
ہے۔ اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں
تجھے ان سب باتوں کے اصل مدار اور اس کی بنیاد کی خبر نہ دوں
میں نے عرض کی اللہ کے نبی ضرور بتائیں۔ تو آپ نے اپنی زبان
کو کھڑا اور فرمایا اسے اپنے پاس روک کر رکھ۔ میں نے عرض
کی اے اللہ کے نبی ہم لوگ زبان سے جو باتیں کرتے ہیں اس پر
بھی ہماری گرفت ہوگی۔ فرمایا اے معاذ تیری ماں تجھے پر روئے۔

کوئی چیز لوگوں کو ان کے مومنوں یا نمتقنوں
کے بل دوزخ میں نہ گراٹے گی مگر ان کی زبانوں
کی باتیں۔

شرح:۔ (عن معاذ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رقلت کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! خبرنی بعمل یدخلنی الجنة ویباعدنی من النار یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے اور آتش دوزخ سے دور کر دے۔ قال: آپ نے فرمایا (لقد سالت عن امر عظیم) بیشک نے بڑے مشکل اور عظیم کام کا سوال کیا ہے۔ (وانہ لیسیر علی من یسرہ اللہ تعالیٰ علیہ) اور بیشک وہ آسان ہے اُس شخص پر جس پر اللہ تعالیٰ وہ کام آسان کر دے۔ اس کے بعد اس کا ذکر فرمایا (تعبدا للہ ولا تشوک بہ) خدا تعالیٰ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ (وتقیہ الصلوۃ) اور پابندی سے نماز ادا کر۔ (وتوقی الزکوۃ) زکوٰۃ ادا کر۔ (وتصوم رمضان) اور رمضان کے روزے رکھ۔ (وتحج البیت) اور خانہ کعبہ کلج کر۔ (ثم قال الا ادلت علی ابواب الخیر) پھر فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ خیر اور نیکی کے دروازے کون سے ہیں۔ جن سے نیکی بندے کے اندر داخل ہوتی ہے (الصوم جنة) روزہ ڈھال کا حکم رکھنا ہے۔ کہ روزہ دار کو معصیت کا تیر لگنے سے بچاتا ہے کیونکہ روزہ شہوات کو روکتا اور شیطان راستے کو بند کرتا ہے۔ (والصدقة تطفی الخطیئة) اور فقیر کو راہ خلا میں مال دینا مسرور کرتا اور مٹا دیتا ہے آتش گناہ کو۔ (کما یطفی الماء النار) جس طرح پانی آگ کو سرد کر دیتا ہے۔ اگرچہ مطلقاً ہر نیکی گناہوں کو مٹاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے (ان الحسنات ینذہبن السیئات) بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی (مٹا دیتی) ہیں، لیکن صدقہ میں گناہ معاف کرانے کی قوت نہ پادہ ہے کہ اس میں دوسرے کا نفع ملحوظ ہوتا ہے۔ اور یہ چیز دعویٰ ایمان کی صداقت اور خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت و وابستگی کی قوی دلیل ہے۔ (وصلوة الرجل فی جوف اللیل) اور مرد کا رات کے درمیانی حصہ میں نماز (نفل) پڑھنا بھی خیر و نیکی کے دروازوں میں سے ہے کہ اس دروازہ سے بھی بندے میں فیوض و انوار آتے ہیں۔ اور یہ بھی گناہوں کی آگ کو بجھانے کا سبب و ذریعہ ہے۔ بیت

گر روزِ نیا ہمیش ز غوغائی عرب شب محرم عاشقان ست شبہا ش طلب

ترجمہ۔ اگر دن میں لوگوں کے شور و غوغا کے باعث تو اسے نہیں پاسکتا تو رات میں اسے تلاش کر کہ رات عاشقوں کی محرم (راز) ہے۔

(ثو تلہ پیرات کی نماز اور صدقہ کی فضیلت کی تائید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

تتجانی جنوبہو عن المضاجع جزاء بہا کانوا یعملون تک آپ نے یہ آیت پڑھی۔ آیہ مذکورہ کا حاصل معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ شب بیدار اور اپنے پہلوؤں کو اپنی خوابگاہوں سے الگ رکھنے والوں کی صفت و ثناء فرماتا ہے۔ اور پھر مومن کریم جل و علا انہیں جن نعمتوں سے نوازے گا اور اس کے راستے میں مال خرچ کرنے والوں کو آخرت میں جو کچھ عطا فرما

گا۔ اس سے کوئی آگاہ نہیں وہ ایسی نعمتیں اور عطائیں ہوں گی جو ان کے قرار و آرام اور ان کی لذت اور انگلیوں کی ٹھنڈک
نہیں گی۔ ان کے اعمال صالحہ اور ان کی شب بیداری اور صدقہ و خیرات کی جزا کے طور پر اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی انواع
واقسام کی نعمتوں اور اپنے دیدار سے نوازے گا۔ بیت

شرف مرد بحد دست و کرامت بسجود ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدش بہ زہد جود

ترجمہ۔ مرد کی بزرگی اور اس کا شرف سخاوت سے اور اس کی عزت سجدہ و عبادت سے ہے جس میں یہ دو خوبیاں
نہ ہوں اس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔

(ثُمَّ قَالَ) اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امور دین اور شعار ملت میں سے افضل امر اور خلاصہ
دین کا انتخاب کرتے ہوئے فرمایا (إِلَّا ذَلِكَ بَدَأَ) میں تجھے نہ بتاؤں کہ اصل اور دینی کاموں میں سے
افضل و اعلیٰ کونسا کام و عمل ہے۔ جس کے بغیر دین کچھ نہیں جس طرح روح کے بغیر جسم کی کوئی حیثیت نہیں (وَعَمُودُهُ)
اور بتاؤں کہ دین کا ستون کیا چیز ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہوتا۔ اور قوت و کمال کے درجے کو پہنچتا ہے۔ جس
طرح مکان ستون کے سہارے قائم ہوتا ہے۔ (وَذُرَّةُ سَنَامِهِ) اور بتاؤں دین کی کوہان کی چوٹی اور بلندی کیا چیز
ہے۔ جس سے دین بلند اور اونچا دکھائی دیتا ہے۔ ذرۃ بکسرہ وضمہ ذال بلند مکان کو کہتے ہیں۔ اور پہاڑ کی بلند
چوٹی کو بھی ذرۃ کہتے ہیں۔ سنام بفتح سین اونٹ کی کوہان۔ (قُلْتُ) میں نے عرض کی ہاں جب کہ سائل کا توجہ
سے سننے کا شوق و ذوق بڑھا اور اس مقام میں پہنچ کر اس امر عظیم کی صفات عظیمہ سن کر اسے پانے اور معلوم کرنے کی
رغب بڑھ گئی (بَلَى) تو عرض کیا ہاں (یَا رَسُولَ اللَّهِ) مجھے اس کی راہ نمائی فرمائیں۔ (قَالَ) آپ نے فرمایا (رَأْسُ الْإِسْلَامِ)
الاسلام تمام ارکان کا سردار اسلام ہے۔ اسلام سے مراد اللہ و رسول پر ایمان کی شہادت ہے۔ جو سارے دین کی
اصل و بنیاد ہے۔ (وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ) اور دین کا ستون نماز ہے۔ کہ مسلمان کے دین کو اس سے قوت و پختگی حاصل
ہوتی ہے۔ (وَذُرَّةُ سَنَامِهِ) اور دین کی کوہان کی بلندی کفار سے جہاد کرنا ہے۔ کہ اس سے دین کو بلندی و رفعت
حاصل ہوتی ہے۔ اور جب کہ جنگ و جہاد غالباً سواری کی حالت میں ہوتا ہے تو جہاد میں صورۃ بھی بلندی پائی
جاتی ہے (ثُمَّ قَالَ) (إِلَّا أَخْبَرَكَ بِمَلَاكٍ ذَلِكَ كُلُّهُ) پھر آپ نے فرمایا میں تجھے وہ چیز بتاؤں جو ان تمام چیزوں کی
جگہ کا ذکر ہوا، مدار و موقوف علیہ ہے۔ یا ذالک سے اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کے اجزاء اور ارکان کے اعتبار سے یہ
اس کی ناکید ہے۔ ملاک وہ چیز جس سے کوئی چیز قیام پذیر اور منظم ہو۔ یہ لفظ کسرہ میم اور فتح دونوں کے ساتھ آیا ہے۔
علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت کسرہ اور فتح دونوں طرح اسے استعمال کرتے ہیں۔ یہاں حدیث میں بکسر

میم ہے۔ (قلت بلی) میں نے عرض کی ہاں مجھے اس کی ضرورت خبر دیں۔ (یا نبی اللہ) اے اللہ کے نبی برحق (فاخذ بلسانہ) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ لی۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ (وقال) اور فرمایا (کف علیک هذا) اس کی حفاظت کر اور اسے روک کر رکھ۔ (فقلت) میں نے استفہام اور تعجب کے طور پر عرض کیا (یا نبی اللہ) دانا ملو اخذون بما نکتلم بہ) اے اللہ کے نبی ہم لوگ زبان سے جو کچھ کہتے اور بولتے ہیں کیا اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی۔ (قال ثکلتک امک یا معاذ) اے معاذ تیری ماں تجھے روٹے شکل بضم ثاء بمعنی موت، ہلاکت اور دوست و اولاد کا گم ہونا۔ دراصل یہ کسی کے مرنے اور ہلاک ہونے کی دعا ہے۔ یعنی تو مر جاتا کہ جس بھنور و منحصرے میں تو پڑا ہوا ہے اس سے چھوٹ جاؤ۔ علماء فرماتے ہیں یہ ایک لفظ ہے جو عادت کے طور پر زبان سے جاری ہوتا ہے اس کا معنی مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ مخاطب پر تعجب و انکار مقصود ہوتا ہے۔ (وہل یکب الناس فی النار) کونسی چیز لوگوں کو آتش دوزخ میں ڈالے گی (علی وجوہہم) ان کے چہروں کے بل (وعلی مناخرہم) یا ان کے نتھنوں کے بل۔ راوی کو شک ہے کہ حضور علیہ السلام نے علی وجوہہم کا لفظ فرمایا یا علی مناخرہم کا۔ مناخر منخر کی جمع ہے۔ بفتح میم و سکون نون و فتح خائے معجمرا بکسرہ خا۔ اصل میں ناک کے سوراخ کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے ناک مراد ہے۔ کہ جو چیز چہرے پر گرتی ہے پہلے ناک پر گرتی ہے کیونکہ یہ چہرے کے بلند ترین اجزاء میں سے ہے۔ یعنی لوگوں کو کوئی چیز دوزخ میں نہ ڈالے گی (والاحصاء السنتھم) مگر ان کی باتیں جو بلا تمیز و احتیاط نیک و بد زبان سے نکالتے ہیں۔ اور نیک و بری بات میں فرق نہیں کرتے۔ اور مفید و لایعنی گفتگو میں تمیز نہیں کرتے۔ حصائد حصیدہ کی جمع ہے۔ وہ شے جو کھیت سے درانتی کے ساتھ کاٹی جائے۔ کھیت سے شے کاٹتے وقت خشک و تر اور کارآمد و بے کار میں امتیاز نہیں کیا جاتا۔ بے فائدہ باتوں کو اس کے ساتھ تشبیہ دی۔ یہ اکثر و اغلب دستور کے مطابق فرمایا۔ کہ آدمی زادہ کو دنیا و آخرت میں بوری و مصیبت پہنچتی ہے۔ اکثر زبان کے راستے پہنچتی ہے۔ نظم

ہر چہ بر آدمی رسد زباناں ہمہ از آفت زباناں برسد
ہر چہ آمد بزبانست گفتی آنچه آمد بد صانت خوردی
دیگرے را چہ گناہ است کہ تو خویش را خویش بدوزخ بردی

(ترجمہ) انسان جو نقصان اٹھاتا ہے عموماً زبان سے ہی اٹھاتا ہے۔
جو کچھ تیری زبان پر آئے اسے کہہ ڈالے اور جو کچھ تیرے منہ میں آئے اسے بڑپ کر جائے۔
تو پھر دوسرے کا کیا گناہ تو خود ہی اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال رہا ہے۔

۲۷- وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے کسی سے

يُحِبُّ أَنْ يَبْغِضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ مَنَعَ يَدِي

محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے کسی کو کچھ عطا

فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، رواه ابو داود

کیا اور اللہ کے لیے روکا۔ تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اسے

ورواه الترمذی عن معاذ بن انس مع

ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے معاذ بن انس سے

تقديم وتأخير وفيه فقداً استكمل

یہ حدیث روایت کی اس میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ اور اس میں

إِيمَانُهُ۔

یہ الفاظ ہیں فقداً استكمل ایمانہ۔ اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

شرح: تذکرہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام صدی ہے بضم صاد

یا و قبیلہ باہلہ سے ہیں۔ صحابی ہیں۔ آپ کے نسب اور آباؤ اجداد میں محدثین کا اختلاف ہے۔ تاہم آپ کی کنیت پر

سب کا اتفاق ہے۔ پہلے مصر میں سکونت اختیار کی پھر مصر میں منتقل ہو گئے۔ وہیں وفات پائی۔ آپ کثیر الروایۃ

ہیں۔ آپ کی اکثر احادیث شامیوں کے پاس ہیں۔ ۸۸۰ھ میں ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اکثر محدثین کے

قول کے مطابق آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے شام میں انتقال فرمایا۔

(عن أبي امامة) رضي الله عنه حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال قال رسول

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ

کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اسی کے لیے کسی سے دشمنی رکھتا ہے۔ (واعطى الله ومنع الله) اور خدا کے لیے دینا

ہے اور خدا ہی کے لیے روکتا ہے۔ یعنی اس کے تمام کام خدا ہی کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہوتے ہیں۔ بیت

وطن برائے تو گریں سفر برائے تو جویم

نخش برائے تو باشم سخن برائے تو گویم

ترجمہ۔ میں تیرے لیے کسی جگہ کو وطن بناتا ہوں اور تیرے ہی لیے سفر اختیار کرتا ہوں۔ تیرے لیے خاموش

رہتا ہوں اور تیرے ہی لیے لب کشائی کرتا ہوں۔

(فقد استكمل الایمان) تو بیشک اس نے ایمان کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ کہ اس کا کمال خالص ایمان لانے

میں ہے۔ جو صدیقین کا ملین کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان عطا فرمائے۔ (رواہ ابو داؤد) اس حدیث کو

ابو داؤد نے روایت کیا۔ (ورواه الترمذی) معاذ بن انس اور امام ترمذی نے اسے معاذ بن انس سے

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور مصابیح کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً استكمل الایمان کی

بجائے نقد اشکل ایمانہ کے الفاظ آئے ہیں۔

۲۸۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ

الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ۔

رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عمل اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے دشمنی کرنا ہے۔

اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

شرح :- اس حدیث کا معنی بعینہ وہی ہے جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے اور اس عمل کا

تمام اعمال سے افضل و بہتر ہونا اس لحاظ سے ہے کہ تمام خیرات اور نیکیوں کا مبنی اور باعث خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ اور جب اس کی محبت اس حد تک غالب آجائے کہ کسی شے سے محبت نہ رکھے مگر خدا کے لیے اور دشمنی نہ رکھے مگر خدا کی خوشنودی کے لیے۔ تو اس کے غلبہ محبت کی یہ کیفیت تمام اطہر کی بجا آوری اور تمام منہیات سے رک جانے کا باعث بنے گی۔

اس قسم کی احادیث جو امع الکلم (وہ کلمات جن کے معانی میں غایت درجہ جامعیت پائی جاتی ہو)۔ میں سے ہیں مگر اسلام، ایمان اور احسان کے تمام مراتب و درجات کی جامع اور شریعت کے تمام احکام، طریقت کے جملہ آداب اور حقیقت کے جملہ اسرار پر مشتمل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو شخص کسی باورچی سے اس بنا پر دوستی رکھے کہ یہ اچھا کھانا پکاتا اور فقراء و صلحاء کو کھلاتا ہے تو اس کی یہ دوستی خدا کے لیے ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی آدمی اپنے استاد سے اس لیے محبت کرے کہ اس سے علم حاصل کرتا ہے۔ اور پھر اس علم کو دنیا جمع کرنے کا ذریعہ بنائے گا۔ تو یہ دوستی خدا کے لیے نہیں ہے۔

۲۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ

مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ

يَدِيهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمَنَهُ النَّاسُ عَلَى

دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ رواه الترمذی والنسائی

وزاد البيهقي في شعب الایمان بروایة

فُضِّلَتْ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ

اللَّهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذَّنُوبَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ

سے مسلمان محفوظ ہوں۔ اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کو

اپنے خونوں اور مالوں کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ اسے ترمذی اور نسائی

نے روایت کیا۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت حضرت

فضالہ رضی اللہ عنہ یہ الفاظ زیادہ روایت کیے اور مجاہد وہ ہے

جو اللہ تعالیٰ کا، طاعت و فرمانبرداری میں اپنے نفس کے ساتھ

جہاد کرے۔ اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔

شرح :- (وعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ یدہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ ان الفاظ کی شرح فصل اول میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔ (لدا المؤمن من آمنہ الناس علی دماءہ و اموالہ) اور مومن کامل وہ شخص ہے جسے لوگ اپنے خونوں اور مالوں پر ایمان اور محافظ جانیں یعنی جس سے لوگ اپنی جان و مال میں کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے ہوں۔ اور جس کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہوں کہ بلا اجازت شرع کسی کے مال میں یہ شخص تصرف نہ کرے گا اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان اور مسلم و مومن متغائر اور الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور ان کے احکام بھی مختلف ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام و ایمان سے ایک ہی معنی مراد ہے۔ نقرہ ثانی پہلے فقرہ کی تاکید و تقریر ہے۔ اس حدیث میں اسلام پر لوگوں کی سلامتی کو مرتب فرمایا اور ایمان سے لفظی مناسبت و مطابقت کے لحاظ سے لوگوں کے امن و عافیت کو متعلق فرمایا۔ پھر جملہ ثانی (لدا المؤمن من آمنہ الخ) میں صرف ہاتھ کے گناہوں کے بیان پر کفایت کی نہ بیان کے گناہوں کا تکرار نہ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان کے گناہ ظاہر اور عام ہیں اس لیے اس کے تکرار کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن ہاتھ کے گناہ بیان و تاکید کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور یہ تو بھیہ بھی درست ہے کہ جب کہ ایمان تصدیق اور عمل قلب سے عبارت ہے اس بنا پر ایمان اسلام سے قوی اور کامل تر ہے۔ کہ اسلام (اپنے مفہوم لغوی کے اعتبار سے) محض ظاہری طاعت و فرمانبرداری سے عبارت ہے۔ اس لیے لوگوں کے امن و عافیت کو جو سلامتی کے مفہوم سے قوی تر ہے ایمان کے ساتھ مختص کیا کہ سلامتی کا مفہوم ذہنی نقصان پہنچانے کے وہم و احتمال کے باوجود کسی کو ضرر و نقصان نہ پہنچانا ہے۔ اور امن کے مفہوم میں اس وہم و احتمال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ انہی دماء (خون) و اموال سے متعلق امن و خوف ہاتھ کے ساتھ مختص نہیں ہوتا۔ زبان کا بھی اس میں دخل ہے کہ زبان کے ذریعے ایک دوسرے کے درمیان پھوٹ ڈالنے دوسروں کی غیبت و چغلی کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ اس حدیث میں خون و مال کے ساتھ عزت کا ذکر نہ کرنا اس بنا پر ہے کہ خون کی حفاظت عزت کی حفاظت کو شامل اور اسی کے حکم میں داخل ہے۔ خوب سمجھ لے۔ و بالشر التوفیق۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ درج ذیل فقرات زیادہ بیان کیے فضالہ بفتح فاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آئندہ کردہ غلام ہیں (والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة اللہ) کامل اور حقیقی مجاہد وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ کہ نفس طاعت الہی سے انکار اور سرکشی

کرتا ہے۔ اور فرمانبرداری کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ تو مجاہد وہ ہے جو اس سے جنگ کرنا شریعت کا پابند بناتا اور خالق و مالک کی فرمانبرداری کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔ بیت

سئل آن شیرے کہ صفیاب شکند شیر آن باشد کہ خود را بشکند
ترجمہ۔ بڑا شیر وہ نہیں جو صفوں کو بچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو اپنے آپ کو بچھاڑ دے۔

(والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب) اسی طرح حقیقی کامل درجے کا مہاجر وہ ہے جو مغیرہ کبیرہ اور دانستہ و نادانستہ ہر قسم کے گناہ چھوڑ دے۔ اس کی تحقیق و تشریح بھی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَتَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا ہو مگر ہمیں یہ فرد فرمایا کہ جس میں امانت و دیانت نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں۔ اور عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

شرح:۔ (وعن انس) رضی اللہ عنہ (قال قلما خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا وقت کم ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا ہو (إلا قال) مگر یہ کلمات ضرور بیان فرمائے اور ان پر عمل کی وصیت فرمائی (لا إيمان لمن لا أمانته له) جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں (ولا دين لمن لا عهد له) اور جو عہد و پیمان کا پابند نہیں اس کا دین نہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ظاہر یہی ہے کہ امانت سے اس کا مشہور و متعارف معنی مراد ہے یعنی ان کے اموال اور ان کی مجالس کی حفاظت اور اس میں ترک خیانت سے عبارت ہے۔ اور عہد سے ان کے آپس کے عہد و پیمان مراد ہیں جو وہ آپس میں کرتے ہیں۔ تو ایمان اور دین کی نفی تغلیظ اور تاکید کے لیے ہے۔ اور دین و ایمان کامل مراد ہے۔ اور اگر امانت سے تکالیف شرعیہ مراد ہوں جن کا ذکر آیت کریمہ ان عرضتنا الا امانتنا (بیشک ہم نے ایک امانت پیش کی) اور عہد سے روز الست کا عہد مراد ہو جو پروردگار عالم نے بندوں سے حقوق ربوبیت کی حفاظت کے لیے یا تھا تو پھر حدیث کے الفاظ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کہ وہ فروع و اصول کے لحاظ سے عمل دین و ایمان کو شامل ہے۔ اس صورت میں کلام میں تکرار و تاکید تحقیق و پختگی کے لیے ہوگی۔ واللہ اعلم

الفصل الثالث

تیسری فصل

۳۱۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَا أَنْ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَرَّمَ

اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ - رواه مسلم -

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے
تھے۔ جس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آتش دوزخ
اس پر حرام کر دی۔

شرح :- (عن عبادہ بن الصامت) رضی اللہ عنہ۔ روایت ہے حضرت عبادہ (بضم عین و تخفیف با) بن الصامت جو کبرائے انصار اور ان کے نقباء میں سے ہیں کہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ من شہدا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه الناس جو شخص صدق و یقین سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان لایا اور اس کا اقرار کیا اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ حرام کر دیتا ہے۔ اس کی شرح گزشتہ حدیث معاذ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۔ وَعَنْ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ - رواه مسلم -

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ
یقین رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں
وہ جنت میں داخل ہوگا۔

شرح :- (وعن عثمان) رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین و ایمان کی حالت میں مرا (دخل الجنة) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اگرچہ گناہوں کی پاداش میں اسے کچھ وقت کے لیے دوزخ میں جانا اور عذاب برداشت کرنا پڑے۔ اور اس بات کی بھی امید ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں اور وہ دوزخ کے عذاب سے بالکل ہی محفوظ رہے۔

۳۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثِنْتَانِ مُوجِبَتَانِ - قَالَ رَجُلٌ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ قَالَ
مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا
دَخَلَ النَّارَ - وَمَنْ مَاتَ لَا
يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ
الْجَنَّةَ - رواه مسلم -

۳۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا
تُعَوِّدًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ
أَظْهَرْنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ
يَقْتَطِعَ دُونَنَا وَفَزَعَنَا فَقُمْنَا
فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ بَنِي النَّجَّارِ
فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَحَدٌ لَهُ بَابٌ
فَلَمْ أَجِدْ أَفَإِذَا رِبِيعٌ يَدْخُلُ
فِي جَوْنِ حَائِطٍ مِنْ بَيْتِ خَارِجِيَّةٍ
وَالرَّبِيعُ الْجَدُّ قَالَ فَاخْتَفَرْتُ
فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

علیہ وسلم نے فرمایا دو کام ایسے ہیں جن کی جزا اور بدلہ ثابت ہو کر رہتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دو چیزیں کونسی ہیں جن کی جزا بندے کو ضرور ملتی ہے۔ فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا تھا اور کفر میں مبتلا تھا وہ البتہ دوزخ میں جائے گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا اور جو شخص اس حال میں مرا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا تھا تو وہ مرتے ہی یا انجام کار جنت میں داخل ہوگا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور آپ نے آپس تشریف لانے میں دیر کر دی اور ہمیں خطر محسوس ہوا کہ آپ کہیں بالکل تنہا نہ ہو جائیں (اور آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے) اور ہم لوگ گھبرا گئے (اور آپ کی تلاش کے لیے) اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے گھبراہٹ محسوس کرنے والا شخص میں تھا۔ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ انصار کے قبیلہ بنی نجار کے باغ کے پاس پہنچا میں نے اس باغ کے ارد گرد چکر لگایا مگر مجھے اندر جانے کا دروازہ نہ ملا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ باغ سے باہر کنویں کی ایک نالی باغ کے اندر جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے اپنے جسم کو سیڑھا اور باغ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ نے دیکھ کر فرمایا ابو ہریرہ ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ میں ابو ہریرہ ہوں۔ فرمایا تمہارا کیا حال

نَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
مَا شَأْنُكَ قُلْتُ كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِنَا
نَقُمْتُ فَأَبْطَأْتُ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ
تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ
أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا
الْحَائِطَ فَأَحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ
الشَّعْلَبُ وَهُوَ لَاءِ النَّاسِ وَرَأَيْتُ
فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِي
تَعْلِيهِ فَقَالَ أَذْهَبُ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ
فَمَنْ أَقْيَاكَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ
يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا
قَلْبُهُ فَبَشَّرُوهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ
لَقِيَْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا
قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَضَوَّبَ عُمَرُ
بَيْنَ ثَدْيِي فَخَرَرْتُ لِاسْتَيْ فَقَالَ
ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِي عُمَرُ
وَإِذَا هُوَ عَلَى إِثْرِي فَقَالَ رَسُولُ

ہے (ادھر کیسے آئے ہو) میں نے عرض کی آپ ہمارے درمیان
تشریف فرما تھے پھر چانک آپ اٹھ کر آگئے اور واپس پہنچنے میں
آپ نے دیر کر دی جس سے ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ آپ کہیں
بالکل تنہا اور اکیلیے رہ جائیں اور دشمن آپ کو گزند پہنچائے
اس خیال سے ہم لوگ گھبرا گئے۔ اور سب سے یہ گھبراہٹ
جسے لاحق ہوئی وہ میں تھا۔ تو میں اس باغ میں آیا۔ اور جس طرح
لوٹری اپنا جسم سکیڑ لیتی ہے اس طرح میں اپنا جسم سکیڑ کر اندر
داخل ہوا اور باقی لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں اس پر آپ نے
اپنا جو تا مبارک مجھے دیتے ہوئے فرمایا اسے ابو ہریرہ میری یہ
نعلیں تشریف لے کر جاؤ اور اس باغ کے باہر پیچھے آنے والا اور
یقین قلبی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والا جو شخص بھی
مجھے ملے، اسے جنت کی بشارت دے۔ تو سب سے پہلے جو شخص
مجھے ملا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے
دیکھ کر فرمایا یہ کس کے نعلیں مبارک ہیں میں نے کہا یہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کے نعلیں تشریف ہیں آپ نے یہ دے کر مجھے
بھیجا ہے۔ کہ یقین قلبی کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت
دینے والے جس شخص سے بھی میں ملوں۔ اسے جنت کی بشارت
دوں (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر تھپڑ
مارا جس سے میں اپنی سیرین کے بل گہڑا اور فرمایا اسے ابو ہریرہ
واپس لوٹ چل تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس میں واپس لوٹ آیا۔ اور میں نے روتے ہوئے حضور کے
پاس آکر پناہ لی۔ اور حضرت عمر بھی مجھ پر چڑھے ہوئے (میرے ساتھ
ساتھ میرے پیچھے ہی آ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللہ مَآئِدَ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ قُلْتُ لَقِیْتُ
عُمَرَ فَاخْبَرْتُهُ بِالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِہِ
فَضْرَبَ بَیْنَ شَدَیْ صَوْبَةً خَرَرْتُ
رِیْسَتِیْ فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ یَا عُمَرُ مَا
حَمَلَاکَ عَلٰی مَا فَعَلْتَ قَالَ یَا رَسُولَ
اللّٰہِ یَا بَیُّ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَبَعَثْتَ
اَبَا هُرَیْرَةَ بِنَعْلَیْکَ مَنْ لَقِیْ
کِشْہَدَانِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
مُسْتَبْقِیًّا بِہَا قَلْبِہُ بَشَرَةً
بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعُوْ قَالَ لَا تَفْعَلْ
فَاِنِّیْ اَخْشِیْ اَنْ یَّتَّکِلَ النَّاسُ
عَلِیْہَا فَاَخْلٰہُمْ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَسُولُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ فَاَخْلٰہُمْ۔

رواہ مسلم۔

فرمایا ابو ہریرہ کیا ہوا میں نے عرض کی کہ میں عمر سے ملا اور انہیں
وہ بشارت دی جس کے دینے کے لیے آپ نے مجھے بھیجا انہوں
نے (نوجوان سن کر) میرے سینے پر تھپڑ مارا ہے جس سے میں اپنی
سیڑی کے بل گر پڑا ہوں۔ اور مجھے کہا کہ واپس لوٹ چل۔ (اس
پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عمر تجھے اس فعل پر
کس چیز نے آمادہ کیا۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ میرے
ماں باپ آپ پر نڈا اور قربان ہوں۔ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنا
جو تا مبارک دے کر یہ بشارت دینے کے لیے بھیجا ہے کہ جو شخص
بھی یقین قلبی کے ساتھ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اسے
جنت کی بشارت دے۔ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت عمر نے عرض کی
آپ ایسا نہ کہیں کہ بیشک مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر
لیں گے (عمل کرنا چھوڑ دیں گے) لوگوں کو رہنے دیں کہ عمل
میں مہروں رہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھیک
ہے، اسی حال میں لوگوں کو رہنے دے۔

شرح: (رو عن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال کنا قعوداً حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ (و معنا ابو بکر و عمر)
حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ تھے (فی نفی) ایک جماعت و گروہ کی صورت میں نفر کا لفظ آدمیوں کی تین
سے دس تک کی جماعت پر بولا جاتا ہے اور مطلق قوم و جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم) تو آپ اٹھے اور باہر نکل گئے۔ (من بین اظہرنا) ہمارے درمیان سے۔ (اظهر بفتح ہمزہ و سکون ظاء و ضم ہاء و طبر کی جمع
ہے بمعنی پشت چونکہ جو شخص چند افراد کے درمیان بیٹھا ہوتا ہے۔ وہ دراصل ان کی پشتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ کہ ہر فرد کی
پشت اس سے ایک طرف کو ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں لفظ ظہر میں مدد و قوت حاصل کرنے کا معنی بھی ہے۔ جو شخص کسی
قوم و جماعت کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ عرب یہ لفظ دیے ہی کلام میں

استعمال کر دیتے ہیں اس کا معنی مراد نہیں ہوتا بظاہر اس لفظ کا معنی یہ بنتا ہے کہ حضور ہماری پشتوں کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ یعنی ہمارے درمیان سے۔ زبان عرب میں یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ (فابطا علینا) تو آپ نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کر دی۔ اور کافی وقت گزر گیا کہ آپ واپس تشریف نہ لائے۔ (دخشنا ان یقطع دوننا) اور ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ کیس دشمن وغیرہ آپ کو تنہا دیکھ کر پکڑ لے۔ اور تکلیف پہنچا صراح میں ہے اقتطاع کسی چیز سے ٹکڑا جدا کرنا۔ (دفعنا) خشیت اور فزع دونوں کا غالباً ایک ہی معنی ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ خشیت دل کے ڈر اور خوف کو کہتے ہیں۔ اور فزع وہ ڈر ہے جس کا اثر ظاہر جسم پر بھی محسوس ہو۔ جیسے اٹھ کھڑا ہونا اور فکر و تلاش کرنا۔ (فقمنا) تو ہم ساری کی ساری جماعت اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی ڈھونڈ پڑتاں شروع کر دی۔ بیت

نشست آل دبیر جانی بجا نم ہم چو جاں در تن اگر یکدم جدا افتاد جان از تن بروں آید

ترجمہ۔ وہ دبیر جانی میری جان میں جان کی طرح ہر وقت موجود ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس سجداتی واقع ہو جائے تو جسم سے جان نکل جائے گی۔

(فکنت اول من فزع) سب سے پہلے شخص جسے یہ ڈر لاحق ہوا، اور اٹھ کھڑا ہوا میں تھا۔ اس عبارت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت و التجاء مفہوم ہوتی ہے۔ فی الحقیقت ایسا کیوں نہ ہو جب کہ غریب و بے بس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضور کی جناب اور آپ کے لطف و کرم کے سوا اور کوئی پشت و پناہ اور ملجاء و مادی نہ تھی۔ بیت

جز آستان توام در جہاں پناہ نیست سر را بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

ترجمہ۔ تیرے آستانے کے سوا جہاں میں میری کوئی جائے پناہ نہیں۔ تیرے در کے سوا کوئی جگہ نہیں جس کے حوالے اپنا سر کروں۔

(نخرجت ابنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ (حتیٰ آیت حائط الانصار) یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں پہنچا (بنی النجاں جو بنی بخار کی ملکیت تھا۔ بنی بخار انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ حائط۔ دراصل اس دیوار کو کہتے ہیں جو باغ کے ارد گرد ہوتی ہے۔ پھر اس کا اطلاق باغ پر بھی کر دیتے ہیں۔ گو یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قیاس اور کسی قرینہ و علامت سے معلوم ہو گیا کہ آپ اس باغ میں تشریف فرما ہیں۔ بلکہ حضور کے جمال کی خوشبو نے نسیم آپ کے مشام محبت کو پہنچی جس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ آپ اس باغ میں تشریف رکھتے ہیں۔ بیت

رفت بہ ہونے سر زلف تو خلقے پنچمن در نہ کے بوئے نسیم سحری بود غرض

ترجمہ۔ لوگ تیری زلف کی خوشبو کے خیال میں چین کی طرف گئے۔ در نہ بوئے نسیم سحری سے کسی کو کوئی غرض و مطلب نہیں۔

(خدرت بہ ہل اجدلہ بابا) اور باغ کے گرد چکر لگایا کہ شاید کسی جانب دروازہ ملے تو اندر جاؤں۔ (فلم اجدلہ) تو مجھے کوئی دروازہ نہ ملا۔ شاید اس کا دروازہ بند تھا۔ یا وہ قلعہ و اضطراب جو اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ کو لاحق تھا اس کی وجہ سے دروازہ دکھائی نہ دیا۔ (فاذا ربیع یدخل فی جوف حائطہ) ارد گرد چکر کاٹنے کے دوران مجھے ایک چھوٹی سی نہر دکھائی دی جو دیوار کے درمیان سے باغ میں داخل ہو رہی تھی۔ (من بئر خارجۃ) ایک بیرونی کنویں سے۔ بعض نے کہا ہے کہ خارجۃ ایک آدمی کا نام ہے جس کا یہ کنواں تھا۔ پہلے معنی کے مطابق لفظ بئر اور خارجۃ تنویں کے ساتھ اور دوسرے معنی کے مطابق بئر مجرور اور خارجۃ بفتح پڑھا جائے گا۔ (والربیع المجدول الربیع چھوٹی نہر کو کہتے ہیں۔ یہ راوی نے تفسیر کی ہے۔) (قال) حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (فاحتفرت) میں نے اپنے ہاتھ پاؤں سیٹے تاکہ اس چھوٹی سی نہر میں گھس کر اندر جا سکوں صراح میں ہے احتفاز فادرا بمعجم کے ساتھ اپنے آپ کو اکٹھا کر لینا، سر و پاؤں سمیٹ کر بیٹھنا (فدخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا (نقال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر بطور تعجب واستغمام فرمایا (ابوہریرۃ) تو ابو ہریرہؓ ہے۔ باغ کا دروازہ بند ہونے کے باوجود حضرت ابو ہریرہؓ کے باغ کے اندر داخل ہو جانے پر حضور کو تعجب ہوا۔ یا اس بنا پر آپ کو تعجب لاحق ہوا کہ آپ اُس وقت نزول وحی کے سبب حالت استغراق میں تھے۔ اور اپنی ذات اور عالم دنیا سے غائب تھے اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ کو نہ پہچانا۔ (فقلت نعم یا رسول اللہ) میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں ابو ہریرہؓ ہوں۔ (قال ما شانک) فرمایا تیرا کیا حال ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اور یہاں کس طرح آ پہنچا ہے۔ (قلت کنت بین اظہرنا فابطات علینا فغشینا ان تققطع دوننا ففرعنا فکنت اول من فرزع فانیت ہذا الحائط) حضرت ابو ہریرہؓ نے پورا قصہ بیان کیا اور صورت حال واضح کی اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اچانک اٹھ کر آگئے اور ہمارے واپس پہنچنے میں آپ نے دیر کر دی یہیں ڈر لاحق ہوا کہ آپ کو کوئی دشمن تکلیف نہ پہنچائے۔ اور ہم لوگ آپ کے پاس نہ ہوں۔ اس لیے ہم سب لوگ آپ کی تلاش کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے اول مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا۔ تو میں باغ میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ (فاحتفرت) میں سکڑ کر چھوٹی نہر میں سے اس طرح باغ کے اندر داخل ہوا ہوں جس طرح لومڑی سکڑ کر اپنے سوراخ میں داخل

ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پورا قصہ بیان کرنے میں، جدائی کے صدمہ کی شکایت کرنے اور کسی تکلیف دہ چیز سے ڈرنے میں دراصل کمال محبت و دوستی کا اظہار ہے نیز ظلمت میں آگھنے اور گستاخی کرنے کی معذرت پر شتمل ہے۔ (دھولاء الناس ورائی) اور یہ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ (فقال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یا اباہریرۃ) (اعطانی نعلیہ) اے ابو ہریرہ اور اپنی نعلین مبارک بھی آپ نے مجھے عطا فرمائی تاکہ اس بات کا نشان ہو کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آ رہا ہوں۔ نعلین شریف دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت نشان کے طور پر دینے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہوگی۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ مناسبت یہ بیان کی ہے۔ کہ نعلین شریف دینے میں سہولت اور آسانی کا ذریعہ ہے، اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت آسانی فراہم کرنے اور سہولت دینے کے لیے ہے۔ اور آپ کا کام آسانی فراہم کرنا ہے۔ نیز اس میں کلمہ طیبہ کی شہادت کے بعد ثابت قدمی اور استقامت کی بشارت ہے۔ جیسے فرمایا (منت باللہ ثم استقم) (میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہا) (فقال اذهب بنعلی ہاتین) اور فرمایا میرے یہ نعلین شریف لے جاؤ (فمن لقیك من وراء هذا الحائط) جو شخص بھی تجھے اس باغ کے پیچھے (یشہدان لا الہ الا اللہ) کلمہ طیبہ کی گواہی دینے والا ہے (صدق دل سے اس کلمہ کی گواہی دینے والا) (بشرہ بالجنة) تو اسے بہشت کی بشارت دے۔ یعنی اسے اس بات کی اطلاع دیدے کہ جو بھی اس صفت کا آدمی ہو، بہشتی ہے۔ (فکان اول من لقیتم عمر) پھر سب سے اول جو شخص مجھے ملا وہ حضرت عمر تھے رضی اللہ عنہ (فقال) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ما ہاتان النعلان یا اباہریرۃ) اے ابو ہریرہ یہ نعلین مبارک کس کے ہیں۔ (قلت ہاتان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہاں) یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف ہیں۔ یہ دے کر آپ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ (من لقیتم یشہدان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ) ایسے جس شخص سے بھی میری ملاقات ہو جو صدق دل سے اس کلمہ طیبہ کی شہادت دگواہی دیتا ہو۔ (بشرہ بالجنة) میں اسے جنت کی بشارت دوں۔ (فضرب عمر بن شدی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے دونوں پستانوں کے درمیان تھپڑ مارا (فخوت لستی) تو میں اپنی سرین کے بل زمین پر گر گیا۔ (فقال ارجع یا اباہریرۃ) اور فرمایا اے ابو ہریرہ واپس لوٹ جا۔ (فرجعت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹ آیا۔) (فاجہشت بالکاء) اور میں نے روتے ہوئے حضور کے پاس پناہ لی۔ جہش و اجہاش رونے کے ارادے سے کسی آدمی کا کسی کے پاس پناہ لینا۔ جس طرح بچہ اپنی ماں کے پاس جاتا

ہے۔ صراح میں ہے جنت کسی کے سامنے رونا اور رونے کا ارادہ کرنا۔ اجمشت و جمشت مزید و مجرد دونوں طرح مروی ہے (در کتب عم) اور حضرت عمر بھی میرے اوپر چڑھے ہوئے آگئے (واذا هو علی اثری) میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ بھی مجھے اپنے پیچھے کھڑے نظر آئے۔ اثر بکسر ہمزہ سکون ثا مثلثہ اور ہمزہ و ثاء مثلثہ دونوں کے فتح کے ساتھ دونوں روایتیں ہیں اور دونوں لغات فیصح میں (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مالک یا باہرہ) اے ابو ہریرہ تجھے کیا ہوا ہے۔ اور تو کیا کر رہا ہے۔ اور کیوں رو رہا ہے (قلت) میں نے عرض کی (لقتی عمر) حضرت عمر میرے سامنے آئے (فاخبرته بالذی بعثنی میں نے ان کو اس بشارت سے آگاہ کیا جس کے لیے آپ نے مجھے بھیجا۔ یعنی ہر اس شخص کو بشارت دینے کے لیے جو کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو۔ (فصوب بین ثدی ضوبۃ فخرت لاسی) تو انہوں نے میرے دونوں پستانوں کے درمیان زور سے تھپڑ مارا ہے جس سے میں اپنی سرین کے بل گر پڑا ہوں۔ (فقال ارجع) اور کہا واپس لوٹ چل۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یا عمر ما حملک علی ما فعلت) اے عمر تجھے کس چیز نے اس فعل پر آمادہ کیا کہ تو نے ابو ہریرہ کو مارا بھی اور واپس بھی لوٹا دیا۔ (قال) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ بابی انت واقعی) میرے ماں باپ آپ پر فدا (ابعثت اباہریرۃ بنعلیک) کیا آپ نے اپنے نعلین شریف دے کر ابو ہریرہ کو بھیجا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے۔ (من لقی یشہدا ان لا الہ الا اللہ مستیقناً بما قلبہ بشرہ بالجنۃ) کہ جو شخص بھی صدق دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا ملے۔ اُسے جنت کی بشارت دے۔ (قال نعم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے اسے بھیجا ہے۔ کہ اس کی بشارت دیدے۔ (قال فلا تفعل) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیں۔ (فانی اخشی ان یتکل الناس علیہا) کہ بیشک مجھے اس کا ڈر ہے کہ لوگ اس پر یعنی اس بشارت پر یا صرف یہ کلمہ کہہ لینے پر تکیہ کر لیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (فخلفہم یعلمون) لوگوں کو چھوڑ دیں کہ عمل میں مصروف رہیں۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخلہا) اگر تجھے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینے میں مصلحت نظر آتی ہے تو ٹھیک ہے انہیں یہ بشارت نہ دے۔

سوال :- یہ کہاں جائز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے کام سے روک دیں جس کے کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ کو واپس لوٹا دیں۔ اور انہیں اس بات کا پابند کر دیں کہ وہ بشارت نہ دیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کر چکے تھے کہ بشارت دینے کا حکم ضروری نہیں۔ بلکہ یہ بشارت صرف اہل ایمان کے دل خوش کرنے کے لیے ہے۔ اور اگر وہ یہ بشارت سن لیں گے تو صرف اسی پر اعتماد کر لیں گے۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے جیسا کہ خود حضور نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اذایتکلو لیکن محبت و اخلاص کے احساس کے تحت اہل اسلام پر غایت رحمت و شفقت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بشارت دینے پر آمادہ ہو گئے تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر وہ مصلحت آپ کے ذہن شریف میں تازہ ہو گئی اس لیے حضرت عمر کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے فرمایا ہاں رہنے دے تاکہ لوگ عمل میں مشغول رہیں۔ ورنہ اگر بشارت کا یہ حکم و جوبی اور ضروری ہوتا تو آپ نے یہ بشارت دینے کے وقت تخلیہ کیوں اختیار فرمایا اور بشارت دینے سے کیوں روک لیا۔ خوب سمجھ لے۔ وباللہ التوفیق۔

۳۵۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ رواه احمد۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی چابیاں لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔

شرح :- (وعن معاذ بن جبل) رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح الجنۃ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ)۔ جنت کی چابیاں اس کلمہ طیبہ کی شہادت اور گواہی دینا ہے۔ مفاتیح کا لفظ جمع لانا اہل ایمان کے افراد کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ہر مومن فرد کی شہادت اس کے لیے جنت کی چابی ہے تو جس قدر اہل ایمان کے افراد ہیں اسی قدر چابیاں ہیں۔ یا اس لیے کہ جنتیں متعدد ہیں۔ اس لیے اس کی چابیاں بھی متعدد ہوں گی۔ یا مبالغے کے طور پر کلمہ جمع فرمادیا گیا اس کلمہ شہادت کا ہر جزو چابی ہے۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

۳۶۔ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوِّفِيَ حَزَنُوا عَلَيْهِ حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوسِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَكُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ مَّرَّ عَلَى عُمَرَ وَسَلَّمَا فَلَمَّا أَشْعُرُ بِهِ
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر صحابہ کرام میں سے بعض حضرات نے سخت غم و صدمہ محسوس کیا یہاں تک کہ بعض کو دوسرے لاحق ہوتا شروع ہو گیا۔ حضرت عثمان کھٹے ہیں میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو دوسرے کا شکار ہوئے۔ اس اثناء میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت عمر کا میرے پاس سے گزر

فَاشْتَكَى عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ عَلَى
جَمِيعًا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا هَذَا
أَنْتَ لَا تُرَدُّ عَلَى أَخِيكَ عُمَرَ سَلَامًا
قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلَى
وَاللَّهِ لَقَدْ فَعَلْتُ قَالَ قُلْتُ وَاللَّهِ
مَا شَعَرْتُ أَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَمْتُ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ قَدْ
شَغَلَكَ عَنْ ذَلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ
أَجَلُ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ كَوْنِي اللَّهُ
تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةٍ هَذَا
الْأَمْرُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَدْ سَأَلْتَهُ
عَنْ ذَلِكَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ وَقُلْتُ
لَهُ يَا أَبِی أَنْتَ وَأَقْبَى أَنْتَ أَحَقُّ
بِهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا نَجَاةٌ هَذَا الْأَمْرُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قِيلَ مِنِّي الْكَلِمَةُ الَّتِي عَرَضْتُ
عَلَى عَمِّي فَدَرَدَهَا نَوَّالٌ لَمْ يَنْوَأْ

رَوَاهُ أَحْمَدُ

ہوا انہوں نے مجھے سلام کہا (لیکن ذہن پر صدمے کے اثر کے باعث)
مجھے اس کا پتہ نہ چلا (اور میں نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا)
جس کا شکوہ آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ پھر یہ
دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے
اگر مجھے السلام علیکم کہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے
پوچھا تو نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ میں نے
کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
اللہ کی قسم تو نے ایسا ضرور کیا ہے۔ حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے
کہا اللہ کی قسم مجھے آپ کے میرے پاس آنے اور سلام کہنے کا
شعور نہ ہو سکا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان سچ
کہتا ہے۔ بیشک تجھے ایک چیز نے سلام کا جواب دینے سے
مصرف و مشغول رکھا میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کونسی چیز ہے۔ میں نے کہا قبل اس
کے کہ ہم لوگ اس چیز سے نجات کے بارے میں حضور سے
پوچھتے آپ وصال فرما گئے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا میں نے حضور
سے اس چیز سے نجات پانے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔
(یہ سن کر) میں حضرت ابو بکر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے
ان سے کہا میرے ماں باپ آپ پہ قربان آپ اس چیز کے متعلق
دریافت کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا میں
نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اس چیز (عذاب آخرت) سے نجات پانے
کا کیا طریقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری طرف
سے وہ کلمہ قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا اور اس نے اسے
رکھ دیا تھا تو وہ کلمہ اس کے لیے نجات ہے۔

شرح :- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کتاب کے آخر میں مناقب خلفاء میں مذکور رہوں گے۔

(وعن عثمان رضی اللہ عنہ قال) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں (ان رجالا من

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی حزنوا علیہ) بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر آپ کے صحابہ میں

سے کچھ لوگ غم و صدمہ میں ڈوب گئے۔ (حتی کا بعضہم یوسى یہاں تک کہ قریب تھا کچھ لوگ و سوسہ میں مبتلا ہو جائیں۔ و سوسہ

حدیث نفس کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے و سوسہ نفس و شیطان کی اس بات کو کہتے ہیں جس میں کوئی نفع اور بہتری نہ ہو۔ یوسوس

بکسرہ و افتتانی ہے فتح واثر کے ساتھ پڑھنا خطا ہے۔ اور و سوسہ میں پڑ گیا اور دوسرے کو و سوسہ میں ڈالا، کے معنی میں بھی آتا

ہے۔ (قال عثمان و کنت منهم) حضرت عثمان کہتے ہیں اور میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو و سوسہ میں مبتلا ہونے کے

قریب تھے۔ (فبینا انا جالس مر علی عمار) اس دوران کہ میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت عمر میرے پاس سے گزرے۔

(وسلو) اور مجھے سلام کہا۔ (فلما اشعربہ) تاہم مجھے حضرت عمر ان کے گزرنے اور سلام کہنے کا پتہ نہ چلا۔ (فاشتکی عمر الی

ابی بکر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کا گلہ کیا۔ (ثما قبل حتی سلما علی جمیعاً)

پھر یہ دونوں حضرات تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کہا۔ (فقال ابو بکر ما حملک علی ان لا ترد علی خلیک عمر

سلامہ) حضرت ابوبکر نے فرمایا تو نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ (قلت ما فعلت) میں نے کہا کہ

میں نے تو ایسا نہیں کیا کہ سلام کا جواب نہ دیا ہو۔ یعنی مجھے علم نہیں کہ میں نے ایسا کیا ہو۔ (فقال عمر بلی واللہ لقد فعلت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم تو نے ایسا ضرور کیا ہے۔ (قال قلت) حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے حضرت عمر

سے کہا واللہ ما شعرت انک مررت لاسمتہ) اللہ کی قسم مجھے بالکل پتہ نہ چلا کہ آپ گزرے ہیں اور آپ نے سلام کہا ہے۔

(قال ابو بکر صدق عثمان) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست اور حضرت عثمان کی بات پر وثوق کرتے ہوئے فرمایا

عثمان سچ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عثمان کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ مبارک میری طرف کیا اور مجھ سے

ہم کلام ہوتے ہوئے فرمایا (قد شغلت عن ذلک امر) اے عثمان! مجھے ایک عظیم بات نے حضرت عمر کے گزرنے اور

ان کے سلام کہنے کا علم نہ ہونے یا (فقلت اجل) میں نے کہا یہی بات ہے جو آپ نے بیان کی ہے کہ مجھے ایک عظیم بات

نے اس سے باز رکھا۔ (قال) حضرت ابوبکر نے فرمایا (ما هو) وہ عظیم بات کیا ہے (قلت) میں نے کہا (توفی

اللہ ننبیہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی۔ (قبل ان نسألہ عن نجات

هذا الامر) اس سے پہلے کہ ہم آپ سے اس عظیم بات سے نجات حاصل کرنے کا پوچھتے۔ (قال ابو بکر قد سئلته

عن ذلک) حضرت ابوبکر نے فرمایا بیشک میں نے حضور سے اس کے بارے میں پوچھا تھا (فقلت الیہ) تو میں کھڑا

ہو گیا اور ان کے قریب چلا گیا۔ (قلت لہ بابی انت واقعی) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ (انت احق بہا) آپ حضور کے ساتھ کمال قرب، علم حاصل کرنے کی حرص و چاہت اور خصوصیت سے حضور کے محرم اسرار ہونے کی بنا پر اس نجات، اس امر عظیم اور اس کے دریافت کرنے کے زیادہ لائق ہیں (قال) حضرت ابو بکر نے کہا (قلت) میں نے کہا (یا رسول اللہ ما نجاہ هذا الامر) یا رسول اللہ اس امر (عذاب آخرت) سے نجات کی کیا صورت ہے۔ (فقال) تو حضور نے فرمایا (من قبل منی الکلمۃ التي عرضت علی امی) جس شخص نے وہ کلمہ قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا ابو طالب پر پیش کیا (فردھا) اور اس نے وہ کلمہ قبول نہ کیا۔ (فہی لہ نجاہ) تو وہ کلمہ اس کے لیے نجات ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ نجاہ هذا الامر کے الفاظ کی شرح میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہو سکتا کہ اس امر سے مراد دین مراد ہو۔ یعنی دین میں آتش دوزخ سے نجات اور خلاصی دینے والی چیز ہے۔ یا امر سے مراد وہ اعمال بدہوں جن میں لوگوں کی اکثریت مبتلا ہے۔ جیسے فریب شیطان، حب دنیا، خواہشات و شہوات نفسانی میں پھنسا رہنا اور معاصی کا ارتکاب ان سب سے نجات کی کیا صورت ہے۔ فرمایا اس کلمہ طیبہ کی دل سے تصدیق آتش دوزخ سے نجات کا سبب ہے۔ اور ہمیشہ اس کا درد ذکر صفائی قلب اور طہارت باطن کا موجب ہے۔ اور دل کی صفائی اور باطن کی طہارت غرور و فریب شیطان کے دفع کرنے، نہ ہر اور حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے انتہی۔

پوشیدہ نہ رہے کہ علامہ طیبی کی بیان کردہ ان دو وجہوں میں سے وجہ اول اس وجہ سے مخدوش ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود روایت کی ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پر یقین رکھتے ہوئے مرتا ہے وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اس لیے وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز نہ پوچھ سکا جو دین میں آتش دوزخ سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ پھر اس وجہ سے بھی اس تو جہیہ کی کیا گنجائش ہے جو دین کی اولین باتوں میں سے ہو اور حضرت عثمان کو معلوم نہ ہو۔ الایہ کہ مصیبت وفات کی بہشت اور شدت حیرت کی بنا پر وقتی طور پر آپ کو اس کا ذہول ہو گیا ہو۔

اس کے باوجود درست تو جہیہ یہ ہے کہ دوسرے شیطان سے نجات مراد ہے۔ جیسا کہ سیاق حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا۔ حضرت عمر نے ان کو سلام کہا مگر انہوں نے آپ کے سلام کا جواب نہ دیا اس کی شکایت حضرت عمر نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے کی۔ جس پر حضرت ابو بکر نے حضرت عثمان سے دریافت فرمایا تم نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا حضرت عثمان نے کہا خدا کی قسم میں نے ان کا سلام نہ سنا۔ اس وقت میں اپنے جی سے کوئی بات کر رہا

تھا فرمایا تم اپنے جہ میں کیا بات کر رہے تھے۔ عرض کیا شیطان کے خلاف کہ وہ میرے نفس میں پاپے ایسے دوسو سو ڈالتا ہے۔ کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے سب مجھے دے دیا جائے تب بھی میں انہیں نہ بان پر لانا پسند نہیں کرتا۔ جب شیطان نے میرے نفس میں ایسا ہی دوسو سو ڈالا تو میں نے اپنے جہ میں کہا کاش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا کہ ان دوسو سوں سے کس طرح نجات مل سکتی ہے۔ جو شیطان ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی اور پوچھا تھا کہ ہم لوگ شیطان پر ہوسوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ان دوسو سوں سے وہ کلمہ نجات عطا کرتا ہے۔ جو میں نے اپنے چچا کی موت کے وقت اس کے سامنے پیش کیا مگر اس نے قبول نہ کیا۔ اسے ابو یعلیٰ نے اپنے مسند میں روایت کیا۔ اور امام بو صیری نے زوائد العشرة میں فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی کی جمع الجوامع میں ہے۔ اور ہمارے حدیث کے شیخ المشائخ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یوسوس کی شرح میں فرمایا یہاں دوسو سے مراد جس میں لوگ مبتلا ہونے کے قریب ہو گئے تھے۔ یہ ہے کہ شاید آپ کی وفات کے بعد دین ختم ہو جائے گا۔ اس کے انوار بکھر جائیں گے اور اس کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ خوب غور سے سمجھو۔

۳۷۔ وَعَنِ الْبِقْدَادِ اِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا

يَبْقَىٰ عَلَىٰ كَهْفِ الْاَرْضِ بَيْتٌ مِّنْ دَارِ

وَلَا دَبْرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ

يُعِزُّ عَزِيْزٍ وَذَلَّ ذَلِيْلٍ اِمَّا يَرْزُقُهُمُ

اللّٰهُ فَيَجْعَلُهُم مِّنْ اَهْلِهَا اَوْ يَذِيْلُهُمُ

فَيَذِيْلُوْنَ لَهَا قُلْتُ فَيَكُوْنُ الدِّيْنُ

كَلِمَةً لِلّٰهِ - رواه احمد

اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روئے

زمین پر کوئی بختہ یا کچا مکان نہ رہے گا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کلمہ

اسلام کو داخل کر کے رہے گا۔ عزت والے کی عزت کے ساتھ

اور قلت والے کی ذلت و خواری کے ساتھ۔ یا تو انہیں اللہ

تعالیٰ عزت عطا کرے گا۔ تو انہیں اس کلمہ اسلام کا اہل بنا

دے گا۔ یا انہیں ذلیل کرے گا اور انہیں مجبوراً اس کلمہ کی اطاعت

قبول کرنا پڑے گی حضرت مقداد کہتے ہیں تو پھر دین سب کا

سب اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا۔

شرح:۔ تذکرہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔ حضرت مقداد بن الاسود فضلاء و نجباء صحابہ میں سے ہیں۔

تقدیم الاسلام میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ آپ کو ابن الاسود اس لیے کہتے ہیں کہ اسود نامی شخص کے حلیف یا پردہ تھے۔ درحقیقت آپ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ کنذی ہیں آپ کا قدرے

تفصیل سے ذکر کتاب کے آخر اسمائے اہل بدر میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روعن المقداد انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا (لا یبقی علی ظہر الارض) نہ باقی رہے گا روئے زمین پر (بیت مدہ ولادبر) اینٹ کا بنا ہوا مکان اور نہ خیمے کا مکان مگر بنجیم دال ہملہ۔ اینٹ، مٹی کا روڑہ۔ وزیر بفتح واو موحده اوں۔ یعنی خیمہ۔ بیت مدہ سے شہر اور بستیاں مراد ہیں اور بیت دبر سے جنگلات و صحراء مراد ہیں جو خیموں میں رہنے والوں کی جگہ ہے جیسا کہ باریہ نشینان عرب کی عادت ہے۔ تو حضور فرماتے ہیں کوئی جگہ نہ رہے گی کیا شہر کیا گاؤں اور کیا بادیہ اور صحراء الا اذ حذو اللہ کلمۃ الاسلام، مگر یہ کہ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس میں کلمۃ اسلام مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں اسم اللہ جل و علا صراحتہ مذکور ہے۔ جیسا کہ یہاں ہے (بعز عن یز و ذل ذلیل) اللہ تعالیٰ اس کلمہ کو ہر گھر میں داخل کرے گا جو عزت والا بننا چاہتا ہے اسے اس کلمہ کے سبب عزت دے کر اوپر ذلت و خواری میں رہنا چاہتا ہے اسے خوار رکھ کر جیسا کہ فرمایا (اما یعزھو اللہ) یا تو ان اہل خانہ کو اللہ تعالیٰ عزیز و غالب کرے گا۔ (فیجعلہم من اہلہا پس انہیں اس کلمہ کا اہل اور اسی پر ایمان کی توفیق عطا کرے گا۔ (ادین لہم) یا انہیں خوار و ذلیل کرے گا۔ (فیدینون لہا) تو وہ ذمی بن کر اور جزیہ قبول کر کے اس کلمہ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں گے۔ جب یہ کلمہ ہر گھر میں داخل ہو جائے گا تو اقلیت، حضرت مقداد فرماتے ہیں میں نے کہا۔ (فیكون الدين كلمة لله) پھر سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے گا اور باقی تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔ لوگ خوش ہوں یا ناخوش۔

۳۸۔ وَعَنْ وَهْبِ بْنِ مُنْبِهٍ قِيلَ لَهُ أَلَيْسَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُفْتَاخُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلَى وَبَكْرٌ لَيْسَ مُفْتَاخُ إِلَّا وَلَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِدْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فِيمَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يَفْتَحْ لَكَ۔ رواه البخاری فی ترجمۃ الباب۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ سے کہا گیا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں انہوں نے کہا ہاں۔ لیکن ہر چابی کے دندان ہوتے ہیں اگر تو ایسی چابی لائے گا جس کے دندان ہوں گے تو دروازہ کھلے گا ورنہ نہ کھلے گا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا۔

مشرح: یہ تذکرہ وہب بن منبہ۔ منبہ بضم میم و فتح زین و تشدید باء مکسورہ۔ آپ صنع الجہنم سے ہیں۔ تابعی ثقہ ہیں یمن کے قاضی تھے۔ ۱۴۱ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

(روعن وہب بن منبہ) رضی اللہ عنہ۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قيل له)

آپ سے کہا گیا جب کہ آپ لوگوں کو عمل کی ترغیب اور گناہ چھوڑنے کی تاکید کر رہے تھے۔ (الیس لا الہ الا اللہ مفتاح الجنۃ) کہا کلمہ لا الہ الا اللہ بہشت کی چابی نہیں ہے جس کے ساتھ جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ لہذا صرف یہی کلمہ کافی ہے۔ اعمال بجا لانا کوئی شرط نہیں۔ (قال بلی) دہب بن منبہ نے کہا یہ کلمہ ضرور جنت کی چابی ہے (ولکن لیس مفتاح الاولہ اسنان) لیکن کوئی چابی نہیں ہوتی مگر اس کے دندانے ہوتے ہیں۔ (خان جنت بمفتاح لداسنان فتح لك) اگر تو ایسی چابی لائے گا جس کے دندانے ہوں تو تیرے لیے دروازہ کھلے گا۔ (والا لو یفتح لك) ورنہ تیرے لیے دروازہ نہ کھلے گا۔ اسنان (دندانوں) سے نیک اعمال کی طرف اشارہ کیا۔ تاکہ سابقین و مقربین کے ساتھ جنت میں داخلے کے سلسلے میں کریم ذات کے وعدہ کا یقین اور مقرب بندوں کے مراتب و درجہ پانے کی سعادت نصیب ہو۔ مقصود اعمال کی بجائے کسی کی تاکید و ترغیب ہے۔ (رداۃ البغاری فی ترجمۃ الباب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ترجمہ باب میں بیان کی ہے اور ان کی تعلیقات میں سے ہے۔ تعلیق کا معنی مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۳۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِنْ سَبْعُمِائَةٍ ضَعُفَ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتَّى يَفْقِيَ اللَّهَ - مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص اچھے طریقے سے اسلام لے آتا ہے۔ تو پھر وہ جو نیکی بھی کرتا ہے اس کا اجر دس سے سات سو تک لکھا جاتا ہے۔ اور انسان جو برائی کرتا ہے۔ تو وہ ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ خدا سے جا ملتا ہے۔

شرح: (وعن ابی ہریرۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احسن احدكم اسلامه) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص اچھے طریقے سے اسلام لے آتا ہے۔ یعنی صدق و اخلاص سے ایمان قبول کر لیتا ہے۔ (فكل حسنة يعملها تكتب له بعشر امثالها) تو پھر وہ جو نیکی بھی کرتا ہے وہ دس سے (الی سبعمائۃ ضعف) سات سو تک لکھی جاتی ہے۔ ضعف یکسر فاد بمعنی مثل (وكل سيئة يعملها تكتب بمثلها) اور جو وہ بُرا عمل کرتا ہے۔ اس کی ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک نیکی کی جزا اسے دس سے سات سو تک اس کے صدق و اخلاص وغیرہ کے مطابق ملتی ہے۔ (حتى يلقى الله) یہاں تک کہ خدا تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ یعنی تا دم مرگ خدا سے ملاقات موت سے کنایہ ہے۔

۴۰۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْإِيمَانُ قَالَ إِذَا سَوَّيْتُكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتُكَ سَيِّئَتُكَ فَإِنَّتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا الْإِلَافَةُ قَالَ إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعَهُ۔ رواه احمد

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ایمان کیا ہے۔ فرمایا جب تیری نیکی تجھے اچھی لگے اور تیری برائی تجھے بری محسوس ہو تو تو مومن ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کنگہ کیا ہے۔ فرمایا جب کوئی چیز تیرے دل جی میں کھسکتی ہو تو اسے چھوڑ دے۔

تشریح:۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ما الإيمان) کہ بیشک ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کی صحت و درستی کی کیا علامت ہے۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (إذا سَوَّيْتُكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتُكَ سَيِّئَتُكَ) جب تجھے تیرا نیک عمل جو تجھ سے صادر ہوا خوشی و مسرت سے ہمکنار کرے۔ یہ مسرت و خوشی شکر کی توفیق ملنے، امانت حق تعالیٰ اور اس کی درگاہ کے قریب ہونے کے خیال سے ہو۔ (وساءتک سیئتک) اور تیرا بُرا فعل و عمل جو تجھ سے وجود میں آیا تجھے غم میں ڈالے تجھے غم و صدمہ میں ڈال دے کہ یہ عمل بد تو مجھے عذاب الہی میں مبتلا کرنے کا باعث ہے۔ اور میں تو خدا تعالیٰ سے دور ہونے اور حجاب نفس میں گرفتار ہونے کو بُرا جانتا ہوں۔ مجھ سے یہ عمل بد کیوں ہو گیا جب تو اپنے اندر ہی اندر اس بات سے کورھے اور افسوس کرے۔ (فانت مومن) تو تو درست ایمان والا مومن ہے۔ کہ میرا یہ کڑھنا اور افسوس کرنا اس امر کی علامت ہے کہ تجھے تصدیق ایمانی اور خدا اور اس کے احکام پر یقین کی دولت حاصل ہے۔ اور اس بات کا نشان ہے کہ روزِ آخرت اور جزائے اعمال پر تیرا ایمان ہے۔ اور جن چیزوں پر یقین رکھنا ضروری ہے ان میں ایک چیز جزائے اعمال پر یقین رکھنا بھی ہے۔

شیخ امام عارف حضرت عبدالوہاب المتقی المالکی قدس اللہ روحہ واصل الیہا فتوحہ نے رسالہ جل المین فی تقویۃ الیقین میں فرمایا ہے چار چیزیں ایسی ہیں کہ اس راستے پر چلنے والے کے لیے ان پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ پہلی چیز توحید ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ تمام صفات کمال سے موصوف ہے۔ اور جو کچھ بہان میں رونما ہوتا ہے یعنی نفع و نقصان خیر و شر اور منع و عطا سب اس کے حکم اور تقدیر کے تحت ہے۔ اس عقیدہ توحید سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ بندے کا التفات اور اس کی توجہ مخلوقات کے ضرر و نفع اور ان کے ہونے نہ ہونے سے کٹ جاتی ہے۔ دوسری چیز توکل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے رزق عطا کرنے میں اس کی ضمانت و ذمہ داری پر پورا

پورا یقین رکھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تلاش رزق میں جائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ اور رزق کے اسباب و ذرائع میانہ ہونے کی صورت میں اضطراب و بے چینی اور پریشانی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ تیسری چیز جزائے اعمال یعنی ثواب و عذاب پر یقین رکھنا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی کوشش کرتا اور معصیت و نافرمانی سے دور رہتا ہے۔ چوتھی چیز یہ کہ تیرا اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام حالات اور اس کے تمام اعمال و افعال سے پوری طرح ہر وقت واقف و آگاہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہر و باطن کی اصلاح کی سعی کرتا اور اس میں پوری جدوجہد بروئے کار لاتا ہے۔ حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کتاب حکم میں فرماتے ہیں۔ دل مردہ ہو جانے کی علامت اور اس کا نشان یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کے فوت ہو جانے سے صدمہ اور غم محسوس نہیں کرتا۔ اور گناہوں اور بغض و نفرتوں کے صدور سے نادم و پشیمان نہیں ہوتا۔ (قال) اس شخص نے کہا (یا رسول اللہ) فما الاثم (گناہ کیا ہے اور کس نشانی سے پتہ چلے کہ یہ کام گناہ ہے۔) (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اذا حاك في نفسك شيء) جب کوئی چیز تیری ذات میں کھٹکا پیدا کرے۔ تجھ پر اثر کرے۔ تجھ کو متروک کر دے۔ اور اس پر تیرا دل اطمینان و قرار نہ پکڑے اور کشادگی و سکون محسوس نہ کرے (فدعه) تو اس کام کو چھوڑ دے کہ یہ اس امر کا نشان ہے کہ اس میں گناہ ہے استفت قلبك (اپنے دل سے فتویٰ پوچھ) کا یہی مطلب ہے۔ لیکن یہاں دل سے قدسی دل مراد ہے۔ جو زیورہ تقویٰ سے آراستہ، ایمان کے نور سے منور اور یقین کی صفائی سے مصفا ہو چکا ہے۔ ایسا دل اگر کسی کام کے کرنے میں متروک ہو اور خلجان و کھٹکا محسوس کرتا ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کام میں گناہ کی آمیزش ہے۔ عام اہل اسلام کا دل مراد نہیں جو معصیت و کدورت کی تاریکی سے لبریز ہوتا ہے جو عیسیٰ کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ دل کا فتویٰ وہاں معتبر ہے جہاں شرعی دلائل مفقود یا متعارض ہوں۔ قرآن مجید کی نص، حدیث یا اجماع نہ ہو اور وہاں علماء کے اقوال متعارض اور متخالف ہوں۔ ایسے مقام میں شرح صدر و فتویٰ قلب سے ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح دینا درست ہے۔ اسے خوب سمجھ لے وبالشد التوفیق۔

۴۱۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ

اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا

عرض کی یا رسول اللہ اس کام میں آپ کے ساتھ اور کون ہے۔ فرمایا

الْأَمْرُ قَالَ خَرُّ وَعَبْدٌ قُلْتُ مَا إِلَّا سَلَامٌ

آزاد اور غلام میں نے دریافت کیا اسلام کیا ہے فرمایا پاکیزہ گفتگو

قَالَ طَيْبُ الْكَلَامِ وَرَأْيُكَ الطَّعَامُ فَقَالَتْ
مَا إِلَيَّ يَا نَ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّاحَةُ
قَالَ قُلْتُ أَيْ الْإِسْلَامُ أَفْضَلُ
قَالَ مِمَّنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ
لِسَانِهِ وَبِيَدِهِ قَالَ قُلْتُ أَيْ الْإِيمَانِ
أَفْضَلُ قَالَ خُلُقٍ حَسَنٍ قَالَ قُلْتُ أَيْ
الصَّلَاةِ أَفْضَلُ قَالَ طَوْلُ الْقُنُوتِ
قَالَ قُلْتُ أَيْ الْهَجْرَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَهْجُرَ
مَا كَرِهَ رَبُّكَ قَالَ فَقُلْتُ نَأَى الْجِهَادِ أَفْضَلُ
قَالَ مَنْ عَقَرَ جَوَادَهُ وَهَرَيْقَ دُمَهُ قَالَ
قُلْتُ أَيْ السَّاعَاتِ أَفْضَلُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ
الْآخِرِ - رواه احمد -

اور کھانا کھلانا۔ میں نے دریافت کیا ایمان کیلئے فرمایا صبر کرنا اور
سخاوت کرنا۔ راوی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا
کو نسا ہے۔ فرمایا وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے
رہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کو نسا ایمان افضل
ہے فرمایا اچھا اخلاق راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا افضل نماز
کو نسی ہے۔ فرمایا لمبا قیام۔ راوی فرماتے ہیں میں نے کہا افضل ہجرت
کو نسی ہے فرمایا یہ کہ تو ان کاموں کو چھوڑ دے جو تیرے رب کو
نا پسند ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا کو نسا جہاد افضل
ہے فرمایا جس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں۔ اور جس کا
خون بہا دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کو نسی گھڑیاں افضل ہیں۔
فرمایا نصف رات کے بعد کا حصہ۔

شرح :- حضرت عمرو بن عبسہ تینوں فتحوں کے ساتھ جلیل القدر صحابی ہیں۔ تیسرے یا چوتھے مسلمان ہیں۔ آپ کے
حضور کی خدمت شریف میں آنے۔ اسلام قبول کرنے اور پھر آپ سے رخصت ہونے کا قصہ عجیب و غریب بہت سے خالی نہیں۔
یہ قصہ کسی دوسرے مقام میں مذکور ہوا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

(روعن عمرو بن عبسہ) رضی اللہ عنہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپ ابھی مکہ میں ہی
تھے۔ اور ابتدائے اسلام کا زمانہ تھا (فقلت) میں نے کہا (یا رسول اللہ من معک علی هذا الامر) یا رسول اللہ
آپ کے ساتھ اس دین اسلام میں اتفاق کرنے والا کون ہے۔ (قال حدو عبد) حضور علیہ السلام نے فرمایا اس میں میرے
ساتھ اتفاق کرنے والا آزاد اور غلام ہے۔ اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت بلال ہیں رضی اللہ عنہما۔ بعض شارحین
نے کہا ہے عبد سے مراد حضرت زید بن حارثہ ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ مسلم کی روایت میں معہ ابوبکر و بلال صراحتہ
سے آچکا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حدو عبد سے سب لوگ مراد ہیں تو یہ تو جہیز زمانہ استقبال میں خبر کے طور پر درست
ہو سکتی ہے۔ جب اسلام پھیل گیا اور اس کا معاملہ قرار پڑا ہو گیا۔ گویا انہوں نے یہ سوال کیا اس میں آپ کی موافقت کون کرے

گا۔ تو حضور نے جواب دیا سب آزاد اور غلام لوگ (قلت) میں نے پوچھا اسلام کی علامات اور اس کے خصائص کیا ہیں۔
 (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (طیب الکلام واطعام الطعام) گفتگو میں خوبی اور نرمی اختیار کرنا۔ اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔ غالباً عمدہ اخلاق اور اعلیٰ صفات بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن ان سب میں سے ان دونوں صفتوں یعنی تواضع و سخاوت کے بیان پر کفایت اس لیے کی کہ ان دونوں ہیوں کا اثر لوگوں تک پہنچتا ہے۔ یہاں بنا پر صرف ان صفات کا ذکر فرمایا کہ یہ سائل کے حال سے زیادہ تعلق اور مطابقت رکھتی تھیں۔ اسی لیے احادیث میں اس سوال کے جواب میں مختلف صفات ذکر کی گئی ہیں اور ہر سائل کے مناسب حال — ان صفات کا ذکر کر دیا گیا۔ یہی تشریح و تحقیق حضور کے اس کلام میں بھی ہوگی (قلت ما الایمان) میں نے دریافت کیا ایمان کیا ہے اور اس کے خصائص کیا ہیں۔ (قال) آپ نے فرمایا (الصبر والسماحة) علماء فرماتے ہیں ایمان کے تمام خصائص و محاسن کا خلاصہ صبر اور سخاوت ہے۔ لفظ صبر میں ممنوعات کے چھوڑ دینے کی جانب اشارہ ہے اور سماحت میں اچھے کام کرنے کی تلقین ہے جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول الصبر عن معصية الله والسماحة على اداء فرائض الله۔ (اللہ کی نافرمانی سے رک جانا اور اس کے فرائض کی ادائیگی پر کمر بستہ رہنا) میں خود اس کی تفسیر کر دی ہے۔ (قال) حضرت عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں (قلت) میں نے عرض کیا (ای الاسلام افضل) کونسا اسلام یعنی اسلام کے کون سے اخلاق اور اس کی کون سی صفات زیادہ افضل اور اعلیٰ ہیں۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من سلمو المسلمون من لسانہ ویدہ) وہ جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف و اذیت نہ پہنچے (قال) حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں (قلت) میں نے دریافت کیا (ای الایمان افضل) کونسا ایمان یعنی ایمان کی خصلتوں اور شعبوں میں سے کونسی خصلت اور کونسا شعبہ افضل و اعلیٰ ہے۔ (قال خلق حسن) ایمان کے شعبوں میں افضل تر شعبہ اچھا خلق ہے۔ جو تمام اعمال حسنہ کی اصل و جڑ۔ نفس کے بے مشکل تر اور مخلوق الہی کو نفع پہنچانے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ (قال قلت) راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا (ای الصلوة افضل) کونسی نماز یعنی نماز کے ارکان و افعال میں سب سے افضل رکن و فعل کونسا ہے۔ (قال طول القنوت) فرمایا قیام۔ لفظ قنوت کے متعدد معانی ہیں۔ جیسے طاعت و خشوع، نماز، دعا، قیام اور سکوت و خاموشی۔ یہاں قیام مراد ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ طول قیام افضل ہے یا لمبا سجد بعض اس پر ہیں کہ طول قیام افضل ہے۔ بعض کہتے ہیں درازی سجدہ افضل ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ رات کی نماز میں طول قیام افضل ہے اور دن کی نماز میں درازی سجدہ افضل ہے۔ ہم نے ان سب علماء کے دلائل شرح سفر السعاده میں ذکر کر دیے ہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں رکن فضیلت میں برابر ہیں۔ قیام کی فضیلت قرآن مجید کی قرأت سے ہے۔ اور سجدے کی فضیلت تذلل و خشوع کی شکل و ہیئت کی بنا

پہ۔ اس بارے میں اخاف کا مسلک یہ ہے کہ طویل قیام افضل ہے کہ اس میں مشقت بیشتر اور خدمت زیادہ تر ہے۔ (قال قلت ای الهجرة افضل) راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کونسی ہجرت افضل ہے۔ (قال ان تہجر ما کرہ دبت) فرمایا یہ کہ تو وہ کام ترک کر دے جو تیرے پروردگار کو ناپسند ہو۔ اور جس سے وہ خوش اور راضی نہ ہو۔ اس معنی کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ (قال فقلت) حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں جب میں نے ان تمام احکام دارہ کان اسلام کے بارے میں دریافت کر لیا اور جواب سن لیا تو آخر میں جہاد کا سوال کیا جو ارکان دین میں اعلیٰ وارفع رکن ہے۔ تو میں نے عرض کیا (فای الجہاد افضل) افضل جہاد کون سا ہے (قال من عقر جوادہ و ہریق دمہ) جس کے عمدہ گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں۔ اور اس کا خون بہا دیا گیا۔ یعنی سواری اور سوار دونوں اللہ کے راستے کام آگئے۔ اور اس نے پوری مردانگی اور کوشش سے جہاد میں حصہ لیا یہاں تک کہ وہ شہادت کے اس مرتبہ بلند پر فائز ہو گیا۔ اور خالص ثواب آخرت کے لیے ایسا کیا غنیمت اور مال دنیا سے پاک چلا گیا۔ اور دین کے بدلے دنیا حاصل نہ کی۔

جب کہ اس صحابی نے افضل نماز کا سوال کیا تو نماز کے افضل اوقات کا بھی سوال کیا۔ غالباً آپ کا مقصود رات کی نماز اور اس کا قیام تھا (قال قلت ای الاوقات افضل) کہتے ہیں میں نے پوچھا اوقات میں سے کون سا وقت یا رات کی گھڑیوں میں سے کونسی گھڑی شب بیداری کے لیے افضل ہے۔ (قال جوف اللیل الاخذ) فرمایا رات کے دوسرے نصف کا درمیانی حصہ۔ کہ وہ رات کا چوتھا یا پانچواں گھنٹہ ہے اور اگر چھٹے گھنٹے کو بھی داخل کر لیا جائے تو یہ رات کے آخری چھٹے حصے کو بھی شامل ہو جائے گا۔

۴۲۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَ يُصَلِّيَ الْخَمْسَ وَيَصُومَ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهُ قُلْتُ أَفَلَا أُبَشِّرُهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ دَعُوهُمْ يَكْمُلُوا۔

رواہ احمد۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا تھا۔ اور پانچ نمازیں پڑھتا۔ رمضان شریف کے روزے رکھتا تھا۔ اسے بخش دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں فرمایا انہیں رہنے دے کہ عمل کریں۔

شرح :- (وعن معاذ بن جبل) رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا
(من لقی الله) جس نے اللہ سے ملاقات کی اور اس کی جناب میں پیش ہوا۔ (لا یشرك به شیئا) اس حال میں کہ وہ اس
کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا (و یصلی الخمس) اور پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے۔ (و یصوم رمضان) اور رمضان
شریف کے روزے رکھتا ہے۔ (عقل له) اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ صرف نماز و روزہ کا ذکر ان کی افضلیت
شہرت اور عمومیت کی بنا پر کیا۔ یا زکوٰۃ و حج اس وقت ابھی فرض ہی نہ ہوئے تھے۔ یا اس بنا پر صرف ان دو کا ذکر
فرمایا کہ ان دو کو فضل و کرم الہی کی جناب میں وہ شرف و عزت حاصل ہے کہ اگرچہ کتنے ہی گناہ کیے ہوں اور دوسرے
فرائض ترک ہی ہو گئے ہوں، ان دو کی برکت سے بخشش ہو جائے گی۔ یہ ان کی خصوصیت ہے۔ اور ابھی اللہ کی
مشیت اپنی جگہ باقی ہے۔ (قلت) میں نے کہا (فلا ابشروہم) یا رسول اللہ میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے
دوں۔ (قال دعہم یعملوا) فرمایا لوگوں کو چھوڑ دے کہ عمل کرتے رہیں۔ اس عبارت کی شرح گزشتہ صفحات
میں گزر چکی ہے۔

۴۳۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ
قَالَ أَنْ تُحِبَّ لِلَّهِ وَتُبْغِضَ لِلَّهِ وَتَعْمَلَ
لِسَانَكَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ قَالَ وَمَاذَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ
مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ لَهَا
مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ۔
رواہ احمد۔

اور انہی سے روایت ہے کہ بیشک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے افضل ایمان کا سوال کیا۔ فرمایا افضل ایمان یہ ہے
کہ تو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے لیے کسی سے دشمنی کرے
اور اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں مصروف رکھے۔ حضرت معاذ
نے عرض کیا اس کے علاوہ آپ اور کیا فرمانا چاہتے ہیں فرمایا یہ کہ
دوسروں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا
ہے۔ اور ان کے لیے بھی وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے
لیے ناپسند کرتا ہے۔

شرح :- (و عنہ انہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن افضل ایمان) اور حضرت معاذ سے ہی
روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان کا اعلیٰ ترین فرد اور اس کی بہترین خصلت
کیا ہے۔ (قال ان تحب للہ) فرمایا ایمان کی افضل و اعلیٰ صفت یہ ہے کہ جس سے دوستی کرے۔ (و تبغض
للہ) اور جس سے دشمنی کرے صرف خدا کے لیے کرے (و تعمل لسانک فی ذکر اللہ) اپنی زبان کو اللہ کی یاد
میں مصروف رکھ دے (قال) حضرت معاذ نے کہا (وماذا) اس کے بعد کیا کروں یا اس کے بعد آپ کیا فرماتے ہیں یا اعلیٰ

درجہ کے ایمان کی اور کونسی صفت و خصلت ہے۔ (قال ان تعبد للناس ما تعبد لنفسک) فرمایا یہ کہ تو لوگوں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (و تکرہ لہو ما تکرہ لنفسک) اور ان کے لیے بھی وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ یعنی سب کا خیر خواہ ہو۔ کسی کے لیے بد خواہ نہ ہو۔

کبیرہ گناہوں اور نفاق کی علامتوں کا باب

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے ارتکاب پر شرع میں حدود سزا متعین ہو۔ یا جس پر شرع میں وعید (ڈانٹ) واقع ہو۔ یا جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ہوئی ہو۔ اور دین کی بے عزتی کا موجب ہو۔ اور جو گناہ اس نوعیت کا نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔ گناہ کبیرہ کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔ بعض سخت تر اور شفیع تر ہیں اور بعض میں نسبتاً کم شناخت و قیاس ہے۔ احادیث میں کبیرہ گناہوں کی کچھ تعداد مذکور ہوئی ہے۔ جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔ لیکن یہ گناہ صرف اس تعداد میں منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسے جیسے وحی کا نزول ہوتا رہا حاضرین اور سائلین کے مناسب حال ان میں سے کچھ کچھ کا بیان فرماتے رہے۔ باقی گناہوں کا بیان کسی دوسرے وقت پر اٹھار کھا۔

حضرت مولانا جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد عشرہ میں بعض اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کبار کی تعداد و تفصیل بیان کی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ قتل ناحق۔ ۲۔ زنا۔ ۳۔ لواطت۔ ۴۔ چوری۔ ۵۔ شراب اور ہر ایسی نشہ آور چیز پینا جو شراب کے حکم میں ہو۔ ۶۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔ ۷۔ کسی کا مال غصب کرنا۔ ۸۔ کسی پر زنا کی تہمت لگانا۔ ۹۔ جھوٹی گواہی دینا۔ ۱۰۔ سودہ کھانا۔ ۱۱۔ بلا عذر شرعی رمضان شریف کا روزہ توڑنا۔ ۱۲۔ جھوٹی قسم کھانا۔ ۱۳۔ قطع رحمی کرنا۔ ۱۴۔ مسلمان ماں باپ کو ناحق تکلیف دینا۔ ۱۵۔ جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگ جانا۔ ۱۶۔ یتیموں کا مال کھانا۔ ۱۷۔ ذرہ دھیمانہ میں خیانت کرنا۔ ۱۸۔ وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا۔ ۱۹۔ نماز کا وقت ضائع کر کے اسے پڑھنا۔ ۲۰۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ ۲۱۔ مسلمانوں سے ناحق جنگ و جدال کرنا۔ ۲۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنا۔ ۲۳۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو گالیاں دینا۔ ۲۴۔ بے عذر سچی گواہی چھپانا۔ ۲۵۔ رشوت لینا۔ ۲۶۔ خاندان نبوی کے درمیان نفرت و عداوت ڈالنا۔ ۲۷۔ سلطان وقت کے پاس جا کر لوگوں کی چغلی کرنا۔ ۲۸۔ قدرت و طاقت ہوتے ہوئے امر معروف اور نہی منکر ترک کرنا۔ ۲۹۔ قرآن مجید سیکھنے کے بعد بھلا دینا۔ ۳۰۔ حیوانات و جانوروں کو آگ میں جلانا۔ ۳۱۔ عورت کا بلا عذر اپنے آپ کو مرد کے قابو میں نہ دینا۔ ۳۲۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ ۳۳۔

اس کے عذاب سے بے خوف ہو جانا۔ ۳۴۔ اہل علم اور عاملان قرآن کی امانت دے ادبی کرنا۔ ۳۵۔ اپنی عورت سے ظہار کرنا۔ یعنی ماں بہن کے ساتھ تشبیہ دینا۔ مولانا جلال الدین ددانی نے اسی قدر بیان کیے اور ایک دوسری تفسیر کے مطابق ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک عمدہ کتاب تصنیف کی جس کا نام زواجہ ہے۔ نسال اللہ العافیۃ۔ ہم اللہ سے عافیت و سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

الفصل الاول

فصل اول

۴۴۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَدْعُو لِلَّهِ نِدَاءً وَهُوَ خَلْقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ نَحْشِيَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَزْنِيَ حَلِيلَةَ جَارٍ لَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ۔ الآية۔

متفق علیہ

تشریح :- (عن عبد الله بن مسعود)

آپ کے فضائل و مناقب حد و شمار سے زیادہ ہیں۔ کتاب کے آخر میں کتاب جامع المناقب میں قدرے مذکور ہوں گے۔ رضی اللہ عنہ۔ (قال قال رجل) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ) اے اللہ کے رسول اللہ کے نزدیک سب سے بڑا اور بدتر گناہ کیا ہے۔ (قال ان تدعو الله ندا وهو خلقك) فرمایا سب سے بڑا گناہ جس سے سخت تر اور کوئی گناہ نہیں، یہ ہے کہ تو پروردگار

عالم کے لیے اس کی مانند اور اس کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھے علم ہے کہ تجھے اس نے پیدا کیا اور اگر تجھے اس کا علم نہیں ہے تو علم ہونا چاہیئے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ پیدا کرنے کی صفت اس ذات کبریاء کے سوا کسی اور میں نہیں ہو سکتی۔ **فَدَّ**۔ بکسر نون۔ اسے کہتے ہیں جو کسی کی ذات و صفات میں اس کی طرح ہو مگر افعال و احکام میں اس کے خلاف ہو۔ اور خدا ایسے مخالف کو کہتے ہیں جو ذات و صفات میں اس کی طرح نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا نہ کوئی ند ہے نہ ضد۔

مشرکین اور بت پرست اگرچہ اپنے بتوں کو خدا کا مانند اور اس کا مخالف نہیں جانتے، اور نہ کہتے ہیں مگر چونکہ ان کی عبادت اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اس بنا پر گویا وہ انہیں اس کا مانند و شریک اور اس کا مثل قرار دیتے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بت ہمیں خدا کے عذاب سے چھڑالیں گے۔ مختصر یہ کہ شرک تین قسم ہے۔ وجود میں شرک، خالقیت میں شرک۔ اور عبادت میں شرک۔

(قال تہای) اس مرد نے کہا کفر کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے۔ (قال ان تقتل دلدک خشية ان يطعم معک۔) فرمایا کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنے فرزند کو اس بنا پر قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائے گا، یعنی اپنی محتاجی کے ڈر سے۔ دور جاہلیت میں لوگ یہ کام کرتے تھے اور تنگدستی اور شرم و عار کے خوف سے اپنی چھوٹی اور معصوم اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اگرچہ قتل نفس مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، لیکن اپنی اولاد کا تنگدستی کے خوف کے تحت جو عقیدہ توکل اور خالقیت پروردگار کے اعتقاد کے منافی ہے۔ قتل کرنا سخت کبیرہ اور بدترین درجے کا گناہ ہے۔ اسی بنا پر خصوصیت سے قتل اولاد کا ذکر فرمایا۔ یا سائل کے حال کے مطابق ایسا فرمایا (قال تہای) کہا قتل نفس کے بعد سب سے بڑا گناہ کونسا ہے۔ (قال ان تنزی حلیلة جارک) فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے بدکاری کرے۔ ہمسایہ کی بیوی کی قید بھی اس وجہ سے لگائی جو پہلے مذکور ہوئی ہے۔ (کہ اگرچہ زنا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے۔ مگر ہمسایہ کی بیوی سے ایسا کرنا سخت تر کبیرہ ہے یا سائل کے حال کے مطابق ایسا فرمایا) (فانزل اللہ تصدیقہا) تو اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ احکام کی تصدیق و تائید کے لیے درج ذیل آیت نازل فرمائی جس میں وہ اپنے خاص بندوں کی مدح و ثنا فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ (والذین لا یدعون مع اللہ الہا اخر۔) اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو شریک نہیں کرتے۔ (ولا یقتلون النفس التي حرم اللہ الا بالحق) اور وہ لوگ جو کسی ذات کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق شرع کے تحت جیسے حد و قصاص کے طور پر قتل کیا جاتا ہے۔ (ولا یذنون) اور بدکاری نہیں کرتے۔ الایہ۔ آخر آیت تک جس میں ان جرائم پر شناعة و قباحیت اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذکر

فرمایا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے مقصود مطلق قتل و زنائے مذکورہ قیود زیادہ تشبیح اور اظہار قباحت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ یا خاص سائل کے حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۴۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِبَائِرُ

الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ

النَّفْسِ وَالْيَمِينَ الْغَمُوسُ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

وَفِي رَوَايَةٍ أَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّورِ بَدَلِ

الْيَمِينِ الْغَمُوسِ - متفق عليه

شرح :- (روعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكبائر

عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں۔

(۱) شراک باللہ) وجود یا عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ شرک سے ہر قسم کا کفر مراد ہے۔ صرف شرک

کا ذکر اس لیے کیا کہ کفار مکہ مشرک تھے۔ اور بت پرستی کرتے تھے۔ اور بعض مقامات میں جہاں مسلمانوں کو شرک کرنے

سے منع کیا گیا ہے وہاں شرک سے یہ مراد ہے۔ یا مرتد ہونے سے روکنا مراد ہے۔ (و عقوق الوالدین) اور حق

شرع کے بغیر مسلمان ماں باپ کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مطلقاً

والدین کو ستانا اور ان کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن دوسری احادیث کے قرینہ کے مطابق والدین سے مسلمان

والدین مراد ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ تاہم کافر والدین کو بھی کفر سے نکالنے کی غرض کے علاوہ کسی اور مقصد کے تحت

دکھ دینا اور رنجیدہ کرنا درست نہیں۔ بلکہ ان سے رفیق و رنجی سے پیش آنا لازم ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ

عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں وہ

مشرکہ ہیں ایمان لانے سے انکار کرتی ہیں۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں۔ فرمایا ہاں اس سے صلہ رحمی کے ساتھ پیش

آؤ۔ جیسا کہ باب البر والصلة میں آئے گا۔ (و قتل النفس) اور قتل ناحق۔ (و الیمین الغموس) اور جھوٹی قسم کھانا

بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ یمین غموس دراصل یہ ہے کہ کوئی شخص گزرے ہوئے کام کی جھوٹی قسم کھاٹے۔ مثلاً یوں

کہ میں نے یہ کام کیا یا یہ بات کی۔ واقع میں وہ کام نہ کیا ہو یا وہ بات نہ کی ہو۔ یمین غموس بفتح غین معجمہ اسی قسم کو کہتے ہیں۔

غمس کا معنی غوطہ دینا ہے۔ یہ بُرا فعل فاعل کو گناہ اور آتش دوزخ میں غوطہ دینے کا سبب ہے۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں
 یمن غموس یہ ہے کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کے ذریعے مسلمان کا مال ہڑپ کرے۔ گزرے ہوئے کام کی قید اس لیے لگائی گئی
 ہے کہ اگر اس نے کسی آئندہ فعل کے لیے قسم کھائی کہ میں ایسا کروں گا۔ پھر نہ کیا تو اس کا کفارہ ہے کفارہ دے اور قسم
 توڑنے کے گناہ سے نجات حاصل کرے۔ (رداۃ البغاری فی ردایۃ انس وشہادۃ الذنوب بدل الیمنین

الغموس) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں الیمن الغموس کے بجائے وشہادۃ الزور کا لفظ آیا ہے۔
 یعنی جھوٹی شہادت دینا۔ حدیث مذکور بروایت عبداللہ بن عمرو صرف امام بخاری کی روایت ہے۔ اور حدیث
 مذکور بروایت انس رضی اللہ عنہ جس میں الیمن الغموس کے بجائے وشہادۃ الزور کا لفظ آیا ہے متفق علیہ ہے۔

۴۶۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ، وَكَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَا آتَى الْيَتِيمَ وَالْتَوَكُّيُّ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک و
 برباد کرنے والی برائیوں سے بچو۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ
 سات مہلک برائیاں کونسی ہیں۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا
 جادو کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ بیاج کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔
 کفار سے لڑائی کے دن ان کے مقابلے سے بھاگ جانا۔ اور
 بے خبر پاک دامن عورتوں پر زنا کی تمہمت لگانا۔

شرح:- (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع المؤبقات)
 حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الگ رہو اور سات مہلک خصلتوں کو
 ترک کرو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ (وما هن) یا رسول اللہ وہ کیا چیزیں ہیں اور کون سی وہ سات
 مہلک خصلتیں ہیں۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الشِّرْكُ بِاللَّهِ) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔
 (والسحر) جادو کرنا جادو کے سکھانے اور سیکھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اپنے اوپر سے
 جادو کا اثر دور کرنے کے لیے اس کا سیکھنا جائز ہے۔ علامہ خیالی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ شرح عقائد میں فرمایا
 کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے متفقہ فیصلے کے مطابق جادو کرنا کفر ہے۔ صحابہ کرام سے بعد کے علماء نے کہا ہے کہ
 جادو گر کو قتل کر دینا چاہیئے۔ بعض نے کہا اگر جادو کفر کی باتوں سے متعلق ہو تو اس کے کرنے والے کو قتل کر دینا چاہیئے۔
 اگر وہ اس سے توبہ نہ کرے۔ کمات (غیب کی خبریں پوچھنا) نجوم، کاہن و نجومی سے حالات دریافت کرنا۔ رمل،

شعبہ۔ ان کی تعلیم دینا اور اس پر اجرت لینا سب حرام ہے۔

(وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق) اور اس ذات کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہو۔

(واكل الربا) اور سود کھانا۔ (واكل مال الیتیم) اور یتیم کا مال کھانا۔ (والتوفی دوم الذحف) اور کافروں کے ساتھ جنگ کے دن انہیں پشت دکھانا اور ان سے منہ پھیرنا۔ زحف اچھلنا، اور سرسبز پر چلنا جیسے بچہ چلتا ہے۔ اور اس لشکر کو بھی زحف کہتے ہیں جسے دشمن کی طرف روانہ کیا گیا ہو۔ جو ہجوم اور مشقت کے باعث چلنے سے ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے سرسبز پر چل رہا ہو۔ اور ایک مسلمان کا دو کافروں کے مقابلے سے بھاگنا اور پشت دکھانا گناہ کبیرہ ہے۔

اس سے زیادہ تعداد کافروں سے بھاگنا حرام و گناہ نہیں ہے۔ ابتداء میں ایک مسلمان کا دس کفار کے مقابلے سے بھاگنا بھی حرام تھا۔ اس کے بعد اس میں تخفیف کر دی گئی اور صرف دو کافروں کے مقابلے میں جم کر لڑنے کی پابندی باقی رکھی۔ (ودذف المحصنات الغافلات) اور کبیرہ گناہوں میں سے بے پاکدامن بدکاری کے کاروبار سے بے خبر عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ حد قذف اسی کوڑے ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

اور انہیں سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا زنا کرنے والا جب بیفعل کر رہا ہو تو اس وقت مومن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَنْبِي

وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ

كَبْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرُ

حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهَبُ

نَهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارُهُمْ

حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغْلُ أَحَدُكُمْ

حِينَ يَغْلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِذَا لُكِّحُوا بِأَكْثَرِ مَتَفَق

عَلَيْهِ سَجَفَ رَوَايَةُ بِنِ عَبَّاسٍ وَلَا يَقْتُلُ

حِينَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرَمَةُ

قُلْتُ لِبْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يَنْزَعُ الْأَيُّمَانُ مِنْهُ

قَالَ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا قَالَ فَإِنْ

تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

نہیں ہوتا۔ اور چوری کرنے والا جب چوری کا فعل کر رہا ہوتا

ہے اس وقت مومن نہیں ہوتا۔ اور شرابی جب شراب پی رہا ہوتا

ہے اس وقت مومن نہیں ہوتا اور لوگوں کا مال لوٹنے والا جب یہ

عمل کر رہا ہو تو لوگ نگاہیں بلند کر کے اسے دیکھ رہے ہوتے

ہیں اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور تمہیں سے خیانت کرنے

والا خیانت کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ تو میں تمہیں ان افعال

کے مرتکب ہونے سے ڈارتا ہوں۔ متفق علیہ۔ اور ابن عباس

کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں اور قاتل قتل کے فعل کے

ارتکاب کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ عکرمہ کہتے ہیں میں نے ابن

عباس سے دریافت کیا اس سے ایسا کس طرح نکال لیا

جاتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس طرح اور دونوں ہاتھوں

لَا يَكُونُ مُؤْمِنًا تَامًا وَلَا يَكُونُ لَهُ
نُورٌ اٰدِيْمًا ، هَذَا لَفْظُ الْبَخَارِيِّ -

کی انگلیں ایک دوسری میں ڈال دیں اور پھر انہیں نکالیں اگر وہ توہ کر لیتا ہے تو ایمان
اس کی طرف لوٹ آتا ہے اسی طرح اور انگلیاں ایک دوسری میں ڈال دیں اور ابو عبد اللہ نے

شرح :- (وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اور انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی
یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا یزنی الذانی حین یزنی وهو مومن) زانی زنا نہیں کر رہا ہوتا
جب کہ وہ زنا کر رہا ہوتا ہے۔ مگر وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا یعنی زانی زنا کے وقت مومن و مسلمان نہیں ہوتا۔ مراد یہ ہے
کہ مومن کامل نہیں ہوتا۔ یہ الفاظ زنا کے ارتکاب اور اس فعل قبیح سے بطور مبالغہ اور ڈانٹ و جھڑک کے لیے استعمال
کیے گئے ہیں۔ (ولا یسرق السارق حین یسرق وهو مومن) اور چور چوری نہیں کرتا جب کہ وہ چوری کرتا ہے
در انحالیکہ وہ مومن ہو۔ (ولا یشرب الخمر حین یشربها وهو مومن) اور شراب نہیں پیتا شراب پینے والا جب کہ وہ
شراب پیتا ہے اور اس وقت وہ مومن ہو۔ (ولا ینتہب نہیة یرفع الناس الیه ابصارهم حین ینتہبها وهو
مومن) اور لوٹ مار کرنے والا جب بھی یہ فعل کرتا ہے اور لوگ آنکھیں اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ اس
حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا۔ یعنی وہ علانیہ غارت گری کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور لوگ اس کے اس فعل پر روتے اور اظہارِ افسوس
کرتے ہیں۔ اور اسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ایسا شخص اس حالت میں مومن نہیں ہوتا۔ کسی کے مال محفوظ و
معصوم کو اس طرح لوٹ لینا بالکل حرام ہے۔ نہبتہ بفتح نون لوٹنا۔ اور نہبیہ بضم نون لوٹنا ہوا مال حدیث میں دونوں معنیوں
کا احتمال ہے۔ (ولا یفل احدکم حین یفل وهو مومن) اور تم میں سے کوئی شخص غنیمت میں خیانت
نہیں کرتا جب کہ خیانت کرتا ہے۔ اور وہ مومن ہو۔ غلول غنیمت میں خیانت کرنا۔ اور تقسیم سے پہلے اس میں سے
کچھ چرا لینا۔ اور مطلق خیانت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور گزشتہ حدیث میں گزرا کہ۔ لا ایمان لمن لا امانة
لہ۔ کہ جس شخص میں امانت داری کی صفت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (فایاکم ایاکم) تو ان گناہوں سے
اپنے آپ کو دور رکھو دور رکھو۔ متفق علیہ۔ (رفی وداۃ ابن عباس) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
میں یہ عبارت بھی آئی ہے۔ (ولا یقتل حین یقتل وهو مومن) اور کوئی شخص قتل نہیں کرتا جب کہ قتل کرتا ہے۔
اور وہ مومن ہو۔ (قال عکرمہ قلت لا بن عباس) حضرت عکرمہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خادم
آپ کے آزاد کردہ غلام اور آپ کے کاتب اور راوی ہیں کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا
(کیف ینزع الایمان منه) اس شخص سے ایمان کس طرح نکال لیا جاتا ہے۔ (قال ہکذا) حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ فرمایا اس طرح نکال لیا جاتا ہے۔ (وشبیل بن اصابعہ ثم اخو جہا) آپ نے اپنی انگلیوں کی تشبیک

کی ان کو ایک دوسری میں ڈالا اور پھر نکالا۔ ایمان یا ہر نکالنے کی صورت بیان کرنے کے لیے۔ کہ ان افعال کا مرتکب ہونے سے پہلے آدمی کی ذات کے ساتھ کین اس طرح ملا ہوا تھا۔ اور ان افعال کے ارتکاب کے وقت اس سے جدا اور الگ ہو گیا (ان تاب عاد الیہ) پھر اگر اس نے توبہ کر لی اور اس گناہ اور معصیت سے باز آ گیا تو ایمان اس کے اندر واپس آ جاتا ہے۔ (و شبتک بین اصابعہ) اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالا ایمان کے واپس آنے کی صورت دکھانے کے لیے۔ اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ایمان معصیت سے توبہ کے بعد لوٹ کر بندے میں واپس آتا ہے۔ الایہ کہ توبہ سے لغوی معنی مراد ہو لغوی معنی رجوع کرنا اور پھر توبہ ہے۔

جیسا کہ فصل ثانی کے آخر میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا کہ بندہ جب اس عمل بد سے الگ ہوتا ہے تو ایمان پھر اس میں لوٹ آتا ہے۔ (قال ابو عبد اللہ) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث اور مذہب اہل سنت و جماعت میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ (ابو عبد اللہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی کنیت ہے)۔ (لا یكون هذا مؤمنا تاما) کہ یہ گناہگار انسان اس عمل بد کے ارتکاب کے وقت مومن کامل نہیں ہوتا۔ (ولا یكون له نور الايمان) اور اس میں ارتکاب گناہ کے وقت ایمان کی روشنی نہیں ہوتی۔ دراصل اس سے بھی کمال ایمان مراد ہے۔ (هذا اللفظ البخاری) یہ عبارت عین امام بخاری کی عبارت ہے۔ ان کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی عمل حقیقت ایمان میں داخل نہیں۔ بلکہ عمل کمال ایمان کا موجب ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ گمان غلط ثابت ہو گیا کہ محدثین کے نزدیک عمل جزو ایمان ہے۔ اور محدثین کرام کا یہ کہنا کہ الایمان تصدیق بالجنان و اقرار باللسان و عمل بالادکان (ایمان دل کی تصدیق زبان کے اقرار اور اعضا کے عمل کا نام ہے)۔ درست ہے۔ مگر محدثین اور تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس سے ایمان کامل مراد ہے۔ ہم نے یہ تحقیق بعض دوسرے مقامات میں زیادہ شرح اور زیادہ مدلل طریقہ سے بیان کر دی ہے۔

۲۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْدِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَ زَادَ مُسْلِمٌ وَ إِنَّ صَلَّى وَ صَامَ وَ زَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ ثُمَّ اتَّفَقَا إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَ إِذَا أُتْمِنَ خَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ اور امام مسلم نے یہ الفاظ زیادہ کیے، اگرچہ وہ منافق نماز پڑھے، اور روزہ رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ حدیث کے باقی الفاظ پر دونوں کا اتفاق ہے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے۔ اور

متفق علیہ

جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

تشریح: - (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلاث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانی اس کی تین خصلتیں اور عادتیں ہیں۔ اور مسلم نے یہ عبارت زیادہ کی ہے۔ (وان صلی وصام وزعم انہ مسلم) اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے (ثم اتفقا) اس عبارت کی کمی بیشی کے اختلاف کے بعد ان تین چیزوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں امام بخاری و امام مسلم دونوں کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین چیزوں کو منافق ہونے کا نشان قرار دیا ہے۔ (اذا حدث کذب) جب بات کرے جھوٹ بولے (واذا وعد اخلف) جب وعدہ کرے تو جو وعدہ کیا اسے پورا نہ کرے۔ (البتہ کسی مجبوری کے تحت وعدہ خلافی ہو جائے تو امر دیگر ہے)۔ محدثین کرام نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ وعدہ کرتے وقت اس کے پورا کرنے کی نیت نہ ہو۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ وفائے وعدہ عمدہ اخلاق میں سے ہے اس کی تفصیل باب وعدہ میں آئے گی۔ (واذا اودعن خات) اور جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے یا اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے کوئی بات کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین خصلتوں کو نفاق کا نشان اور اس کی علامت قرار دیا چاہے یہ باتیں کسی میں بیک وقت اکٹھی موجود ہوں یا ایک ایک کر کے موجود ہوں۔ بہر حال جس میں بھی یہ تین خصلتیں موجود ہوں وہ حقیقتہً منافق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ صفات منافقین کے لائق ہیں۔ مسلمانوں کے مناسب حال تو یہ ہے کہ وہ ان بری عادات سے پاک و مبرا ہوں۔ کہ ان میں باطن کی ظاہر سے مخالفت پائی جاتی ہے۔ جس طرح منافق کا دل اور زبان ایک نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان برائیوں کو اپنی عادت نہ بنائیں۔ اور نہ ان پہاڑے رہیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ ان کے خوگر ہو کر وہ حقیقتہً نفاق میں مبتلا ہو جائیں۔ مختصر یہ کہ علامات نفاق کا موجود ہونا وجود نفاق کو مستلزم نہیں۔ دراصل اس میں اہل ایمان کو ان صفات مذمومہ سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید ہے اور انہیں ان میں مبتلا ہونے سے ڈرایا اور خوف دلایا گیا ہے۔ اور ان لوگوں سے اظہارِ ناراضگی کیا گیا ہے جن میں یہ صفات مذمومہ پائی جاتی ہوں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام و بیان سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو منافقین کے نشان و علامت سے آگاہ فرمایا جو حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں موجود تھے۔ اور منافقین کی یہ صفات بیان کیں تاکہ صحابہ کرام ان کی صحبت و مجلس سے اجتناب و پرہیز کریں۔ معین طور پر منافقین کے نام بیان نہ فرمائے تاکہ

انہیں شرمندگی لاحق نہ ہو۔ اور کسی قسم کا شر و فتنہ بھی برپا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں ان صفات و عادات والا کوئی شخص نہ تھا۔ تاہم پہلی تو جہیہ زیادہ ظاہر ہے۔

۴۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ

مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا حَقًّا وَمَنْ

كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ

خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا إِذَا

أُتِيَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَدَرَ.

متفق علیہ

شرح :- (روعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ) حضرت

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں اور عادتیں ایسی ہیں کہ

جس میں یہ چار پائی جاتی ہوں (کان منافقا حقا) وہ خالص اور پورا منافق ہے۔ اس میں ایمان کا نشان نہیں۔

(ومن کانت فیہ خصلۃ منہن) اور جس شخص میں ان چار میں سے ایک موجود ہو (کانت فیہ خصلۃ من النفاق)

تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے۔ اسی طرح دو اور تین خصلتیں (حق یدعہا) یہاں تک کہ وہ خصلت چھوڑ

دے۔ اور وہ چار یہ ہیں (اذا اتین خان) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے تو

اس میں خیانت کرے۔ (واذا حدث کذب) اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (واذا عاہد غدر) اور جب

کوئی عہد کرے تو اسے توڑ دے۔ عہد توڑ دینا وعدہ خلافی کے معنی کے قریب اور اس کا ایک فرد خاص ہے۔ (واذا خاصم فجدر)

فجدر) اور جب کسی سے رنج و جھگڑا پڑے تو جھوٹ پر اتر آئے، سرکشی پر اتر آئے۔ اور تباہی و بربادی اور دنگانہ

برپا کرے۔

۵۔ وَعَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَأَن شَاةَ الْعَائِرَةِ بَيْنَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منافق کا حال اس بکرہ کی طرح

ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان متردد ہو۔ ایک بار

الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً. رواه مسلم۔
وہ ایک ریوڑ کی طرف جائے اور دوسری بار دوسرے ریوڑ کی طرف بھاگے۔

شرح:- ارد عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل المنافق كالشاة العائرة بين الغنمين حضرت عبد الله بن عمر رضي الله عنهما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کا حال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان متردد ہو۔ (تعیروا اسی ہذا مرقہ و الی ہذا مرقہ) کہ کبھی ایک گلے کی طرف جائے اور کبھی دوسرے کی طرف۔ اسی طرح منافق کبھی ایک گروہ کی طرف جاتا ہے اور کبھی دوسرے کی طرف درخی سے کام لیتا ہے۔ لغت میں عائرہ اس مادہ شتر کو کہتے ہیں جو نہ شتر کی تلاش میں ادھر ادھر پھرے تاکہ مجامعت کی غرض سے نہ شتر اس پر کودے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۱۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيُّ لِمُصَاحِبِهِ إِذْ هَبُ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهُ مُصَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيُّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهُ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيَّنَّاتٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا فِي بَرِيٍّ إِلَى سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَكُمْ وَلَا تَسْحَدُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْدِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تَكُونُوا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا ہمارے ساتھ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چل اس کے ساتھی نے اسے کہا نبی نہ کہ بیشک اگر اس نے تیری یہ بات سن لی تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی (وہ بہت خوش ہو گا) چنانچہ وہ دونوں یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور آپ سے نو روشن نشانیوں کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور چوری نہ کرو، نہ زنا نہ کرو، اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا مگر حق اور جائز طریقہ سے۔ اور کسی بے گناہ کو بادشاہ کے پاس لئے نہ کرو، اور جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، اور پاکدامن عورت پر تممت نہ لگاؤ۔ اور جنگ و جہاد کے دن بھاگنے کے لیے پشت نہ پھیرو۔ اور اسے قوم یہود خاص طور پر

تیری انتظار میں میری آنکھیں چارہ ہو چکی ہیں۔

(فاتحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہ دونوں یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔
(فسالہ عن تسع آیات بینات) اور آپ سے نور و روشن نشانیوں کے متعلق سوال کیا۔ ظاہر و تبادر یہ ہے کہ ان نور و روشن آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ بیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا وَ لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (بیشک ہم نے حضرت موسیٰ کو نور و روشن و بین نشانیاں عطا کیں۔ یعنی ید بیضا اور عصا و غیرہ جن کا تفاسیر میں ذکر موجود ہے لیکن اس حدیث میں ان کے جواب میں جو کچھ مذکور ہے۔ وہ ایسے احکام ہیں جو تمام ادیان اور ملتوں میں موجود تھے۔ چنانچہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ جواب دے کر اس امر کا اشارہ فرمایا کہ معجزات سے کس لیے سوال کرتے ہو۔ احکام سے متعلق سوالات کرو جو اہم اور ضروری ہیں۔ اس قسم کے انداز جواب کو اسلوب حکیم کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ علم بلاغت میں تفصیل سے یہ بیان موجود ہے۔ اور بعض محدثین کرام یہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے معجزات سے متعلق ان کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا اس کے بعد انہیں ڈرانے اور ان کی ہدایت کے لیے ضروری احکام بھی بیان فرمائے۔ مگر ان معجزات کی شہرت کی بنا پر راوی نے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ بعض شارحین یہ فرماتے ہیں۔ آیات بینات سے یہی احکام ہی مراد ہیں۔ کہ شرع شریف کے احکام اس شخص کی سعادت و نیک بختی کی علامت اور نشان ہیں جو ان پر عمل پیرا ہو۔ اور شقاوت و بد بختی کی علامت یہ ہے کہ انسان ان پر عمل نہ کرے۔ اور یہ احکام تمام انبیاء کی شریعتوں میں ظاہر و واضح اور مشہور تھے۔

رفقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) (لا تشرکوا باللہ شیئا) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ (ولا تسرقوا) اور چوری نہ کرو (ولا تزنوا) اور زنا و بد کاری نہ کرو (ولا تقتلوا النفس التي حرم اللہ الا بالحق) اور کسی ذات کو جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ قتل نہ کرو مگر حق اور حکم شریعت کے مطابق۔ (ولا تمشوا ببدی) اور کسی پاک اور بے گناہ انسان پر جھوٹ اور بہتان باندھ کر نہ لے جاؤ (الی سلطان) سلطنت اور قوت و زور والے حاکم کے پاس (لیقتلہ) تاکہ وہ اس بے گناہ کو قتل کرے، اسے تکلیف و اذیت دے اور اس پر ظلم کرے۔ جس طرح لوگ بادشاہوں کے پاس لے جاتے اور قتل کرواتے ہیں (ولا تسجروا) اور جادو نہ کرو۔ (ولا تاکلوا الربا) اور سود نہ کھاؤ۔ (ولا تقذروا محصنہ) اور کسی پاکدامن و پارسا عورت کو زنا کی تہمت نہ لگاؤ۔ (ولا تولوا للفرار یوم الزحف) اور کسار سے جنگ کے دن بھاگنے کے لیے پشت نہ دکھاؤ اور منہ نہ پھیرو۔ یہاں تک یہ نو حکم جو ملتوں اور شریعتوں کو شامل ہیں ان کا بیان پورا ہوا۔ ان کے بیان کے بعد ایک اور

حکم بیان فرمایا جو یہود کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ فرمایا (وعلیکم خاصۃ الیہود) اور اسے یہود تم پر خصوصیت سے یہ حکم بھی لازم و ضروری ہے۔ (ان لا تقعدوا فی السبت) کہ ہفتہ کے روز شکار کرنے میں حد سے نہ بڑھو، اور نہ فرمانی نہ اختیار کرو۔ جس سے تمہیں روکا گیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں سوالات کرنے والے یہ یہودی اپنے دلوں میں دس سوالات لے کر آئے تھے۔ تو تو انہوں نے ظاہر کر دیے دسواں سوال جو ان سے متعلق اور ان کے ساتھ خاص تھا دل میں چھپائے رکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نو سوالات کا جواب ارشاد فرمایا اور دسواں حکم جو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھا تھا، الگ کر کے بیان فرمادیا۔ اس بنا پر انہوں نے حضور کے ہاتھوں اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا (قال) حضرت صفوان فرماتے ہیں۔ (فقبلایہ ورجلیہ) تو ان دونوں یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ (وقال نشہد انک نبی) اور کہا ہم دونوں آپ کے پیغمبر ہونے کی گواہی دیتے ہیں یعنی ہم نے جان لیا اور شناخت کر لیا کہ آپ پیغمبر ہیں جیسا کہ یہودی اس حقیقت کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ مگر یہ ایمانی شہادت نہیں ہے جو اذعان و قبول پر مشتمل ہوتی ہے۔ بلکہ علم و معرفت کا اظہار ہے جو انہیں حاصل تھا اور ایمان محض پہچان لینے کا نام نہیں بلکہ اس کے لیے تصدیق ضروری ہے جیسا کہ اپنے مقام میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔ اسی لیے (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حما ینعکون متبعونی) تو کون سی چیز تمہیں مجھ پر ایمان لانے، میری نبوت و رسالت کو قبول کرنے اور میری پیروی سے تمہیں روک رہی ہے (قالا ان داؤد علیہ السلام) ان دونوں نے کہا بیشک حضرت داؤد علیہ السلام نے (ادعاربہ ان لا یزال من ذریتہ نبی) اپنے رب تعالیٰ کے حضور۔ نہ دعا کی تھی کہ قیامت تک ان کی اولاد میں نبی پیدا ہوتا رہے۔ ان کی دعا لازماً قبول و مستجاب ہو چکی ہے۔ اس لیے یہود صرف ان کی اولاد میں پیدا ہونے والے نبی کی پیروی کر سکتے ہیں۔ اور غلبہ و شوکت و دبذ بہ بھی یہود کو ہی حاصل رہے گا۔ (وانانغاث تقتلنا الیہود) اور ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کے پیروکار بن جائیں اور دین یہودیت ترک کر دیں تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔ مگر یہ گفتگو اور یہ جواب یہودنا یہود کا محض افتراء ہے۔ کہ کذب و افتراء ان کی عادت مستمرہ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ہرگز کبھی ایسی دعا نہیں کی نہ اس طرح کی کسی چاہت کا اظہار فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایسی چاہت کیسے کر سکتے ہیں جب کہ آپ نے تورات و زبور میں پڑھا ہوا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاتم النہیین ہیں۔ اور آپ کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ بعض علماء کرام یوں فرماتے ہیں کہ یہودی حضور علیہ السلام کو صرف عربوں کا نبی تسلیم کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو نبی الامیین کہتے ہیں مگر اس بات میں بھی غلطی پر ہیں کہ پیغمبر پہ جھوٹ ہا نہ ہزار و انہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعویٰ فرمایا ہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف نبی

بن کر تشریف لایا ہوں۔ اس لیے مومن ہونے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعویٰ کی تصدیق بھی لازم و ضروری ہے۔

۵۲. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِّنْ

أَصْلِ الْإِيمَانِ الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ لَا تُكْفِرُهُ بِذَنْبٍ وَلَا

تُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ - وَالْجِهَادُ

مَا مِنْ مَّذُبَعَتَيْنِ اللَّهُ إِلَيْنَا أَنْ يُقَاتِلَ

آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الدِّجَالُ لَا يُبْطِلُهُ،

جَوْرُ جَائِدٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ - وَالْإِيمَانُ

بِالْأَقْدَارِ -

رواہ ابو داؤد۔

ایمان لانا۔

شرح: سرور عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث من اصل الإيمان (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہیں تین خصلتیں ایمان کے اصولوں، اس کے قواعد اور اس کی بنیادی باتوں میں سے ہیں۔ کہ اگر وہ نہ ہو تو ایمان کی عمارت گر جائے اور جڑ سے اکھڑ جائے (۱) کف عن قال ان تین میں سے پہلی یہ کہ اس شخص سے رک جانا ہے جو کلمہ (لا الہ الا اللہ) کی شہادت دیتا ہو۔

(۲) تکفیرہ بذنب (تو اسے کسی گناہ کی بنا پر کافر نہ کہہ۔ لا تکفیرہ بذنب کا جملہ الکف عن قال کا بیان اور اس کی تفسیر ہے۔ یعنی اس کلمہ پڑھنے والے کو کسی گناہ کے سبب جو صادر ہو چاہے کبیرہ ہی کیوں نہ ہو کافر نہ جان اور کافر نہ کہہ۔ حضور کے اس ارشاد میں خوارج کا رہے۔ جو کہتے ہیں کہ مومن معصیت کے ارتکاب سے چاہے صغیرہ ہی ہو، کافر ہو جاتا ہے۔

(۳) لا تخرجہ من الاسلام بعمل (اور ہر عمل بد کی بنا پر جو وہ کرے اسے اسلام سے باہر نہ نکال دے اور اس کے مسلمانی سے ہی خارج ہو جانے کا فیصلہ صادر نہ کر دے۔ ایسے فرقہ معتزلہ کے قول کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کفر میں بھی داخل نہیں ہوتا، یہ لوگ کفر و ایمان کے درمیان ایک واسطہ درجہ ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ نہ مومن ہوتا ہے نہ کافر اور فاسق کو مومن و کافر کے علاوہ ایک تیسری قسم شمار کرتے

ہیں۔ (والجہاد ما ضمد لبعثنی اللہ) دین کے اصولوں میں سے دوسرا اصول یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور جہاد کا حکم دیا ہے اس وقت سے کفار کے ساتھ جہاد و قتال جاری ہو چکا ہے۔ (الی ان یقاتل آخر ہذا الامۃ الدجال) اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا تا آنکہ اس امت کا آخری دستہ آخر زمانہ میں دجال کے ساتھ جہاد و قتال کرے گا۔ پھر دجال کے نکلنے کے بعد یا جوج ماجوج نکلیں گے۔ ان کے ساتھ جہاد کی گنجائش کم ہوگی تاہم وہ جہاد کے بغیر ہی فنا اور ختم ہو جائیں گے۔ ان کے فساد و ہلاک ہونے کے بعد روئے زمین پر کوئی کافر موجود نہ رہے گا۔ تو نتیجتاً جہاد کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ (لا یجملہ جور جائد ولا عدل عادل) (فرضیت جہاد کو کوئی ظالم یا عادل بادشاہ باطل نہیں کر سکتا۔ یعنی ترک جہاد جائز نہیں ہے۔ اگرچہ ظالم و فاسق بادشاہ کے زیر سایہ ہی جہاد کرنا پڑے۔ جہاد کرنے میں اس کی موافقت ضروری ہوگی۔ اور اس کے ساتھ جہاد کے لیے چلنا ہوگا۔ سوال:- ظالم کا ظلم تو اس امر کا متقاضی ہے کہ اسکے ساتھ مل کر جہاد کرنا روانہ ہو بلکہ باطل اور ناجائز ہو۔ اسی طرح بادشاہ عادل کے عدل سے جہاد کا باطل ہونا تصور میں نہیں آ سکتا۔ لہذا اس کی نفی کا کیا فائدہ۔

جواب:- اس نفی سے دراصل دونوں حالتوں کی مساوات بیان کرنا مقصود ہے۔ یعنی جس طرح کسی کا عدل و انصاف اسے باطل نہیں کر سکتا، کسی کا ظلم و ستم بھی اسے باطل نہیں کر سکتا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کہ عدل و امن و امان کا موجب اور کفار سے نہ ڈرنے کا باعث ہے نیز جب کہ ملک میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو تو امتوال غنیمت کی بھی کوئی ضرورت و حاجت نہیں رہتی۔ ایسے حالات میں تو جہاد کا حکم ملتوی ہو جانا چاہیئے اور اس کی ضرورت کا سوال ختم ہو جانا چاہیئے۔ تو فرمایا کہ ایسے حالات میں بھی جہاد کی فرضیت اپنی جگہ برقرار ہے کسی عادل کا عدل بھی حکم جہاد کو بے اثر نہیں کر سکتا۔ خوب سمجھ لے۔

(والایمان بالافتداس) دین کی تیسری اصل و بنیاد تقدیرات الہیہ پر ایمان لانا اور اس امر کا اعتقاد رکھنا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے سب خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہوتا ہے۔

۵۳۔ وَعَدُ آبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ زمانہ کے فعل میں مصروف ہوتا ہے اس وقت اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ اور اس کے سر پر ساتیان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر جب بندہ اس فعل سے نکل کر

رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَآیَ الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْہُ الْاِیْمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَاسِہِ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذَلِکَ الْعَمَلِ رَاجَعَ اِلَیْہِ

الْإِيمَانُ - رَاهُ التَّوَهُدَ وَالْبُؤَادَ

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنی العبد خرج منه الایمان) جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس کے اندر سے باہر نکل آتا ہے۔ (فکان فوق راسہ کالظلة) تو وہ اس کے سر پر ساٹبان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ (ظلتہ بنطاء معجمہ ہر وہ چیز جو تیرے سر پر سائے کی طرح قائم اور موجود ہو جیسے بادل یا نیمبر یا چھت وغیرہ۔ دراصل یہ ایمان کی صورت مثالی ہے۔ اور ہر شے کی اس جہاں میں ایک مثال ہے۔ چنانچہ اجسام میں دودھ علم کی مثال ہے۔ اور بکری دنبہ موت کی مانند ہیں۔ اور ساٹبان ایمان کی مثال ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے اور اس بارے میں جس قدر احادیث آئی ہیں سب ان رسائل میں جمع کی ہیں۔ وہ سب احادیث (ہم نے) شرح (عربی) میں نقل کی ہیں۔ ایمان کو ساٹبان سے مثال دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے اگرچہ بندہ کمال ایمان اور اس کی نورانیت سے خالی ہو جاتا ہے۔ تاہم اب بھی اس کی پناہ اور اس کی حمایت کے سایہ تلے ہوتا ہے۔ اور بالکل اس طرح اس سے الگ نہیں ہو جاتا کہ پھر واپس ہی نہ آئے۔ جیسا کہ فرمایا (فاذا اخرج من ذلك العمل) پس جب یہ بندہ اس عمل بد سے باہر نکل آتا اور اس گناؤں نے عمل (زنا) سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اور اس فعل قبیح کو عمل سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر عمل بد کی یہی نوعیت ہے۔ زنا ہو یا کوئی اور عمل۔ (رجع الیہ الایمان) تو بندے کی طرف ایمان لوٹ کر آ جاتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۴۔ عَنْ مَعَاذٍ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ

قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ

قَتَلْتَ وَحَرَقْتَ وَلَا تَعْقَنْ وَالِدَيْكَ

وَإِنْ أَمَرَكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ

وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً

مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ فرمایا

اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے قتل کر دیا

جائے یا جلادیا جائے۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا

اگرچہ وہ تجھے تیرے اہل اور مال سے نکل جانے کا حکم بھی دیں۔

اور جان بوجھ کر فرض نماز ترک نہ کرنا کہ بیشک جو شخص قصداً نماز

فرض ترک کرتا ہے تو اُس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم

مُتَعَدًّا فَقَدْ بَرِئْتَ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَ
لَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ
فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ
بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطِ اللَّهِ - وَإِيَّاكَ
وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ فَإِنَّ هَذَا
النَّاسُ وَإِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتُ وَأَنْتَ
فِيهِمْ فَاتَّبِعْ - وَأَنْفِقْ عَلَى عِيَالِكَ
مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا
وَإِخْفَهُمْ فِي اللَّهِ - رواه احمد -

ہو جاتی ہے۔ اور ہرگز شراب نہ پینا کہ بلاشبہ یہ ہر بے حیائی کی
سردار ہے اور معصیت و نافرمانی کے قریب نہ جانا کہ بیشک
معصیت سے انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ اور
شہاد کے دن مقابلہ کفار سے مت بھاگنا اگرچہ سب لوگ ہلاک
ہو جائیں۔ اور جب لوگ موت میں رطاعون وغیرہ وبا کی امراض کے
ذریعے مبتلا ہوں اور تو ان میں موجود ہو تو وہیں جم کر رہنا۔ اور
اپنے اہل و عیال پر اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرنا اور تعلیم و
تربیت کی غرض سے ان پر سے اپنی لالچی زمین پر نہ رکھ دینا۔
اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہنا۔

شرح: (الفصل الثالث - عن معاذ) رضی اللہ عنہ۔ ر قال اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم تیسری فصل۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی۔
(بعض کلمات) دس باتوں کی۔ (قال لا تشرك بالله شيئا) فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر۔ اور
نہ زبان سے کفر نکال۔ (روان قتلت وحرقت) اگرچہ تو قتل کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔ چونکہ حضرت معاذ نہایت
بلند مرتبہ شخصیت تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بڑی تاکید سے وصیت فرمائی۔ اور مبلغ سے کام لیا۔
لیکن دوسروں کے لیے رخصت و گنجائش کی اجازت باقی رکھی۔ (ولا تعقن والديك) اور اپنے والدین کو رنج و
اذیت نہ دے۔ اور کسی بھی جائز و مباح کام میں ان کے فرمان کی خلاف ورزی نہ کر۔ (روان امراك ان تخرج من
اهلك وما لك) اگرچہ وہ تجھے تیری بیوی، اولاد اور مال چھوڑ کر نکل جانے کا حکم دیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں
یہ دراصل اس بارے میں تاکید و مبالغے کے طور پر فرمایا۔ ورنہ اہل و عیال اور مال و متاع چھوڑ کر چلے جانا لازم و
واجب نہیں ہے کہ اس میں حرج اور تکلیف ہے۔ (ولا تترك صلوة مكتوبة متعمدا) اور قصداً نماز فرض ترک
نہ کر۔ (فان من ترك صلوة مكتوبة متعمدا) کیونکہ جو شخص قصداً فرض نماز ترک کرتا ہے۔ (فقد برئت منه
ذمة الله) تو بیشک اس سے اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کی ذمہ داری دور ہو گئی۔ یعنی امن و امان عطا کرنے کا
وہ عہد و پیمان جو اللہ نے ایمان والوں سے کر رکھا ہے۔ وہ دور ہو جاتا اور اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔
حدیث پاک کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک نماز کو قتل کر دینا واجب ہے۔ امام شافعی اور بعض

دوسرے آئمہ کا یہی مذہب ہے۔ حنفی اور مالکی مذہب کے مطابق تارک نماز کو زود و کوب کیا جائے گا۔ اسے تعزیر لگائی جائے گی۔ اور قید خانے میں ڈالا جائے گا۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام تارک نماز کے علاوہ کسی گناہگار کو کفر سے داند قرار نہیں دیتے تھے۔ (ولا تشربن خمراً) اور ہرگز شراب نہ پینا۔ (فانه رأس کل فاحشة) کہ بیشک یہی ہر گناہ اور بدکاری کا سر ہے۔ کیونکہ ایمان و طاعت کا دار و مدار عقل پر ہے جب عقل زائل ہو گئی تو ایمان و طاعت سب کچھ جاتا رہا۔ (فوز بالش من ذالک)۔ (وانیاء المعصية) اور اپنے آپ کو گناہ سے دور رکھ اور اس سے پرہیز کر (فان بالمعصية حل سخط الله) کہ معصیت و گناہ کے باعث بندے پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور اس کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔ (ردایا کوالفرار من الزحف) اور کفار سے جنگ و جہاد کے وقت بھاگنے سے بچ۔ (وان هلك الناس) اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔ یہ بھی مبالغے اور تاکید کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ اور قاعدہ وہی ہے جس کا گزشتہ ذکر ہوا کہ ایک مسلمان کو دو کفار کے مقابلے سے بھاگنے کی اجازت نہیں۔ (واذا اصاب الناس موت وانت فيهم) اور جب کسی دبا اور طاعون وغیرہ کے باعث لوگ مر رہے ہوں۔ اور تو ان میں موجود ہو تو (فان ثبت) تو اپنی جگہ پر موجود رہ وہاں سے موت کے ڈر سے کسی اور طرف نہ جا۔ حکم شرعی یہی ہے کہ جب کسی شہر میں وبا ٹی مرض پھیل ہوئی ہو تو ایسے وقت میں وہاں سے کسی اور جگہ نہ جانا چاہیے۔ مگر ایسے وقت کسی اور شہر سے اس شہر میں بھی منتقل نہ ہونا چاہیے۔ اور طاعون سے بھاگنا معصیت اور گناہ ہے۔ اور بالکل ایسا ہی جرم ہے جیسے کفار کے مقابلے سے بھاگنا جرم ہے۔ اور اگر اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اگر یہاں سے نہ بھاگا تو ضرور مر جاؤں گا۔ اور اگر اس شہر سے بھاگ جاؤں تو ضرور بچ جاؤں گا اور سلامت رہوں گا تو ایسا عقیدہ رکھنے سے کافر ہو جائیگا۔ (فوز بالش من ذالک)۔ (وانفق علی عیالک من طولک) اور اپنے اہل و عیال پر اپنی گنجائش کے مطابق ضروری نان و نفقہ سے بڑھ کر خرچ کیا کر۔ (ولا ترفع عنهم عصالک ادباً) اور اپنی لاکھی رکھ نہ دے بلکہ تعلیم و تربیت کے لیے انہیں مارا کر۔ (واخفهم فی اللہ) اور انہیں حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ڈرایا کر۔

۵۵۔ وَعَنْ حَدِیْقَةِ قَالَ إِنَّمَا التِّفَاقُ

كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ - فَلَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ

أَوِ الْإِيمَانُ. رواه البخاری.

اور حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے

ہیں کہ نفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ مگر اب

ہمارے زمانہ میں صرف کفر یا ایمان ہے۔

تشریح:۔ (وعن حدیقة) یعنی حدیفہ بن الیمان عظیم اور اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی رازدان ہیں۔ آپ منافقین کے حالات سے بہت زیادہ واقف تھے۔ (قال انما النفاق کان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرماتے ہیں نفاق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ (واما الیوم) مگر آج ہمارے زمانہ میں رفاہنا ہوا الکفر والایمان، صرف کفر یا ایمان ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ تین قسموں میں تقسیم تھے۔ مؤمن۔ کافر۔ منافق۔ آپ کے زمانہ اقدس میں شریعت کا حکم یہ تھا کہ منافقین کو مسلمانوں کے حکم کے تحت رکھا جاتا تھا۔ اور ان کے حال پر پردہ پوشی کی جاتی تھی۔ اور حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت جو اس وقت ملحوظ تھیں، ان کے حالات کو نہیں چھپا جاتا تھا۔ مگر اب یہ حکم باقی نہیں رہا۔ اگر فرضاً ظاہر ہو جائے کہ فلاں کے سینہ میں نفاق ہے۔ اور اس نے اپنے دل میں کفر پھپھایا ہوا ہے۔ تو اسے بھی ہم قتل کر دیں گے اور اس پر کفر کے احکام جاری کریں گے۔

دسوسہ کا بیان

دسوسہ مدہم آواز، عورتوں کے زیور یا زیب وغیرہ کی آواز اور بُرے خیال کو کہتے ہیں مگر یہاں انکار فاسدہ اور ردی خیالات مراد ہیں۔ جو گناہ اور معصیت کا سبب بنتے ہیں۔ اور جو خیالات ایمان کا سبب بنیں انہیں الہام کہا جاتا ہے اور لفظ دسواس بفتح واو کسر کا بھی یہی معنی ہے۔ دسواس یعنی شیطان بھی آتا ہے آئیر کریمہ من شوال دسواس میں دسواس کا معنی بعض مفسرین نے شیطان کیا ہے۔

پہلی فصل

الفصل الاول

۵۴۔ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا دَسَّوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ. متفق عليه.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے درگزر فرماتے ہیں وہ دسوسے جو اس کے سینوں میں آتے ہیں جب تک امت اس پر عمل نہ کرے یا دسوسے کی بات زبان پر نہ لائے۔

شرح:۔ (عن ابی ہریرۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمادیا ہے میری امت کے (ما دسوست بہ صدورہا) (ما لہ عمل) جب تک کہ ان پر عمل پیرا نہ ہو۔ (او تتکلم) یا جب تک کہ انہیں زبان پر نہ لائے۔

یعنی وہ عمل جو نہ کرنا چاہیئے، نفس و شیطان اس کی دوسرے انداز میں کرتے ہیں۔ اور دل میں اس کے کرنے کا خیال ڈالتے ہیں یا وہ بات جو زبان پر نہ لانی چاہیئے اسے زبان پر لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ تاہم جب تک بندہ دوسرے کے مطابق عمل بد نہیں کرتا۔ یا بری بات زبان پر نہیں لاتا کراہتیں اسے نہیں لکھتے اور ان پر اللہ کے ہاں مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ رعایت و درگزر اس امت مرحومہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ گزشتہ امتوں کی محض بُرے خیال پر بھی گرفت ہوتی اور انہیں سزا ملتی تھی۔

اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ معصیت و گناہ کا پختہ ارادہ و عزم کر لینے پر بھی بندے کی گرفت نہ ہوگی۔ بعض علماء کا یہی مسلک و مذہب ہے۔ لیکن درست اور صحیح مذہب یہ ہے کہ معصیت و گناہ کے پختہ عزم و ارادہ پر بھی بندے کی گرفت ہوگی۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ بندے کے اختیار کے بغیر یکایک جو بُرے خیال اس کے نفس میں آتا ہے۔ اسے ہاتھسکتے ہیں۔ یہ تمام امتوں کے لیے معاف تھا۔ کہ ایسا خیال بندے کے اختیار سے باہر ہے۔ اور جو بُرے خیال دل میں آئے اور جاگزین ہو جائے اور سینے میں گھومنا شروع کر دے اُسے خاطر کھتے ہیں۔ یہ بھی اس امت کے لیے معاف ہے۔ قابل گرفت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ فضل اور اس کی بہرحمت اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ جس طرح سہو و نسیان اس امت سے اٹھایا گیا ہے۔ یعنی اس پر گرفت و مواخذہ نہیں ہے۔ اور اگر اس خیال بد کے سینہ میں گھومنے اور گشت کرنے کے بعد دل میں اس کی محبت و چاہت پیدا ہو۔ اور اس کے حصول کی خواہش اور اس تک پہنچنے کا ارادہ پیدا ہو جائے تو ایسے خیال کو ہتم کہتے ہیں۔ یہ بھی اس امت کے لیے معاف کر دیا گیا ہے اور جب تک بندہ اس پر عمل پیرا نہ ہو، عمل نامہ میں نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ اگر اس کا قصد و ارادہ کہ لیا پھر اپنے نفس کو اس سے روک لیا تو اس پر اس کے لیے، نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہاں ایک اور قسم بھی ہے جسے عزم کہتے ہیں اور یہ معصیت پر نفس کی قرار داد اور اس معصیت کے ارتکاب کے جزم اور پختہ ارادہ کا نام ہے۔ یہاں تک کہ اب بندے کی طرف سے اس کے گزرنے میں کوئی ہچکچاہٹ اور کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی ماسوائے اس کے کہ اس کے خارجی اسباب مہیا نہ ہو سکے۔ اگر خارجی اسباب مہیا ہو جاتے تو بندہ ضرور اسے گزر دیتا۔ اس قسم کے عزم و ارادہ پر مواخذہ ہوگا۔ کہ یہ قلب کے اعمال میں سے ہے۔ جس طرح عقائد و اخلاق ذمیمہ پر بندے کا مواخذہ ہوگا اور قلب کے اعمال پر بھی بندے کی گرفت ہوتی ہے۔ جس طرح ظاہری اعضا کے اعمال بد پر گرفت و مواخذہ ہوتا ہے۔ تاہم یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ عزم و ارادہ عین معصیت نہیں ہے۔ جس کا بندے نے عزم کر رکھا ہے۔ مثلاً زنا کا عزم بلاشبہ معصیت و گناہ ہے۔ اور قابل گرفت

ہے۔ مگر یہ عزم دار ارادہ عین زنا نہیں اور اس پر مداخلہ عین زنا کے مواخذگی طرح نہیں ہے۔ بلکہ یہ عزم فی نفسہ معصیت و گناہ ہے مگر زنا سے کم درجہ کا گناہ ہے۔

۵۔ وَعَنْهُ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاطَى أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمُ بِهِ. قَالَ أَدَقُّ وَجَدْتُ تَمُوهُ قَالُوا نَعَمْ. قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ.

انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ حضور ربی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ ہم لوگ اپنے دلوں میں ایسے بُرے برے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص انہیں زبان پر لانے کو گناہ عظیم تصور کرتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا واقعی تم لوگ ان خیالات کو اتنا بُرا تصور کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو یہ خالص ایمان کی نشانی ہے۔

(ادامہ مسئلہ)

شرح :- (روعنہ قال) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رجاء ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت را الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی (فسألوا) اور آپ سے دریافت کیا۔ (انا نجد فی انفسنا ما يتعاطى احدنا ان يتكلم به) کہ بیشک ہم لوگ اپنے دلوں میں ایسے ایسے دوسوے اور خواطر محسوس کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر آدمی انہیں زبان پر لانا نہایت سخت، بڑا گراں بہت مکروہ اور ناپسند جانتا ہے۔ (قال) حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ادق وجدتموه) کیا واقعی دلوں میں آنے والے ان بُرے خیالات کو تم لوگ زبان پر لانا بُرا اور گراں خیال کرتے ہو۔ (قالوا نعم) انہوں نے عرض کیا ہاں۔ (قال ذلك صریح الایمان) حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہارا انہیں گراں اور ناپسند جانا تمہارے خالص الایمان ہونے کی دلیل و نشانی ہے۔ کیونکہ یہ گراں و ناپسندیدگی ان خیالات کے باطل و قبیح ہونے کے اعتقاد اور خدا تعالیٰ کے خوف اس کی خشیت اور اس کے حکم کی دلوں میں عظمت کی بنا پر ہے۔ اور یہ سب کچھ ایمان کے آثار و نتائج ہیں کہ معصیت و گناہ کو اس حد تک قبیح اور بُرا جانتا کہ اسے زبان پر لانے کو تیار نہ ہونے کے صدق ایمان کا اثر ہے۔

۵۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي الشَّيْطَانِ أَحَدُكُمْ

اور انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا

فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتَّى يَقُولَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهْ -

ہے اور کہتا ہے فلاں چیز کس نے پیدا کی ہے، فلاں چیز کس نے پیدا کی ہے۔ (بندہ جواب میں کہتا ہے خدا نے پیدا کی ہے یہاں تک کہ شیطان یہ سوال کرتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو جب ابلیس اس سوال پر پہنچے تو بندے کو چاہیئے کہ خدا کے پاس پناہ لے۔ اور اس دوسرے کو دل سے نکال دے۔ اور اس سے رک جائے۔

(متفق علیہ)

شرح:- (دعنا قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ياتي الشيطان احدكم) اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے۔ یہ شیطان خود ابلیس ہوتا ہے۔ یا اس کے لشکر اور گروہ کے شیاطین میں سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے اگر جنات و انسانوں میں سے ہر قسم کے شیاطین مراد لیے جائیں تو بھی درست ہے جیسا کہ آنے والی حدیث میں مذکور ہے۔ مگر فی الحقیقت دوسو سو اور گمراہی میں ڈالنا ابلیس کے سپرد ہے۔ اور اس دوسو سو انداز ہی اور گمراہی کا ذمہ دار اور مرجع ابلیس کو ہی بنایا گیا ہے۔ (فَيَقُولُ) تو شیطان یوں کہتا اور اس طرح دوسو سو ڈالتا ہے مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا۔ کہ یہ چیز کس نے پیدا کی ہے اور یہ چیز کس نے پیدا کی ہے۔ انسان ضروری طور پر شیطان کے جواب میں کہتا ہے۔ میرے پروردگار نے پیدا کی ہے (حق یقول یہاں تک کہ شیطان یہ کہتا ہے۔ (مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ) تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (فَإِذَا بَلَغَهُ) جب شیطان اس بات پر پہنچے (فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ) تو چاہیئے کہ تم میں سے وہ بندہ شیطان کے شر سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ لے۔ (وَلْيَنْتَهْ) اور چاہیئے کہ اس دوسو سو سے باز آ جائے اور شیطان کے ساتھ اس گفتگو کو ترک کر دے۔ ابلیس سے بحث و جھگڑا اور اس سے ہمنشینی سے بچنے کے لیے اپنی حالت بدل لینا بھی اثر رکھتا ہے۔ جس طرح کہ علماء نے غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے حالت کی تبدیلی کو موثر قرار دیا ہے۔ کیونکہ شیطان کے ساتھ مناظرہ اور جھگڑا دوسو سوں کا دروازہ کھلنے اور اس کے شر کے مزید ابھرنے اور پھیلنے کا موجب و ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے وہ لعین اپنے شبہات اور مغالطوں میں غالب آ جائے۔ اور انسان ان کی تردید سے بے بس ہو جائے۔ لہذا اس لعین کے شر سے نجات پانے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ بندہ حق جل و علا کی عزت والی جناب میں پناہ لے۔ اور اس طرح اس کے شر سے دودھ اور اسم المفضل سے اسم المادی کی جانب بھاگے۔

شیطان سے پناہ حاصل کرنے کے اقسام میں سے اعلیٰ ترین قسم بندہ کی ریاضت و تعلقات دنیوی کی میل کچیل سے نفس کا تزکیہ اور اسے پاک اور اغیار کے نقوش سے لوحِ قلب کو صاف کرنا ہے۔ صرف زبان سے اعوذ باللہ پڑھنا کافی نہیں۔ تاہم اس سے بھی کچھ نہ کچھ مدد مل جاتی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ بات تسلیم کر لینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے یہ سوال کرنا کہ خدا تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے بالکل فاسد اور لغو اور تناقض کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ہر وہ شے جو مخلوقیت سے موصوف ہے خلق اللہ الخلق میں داخل ہے۔ اس کے بعد پھر خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور یہ کہنا کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، نامعقول اور متناقض بات ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۵۹۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ۔ اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ یہ سوال کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ یہ بات کہنے کی نوبت آپہنچے گی کہ مخلوق تو اللہ نے پیدا کی ہے اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو جو شخص یہ دوسوہ اپنے اندر محسوس کرے اسے چاہیے کہ یوں کہے میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ متفق علیہ۔

تشریح:- (وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ آپس میں جھگڑے اور محبت بازی یا نفس و شیطان کے ساتھ بطور دوسوہ و خیال سوال اور گفتگو کرتے رہیں گے۔ (حتی یقال هذا) یہاں تک کہ نوبت اس قول پر آپہنچے گی کہ (خلق الله الخلق) مخلوق کو تو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ (فمن خلق الله) اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (فمن وجد من ذلك شيئاً) تو جو شخص یہ بات اور اس دوسوے میں سے کچھ اپنے اندر محسوس کرے (فليقل امنت بالله ورسوله) تو چاہیئے کہ اس دوسوے کو دور کرنے کے لیے یوں کہے میں اللہ پر ایمان لایا جو اس سے پاک و منزہ ہے۔ اور میں اس کے رسولوں پر ایمان لایا جنہوں نے ان نقائص سے خدا تعالیٰ کے منزہ اور پاک ہونے کی تعلیم دی ہے۔ اور امنت باللہ ورسولہ کا کلمہ اللہ کے پاس پناہ لینے اور ان دوسووں سے رک جانے کے قائم مقام ہے جس کا گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا ہے۔ اور یہ بھی ابلیس سے جھگڑے اور اس کے دوسووں کو ختم کرنے میں موثر ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ یہ کفر یہ کلمہ ہے اس لیے کلمہ ایمان سے اس کا تدارک ضروری تھا سگر

قارئین سے یہ امر پوچھنا چاہیے کہ یہ کلمہ اس وقت کفر بنتا ہے۔ جب کہ نیت و حقیقت اور اعتقاد کے طور پر بندے سے صادر ہو، اور اگر اس کا صدور ایک دوسرے کے ساتھ بطور بحث و مناظرہ ہو یا نفس و شیطان کے ساتھ بطور دوسوہ دل میں آئے تو کفر نہیں ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ بات تفصیل منفرصلہ کے طور پر کہی جائے۔ اور یوں کہا جائے کہ اگر بندے سے یہ قول بطور اعتقاد صادر ہو تو امانت باللہ درسلہ کلمہ تجدید ایمان کے لیے ہوگا۔ اور اگر کلمہ بطور دوسوہ اور خطرہ دل میں گزرے تو کلمہ امانت باللہ درسلہ دوسوہ اور خلجان قلب دور کرنے کے ہوگا۔ آخری شق نسبت ظاہر و واضح ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۴۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ دُكِلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجَنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ إِيَّايَ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ۔ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔ رواه مسلم

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایک بھی نہیں مگر اس پر اس کا ایک ساتھی شیاطین سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مسلط کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا اور آپ کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرا حال بھی ایسا ہی ہے لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے۔ تو وہ مجھے نیکی کا حکم ہی دیتا ہے۔

شرح :- (و عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منكم من احد الا وقد دكل به قرينه من الجن) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے تم میں سے کوئی ایک بھی مگر مسلط کیا گیا ہے اس پر جنات میں سے ایک ساتھی۔ (وقرينه من الملائكة) اور فرشتوں میں سے ایک ساتھی۔ یعنی بر آدمی کے دو ساتھی ہیں ایک جن جو اسے برے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں بُرے بُرے دوسوے ڈالتا ہے۔ دوسرا فرشتہ جو نیک کام کا حکم دیتا اور اچھے کاموں کا الہام کرتا ہے۔ بعض روایات میں اس طرح وارد ہے کہ جو آدم زاد بھی پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کی مانند ایک جن بھی پیدا ہوتا ہے جسے ہمزاد کہتے ہیں۔ (قالوا وایاک) صحابہ کرام نے عرض کیا (یا رسول اللہ) یا رسول اللہ آپ کا اپنے متعلق بھی یہی ارادہ ہے اور اپنے آپ کو بھی آپ اسی عموم میں داخل سمجھتے ہیں۔ اور آپ کا بھی کوئی جن ساتھی ہے۔ (قال وایای) آپ نے فرمایا ہاں میں اپنے آپ کو بھی اس حکم میں داخل جانتا ہوں۔ اور جنات میں سے میرا بھی ایک ساتھی ہے۔ (ولکن الله اعانني عليه) لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھے اس پر غالب کر دیا ہے۔ (فاسلم) محمدین نے یہ لفظ دو

طریقوں سے روایت کیلئے ہے۔ ایک میم کے رفع کے ساتھ بصیغہ مضارع معلوم یعنی جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے تو میں اپنے اس ساتھی کے شر اور اس کے دوسو سوں کی آفت سے بچا رہتا ہوں۔ اور وہ میرا طبع اور میرے تابع ہو چکا ہے۔ دوسرے فتح میم کے ساتھ بہ لفظ ماضی یعنی میرا یہ ساتھی بھی اسلام لا چکا ہے۔ اس لفظ کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام بمعنی اطاعت و فرمانبرداری ہو۔ یہ معنی وجہ اول کی طرف راجع ہے اور بعض روایات میں صراحتاً فاستسلم کا لفظ بھی آیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسلام کا معنی یہ ہو کہ میرا جن ساتھی مسلمان ہو گیا اور ایمان قبول کر چکا ہے۔ اور یہ کوئی بعید نہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فضیلت و بزرگی سے ممتاز اور مخصوص فرما دیا ہو۔ صاحب نہایت نے فرمایا ہے۔ کہ حدیث (کان شیطان آدم کا فردا شیطان مسلمانا) (آدم کا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہے) اسی معنی کی شاید ہے۔ (فلا یامدنی الانجیر) تو وہ مجھے ہر حال میں نیکی اور اچھی چیز کا ہی حکم دیتا ہے۔

۶۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْدَى الدَّمِ۔

(متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان انسان میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون اس کی رگوں میں دوڑتا ہے۔

شرح: (روعن انس) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطن یجری من الانسان مجدی الدم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان انسان میں اس طرح چلتا ہے۔ جیسے انسانی بدن میں خون چلتا ہے۔ اس ارشاد سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ شیطان دوسو سے انسان میں چلتے اور گھومتے ہیں۔ نیز اس سے شیطان کے انسان کو حد درجہ گمراہ اور بدراہ کرنے کے تصرف و تسلط کا بیان مقصود ہے۔ اور اگر حدیث کے الفاظ ظاہری معنی پر محمول کیے جائیں کہ شیطان بذات خود آدمی کے اندر گھس جاتا ہے۔ تو یہ بھی بعید نہیں کہ شیطان اجسام لطیفہ میں سے ہے اس لیے اجسام کثیفہ میں اس کا گھس جانا اور ان میں چلنا ممکن ہے۔ جس طرح آگ اور ہوا۔ اور خون کے دوڑنے کے ساتھ تشبیہ دینے کا ظاہر معنی بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

۶۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرزندِ آدم میں سے کوئی بچہ پیدا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من بنی

آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمْسُهُ الشَّيْطَانُ حِينَ
يُولَدُ فَيَسْتَهْلِكُ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ
الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرِيَمَ وَابْنَهَا۔

(متفق علیہ)

نہیں ہوتا مگر اس کی پیدائش کے وقت شیطان اپنے ہاتھ
سے چھوتا ہے۔ تو وہ بچہ چیخ مار کر روتا ہے۔ شیطان کے
ہاتھ سے چھونے کی وجہ سے۔ سوائے حضرت مریم اور اس
کے بیٹے حضرت عیسیٰ کے۔

شرح :- رو عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من بنی آدم مولود حضرت
الہو بریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے اولاد آدم سے کوئی پیدا ہونے
والا بچہ۔ (الا یمس الشیطان حین یولد) مگر اس کی پیدائش کے وقت شیطان اپنے ہاتھ سے اُسے چھوتا
اور ہلاتا ہے۔ جس سے بچے کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور درد و اذیت محسوس کرتا ہے۔ (فیسئل صا رھا) تو
وہ چیختا اور آواز نکالتا اور روتا ہے۔ (ممن مس الشیطان) شیطان کے چھونے کی وجہ سے۔ یعنی پیدائش
کے وقت بچے کا رونا اس وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اس سے اس لعین کی غرض و غایت اس بچے کو فطرت اسلام سے
برگشتہ کرنا اس کی دینی استعداد کو برباد کرنا اور اس میں گمراہی و فساد کا اثر ڈالنا ہوتا ہے۔ (غیر مریم و ابنہا)
ماسوائے حضرت مریم اور اس کے بیٹے حضرت عیسیٰ کے کہ یہ دونوں ہستیاں مس شیطان اور اس کے برے
اثر سے منزہ اور پاک ہیں۔ کیونکہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ماں نے اپنی بیٹی اور اس کے بیٹے کے لیے اس امر
کی دعا کی تھی کہ یہ دونوں شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ دے ملے
الفاظ یہ ہیں:-

انی اعینا ہابک و ذریعتہا من الشیطان

بیشک میں مریم اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری

الرحیم۔

پناہ میں دیتی ہوں۔

حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ کا شیطان کے اس مس سے بچنے میں مخصوص ہونا حضرت سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم سے افضل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر زیادہ فضائل و معجزات
اور مناقب و مراتب حاصل ہیں کہ دوسرے کسی بھی پیغمبر کو حاصل نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مفضول (کم درجہ والے)
کو کوئی ایسی صفت و کمال حاصل ہو جو فاضل (اعلیٰ درجہ والے) کو حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ فضل کلی فضل جزئی کے
منافی نہیں ہے۔ ان سطور کا محرر بندہ ضعیف کہتا ہے کہ اس بارے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نبی آدم کے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اس حدیث میں حضور علیہ السلام اپنے علاوہ دوسرے فرزند ان آدم

کی خبر دے رہے ہیں۔ اور طہارت میں آپ کا مقام اس سے نہایت ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت شیطان آپ پر کسی قسم کا تصرف کر سکے۔

بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ منکلم جب اس قسم کا کلام کرتا ہے تو عرف و محاورات میں خود اس کی اپنی ذات اس سے خارج ہوتی ہے۔ اور ذوق و حال اس کا قرینہ ہوتا ہے۔ یہ کچھ بندہ ضعیف نے کہا ہے یہ کلام اس کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بیت

دامن اجلال اُن نازک نہالِ باغِ دین برتر آمد زیں کہ بروے دستِ نامحرم رسد

ترجمہ:- باغِ دین کے اس نازک پودے کا دامنِ عزت و شان اس سے بلند و برتر ہے کہ نامحرم کا ہاتھ اسے مس کرے۔

۶۳۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَاخُ الْمَوْلُودِ حِينَ يَقَعُ نَزْغَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ (متفق علیہ)

انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچے کا شکم مادر سے باہر آتے وقت روٹا شیطان کے اذیت پہنچانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شرح:- (وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صياخ المولود حين يقع نزغة من الشيطان) پیدائش کے وقت بچے کا روٹنا اور آواز نکالنا شیطان کی ٹھوکر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نزغۃ بفتح نون۔ وسكون زاء وغین معجمہ بمعنی نیزے سے ٹھوکر لگانا۔ لکڑی سے مارنا اور فساد پھیلانے اور گمراہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۶۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ابْلِيسَ يَفْتَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ يَفْتِنُونَ النَّاسَ فَإِذَا هُمْ مِنْهُ مَنَزِلَةٌ أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے۔ پھر اپنے دستے بھیجتا ہے۔ جو لوگوں میں فتنہ اندازی کرتے ہیں تو ان میں ابلیس کے زیادہ قریب مرتبہ میں وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑھ کر فتنہ پھیلا کر آئے۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے میں نے یہ کیا یہ کیا۔ ابلیس سن کر کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ حضور نے فرمایا پھر ایک آتا ہے اور کہتا ہے میں نے فلاں کو نہیں چھوڑا مگر اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی اور بے اتفاقی

اِمْرَاَتِهٖ قَالَ فَيَدُ نَيْبٍ مِنْهُ
وَيَقُولُ نَعْمَ اَنْتَ قَالَ الْاَعْمَشُ
اَرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ
(رواہ مسلم)

ڈال کر رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا تو ابلیس اسے اپنے قریب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے ہاں تو نے ٹھیک کیا ہے۔ اعمش کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ حضرت جابر نے کہا پھر ابلیس پیار کے طور پر اسے اپنے ساتھ چمالتا ہے۔

شرح :- (روعن جابر) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عمرہ علی الماء) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ابلیس تکبر و غرور اور شرک و غلبہ کے اظہار کے لیے اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے۔ تخت بچھانے سے مراد اگر یہ ہو کہ وہ اپنا تخت پانی پر رکھ دیتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا اس کے تخت کو پانی پر قائم رکھنا اور ڈوبنے نہ دینا اس کے لیے مکر و استدراج کے طور پر ہو گا۔ اور اگر پانی پر تخت رکھنے سے پانی کے کنارے پر رکھنا مراد ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں (ثویبث سوا یاہ یفتنون الناس) پھر ابلیس اپنے دستے اور فوجیں لوگوں میں فتنہ اندازی کے لیے مختلف علاقوں اور شہروں کی طرف روانہ کرتا ہے۔ سمرایا سمریہ بفتح سین معملہ و کسرہ داو و تشدید یا کی جمع ہے۔ بمعنی لشکر اور فوج کا ایک دستہ جو دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجا جلتے۔ اور یہ پانچ افراد سے لے کر چار سو یا پانچ سو تک کی نفری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فتنہ۔ بمعنی امتحان و آزمائش۔ اصل لغت میں اس کا معنی ہے سونا چاندی کو میل کچیل سے صاف کرنے کے لیے پگھلانا۔ مال، اولاد، تکلیف و راحت اور گناہ و عذاب وغیرہ کو اس لیے فتنہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ سب امتحان و آزمائش کی چیزیں ہیں۔ (فادناہو منہ منزلة اعظمہو فتنۃ) تو ان میں ابلیس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے۔ جو فتنہ برپا کرنے میں سب سے بڑھ کر ہو۔ یعنی ان دستوں میں سے ابلیس کے نزدیک زیادہ قدر و منزلت اور شان و مرتبہ اس کا ہوتا ہے جو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے اور گمراہ کرنے میں سب سے پیش پیش ہو۔ مختصر یہ کہ جو سب سے بڑھ کر فتنہ انگیز ہو ابلیس کے ہاں سب سے مقرب و معتبر شمار ہوتا ہے۔ ربیعہ احدیہو فیقول ان شیاطین میں سے ایک ابلیس کے پاس آتا اور کہتا ہے۔ (فعلت کذا و کذا) میں نے یہ کام کیا ہے یہ کام کیا ہے۔ اور یہ یہ فتنہ برپا کیا ہے۔ (فیقول ما صنعت شیئاً)۔ تو ابلیس (سن کر) کہتا ہے تو نے کوئی کام نہیں کیا۔ اور تیری کچھ کارکردگی نہیں ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا حضرت جابر نے حضور سے روایت کرتے ہوئے فرمایا (ثویبث احدیہو) پھر اس کے فوجیوں میں سے ایک اور آتا ہے۔ اور کہتا ہے (ما ترکہ حتی فرقت بینہ و بین امرأتہ) میں نے فلاں کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی اور نفرت نہیں ڈال دی (قال فیدنیہ منہ) حضور فرماتے ہیں یہ

سن کر ابلیس اپنے اس سپاہی کو اپنے قریب کرتا ہے۔ (دیفول نعو انتا اور کتا ہے میرا اچھا دوست، کارکن اور مددگار تو ہے۔ (قال الاعمش) حضرت امش جو حضرت جابر سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں (۱۴۸۵) حضرت جابر کے متعلق میرا یہ گمان ہے کہ انہوں نے یہ لفظ بھی کہا۔ (فیل تزمہ) کہ ابلیس اپنے اس سپاہی سے بغلیں ہو جاتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ (فیل نید) پر اضافہ کرتے ہوئے یا فیل نید کی جگہ کہا دونوں احتمال ٹھیک ہیں۔

یہاں علماء کرام نے مرد و زن کے جدائی ڈالنے اور ابلیس کے اسے اچھا اور عمدہ کام قرار دینے کے متعلق کہا ہے۔ کہ تفریق سے طلاق بائن کے ذریعے خاندان بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا مراد ہے۔ تاکہ عورت مرد پر حرام ہو جائے۔ اب عورت سے جو صحبت اور جماع کرے گا حرام ہوگا اور جو اولاد پیدا ہوگی حرام کی اولاد ہوگی۔ اس طرح زنا اور اولاد نہ ناکہی روئے زمین پر کثرت ہو جائے گی۔ اور لوگوں میں فساد اور زنا فرمانی بڑھ جائے گی۔ اور یہ چیز نظام عالم میں خرابی اور گمراہی کا باعث بنے گی۔ اور آدم کی اولاد دنیا و آخرت میں ذلت و خواری میں مبتلا ہوگی۔ علماء نے اس کلام کی تشریح و توجیہ میں ایسا ہی فرمایا ہے۔

اس کلام کی یہ توجیہ گمراہی ممکن ہے۔ کہ تفریق سے مردوں اور ان کی عورتوں میں عداوت جھگڑا اور جنگ و جدل میں مبتلا کرنا مراد ہو۔ تاکہ اس عداوت و نفرت کی بنا پر لوگ اپنی عورتوں سے صحبت و جماع کرنا ترک کر دیں۔ اور اس طرح نسل آدم کی افزائش کا معاملہ رک جائے اور نتیجتاً یہ امر قطع نسل یا افراد انسانی کی قلت کا موجب بن جائے۔ واللہ اعلم۔

۶۵۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيَّسَ مِنْ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي حُجْرَتِهِمْ وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ۔

اور انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ابلیس اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی لوگ جزیرہ عرب میں اب اس کی عبادت کرنے لگیں گے۔ تاہم وہ ان میں جنگ و جدال برپا رکھنے کی کوشش میں مصروف رہے گا۔

(رواہ مسلم)

شرح: مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الشیطن قد ایس من ان یعبد المصلون جزیرہ العرب اور انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ابلیس اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ نماز ادا کرنے والے اب جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کریں گے۔ سرزہ بین عرب کا طول

دعویٰ شرح و تفصیل سے اور جو کچھ اس میں اختلاف ہے، اپنی شرح عربی میں ہم نے نقل کر دیا ہے۔ سرزمین عرب کو جزیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ اسے چاروں طرف سے خلیج فارس، بحر روم اور نیل و دجلہ و فرات نے گھیر رکھا ہے (ولکن فی التخریش بینہم) لیکن شیطان با شندگان جزیرہ عرب میں آپس میں جنگ و عداوت برپا رکھنے کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ اور اس سے ناامید نہ ہوگا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں جو لڑائیاں اور واقعات رونما ہوتے رہے وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ شیطان کی عبادت اور نماز ادا کرنے والوں سے کیا مراد ہے تو علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شیطان کی عبادت سے کفر و ارتداد اور مصلین سے اہل ایمان مراد ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اتنی بات کہنے کے بعد علامہ تورپشتی نے سوال اٹھایا ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد کچھ اہل ایمان مرتد ہو گئے اور انہوں نے مسیلمہ کذاب کی پیروی اختیار کی۔ اور کفر و عناد کے راستے پر چلے (حالانکہ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ابلیس اس سے یایوس ہو چکا ہے)۔ اس اشکال کا جواب یہ دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اہل عرب کفر و ارتداد اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ اس بات کی خبر دی کہ شیطان مسلمانوں کی شوکت و عزت اور ان کے اجتماع و کثرت کو دیکھ کر ناامید ہو جائے گا۔ مگر اس کی ناامیدی اور یایوسی کے باوجود مسلمانوں میں کفر و ارتداد کا فتنہ پھیل گیا۔ لہذا اس حدیث اور اس واقعہ کے درمیان کوئی منافات اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس امر کی خبر دینا ہے کہ اسلام کی شوکت اور اس کا دبدبہ اس حد تک بڑھ جائے گا کہ شیطان ان میں ارتداد واقع ہونے سے یایوس ہو جائے گا۔ آپ کی اس خبر کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں میں ارتداد قطعاً واقع نہ ہو گا لیکن علامہ موصوف کی یہ تقریر بعد سے خالی نہیں۔ یعنی ان کا یہ جواب کوئی اتنا تسلی بخش نہیں ہے کہ شیطان کے ناامید ہونے سے ظاہر واضح بات یہی ہے کہ کفر و ارتداد واقع نہ ہوگا۔ اور اسی حقیقت کی طرف حضور نے اشارہ فرمایا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مصلین سے اہل ایمان اور عبادت شیطان سے بتوں کی عبادت مراد ہے۔ مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں اور مانعین زکوٰۃ نے اگرچہ ارتداد کا راستہ اختیار کیا تاہم وہ بھی بت پرستی میں مبتلا نہ ہوئے انتہی۔

ممکن ہے کہ حدیث کا معنی اس امر کی خبر دینا ہو کہ یہ دین اب تبدیل نہ ہوگا۔ اور اسلام کی بنیادیں کلیتہً اور ہمیشہ کے لیے منہدم نہ ہوں گی۔ اور لوگ پھر سے دور جاہلیت کی طرح مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے کفر و ارتداد کے فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے۔ یہ آخری توہم یہ اس کے خلاف نہیں کہ چند لوگ مرتد ہو جائیں بلکہ بتوں کی پرستش میں مبتلا ہو جائیں۔

واللہ اعلم۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۶۶۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي أَحَدُ ثُلُثِ نَفْسِي بِالشَّيْءِ لَأَنْ أَكُونَ حَمَمَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَرَّ أَمْرُهُ إِلَيْنَا الْوَسْوَسةِ۔ (رواه ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا میرے دل میں ایسی ایسی باتیں آتی ہیں کہ انہیں زبان پر لانے کی نسبت جل کر میرا کوئلہ ہو جانا مجھے زیادہ پسند ہے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی حمد و ثنا جس نے اس شخص کے معاملے کو دوسرے کی طرف لوٹا دیا۔

شرح :- (عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاءه رجل فقال) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔ (انی احد ثلث نفسی بالشئ لان اكون حمامة احب ایلئ) بیشک میرا جل کر کوئلہ بن جانا مجھے اس سے اچھا لگتا ہے کہ (من ان تتكلّم به) میں ان باتوں کو زبان پر لاؤں۔ (حَمَمَةً) بھگم حاء و فتح و میم۔ بمعنی کوئلہ جمع مُحَمَّم یعنی اگر میں جل کر خاکستر سیاہ کوئلہ اور نابود ہو جاؤں تو وہ مجھے بہتر محسوس ہوتا ہے اس کی نسبت جو میرے ضمیر میں دوسرے آتے ہیں انہیں زبان پر لاؤں۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد لله الذي ردّ امره الى الوسوسة حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس شخص یا شیطان کے کام کو اس نے اس شخص کے نفس میں ڈالا، اسے دوسرے کی طرف لوٹا دیا۔ اور دوسرے کی حد میں ہی اسے روک لیا اور اسے یہ ہمت نہ دی کہ وہ اس کے مطابق عمل پیرا ہو یا اُسے زبان پر لائے کہ وہ قابلِ

۶۷۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَمَةً بِابْنِ آدَمَ وَ لِلْمَلَائِكَةِ لَمَمَةٌ فَأَمَّا لَمَمَةُ الشَّيْطَانِ فَيَا يَعَاذُ بِالْشَّرِّ وَ تَكْذِيبُ بِالْحَقِّ وَ أَمَّا لَمَمَةُ الْمَلَائِكَةِ فَيَا يَعَاذُ بِالْخَيْرِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ابن آدم کے پاس شیطان بھی آتا ہے اور فرشتہ بھی شیطان کا اس کے پاس آتا تو اس صورت میں ہوتا ہے کہ اسے شر اور خرابی کے ساتھ ڈراتا ہے۔ اور حق کی تکذیب میں مبتلا کرتا ہے۔ اور فرشتے کا آنا اس شکل میں ہوتا

وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ رَجَعَا ذَلِكَ

فَلْيَعْلَمَنَّ أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ فَلَْيَحْمَدِ اللَّهَ

وَمَنْ رَجَعَا الْآخِرَى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ

مِنَ الشَّيْطَانِ - ثُمَّ قَرَأَ الشَّيْطَانُ

يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ دِيَامًا مَرُّكُمْ بِالْفَحْشَاءِ -

رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب -

شرح :- (وعن ابن مسعود) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطن لثمۃ

بابن آدم) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان

ابن آدم پر نازل کرتا اور اس کے نزدیک آتا ہے (وللملک لمة) اور فرشتہ بھی انسان پر نازل کرتا اور اس کے نزدیک

آتا ہے۔ کلمۃ بفتح لام وتشدید میم امام سے ہے۔ بمعنی نازل ہوتا، نزدیک آنا اور پہنچنا۔ یعنی انسان کے ساتھ ایک شیطان

ہوتا ہے اور ایک فرشتہ۔ دونوں اس سے کام رکھتے ہیں۔ (فامامة الشیطن فالیعاد بالشر) شیطان کا کام تو

اسے بُرائی سے ڈرانا ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بندے کو یوں کہتا ہے۔ کہ اگر تو نے فلاں نیک کام کیا تو تیرا بُرائی اور خرابی

میں مبتلا ہوگا۔ مثلاً اگر تو نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا اور اس کی عبادت میں مہر دت ہو گیا تو اپنے آپ کو فقر و محتاجی اور ذلت و

نحاری میں ڈال دے گا۔ (وتکذیب بالحق) اور حق کی تکذیب پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ (وامامة الملک فالیعاد

بالخیر و تصدیق بالحق) اور فرشتے کا یہ کام ہوتا ہے۔ کہ وہ نیکی کی نوید و بشارت دیتا ہے اور حق کی طرف سے سچ و راستی

کی نسبت اور یقین کی دولت دل میں ڈالتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ نیکی کے لیے وعدہ اور بُرائی کے لیے لفظ وعید استعمل

کیا جاتا ہے۔ لیکن لغوی طور پر دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ پھر یہ تخصیص

اس وقت ہوتی ہے جب کہ خیر و عثر کا کلمہ عبارت میں مذکور نہ ہو۔ اور اگر لفظ وعدہ و وعید دونوں عبارت میں مذکور ہوں

تو اس صورت میں لغتہ دونوں معنی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ (فمن وجد ذلک) تو جو شخص اپنے میں یہ چیز پائے یعنی

وعدہ خیر جو فرشتے کے نازل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (فلیعلم انه من اللہ) تو جان لے کہ یہ چیز خدا کی طرف سے ہے۔

یعنی اس کی جناب لطف و رحمت سے صادر ہو رہی ہے۔ (فلیحمد اللہ) اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس بلند

ذات کی حمد و ثنا کرے۔ (ومن وجد الاخری) اور جو شخص شیطان کا نازل محسوس کرے۔ (فلیتعوذ باللہ

من الشیطن) تو چاہیے کہ دوسرے شیطان سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ تلاش کرے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے مضمون کے موافق اور اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔
 الشیطن یعدک الفقر شیطان تمہیں فقر و محتاجی سے ڈراتا ہے۔ یعنی یوں کہتا ہے کہ اگر اللہ کے راستے میں مال
 خرچ کرو گے تو محتاج اور تنگ دست ہو جاؤ گے و یا تمہم بالفحشاء اور تمہیں بخل و کجی کا حکم دیتا ہے۔ عرب بخل
 کو فحشاء کہتے ہیں۔ یا فحشاء سے مطلق معاصی مراد ہیں۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ اس آیت کے آخری الفاظ
 یہ ہیں واللہ بعدکم مغفرة منه وفضلاً اور خدا تعالیٰ اس کے راستے میں مال خرچ کرنے والوں کو گناہوں کی بخشش کی
 بشارت دیتا ہے۔ اور بخشش سے بڑھ کر فضل و کرم کی بشارت بھی دیتا ہے۔ یعنی مال خرچ کرنے پر ثواب عطا
 کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں ثواب کے علاوہ اپنے فضل و کرم کی بشارت بھی دیتا ہے۔
 مذکورہ حدیث سے اس آیت کی موافقت اس طرح ہے کہ فرشتے کا نزول جناب حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔

لہذا مغفرت و فضل کا وعدہ درحقیقت نزول فرشتہ کا ہم معنی ہے۔ (رداء الترمذی وقال) اس حدیث کو امام ترمذی نے
 روایت کیا اور کہا۔ (ہذا حدیث غریب) یہ حدیث غریب کا معنی مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔
 معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث میں علم خواطر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ علم قوم کے دقیق علوم میں سے ہے۔ اور خواطر و
 غیر خواطر میں تمیز و فرق میسر نہیں آتا مگر کمال تقویٰ۔ تصفیہ قلب اور اس کے ریتین سے روشن و منور ہونے کے بعد۔
 اہل علم و صوفیہ کے ہاں چار قسم کے خواطر مشہور ہیں۔ ۱۔ حقانی۔ ۲۔ نفسانی۔ ۳۔ ملکائی۔ اور ۴۔ شیطانی۔ ان میں
 فرق و امتیاز کرنے کی وجہ قوم کی کتب میں مذکور ہیں۔ لیکن وہ نہایت دقیق ہیں۔ متاخرین مشائخ میں سے بعض
 حضرات نے فرمایا ہے۔ کہ دل میں آنے والا خطرہ اگر مباح شہوتوں سے متعلق ہو تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ اگر حرام
 چیزوں سے متعلق ہو تو خاطر شیطانی کہلاتا ہے۔ اور اگر نیکی و طاعات سے تعلق رکھتا ہو تو خاطر ملکائی ہے۔ اور اگر ماسوا
 اللہ سے قطع تعلق سے وابستہ ہو تو خاطر حقانی ہے۔

حضرت شیخ عارف کامل عبدالوہاب متقی قدس سرہ کا ایک رسالہ مسمی بہ مفاتیح الغیوب فی معرفۃ خواطر القلوب
 ہے جو اس بارے میں نہایت نافع اور مفید ہے۔ مشکوٰۃ کی عربی شرح لمعات میں ہم نے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

۶۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے ہمیشہ

الناس یتساءلون حتی یقال هذا خلق

سوالات کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یوں کہا جاتا ہے۔ مخلوق

اللہ المخلوق فمن خلق اللہ فإذا قالوا ذلک

کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ جب لوگ یہ بات

تَوَلَّوْا اللّٰهَ اَحَدًا . اللّٰهُ الصَّمَدُ . لَوْ يَلِدُ
وَلَوْ يُولَدُ وَلَوْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ . ثُمَّ
الْيَتَّقِلْ عَنْ نِسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . رواه ابو داود . وسند
حديث عمرو بن الاحوص في باب خطبة
يوم النحر .

کیس تو تم (سن کہہ) کہو۔ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس
نے کسی کو نہیں جنا۔ نہ اسے کسی نے جنا ہے اور اس کی مثل کوئی
نہیں۔ پھر اپنی بائیں جانب تین دفعہ تھوکے اور شیطان مردود سے
اللہ کے پاس پناہ تلاش کرے۔ اسے ابو داؤد نے روایت
کیا اور ہم عنقریب عمرو بن الاحوص کی حدیث باب خطبہ یوم النحر
میں بیان کر دیں گے۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال) حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا یزال الناس یتساءلون حتی یقال هذا)
لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے اور سوال کرتے رہتے ہیں تا آنکہ یہ بات کہنے لگتے ہیں۔ (خلق اللہ الخلق فمن
خلق اللہ) مخلوقات کو تو اللہ نے پیدا کیا۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (فاذا قالوا ذلک) جب لوگ یہ بات
کہیں (قولوا) تو اس سوال کے رد و ابطال اور اس دوسرے اور خطرہ کے رفع کرنے کے لیے اے سننے والو تم یوں کہا
کو۔ (اللہ احد) اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یگانہ اور وحدہ لا شریک ہے (اللہ الصمد) اللہ سردار
ہے ہر شے اس کی محتاج ہے۔ اور سب حاجات و مقاصد کے لیے اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(لویلد ولویولد) اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ اسے کسی نے جنا ہے ولویکن لہ کفوا احد اور کوئی بھی اس کی مثل
اور مانند نہیں۔ اور یہ صفات مخلوق ہونے کے منافی ہیں اور ذات خالق کے سوا کسی کے لائق نہیں۔ ثم لیتقل عن نيساره ثلثا
پھر جو شخص لوگوں کے اس طرح کے کلمات سنے وہ ان صفات کا ذکر کرنے کے بعد تین بار اپنی بائیں جانب تھوکے۔ تفعل
اس دم کرنے کو کہتے ہیں جس میں منہ سے پھونکنے کے وقت کچھ لعاب دہن بھی خارج ہو۔ یہ تھوکنہ شیطان سے اظہار
نفرت و کراہت اس کے اظہار ناپاکی اور اسے ذلیل و خوار کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ تھوکنہ شیطان اور اس کے شر کو
دفع کرنے میں خاص اثر رکھتا ہے۔ بائیں جانب کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ شیطان بائیں جانب ہوتا ہے۔ ویستعذ باللہ
من الشیطن الرجیم اور چاہیے کہ شیطان مردود سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ تلاش کرے۔ رواہ ابو داؤد اس
حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ وسند کو حدیث عمرو بن الاحوص فی باب خطبہ یوم النحر اور ہم عمرو بن الاحوص کی حدیث
جو مصابیح میں اس باب میں مذکور تھی باب خطبہ یوم نحر میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کہ اس کی مناسبت اس باب کے
ساتھ ظاہر تر اور زیادہ ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۶۹۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنُتَبَيَّرَ بِالنَّاسِ يَتَسَاءَلُونَ

حَتَّى يَقُولُوا هَذَا. اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَلَمْ يُسَلِّ

قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا

يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَّابًا كَذَّابًا

حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ

فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے ہمیشہ پوچھتے اور سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ یوں کہیں گے۔ اللہ نے ہر شے پیدا کی ہے اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ یہ امام بخاری کی روایت ہے۔ اور مسلم کے ہاں یوں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے تیری امت ہمیشہ اس طرح کتنی رہے گی یہ چیز کیلئے یہ چیز کیا ہے۔ یہاں تک کہ یوں کہیں گے۔ مخلوقات کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا ہے۔

شرح :- (عن انس) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لن يبرح الناس يتساءلون حتى يقولوا هذا) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے اور سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یوں کہیں گے۔ (اللہ خلق كل شيء) اللہ نے ہر چیز پیدا کی ہے۔ (فمن خلق الله عز وجل) تو اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (رواه البخاري) اس حدیث کو ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (ولمسلم) اور امام مسلم کے ہاں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قال الله عز وجل) اللہ عزوجل نے فرمایا (ان امة لا يزالون يقولون ما كذا ما كذا) تیری امت ہمیشہ یوں کہتی رہے گی یہ چیز کیا ہے یہ چیز کیلئے۔ یعنی حقائق اشیاء کے بارے میں سوالات کرتے رہیں گے۔ اور ان کی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہیں گے۔ (حتى يقولوا هذا) یہاں تک کہ وہ یوں کہیں گے (اللہ خلق الخلق فمن خلق الله عز وجل) اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا۔

۷۰۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ

اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان میرے اور میری

حَالِ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَواتِي وَبَيْنَ قِرَأتِي
يَكْبِسُهَا عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خَنْزَبٌ
فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْهُ وَانْقُلْ
عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا فَعَلَلْتُ ذِيكَ فَادْهَبْهُ
اللَّهُ عَنِّي - رواه مسلم -

نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ مجھے پڑھتے وقت
شک ڈالتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک
شیطان ہے جسے خنزب کہتے ہیں۔ جب تو اسے محسوس کرے تو
اللہ کے پاس اس سے پناہ لے۔ اور اپنی بائیں جانب تین بار
تحرک یا کریں گے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے دور
کر دیا۔

شرح :- رو عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ آپ ثقیفی ہیں۔ حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے آپ کو طائف کا عامل مقرر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک اور خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی
کے دو سال تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب قبیلہ ثقیف نے اسلام
سے پھر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے گروہ ثقیف تم لوگ سب
سے آخر اسلام لائے ہو۔ اب تمہیں سب سے پہلے مرتد نہ ہو جانا چاہیئے۔ آپ کی فمائش کے باوجود یہ لوگ باز نہ
آئے اور مرتد ہو گئے۔ آپ سے حضرت حسن بھری اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے۔ حضرت
عثمان کی والدہ فرماتی ہیں۔ جب حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے حضور پیدا ہوئے
میں اس وقت ان کے پاس موجود تھی۔

یہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ (قلت) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)
اے اللہ کے رسول (ان الشیطان قد حال بینی و بین صَلَواتی وَبَيْنَ قِرَأتی) بیشک شیطان میرے اور میری
نماز اور میری قرأت کے درمیان حائل ہوتا اور رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ (یلبسها) میری قرأت مجھ پر
خلط ملط کرتا میرے لیے اس میں شک ڈالتا اور دسوسہ اندازی کرتا ہے۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاكَ
شَيْطَانٌ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شیطان تیرے اور تیری نماز کے درمیان حائل ہوتا اور قرأت
میں شک ڈالتا ہے۔ (یقال اخنزب) اسے خنزب کہتے ہیں۔ خنزب بکسرہ خاء و زاء۔ اور خاء و زاء کے ضمہ
کے ساتھ۔ اور ضمہ خاء و فتح زاء کے ساتھ۔ اور کسرہ خاء و فتح زاء کے ساتھ۔ ان تمام صورتوں میں سکین نوون کے ساتھ۔
یہ دراصل اس شیطان کا لقب ہے جو نماز میں دسوسہ اندازی کرتا ہے۔ خنزب اصل لغت میں گوشت کے بدبودار ٹکڑے
کو کہتے ہیں۔

(فاذا احسستہ) دو سین پہلے مفتوح اور دوسرے ساکن کے ساتھ۔ توجب تو اس دوسرے کو پائے
(نَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ) تو اس سے اللہ کے پاس پناہ لے۔ (واتفل علی یسارک ثلاثا) اور تین بار اپنی بائیں جانب
تھوک۔ تفل کا معنی حضرت ابو ہریرہ کی گزشتہ حدیث میں بیان ہو گیا ہے۔ (ففعلت ذلک) میں نے ایسا ہی
کیا۔ (فاذہب اللہ عنی) تو اللہ نے اسے مجھ سے دور کر دیا۔

۱۔ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَجُلًا
سَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَهْوَى صَلَاتِي فَيَكْثُرُ
ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ امْضِ فِي صَلَاتِكَ
فَإِنَّهُ لَنْ يَذْهَبَ عَنْكَ حَتَّى تَنْصَرِفَ
وَأَنْتَ تَقُولُ مَا أَتَمَمْتُ صَلَاتِي
اور حضرت القاسم بن محمد سے روایت ہے۔ بیشک ایک آدمی
نے آپ سے سوال کیا اور کہا مجھے نماز میں وہم ہو جاتا ہے۔
کثرت سے ایسا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس حالت میں ہی
اپنی نماز ادا کرتا رہ۔ کہ بیشک وہ تجھ سے الگ نہ ہوگا۔
یہاں تک کہ تو اپنی نماز یہ کہتے ہوئے مکمل کرے گا کہ میں نے
اپنی نماز پوری نہیں کی۔

شرح :- (وعن القاسم بن محمد) حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے۔ یعنی قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق
رضی اللہ عنہم آپ عظماء تابعین، مدینہ منورہ کے سات فقہائے کرام اور اپنے دور کے افضل ترین افراد میں سے ہوئے
ہیں۔ آپ ثقہ بلند مرتبہ، عالم فقیہ امام، صاحب درع و تقویٰ اور کثیر الحدیث ہوئے ہیں۔ اپنے والد محمد بن ابی بکر
رضی اللہ عنہم کے قتل کے بعد یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی۔ آپ حضرت امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ امام محمد باقر کے داماد اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دادا ہیں۔ یا
صحیحی میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ستر یا بہتر برس تھی۔ رضی اللہ عنہ۔

(وعن القاسم بن محمد) حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (ان رجلا سالہ) ایک شخص نے آپ سے
دریافت کرتے ہوئے (فقال) کہا (انی اھو فی صلوٰتی) مجھے نماز میں وہم لاحق ہو جاتا ہے دل میں نماز سے دھیان
ادھر اُدھر ہو جاتا ہے اور شیطان دوسرے انداز ہی کرتا کہ تیری نماز مکمل اور درست ادا نہیں ہوئی۔ اور تیری کوئی رکعت
رہ گئی ہے۔ وہم کا معنی ہے۔

دل کا بے قصد و ارادہ مقصد
کے سوا کسی اور طرف پھر جانا۔ اور کسی چیز کی صحیح مقدار و اندازہ کا نگاہ سے ہٹ جانا اور اوجھل ہو جانا (فیکثر ذلک علی)
یہ وہم مجھے کثرت سے ہوتا ہے۔ ایک روایت میں فیکثر کے بجائے فیکبر باد موصدہ کے ساتھ آیا ہے۔ یہ دوسری
روایت زیادہ صحیح ہے یعنی یہ حالت مجھے سخت ناگوار اور گراں محسوس ہوتی ہے۔ (فقال لہ) حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ

نے اس شخص کو کہا (امض فی صلوٰتک) اسی حالت میں اپنی نماز ادا کرتا رہا۔ اور اسی حالت میں اپنی نماز مکمل کر لیا کہ شیطان کی بات پر کان نہ دھرا۔ اور نہ اس کے دسوسے کا اعتبار کر کے (فانہ لن ینذہب ذلک عندک) کہ یہ وہم دسوسہ تجھ سے ہرگز دور نہ ہوگا۔ (حقی تنصرون) یہاں تک کہ تو نماز مکمل کر کے لوٹے گا۔ (وانت تقول) اور تو شیطان سے کہہ رہا ہوگا (ما اتممت صلوٰتی) ہاں اسے ابلیس جس طرح تو کہتا ہے واقعی میری نماز مکمل و صحیح طریقہ سے ادا نہیں ہوئی لیکن میں تیری بات قبول نہ کروں گا اور تیری مخالفت و شکست کے لیے نماز دوبارہ ادا نہ کروں گا۔ دسوساں دور کرنے کا یہ ایک عظیم اور موثر قاعدہ ہے۔ کہ انسان اس کے دسوسے پر کار بند نہ ہو۔ اور نہ اس کا اثر قبول کرے۔ (رداہ مالک) اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

حکایت :- مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی حکایت میں مذکور ہے کہ نماز کے دوران ایک بزرگ کے پاس شیطان آیا۔ اور کہا آپ یہ نماز دوبارہ ادا کریں کہ آپ نے اچھی طرح نہیں پڑھی۔ آپ نے اسے جواب دیا میں یہ نماز نہ لوٹاؤں گا۔ میں جیسی ادا کر سکتا تھا کر لی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی کوتاہی کی معذرت کر لوں گا۔ شیطان نے کہا آپ سستی نہ کریں۔ نماز کا معاملہ ہے۔ یہ سستی کا مقام نہیں ہے۔ بزرگ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو گیا میں نماز دوبارہ نہ پڑھوں گا شیطان نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا میں تیرا ناصح اور خیر خواہ ہوں۔ نماز ایک عظیم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ اس نماز کے سلسلے میں تجھے خدا تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ اور صند نہ کرنی چاہیئے۔ بزرگ نے جواب دیا میں نماز نہیں لوٹاؤں گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مرتبے کی بلندی کے بجائے پستی پر راضی اور خوش ہوں۔ شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ ایسی نماز قبول نہیں کرتا۔ بزرگ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کریم ذات ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے میرے اس عمل ناقص کو شرف قبولیت بخشے گا۔ میں اس سے زیادہ تردد اور کوشش نہیں کر سکتا۔ تو دفع ہو جائیں اس نماز کا ہرگز اعادہ نہ کروں گا۔ تو شیطان ذلیل و خوار ہو کر چلا گیا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بزرگ کے اس شدت و سختی سے رد کرنے سے غرض و غایت یہ تھی کہ شیطان کو ذلیل و نگوں سا کر کیا جائے، اس کے دسوسے کو دفع کیا جائے۔ اور اس کے راستے کو بند کیا جائے۔ یہ غرض نہ تھی کہ عمل نا درست اور نا مکمل رہنے دیا جائے۔ اور اس میں سستی اور لاپرواہی کو راسخ کیا جائے۔ اور فریب نفس اور کرم خداوندی کے بہانہ پر اعتماد کر لیا جائے کہ جیسی غلط نماز ادا ہو جائے اسی پر کفایت کر لی جائے۔ اور دل کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے بخش دے گا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ دسوساں کی حقیقت عقل کے خیال میں وہم کے زور سے جو عالم انفس کا شیطان ہے۔ نباہی

برپا کرتا ہے۔ اس وہم میں مزید قوت شیطان کے دوسوے کے سبب جو عالم آفاق سے ہے۔ پیدا ہوتی ہے۔ تاہم یہ ادہام و دسادس مرکز حق میں قرار پذیر نہیں ہو سکتے اور ان ادہام و دسادس کے دفع کرنے میں اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں کہ بندہ ان سے بے نیازی اور توجہ نہ دینے کا راستہ اختیار کرے۔ اور وہ کام کرے جو شیطان دوسوے کے خلاف اور اس کی نقیض ہو۔

ایک بزرگ کو نماز کی جگہ کے ناپاک ہونے کا دوسوہ لاحق ہوتا تھا۔ تو وہ دفع دوسو اس کی خاطر قصد ادا ہاں نماز ادا کرتے تھے جس جگہ کے پاک ہونے میں ان کو شک و شبہ ہوتا تھا۔

تقدیر پر ایمان کا باب

قاموس میں ہے قدر بحرکت قاف و دال بمعنی قضاء حکم۔ نہایت یہ ہے قدر وہ امور جن کا اللہ تعالیٰ فی فیصلہ اور حکم فرما دیا ہے۔ قدر بسکون دال بھی آیا ہے۔ ولیلۃ القدر وہ رات جس میں لوگوں کے رزق اور ان کی عمروں کا اندازہ متعین کیا جاتا اور ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ صراح میں ہے قدر بسکون و فتح دال بندے پر اللہ کے حکم کا اندازہ ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ قضاء و قدر دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ کبھی ان کے معنی میں فرق بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قضا حکم انہی کو اور قدر مستقبل میں اس کے وقوع کو کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق قضا، قدر سے پہلے ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت و قائم

أَمْرٌ الْكِتَابِ۔

رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اس آیت میں محض اثبات قدر سے عبارت ہے۔ اور عندہام الکتاب میں قضا کی طرف اشارہ ہے۔ ان دو الفاظ کا مذکورہ استعمال کے عکس اور الٹ پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ قدر کا اطلاق تقدیر ازلی پر ہوتا ہے۔ اور قضا بمعنی قدر کے مطابق شے کو پیدا کرنا۔ جیسا کہ فرمایا۔ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ اٰی خَلَقْنَهُنَّ یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمادیے۔ اس معنی کے مطابق حدیث (جعت القلم بھا کو کاٹن) جو کچھ ہونے والا ہے قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے، میں تشدید۔ اور آیت کل یوم هو فی شان۔ (اللہ تعالیٰ ہر دن کام میں ہے، میں قضا مراد ہوگی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المقصد الاسنی فی شرح الاسماء الحسنیٰ میں فرمایا ہے۔ کہ حکم، قضا و قدر،

کے الفاظ کا معنی ہے اسباب کو مسببات کی طرف متوجہ کرنا۔ حکم مطلق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام مجمل اور مفصل اسباب کا مسبب و خالق ہے۔ اور قضا و قدر حکم کی شاخیں اور اس کے شعبے ہیں۔

پس تدبیر الہی اصل وضع اسباب کو مسببات کی جانب متوجہ کرنے تک حکم کہلاتی ہے۔ پھر اسباب کلیہ کو قائم کرنا اور انہیں پیدا کرنا جیسے آسمان، زمین، کوکب ان کی مناسب حرکات وغیرہ جن میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور جب تک ان کی اجل فنا کا وقت نہ آئے قضا کہلاتا ہے۔ پھر ان اسباب کو ان کے حالات و حرکات مناسبہ محدودہ اور ایک اندازہ و حساب سے مسببات کی طرف متوجہ کرنا اور پھر ہر لمحہ و لمحظہ مسببات کا وجود میں آتے رہنا قدر کہلاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اس کی تدبیر اولیٰ کلی کا امر اس کا حکم ہے۔ کلمہ البصر یعنی اس کا حکم آنکھ جھپکنے کی مقدار میں آنا فنا ہوتا ہے۔ اور اسباب کلیہ دائمہ کے لیے وضع کلی قضا ہے اور ان اسباب کلیہ کو ایک ایک مسبب کی طرف بغیر کسی کمی بیشی کے متوجہ کرنا قدر ہے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ کارخانہ کائنات میں کوئی چیز بھی خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے باہر نہیں۔ اور اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔

پھر تقدیر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ عالم میں جس قدر خیر و شر کا وقوع ہو رہا ہے بندوں کے اعمال و کردار سے متعلق ہو یا اس کے علاوہ، سب اس کی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی ساری کائنات کی تقدیر متعین کر لی ہے۔ سب کچھ اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ اور کوئی ذرہ اس کی تقدیر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ مگر اس کے باوجود بندوں کو ایک گونہ اختیار دیا گیا ہے۔ تاکہ اس پر ثواب و عتاب مترتب ہو۔ اس مسئلے کی پوری تحقیق تقدیر و اختیار میں موافقت و مطابقت اور اس پر ثواب و عتاب کا مترتب ہونا نہایت مشکل اور سخت ہے۔ کتب کلامیہ میں اس کی تحقیق کر دی گئی ہے۔ اس بارے میں جس قدر گفتگو اس ترجمے (اشعۃ اللمعات) کے مناسب ہے، یہ ہے کہ انسان میں ایک صفت ہے جسے اختیار کہتے ہیں کہ اس کے تحت بندہ داعیہ شوق و نفرت کی بنا پر فعل و ترک کی دو جانبوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کی یہ حرکت و ترجیح مرض و عیشہ والے کی حرکت کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اس مریض کو اپنی حرکت میں کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ اس تحقیق و گفتگو سے ظاہر ہوا کہ جبر یہ کلام سبب کہ آدمی کی حرکات جماد کی حرکات کی طرح ہیں، بالکل باطل ہے انکے مذہب کا بطلان مشاہدے سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور کتاب و سنت کی اطلاع و خبر سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہر چیز ازل میں مقدر ہو چکی ہے۔ اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی مشیت و ارادہ اور اس کے پیدا کرنے سے ہے۔ اور فرقہ قدریہ کا مذہب بھی باطل ہے۔ جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے کار و بار میں مستقل ہے۔ مگر حق جبر و قدر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ امام العارفین ابو

عبداللہ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ و علی آباءہ الکرام نے فرمایا ہے۔ لا جبر ولا قدر ولكن امر بین امرین یعنی نہ جبر درست ہے اور نہ قدر صحیح ہے۔ بلکہ حق ان دونوں کے درمیان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق اور ایجاد اشیاء میں اسباب و شرائط کو اپنی عادت جاریہ کے مطابق پیدا کیا ہے جیسے آگ جلانے اور گرم کرنے کے لیے۔ پانی تر اور سیراب کرنے کے لیے، کھانا سیر کرنے کے لیے اور تلواریں کاٹنے کے لیے یہ سب کچھ اس کی خلق و ایجاد سے ہے۔ صرف اتنا جبکہ اس میں اسباب کا دخل اور تعلق رکھا گیا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو اسباب کے بغیر بھی پیدا فرما دے۔ اور اگر چاہے تو اسباب کی موجودگی میں بھی کچھ پیدا نہ ہونے دے۔ انسان اور اس کا قصد و اختیار خدا تعالیٰ کا فعل پیدا کرنے کا محض سبب ہے۔ سب اشیاء کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ اسباب و مسببات اور شرائط و مشروطات سب اس کے احاطہ قضا و قدر کے تحت ہیں۔ اس کے ساتھ کوئی ٹکراؤ اور مخالفت نہیں رکھتے۔ اور امر و نہی اس کے حکم ربوبیت و عبودیت کے مطابق ہیں۔ اور ثواب و عتاب اپنی ملک میں تصرف ہے۔ یَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ وَلَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنِ الشَّيْءِ جَوَابًا بَعْدَ مَا يَسْتَأْذِنُ۔ اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ اس کے افعال پر اس کی باز پرس نہیں ہو سکتی۔ مگر لوگوں کے افعال پر ان کی باز پرس ہوگی احادیث کی شرح کے ضمن میں اس باب سے متعلق مزید کچھ بیان ہوگا۔

علماء کرام نے فرمایا ہے قضا و قدر کے اسرار و رموز کی اطلاع انبیاء و اولیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی اور یہ راز دارالجنۃ میں پہنچنے سے پہلے جو ظہور حقیقت کی جگہ ہے، ظاہر و منکشف نہ ہوگا۔ اور یہ مشکل وہاں پہنچنے سے پہلے حل نہ ہوگی۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ سرور انبیاء و خلاصہ اہل اصطفا صلوات اللہ علیہم اجمعین اس عدم اطلاع کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ کہ آپ کو تو اولین و آخرین کے علوم عطا کر دیے گئے ہیں۔ اور اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں آپ کو دکھا دی گئی ہیں۔ واللہ اعلم و علمہ احکم۔

الفصل الاول

فصل اول

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں لکھ دیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے۔ فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

لہ معنوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق حضرت شیخ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ قرآن حکیم اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ علم کی نفی کی آیات و احادیث علم ذاتی کی نفی پر محمول ہیں۔ خوب سمجھو ۱۲ ترجمہ معنی عند

تشریح :- (عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کتب اللہ مقادیر الخلائق) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر اور اس کے احکام لکھ دیے۔ یعنی اپنا قلم جاری فرما کر لوح محفوظ میں ثبت فرما دیے۔ یا کچھ فرشتوں کو ان کے لکھنے کا حکم دیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں لکھنے سے ان کی تقدیر، ان کا اندازہ کرنا اور ان کی تعیین و تحدید مراد ہے۔ کہ اس کے خلاف نہ ہو گا۔ یہ ایک تاویل معنی ہے۔ ظاہر معنی یہی ہے کہ لکھنے سے لوح محفوظ میں نقوش و حروف کا ثبت کرنا مراد ہے۔ (قبل ان یخلق السموات والارض) آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے (بخمسين الف سنة) پچاس ہزار سال پہلے۔ اس سے تقدیر اشیاء اور آسمانوں و زمینوں کی پیدائش کے درمیان مدت کی درازی اور اس درازی میں مبالغہ مراد ہے۔ اس عدد معین کی تعیین و تحدید مقصود نہیں۔ کہ مخلوق کی تقدیروں کا اندازہ اور اس کی تعیین تو ازل میں ہو چکی ہے۔ اس لیے اس ازل تعیین کو زمانے کے کسی عدد معین کے ساتھ خاص کرنا درست نہ ہو گا۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ لیکن یہ گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ کتابت سے تقدیر و تعیین مراد لی جائے۔ اور اگر کتابت کو اس کے حقیقی معنی پر حمل کیا جائے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ کما اس صورت میں ممکن ہے کہ تقدیر و اندازہ تو ازل میں ہوا ہو اور اس کی کتابت و تحریر بعد میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے۔ پچاس ہزار سال پہلے ہوئی ہو۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ یہاں مزید کچھ کلام ہے۔ جسے ہم نے عربی تخریج میں بیان کیا ہے۔ (قال وكان عرشه على السماء) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت دُھُو الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (اور وہی ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان و زمین پیدا کیے اور اس کا عرش پانی پر تھا) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یعنی آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے عرش پانی پر تھا کہ عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی۔ یہ مطلب نہیں عرش پانی کی سطح پر رکھا ہوا۔ اور پانی سے متصل اور ملا ہوا تھا۔ اس سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ عالم اجسام میں سب سے پہلے جو چیز حادث ہوئی اور وجود میں آئی، پانی تھا۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں پانی ہوا پر تھا۔ انتہی۔ صاحب کشاف نے کہا ہے اس حدیث میں دلیل ہے کہ پانی اور عرش آسمان و زمین سے پہلے پیدا کیے گئے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس سے دریا یا سمندر کا پانی مراد نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو عرش کے نیچے تھا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے چاہا۔ یہ احتمال بھی درست ہے کہ پانی سے سمندر کا پانی ہی مراد ہو کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے پانی میں کھڑے ہیں انتہی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عرش کے پانی پر ہونے سے قدرت الہی کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

۳، وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ
حَتَّى الْعَجُزُ وَالْكَيْسُ - دروہا مسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے ایک انداز سے ہے۔
یہاں تک کہ کمزوری اور قوت و طاقت بھی۔

تشریح:- (دروہا) ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ابن عمر رضی

اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جہاں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہے۔
(حتی العجز والکس) یہاں تک کہ کمزوری اور قوت و طاقت بھی جو انسانی صفات میں سے ہے۔ تقدیر الہی کے مطابق
ہے۔ عجز سے انسان کی وہ کم ہمتی و بے چارگی مراد ہے۔ جو تدبیر کی کمزوری عقل کی کمی اور ناتجربہ کاری کے باعث ہوتی
ہے۔ اور کس سے وہ توانائی اور مضبوطی مراد ہے جو انسان میں کام کاج اور اپنے امور انجام دینے کے لیے قوت رائے
اور ارادہ کی نچنگی کی صورت پائی جاتی ہے۔ کس۔ فتح کاف اور سکون یا کے ساتھ حاتم کی ضد یعنی دانائی کو کہتے ہیں۔

۴، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَبَرْتُ أَدَمَ وَمُوسَى
عِنْدَ رَبِّهِمَا فَفَحَبَّرَ أَدَمَ وَمُوسَى قَالَ مُوسَى

أَنْتَ أَدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَفَفَخَ
فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَ

أَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ ثُمَّ أَهْبَطْتُ النَّاسَ
بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ - فَقَالَ أَدَمُ أَنْتَ

مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَ
أَعْطَاكَ الْأَلْوَابِحَ فِيهَا تَبَيَّنَ كُلُّ شَيْءٍ وَ

قَرَّبَكَ نَجِيًّا - فَيَكْمُ وَجَدْتَ أَنَّ اللَّهَ كَتَبَ التَّوْرَةَ
قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ قَالَ مُوسَى يَا رَبِّ بَعِثْ عَامًّا

قَالَ أَدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصَى أَدَمُ
رَبَّهُ فَعَوَّى - قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَلُمُونِي

عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى أَنْ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم و موسیٰ کا مناظرہ ہوا
جس میں حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔ حضرت موسیٰ نے
کہا آپ وہ آدم ہیں جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا
فرمایا۔ اور تجھے میں اپنی روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے تجھے
سجدہ کروایا اور تجھے جنت میں سکونت عطا کی۔ پھر تو اپنی خطا
سے لوگوں کو زمین پر اتار لایا۔ اس کے جواب میں حضرت آدم
نے فرمایا تو وہ موسیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے
کلام سے برگزیدہ کیا۔ اور تجھے تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کا
روشن بیان ہے۔ اور تجھے مناجات اور اپنی رازداری کے
ساتھ اپنا قرب عطا کیا۔ تو اسے جو ان تو نے کتنی مدت اللہ کو پایا
کہ اس نے میری پیدائش سے پہلے تو رات کو لکھا حضرت موسیٰ
نے جواب دیا چالیس سال پہلے حضرت آدم نے فرمایا تو نے
تورات میں یہ کلمات پائے ہیں وَعَصَى أَدَمُ رَبَّهُ فَعَوَّى

اَعْمَلَهُ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَنِي بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً
 قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
 اَدَمُ مُوسَى -

(آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا، حضرت موسیٰ نے
 کہا ہاں اس پر حضرت آدم نے فرمایا تو مجھے : ایسے عمل کے مرتکب
 ہونے پر ملامت کرتا ہے جس کا کرنا میری پیدائش سے چالیس سال پہلے
 اللہ نے میرے لیے لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اس طرح آدم مناظرہ میں موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

درود امسلم

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتج
 آدم و موسی عند ربہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے پاس ایک دوسرے سے مناظرہ اور جھگڑا کیا۔ یعنی اس
 عالم کے سوا دوسرے عالم میں جو عالم علوی و روحانی اور عالم حقیقت ہے۔ آسمان میں ارواح کی ملاقات کی صورت
 میں۔ یا دونوں کو عالم برزخ میں زندہ کرنے کی شکل میں۔ یا حضرت آدم کو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں زندہ کر کے جیسا
 کہ علمائے فرمایا ہے (فحج آدم موسی) تو حجت و دلیل میں حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔ اس قصے
 کی تفصیل یہ ہے کہ (قال موسی) حضرت موسیٰ نے حضرت آدم علیہما السلام سے کہا انت ادم الذی
 خلقتک اللہ بیدہ، تو ہی وہ آدم ہے جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا (ونفخ فیہ من
 روحہ) اور تجھ میں اپنی روح پھونکی اس طرح تجھے خصوصی بزرگی و شرافت عطا کی۔ (واسجد لک ملائکتہ)
 اور اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کروایا۔ (واسکنک فی جنة) اور تجھے اپنے خصوصی بہشت میں جگہ دی (ثم
 اهبطت الناس بخطیئتك الى الارض) پھر تو نے اپنی ایک خطا کے ذریعے لوگوں کو نیچے زمین پر ڈال
 دیا۔ گویا اگر حضرت آدم سے یہ خطا سرزد نہ ہوتی تو آپ ہمیشہ جنت میں رہتے اور وہیں آپ کی اولاد بھی ہوتی۔ مگر
 حضرت آدم کے نیچے زمین پر آنے کے سبب ان کی اولاد کو بھی زمین پر اترنا پڑا۔ تو اسے آدم علیہ السلام آپ کی اس
 قدر و منزلت کے ہوتے ہوئے آپ کے لیے یہ کام کرنا مناسب نہ تھا۔ مقصود یہ ہے کہ آپ سے یہ خطا سرزد نہ ہونی
 چاہیے تھی۔

(فقال آدم انت موسی الذی اصطفاک اللہ برسالتہ و بکلامہ) حضرت آدم علیہ السلام نے
 موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں فرمایا تو وہی موسیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے بلا واسطہ کلام سے برگزیدہ فرمایا۔
 (واعطاک الالواح) اور تجھے الواح (تختیاں) عطا کیں (فیہا تبیان کل شیء) جن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

یعنی دین کے جملہ احکام جو تیری امت کے لیے کافی ہیں۔ الواح سے زمرہ دیا یا قوت کی الواح مراد ہیں جن میں لکھی ہوئی تورات آپ پر نازل ہوئی۔ کہتے ہیں تورات کی ضخامت ستر اونٹوں کا بوجھ تھا۔ اور اس کے ایک جزو کی تلاوت و قرأت ایک سال میں مکمل ہوتی تھی۔ (و قربک نبیاً) اور تجھے اپنی مناجات اور اپنا راز دار بنا کر اپنا قرب اور عزت و بزرگی عطا کی۔ (فیکم وجدت اللہ کتب التورۃ قبل ان اخلق) تو تو نے کتنا عرصہ پایا کہ اللہ نے میری پیدائش سے پہلے تورات کو لکھا۔ (قال موسیٰ بامبین، علما) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تورات آپ کی پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھی گئی۔ خود تورات تو اللہ تعالیٰ کا قدیم کلام ہے۔ لیکن الواح وغیرہ میں لکھنا اتنی مدت پہلے ہوا۔ اور سال سے اس جہاں کا سال مراد ہے یا وہ سال جو خدا کے ہاں ہے۔ یعنی ہزار سال کا ایک سال۔ (قالاد مر فہل وجدت رفیعاً) حضرت آدم نے فرمایا تو نے تورات میں اس آیت کا مضمون پایا دَعْصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَخَوٰی) آدم اپنے رب کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تو بھٹک گیا۔ (قال نضر) حضرت موسیٰ نے کہا ہاں میں نے یہ مضمون تورات میں دیکھا ہے۔ (قال انت لومنی علی ان عملت عملاً) حضرت آدم نے کہا تو اس پر مجھے ملامت کرتا ہے کہ میں نے ایک ایسا کام کیا ہے۔ (مکتبہ اللہ علی ان اعملہ) جس کا کہنا مجھ پر اور میری تقدیر میں اللہ نے لکھ دیا (قبل ان یخلقنی بادیعین سنۃ) میرے پیدا ہونے سے چالیس برس پہلے۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَفْخَجَ اٰدَمُ مُوسٰی اس دلیل و حجت کے ذریعے حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔

بوشیدہ نہ رہے کہ اسباب و شرائط کا وجود، امر و نہی، مدح و ذم اور عتاب و ملامت وغیرہ امور قضا و قدر کے منافی نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ بلکہ یہ سب چیزیں بھی تقدیر کے تحت ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتقصائے ظاہر اور عالم اسباب اور امر و نہی کے مطابق یہ گفتگو کی۔ اور آدم علیہ السلام نے حقیقت و تقدیر کو سامنے رکھ کر آپ کو یہ جواب دیا۔ لہذا دونوں حضرات کی گفتگو اور سوال و جواب اپنی جگہ درست اور مرتب ہے۔ کہ ان کا یہ مناظرہ کسب و عمل کے تقاضوں اور ان کے مہلک ہونے کی حیثیت کے ختم ہو جانے کے بعد تھا۔ عالم اسباب میں نہ تھا کہ عالم اسباب میں وسائط و اسباب سے قطع نظر کہ نادرست اور جائز نہیں ہے۔ اسی بنا پر آدم علیہ السلام نے اپنی ظاہری زندگی میں اس خطا سے معذرت کرتے ہوئے بارگاہ الہی میں عرض کیا تھا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ (اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا) اس تقریب سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس مناظرے اور گفتگو کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں خدا تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کرنے کا احتمال زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو عالم دنیا

میں ہوں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام عالم حقیقت میں سوا اللہ اعلم۔

۵۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ

الْمُصَدِّقُ - إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ

فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةٌ ثُمَّ

يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ

مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ

مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهُ وَ

أَجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ

يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ

غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ

أَهْلُ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ

وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ

الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ

فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ

أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ

وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ

الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

فَيَدْخُلُهَا -

متفق علیہ

اور جنت میں جاتا ہے۔

شرح: (و عن ابن مسعود) رضی اللہ عنہ (قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو

الصَّادِقُ الْمُصَدِّقُ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے امت

کو سچی خبریں دیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سچی باتیں بتائی گئیں، نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی۔ (ان خلق

احدکم (بیشک تم میں سے ایک آدمی کا مادہ پیدائش یعنی آب منی (یجمع فی بطن امہ) اس کی ماں کے شکم اور رحم میں جمع رہتا ہے۔ (اربعین یوما نطفۃ) چالیس دن تک نطفہ کی حالت میں (شریکون علقہ مثل ذالک) اس کے بعد چالیس دن تک جھے ہوئے نہایت سرخ خون کی شکل میں رہتا ہے۔ (شریکون مصغہ مثل ذلک) پھر چالیس روز تک مکڑہ گوشت کی صورت میں رہتا ہے۔ (شریکون مبعث اللہ الیہ ملک) پھر اس کی جانب اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔

حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ فرشتہ کو مصغہ (مکڑہ گوشت) کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہڈیاں، پوست، ہاتھ، پاؤں پیدا ہو جانے اور انسانی شکل اختیار کر لینے کے بعد فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام پر کافی گفتگو اور تفصیل ہے۔ اس کا کچھ حصہ عربی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا بیان اس ترجمہ کے مناسب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس پر قادر ہے کہ ایک ہی لمحہ کے اندر انسان کو پوری شکل و صورت کے ساتھ پیدا کر ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو اس ترتیب و آہستگی سے پیدا کرنا معاذ اللہ قدرت و طاقت کی کمی کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ اس اندازِ خلق میں کمال قدرت و حکمت پائی جاتی ہے۔ کہ اسباب کے پیدا کرنے اور ان پر مسببات کو مرتب کرنے میں متعدد قدرتی اور انواع و اقسام کی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ جو کہ اسباب کے بغیر پیدا کرنے میں نہیں ہیں۔ پھر اس طرزِ تخلیق میں بندوں کو اپنے امور انجام دینے میں آہستگی کی تعلیم و تلقین بھی ہے۔ جیسا کہ آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے میں علماء نے یہی بات بیان کی ہے۔

محققین علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس میں انسان کو اس امر کی تنبیہ اور اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ کمال روحانی و معنوی تک فوری طور پر نہیں پہنچا جاسکتا۔ بلکہ مرتبہ بمرتبہ اور درجہ بدرجہ آہستگی سے اس تک وصول نصیب ہوتا ہے۔ جس طرح ظاہری کمالات کا حصول اور ان تک پہنچنا فوری طور پر نہیں بلکہ آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اور انسان تدریجاً ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مراتب سلوک میں بھی انسان کی رفتار دیر سے اور آہستہ و تدریجاً ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ انسان مرتبہ نہایت کو پہنچ جاتا ہے۔ فسبحان اللہ القدیر الحکیم (اللہ قدیر و حکیم ہر نقص و عیب سے پاک و منزہ ہے)۔

مختصر یہ کہ انسان کی پوری شکل بن جانے اور بدن کے پورے اعضاء وجود میں آ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی

طرف ایک فرشتہ جو ارحام کے معاملات پر مقرر ہے، بھیجتا ہے۔ (بسم کلہات) اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تحریر اس نوشتہ تقدیر کے علاوہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ اسی طرح جاری ہے کہ وہ تاکید و تقریر کے لیے سابقہ نوشتہ تحریر کے ساتھ فرشتے کو ایک نئی تحریر کا بھی حکم دیتا ہے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ فرشتہ یہ باتیں انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھتا ہے اور اس تحریر کا آغاز انسان کے ماتھے سے ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ باتیں ایک صحیفہ میں لکھتا ہے۔

(نیکتب عملہ) تو وہ فرشتہ اس کا عمل لکھتا ہے۔ کہ کیا کیا نیک اور بُرے کام کرے گا۔ (رد اجلہ) اور اس کی عمر لکھتا ہے کہ کتنی ہوگی۔ اور کہاں مرے گا۔ اجل دراصل کسی کام اور چیز کو انجام دینے کی معلوم مدت کو کہتے ہیں۔ اور کبھی اس لفظ سے پوری مدت مراد ہوتی ہے جس میں انسان کی ساری عمر آجاتی ہے۔ اور کبھی اس سے جزو اخیر مراد ہوتی ہے اسی بنا پر کبھی اس سے موت بھی مراد لے لیتے ہیں۔ (ورزقہ) اور اس کا رزق لکھتا ہے۔ کہ کھانے اور پینے کی کیا چیزیں نصیب ہوں گی اور وہ کن کن اشیاء سے منافع اور فوائد حاصل کرے گا۔ (و شق اد سعید) اور یہ بات لکھتا ہے کہ یہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ بعض احادیث میں بندے کے پیچھے رہنے والے آثار و نشانات اور وہ کہاں کہاں سوئے گا اور اس کی لاحق ہونے والی پریشانیوں اور مصائب کے لکھنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ یعنی کس کس جگہ کا سفر کرے گا۔ اور زمین پر کہاں کہاں پھرے گا اور کہاں سوئے گا اور کہاں مرے گا اور اسے کیا کیا مصائب اور حادثے پیش آئیں گے۔ ممکن ہے یہ زیادہ باتیں اس مذکورہ حدیث کے بعد نئی وحی آنے پر آپ نے بیان فرمائی ہوں۔ اسی لیے یہ باتیں دوسری احادیث میں مذکور ہوئی ہیں واللہ اعلم۔

(تشریف من فیہ الروح) پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کی تحریر روح پھونکنے اور بدن میں جان ڈالنے سے پہلے ہوتی ہے۔ مگر یہی حق کی روایت میں روح پھونکنے کے بعد لکھنے کا ذکر آیا ہے۔ تاہم بخاری و مسلم کی یہ روایت زیادہ صحیح اور زیادہ مضبوط ہے۔ واللہ اعلم۔

جب کہ عمل لکھنے کے باوجود انکی سعادت و شقاوت لکھنے میں قدرے خفا اور پوشیدگی باقی تھی اس لیے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا (فوالذی لا الہ غیرہ) تو قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ (ان احدکم لیعمل بعمل اہل الجنة) بیشک تم میں سے ایک آدمی اہل بہشت کے عمل کرتا ہے۔ یعنی ایمان لاتا اور عمل صالح اختیار کرتا ہے۔ (رحتی ما یكون بینہ و بینہا الا ذراع) یہاں تک کہ اس بندے اور بہشت میں صرف ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ یہ بہشت کے بالکل قریب ہو جانے سے کہنا یہ ہے۔ (فیسبق علیہ الكتاب) پھر نوشتہ

تقدیر۔ اور شکم مادر میں اس کی بد بختی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہوتا ہے اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔ (فیعمل بعد اہل النار) تو اس کے نتیجے میں وہ دوزخیوں کے کام کفر و فساد وغیرہ شروع کر دیتا ہے۔ (نفید خلھا) اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ (وان احدکم لیعمل بعمل اہل النار) اور بیشک تم میں سے ایک آدمی اہل دوزخ جیسے اعمال کرتا ہے۔ (حتی ما یكون بینہ و بینہا الا ذل) یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ (فیسبق علیہ الكتاب) تو خدا کی تحریر اس کی جانب پیش قدمی کرتی ہے۔ (فیعمل بعمل اہل الجنة) تو وہ اہل جنت کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ (نفید خلھا) اور جنت میں جا داخل ہوتا ہے۔

حدیث شریف کے ان الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے غلبہ لطف و رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس بُری تبدیلی سے بچاتا اور زیادہ تر شر کے بجائے خیر و نیکی کی جانب ہی پھیرتا ہے۔ اس کے برعکس بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔ متفق علیہ۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اعتبار خاتمے کا ہے۔ دوسری حدیث میں یہ بات بالصراحت آچکی ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے۔ **بیعت**

حکم مستوری و مستی ہمہ خاتمت است کس نہ انست کہ آخر پچہ حالت گزر د

ترجمہ۔ انسان کے پوشیدہ و غفلت و مستی کے حالات کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔ کسی کو علم نہیں کہ آخر وقت وہ کس حالت سے گزرے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث میں طاعات و عبادات کی پابندی کرنے، اپنے اوقات کی حفاظت و نگرانی کرنے اور گناہوں سے بچنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ شاید عمر کی یہی آخری گھڑی ہو۔ اور خاتمہ بخیر نصیب ہو۔ اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ ان لوگوں کے برعکس جو تقدیر کا مسئلہ سن کر عمل کرنے سے سست ہو جاتے اور عمل میں کوشش و سعی کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جب سعادت و شقاوت اور جنت و دوزخ میں جانا سب نوشتہ قضا و قدر کے تحت ہے اور جو کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے ہو کر رہے گا۔ تو پھر عمل کس لیے ہے۔ اور عمل کی کیا ضرورت ہے۔ بعض صحابہ کرام نے بھی تقدیر کا مطلب سمجھنے سے پہلے ایک موقع پر جب یہی بات کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیا۔ عمل کرو۔ ہر آدمی جس قسم کے عمل کے لیے پیدا ہوا ہے اس کی توفیق اسے دے دی گئی ہے۔ یعنی تمہارا مسئلہ تقدیر سننے کے بعد عمل سے رک جانا اور سعی و کوشش سے انکار کرنا بے معنی ہے۔ کہ شارع کی طرف سے امر و نہی وارد ہو چکی ہے اور تمہیں شریعت کی باتیں سمجھنے کی قوت بھی دے دی گئی ہے۔ اور تم میں وہ قصد و اختیار

جس سے عمل کیا جاسکتا ہے پیدا کر دیا گیا ہے۔ لہذا یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ انسان میں ضرور ایسی صلاحیت و استعداد رکھی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے بندوں کو احکام کا مکلف کیا گیا ہے۔ اور ان سے کچھ کاموں کے کرنے اور کچھ کے نہ کرنے کا مطالبہ درست ہے۔ ورنہ امر و نہی کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اور انبیاء علیہم السلام کے مبعوث کرنے کا کوئی مقصد نہ رہے گا۔ اگرچہ قضا و قدر کی کنہ و حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے۔ تاہم بہت سے ایسے اسرار و رموز ہیں جن سے انسان آگاہ نہیں ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی عمل اور کوئی معاملہ اس راز کے کشف و علم پر موقوف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے۔ اپنی ملک میں جس طرح کا تصرف کرے ظلم نہیں کھلا سکتا۔ یعذب من یشاء و یرحم من یشاء (جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے رحمت سے نوازے)۔ اس مقام میں متکلمین کے کلام کی انتہاء اس پر ہے۔ لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْأَلُونَ (جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس پر اس کی باز پرس روا نہیں اور جو کچھ بندے کرتے ہیں اس پر ان کی باز پرس ہوگی۔) اب باب کشف کے محققین نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کو امر و نہی کا مکلف کرنا صفت ربوبیت اور عمد عبودیت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ اور اس کا فائدہ بندوں کے پوشیدہ علم و ارادہ اور ان کے باطنی حقائق کا ظاہر کرنا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ سعید کون ہے اور بد بخت کون ہے۔ فرمانبردار کون ہے اور نافرمان کون ہے۔ اور اس سارے معاملے میں حقیقتہً خدا تعالیٰ کے اپنے اسماء و صفات اور کمالات کے تقاضوں کا اظہار ہے۔ کیونکہ ایجاد عالم سے یہی چیز مقصود ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فأحببت ان اعرف من ایک پوشیدہ خزانہ تھامیں نے چاہا کہ میری معرفت اور پہچان ہو۔ واللہ اعلم بحقائق الامور امور کی حقیقتیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

۷، وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ وَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک انسان البتہ دوزخیوں والے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت سے ہوتا ہے۔ اور جنتیوں کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے۔ اور اعمال کا اعتبار خاتموں پر ہے۔

متفق علیہ

تشریح: (۱) د عن سہل بن سعد (آپ کی کنیت ابوالعباس ہے۔ بعض نے ابویحییٰ بیان کی ہے۔ یعنی ابویحییٰ سہل بن سعد بن مالک سعدی۔ سعد بن کعب انصاری مدنی کی طرف منسوب ہیں آپ اور آپ کے والد دونوں شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔ آپ کا پہلا نام خزین تھا بمعنی سخت اور پتھر کی زمین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر سہل رکھا بمعنی

نرم زمین۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ ۹۱ھ میں وفات پائی۔ اور بقول بعض ۸۸ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ ان حضرت سہل سے روایت ہے۔ ر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد لیعمل عمل اہل النار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک انسان دوزخیوں والا عمل کرتا ہے لیکن فیصلہ انہی اور اپنے انجام کے لحاظ سے وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔ (و یعمل عمل اہل الجنة و انہ من اہل النار) اور ایک آدمی عمل تو اہل بہشت والے کرتا ہے مگر واقع میں وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اور اعمال کا اعتبار نہیں مگر خاتمہ پر۔ جس قسم کے عمل پر خاتمہ ہوگا اسی کا اعتبار ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا۔ خواتم بروزن مساجد اور خواتیم بروزن مصابیح دونوں طرح مردی ہے۔

۴۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ طُوبَى لِهَذَا عَصْفُورًا مِّنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ الشُّرَّ وَلَمْ يُدْرِكْهُ فَقَالَ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لیے بلایا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس بچے کو خوشی اور نیکی نصیب ہو۔ یہ تو بہشت کی چڑھیوں میں سے ایک چڑھی ہے۔ نہ تو اس نے کوئی بُرا کام کیا اور نہ اسے پایا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ یا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اے عائشہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگ جنت کے لیے پیدا کیے۔ انہیں اس وقت جنت کے لیے کر دیا جب کہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے اور کچھ لوگ دوزخ کے لیے پیدا کیے۔ دوزخ کے لیے اس وقت پیدا کر دیے تھے جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔

شرح :- (د عن عائشہ) رضی اللہ عنہا قالت دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا (الی جنازۃ صبی من الانصار) انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لیے تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ جنازہ جمیم کے کسرے اور فتح دونوں طرح آیا ہے۔ بعض نے دونوں لغات میں فرق کیا ہے کہ جمیم کے کسرہ کے ساتھ میت کو کہتے ہیں۔ اور بفتح جمیم میت کو نہلانے والا تختہ یا اس کا عکس۔ یا کسرہ جمیم کے ساتھ تختہ یا میت دونوں کے لیے آتا ہے۔ (فقلت) تو میں نے کہا یا رسول اللہ طوبی لہذا، اس بچے کو خوشی و نیکی نصیب ہو۔ (عصفور من عصافیر الجنة) یہ تو جنت کی چڑھیوں میں

سے ایک چڑی ہے۔ اسے چڑی کہنا تو اس کے چھوٹا بچہ ہونے کی بنا پر ہے۔ اور بہشتی چڑیوں میں شمار کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعتقاد میں اس کے بہشتی ہونے کے لحاظ سے ہے۔ (لم یعمل السوء) کہ اس نے نہ تو کوئی برائی کی۔ (ولم یدرکہ) اور نہ بُرائی کا زمانہ پایا۔ (فقال) (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (او غیر ذلک) کلمہ اُو واد کے فتح اور سکون دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ فتح کی صورت میں معنی یہ ہوگا کیا واقعہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے جو تو کہہ رہی ہے کہ وہ جنتی ہے واقعہ میں وہ ثابت ہے جو تیرے اس بیان و خیال کے خلاف ہے یعنی وہ بہشتی نہیں ہے۔ اور واد کے ساکن ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ واقعہ میں وہ ہے جو تو کہتی ہے یا وہ نہیں جو تو کہہ رہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی بل ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا واقعہ میں وہ نہیں ہے جو تو کہہ رہی ہے بلکہ اس کے خلاف اور الٹ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جنم و یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بچہ جنتی ہے۔ اس کے بعد اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا (یا عائشہ) ان اللہ خلق للجنة اہلہ اسے عائشہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگ جنت کے لیے پیدا کیے اور انہیں اس کا مستحق بنایا (خلقہم لہا وھم فی اصلاب اباہم) انہیں اس وقت جنت کے لیے پیدا کر دیا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔ (وخلق للنار اہلہا) اور کچھ انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے۔ اور انہیں اس کا مستحق ٹھہرایا۔ (خلقہم لہا وھم فی اصلاب اباہم) انہیں اس وقت دوزخ کے لیے پیدا کر دیا جب کہ ابھی وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔ (رواہ مسلم) اسے مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ انسان کا بہشتی یا دوزخی ہونا اچھے یا برے عمل کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ بلکہ ایسا محض اللہ تعالیٰ کی تقدیر و قضا سے ہوگا۔ اس نے کچھ انسان جنت کے لیے پیدا کیے ہیں نیک عمل کریں یا نہ کریں۔ اور بعض کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے برے کام کریں یا نہ کریں۔ لہذا یہ بچہ اگر دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہے تو دوزخ میں ہی جائے گا چاہے اس نے کوئی بُرا عمل نہیں کیا۔ تو اسے عائشہ تو یقین کے ساتھ کس طرح کہہ سکتی ہے۔ کہ یہ بہشتی ہے۔

مگر جو کچھ کتاب و سنت کی نص سے بالبداہت ثابت ہے اور جس پر اہل دین کا اجماع ہو چکا ہے، یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور کفار کے بچوں کے متعلق تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ دوزخ میں جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے اور کوئی فیصلہ صادر نہ کیا جائے۔ تیسرا یہ کہ وہ بھی جنتی ہیں۔ ان تینوں اقوال میں صحیح تر یہ تیسرا قول ہے۔ کیونکہ دین سے بداہت یہ بات ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو بھی بے گناہ عذاب نہ دے گا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کی بات پسند نہ کرنا اس بنا پر تھا کہ اس میں ایک غیب کی بات کے متعلق فیصلہ اور اس کے ماں باپ کے جنتی ہونے کے یقین کا دعویٰ پایا جاتا ہے۔ کہ بچہ مومن ہونے میں اپنے والدین کے تابع ہوتا ہے۔ لیکن اس بارے میں درست اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی یہ گفتگو اور بیان مشرکین کے بچوں کے جنتی ہونے کی وحی سے پہلے کا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وحی نازل ہوئی کہ سارے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور جن کے ماں باپ مسلمان ہوں گے انہیں بھی اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں گے جیسا کہ ایک حدیث میں ایسا آچکا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۸۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَنْتَكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَتَدْعُ الْعَمَلَ قَالَ أَعْمَلُوا فَنُكَلِّمُ مِيسِرًا لِمَا خُلِقَ لَهُ - أَمْ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُسَرُّ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَأَمْ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُسَرُّ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ مَا مَنْ أَعْطِيَ وَاتَّقِ وَصَدَّقْ بِالْحُسْنِ فَسَيُسَرُّ لِّلْيُسْرَى وَأَمْ مَنْ بَخِلَ وَاسْتَفْغَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنِ فَسَيُسَرُّ لِّلْيُسْرَى -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص تم میں سے نہیں مگر اس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں لکھ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ تو پھر ہم لوگ اپنے نوشتہ تقدیر پر ہی بھروسہ کیوں نہ کریں۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا عمل کرو کہ ہر انسان کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ سعادت مند لوگوں میں سے ہے تو اس کے لیے اہل سعادت کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ بد بخت لوگوں میں سے ہے تو اس کے لیے بد بختی والے عمل آسان کر دیے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطِيَ ۙ یعنی جس شخص نے راہ خدا میں اپنا مال لوگوں میں تقسیم کیا۔ اور تقویٰ اختیار کیا اور کلمہ نیک و خیر کی تصدیق کی تو بہت جلد ہم اس کے لیے ایسے کام آسان کر دیں گے جن کے ذریعے جنت میں پہنچنا آسان ہے اور جس نے بخل کیا اور شہوات دنیا میں مصروف ہو کر آخرت سے بے نیاز ہو گیا اور کلمہ نیک و حق کو جھٹلایا تو ہم جلد ہی اس کے لیے ایسے کام آسان کر دیں گے جو اسے مشکل و دشواری میں

استغفر علی

ڈال دیں گے۔

مشرح: (د عن علی) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من من احد الا وقد کتب مقعده من النار) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم میں سے کوئی آدمی مگر اس کے لیے لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے ایک جگہ دوزخ میں۔ (و مقعده من الجنة) اور ایک جگہ جنت میں لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے۔ یعنی یہ بات پہلے سے متعین کر دی گئی ہے کہ کون دوزخ میں ہے اور کون جنت میں۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (یا رسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا) یا رسول اللہ جب کہ ہم میں سے ہر ایک کی جگہ دوزخ اور جنت میں لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے تو پھر ہم لوگ اپنے نوشتہ تقدیر پر بھروسہ کیوں نہ کر لیں۔ (و ندۃ العمل) اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ کہ بہشت و دوزخ میں جانا تو دار عمل میں آنے سے پہلے ہی متعین ہو چکا ہے۔ عمل اس کا سبب و ذریعہ نہیں بن سکتا تو ہم کس لیے عمل کریں۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اعملوا فکل میسر لما خلق لہ) عمل کرو کہ جو آدمی جس چیز اور کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کی اسے توفیق دے دی گئی ہے اور وہ اس کے لیے مہیا کر دی گئی ہے۔ (واما ان کان من اهل السعادة) جو شخص تقدیر الہی میں اہل سعادت میں سے ہے اور سعادت و نیک بختی کے لیے نامزد ہو چکا ہے۔ (فسیسر لعمل السعادة) تو اسے اہل سعادت کے عمل کی توفیق دے دی گئی۔ (واما ان کان من اهل الشقاوة) اور جو شخص سابقہ تقدیر خداوندی میں بد بخت لوگوں میں سے ہے (فسیسر لعمل الشقاوة) تو اس کے لیے بد بخت لوگوں والا عمل مہیا کر دیا گیا ہے۔

یعنی نوشتہ تقدیر ترک عمل کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حق ربوبیت کے تحت اور بندوں کی عبودیت کی بنا پر امر و نہی کا حکم صادر فرمایا ہے۔ لہذا امر و نہی کے مطابق عمل بجالانا ضروری ہے۔ اور عمل کو سعادت و شقاوت کی علامت بنایا ہے۔ اور یہ بھی قضا و قدر میں داخل ہے۔ اور ہر شخص کے لیے جو عمل مقدر کیا ہے وہ اسے کرے گا۔ اور جس کے لیے یہ مقدر کیا ہے کہ ظالم کام نہ کرے گا تو وہ کام نہ کرے گا۔ اور ثواب و عتاب تو اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے جو وہ اپنی ملک میں کرنے کا مجاز ہے۔ بہر صورت تمہارا یہ کہنا کہ جب قضا و قدر برحق ہے تو ہم عمل کس لیے کریں، درست نہیں۔ (تھ قرء) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی تائید اور اس کے اثبات کے لیے یہ آیت پڑھی (ما من اعطی و اتقى و صدق بالحقنی) تو جس نے مالی حقوق ادا کیے یا مطلق طاعات بجالائیں اور نافرمودہ باتوں سے پرہیز کیا۔ اور تمام کلمات سے اچھے کلمے کی تصدیق کی یعنی کلمہ توحید کی یا ملت اسلام کی تصدیق کی جو

تمام ملتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آیت کے اگلے الفاظ یہ ہیں۔ (فسنیسہ للیسری) تو نزدیک ہے کہ ہم میا کر دیں گے اس کے لیے ایسے اعمال جو اسے آسانی سے بہشت میں پہنچنے کا ذریعہ اور سبب بنیں گے مرد اما من بخل واستغنی و کذب یا لحسنی فسنیسہ للیسری) اور جس نے مال خرچ کرنے میں بخل کیا یا جسے اللہ نے جس حق کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اسے ادا نہ کیا اور دنیاوی شہوات میں مستغرق ہو کر آخرت کی نعمتوں سے بے نیاز ہو گیا اور تقویٰ و پرہیزگاری کا راستہ اختیار نہ کیا۔ اور کلمہ توحید و ملت اسلام کی تکذیب کی اسے جھٹلایا تو نزدیک ہے کہ ہم اس کے لیے ایسے اعمال میا کریں گے جو اس کی بے دشواری اور تکلیف میں یعنی دوزخ میں پڑنے کا باعث بنیں گے۔

۷۶۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا حصہ زنا میں سے لکھ دیا ہے جسے وہ لا محالہ حاصل کر کے رہے گا۔ پس آنکھ کا زنا دیکھنا۔ زبان کا زنا گفتگو ہے۔ اور نفس آرزو کرنا اور جاہت کا اظہار کرتا ہے۔ اور شر نگاہ اس کی تصدیق کرتی اور جھٹلا دیتی ہے۔ متفق علیہ اس اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہے۔ بیشک حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے آدم کے بیٹے کے لیے زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ لا محالہ پا کر رہے گا۔ آنکھوں کا زنا تو دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا سنا، زبان کا زنا کلام کرنا۔ ہاتھ کا زنا پکڑنا، اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے۔ اور دل خواہش اور آرزو کرنا ہے۔ شر نگاہ اس کی تصدیق کرتی اور جھٹلاتی ہے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزَّوْنِ أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَعَالَهَ فَرَفَى الْعَيْنُ النَّظْرُ وَزَفَى اللِّسَانُ النُّطْقُ وَالنَّفْسُ تَتَنَبَّهٌ وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ وَيُكَذِّبُهُ متفق علیہ و فی روایۃ المسلم قال کتب علی ابن آدم نصیبہ من الزنی صدق ذلك لا معالہ العینان زناهما الاستماع واللسان زناهما الكلام والید زناها البطش والرجل زناها الخلق والقلب یجوب ویتمی ویصدق ذلك الفرج ویجوبہ

شرح: (و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کتب علی ابن آدم

حظہ من الزنا ادراکہ لا معالہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کے بیٹے پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ لازماً حاصل کر کے رہے گا۔ کیونکہ یہ فعل بد اللہ تعالیٰ نے اس کے نوشتہ تقدیر میں سے کر دیا ہوتا ہے۔ محاکتہ بفتح میم و تخفیف لام بمعنی تبدیل

کرنا اور بھڑنا لامحالہ کا معنی ہوگا ضرور دلابد۔ یعنی اس بات میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہو سکے گا۔ شارحین کے بیان کے مطابق حدیث کا معنی یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں حواس اور قوی پیدا کر کے اس کے لیے زنا کا حصہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان ان حواس و قوی کی بدولت اپنے اندر لذت محسوس کرتا ہے۔ اور اس میں شہوت اور عورتوں کی جانب میلان و کشش پیدا کر دی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ زنا کا مقررہ حصہ ضرور حاصل کر کے رہے گا۔ تاہم خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے باز رکھتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور بعض کو حقیقی زنا (شرمگاہ کو شرمگاہ میں داخل کر دینا) کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اور بعض کو زنا مجاہدی کے لیے آزاد چھوڑتا ہے اپنی حفاظت و نگرانی اس سے اٹھا لیتا ہے یہاں تک کہ وہ نظر حرام اور کلام حرام کے زنا میں مبتلا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

(زنی العین النظر) تو آنکھ کا حرام نظری ہے۔ (زنی اللسان المنطق) زبان کا زنا حرام و ناجائز گفتگو ہے۔ اسی طرح کان، ہاتھ، پاؤں اور دل کا زنا ہے۔ (والنفس تسنی وتشتہی) اور انسان کا نفس آرزو کرتا اور چاہت کا اظہار کرتا ہے۔ (والفرج یصدق ذلك ویکذبه) پھر مرد و عورت کی شرمگاہ کبھی اس کی تصدیق کر دیتی اور نفس کی شہوت و آرزو کو سچا کر دیتی ہے اور شرمگاہ اس کی اطاعت و پیروی کرتی ہے۔ اور اسے زنا میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور کبھی مرد و عورت کی شرمگاہ نفس کی آرزو کو جھٹلا دیتی ہے۔ اس کی بات نہیں مانتی۔ اور ارتکاب زنا سے انکار کر دیتی ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ اور دونوں کا اس میں اتفاق ہے۔ (روایۃ مسلم) اور ایک روایت میں جو مسلم کی ہے اور وہ اس میں متفرد ہے یہ الفاظ ہیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کتب علی ابن آدم نصیبہ من الزنی (آدم کے بیٹے پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے۔) (مدراء ذالك لا محالة) جسے وہ بہر حال حاصل کر کے رہے گا (العینان زناهما النظر) دونوں آنکھوں کا زنا بد نظری ہے۔ (والاذنان زناهما الاستماع) دونوں کانوں کا زنا حرام و فحش باتوں کا سننا ہے۔ (واللسان ذنابہ الکلام) زبان کا زنا حرام و بے حیائی کی گفتگو ہے۔ (والید زناهما البطش) ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے۔ (صراح میں ہے بطش حملہ کرنا اور مضبوہ طلی سے کسی چیز کو پکڑنا۔) (والرجل زناها الخطی) اور پاؤں کا زنا قدم اٹھانا اور اس فعل بد کی طرف چل کر جانا ہے۔ (والقلب یهوی ویتمنی) اور دل اس فعل کی چاہت اور آرزو کرتا ہے۔ (ویصدق ذلك الفرج ویکذبه) پھر انسان کی شرمگاہ اس فعل بد کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔

۸۰۔ وَعَنْ عِمَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک

مَنْ مَزَيْنَهُ قَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرْمَيْتَ
مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ
إِشْيَ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ
مَنْ قَدَّرَ سَبَقَ أَوْ فِيمَا يَسْتَقْبِلُونَ
بِهِ - مَتَا أَنَا مُرَبِّهِ نَبِيِّهِمْ وَثَبَتَتْ
الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَدَلَ شَيْءٍ قُضِيَ
عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ وَتَصَدَّقُ
ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ
وَجَلَّ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا
فَالْهَمَّهَا فَجُورُهَا وَ
نَقَوَّاهَا -

قبیلہ مزینہ کے دو آدمیوں نے اگر عرض کی یا رسول اللہ ہمیں
بتائیں کہ لوگ جو اعمال اس دنیا میں کرتے ہیں اور عمل میں جو
کوشش و سعی کرتے ہیں۔ کیا یہ سب قضا و قدر میں طے ہو چکا
اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور انزل میں ہی اس کے بارے
میں تقدیر الہی جاری ہو چکی ہے۔ یا اعمال میں سے جو کچھ وہ آئندہ
کریں گے، اور ان کا پیغمبران کے پاس جو امر و نہی لے کر آیا ہے۔
اور لوگوں پر اس کے سچا ہونے کی دلیل ثابت و قائم ہو چکی ہے اس
کا تقدیر انزل سے کچھ تعلق و واسطہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا
ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے بارے میں ہر عمل و فعل کا تقدیر انزل
میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور تقدیر انزل نافذ ہو چکی ہے۔ اس کی
تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ کہ فرمایا و نفس و ما سواها
الخ یعنی قسم ہے نفس انسانی کی اور اس ذات کی جس نے اسے درست
حالت پر پیدا کیا۔ پھر اسے برائی اور تقویٰ کا الہام فرمایا۔

(دواہ مسلّم)

شرح :- (و عن عمران بن حصین) رضی اللہ عنہ۔ حصین بن حارث۔ وفتح صاد، و سکون یا۔ آپ مشہور
صحابی ہیں۔ خیبر میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ مسلسل تیس برس بستر علالت پر رہے۔ فرشتے آکر آپ
کو سلام کرتے تھے۔ ایک دفعہ بطور علاج آپ نے داغ لگوائے تو فرشتے روپوش ہو گئے۔ جب تندرست ہو گئے تو
فرشتے پھر نمودار ہو گئے۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
میں سے کوئی بھی حضرت عمران بن حصین سے افضل و اعلیٰ نہ تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

ان عمران بن حصین سے روایت ہے۔ (ان را حلیں من مزینہ قالا) کہ بیشک قبیلہ مزینہ کے دو
آدمیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بیت ما یعمل الناس الیوم، آپ ہمیں ان اعمال کے بارے میں
بتائیں جو لوگ آج یعنی اس دنیا میں جو دار تکلیف ہے، کرتے ہیں۔ (و یکدحون فیہ) اور ان میں کوشش و سعی کرتے
ہیں۔ (اشی قضی علیہم) کیا یہ ایسی چیز ہے جو قضا و قدر میں داخل اور لوگوں کے لیے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔
(و مضی فیہم) اور ان کے بارے میں گزر چکا ہے۔ (من قد سبقت) تقدیر انزل میں (و فیما یستقبلون)

بہ) یا واقع میں معاملہ یوں ہے کہ جو کچھ وہ زمانہ آئندہ میں کریں گے۔ وہ اپنی قدرت و اختیار سے کریں گے بغیر اس کے کہ قضا و قدر اس کے متعلق نافذ ہو چکی ہو۔ (مسائل اہم بہ نبیہم) ان تمام باتوں میں سے جو ان کے پیغمبران کے پاس لائے۔ (در ثبوت الحجۃ علیہم) اور پیغمبر کے معجزے کے ظہور کے ذریعے اس کے سچا ہونے کی دلیل و برہان لوگوں پر ثابت و قائم ہو چکی ہے۔ یعنی پہلے سے قضا و قدر کا کوئی فیصلہ نہیں۔ بلکہ بات صرف اس حد تک ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی پر مشتمل احکام لے کر آئے اور لوگ محض اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ان پر عمل پیرا ہوئے۔ یا معصیت و نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرقہ قدریہ کا مذہب ہے۔

(فقال لا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ (بل شیء قضی علیہم و مضی فیہم) بلکہ ان کے بارے میں گزشتہ ازل کے اندر ہی ہر چیز کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (و تصدیق ذلک فی کتاب اللہ عز و جد) اور اس کی تصدیق اور اس کے صدق کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے۔ کہ فرمایا۔ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (قسم ہے نفس انسانی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک حالت میں پیدا فرمایا پھر اسے نیکی بدی کا الہام کیا)۔

معلوم ہوتا چاہیے کہ تسویہ نفس اس سے عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی درست و مناسب حالت اور ایسے اعتدال پر پیدا فرمایا جو اس کی حکمت و مصلحت کے تقاضا کے مطابق ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں قویٰ مرکب کیے اور اس میں ایسے آلات رکھ دیے۔ جن کی بدولت اس میں سمجھنے سمجھانے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ اور وہ مکلف ہونے اور افعال نیک و بد صادر کرنے کے قابل ہو گیا۔ اور اس میں حسی شہوتوں کو مرکب کر کے بُرے کاموں کے طبعی تقاضے اس کی فطرت میں رکھ دیے۔ دوسری جانب شرعی نصوص اور عقلی دلیلوں کے ذریعے یقین سے برتری علم کی اسے تلقین کر کے اور اس کے دل میں ڈال کر اسے تقویٰ کا الہام کیا۔ اور تقویٰ اور نیکی کی باتوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حدیث کی تصدیق اللہ سبحانہ کے قول مبارک فَسَوَّاهَا میں ہے۔ کہ یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ انسان میں سب کچھ اس کے پیدا کرنے اور اس کی تقدیر سے ہے۔

۸۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي لَعْنَتَ وَلَا أَحَدٌ مَا أَتَزَوَّجُ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جوان آدمی ہوں۔ مجھے اپنے متعلق زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور

بِهِ النِّسَاءَ. كَأَنَّهُ يَسْتَأْذِنُهُ فِي
الْإِخْتِصَاءِ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ
مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي. ثُمَّ قُلْتُ
مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ
ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا
هُرَيْرَةَ جَعَلَ الْقَلَمُ بَيْنَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصْ
عَلَى ذَلِكَ أَوْ ذَرُ.

(رواہ البخاری)

میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کے عوض عورتوں سے نکاح
کر سکوں۔ گویا آپ خصی ہو جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔
ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور میری بات سن کر خاموش رہے۔ میں نے
پھر یہ بات دہرائی۔ لیکن آپ خاموش رہے میں نے پھر یہی
بات عرض کی مگر آپ پھر خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری
مرتبہ یہی بات عرض کی تو آپ نے فرمایا جو کچھ تجھے ملنے والا
ہے قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے تو خصی ہو یا نہ ہو (نوشتہ
تقدیر میں کچھ فرق نہ آئے گا)۔

شرح: سر د عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (قال قلت یا رسول اللہ افی رجب شأب)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جو ان
آدمی ہوں۔ (وانا اخاف علی نفسی العنت) اور مجھے اپنے نفس کے بارے میں زنا کا اندیشہ ہے۔ عنت
دو فتحوں کے ساتھ بمعنی فساد گناہ، ہلاکت، مشقت اور زنا۔ (ولا احب ما اتزوج به النساء) اور میرے پاس
اتنا مال نہیں کہ اس کے عوض عورتوں سے نکاح کر سکوں۔ (کأنه يستأذنه في الاختصاص) ارادی کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ
گویا حضور سے خصی ہونے کی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ (قال فسكت عني) ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور میری طرف سے چہرہ انور پھیر لیا۔ (ثم قلت مثله ذلك) میں نے پھر یہی
بات دہرائی۔ (فسكت عني) مگر حضور علیہ السلام خاموش رہے۔ (ثم قلت مثله ذلك) میں نے پھر یہی
بات عرض کی۔ (فسكت عني) مگر آپ پھر خاموش رہے۔ (ثم قلت مثله ذلك) میں نے پھر یہی بات عرض کی۔
(فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا ابا هُرَيْرَةَ جَعَلَ الْقَلَمُ بَيْنَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصْ) اے ابو ہریرہ قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔
ہر اس چیز کے متعلق جو تجھے پیش آنے والا ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقدیر میں ہر چیز طے ہو چکی اور کاتب
تقدیر سب کچھ لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ (فاختص على ذلك او ذر) مسئلہ تقدیر کا علم ہونے کے بعد اب تو خصی
ہو یا نہ ہو۔

ان الفاظ میں حضرت ابو ہریرہ کو جھڑکا گیا ہے کہ تدبیر کو تقدیر کے مقابلے میں نہ لاؤ اور یہ کہ تقدیر سے مت بھاگو۔
یا مطلب یہ ہے کہ خصی ہونے کا ارادہ ترک کرو اور قضا و قدر پر راضی ہو جاؤ یعنی تقدیر میں جو خیر و شر مقدر ہو

چکا ہے ہو کر رہے گا۔ اور قضا و قدر کا قلم جس جس کام کے متعلق چل چکا ہے وہ ضرور وجود میں آئے گا۔ تو خصی ہو یا نہ ہو۔ ان الفاظ میں خصی ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اجابت طلب کرنے پر انہیں ڈانٹا اور ناگواری کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور بلاوجہ عضو مخصوص کاٹ دینے کے ارادہ پر ان کی ملامت کی گئی ہے۔

مصایح کے بعض نسخوں میں فاختص کے بجائے فاختصر کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ بات اور سلسلہ کلام کو لمبا نہ کر۔ یعنی جب کہ تیرے علم میں یہ بات آپکی ہے کہ نوشتہ تقدیر میں رد و بدل ناممکن ہے تو بات لمبی نہ کر۔ اور گردن تسلیم جھکا دے اور پر اعتراض کرنا چھوڑ دے یا اختصار کلام اور تسلیم کرنے کو چھوڑا اور جو تیرا دل کرتا ہے کہ نسخہ اول کے مطابق _____ خصی ہونے کے ارادے پر جھڑک و ڈانٹ ہے۔ اور نسخہ ثانی کے مطابق دوسری بات (بات لمبی کر) پر جھڑک و ڈانٹ کی گئی ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۸۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ كَقَلْبٍ قَاحِدٍ يَصْرِفُهُ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مَصْرِفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ۔ دواۓ مسلم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمام انسانوں کے دل رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں۔ وہ انہیں پھیرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے طور پر دعا کی اللھم معرف القلوب الخ اے اللہ دلوں کے پھرنے والے۔ ہمارے دل اپنی طاعت و فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔

شرح: (و عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم كلها۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمام انسانوں کے دل (بین اصبعین من اصابع الرحمن) خدا تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان (کقلب واحد) ایک دل کی طرح ہیں۔ (یصرفہ کیف یشاء) جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیک وقت سب کچھ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یا یہ کلام لوگوں کے فہم اور ان کی سمجھ کے مطابق کیا گیا ہے۔ کہ بندوں کے فہم اور ان کی سمجھ کے مطابق ایک چیز میں تصرف کرنا متعدد اشیاء میں تصرف کرنے سے آسان تر ہے۔ ورنہ حضرت پروردگار کے نزدیک سب کچھ برابر اور یکساں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کے لیے ایک کام مشکل ہو اور دوسرا آسان۔

اور خدا تعالیٰ کے لیے انگلیوں کا اطلاق تشابہات میں سے ہے۔ تشابہات میں دو مذہب ہیں۔ بعض ان کے بیان معنی میں توقف کرتے ہیں۔ اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ اور بعض دوسرے علماء مناسب معنی پر عمل کرتے ہیں۔ اور تاویل کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ انگلیوں سے دلوں کے ساتھ جلال و جمال اور لطف و قہر کی صفت کا تعلق مراد ہے۔ کہ وہ بعض دلوں کو طاعت کی طرف پھیرتا ہے۔ اور کچھ دلوں کو معصیت و نافرمانی کی طرف۔ اور اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ تبدیل کرنا اور پھیرنا نہایت تیزی کے ساتھ اور بڑے موثر طریقہ سے ہوتا ہے اور اسم رحمن کی طرف نسبت و صفت رحمت کی وسعت اور غضب پر اس کے غلبے کی بنا پر ہے۔ باوجودیکہ حلیم ذات کا غضب و غصہ بھی نہایت سخت ہوتا ہے۔ پس اس میں جمال و جلال دونوں قسم کے تصرف کی طرف اشارہ ہو گیا۔ (تھو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے اور خدا تعالیٰ عزوجل کی درگاہ میں اظہار ادب کے لیے یہ الفاظ کہے۔ (اللہم معنا القلوب) اے اللہ دلوں کو طاعت و نافرمانی کی طرف پھیرنے والے (صرف قلوبنا علی طاعتک) ہمارے دلوں کو طاعت و فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔ اور اس پر نہایت رکھ اور استقامت عطا فرما۔ ظاہر یہ ہے کہ جمع کا صیغہ امت کو شامل کرنے بلکہ درحقیقت انہی کے لیے دعا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تو نہایت اعتدال و استقامت پر فائز ہے۔ آپ کے لیے پھرنے اور اادل بدل کرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔

۸۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَكَبَّاهُ يَهُودًا أَوْ نَصْرَانِيَّةً أَوْ يَسْجَسَانِيَّةً كَمَا تُنْتَبِجُ الْبَيْهِيْمَةُ بَيْهِيْمَةً جَعَاءَ هَلْ تَحْسُونَنِيهَا مِنْ جَدِّ عَاءٍ ثُمَّ يَقُولُ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرا سلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی، یا مجوسی بناتے ہیں۔ جس طرح پورے اعضاء والے چار پائے سے پورے اعضاء والا بچہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ کیا ان پیدا ہونے والے چار پائیوں میں کوئی ناقص اعضاء والا چار پائیہ پاتے ہوئے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ اس فطرت کو پکڑے رکھو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کے پیدا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں فطرت کے مطابق یہ دین بالکل صحیح اور درست دین ہے۔

شرح:- (وعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود من

مولود الاولاد علی الفطرۃ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بچہ نہیں مگر وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرت کا معنی لغت میں بچاڑنا اور نئے طور پر ایجاد کرنا۔ اور پیدا کرنا ہے۔ یہاں فطرت کا معنی ہے۔ بچے کی وہ حالت و مہیئت اور اس مقصد کی استعداد و صلاحیت جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں صفت عقل رکھی اور اس کے جوہر ذات کو اس صفت سے مرکب کیا تاکہ وہ اپنے مقصد کو پائے یعنی خالق کو پہچانے، حق قبول کرے، دین اسلام اختیار کرے اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرے۔ تاکہ صحیح نظر و فکر کی بدولت اور عوارض و موانع پیش نہ آنے کی صورت میں اس ہدایت و قبول حق پر مستحکم و مضبوط ہو سکے۔ کہ عوارض و موانع پیش آنے کی صورت میں انسان نظر و فکر صحیح اور دین اسلام پر قائم و ثابت رہنے کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی عوارض و موانع کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا۔

(فابواہ یهود انم پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں۔ (اوینصرانہ) یا اسے نصرانی بنا دیتے ہیں۔ (اوینحسانہ) یا اسے مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یا وہ بچہ اپنے والدین کی متابعت ان کی موافقت اور ان کی تقلید کرتے ہوئے دین فطرت کو چھوڑ کر غلط عقائد و خیالات اختیار کر لیتا ہے یا اپنی عقل اور فکر و نظر کو استعمال میں نہ لاکر حق و باطل کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور گمراہی و کفر کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یا اس کے والدین جبر و قہر کے ساتھ اسے گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ اور اس طرح صحیح نظر و فکر کے بہتے ہوئے بھی وہ ان کے باطل دین کا پیروکار بن جاتا ہے۔ اور دین اسلام قبول نہیں کرتا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ محسوسات و مہموہات سے انس و محبت اور جسمانی لذات و شہوات میں انہماک جو انسان کی صحیح نظر و فکر کا راستہ روک لیتا اور دریافت حق سے محروم کر دیتا ہے یہ بھی اسے والدین کے یہودی یا عیسائی بنادینے کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ بے راہ روی بھی بسا اوقات بچے کے لیے ان کی تقلید اور ان کی اتباع و پیروی کا باعث بن جاتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول فطرۃ اللہ الی فطرۃ الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ (اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فطری صلاحیت جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی) سے یہی مراد ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں بیان ہوگا۔

سوال :- جب کہ والدین کے یہودی یا عیسائی بنا لینے سے یہ صفت تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر لا تبدیل لخلق اللہ کیسے درست ہوگا۔

جواب :- دریافت حق کی یہ استعداد و صلاحیت قطعاً زوال پذیر نہیں ہے اس استعداد کی تبدیلی اور اس کا

ازالہ ناممکن ہے اگر فرضاً و تقدیراً کوئی بچہ اس استعداد کے تقاضا کے خلاف پروردگار پڑھتا اور اس استعداد کا اثر اس پر نمودار نہیں ہوتا تب بھی وہ استعداد اپنی حالت پر موجود ہے اور اس کے خلاف محبت و دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اگر اس استعداد کے اثر کے ظہور میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اور آدمی زادہ اس فطری و پیدا نشی استعداد و صلاحیت پر قائم و دائم رہے تو وہ دین اسلام کو ہی قبول کرے گا۔ کہ سلیم عقل اور صحیح نظر و فکر والوں کے لیے اسلام کا حسن یا کُل ظاہر و باہر ہے۔ جس طرح بچے میں جو دودھ پینے کی محبت پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے جب تک اسے دودھ سے نہ ہٹائیں وہ اس کے پینے میں مصروف رہتا ہے۔ اور اس کی چاہت و محبت اس کے دل میں مسلسل موجود رہتی ہے۔ اسی بنا پر بعض فضلاء نے کہا ہے۔ کہ فطرت سلیمہ دین اسلام قبول کرنے کی صلاحیت پر پیدا کی گئی ہے۔ فطرت پر پیدا ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بچہ حقیقتہً بالفعل صفت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے والدین اسے کافر بناتے ہیں۔ یادہ ان کی اتباع میں کفر اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ حقیقتہً اور بالفعل بچے کا اسلام کی صفت پر پیدا ہونا بندے کے کسب و عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا پیدائش کے وقت موجود ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نیز بندے کی حالت تبدیل قبول کر لیتی ہے۔ الایہ کہ لا تبدیل لخلق اللہ سے یہ مراد لی جائے کہ اس میں تبدیلی نہ کرنی چاہیئے۔ اور اگرچہ بعض روایات میں علی فطرتاً لا اسلام یا علی الملہ کے الفاظ بھی آئے ہیں جو دین اسلام سے عبارت ہے۔ تاہم مراد وہی ہے جو گزشتہ بیان ہوئی کہ اس سے اسلام کی استعداد و صلاحیت پر پیدا کرنا مراد ہے کہ اگر کوئی خارجی رکاوٹ پیش نہ آئے تو بچہ اسلام کی راہ اختیار کرے گا۔ عربی شرح میں اس مقام پر اس سے زیادہ شرح و تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اور کچھ دوسری وجوہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ یہاں اسی قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آئندہ قول میں بچے کے فطرت سلیم اور صلاحیت مستقیم پر پیدا ہونے پھر خارجی رکاوٹ و کجی کے لاحق ہونے کو چار پائے کے بچے کے صحیح سلامت پیدا ہونے پھر کسی خارجی نقصان و خلل لاحق ہونے سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا (گما تنتج البہیمہ بہیمۃ جمعاً) جس طرح پیدا ہوتا ہے چار پائے کے ہاں پورا کامل اور سلیم الاعضاء بچہ۔ تنتج صیغہ مضارع مجہول ہے اور نتیجہ بمعنی جننے سے مشتق ہے نکاتج وہ مالک و نگران جو اوٹنی کے بچہ جنماتا اور اس بارے میں اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جس طرح انسان کی پیدائش کے لیے دایہ۔ شرح عربی میں اس لفظ کی شرح اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ رعد تحسون فیہا من حمد عاء) کیا تم لوگ محسوس کرتے اور دیکھتے ہو ان پیدا ہونے والے چار پاؤں میں ایسا بچہ جو

ناک کٹایا کان کٹایا ہاتھ یا لب بریدہ ہو۔ اور اگر کوئی غازی نقص و خلل لاحق نہ ہو تو وہ بچہ اپنی پیدائش کے وقت کی درستی اعضا کی حالت پر ہی قائم و موجود رہتا ہے۔

(تہ یقول) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ (فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدل لخلق اللہ) مضبوطی سے پکڑے رہو اس فطری استعداد و صلاحیت کو جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کچلا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور ادول بدل نہ کرنا چاہیئے۔ (ذالک الدین القیم) تقاضائے فطرت کے مطابق یہ دین ہی صحیح اور درست دین ہے۔

۸۴۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَغْفُضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ جَعَابُهُ النَّوْرُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا أَتَتْهُ إِلَيْهِ بَصَرٌ لَمْ يَخْلُقْهُ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں پانچ کلمات بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا۔ اور سونا اس کی شان کے لائق نہیں۔ وہ تر از رو کو نیچے کرتا اور اوپر کرتا ہے۔ نوگوں کے دن کے اعمال سے پہلے ان کے رات کے اعمال اس کی بارگاہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے اس کی جانب اٹھائے جاتے ہیں۔ حق سبحانہ کا پردہ نور ہے۔ اگر وہ اسے اٹھا دیتا تو اس کی ذات کے انوار اپنی ساری مخلوق کو جلد ڈالتے جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی۔

رواہ مسلم

شرح: (روعن ابی موسیٰ الاشعری) رضی اللہ عنہ (قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور ہمیں وعظ و نصیحت کی غرض سے خطبہ ارشاد فرمایا اور ہمارے حال کی جانب خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور ہماری اصلاح کا اہتمام فرمایا۔ پانچ کلمات بیان کر کے (فقال) تو فرمایا ان اللہ تعالیٰ (لا ینام) بیشک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور تمام کائنات کے حالات سے غافل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شارحین رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ پانچ کلمات میں سے یہ پہلا کلمہ ہے۔ دوسرا کلمہ یہ ہے۔ (ولا ینبغی لہ ان ینام) اور سونا اس کی شان کے لائق و نہیہا نہیں۔ یعنی اس پر نیند کا طاری ہونا محال و ناممکن ہے۔ اس جہت سے یہ کلمہ پہلے کلمہ کے معنی پر ہے۔ کہ نہ سونے سے سونے کا ناممکن ہونا لازم نہیں آتا۔ حالانکہ سو جانا اس کے لیے ناممکن بھی ہے۔

تیسرا کلمہ یہ ہے۔ (یخفف القسط ویرفعه) وہ قسط کو نیچے اوپر کرتا ہے۔ قسط بکسر قاف و سکون سین ہملہ۔ رزق کے معنی میں آتا ہے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ اس آیت کے ہم معنی ہوگا۔ یبسط الرزق لمن یشاء و یتقدر (اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے) یہ لفظ تر ازو کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہ زیادہ ظاہر اور آنے والی حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔ جس میں فرمایا بسدۃ الیضان یخفف ویرفع (تر ازو اس کے ہاتھ میں ہے نیچے کرتا اور بلند کرتا ہے اور تر ازو کے نیچے اوپر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مناسب وزن و مقدار میں اپنی جناب تقدیر سے لوگوں کے لیے رزق نازل کرتا ہے۔ اور بندوں کے اعمال اپنی درگاہ عزت میں بلند کرتا اور اٹھاتا ہے اور ملائکہ کو جو اعمال پر مقرر ہیں ان کی مقدار سے آگاہ کرتا ہے۔ یا اس میں خدا تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ کل یوم ہو فی شان (وہ ہر دن ایک نئے کام میں ہے) یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں میزان عمل قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس تو جہیہ کے مطابق یہ کلمہ دوم یعنی لا یبغی لہ ان ینام کی تاکید و تقریر ہوگا کہ جب کہ ہر لحظہ اور ہر آن اس کا تصرف دائم و جاری ہے تو سو جانا اور غافل ہونا اس کی شان کے لائق نہیں اور نہ اس کے لیے ممکن ہے۔

ان پانچ کلمات میں سے چوتھا کلمہ یہ ہے۔ یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہام اٹھائے جاتے اور بلند کیے جاتے ہیں اس کی درگاہ میں بندوں کے وہ اعمال جو وہ رات میں کرتے ہیں۔ ان اعمال سے پہلے جو وہ دن میں کرتے ہیں۔ (و عمل النہام قبل عمل اللیل) اور اٹھائے اور پہنچائے جاتے اس کی درگاہ تک وہ اعمال جو بندے دن کے وقت کرتے ہیں رات کے اعمال سے پہلے یعنی ابھی دن نہیں چڑھا اور اس میں کوئی عمل واقع نہیں ہوتا کہ رات کے اعمال فرشتے اس کی درگاہ میں لے کر پہنچ جاتے ہیں، اور ابھی رات داخل نہیں ہوتی کہ فرشتے بندوں کے دن کے عمل لے کر حق تعالیٰ کی درگاہ میں جا پہنچتے ہیں۔ دراصل اس میں مبالغہ ہے کہ بندوں کے اعمال پر متعین ملائکہ اللہ کا حکم بجالانے میں نہایت جلدی کرتے ہیں۔ اور یہ کہ جہاں ان کے اعمال پیش کرنا ہوتے ہیں اور آسمانوں میں جس جس جگہ تک انہوں نے پہنچنا اور چڑھنا ہوتا ہے۔ اس تک عروج کرنے میں نہایت سرعت اور تیزی دکھاتے ہیں۔ اور یہ کہ ادنی گھڑی کے اندر وہ بندوں کے اعمال اٹھائے جانے کی قدرت و طاقت رکھتے ہیں۔ کیونکہ رات اور دن کے درمیان صرف ایک آن اور جزو دلا یتجزی کا فرق و فاصلہ ہوتا ہے۔

یابہ مراد ہے کہ رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے ہی اٹھایے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال کے سے قبل اٹھایے جاتے ہیں۔ اور دن رات کا ہر عمل الگ الگ اس کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

عبارت حدیث کے لحاظ سے یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔ لیکن عمدگی و بلاغت پہلے معنی میں زیادہ ہے۔ اور یہ کلمہ بھی کلمہ لا ینبغی لہ ان ینام کے معنی کی تاکید کرتا ہے۔

پانچواں کلمہ یہ ہے۔ (رجابہ النور) حق تعالیٰ سبحانہ و تقدس کا پردہ نور ہے۔ یعنی اس کے انوارِ جلال اور اس کی عظمت و کبریائی کی شعائیں۔ جن کے ملاحظہ اور مشاہدہ سے عقلیں اور بصیرتیں مدہوش و منحیر ہو جاتی ہیں۔ یہ پردہ حقیقتہً مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ کہ محبوب اور پردہ میں وہ ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ۔ جیسے نابینا اور سورج۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کو پردے اور حجاب میں ہونا نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جو شے پردہ میں ہو پردہ ڈالنے والا اس پر غالب ہوتا ہے بلکہ اسے محتجب کہیں گے کہ وہ عزت اور عظمت و جلال اور وصف کبریائی کی بنا پر لوگوں سے پوشیدہ ہے اور کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ وہ ذات شدت ظہور اور غایت بروز کی وجہ سے چھپی ہوئی ہے۔ جس طرح سورج کہ جب خوب تیزی کے ساتھ چمک رہا ہو تو وہ آنکھوں کو خیرہ اور تاریک کر دیتا ہے۔ درحقیقت اس کی صفات جو ذات کے انوار ہیں وہی اس کا پردہ ہیں اور اس کی ذات کو پردہ صفات کے علاوہ نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور ذاتِ تحت کا ادراک ناممکن ہے۔ جو کچھ ادراک و مشاہدہ میں آتا ہے صفات کا نور ہے۔ ذات اس سے وراء ہے۔ بیت

ہر چہ اندیشی پذیر واد فناست و آنچه در اندیشہ ناید آں خداست

جو کچھ تیرے وہم و خیال میں آتا ہے سب فانی ہے۔ اور جو تیرے وہم و گمان میں نہیں آ سکتا وہ خدا ہے۔ اور اگر درمیان سے پردہ صفات ہٹ جائے۔ اور ذاتِ تحت تجلی فرمائے تو ساری کائناتِ احدیت ذات میں فنا اور لاشے ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا۔

(لو کشفہ لاحرف سبحات وجہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ) اگر یہ پردہ اٹھا دیتا تو اس کے انوار ذاتِ جلا کر رکھ دیتے ہر چیز کو جس کی انتہا تک اس کی نگاہ پہنچتی اس کی خلق میں سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ تمام کائنات کو محیط ہے۔ اور اس کی نہایتوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ بیت

ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو چوں پردہ برافتہ تو مانی و نہ من

میری اور تیری گفتگو پس پردہ ہی ہو سکتی ہے۔ جب پردہ اٹھ جائے گا تو پھر نہ تو رہے گا نہ میں۔

”سُبْحَات“۔ دو صُغوں کے ساتھ ”سُبْحَہ“ بضم سین و سکون باء کی جمع ہے۔ جیسے ”غُرُفَات“ غُرفہ کی جمع۔ اس سے مراد

اس کا نور ذات ہے۔ قاموس میں ہے سبحات وجہ اللہ انوار اس کے چہرے کے سبحات یعنی اس کے انوار ان انوار ذات کو سبحات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ بھی انہیں دیکھتے اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ اس کی تسبیح کرتے اور اس کی ذات کے جلال کی ہیبت و درہشت اور اس کی عظمت کی بنا پر اسے تنزیہ اور تقدیس کے ساتھ یاد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۸۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُ اللَّهِ مَلَأَتْ لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَعَاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَرِيْمٌ مَا أَنْفَقَ مَذْخَلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَمْ يَغْنُ مَا فِي يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيدَهُ الْبِيزَانُ يَغْفِضُ وَيَرْفَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِي نَوَائِي لِمُسْلِمٍ يَمِينُ اللَّهِ مَلَأَتْ - قَالَ ابْنُ كَيْسَرٍ مَلَأَتْ سَعَاءُ لَا يَغِيضُهَا شَيْءٌ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ کوئی ختمہ چہ اسے کم نہیں کر سکتا اس کی عطائیں رات دن میں سیلاب کی طرح بہ رہی ہیں تم مجھے بتاؤ کتنی مقدار میں خرچ کر چکا ہے۔ جب اسے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ پس بیشک اس کے اس قدر خرچ کرنے کے باوجود کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دست قدرت و حکمت میں ہے توازن۔ وہ اسے نیچے کرتا ہے اور اوپر کرتا ہے۔ متفق علیہ۔ اور مسلم کی روایت میں ہے اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ ابن نمیر نے ملائی کی جگہ ملآن کا لفظ رقا کیا ہے۔ سیلاب کی مانند عطا کو مسلسل بہا رہا ہے۔ رات اور دن میں خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔

شرح:- (و عن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ مملأ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا دست جو دو کرم بھرا ہوا ہے یہ اس کے انتہاء درجہ غنی ہونے، اس کے کمال وسعت اور اس ذات جل جلالہ و علم نوالہ کے نہایت درجہ جود و عطا سے کنایہ ہے۔

(لا تغیضہا نفقۃ) اسے کم اور خالی نہیں کر سکتا کوئی خرچہ اور عطا۔ (سعاء اللیل والنہار) اس کا دست عطا رات دن میں سیلاب کی مانند مسلسل عطا کر رہا ہے۔ یعنی اس کی عطائیں اتم اور باقی ہیں۔ سج کا معنی ہے بلندی سے پانی بہانا۔ عرب کہتے ہیں مطر سعاء۔ نہایت موسلا دھار بارش۔ (اراء یتوم ما انفق مذ خلق السماء

تھے۔ حدیث کا ظاہری معنی تو بتاتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اطفال مشرکین کو معلق کر دیا اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ اگر وہ زندہ رہتے اور بلوغت کو پہنچ کر جس قسم کے عمل کرتے اس کے مطابق الشان کا انجام کرے گا۔ پس جس کے بارے میں اللہ کا علم یہ ہے کہ اس نے بالغ ہو کر ایمان لانا تھا اسے بہشت میں داخل کرتا ہے۔ اور جس کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ اس نے کفر اختیار کرنا تھا اسے دوزخ میں ڈالتا ہے لیکن یہ بات مشکل ہے۔

ایک نیا اس بنا پر کہ جب بچہ صغیر سنی میں ہی مر گیا تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کے بچپن میں ہی مرجانے سے متعلق تھا لہذا اس کا حد بلوغ کو پہنچنا اور ایمان یا کفر پر مرنے کا کوئی معنی نہیں اور ان میں سے کسی ایک صورت کے فرض کرنے کا کیا فائدہ۔

پھر اصول دین اور منہاج شریعت سے معلوم و ثابت ہو چکا ہے کہ عمر دراز ملنے کی صورت میں گناہوں پر گناہگاروں کا مواخذہ جو ہو گا وہ بالفعل ان سے صدور معاصی نہ ہونے کی وجہ سے منتفی ہوتا ہے تو اطفال مشرکین جو ضعیف تر، اور کمزور تر ہیں زیادہ حقدار ہیں کہ ان کا مواخذہ بالکل نہ ہو۔ اور یہ بات بھی بدیہی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ناکر وہ گناہوں پر کسی کی گرفت نہیں کرتا۔

بعض علمایہ فرماتے ہیں کہ جب آپ سے اطفال مشرکین کے بارے میں یہ سوال ہوا تھا اس وقت آپ ان کی حقیقت حال سے آگاہ نہ ہوئے تھے۔ اور آپ کو اس بارے میں ابھی کوئی وحی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے آپ نے توقف فرمایا۔ یا آپ ان کی حقیقت حال سے آگاہ تو تھے مگر کسی مصلحت کے تحت آپ کو اس کے اظہار و انکشاف کی خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی۔ اس لیے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے انجام سے سب سے بڑھ کر واقف ہے اور ان کے حال کا صرف اسے ہی پتہ ہے کہ وہ بہشت میں جائیں گے یا دوزخ میں یا ان کے علاوہ کسی تیسری جگہ میں جہاں ان کے لیے نہ راحت ہوگی نہ عذاب و تکلیف واللہ اعلم۔

اور اطفال مشرکین کے بارے میں علماء کے مذاہب میں اختلاف ہے۔ بعض نے سکوت و توقف اختیار کیا ہے۔ بعض نے ان کا معاملہ علم الہی سے معلق رکھا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ بعض کا یہ مذہب ہے کہ مشرکین کے بچے بھی ان کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔ جس طرح دنیا میں احکام کفر میں اپنے ماں باپ کے تابع تھے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ بچہ جب تکلیف و اختیار کی عمر تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو والدین کی سرپرستی ان سے زائل ہو گئی۔ اور وہ اپنی اصل فطرت کی جانب رخ کر گیا۔ اور اہل جنت میں سے ہو گیا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ بہشت میں داخل تو ہوں

گے مگر مستقل حیثیت سے نہیں بلکہ اہل جنت کے تابع بن کر جس طرح بادشاہوں کے خدام و نوکران کے تابع ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ ان کے محلات میں رہتے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان کوئی جگہ ہے وہ اس میں رہیں گے۔ جہاں نہ راحت ہوگی نہ عذاب۔

لیکن ان سب مذاہب میں صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے۔ اور کسی جانب کا یقین و جزم نہ کیا جائے۔ اور کوئی فیصلہ کن بات نہ کی جائے۔ کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی خبر نقل صحیح و قطعی سے موصول ہونے کی وجہ سے کچھ کمنا درست نہیں۔ اور ایسی کوئی خبر بندہ رعبہ نقل صحیح و قطعی موجود نہیں ہے۔ اور کوئی قطعی الدلالت حدیث وارد نہیں ہوئی۔ اس بارے میں علما نے جو کچھ کہا ہے رائے اور قیاس سے کہا ہے یا کمزور اور ضعیف روایات و اخبار سے اخذ کیا ہے۔ اس لیے جیسا کہ علامہ نور پشتری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اس بارے میں توقف کرنا ضروری ہے واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

۸۶۔ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ قَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اَكْتُبِ الْقَدَرَ فَكُتِبَ مَا هُوَ كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْآبِدِ۔

حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔ اور کہا لکھ اس نے کہا اب لکھوں، فرمایا اتنا یہ لکھ تو قلم نے لکھ دیا وہ سب کچھ جو ہو چکا اور جو اب تک ہوگا۔

رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب اسناداً

شرح: مراد عن عباد بن الصامت، رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما خلق الله القلم) حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔ (فقال له) تو اسے فرمایا لکھ۔ (قال ما اكتب) اس نے کہا میں کیا لکھوں (قال) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اکتب القدر (فكُتِبَ مَا هُوَ كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْآبِدِ) تو قلم نے لکھ دیا جو کچھ تھا اور جو کچھ اب تک ہونا تھا۔ اگر سوال کیا جائے کہ مقادیر کی تعیین اور ان کی کتابت و تحریر تو ازل میں ہوئی تھی۔ اور ازل کی نسبت زمانہ ماضی کا کوئی وجود نہیں ہو سکتا تو پھر جو کچھ ہو چکا اس کی کتابت کا کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات اپنے زمانے کی طرف

نسبت کرتے ہوئے فرمائی۔ ماکان وما یکون یعنی جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ہمارے بعد ہوگا۔ زمانہ تقدیر کی نسبت و کتابت کے اعتبار سے یہ بات نہیں فرمائی۔

یا ہم کہتے ہیں کہ فصل اول کی حدیث اول میں معلوم ہو چکا ہے کہ قضا و قدر کی تحریر آسمانوں اور زمینوں کی پیدا
سے پچاس ہزار سال پہلے ہو چکی تھی۔ اس وقت عرش الہی بانی پر تھا اور میں وہاں کہہ چکا ہوں ہو سکتا ہے کہ کتابت
حقیقت پر محمول ہو۔ اور انزل میں نہ ہوئی ہو بلکہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی ہو جیسا کہ تعین عدد ظاہراً اس پر
دلالت کرتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ قضا و قدر کی تعین اور قلم کی پیدائش بھی کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی ہے۔
جیسا کہ اولیت خلق کا لفظ پر اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب کہ قضا و قدر کی تحریر کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی
اس لیے ماضی کے لفظ سے اس کا بیان کرنا درست ہوگا۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب اسناداً)
اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث اندرونی اسناد غریب ہے۔ اور مقدمہ میں گزر
چکا ہے کہ غرابت صحت کے منافی نہیں ہوتی مگر جب کہ غریب سے شاذ مراد ہو جیسا کہ اس کا ذکر بھی گزر چکا ہے۔

۸۸۔ وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلَ عُمَرُ
بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ وَإِذَا أَخَذَ
رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
الْآيَةَ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ
خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِبَيْمَجِنَةٍ
فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّتَهُ فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ
لِلْجَنَّةِ وَبَعَلُوا أَهْلَ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ ثَمَرًا
مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّتَهُ
فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبَعَلُوا أَهْلَ
النَّارِ يَعْمَلُونَ فَقَالَ رَجُلٌ فَقِيمَ الْعَمَلِ يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ

اور حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہنے
میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آیت واذا اخذ
ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم
رسول الله صلى الله عليه وسلم کو سنا کہ آپ سے آیت کے بارے
میں سوال کیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا بیشک اللہ نے آدم کو
پیدا کیا پھر اس کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا پس اس
سے اس کی کچھ اولاد باہر نکالی۔ اور فرمایا میں نے ان کو جنت
کے لیے پیدا کیا ہے یہ لوگ اہل جنت والے عمل کریں گے پھر
اللہ تعالیٰ نے اپنا دایاں ہاتھ آدم کی پشت پر پھیرا اور کچھ اولاد
اس سے باہر نکالی۔ اور کہا یہ لوگ میں نے دوزخ کے لیے پیدا
کیے ہیں یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے۔ یہ سن کر ایک آدمی نے
کہا یا رسول اللہ پھر عمل کس چیز کا فائدہ دے گا۔ تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت

لِلْجَنَّةِ اُسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلٍ اَهْلُ الْجَنَّةِ حَتَّى
يَمُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ
فَيُدْخِلُهُ فِي الْجَنَّةِ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ
اُسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلٍ اَهْلِ النَّارِ حَتَّى يَمُوتَ عَلَى
عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلُهُ
بِهِ النَّارَ۔ رواه مالك والترمذی
و ابوداؤد۔

کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل جنت کے کاموں میں
لگا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی موت۔ اہل جنت کے
اعمال میں سے کسی عمل پر ہوتی ہے۔ تو اسے اس عمل کی وجہ
سے جنت میں داخل فرماتا ہے۔ اور جب کسی بندے کو وہ دوزخ
کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل دوزخ کے کاموں میں مصروف
کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال میں سے کسی عمل
پر مرنا ہے تو اللہ اسے اس عمل کی وجہ سے دوزخ میں ڈالتا ہے۔

شرح :- (وعن مسلم بن یسار) رضی اللہ عنہ (قال سئل عمر بن الخطاب) رضی اللہ عنہ (عن
هذه الآية) حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ کبار تابعین میں سے ہوئے ہیں۔ آپ
ثقة، فاضل، عابد اور متقی اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ کے زمانہ میں کسی کو آپ پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی۔
ستلہ ہجری مقدس میں انتقال فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی وہ ۱۰ اخذ ربك
من بني ادم من ظهورهم ذريتهم الآية) جب پکڑا اور باہر نکالا اسے محمد تیرے پروردگار نے اولاد
آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو جس طرح آدم کی پشت سے بلا واسطہ اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ اسی طرح ہر انسان
کی پشت سے اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ پھر اس کی پشت سے اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ اسی طرح قیامت تک ہونے
والی اولاد کو ان کے بالوں کی پشتوں سے جس طرح ان کا والد و تناسل وقوع میں آنا تھا باہر نکالا۔ لیکن آیت مذکورہ
میں حضرت آدم کا ذکر اور ان کی پشت سے ان کی اولاد باہر نکالنے کا ذکر نہ فرمایا اس امر کے ظاہر ہونے کی بنا پر کہ
آپ ابو البشر اور سب کی اصل ہیں۔ اور اس بنا پر بھی کہ مقصود آدم کی اولاد یہود وغیرہ پر ان کے روز ميثاق کا عہد
توڑنے کی بنا پر الزام و محنت قائم کرنا تھا پھر یہی آیت یوں ہے۔ واشهدهم على انفسهم (اور اللہ نے ان
کو ان پر گواہ بنایا قال پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا الست بربكم (میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) (قالوا بلى
شعدنا) انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے ہم تیری ربوبیت کی گواہی دیتے ہیں۔ ان تقولوا يوم القيامة ان
كنا هدا غافلين (انہیں خود ان پر اس لیے گواہ بنایا تاکہ وہ روز قیامت یہ نہ کہیں کہ ہم تو اس سے غافل و
بے خبر تھے)۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو ر قال

عمر حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ (رسعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأل عنہا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا۔ (فقال) اس کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان اللہ خلق آدم) بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا (رثر مسح ظمۃ یمینہ) پھر اس نے آدم کی پشت پر اپنا دائیں ہاتھ پھیرا (اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیرنے کی نسبت مجازاً ہے۔ ورنہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو ہاتھ پھیرنے کا حکم دیا۔ جیسے کہتے ہیں فلاں شہر فلاں بادشاہ نے تعمیر کیا ہے۔ حالانکہ تعمیر کرنے والے اس کے کارندے ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ بادشاہ کے حکم سے ایسا کرتے ہیں تو گویا بادشاہ خود اسے تعمیر کرتا ہے۔ اور دائیں ہاتھ کی تخصیص حضرت آدم اور ان کی اولاد کو عزت و بزرگی عطا کرنے کے اظہار کے لیے ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں میں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جملہ تشابہات میں سے ہے۔ اس کا حقیقۃً علم اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے۔ (فاستخرج منہ دریۃ) تو جیسا کہ مذکور ہوا آدم کی پشت سے ان کی کچھ اولاد کو باہر نکالا۔ (فقال خلقت هؤلاء للجنة) ان کے بارے میں فرمایا میں نے اس جماعت کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے۔ (و بعمل اهل الجنة يعملون) یہ لوگ اہل جنت والے عمل کریں گے۔ (ثم مسح بیدہ) فاستخرج منہ ذریۃ پھر اس کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس کی اولاد سے ایک اور جماعت کو باہر نکالا۔ (فقال خلقت هؤلاء للنار و بعمل اهل النار يعملون) اور فرمایا میں نے اس جماعت کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہل دوزخ والے عمل کریں گے۔ (فقال رجل فقیر المعد) تو صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا پھر عمل کس لیے ہے اور انسان کو عمل کا مکلف کس لیے کیا گیا ہے۔ اور عمل کا فائدہ کس چیز میں پہنچے گا۔ (یا رسول اللہ) اے اللہ کے رسول (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ان اللہ اذا خلق العبد للجنة استعملہ بعمل اهل الجنة) بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اہل جنت کے کاموں کی توفیق عطا کرتا ہے۔ (رحتی یسوت علی عمل من اعمال اهل الجنة یہاں تک کہ اس کی موت اہل جنت کے اعمال میں سے کسی عمل پر آتی ہے۔ (فیدخلہ بہ الجنة) تو وہ اس بندے کو اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کرتا ہے۔ (و اذا خلق العبد للنار استعملہ بعمل اهل النار حتی یموت علی عمل من اعمال اهل النار فیدخلہ بالنار) اور جب کسی بندے کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل دوزخ کے کاموں میں لگا دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت اہل دوزخ کے اعمال میں سے کسی عمل پر ہوتی ہے۔ تو اللہ اس عمل کی وجہ سے اسے دوزخ میں ڈالتا ہے۔

یعنی جسے بھی بہشت یا دوزخ میں ڈالتا ہے اس کے عمل کی وجہ سے ڈالتا ہے عمل اس کی علامت ہوتی ہے۔ اور عمل کرنے کا خود اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور عمل بھی اس کی قضا و قدر میں سے ہے۔ اس لیے یہ نہ کہہ کہ عمل کس لیے کریں اور عمل کا کیا فائدہ اور عمل کرنے کا کیا مقصد۔

۸۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اتَدْرُونَ مَا هَذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِي الْيُسْنَى هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَتَبَايِلُهُمْ ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي يَسَارِيهِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَتَبَايِلُهُمْ ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا فَقَالَ أَصْحَابُهُ فَنِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِعَ عَنْهُ فَقَالَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ آتَى عَمَلٍ وَإِنْ صَاحِبُ النَّارِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلٍ أَهْلُ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ آتَى عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ تو فرمایا جانتے ہو یہ دو کیا کتابیں ہیں ہم نے عرض کیا نہ یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہمیں بتائیں۔ تو آپ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں اہل جنت کے نام ہیں۔ اور ان کے باپوں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔ تو نہ ان میں کسی کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ان میں سے کوئی کم ہو سکتا ہے کبھی بھی پھر آپ نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے۔ اس میں اہل دوزخ کے نام اور ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں۔ پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے کہ اب نہ تو ان میں کسی کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ان میں سے کوئی کم ہو سکتا ہے کبھی بھی۔ حضور کے صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ پھر عمل کس لیے ہے۔ اگر اس کام سے فراغت ہو چکی ہے آپ نے فرمایا اپنے عمل کو طریقہ حق کے مطابق کرو۔ اور خدا کا قرب تلاش کرو۔ کہ بیشک جنتی انسان کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہو گا وہ جیسے بھی عمل کرتا تھا۔ اور دوزخی انسان کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہو گا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنًا ۖ فَبَيَّنَ
هُمَا ثَلَاثًا ۖ فَرَعَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقٌ
فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ

(رواہ الترمذی)

چلے وہ جو عمل بھی کرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کتابوں کو
پھینک دیا پھر فرمایا تمہارا رب بندوں کے کام سے فارغ ہو چکا ہے۔
ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں۔

شرح :- (روعن عبد اللہ بن عمرو قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن عمرو
بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ (رو
یہ یہ کتابان) اس حال میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ (فقال) تو آپ
نے فرمایا (اتدرون ما هذان الكتابان) جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں اور ان میں کیا لکھا ہوا ہے۔

اہل تاویل فرماتے ہیں۔ یہ معنی کی صورت کے ساتھ تمثیل و تصویر اور تعبیر ہے۔ اور اس کی تحقیق و تشریح میں
مبالغہ ہے۔ اور اس کے یقین کا اظہار ہے۔ اور منتظم جب اپنے قول کی تحقیق کرنا چاہے۔ اور دوسرے کو بات سمجھانا
چاہے اور دقیق و خفی معنی کو سامع کے مشاہدہ میں لانا چاہے تو وہ کسی صورت میں اسے بیان کرتا اور محسوس چیز کے ساتھ
اس کی طرف اشارہ کرتا ہے جب کہ خارج اور عالم حس میں وہ چیز بظاہر موجود نہ ہو۔ اور جب کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر اس معاملے کی حقیقت کا انکشاف ہو گیا۔ اور آپ اس حقیقت سے اس طرح واقف و مطلع ہو گئے کہ اس
میں کوئی شبہ اور خفا نہ رہا تو جو معنی آپ کے قلب شریف میں موجود تھا اسے ایسی چیز کی تمثیل و تصویر کی صورت
میں بیان فرمایا گو یا کہ وہ آپ کے ہاتھ میں موجود ہے۔ اگرچہ خارج جس کو کوئی کتاب اور کوئی تحریر موجود نہیں تھی۔
اہل باطن اور ارباب مکاشفہ فرماتے ہیں کتاب کا وجود برحق ہے۔ اور بے شائبہ مجاز و تاویل حقیقت پر محمول ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا شے سعادت میں فرمایا ہے۔ خواص کا عوام سے امتیاز و تفریق سے ہوتا ہے۔
ایک یہ کہ جو علم عوام کو کسب اور سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ خواص کو پروردگار علیم و حکیم کی طرف سے بغیر کسب اور سیکھنے
کے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اسے علم لدنی کہتے ہیں دوسرے یہ کہ عوام جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں۔ خواص کو اس
کا مشاہدہ بیداری میں کرادیا جاتا ہے۔ اس باب میں مشائخ کی حکایات بے شمار ہیں۔ کتاب الروایا میں ان کا بیان
آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور جب کہ خواص اور اولیاء امت کو یہ حالت و مرتبہ حاصل ہے تو حضور سید المرسلین صلی
اللہ علیہ وسلم کو کیوں حاصل نہ ہو گا، بلکہ حدیث کے ظاہر سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو بھی وہ کتابیں
دکھائیں۔ لیکن انہیں ان کے مضمون کا پتہ نہ تھا۔ مشائخ فرماتے ہیں جس کا یہ اعتقاد نہیں درحقیقت وہ نبوت پر ایمان

نہیں رکھنا۔ (قلنا لا یارسول اللہ -) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں جانتے کہ ان دو کتابوں میں کیا ہے۔
 (الا ان تخبرنا) مگر یہ کہ آپ ہمیں آگاہ فرمائیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس ہے کہ آپ ہمیں واقف و
 آگاہ فرمائیں (فقال للذی فی یدہ الیسنی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے
 دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا (هذا کتاب من رب العالمین) یہ رب العالمین کی جانب سے ایک کتاب ہے۔ (فیہ
 اسماء اهل الجنة واسماء ابائهم و قبائلهم) اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے
 پوری تعیین و تمیز کے ساتھ نام درج ہیں۔ (ثم ارجع علی اخرهم) پھر آخر میں تفصیلی کیفیت کے بعد ان کا اجمالی خلاصہ
 درج کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہل حساب کی عادت ہے کہ تفصیل درج کرنے کے بعد اس کا اجمالی خلاصہ درج کرتے ہیں کہ اتنا
 ہو گیا۔ (فلا یزاد فیہم) جب کہ ضبط و تعیین میں اس قدر مبالغہ اور اس قدر اہتمام کیا گیا ہے۔ تو اب اس میں
 اضافہ نہیں ہو سکتا کہ مزید کسی کے نام کا اس میں اندراج ہو سکے۔ (ولا ینقص منہم) اور نہ کمی ہو سکتی ہے کہ
 ان میں سے کسی کا نام خارج کیا جاسکے۔ (ثم قال للذی فی شمالہ) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 کتاب کے بارے میں فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی (هذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء ابائہم
 و قبائلہم ثم ارجع علی اخرهم فلا یزاد فیہم ولا ینقص منہم ابداً) یہ رب العالمین کی طرف سے
 ایک کتاب ہے اس میں اہل دوزخ کے نام ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبائل کے نام درج ہیں۔ پھر آخر میں ان کی
 تعداد کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ کہ نہ ان میں کسی نام کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کمی اس میں کمی ہو سکتی ہے۔
 (فقال اصحابہ ففیہ العمل یا رسول اللہ) اس پر حضور علیہ السلام کے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ
 پھر عمل کس لیے ہے۔ (ان کان قد فرغ عنہ) اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ ہر چیز لکھ کر اس سے فراغت ہو چکی ہے۔
 (فقال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا۔ (رسد دوا) اپنے اعمال طریقہ مستقیم اور حق
 کے مطابق کیے جاؤ۔ (وقاربوا) اور خدا تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اس کی طاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرو۔
 یہ ترجمہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ قاربوا سد دوا کی تاکید ہے۔ یعنی اپنے
 نیک اعمال کے ذریعے سدا و استقامت طلب کرو۔ عمل میں میانہ روی اختیار کرو۔ افراط میں نہ پڑو۔ اور تنگی اور
 سختی نہ کرو۔ (بجمع الجہاد) میں فرمایا سدا و تلاش کرو۔ یعنی افراط و تفریط چھوڑ کر صواب و اعتدال کا راستہ
 اختیار کرو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو کم از کم اس کے قریب تو رہو۔ بعض روایات میں قاربوا کے بجائے قاربوا کا لفظ آیا
 ہے۔ یعنی دوسروں کو عمل صالح کے ذریعے اپنے قریب کرو۔ خلاصہ یہ کہ عمل کرو اور قضا و قدر کے ذکر میں نہ پڑو۔

رفان صاحب الجنة یختم له بعد اهل الجنة (کہ بیشک جنتی بندے کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا۔) (وان عمل ای عمل) اگرچہ زندگی بھر وہ کوئی سائیک یا برہ عمل کرتا رہا ہو۔ آخر کار اس کا خاتمہ نیک عمل پر ہوگا۔ (وان صاحب النار یختم له بعد اهل النار) (وان عمل ای عمل) اور دوزخی کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہوگا۔ چاہے زندگی میں وہ کوئی سا عمل کرتا رہا۔ (شرح قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک سے اشارہ فرمایا۔ قول کا لفظ اشارہ کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اور احادیث میں یہ لفظ اشارہ کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے چنانچہ کہتے ہیں قال بیدہ قال براسہ وقال برجلہ یعنی اس نے اپنے ہاتھ یا سر یا پاؤں سے اشارہ کیا وغیرہ۔ (قبضہما) پھر دونوں کتابوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے پس پشت پھینک دیا۔ نیز کا معنی لغت میں کسی چیز کو ہاتھ سے اپنے آگے یا پیچھے پھینکنے کا آتا ہے۔ یہاں اس لفظ کی تفسیر پس پشت پھینک دینے کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ لوگوں کے جملہ امور اتزل کے روز سے ہی فیصل ہو چکے ہیں اور ان سے فراغت ہو چکی ہے۔ (شرح قال) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فرغ) (بعمر من العباد) یعنی تمہارا پہرہ و درگاہ لوگوں کے کاموں سے فارغ ہو چکا ہے۔ اور ان سے متعلقہ جملہ احکام پہلے سے مکمل کر دیے ہیں۔ (رفیق فی الجنة و رفیق فی السعیر) ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔

۹۰۔ وَعَنْ أَبِي خَزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رُقًى نَسْتَرِيقُهَا وَدَوَّاءُ نَسْتَدَاوِي بِهِ وَتَقَاةٌ نَسْتَقِيهَا هَذِهِ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ۔ رواه أحمد والترمذي وابن ماجه

حضرت ابو خزامہ رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ بتائیں یہ دم جھاڑ جو ہم کرتے ہیں۔ یا دوا جس سے علاج کرتے ہیں۔ یا جو ہم پناہ ڈھونڈتے ہیں یہ کام اللہ کی تقدیر کو پھیر سکتے ہیں۔ فرمایا یہ کام بھی تقدیر میں داخل ہیں۔

شرح:- (وَعَنْ أَبِي خَزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ) بکسر خاٹے معجمہ زاء۔ تابعی ہیں۔ ان سے مروی حدیث دم جھاڑ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ایک ابو خزامہ صحابی ہیں ان سے مروی حدیث دم جھاڑ کے علاوہ ہے۔ جیسا کہ جامع الاصول میں مذکور ہے۔ یہ ابو خزامہ تابعی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ (قال قلت) وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ایت رقی نستریقہا اے پیغمبر خدا ہمیں خبر دیں دم جھاڑ کے بارے میں جو ہم کرتے ہیں۔ رقی بغم را وفتح قاف۔ رقیہ بضم رائے سکون قاف کی جمع ہے بمعنی دم جھاڑ جو پھونک سے کرتے ہیں۔ یا تعویذ جو گلے اور بازو میں

باندھتے ہیں۔ ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ قرآن مجید یا منقول و ماثور دعاؤں سے ہو تو درست ہے۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ مسئلہ کتاب الطب والرقیٰ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو گا۔ دواء فنداوی (اور ہمیں دوا کے بارے میں بتائیں جس سے ہم بیماروں کا علاج کرتے ہیں سو فقاہة نفعیہا) یا مختلف اوقات ضرورت میں ہم لوگ جو پناہ ڈھونڈتے اور احتیاط پر ہیر کرتے ہیں۔ اور ڈھال و درع وغیرہ کے ذریعے دشمن کے حملہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ہل ترد من قدر الله شیئاً) یہ چیزیں خدا تعالیٰ کی قضا و قدر میں سے کسی چیز کو ٹال سکتی ہیں۔ (قال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ہی من قدر الله) یہ چیزیں بھی قضا و قدر الہی میں سے ہیں۔ چناںچہ اگر خدا تعالیٰ کی تقدیر میں طے ہو چکا ہے کہ ان کے ذریعے اللہ شفا بخشنے گا اور اسباب سے پناہ حاصل ہوگی۔ تو ایسا ہی بیسرا آتا اور رو نما ہوتا ہے۔ اور تقدیر کی اسباب و شرائط سے کوئی منافات نہیں۔ اسباب و شرائط سب تقدیر میں داخل ہیں تقدیر ان سب کو شامل و محیط ہے۔ اور کوئی چیز اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔

۹۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایسے وقت میں تشریف لائے کہ ہم لوگ تقدیر میں جھگڑ رہے تھے۔ تو آپ غصہ میں آگئے، بیان تک کہ آپ کا چہرہ اندر سرخ ہو گیا۔ گویا آپ کے دونوں رخساروں پر انار کے دانے نچوڑ دیے گئے ہیں (اسی غصے کی حالت میں) فرمایا کیا تمہیں ایسا کرنے کو کہا گیا ہے۔ کیا مجھے اس لیے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ تم سے پہلے لوگ اس وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس تقدیر میں جھگڑا شروع کیا۔ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں۔

میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں۔ کہ اس بارے میں جھگڑا اور تنازع نہ کرو۔ ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اس کی مانند ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کیا۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْهُهُ حَتَّى كَانَا فِئْتَى فِي وَجْنَتَيْهِ حَتَّى الرُّمَّانُ فَقَالَ أَهَذَا أَمْرُكُمْ بِهَذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ۔ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تَنَازَعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَنَازَعُوا فِيهِ۔

رواہ الترمذی ، و

روی ابن ماجہ

نحوہ عن عمرو بن شعیب

عن ابيه عن جدّه۔

شرح :- (عن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو کندہ سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔
 (و نحن منتازع في المقدس) اس وقت ہم لوگ آپس میں مسئلہ قضا و قدر میں بحث و جھگڑا کر رہے تھے۔ کہ
 وہ کیا اور کس طرح ہے (فغضب حتى احمر وجهه) تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرہ انور
 سرخ ہو گیا۔ حتیٰ کا نسافقی علی و جنتیہ حب الزمان) اس حد تک کہ چہرہ انور سرخ ہو گیا کہ گویا آپ
 دونوں رخساروں پر انار کے دانے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ (فقال ابعدا امسرتہ) فرمایا تمہیں یہ تنازع اور جھگڑا
 کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (امر بهذا المسئلة لیکو یا مجھے ایسے جھگڑوں کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ یعنی
 تمہیں فرمانبرداری اور عبادت کرنے کا حکم ہمارے طاعت و عبادت کی تبلیغ کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔
 قضا و قدر میں بحث کرنا میرے پیغام میں شامل نہیں ہے۔ وہ ایک راز الہی ہے اسے اسی پر چھوڑ دو۔ اور عمل میں مشغول
 ہو جاؤ۔ اور اس کی قضا اور فیصلوں پر راضی رہو۔ (انما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا في هذا
 الامر) بیشک تم سے پہلے لوگ اس وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس (مسئلہ تقدیر) میں جھگڑا شروع کیا۔
 (عزمت عليكم عزمت عليكم) میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں۔ یا میں تم پر واجب
 و لازم کرتا ہوں کہ (ان لا تتنازعوا فيه) اس بارے میں جھگڑا اور تنازع نہ کرو۔ (روا لا التنازع) روایت کیا
 اس حدیث کو ان الفاظ سے ترمذی نے۔ (وروی ابن ماجه نحوه عن عمرو بن شعيب عن ابيه
 عن جده) اور روایت کی ابن ماجہ نے اس کی مانند حدیث عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے
 دادا سے۔

محدثین کرام نحوہ کا لفظ وہاں لاتے ہیں جہاں دونوں حدیثیں معنی متعبد اور لفظاً متغاّر ہوں اور جہاں دو
 حدیثیں معنی و لفظاً دونوں طرح متعبد ہوں وہاں لفظاً مثل لاتے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں ذکر ہوا۔

۹۲۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ
 خَلَقَ آدَمَ مِنْ قُبْضَةٍ قَبْضَهَا مِنْ جَمِيعِ
 الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدَرِ الْأَرْضِ
 مِنْهُمْ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ
 وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزَنُ وَالْخَبِيثُ
 حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
 ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ بیشک
 اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا جو اس
 نے ساری زمین سے لی تھی۔ تو آدمؑ کی اولاد بھی زمین کے
 مطابق ہے۔ کہ کوئی ان میں سے سرخ رنگ کا کوئی سفید رنگ
 کا کوئی کانے رنگ کا ہے۔ اور کوئی درمیانے رنگ کا۔ پھر ان

وَالطَّبِيبُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
ابوداؤد۔
میں سے کوئی نرم طبیعت اور کوئی سخت طبیعت ہے۔
اور کوئی بد مزاج ہے اور کوئی طیب اور پاکیزہ مزاج ہے۔

مشرح :- (رو عن ابی موسیٰ) رضی اللہ عنہ (قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ان اللہ خلق آدم من قبضہ قبضہ من جمیع الارض (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا۔ صراح میں ہے قبضہ بضم ہر چیز کی ایک مٹھی۔ اور قاف کے فتح سے بھی آیا ہے۔ یہاں ایک مشت خاک مراد ہے۔ یعنی وہ مشت خاک ساری زمین اور ہر جگہ سے لی یعنی فرشتے کو ساری زمین پر سے ایک مشت خاک اٹھانے کا حکم دیا۔) فجاء بنوا دمر علی قدس الارض (تو آدم کی اولاد اندازہ زمین کے مطابق عالم و جہوں میں آئی۔ اور صورت و سیرت میں مختلف اجزائے زمین کے مطابق پیدا ہوئی۔) ومنہم الاحمر والابيض والاسود وین ذلک کہ ان میں سے کچھ سرخ رنگ کے کچھ سفید رنگ والے کچھ کالے اور کچھ سرخ و سفید اور سیاہ کے درمیان رنگ والے ہیں۔ (والسہل والحدون) اور بعض نرم طبیعت اور بعض سخت مزاج ہیں سہل بفتح سین و سکون حاء و کسر حاء ہر چیز جو نرمی کی طرف مائل ہو۔ اور نرم زمین۔ حزن کی ضد۔ حزن زاء کے فتح اور سکون کے ساتھ سخت زمین۔ (والخبیث والطیب) اور بعض پلید اور بعض پاک طینت ہیں۔ خبیث وہ زمین جو شور ہو اور اس میں کچھ نہ اگتا ہو طیب وہ زمین جو ذرخیز ہو اور ہر چیز اس میں اگتی ہو۔ یعنی خبیث کی ضد یہ چار باطنی صفات ہیں اور پہلی چار ظاہری صفات ہیں۔

۹۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَأَلْقَى
عَلَيْهِمْ نُورًا فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ ذَلِكَ
النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَ ضَلَّ
فَلَذَاكَ أَقْوَلُ جَعَلَ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللَّهِ۔
اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں
نے کہا میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے بیشک
اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے
نور میں سے کچھ روشنی ڈالی۔ پس جسے اس نور میں سے کچھ نصیب
ہو گیا وہ ہدایت پا گیا۔ اور جسے اس نور میں سے کچھ نہ ملا وہ گمراہ
ہو گیا۔ اس وجہ سے میں کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق
قلم تقدیر سب کچھ لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

(رواہ احمد والترمذی)

مشرح :- (رو عن عبد اللہ بن عمرو قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ خلق
خلقه فظلمة) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ بیشک اللہ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ (ما لقی علیہم من نور) پھر ان پر اپنے نور میں سے کچھ ڈالا۔ (رضن اصباحہ من ذالک النور اهتدی) تو جسے اس نور میں سے کچھ حصہ مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور اسے راہ راست نصیب ہو گیا۔ اور وہ ایمان و طاعت کے مقام کو پہنچ گیا۔ (ومن اخلاء ضل) اور جسے اس نور میں سے حصہ نہ ملا گمراہ ہو گیا اور ایمان و طاعت کے مقام سے محروم رہا (فلذا لک اقول جفت القلم علی امر اللہ) اسی وجہ سے میں کہتا ہوں۔ کہ قلم خشک ہو چکا ہے۔ اور اللہ کی تقدیر اس کے مطابق چل چکی ہے جو وہ مخلوق کے حالات ہدایت و گمراہی کو ازل میں جانتا تھا۔

نارین فرماتے ہیں یہاں خلق سے جنات اور انسان مراد ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ صرف انسان مراد ہوں۔ اور ظلمت سے نفس کی خواہشات اور طبیعت بشری کی شہوات مراد ہیں جن کے ساتھ انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ جو انسان کی گمراہی اور اس کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتی ہیں۔ اور نور حق سے وہ نور مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں کے اندر اور سارے جہاں میں عقلی و نقلی روشن نشانیوں اور واضح دلیلوں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ اور اس نور کے پانے سے ان مذکورہ دلائل و براہین سے عبرت پکڑنے، ان سے نفع حاصل کرنے اور وجود باری تعالیٰ اور اس کی صفات اور حقیقت دین اسلام پر استدلال کرنا مراد ہے۔ تو جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسے ہدایت دے۔ اور ان انوار و دلائل سے ہدایت حاصل کرے اور نفع اٹھائے، اس نے راہ راست پالیا۔ اور جس کے لیے نہ چاہا کہ ہدایت پائے۔ اور اس روشنی سے محروم کر دے تو وہ گمراہ ہو گیا جیسا کہ فرمایا:۔

اَوْ مَنْ كَانَ مُشِيًّا فَاجَبَيْنَا لَهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا۔
کیا اور وہ شخص جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندگی بخشی اور اسے روشنی عطا کر دی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

اَفَمَنْ مِّنْ نَّشَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَكَ لِلْاِصْمَامِ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ
کیا پس وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ روشنی سے مستفید ہے۔

تو معلوم ہو گیا کہ ہدایت و گمراہی حق تعالیٰ کی مشیت اور اس ذات جل و علا کی تقدیر سے ہے۔

سوال:۔ اگر کہا جائے کہ مخلوق کو تاریکی کے اندر کس وقت پیدا کیا۔ اگر اس سے وہ وقت مراد ہے جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا تو اس وقت سب ہدایت پر تھے۔ اور سب نے اس وقت خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔ اس وقت گمراہی کا اثر کوئی ظاہر نہ تھا۔ اور اگر ماؤں کے شکموں سے پیدا ہونے

کا وقت مراد ہے تو اس وقت بھی سب کے سب نور فطرت سے روشن و منور ہوتے ہیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ الست کے دن بعض نے ربوبیت حق کا اقرار رضا و رغبت سے کیا تھا اور بعض نے یہ اقرار غلبہ ہیبت جلال حق کے تحت مجبوراً کیا تھا۔ تو جن خوش نصیب حضرات نے یہ اقرار رغبت و شوق سے کیا۔ ان پر نور ہدایت ڈالا۔ اور انہوں نے اس نور کو پالیا۔ مگر جنہوں نے شوق و رغبت سے نہیں بلکہ جبر و اکراہ کے تحت اقرار کیا وہ اس سے محروم رہ گئے۔ اور فطرت سے جس پر انسان پیدا ہوتا ہے، راہ حق پالینے کی استعداد و قوت مراد ہے۔ جب انسان صحیح غور و فکر سے کام لے۔ اور اس میں نفس و طبیعت کی ظلمت و تاریکی کے موجود ہونے سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔ کہ انسان روحانیت کی حیثیت سے رشد و ہدایت کے لیے تیار رہتا ہے اور نفسانیت کی حیثیت سے سرکشی و گمراہی کے لیے آمادہ رہتا ہے۔ اور حد بلوغت کو پہنچنے پر خدا تعالیٰ کی توفیق سے نظر و فکر صحیح کے نصیب ہونے، نور کے القاء ہونے اور اس ذات پاک کی طرف سے روحانیت کی جانب تریج جمع حاصل ہو جاتی ہے۔ بصورت دیگر وہ نفس امارہ کے تابع اور تاریکی و گمراہی کے بھتور میں پھنس جاتا ہے۔ اور پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انسان کے فطرت پر پیدا ہونے سے بھی پہلے قضا و قدر کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث تقدیر انہی اور علم و ارادہ الہی کے سب سے پہلے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور حدیث فطرت کے ساتھ اس کا کوئی تعارض و تناقض نہیں خوب سمجھ لے۔ وباللہ التوفیق۔

۹۲۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْثُرُ أَنْ يَقُولَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ بَيَّنِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَمَّا بِكَ وَبِإِجْنَتِ بِهِ فَهَلْ تَعَاثُ عَلَيْنَا قَالَ نَعْمَ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ - رواه

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگتے تھے۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک اے دلوں کو پھیرنے والے میرا دل پسندین پر مضبوط کر دے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے جی ہم آپ پر ایمان لائے اور اس دین پر ایمان لائے جو آپ نے کر آئے میں کیا آپ کو ہمارے متعلق ڈر ہے۔ فرمایا ہاں۔ بیشک تمام دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں جس طرح

چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔

الترمذی وابن ماجہ۔

شرح :- (روعن انس رضی اللہ عنہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یكثر ان یقول (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ یا

مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (اے دلوں کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت اور مضبوط رکھ)۔ بظاہر حضور علیہ السلام نے دل کی اضافت اپنی ذات شریف کی طرف کی مگر حقیقت میں یہ دعا امت کے لیے ہے۔ کہ آپ تو مومن العاقبتہ اور محفوظ القلب ہیں۔ اسی طرح تمام دعاؤں میں اشارہ و کنایہ کے طریقہ پر امت کو تعلیم و تلقین مقصود ہے۔ اسی لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کی (فقلت یا نبی اللہ امننا بک و بسا جئت بہ) یا رسول اللہ ہم آپ پر اور حمد دینی آپ سے کر آئے ہیں ایمان لائے۔ (فہل نخاف علینا) کیا آپ کو ہمارے دین و ایمان کے چھین جانے کا ڈر اور خطرہ ہے اور اس میں فتور و خلل اور نقصان واقع ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے آپ یہ دعا کرتے ہیں (قال نعم) آپ نے فرمایا ہاں مجھے تمہارے بارے میں اس کا اندیشہ ہے۔ (ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ) کیونکہ تمام دل اللہ کے تصرف اور اس کی قدرت کے تحت ہیں (یقلبہا کیف یشاء) انہیں پھر تاجس طرح چاہتا ہے۔

۹۵۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقَلْبِ كَوَيْشَةٍ بَارِضٍ فَلَا يُقَلِّبُهَا الرِّيحُ ظَهَرَ الْبَطْنِ۔ رواه احمد۔ پیکر کی طرح ہے جسے ہوائیں الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں۔

شرح: (عن ابی موسیٰ) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مثال القلب) الٹ پلٹ ہونے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھرنے میں دل کا حال اور اس کی مثال (کویشہ) بارض فلا (جنگل کی زمین میں پڑے ہوئے ایک پر کی طرح ہے) (یقلبہا الریح) ظہر البطن (کما سے مختلف ہوائیں الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں اور اس کے اوپر کے حصے کو نیچے اور نیچے والے کو اوپر کرتی رہتی ہیں۔ بالکل اسی طرح دلوں کو بھی خواطر و حوادث جو قضا و قدر الہی کے تحت عارض ہوتے ہیں پھرتے رہتے ہیں۔

۹۶۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ بَعَثَنِي بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے (گو اہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں مجھے اس نے حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ اور موت پر ایمان لائے۔ اور موت

(رداۃ الترمذی وابن ماجہ) کے بعد اٹھنے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔
شرح :- (روعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا یومن عبد حتی یومن بأربع) کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے۔ یشہدان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ پہلی چیز دل سے ایمان لانا اور زبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (بعثنی بالحق) اس نے مجھے تمام لوگوں کی طرف حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ (ویومن بالموت) دوسری بات یہ ہے کہ موت پر ایمان لائے۔ یعنی دنیا کے فنا ہو جانے اور اس کے تمام اجزاء کے ساتھ ہلاک ہو جانے پر ایمان لائے۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ موت کا اور دوزخ کا اور دوزخ کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ طبیعت اور فساد مزاج کے باعث نہیں ہوتا جیسا کہ دہریہ کا عقیدہ ہے۔ یا موت پر ایمان رکھنے کا جو تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کرنا مراد ہے۔
 (والبعث بعد الموت) تیسری چیز اس پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے کے بعد دوبارہ انہیں اٹھائے گا اور زندہ کرے گا۔ (ویومن بالقدر) چوتھی چیز تقدیر الہی پر ایمان لانا کہ ازل میں ہی تمام کائنات جو ابرہوں یا اعراض ذرات ہوں یا صفات ابد تک سب کی تقدیر تعیین ہو چکی ہے۔

۹۷۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ الْمَرْجُئَةُ وَالْقُدْرِيَّةُ رواه الترمذی وقال هذا حديث غریب
 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک مرجئہ اور دوسرے قدریہ۔

شرح :- (روعن ابن عباس) رضی اللہ عنہما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی لیس لہما فی الاسلام نصیب) کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں دو قسم کے لوگ وہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک مرجئہ دوسرے قدریہ۔

مرجئہ ہمزہ کے ساتھ ار جاء بمعنى تاخیر سے مشتق ہے۔ ہمزہ کے بغیر بھی ایک لغت ہے۔ اور یہ وہ گروہ ہے جو عمل کو ضروری قرار نہیں دیتا صرف زبان سے ایمان لانے کو کافی جانتا ہے۔ انہیں مرجئہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ عمل کو موخر کرنا سنتے اور اسے ساقط دے دیتے وقت تصور کرتے ہیں۔ اور اکثر علماء اس پر ہیں کہ مرجئہ فرقہ جبریہ کا

نام ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بندہ کوئی فعل نہیں کر سکتا۔ اور اسے عمل میں کوئی دخل و اختیار نہیں اور اس کی طرف فعل کی نسبت کرنا ایسے ہے جیسے جمادات کی طرف کسی فعل کی نسبت کرنا۔ جیسے کہتے ہیں چکی چل پڑی اور نہر جاری ہو گئی۔ اس فرقہ کو مجرہ بھی کہتے ہیں۔ قدر یہ قدر کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تقدیر کے منکر ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے کام کا خود کار ساز ہے۔ پہلے سے کوئی تضاد قدر متعین نہیں ہے۔ قدریتہ دال کے فتح کے ساتھ۔ جبریتیں حرف با کو بھی قدر یہ سے ہموزن کرنے کے لیے مفتوح پڑھتے ہیں۔ مگر اصل جبر کی طرف نسبت کی بنا پر سکون باد ہے۔ صاحب کشف مذہب اعتزال و قدر میں تعصب کی بنا پر اہل سنت کو مرجیہ اور جبر یہ کہتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اہل سنت عمل کو حقیقت ایمان سے خارج مانتے ہیں۔ اور بندے کو اپنے افعال کا خالق نہیں جانتے مگر صاحب کشف کا یہ بیان غلط ہے۔ کیونکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان تصدیق و اقرار دونوں سے عبارت ہے۔ عمل کو کمال ایمان کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اور محض قول بلا عمل کے قائل نہیں ہیں۔ ان اہل سنت کا مذہب جبر و قدر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ولکن اصرین امرین۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس طرح کی احادیث مرجیہ اور قدر یہ کی تکفیر میں صریح ہیں لیکن درست بات یہ ہے کہ جو اہل بدعت و مہو کسی تاویل کی بنیاد پر کسی عقیدے کو اختیار کرتے ہیں انہیں کافر قرار دینے میں جلدی نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے خیال میں کفر اختیار نہیں کرتے اور نہ کفر پر راضی ہیں۔ بلکہ تاویل کے ذریعے کفر سے دور بھاگتے اور کتاب و سنت کے ساتھ تمسک کرتے ہیں اور حق کے پانے میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود یہ لوگ خطائیں پڑھ گئے۔ اور حق کو نہ پاسکے۔ اور لزوم کفر و التزام کفر میں فرق ہے۔ اس بارے میں علماء امت کا مختار و پسندیدہ قول یہی ہے۔ اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔ اور ہمیں اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ ان کے بارے میں وارد ہے اور ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے نہ جہ و دانت اور انہیں گمراہ قرار دینے میں مبالغے کے طور پر وارد ہے۔ پھر ان احادیث کی صحت میں بھی بعض علماء حدیث نے چون و چرا کی ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۸۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

مَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي أُمَّتِي

خَسَفٌ وَمَسْمُومٌ ذَلِكَ فِي الْمَكْذِبِينَ بِالْقَدَرِ۔

رواہ ابو داؤد و روی الترمذی غوہ

میرا امت میں زمین میں دھنسا اور شکلوں کا بگڑنا واقع ہوگا۔

اور یہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوگا۔

شرح:- (روعن ابن عمر رضی اللہ عنہما) قال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

انہوں نے کہا (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ (یکون فی امتی خسف و مسخ) میری امت میں خسف اور مسخ واقع ہوگا۔ خسف زمین میں دھنسا دینا۔ مسخ ایک شکل سے دوسری بدتر شکل میں تبدیل کر دینا۔ (وذلك فی الکذبین بالقدر) اور یہ خسف و مسخ تقدیر کی نکتہ اور اس کا انکار کرنے والوں میں ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ قدر یہ اس فرقے کا نام ہے جو تقدیر کا منکر ہے۔ نہ کہ ان لوگوں کا نام ہے جو تقدیر کو ثابت مانتے ہیں۔ جیسا کہ تعصب کی بنا پر قدر یہ فرقہ کے لوگ ہم اہل سنت کے لیے کہتے ہیں یہ نام تمہارے لیے زیادہ مناسب و بہتر ہے۔ خذلہم اللہ تعالیٰ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت میں بھی خسف و مسخ واقع ہوگا۔ ایک حدیث میں واضح طور پر آچکا ہے کہ یہ خسف و مسخ آخر زمانہ میں واقع ہوگا۔ جیسا کہ کتاب الفتن کے باب الملاحم میں آئے گا۔ اور کچھ علماء نے یہ تاویل کی ہے۔ کہ اگر اس امت میں خسف و مسخ واقع ہوتا ہوتا تو اس فرقہ قدر یہ میں واقع ہوتا۔ واللہ اعلم۔

۹۹. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُوذُ وَهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُ وَهُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ

انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدر یہ فرقہ کے لوگ اس امت کے مجوسی ہیں جب وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی بیماری پر سی نہ کرو اور جب مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

شرح :- (و عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لہذا قدریۃ مجوس ہذاۃ اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرقہ قدر یہ کے لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اس امت کے مجوسی ہیں۔ یعنی ملت اسلام میں ان کا حال اور اعتقاد مجوسیوں کے حال و اعتقاد کے مشابہ ہے جو بہت سے خداؤں کے قائل ہیں۔ اور دو قادر تسلیم کرتے ہیں۔ ایک کو یزدان اور دوسرے کو ابرمن کہتے ہیں۔ ایک خالق خیر اور دوسرا خالق شر ہے۔ بعض علماء نے قدر یہ کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ قدر یہ کا حال مجوسیوں سے بھی بدتر ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے لاتعداد شریک ثابت کرتے ہیں۔

ان مرضوا فلا تعودہم) اگر یہ لوگ بیمار پڑیں تو ان کی بیماری پر سی نہ جاؤ روان ماقولہ (تشهدوہم) اور اگر مر جائیں تو ان کے پاس نہ جاؤ۔ یعنی ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ یعنی ان کی زندگی اور

موت کی کسی حالت میں ان کے بارے میں حقوقِ اسلامی کی رعایت اور لحاظ نہ کرو۔

۱۰۰۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجَالِسُوا هَذَا الْقَدْرَ۔
وَلَا تُفَاكِرُوهُمْ رَوَاهُ ابوداؤد۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکرین تقدیر کے ساتھ نہ تو مجلس
کرو اور نہ ان کو اپنا حاکم بناؤ۔

تشریح :- (روعن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجالسوا اهل القم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکرین تقدیر کی مجلس نہ کرو۔ (ولا تفاتحوهم) اور نہ انہیں اپنا حاکم بناؤ۔ تفاتحوا فتح بمعنی حکم سے مشتق ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے) میں فتح بمعنی حکم آیا ہے۔ حاکم کو فاتح کہتے ہیں اسم فاعل کی تفسیر میں جو اسماء حسنی میں سے ہے۔ علماء نے یوں کہا ہے لوگوں کے لیے رزق و رحمت کے دروازے کھولنے والا۔ اور ان کے درمیان حکم و فیصلہ کرنے والا۔

بعض نے تفاتیح سے ان سے مجادلہ و مناظرہ اور ان کے اعتقاد میں بحث و نزاع میں پہل کرنا مراد لیا ہے یعنی تم ان سے بحث و مناظرہ کی ابتداء نہ کرو۔ کہ اس سے شکوک و شبہات کو انگلیخت ملتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفظ و سلامتی متعصب اہل بدعت کے ساتھ جو انسان کے عقیدے کو نقصان پہنچاتے ہیں، مجادلہ و مباحثہ نہ کرنے میں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ان سے گفتگو کرنے میں ابتداء نہ کرو۔ اور نہ ان سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔ یہ معنی حضور علیہ السلام کے قول مبارک لا تجالسوا کے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس میں شدت و سختی سے ان کی مجلس اور ان سے دوستی کرنے سے روکا گیا ہے۔ خصوصاً ان سے بحث و جدال اور قیل و قال کرنے سے۔

۱۰۱۔ وَعَمْرُ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں رسول

اللہ علیہ وسلم رستہ لعنتہم ولعنتہم
 اللہ علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص میں میں میں نے لعنت کی

اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابِبُهُ النَّاسُ فِي كِتَابِ

ہے۔ اور اللہ نے اور ہر مقبول الدعائی نے نصرت کی ہے۔ اللہ کی

اللّٰهُ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوتِ يُعِزُّ مَنْ

کتاب میں اپنی طرف سے کچھ بڑھانے والا۔ اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے

اَذَلَّهُ اللهُ وَيُذِلُّ مَنْ اَعَزَّهُ اللهُ

وَالسُّنْحَلُ لِحَرَمِ اللَّهِ وَ

وَالْتَّارِكُ لُسُنَتِي - رواه البيهقي في المدخل و رزين في كتابه -
 کے بارے میں جو چیز اللہ نے حرام کی ہے اسے حلال جاننے والا۔
 اور میری سنت کا تارک۔

شرح :- (وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (رَسْتَهُ لَعْنَتُهُمْ) چھ شخص ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے۔ (وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ) اور اللہ بھی ان پر لعنت کرے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ جملہ دعائیہ ہوگا۔ یا جب حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان پر لعنت کی ہے تو گو یا کسی نے سوال کیا آپ نے ان پر کیوں لعنت کی ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کیونکہ اللہ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اہل عرب اس طرح کے کلام کو کلام اتینافی کہتے ہیں۔ (وکل نبی یجانب) اور ہر مقبول الدعائی نے ان پر لعنت کی ہے یہ الگ جملہ ہے جو ان پر لعنت کے مضمون کی تاکید و تقریر کے لیے لایا گیا ہے۔

(الزائد فی کتاب اللہ) ان چھ افراد میں سے ایک وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں کچھ بڑھانے والا ہو۔
 یعنی اس میں ایسی چیز کا اضافہ کرنے والا جو اس میں نہ ہو۔ یا اس کے لفظ یا معنی میں تحریف کرنے والا۔ جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ پس کتاب اللہ سے جنس کتاب مراد ہوگی قرآن ہو یا دوسری آسمانی کتاب۔ بعض علماء فرماتے ہیں ممکن ہے کہ کتاب اللہ سے اس کا حکم مراد ہو۔ اور کتاب سے حکم مراد لینا درست اور شائع و عام ہے۔ جس طرح کتب بمعنی فرض آتا ہے۔
 (والمکذب بقدر اللہ) دوسرا وہ شخص ہے کہ تقدیر الہی کو جھٹلاتا۔ اور اس کا انکار کرتا ہے جیسا کہ فرقہ قدریہ۔
 (والمستسلط بالجبروت) تیسرا وہ شخص جو ازراہ عظمت و تکبر لوگوں پر تسلط اور قہر و غلبہ حاصل کرے۔ (یعیز من اذله اللہ) تاکہ جسے اللہ نے ذلیل و خوار کیا ہے اسے عزت و مرتبہ عطا کرے۔ (ویدل من اعزه اللہ) اور جسے اللہ نے عزت و شان عطا کی ہے۔ اسے ذلیل و خوار کرے۔ اس سے ظالم سلاطین و امراء مراد ہیں جو خواہش نفس اور ظلم و جور کے تحت کفار و فاسق اور جملہ کو عزیز جانتے ہیں، اور اہل اسلام، صلحاء اور علماء کو ذلیل و خوار جانتے ہیں۔
 (والمستحلح لحریم اللہ) چوتھا شخص اللہ تعالیٰ کے حریم مکہ کو حلال جاننے والا۔ مکہ اور اس کے ارد گرد معین جگہ کو حرام اور اس سے باہر کے علاقے کو حل کہتے ہیں۔ حل بکسر حاء۔ حدود حرم کاموں میں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔
 جیسا کہ شکار کرنا۔ درخت کا ٹنا وغیرہ انہیں حلال جاننے والے کو مستحل کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں حرم اللہ کا لفظ آیا ہے۔
 مجرم حرمت کی جمع۔ یعنی ان چیزوں کو حلال جاننے والا جو حرام ہیں۔ علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے حرم پڑھنا غلط و تصحیف ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی روایت ہے جنہیں علم روایت میں مہارت نہیں۔ یعنی ان کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

بلکہ انہوں نے اپنے قیاس سے حرم اللہ کو حرم اللہ بنا دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(والستحل من عترتی ما حرم اللہ) انچواں وہ شخص جو میری اولاد میری قوم و قبیلہ اور میرے اہل و عیال کے ساتھ وہ کچھ حلال جانے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کرنا حرام قرار دیا ہے یعنی انہیں تکلیف دے۔ ان کی تعظیم نہ کرے۔ اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ اگرچہ ہر قسم کے حرام کو حلال جاننا زبردستی کا مستحق بنا دیتا ہے۔ چاہے خدا تعالیٰ و تقدس کے حرم شریف سے تعلق رکھتا ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے یا اور چیزوں سے لیکن حضور علیہ السلام کی عزت سے متعلق حرام شدہ امور کو حلال جاننا نہایت سخت اور بُرا ہے۔ اس لیے زیادہ اہتمام، حرام سمجھنے کی زیادہ تاکید اور زیادہ شرف اور حق و تعظیم اور حرمت کا بہت زیادہ خیال رکھنے کے لیے خصوصیت سے اس کی وصیت فرمائی۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا من عترتی میں من بیان یہ ہے۔ یعنی جو شخص میری اولاد اور میرے اہل قرابت میں سے کسی چیز کو حلال جانے گا وہ عتاب اور سزا کا زیادہ مستحق ہوگا۔ کہ جسے میرا شرف و فرزندگی حاصل ہو اور میرے ساتھ تعلق قرابت ہونے کے باوجود حرام کاموں کا مرتکب ہو۔ تو وہ سخت گرفت اور سزا کا مستوجب ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندراج مطہرات کے بارے میں آیا ہے۔ کہ اے پیغمبر کی بیویو تم میں جو بھی فحش کام اور بدکاری کا ارتکاب کرے گی اسے دُگنا عذاب ہوگا۔ اس میں شرف و سادات کرام کو تنبیہ ہے کہ محرمات کے قریب نہ جائیں اور نافراہی اختیار نہ کریں۔ اور عزت سیادت کا پردہ چاک نہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے تعلق کے غیر مناسب کسی فعل کے مرتکب نہ ہوں۔ اور حضور علیہ السلام کے ساتھ رشتہ داری سے مغرور اور دھوکے میں نہ آئیں۔ بیت

شرے از ردے خوب خویش بدار کہ بدار روئے کار زشت کنی

عجب جمیلی و جلیلی عجب یلح و صیحی دے چہ سود کہ قدر جمال خویش ندانی

تجھے اپنے خوبصورت چہرے سے شرم آنی چاہیئے۔ کہ ایسا چہرہ رکھتے ہوئے ایسے بُرے کام کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تو عجیب جمیل و جلیل اور عجیب خوبصورت و صاحب جمال ہے۔ لیکن اس کا کیا فائدہ اگر تو اپنے جمال کی قدر نہ کرے۔

(والتارک لسننی) چھٹا شخص وہ ہے۔ جو میری سنت کا تارک اور بدعت اختیار کرنے والا ہے۔ ترک سنت اگر اسے بلکا جاننے اس کی اہانت اور اسے کچھ نہ سمجھنے کی بنا پر ہو تو کفر ہے اس مفہوم کے مطابق لعنت اپنے حقیقی معنی پر محمول ہوگی۔ اور اگر اس میں مسلسل کوتاہی اور سستی اور معصیت کے ارتکاب کی بنا پر ہو تو لعنت زجرہ، شدت اور مقام

قرب و عزت سے دور ہونے پر محمول ہوگی۔ اور اگر کبھی کبھار سنت چھوٹ جائے تو معصیت میں شمار نہ ہوگی۔ اور محرمات وغیرہ کو حلال جاننے میں بھی یہی تفصیل ہے۔ وباللہ التوفیق۔ اس حدیث کو بیہقی نے مدخل میں جو اس کی کتاب کا نام ہے اور امام رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

۱۰۲۔ وَعَنْ مَطَرِ بْنِ عَمَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى اللَّهُ بِعَبْدٍ أَنْ يَمُوتَ بَارِئًا جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً۔ (رواہ احمد و الترمذی)

اور حضرت مطربن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اسے فلاں زمین میں موت آئے۔ تو اس کے لیے اس زمین کی طرف کوئی کام پیدا کر دیتا ہے۔

شرح:- (و عن مطربن عکامس) رضی اللہ عنہ عکامس بضم نین و تخفیف کاف و کسریم و سین مہملہ۔ آپ کو شرف صحابیت حاصل ہے۔ آپ کا شمار کو فیوں میں ہوتا ہے۔ آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ بعض محدثین نے کہا ہے آپ کے صحابی ہونے کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ ان مطربن عکامس سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (إذا قضی اللہ بعبدا ان یموت بارئاً) جب اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ فلاں بندے کی موت فلاں زمین میں واقع ہو۔ (جعل لہ الیہا حاجۃ) تو اس بندے کا کام اس زمین کی طرف پیدا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس کام کے پیچھے وہ بندہ اس زمین میں جائے۔ اور وہیں اس کی موت آ جائے۔ بیت

نہ کویش میروم با صد ہزار محنت و زاری

نمیدانم کہ روزی مید و اندیا اجل مارا

میں اس کی گلی سے ہزار محنت اور افسوس و زاری سے جا رہا ہوں۔ یہ علم نہیں کہ ہمیں رزق دوڑا رہا ہے یا موت

۱۰۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَرَارِي الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مِنْ آبَائِهِمْ۔ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَلَا عَمِلَ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ فَنَدَارِي أُنْشِرُكَيْنِ قَالَ مِنْ آبَائِهِمْ قُلْتُ بَلَا عَمِلَ قَالَ اللَّهُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کتنی ہیں میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو فوت ہو جاتے ہیں ان کا کیا حال ہے۔ جنت میں ہیں یا دوزخ میں فرمایا ان کا حکم وہی ہے جو ان کے باپوں کا ہے۔ میں نے عرض کیا بغیر عمل کے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے۔ میں نے عرض کیا مثلاً کہ۔ کی نابالغ اولاد کا کیا حکم ہے۔ فرمایا وہ بھی اپنے باپوں کے تابع ہیں میں نے عرض کیا بغیر عمل کے ہی فرمایا اللہ تعالیٰ

بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے۔

شرح: (عن عائشۃ) رضی اللہ عنہا۔ (قالت قلت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے کہا۔ (یا رسول اللہ ذراری المسلمین) مسلمانوں کے مردہ بچوں کا کیا حال ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں۔ (ذراری ذریت کی جمع ہے جس طرح براری بریت کی جمع ہے۔) (قال من ابائہم) فرمایا وہ اپنے باپوں میں سے ہیں۔ یعنی ان کا حکم وہی ہے جو ان کے باپوں کا حکم ہے۔ کہ جنت میں ان کے ساتھ ہونگے (فقلت) میں نے کہا۔ (یا رسول اللہ بلا عمل) یا رسول اللہ عمل کے بغیر ہی بہشت میں جائیں گے۔ یعنی انہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا تو جنت میں کس طرح جائیں گے (قال اللہ اعلم بما کا نوا عاملین) فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے یہ قضا و قدر الہی کی طرف اشارہ ہے۔ جب حضرت عائشہ نے تعجب کیا کہ عمل کے بغیر ہی وہ جنت میں کیسے جائیں گے۔ فرمایا تعجب نہ کر کہ اگرچہ ان بچوں کا بالفعل کوئی عمل خیر نہیں ہے مگر ممکن ہے تقدیر الہی میں ان کا کوئی عمل ہو۔ اور اس کے مطابق تقدیر الہی جاری ہو چکی ہو۔ (قلت) میں نے کہا۔ (ذراری المشرکین) مشرکین کے بچوں کا کیا حکم ہے۔ (قال من ابائہم) فرمایا وہ بھی اپنے باپوں سے اور ان کے حکم میں ہیں۔ (قلت بلا عمل قال اللہ اعلم بما کا نوا عاملین) فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے اس جملے پر مفصل کلام گزشتہ ایک حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے۔

۱۰۴۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَأْدَةُ وَالْمَوْدَةُ فِي النَّارِ (رواه ابوداؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندہ درگور کرنے والی عورت اور زندہ درگور کی لڑکی دونوں دوزخ میں جائیں گی۔

شرح: (عن ابن مسعود) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوادۃ والمودۃ فی النار) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے فرزند کو زندہ درگور کرنے والی عورت۔ اور یہ کام اکثر عورتیں کرتی تھیں۔ مودۃ۔ زندہ درگور کی لڑکی۔ اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ زندہ درگور کرنے والی عورت کا اس کے کفر کی وجہ سے دوزخی ہونا تو درست ہے۔ لیکن زندہ درگور کی لڑکی جو نابالغ ہے اور اس نے کوئی گناہ نہیں کیا نہ کفر اختیار کیا۔ کیوں دوزخ میں جائے گی۔ اس اشکال کے جواب میں علماء متعدد تو جیہات بیان کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ایک تو جیہہ یہ ہے کہ

زندہ درگور کی لڑکی اطفال مشرکین میں سے ہونے کی بنا پر دوزخی ہے۔ اس کا دوزخ میں جانا قضاء و قدر کے حکم کے تحت ہے۔ جیسا کہ یہ مضمون دوسری احادیث میں آچکا ہے۔ اسی اعتبار سے صاحب مصابیح نے یہ حدیث اس باب میں درج کی ہے۔ اور جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ اطفال مشرکین دوزخ میں نہ جائیں گے وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ دائدہ سے دایہ اور مودودہ سے اس لڑکی کی ماں مراد ہے۔ اور مودودہ سے مودودہ لہا یعنی جس کی لڑکی کو زندہ درگور کیا گیا وہ مراد ہے۔ کیوں کہ ماں کے حکم سے دائی لڑکیوں کو زندہ درگور کرتی تھی۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے یہ حکم خاص دائدہ اور مودودہ سے متعلق ہے۔ اور یہ حکم عالم غیب میں سے ہے۔ دوسروں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اور یہ حضرت خضر کے غلام کی طرح ہے۔ اور ایک توجہ یہ ہو سکتی ہے مودودہ سے ایسی لڑکی مراد ہو جو حد بلوغ کو پہنچ کر کفر اختیار کر چکی ہو۔ تاہم مختصر یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی جس پر یقین و جزم کیا جاسکے۔ اور صحیح مذہب توقف ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

۱۰۵۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَّغَ إِلَى كُلِّ عَبْدٍ مِّنْ خَلْقِهِ مِّنْ خَمْسٍ مِّنْ أَجَلِهِ وَعَمَلِهِ مَضْجَعُهُ وَآثَرُهُ وَرِزْقُهُ۔
 حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کے ہر بندے کی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ اس کی اجل سے اس کے عمل سے اس کی جائے۔ ہائش سے۔ اس کی حرکات و سکنات سے اور اس کے رزق سے۔ (رواہ احمد)

شرح:۔ (عن ابی الدرداء) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل فرغ الی کل عبد من خلقه من خمس) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل اپنی مخلوقات میں اپنے ہر بندے کی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر اس کے ہر بندے کی پانچ چیزوں کے متعلق مکمل ہو چکی ہے۔ اور جب کہ فراغت اللہ عزوجل کے لیے، محال اور ناممکن ہے۔ اس لیے اس سے اس کی تقدیر میں کسی قسم کی تبدیلی کا نہ ہونا مراد ہے۔ صراح میں فراغ بمعنی کسی کام سے فارغ ہو جانا۔ اس کے بعد اپنے قول مبارک سے وہ پانچ چیزیں بیان فرمائیں۔

(من اجله و عمله و مضجعه و اثره و رزقه) فارغ ہو چکا ہے اپنے ہر بندے کی اجل سے۔ اور مقرر کر چکا ہے کہ اس کی مدت عمر کتنی ہے۔ اور ہر بندے کے عمل سے فارغ ہو چکا ہے۔ کہ نیک اور بُرے کیا کیا کام کرے گا۔ اور ہر بندے کے مضجع سے فارغ ہو چکا ہے۔ مضجع بفتح جیم۔ لغت میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر بندہ اپنا پہلو رکھتا ہے۔ یہاں سکونت اختیار کرنے کی جگہ مراد ہے۔ اثر سے حرکت مراد ہے یا انزل میں ہی تمام بندوں کی حرکات و سکنات مقرر ہو چکی ہیں۔ یا مضجع سے موت کی جگہ اور اثر سے حالت زندگی میں اس کی نقل و حرکت مراد ہے۔ یا مضجع سے اس کا مقیم ہونا اور اثر بمعنی نشان پانے سے اس کا سفر اختیار کرنا مراد ہے۔ رزق سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن سے بندہ نفع اور فائدہ اٹھاتا ہے۔

۱۰۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدْرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ لَوْ يَتَكَلَّمُ فِيهِ لَمُرُيسًا عَنْهُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص مسئلہ تقدیر میں حقوڑی سی گفتگو بھی کرے گا قیامت کے دن اس سے اس کا سوال ہوگا اور جس نے اس کے بارے میں گفتگو نہ کی ہوگی اس سے سوال نہ ہوگا۔

(رداۃ ابن ماجہ)

شرح :- (و عن عائشة) رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے مرقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کہتی ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یقول) فرماتے تھے۔ (من تکلم فی شئ من القدر) جو شخص بھی مسائل و احکام تضاد قدر میں کچھ بھی گفتگو اور بحث کرتا ہے۔ (سئل عنه یوم القیمة) اس سے اس گفتگو اور بحث کے متعلق قیامت کے دن سوال ہوگا۔ (ومن لو یتکلم فیہ لم یرسأل عنہ) اور جو اس میں بحث و گفتگو نہ کرے گا اس سے سوال نہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام کے اس کلام مبارک سے مقصود مسئلہ تضاد قدر سے غور و غوض کرنے اور اسے چھیڑنے سے ڈانٹنا اور منع کرنا ہے یعنی اس مسئلہ میں بحث و گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اس گفتگو کا یہ نقصان ضرور ہے کہ قیامت کے روز باز پرس ہوگی اور عتاب نازل ہوگا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ بلا چون و چرا اس پر ایمان لائیں۔ اور بحث و گفتگو سے خاموشی اختیار کریں۔ اور عمل میں مشغول ہوں اور اسے نہ کریدیں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

۱۰۷۔ وَعَنْ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ آتَيْتُ أَبَتَ بَنِي كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ وَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ
ابن دہلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں ابی بن کعب کے پاس آیا۔ اور ان سے کہا میرے دل میں تقدیر کے

الْقَدَرِ فَعَدَّ شَيْءًا لَّعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَذْهَبَهُ
مِنْ قَلْبِي فَقَالَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَذَّبَ
أَهْلَ سَمَوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَابَهُمْ
وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ
رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ
انْفَقَتْ مِثْلُ أَحَدِ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا
قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ
أَنْ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبِكَ وَلَوْ
مِثَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ
ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ
مِثْلُ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ
بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ
أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي
عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِثْلَ ذَلِكَ - رواه أحمد و

ابوداؤد و ابن ماجہ

متعلق کچھ دوسرے آتے ہیں۔ آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں شاید
(اس طرح) اللہ تعالیٰ میرے دل سے وہ دوسرے نکال دے
تو حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ عزوجل تمام آسمانوں اور
زمینوں کی مخلوق کو عذاب میں مبتلا کرتا تو وہ انہیں اس عذاب
میں مبتلا کرتے میں ظالم نہ ہوتا۔ اور اگر وہ ان پر رحمت کرتا تو
اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوتی۔ اور اگر تو احد پہاڑ
کے برابر اللہ کی راہ میں سونا بھی خرچ کر دے تو اللہ اسے قبول نہ
کرے گا جب تک کہ تو تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ اور جب تک کہ
تو یہ یقین نہ رکھے کہ جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ تجھ سے ملنے
والی نہ تھی اور جو چیز تجھے نہیں ملی وہ تجھے ملی ہی نہ سکتی تھی۔ اگر
تو اس عقیدے کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مگے گا تو درخ میں
جائے گا۔ ابن دہلی کہتے ہیں پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود
کے پاس آیا تو انہوں نے بھی ایسا ہی فرمایا ابن دہلی کہتے ہیں
پھر میں حضرت حذیفہ بن الیمان کے پاس آیا انہوں نے بھی ایسا
ہی فرمایا پھر میں زید بن ثابت کے پاس آیا تو انہوں نے بھی حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی حدیث بیان فرمائی۔

شرح :- (روعن ابن الدیلہی قال) ابن دہلی سے روایت ہے جو تابعین میں سے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا
(اتیت ابی بن کعب) میں ابی بن کعب کے پاس آیا۔ جو علماء اور اہل جملہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ (فقدت لہ) اور
ان سے کہا۔ (قد وقع فی نفسی شی من القدر) کہ بیشک میرے دل میں قضا و قدر کے متعلق شک و شبہ واقع ہوتا ہے۔ کہ
اگر سب کچھ قضا و قدر الہی سے ہے تو پھر امر و نہی کس لیے ہے اور ثواب و عذاب کا کیا معنی۔ اور آپ نے فی نفسی کے لفظ
سے اس طرف اشارہ کیا کہ یہ شک و شبہ دوسرہ اور القاء نفس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (فحدثنی) تو مجھے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان فرمائیں یا اپنے پاس سے کوئی بات بیان کریں (لعد اللہ ان ینذہبہ من قلبی) شاید
اللہ تعالیٰ وہ شک و شبہ میرے دل سے دور کر دے۔ (فقال) تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایسی بات بیان

کی جس سے میرا شک و شبہ دور ہو گیا اور میں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عذاب دینے اور ان کا مواخذہ کرنے کو بعید خیال کرنا تھا اس کا ازالہ بھی ہو گیا۔ حضرت ابی بن کعب نے بیان کیا کہ اللہ جل و علا مالک الملک علی الاطلاق ہے سب اس کے مملوک ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور مالک اپنی ملکیت کی چیزوں میں جس قسم کا تصرف کرتا ہے وہ ظلم نہیں کہلا سکتا۔ اور انہوں نے کہا لو ان اللہ عزوجل عذاب اہل سموات و اہل ارضہ کہ اگر اللہ عزوجل اپنے تمام اہل سموات اور تمام اہل زمین کو عذاب دیتا (عذابہم وهو غیر ظالم لہم) تو انہیں عذاب دینے میں ظالم نہ ہوتا۔ اور اس کے لیے انہیں عذاب دینا روا اور جائز نہ ہوتا۔ (ولو رحمہم کانت رحمۃ خیر الہم من اعمالہم) اور اگر انہیں اپنی رحمت سے نوازتا تو اس کی رحمت ان کے لیے ان کے اعمال سے بہتر ہوتی۔ اس کے بعد اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ تمام کائنات کے متعلق عموماً اور انسان کے حالات نفس کے متعلق خصوصاً تقدیر الہی پر ایمان رکھنا واجبات اور ضروریات دین میں سے ہے۔ اور اس ایمان و اعتقاد کے برابر کوئی عمل نہیں ہو سکتا اگرچہ قدرت بشر سے بڑھ کر کوئی عظیم عمل ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ ایمان و عقیدہ جتنی ہونے کے لیے شرط ہے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (لو انفقت مثل احد ذہبا فی سبیل اللہ) اور اگر تو راہ خدا میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے (ما قبلہ اللہ منک) اللہ اسے تجھ سے قبول نہ کرے گا۔ (حتی تو من بالقدرا جب تک کہ تو قضا و قدر پر ایمان نہ لائے۔) (وتعلم ان ما اصابک لم یکن یخطیک) اور یہ بھی یقین رکھے کہ جو کچھ تجھے پہنچا ہے۔ وہ بہر صورت تجھے پہنچ کر رہنا تھا۔ (وان ما اخطاک لہر یکن یصیبک) اور تجھے اس بات کا بھی علم و یقین ہو کہ جو کچھ تجھ سے چھوٹ گیا ہے اور جو تجھے نہیں پہنچا وہ تجھے پہنچنے والا ہی نہ تھا۔ پس اگر کوئی چیز تجھے ملے تو یہ نہ کہہ کہ میری سعی و کوشش سے مجھے ملی ہے اور جو کچھ تجھے نہیں ملا اس کے متعلق یہ نہ کہہ کہ اگر میں سعی و کوشش کرتا تو مجھے مل جاتا۔ بلکہ تیرا عقیدہ یہ ہونا چاہیئے کہ کسی چیز کا ملنا نہ ملنا سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے۔

(و لومت علی غیر ذالک لدخلت النار) اور اگر بالفرض تو تقدیر پر اس ایمان عقیدے اور حال کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مے گا تو دوزخ میں جائے گا۔ (قال ثمراتیت عبد اللہ بن مسعود ابن الدیلی کہتے ہیں پھر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقرب صحابہ میں سے تھے اور جن کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کے لیے ہر چیز سے راضی ہوں جس سے ابن مسعود راضی ہے (فقال مثذالک) تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کی بات کی جو جیسی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ (قال ثمراتیت حدیثہ بن الیمان) ابن الدیلی نے کہا پھر میں حضرت حدیفہ

بن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب راز تھے۔ (فقال مثل ذالک) تو انہوں نے بھی یہی عقیدہ بیان کیا (ثرا تیت زید بن ثابت) پھر میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو عظاماء اور علماء صحابہ میں سے تھے۔ (فحدثنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) تو انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی جو اسی مضمون کے مطابق تھی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جس کی نسبت حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم نے حضور کی طرف نہ کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا رفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام سے اس کی روایت کر دی۔

۱۰۸۔ وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ مَجْلًا ابْنَ عُمَرَ
فَقَالَ إِنَّا فَلَانًا يُقْرِئُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ إِنَّا
بَلَّغْنِي أَنَّهُ قَدْ أَحَدَتْ فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحَدَتْ
فَلَا تُقْرِئُهُ مِنِّي السَّلَامَ فَإِنِّي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ
فِي أُمَّتِي أَوْفِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خُسْفٌ وَ
مَسْعٌ أَوْ قَذْفٌ فِي أَهْلِ الْقُدْرَةِ - رواه
الترمذی داود ابن ماجہ قال الترمذی هذا
حديث حسن صحيح غريب

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں آدمی آپ
کو سلام کہتا ہے تو ابن عمر نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فلاں شخص
نے (دین میں) نئی بات نکالی ہے اگر فی الواقع اس نے نئی بات
نکالی ہے تو میرا اسے سلام نہ کہنا کہ بیشک میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے میری امت یا اس
امت میں زمین میں دھنسنایا صورتوں کا بگڑنا یا آسمان سے
پتھروں کی بارش ہوگی تقدیر کا انکار کرنے والوں پر۔

شرح :- (وعن نافع ان رجلا قی ابن عمر) حضرت نافع سے روایت ہے جو ابن عمر کے آزاد کردہ غلام
ثقة، کثیر الحدیث اور قبیلہ دلم سے ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ وہ عرب سے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی
اللہ عنہما کے پاس آیا۔ (فقال) اور حضرت ابن عمر سے کہا۔ (ان فلانا یقرئ علیک السلام) کہ فلاں نام کا آدمی
جس نے قدری مذہب ایجاد کیا اور لوگوں میں اس بدعت کو رواج دیا، آپ کو سلام کہتا ہے۔ عربی زبان میں ایسا ہی استعما
ہوتا ہے کہ فلاں نے فلاں کو یا فلاں پر سلام پڑھایا ہے۔ مراد یہی ہوتی ہے کہ سلام کیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے سلام کہا تو
دوسرے نے جواب میں سلام کہا تو یہ کہنا درست ہوا کہ اس نے فلاں کو سلام پڑھایا ہے۔ (فقال) تو حضرت ابن عمر رضی
اللہ عنہما نے کہا۔ (انہ قد بلغنی انہ قد احدث) بیشک بات یہ ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس آدمی نے دین میں

نئی بات نکالی ہے اور احداث فی الدین کا مرتکب ہوا ہے۔ یعنی تقدیر کی تکذیب اور اس کا انکار کیا ہے۔ (رفان کان قد احدث) اگر فی الواقع اس نے یہ احداث کیا ہے اور یہ بدعت نکالی ہے۔ (فلا تقرؤہ معی السلام) تو میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا۔ (فافی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول) کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ۔ (یکون فی امتی) ہوگا میری امت میں (اد فی هذه الامة) یا اس امت میں یہ راوی کا شک ہے کہ حضور نے فی امتی کہا یا فی هذه الامة کہا۔ (رخفت ومسخ او قذت) زمین میں دھنسا، یا ان کی صورتوں کا بگڑنا یا آسمان سے پتھروں کی بارش۔ (فی اهل القدس اہل تقدیر میں۔ یعنی ان لوگوں میں جو تقدیر کا انکار کریں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بدعت کا ظہور اور اس مذہب کا حدوث صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آخری دور میں ہوا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اس عبارت کی تحقیق اور ایک ہی حدیث میں ان صفات کا جمع ہونا مقدمہ کتاب میں وضاحت سے بیان ہو گیا ہے۔

۱۰۹۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَدِيجَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَلَدَيْنِ مَاتَا لَهَا فِي الْحَا مِرِّيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَا فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا رَأَى الْكَرَاهِيَّةَ فِي وَجْهِهَا قَالَ لَوْ رَأَيْتُ مَكَانَهُمَا لَا بَغْضَتِيهِمَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَلَدِي مِنْكَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَآلِدَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمُشْرِكِينَ وَآلِدَاهُمْ فِي النَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بچوں کے متعلق دریافت کیا جو جاہلیت میں مر گئے تھے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں۔ حضرت علی کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے چہرہ مبارک پر سناگواری کا اثر محسوس کیا تو فرمایا اگر تو ان دونوں کی جگہ دیکھ لیتی تو ان سے نفرت کرتی۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا وہ بچہ جو آپ سے ہوا ہے (کہاں ہے) فرمایا جنت میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنین اور ان کی اولاد جنت میں ہے۔ اور مشرکین اور ان کی اولاد دوزخ میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ

ذُرِّيَّتُهُمْ۔ رواہ احمد

شرح :- (وعن علی) رضی اللہ عنہ (قالت سألت خدیجہ) امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے (النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ولدین مآتالہا)

فی الجاہلیۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو بچوں کے بارے میں دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔ اور حضور کی اولاد سے نہ تھے۔ کہ بہشت میں ہیں یا دوزخ میں۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هما فی النار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں۔ (قال) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (فلما رای الکواہیتۃ فی دجھما) جب حضور نے حضرت خدیجہ کے چہرہ میں ناخوشی کا اثر دیکھا تو فرمایا لو رایت مکا غمما لا بغضتہما) اگر تو ان دونوں کی جگہ اور ٹھکانا دیکھ لے جہاں وہ حقارت و خواری میں اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر پڑے ہیں تو تو انہیں دشمن جانے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرے۔ اور لا بغضتہما کا لفظ لا بغضتہما کسرہ کو لبا کر کے تاکہ بعد یا کے ساتھ بھی مروی ہے۔ یہ صیغہ اس شکل میں احادیث میں بہت جگہ آیا ہے۔

(قَالَ) حضرت خدیجہ نے کہا۔ (یا رسول اللہ فوالدی منک) یا رسول اللہ میرا وہ بچہ جو آپ سے ہوا ہے اس کا کیا حال ہے۔ ان کا نام عبد اللہ اور لقب طیب و طاہر تھا۔ یہ صاحبزادے ظہور اسلام کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوئے۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا وہ بچہ جو مجھ سے ہوا (فی الجنة) جنت میں ہے۔ (ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ان المؤمنین واولادہم فی الجنة) مسلمان اور ان کے بچے جنت میں ہیں۔ (وان المشرکین واولادہم فی النار) اور مشرکین اور ان کے بچے دوزخ میں ہیں۔ (ثم قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بطور استشاد و دلیل کہ اولاد ماں باپ کے تابع ہے۔ نیز حضرت خدیجہ کا یہ وہم دور کرنے کے لیے کہ جب میں مسلمان ہوں تو میرے بچے بھی میرے ساتھ جنت میں ہوں گے، یہ آیت پڑھی۔ (والذین امنوا واتبعتہم) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد جس نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ اس آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ (المحقنا بہم ذریتہم ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ملا دیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس کی پشت پر دست قدرت پھیرا۔ تو گر پڑا آپ کی پشت سے ہر آدمی جسے اس نے قیامت تک اس کی اولاد میں پیدا کرنا تھا اور پیدا کر دی ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے سامنے نور کی ایک لاث۔ پھر انہیں آدم کے سامنے پیش کیا حضرت

۱۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنِي كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبَيْنَهَا مِنْ نُورٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ

اٰی رَبِّ مَنْ هُوَ لَیْسَ قَالَ ذُرِّیَّتُكَ فَرَأٰی
رَجُلًا مِّنْهُمْ فَاَعْجَبَهُ وَبِیْصُ مَا بَیْنَ
عَیْنَيْهِ قَالَ رَبِّ مَنْ هَذَا قَالَ دَاوُدُ فَقَالَ
اٰی رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرًا قَالَ سِتِّیْنَ
سَنَةً قَالَ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِیْ اَرْبَعِیْنَ
سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُنْقَضٰی عُمْرُ اٰدَمَ اِلَّا اَرْبَعِیْنَ
جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ اَدُمُ اَوْ لَمْ یَبْقَ
مِنْ عُمْرِیْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ اَوْ لَمْ تُعْطِهَا
اَبْنُكَ دَاوُدُ فَجَعَلَ اَدَمَ فَجَحَدَتْ
ذُرِّیَّتُهُ وَنَسِیَ اَدَمُ فَاَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ
فَنَسِیْتُ ذُرِّیَّتَهُ وَخَطَا اَدَمُ وَخَطَا عَوْنُ
ذُرِّیَّتِهِ - (روا کا الترمذی)

آدم نے کہا اے میرے رب یہ کون ہیں فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔
تو آدم نے ان میں ایک آدمی دیکھا تو آپ کو اس کی دونوں
آنکھوں کے درمیان نور کی لٹ اچھی لگی۔ کہا اے میرے رب
یہ کون ہے فرمایا داود۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب تو نے
اس کی کتنی عمر مقرر کی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ کہا اے میرے رب میری
عمر میں سے چالیس سال اس کی عمر اور زیادہ کر دے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم کی عمر ختم ہو گئی صرف چالیس سال باقی
رہ گئے تو آدم کے پاس ملک الموت آگیا آدم نے کہا کیا میری عمر سے
ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ ملک الموت نے کہا آپ وہ اپنے
بیٹے داؤد کو نہیں دے چکے تو آدم نے انکار کیا تو اس کی اولاد بھی
انکار کرتی ہے۔ اور آدم بھول گئے اور درخت میں سے کھایا۔
تو اس کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ اور آدم نے خطا کی اور اس کی
اولاد بھی خطا کرتی ہے۔

شرح :- (وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ ادم مسح ظہرہ)
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا
تو اپنا دست قدرت اس کی پشت پر پھیرا۔ یا اس فرشتے کو حکم دیا جو اس کام پر مقرر تھا کہ آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرے۔
رفسقط عن ظہرہ کل نسمۃ (تو اگر پڑا آپ کی پشت سے ہر آدمی)۔ (وہو خالقہا من ذریتہ الی یوم القیمۃ)
تو آدم کی پشت سے باہر آ پڑا ہر انسان جس کو اس نے اس کی اولاد سے قیامت تک پیدا کرنا تھا۔ نسم و نسمۃ بفتح
نون دسین معنی آدمی، لوگ۔ یعنی اس طریقہ تو والد و تناسل کے مطابق جس قدر بھی آدم کی اولاد پیدا ہوئی تھی۔ اور آپ
کی اولاد کی اولاد بھی سب کی سب ان کی پشتوں سے باہر آ گئی اور سب آدم کی ہی اولاد ہے۔ اسی لیے سب کی نسبت
آدم کی طرف کر دی۔ (وجعل بین عینی کل انسان منهم) اور انسانوں میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے
درمیان کر دی رو بیضا من نور کی ایک لٹ۔ رو بیضا بفتح واو و کسر باء موحده اور صاد مملہ معنی چمک دھمک۔
رثم عرضہم علی آدم پھر انہیں آدم پر پیش کیا۔ (فقال) تو آدم نے کہا اے رب اے میرے رب ہر درکار

(من هو لاء) یہ کون لوگ ہیں (قال ذریعہ) فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔ (فرمایا) جلا منہ تو آدم نے ان میں ایک آدمی دیکھا۔ (فأعجبه وبص ما بین عینہ) تو آدم کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک و درخشندگی بہت اچھی لگی۔ (فقال ای رب) عرض کی اے میرے رب (من هذا) یہ مرد کون ہے۔ (قال داؤد) خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ داؤد پیغمبر ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت آدم کو حضرت داؤد کی دو آنکھوں کے ہی درمیان کی چمک و درخشندگی کے اچھا محسوس ہونے سے لازم نہیں آتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا نور اور اس کی چمک دمک بہت اکمل و اجل، بہت زیادہ اور اتم ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہاں ایک آن اور ایک گھڑی ہو جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی نگاہ میں اس کی چمک دمک زیادہ محسوس ہوئی ہو۔ ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ حضرت سید رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نور و لمعان سب سے زیادہ، تمام تر اور کامل تر ہے۔ نیز فضیلت کلی فضیلت جنتی کے منافی نہیں ہے۔

(فقال ای رب کم جعلت عمرا) آدم نے کہا اے میرے رب تو نے اس مرد کی عمر کتنی مقرر کی ہے۔

(قال ستین سنة) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال۔ (قال) جب کہ حضرت آدم کو حضرت داؤد اچھے لگاؤ کی دوستی و محبت کا رابطہ پیدا ہو گیا تو حضرت آدم نے کہا (رب ذہ من عمری اربعین سنة) اے میرے رب میری عمر سے چالیس سال لے کر اس کی عمر زیادہ کر دے تاکہ اس کی عمر پورے سو سال ہو جائے۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (فلما انقضى عمرا دام الا اربعین سنة) جب آدم کی عمر پوری ہو گئی اور صرف چالیس سال باقی رہ گئے (مشہور یہ ہے کہ حضرت آدم کی عمر ایک ہزار سال تھی)۔ (جاءه ملك السموات) تو آپ کے پاس ملک الموت آگیا تاکہ آپ کی روح پاک قبض کرے۔ (فقال آدم اولم یبق من عمری اربعون سنة) حضرت آدم نے کہا کیا میری عمر سے ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ (فقال) ملک الموت نے کہا۔ (اولم تعطها ابنک داؤد) آپ یہ بتایا چالیس اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے چکے۔ (فجعد آدم فجعته ذریعہ) تو آدم منکر ہو گئے اور ان کی اولاد میں بھی یہ صفت انکار پیدا ہو گئی۔ (ونسى آدم) اور جنتی درخت کا پھل چکھنے کی نہی کو بھول گئے۔ (فما کل من الشجرة) تو درخت سے کچھ کھا لیا۔ (فنسیت ذریعہ) تو ان کی اولاد بھی بھولتی ہے اور ان میں بھی فراموشی کی عادت پائی جاتی ہے۔ (وخطا آدم وخطا ذریعہ) اور آدم سے خطا اجتہادی واقع ہوئی کہ انہوں نے درخت سے درخت معین سمجھ لیا تو ان کی اولاد بھی خطا کی مرتکب ہوتی ہے۔ اور خطا نے ان میں بھی اپنا راستہ نکال لیا ہے۔ یعنی انکار، نسیان اور خطائے تین صفات اصل میں آدم کے اندر تھیں ان سے سرایت کر کے ان کی اولاد میں بھی

آگئیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ یہاں سوال کیا گیا ہے کہ جو بات حضرت آدم کر چکے تھے (چالیس سال عمر دینا، اس کا انکار کیوں کیا کہ یہ تو جھوٹ ہے) اور انبیاء کرام اس سے پاک و منزہ ہوتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انکار اصل خلقت و جبلت اور طبیعت بشری کے اقتضا کے تحت تھا جو اللہ تعالیٰ انسان کے بڑھاپے میں پہنچنے پر اس میں عمر کی حرص ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ یثیب ابن ادم یثیب فیہ خصلتان الحدیث فرزند آدم بوڑھا ہوتا ہے تو دو چیزیں اس میں جو ان ہو جاتی ہیں۔ لہذا یہ انکار قصد و اختیار کے طور پر نہ تھا۔ اور بعض جبلتی و طبعی احکام انبیاء علیہم السلام میں بھی باقی رکھے جاتے ہیں اور وہ ان سے منزہ نہیں ہوتے۔ اس کی مزید تحقیق اپنی جگہ میں کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۱۱۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ حِينَ خَلَقَهُ فَضْرَبَ كَتْفَهُ الِيمَنَى فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ بَيْضَاءَ كَانَهُمُ الذَّرُّ وَضْرَبَ كَتْفَهُ الْيُسْرَى فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ سَوْدَاءَ كَانَهُمُ الْحُمَمُ فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِ الْوَالِجَنَّةِ وَلَا أُبَاكِي وَقَالَ لِلَّذِي فِي كَتْفِهِ الْيُسْرَى إِلَى النَّارِ وَلَا أُبَاكِي۔ (رواہ احمد)

اور حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا جس وقت بھی پیدا کیا تو آپ کے دائیں کانڈھچھے پر اپنا دست قدرت مارا۔ تو آدم سے اس کی نورانی اولاد کو باہر نکالا جیسے چھوٹی نیلیاں ہوتی ہیں۔ اور اس کے بائیں کانڈھچھے پر اپنا دست قدرت مارا تو اس سے سیاہ رنگ کی اولاد باہر نکالی۔ جو کوٹلوں کی طرح سیاہ تھی۔ پھر جو اولاد اس کی دائیں جانب تھی اسے فرمایا جنت میں جاؤ۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اور جو اس کے بائیں جانب تھی اسے فرمایا دوزخ میں جاؤ۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں۔

شرح:- (وعن ابی الدرداء) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (خلق اللہ آدم حین خلق اللہ) اللہ نے آدم کو پیدا کیا جب پیدا کیا۔ (فَضْرَبَ كَتْفَهُ الْيَمَنَى) تو آدم کے دائیں کندھے پر اپنا دست قدرت مارا یا فرشتے کو ان کے دائیں کندھے پر مارے گا حکم دیا۔ (فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ بَيْضَاءَ) تو سفید رنگ کی اولاد باہر نکالی۔ (كَانَهُمُ الذَّرُّ) گویا وہ چھوٹی چھوٹی چھوٹی نیلیاں ہیں۔ بعض نسخوں میں الذر کے بجائے الذر کا لفظ آیا ہے۔ بضم دال بمعنی مروارید اس صورت میں یہ سفیدی کا بیان ہے۔ جس طرح اس کے مقابل کو حم سے تشبیہ دی۔ پہلی روایت کے مطابق مقدار کا بیان ہوگا۔ (وَضْرَبَ كَتْفَهُ الْيُسْرَى) تو آدم کے بائیں کندھے پر اپنا دست قدرت مارا یا فرشتے کو ان کے بائیں کندھے پر مارے گا حکم دیا۔ (فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ سَوْدَاءَ) تو سیاہ رنگ کی اولاد باہر نکالی۔ (كَانَهُمُ الْحُمَمُ) گویا وہ چھوٹی چھوٹی چھوٹی نیلیاں ہیں۔ بعض نسخوں میں الحمم کے بجائے الحمم کا لفظ آیا ہے۔ بضم دال بمعنی مروارید اس صورت میں یہ سفیدی کا بیان ہے۔ جس طرح اس کے مقابل کو حم سے تشبیہ دی۔ پہلی روایت کے مطابق مقدار کا بیان ہوگا۔ (وَالَّذِي فِي يَمِينِهِ الْوَالِجَنَّةِ وَلَا أُبَاكِي) اور جو اس کے بائیں جانب تھی اسے فرمایا جنت میں جاؤ۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ (وَالَّذِي فِي كَتْفِهِ الْيُسْرَى إِلَى النَّارِ وَلَا أُبَاكِي) اور جو اس کے بائیں جانب تھی اسے فرمایا دوزخ میں جاؤ۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں۔

الیسی) اور اس کے بائیں شانے پر مارا (خارج ذریعہ سودا) تو سیاہ رنگ کی اولاد نکالی۔ (کا نہم محمد) گویا وہ کوٹے ہیں (وقال للذی فی سینہ) پس دائیں جانب والے گروہ کو فرمایا۔ (الحی الجنة) اگر اولاد مخاطب تھی تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا تم سب بہشت کو جاؤ۔ اور اگر ملائکہ مخاطب ہوں جن سے اس گروہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے تو معنی یہ ہوگا یہ گروہ جنت میں چلا جائے یا اس گروہ کو جنت میں لے جاؤ۔ (ولا ابالی) اور مجھے اس کی پرہیز نہیں کہ ان سے صدور عمل کے بغیر ہی ان کے جنتی ہونے کا حکم دے رہا ہوں۔ کیونکہ میں ملک اور متصرف علی الاطلاق ہوں۔ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ (وقال للذی فی کتفہ الیسی) بعض نسخوں میں فی کفہ کا لفظ آیا ہے۔ اور اس گروہ کو فرمایا جو بائیں شانے یا بائیں ہاتھ میں تھا، تم سب دوزخ کو جاؤ۔ (ولا ابالی) اور مجھے کچھ پرہیز نہیں میں جو چاہوں حکم دوں۔

۱۱۲۔ وَعَنْ أَبِي نَضْرَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ

أَبُو عَبْدِ اللَّهِ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ

يَعُودُونَ وَهُوَ يَكْفِي فَقَالُوا لَهُ مَا يُبْكِيكَ

أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ اقْرَأْ حَتَّى

تَلْقَانِي قَالَ بَلَى وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ

قَبَضَ يَمِينَهُ قَبْضَهُ فَأُخِي بِالْيَدِ الْآخِرَى

وَقَالَ هَذِهِ لِهَذِهِ وَهَذِهِ لِهَذِهِ وَلَا أَبَالِي

وَلَا أَدْرِي فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا۔ (رواہ احمد)

اور حضرت ابو نضرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص جسے ابو عبد اللہ کہتے ہیں اس کے دوست اس کی بیماری پر سی کے لیے اس کے پاس آئے اس وقت وہ ابو عبد اللہ رو رہے تھے دوستوں نے اس سے کہا تو کیوں روتا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے نہ کہا تھا کہ اپنی لمبیں پست نہ رکھنا پھراس عمل پر قائم رہنا یہ سن کر کہ تو مجھ سے اٹے فرمایا ہاں۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ نے اپنے ایش ہاتھ کی مٹھی بھری اور بائیں ہاتھ کی ایک مٹھی بھری۔ اور فرمایا یہ اس (جنت) کے لیے ہے اور یہ اس (دوزخ) کے لیے ہے۔ اور مجھے یہ علم نہیں کہ میں کس مٹھی میں ہوں۔

شرح:۔ (وعن ابی نضرۃ) نضرہ بفتح نون و سکون ضاد معجمہ ان کا نام منذر بن مالک ہے۔ تابعی ثقہ

ہیں۔ کثیر الحدیث ہیں۔ سلسلہ ہجری میں فوت ہوئے۔

ان ابو نضرہ سے روایت ہے۔ (ان رجلاً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ ابو عبد اللہ)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص جسے ابو عبد اللہ کہتے ہیں۔ (دخل علیہ اصحابہ) اس کے

پاس اس کے دوست آئے۔ (يعودونه) اس کی بیمار پرسی کے لیے (وہو یبکی) اس وقت وہ رو رہے تھے۔
 (فقالوا له ما بیک) تو کیوں رو رہا ہے۔ (الحریق للک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذ من
 شاربک) کیا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا اپنی لبیں پست اور کوتاہ رکھنا پھر انہیں اسی حالت
 پر برقرار رکھنا لمبی نہ ہونے دینا ہمیشہ اس عمل پر قائم رہنا۔ یہاں تک کہ تو مجھ سے حوض کوثر پر یا جنت میں یا عرشا
 قیامت میں سے کسی جگہ ملاقات کرے۔ یعنی تو کیوں رو رہا ہے حالانکہ تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ملاقات کی
 بشارت دی ہے اور یہ بشارت اسلام پر موت کے بغیر کسی طرح نصیب نہیں ہو سکتی۔ (قال بلی) ابو عبد اللہ نے
 کہا ہاں حضور نے فرمایا تھا اور بشارت دی تھی۔ (ولکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یقول) لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ (ان اللہ عزوجل قبض بیمنہ
 قبضہ) بیشک اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کے دست راست سے انسانوں کی جماعت کی مٹھی بھری۔ اور ایک
 دوسری جماعت کی اپنے بائیں دست قدرت سے مٹھی بھری۔ (قال) اور فرمایا (هذه لهذه وهذه لهذه)
 یہ مٹھی اور یہ جماعت جو دائیں ہاتھ میں ہے، جنت کے لیے ہے۔ اور یہ دوسری جماعت جو بائیں ہاتھ میں ہے دوزخ
 کے لیے ہے۔ (ولابی) اور مجھے کوئی باک اور پروا نہیں۔ (ولا ادری فی ای القبضین اننا) اور میں نہیں
 جانتا کہ مٹھیوں میں سے میں کونسی میں ہوں۔ یعنی اگرچہ حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے ایمان کی سلامتی
 اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت مل چکی ہے تاہم خدا تعالیٰ بے نیاز ذات اور قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا
 ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے میں جسے چاہوں جنت میں داخل کر دوں اور جسے چاہوں دوزخ میں ڈالوں، مجھے کسی کی
 پروا نہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ یہ کہے تو نے ایسا کیوں کیا ہے۔ یہ خوف اور ڈر دل سے نہیں جاتا اور یہی گریے
 کا سبب ہے۔

بعض عارفین نے کہا ہے اگرچہ بتقاضائے صدق وعدہ اور شائع علیہ السلام کی بشارت سے امن و اطمینان
 حاصل ہو جاتا ہے لیکن لا ابالی (مجھے پروا نہیں) کا خوف سینے سے باہر قدم نہیں رکھتا۔ بشارت مل جانے
 کے باوجود صحابہ کرام کی آرزوئیں اسی حال پر رہتی تھیں اور وہ یا کیت کذا یا کیت کذا (کاش ایسا ہوتا کاش ایسا ہوتا)
 کہتے تھے۔ ایک صحابی نے کہا کاش میں بکری ہوتا کہ لوگ اسے ذبح کر کے کھا جاتے۔ ایک دوسرے صحابی نے کہا کاش میں
 گھاس ہوتا اور خاک ہوتا۔ اس مضمون کی تحقیق و تفسیر ہے جسے رسالہ تسلیۃ القلب میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ

وَسَلَّمَ قَالَ أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ
ظَهْرِ آدَمَ رَبَّنَعْمَانِ يَعْنِي عَرَفَنَهُ
فَاخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّتِهِ ذَرَأَاهَا
فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ نَثَرَهُمْ
قَبْلًا قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا
بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ
إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا
إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا
ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا
فَعَلَ الْبُاطِلُونَ (روادۃ احمد)

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وادی نہان یعنی عرفین آدم کی پشت سے
میثاق لیا تو اس نے آدم کی پشت سے اس کی ساری اولاد کو نکالا
جسے اس نے پیدا کرنا تھا۔ تو انہیں آدم کے سامنے بکھیر دیا
جیسے پھوٹی چھوٹی نیلیاں ہوتی ہیں۔ پھر اس میں اپنے رب و برود کے
ان سے کلام کیا کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا
ہاں۔ ہم نے تیرے رب ہو نکل گواہی دی۔ تاکہ قیامت کے
دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ تاکہ قیامت کے دن
یہ نہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے آباء و اجداد نے کیا ہم ان کے
بعد ان کی اولاد تھے۔ تو ہم نے ان کی افتدا و اتباع کی۔ تو کیا تو
ہمیں اہل بطالت کے کرناہ کی پاداش میں ہلاک کرے گا۔

شرح: (دعنا ابن عباس) رضی اللہ عنہما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ (عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم) کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ) اللہ تعالیٰ
نے اس اولاد سے عہد لیا جو اس نے آدم کی پشت سے نکالی۔ (رَبَّنَعْمَانِ) بفتح نون نعمان میں یہ کہہ اور طائف کے درمیان
عرفات کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ راوی کے قول سے یہی مراد ہے جو اس نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہی۔
(يَعْنِي عَرَفَنَهُ) اس وادی کے عرفات کے قرب و جوار میں واقع ہونے کی وجہ سے۔ (فَاخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّتِهِ
ذَرَأَاهَا) تو آدم کی بیٹیوں سے اس کی تمام اولاد باہر نکالی جو اس نے پیدا کرنی تھی۔ (نَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ) تو انہیں بکھیر دیا نثر
بثائے مثلثہ۔ (بَيْنَ يَدَيْهِ) آدم کے سامنے (كَالذَّرِّ) جیسے پھوٹی چھوٹی نیلیاں ہوتی ہیں۔ (نَثَرَهُمْ قَبْلًا)
پھر ان سے رب و برود کلام فرمایا۔ قُبْلًا۔ دو پیش کے ساتھ بمعنی آگے سامنے اور رب و برود۔ (قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ (قَالُوا بَلَى) انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ (شَهِدْنَا) ہم نے
تیری ربوبیت کی گواہی دی۔ اس حالت میں اولاد آدم کا گفتگو کرنا بالکل اس طرح تھا جس طرح حضرت سلیمان کی چیمہ نیلیوں
نے گفتگو کی تھی۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ) انا کنا عن هذا غافلین تاکہ قیامت
کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس حال سے غافل رہے خبر تھے۔ (أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ) یا تاکہ یہ نہ کہو کہ
شرک نہ کیا مگر ہمارے آباء و اجداد نے ہم سے پہلے (وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ) ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ پس

ہم نے ان کی اقتداء و اتباع کی۔ (افتحکنا بسا فعد البطلون) تو کیا تو ہمیں باطل و گمراہ لوگوں کے کردار کی پاداش میں ہلاک کرے گا۔ لیکن ان کی یہ بات ان کی طرف سے عذر شمار نہ ہوگی۔ کیونکہ توحید الہی کا میثاق آدم کی اولاد کے ایک ایک فرد سے لیا گیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام نے سچی خبروں کے ساتھ انہیں اس عہد و میثاق کی خبر دی اور اس عہد کی یاد دہانی کرائی۔

عارفین فرماتے ہیں عہد الست کی یہ یاد دہانی غافل و بے خبر لوگوں کے لیے ہفتی ورنہ ہوشمند اہل دل اس وقت بھی ہوش کے کانوں سے وہ سوال و جواب سن رہے ہیں۔ بیت

الست از ازل ہم چنان شان بگوشش بمن ریاد قالو ابلی در خروش

الست کا عہد ازل سے اب تک ان کے کانوں میں گونج رہا ہے۔ اور وہ قالو ابلی کی فریاد کا شور بہرہ پاکھے ہوئے ہیں۔ حضرت علی بن سہل اصفہانی سے کہا گیا آپ کو قالو ابلی کا دن یاد ہے۔ فرمایا مجھے اس طرح یاد ہے گویا کل ایسا ہوا ہے۔ پیر ہوی قدس سرہ فرماتے ہیں علی بن سہل کے قول میں نقص ہے۔ صوفی کے لیے کل اور فردا کیا ہوتا ہے۔ روز الست کی تو ابھی رات بھی نہیں آئی بلکہ وہی روز الست موجود ہے (ان کا کلام ختم ہوا)۔ محققین فرماتے ہیں عالم روحانیت میں ماضی و مستقبل نہیں ہے وہاں سب زمانہ حال ہے اللہ کے ہاں صبح و شام نہیں ہے۔ بیت

آنکہ از حق نیست غافل یک نفس ماضی و مستقبل حال است و بس

جو شخص خدا تعالیٰ سے ایک سانس کے لیے بھی غافل نہیں اس کا ماضی و مستقبل حال ہے اور بس۔ حضور سرور انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد کے ساتھ حج کے لیے آرہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتنے افراد کے ساتھ حج کو آنا حضور اپنی زندگی میں دیکھتے تھے۔ یہ نہیں کہ ماضی کے واقعہ کی خبر دے رہے ہیں اس کلام کی تحقیق اپنے مقام میں کر دی گئی ہے۔

۱۱۴۔ وَعَنْ أَبِي بِن كَعْبٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّو

اور حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے اللہ کے اس قول میں د

جَلَّ وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ

اخذ ربك الخ جب اللہ نے اولاد آدم سے ان کی پشتوں

ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ جَعَلُهُمْ

سے ان کی اولاد کو نکالا۔ ابن کعب نے کہا اللہ نے ان کو اکٹھا

فَجَعَلَهُمْ أَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاَسْتَنْطَقَهُمْ

کیا اور انہیں جوڑا جوڑا بنایا پھر ان کو صورت عطا کی پھر انہیں

فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ اخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ

قوت گویا عطا کی تو وہ بول پڑے پھر ان سے عہد و میثاق لیا۔

وَأَشْهَدُهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ
بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى قَالِ فَايُّ أَشْهَدَ عَلَيْكُمْ
السَّيِّئَةِ السَّبْعَ وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ وَ
أَشْهَدُ عَلَيْكُمْ أَبَاكُمْ أَدَمَ أَنْ تَقُولُوا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهَذَا إَعْلَمُوا
أَنَّهُ لَا إِلَهَ غَيْرِي وَلَا رَبَّ غَيْرِي وَلَا
تُشْرِكُوا بِي شَيْئًا إِنِّي سَارُّسِدُ إِلَيْكُمْ
رُسُلِي يُذَكِّرُونَكُمْ عَهْدِي وَمِيثَاقِي وَ
أَنْزَلُ عَلَيْكُمْ كُتُبًا قَالُوا أَشْهَدُنَا بِأَنَّكَ
رَبُّنَا وَإِلَهُنَا لَا رَبَّ غَيْرِكَ قَالُوا لَا إِلَهَ لَنَا غَيْرُكَ
فَاقْرَأْ بِذَلِكَ وَرَفَعَ عَلَيْهِمْ أَدَمُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَرَأَى الْغَنَى وَالْفَقِيرَ
وَحَسَنَ الصُّورَةِ وَدُونَ ذَلِكَ فَقَالَ رَبِّ
لَوْلَا سَوَّيْتُ بَيْنَ عِبَادِكَ قَالِ إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ
أُشْكِرَ وَرَأَى الْأَنْبِيَاءَ فِيهِمْ مِثْلَ الشُّجْرِ
عَلَيْهِمُ النُّورُ خَصُّوا بِمِثْقَالِ آخِرَتِي
الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ وَهُوَ قَوْلُهُ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ
مِيثَاقَهُمْ إِلَى قَوْلِهِ عِيسَى ابْنُ
مَرْيَمَ كُنْ أَنْتَ فِي تِلْكَ الْأَمْوَاجِ
فَأَرْسَلَهُ إِلَى مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ
فَحَدَّثَ عَنْ أَبِي أَنَّهُ دَخَلَ مِنْ فِيهَا

د رواة احمد

اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا میں تم پر گواہ بناتا ہوں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو۔ اور میں تم پر گواہ بنانا ہوں تمہارے باپ آدم کو تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہو ہمیں اس کا علم نہ تھا جان لو بیشک میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ اور میرے سوا کوئی رب نہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا۔ بیشک میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد و میثاق یاد دلائیں گے۔ اور میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم نے گواہی دی کہ بیشک تو ہی ہمارا رب اور الہ ہے تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں اور تیرے سوا ہمارا کوئی الہ نہیں۔ تو ان سب نے اس کا اقرار کیا۔ پھر انہیں آدم پر اٹھایا گیا (ان سے آگاہ کیا گیا) کہ آدم ان کو دیکھتے تھے تو آدم نے دو لہندہ کو دیکھا، تنگ دست کو دیکھا، اچھی صورت والے کو دیکھا، غیر اچھی صورت والے کو دیکھا۔ پس آدم نے عرض کی اے میرے رب تو نے ان سب کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا۔ فرمایا میں نے چاہا کہ میرا شکر کیا جائے۔ اور آدم نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا چرخوں کی طرح کہ ان پر نور تھا۔ انہیں ایک اور عہد و میثاق کے ساتھ خاص کیا گیا تھا یعنی نبوت و رسالت کے متعلق۔ اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ وَاذْخُرْنَا فِي الْاٰلِہِ اٰوْرَہِیْمَ نَبِیِّہِمْ اٰیٰہِہُ سَیِّدِہُمْ عِیْسٰی بِنَ مَرْیَمَ کہ قول تک عیسیٰ بن مریم ان اروج میں موجود تھے تو عیسیٰ کو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا حضرت ابی کی جانب سے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ حضرت مریم میں منہ کی طرف سے داخل ہوئے۔

شرح :- (وعن ابی بن کعب) حضرت ابی بن کعب انصاری ہیں۔ عقبہ اولیٰ کی بیعت کے وقت موجود تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ کاتب وحی تھے۔ قراء صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا لقب سید القراء ہے۔ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ سورہ لہو یکن الذین کفروا آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ بہت سے صحابہ و تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کے حالات بہت سی جگہوں میں مذکور ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

ان حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے خدا تعالیٰ کے قول مبارک واذ اخذ ربک الذین کفروا کی تفسیر مروی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس تفسیر کا رفع او برادہ راست اسناد حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا۔ تاہم یہ تفسیر حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے کہ اس قسم کی خبریں حضور سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے بغیر نہیں دی جا سکتیں جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا۔

(قال) حضرت ابی بن کعب نے کہا (جمعہم) اللہ نے اولاد آدم کو اکٹھا کیا (فجمعہم) ازواج اور انہیں مختلف قسموں میں تقسیم کیا۔ (ثم صدوس ہم) پھر انہیں صورتیں عطا کیں۔ (فاستنطقہم) اور انہیں قوت گوئی عطا کی۔ (فتمکلموا) تو وہ بول پڑے (ثم اخذ علیہم العہد الميثاق) پھر ان سے عہد و پیمان لیا۔ (واشہدہم علی انفسہم) اور انہیں ان کی اپنی ذوات پر گواہ بنایا (الست بربکم) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ (قالوا بلی) انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ (قال فانی اشہد علیکم السموات السبع والارضین السبع) اللہ نے فرمایا پس میں گواہ بناتا ہوں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو۔ (واشہد علیکم اباکم آدم) اور میں تم پر تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں۔ تاکہ اگر تم اس استشہاد و اقرار کا انکار کرو تو یہ تمہارے کے خلاف گواہی دیں۔ اور تم پر اسے ثابت کریں۔ علماء نے فرمایا ہے آسمانوں و زمینوں کی گواہی سے عقلی دلائل قائم کرنا ہے اور آدم کی گواہی سے انبیاء کو مبعوث کرنا مراد ہے۔ تاکہ وہ سمعی اور شرعی احکام و خطابات کی یاد دہانی کریں۔

(ان تقولوا یوم القیمۃ لم نعلم بهذا) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس ماجرے کا پتہ نہ تھا۔ (اعلموا انہ لا الہ غیری) جان لو بیشک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں (ولا رب غیری) اور میرے سوا کوئی رب نہیں۔ (ولا تشرکون فی شیئ) اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ (انی سادسل الیکم رسلی) بیشک میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا۔ (لینذکوکم عہدی و میثاقی) جو تمہیں میرا عہد و پیمان یاد دلائیں گے۔ (وانزل الیکم کتبی) اور میں تمہاری طرف اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ (قالوا اشعدنا یا نکر ربنا والہنا) انہوں نے کہا ہم نے گواہی دی کہ تو ہی ہمارا رب اور معبود ہے۔ (لا سب لنا غیرک) تیرے

سوا ہمارا کوئی رب نہیں۔ (فاقر و ابذلک) تو انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ (در رفع علیہم ادم) اور آدم کو اٹھایا گیا، اور مطلع و آگاہ کیا گیا ان سے۔ (ینظر الیہم) کہ آپ انہیں دیکھتے تھے۔ (فراى الغنى والفقير) تو آدم نے دولت مند بھی دیکھے اور تنگ دست بھی۔ (وحسن الصورة و دون ذالک) اور آپ نے اچھی شکل والے، اس میں کم درجہ والے اور اس خوبصورتی میں بہت ہی کم درجہ والے دیکھے۔ یعنی سب کو ایک حالت پر نہ پایا بلکہ بعض کو دولت مند بعض کو تنگ دست بعض کو خوبصورت اور بعض کو بد صورت وغیرہ مختلف صورتوں، مختلف صفات اور مختلف حالتوں میں دیکھا۔ (فقال رب لولا سويت بين عبادك) حضرت آدم نے کہا اے میرے رب تو نے سب کو برابر اور یکساں حالت پر کیوں پیدا نہ کیا باوجودیکہ سب تیرے بندے ہیں۔ مصرع

بند گانیم ایں یکے مقبول و آن مردود چیت

ہم سب تیرے بندے ہیں تو پھر ایک مقبول اور دوسرا مردود کیوں ہے۔

(قال اف احببت ان اشکر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اس لیے یکساں حالت پر پیدا نہ کیا کہ میں نے چاہا کہ میرا شکر کیا جائے۔ اگر میں سب کو ایک صفت اور ایک حالت پر پیدا کرتا تو شکر کی حقیقت وجود میں نہ آتی۔ میں نے ہر بندے میں ایک ایسی صفت رکھ دی ہے جو دوسرے میں نہیں ہے۔ کہ جب اسے ملاحظہ کرے تو شکر کرے مثلاً فقر و تنگ دستی میں تقویٰ، وقت کی فراغت اور آفات سے سلامتی ہے جو آسودہ حال اور دولت مند میں نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں میں۔ (درای الانبیاء فیہم السرج علیہم النور) اور آدم نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ چراغوں کی مانند ان پر روشنی چمک رہی تھی۔ (خصوصاً بسباق اخرف

الرسالة والنيرة) انبیاء علیہم السلام کو عہد الوہیت و ربوبیت کے علاوہ رسالت و نبوت کے عہد و پیمان کے ساتھ بھی مخصوص کیا گیا تھا۔ کہ وہ اس کا حق ادا کریں گے اور اس کی ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام و شرائع کو لوگوں کو پہنچائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت میں فرق ہے۔ جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور رسالت و نبوت کا عہد و پیمان اللہ تعالیٰ کے قول مبارک (واذاخذنا من النبیین میثاقہم) میں مذکور ہے۔ جب ہم نے کہ پروردگار اہل جہاں میں انبیاء علیہم السلام سے رسالت و نبوت کا عہد و پیمان لیا۔ عیسیٰ بن مریم کے الفاظ تک۔ اور یہ پوری آیت اس طرح ہے۔ (واذاخذنا من التبیئین میثاقہم و منک و من نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ ابن مریم) اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد و پیمان لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بیٹے مریم سے (وکان فتدک الامداد) اور عیسیٰ بن مریم اس اولاد

کی ارواح میں تھے ان کے اجسام میں نہ تھے۔ جب کہ عیسیٰ پر روحانیت غالب تھی اور آپ کا نام روح اللہ تھا تو انہیں جسمانی صورت میں متشکل نہ فرمایا بلکہ اسی طرح ارواح میں رہنے دیا۔ (فارسلہ الی مریم) تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو جو ارواح میں سے ایک روح تھی مریم کی طرف بھیجا علیہا السلام۔ (فحدث عن ابی انہ دخل من فیہا) تو ابی صحابی کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ منہ کی طرف سے مریم کے اندر گئے۔

۱۱۵۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذَاكُرُ مَا يَكُونُ إِذْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ ذَالَ عَنْ مَكَانِهِ فَصَدَّقُوهُ وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ فَلَا تُصَدِّقُوا بِهِ فَإِنَّهُ يَصْبِرُ إِلَى مَا حِيدَ عَلَيْهِ۔
(رواہ احمد)

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس دوران کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ کائنات میں وقوع پذیر ہوتا ہے، کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ تو اس کا اعتبار کر لو۔ اور جب تم لوگ کسی شخص کے بارے میں سنو کہ اس کی خور و خصلت تبدیل ہو گئی ہے تو اس کا اعتبار نہ کرو۔ کہ انسان اپنی اسی صفت و خور و عادت کے گرد گھومتا ہے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔

شرح: (روعن ابی الدرداء) اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے کہا اس اثنا میں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے) (تذاکروا) جہاں میں وقوع پذیر ہونے والے امور میں آپس میں گفتگو کر رہے تھے یعنی ہم لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ سب کچھ سابقہ قضا و قدر کے تحت ہو رہا ہے۔ یا قضا و قدر کوئی شے نہیں بلکہ سب کچھ از خود اور از سر نو ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ قضا و قدر میں بحث و گفتگو اگر نزاع اور جدال کی نیت سے نہ ہو تو منع نہیں۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو منع نہ کیا۔ اور نہ انہیں ڈانٹا۔ بلکہ انہیں جواب دیا اور مسئلے کی تعلیم دی۔ (اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ قضا و قدر کے تحت ہو رہا ہے اور جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس میں قطعاً تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اور ایک مثال سے اس کی وضاحت فرمائی اور وہ انسان کی خور و خصلت ہے خلق بضم خاء معنی باطنی سیرت و عادت جو ناقابل تغیر و تبدل ہے۔ بخلاف خلق بفتح خاء معنی ظاہری صورت جس میں بظاہر تبدیلی ہو سکتی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دیتے ہوئے فرمایا۔ (اذ اسمعتم بجبل ذال عن مکانہ فصددوہ) جب تم کسی پہاڑ کے متعلق سنو کہ وہ جنبش میں آگیا اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ تو

اس کی تصدیق کر لو۔ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے۔ (واذا سمعتم رجلاً تغیر عن خلقه) اور جب تم یہ سنو کہ کسی مرد میں زبیدی لگئی ہے اور اس کی خود خصلت اس سے جدا اور الگ ہو گئی ہے۔ (فلا تعد قوابہ) تو اس کی تصدیق نہ کرو۔
 (فانہ یصیبا لی ما جید الیہ) کہ بیشک مرد اسی صفت و عادت کی طرف گھوم کر آجاتا ہے جس پہ اسے پیدا کیا ہے اور جو خود عادت اس کے لیے مقدم ہو چکی ہے۔ وہ اسی پر قائم رہتا ہے۔ تو وہ شخص جسے سمجھ دار، دانا اور زیرک پیدا کیا گیا ہے اور تقدیر الہی میں اس کے متعلق ایسا ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ ہرگز حماقت، نادانی اور بے وقوفی کا مظاہرہ نہ کرے گا اور اس کے الٹ بھی نہ ہوگا کبھی حق پیدا ہوا ہے وہ دانا اور زیرک نہ بنے گا۔

لیکن جو شخص ظاہراً عادت کے مطابق اور برافقت و میل جول کی وجہ سے دانا اور زیرک نظر آتا ہو۔ اور عوارض و حوادث کے باعث احمق اور بے وقوف بن گیا ہو۔ یا جو شخص بے وقوف و نادان ہو، مگر عوارض، ریاضت اور تجربہ کی بنا پر دانا کی صفت اختیار کرے اس میں یہ گفتگو نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص میں کلام ہے جو ایک خلق و عادت پر پیدا کیا گیا ہو اور قضا و قدر میں اس کے بارے میں اس خلق و عادت پر قائم رہنے کا فیصلہ کر دیا گیا ہو تو اس میں ہرگز کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ ہوگا۔ ریاضت و مجاہد اور سعی و طلب اس دوسری قسم میں موثر ہو سکتی ہے کہ پہلی قسم میں۔

۱۱۶۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَزَالُ يُصِيبُكَ فِي كُلِّ عَامٍ وَجَعٌ مِنَ الشَّاةِ الْمُسُومَةِ الَّتِي أَكَلْتُ قَالَ مَا أَصَابَنِي شَيْءٌ مِّنْهَا إِلَّا وَهُوَ مَكْتُوبٌ عَلَيَّ وَأَدُمُ فِي طِينَتِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ
 اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو ہر سال درد و تکلیف لاحق ہوتی ہے اس زہر آلود بکری کی وجہ سے جو آپ نے کھائی تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس بکری سے اذیت نہیں پہنچی مگر وہی جو میرے لیے لکھ دی گئی تھی جب کہ آدم علیہ السلام مٹی کی شکل میں تھے۔

شرح: (رواہ عن ام سلمہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے (قالت) انہوں نے کہا یا رسول اللہ لا تزال یصیبک ف کل عام وجع) آپ کو ہر سال درد کی تکلیف ہو جاتی ہے۔ (من الشاة المسومة التي اكلت) اس زہر آلود بکری سے جو آپ نے کھائی تھی یعنی خیبر میں (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما اصابني شيء منها) مجھے اس بکری سے اذیت نہیں پہنچی۔ (الا وهو مكتوب علي) مگر وہی جو میرے لیے لکھ دی گئی اور مقدم ہو چکی تھی۔ (رواہ ابن ماجة) طبعیت اور حضرت آدم علیہ السلام کی شکل میں تھے۔ یہ تقدیر الہی سے کنایہ ہے۔ طینت مٹی کا ٹکڑا اور خلقت و جبلت کے معنی میں آتا ہے۔ جب کہ حضرت ام سلمہ نے ظاہراً مجازہ کو لیا۔ اور درد کی نسبت زہر آلود بکری کی طرف کی۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصل حقیقت کی طرف نسبت کر دی اور فرمایا یہ سب تقدیر

الہی کے نعمت ہے اور اہل میں ایسا ہی طے ہو چکا ہے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

عذاب قبر ثابت کرنے کا باب

جب کہ اہل بدعت و ہوا کے گروہ نے جو اکثر معتزلہ اور کچھ شیعہ پر مشتمل ہے، عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ مشہور احادیث جن کی قدرِ مشرک حد تو انہ کو پہنچ چکی ہے۔ اس کے ثبوت میں وارد ہو چکی ہیں۔ اور اہل بدعت اور ان کے انکار کے ظہور سے پہلے تمام سلف صالحین کا اس کے ثبوت و اعتقاد پر اتفاق و اجماع تھا، اس بنا پر مولف رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ عذاب قبر کا اثبات کرے اور اس باب میں وارد شدہ احادیث ذکر کرے۔

عذاب عذب سے مشتق ہے۔ بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ کہ عذاب انسان کو شرع کے امر و نہی کی مخالفت سے روکتا ہے یا عذاب بمعنی خس و خاشاک سے مشتق ہے جو پانی میں گرتا ہے۔ اور جیسا کہ پانی میں خس و خاشاک گرنے سے پانی میلا اور گدلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عذاب انسان کے آرام کو تلخ اور بد مزہ کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں عذاب بمعنی میٹھے پانی سے مشتق ہے کہ عذاب میں مبتلا شدہ انسان کے دشمن اور بدخواہ کو اس کی یہ حالت میٹھے پانی کی طرح شیریں اور اچھی محسوس ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام عذاب رکھا گیا۔

قبر سے عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک واسطہ اور پردہ ہے، اور دونوں سے تعلق رکھتا ہے قبر سے وہ مخصوص گڑھا مراد نہیں ہے جس میں مردہ کو رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے مرنے والے پانی میں ڈوب جاتے ہیں بعض آگ میں جل جاتے ہیں بعض جانوروں کے شکموں میں گھل جاتے ہیں۔ مگر ان کا وہ جزو خاص جسے جہنم واصل کہتے ہیں کہ وہ اہل سے آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور خدا تعالیٰ و تقدس اپنی قدرت کاملہ سے اُسے محفوظ رکھتا ہے۔ اور کوئی چیز بھی اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں۔ وہ اگر چاہے تو اس جزو کے ساتھ روح کا تعلق جوڑ دے اور زندگی عطا کر دے، اور عذاب دے۔ نعمت سے سرفراز فرمائے۔ کہ خدا تعالیٰ سب کچھ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اور جو شخص بھی اس کے عجائب قدرت اور ملک و ملکوت میں نگاہ ڈالتا اور چشم بصیرت سے دیکھتا ہے، اس کے عجائب و غرائب کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بیست

کند ہر چہ خواہد بود حکم نیست کہ پیدا و پنهان بنزدش یک نیست

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کوئی حکم نہیں چلا سکتا۔ ظاہر و پوشیدہ ہر چیز اس کے لیے یکساں ہے۔

اور عذاب قبر وغیرہ امور برزخ کی تصدیق میں زیادہ صحیح، زیادہ محفوظ اور زیادہ قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ اس حقیقت

پر ایمان لایا جائے کہ فرشتے، سانپ، بچھو، ان کا مردے کو کاٹنا، جیسا کہ احادیث میں واقع ہوا ہے سب اللہ کے حکم سے واقع اور حقیقہ موجود ہے۔ محض مثال و خیال میں ان کا وجود نہیں ہے۔ اور ہمیں جو قبریں کوئی چیز نظر نہیں آتی اور ہم اس میں کچھ نہیں پاتے تو اس سے کوئی نقصان اور خلل واقع نہیں ہوتا۔ کہ عالم ملکوت کی اشیاء کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اس کے لیے دوسری نگاہ کی ضرورت ہے اس سے دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور اگر سر کی آنکھ سے دکھانا چاہیں تو اس آنکھ سے بھی انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ حضرت جبریلؑ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے۔ بیٹھتے تھے۔ باتیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات آپ کو پہنچاتے تھے۔ اس وقت صحابہ کرام آپ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مگر وہ سب باتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اگر عذاب قبر کے ثبوت میں کسی شخص کو شک و تردد ہو تو اسے اس کے مشاہدہ کی طلب کے بجائے اپنے ایمان کی فکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ جب دل میں نور ایمان آگیا اور اس نور سے سینہ کشادہ ہو گیا تو پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ عقل کے اندھ صاپن اور فلسفے کی تاریکی سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مردے کو قبر میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے یا روح کو اس کے سامنے اور مقابل کر دیتے ہیں۔ یا کسی اور طریقہ سے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ عذاب کی کوئی بھی نوعیت ہو ٹھیک ہے۔ ہمارے لیے اس کی حقیقت و کنہ کا پتہ چلانے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ مردے کو زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مردنے کے سارے جسم میں زندگی ڈال دی جاتی ہے۔ جس طرح دنیا میں تھی۔ یا جسم کے اعضا میں سے کسی ایک جہنم کے ساتھ روح کو متعلق کر دیا جاتا ہے علماء شافعیہ میں سے ایک حکیم و دانانے کہا ہے، اگر یہ قول صحیح، بہتر اور زیادہ مناسب ہو تو پھر یہ جہنم و دل ہی ہو سکتا ہے۔ جو زندہ کی گھر چشمہ اور علم و ادراک کا محل و مرکز ہے۔ اور عذاب قبر کے بارے میں اگر کوئی اسی قدر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مردے میں ایک ایسی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ رنج و راحت کا احساس کرتا ہے تو صحت اعتقاد کے لیے اتنا بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۱۱۶۔ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان

يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
فِي الْآخِرَةِ وَ فِي رِوَايَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ
الْقَبْرِ يُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَفِ
اللَّهُ وَنَبِيِّ مُحَمَّدٍ

سے قبر میں جب پوچھا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول
ہیں۔ تو اس کا قول ہے یثبت اللہ الذین ایمنوا باللہ ثابت و
قائم رکھتا ہے اہل ایمان کو قول ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی اور
آخرت میں۔ اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہے فرمایا۔ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت
یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس سے کہا جاتا
ہے تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور
میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

متفق علیہ

شرح :- (عن البراء بن عازب) حضرت براء بن عازب صحابی ہیں۔ سب سے پہلے غزوہ خندق میں
شریک ہوئے۔ اس سے قبل آپ کو چھوٹی عمر کا شمار کیا جاتا تھا۔ آپ غزوہ احد میں بھی حاضر ہوئے آپ کو پندرہ غزوات
میں حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا آپ کو فرمایا اترے اور اُسے فتح کیا۔ جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی
مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھی رہے۔

إن البراء بن عازب سے روایت ہے۔ (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہیں۔ (قال المسعودی) القبر یثبت ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله) فرمایا
جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے رسول ہیں۔ (فذالك قوله) یہی گواہی دینا اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مراد ہے کہ فرمایا یثبت اللہ الذین امنوا
الذین ثابت وقائم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت کے ساتھ دنیا و آخرت میں۔ یعنی اہل ایمان کو اس قول ثابت
پر قائم رکھنا جو اس آیت میں واقع ہوا ہے تو اس سے قبر میں پوچھے گئے سوال و جواب کے وقت ثابت وقائم رکھنا
مراد ہے۔ کہ تیرا رب کون ہے، تیرا جی کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور اللہ و رسول کی گواہی دینا تینوں سوالات کا مکمل جواب
ہے۔ کہ دین اسلام ہی ہے۔

(وفي رواية) اور ایک دوسری روایت میں حدیث کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قال (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا کہ آیت (یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت نزلت فی

عذاب القبر (عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔) یقال لہ من ربک (مردے سے پوچھا جاتا ہے میرا رب کون ہے) فیقول ربی اللہ، تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ (دوسری محمد) اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں متفق علیہ۔ مصابیح کے الفاظ اس طرح ہیں۔ اذا قیل لہ من ربک وما دینک و من نبیک جب اس سے دریافت کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ الفاظ زیادہ مکمل اور زیادہ ظاہر ہیں۔

۱۱۸۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ دَتَوَلَّى أَصْحَابَهُ عَنْهُ إِنَّهُ سَمِعَ نَوْعَ نَعَالِهِمْ أَتَاكَ مَلَكَانِ فَيَقْعِدَانِهِ فَيَقْرَأَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِحَسَنٍ
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پشت پھیر کر چل پڑتے ہیں۔ بیشک وہ ان کے جوڑوں کی کھٹکھٹاہٹ کی آواز سنتا ہے۔ اس مرد کے دو فرشتے آتے ہیں۔ تو اسے بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں تو اس مرد کے متعلق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا کہا کرتا تھا۔ پس مومن تو کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس سے کہا جاتا ہے اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھ لے جس کے بدلے اللہ نے تجھے جنت میں ٹھکانا عطا کیا ہے۔ تو وہ ان دونوں ٹھکانوں کو بیک وقت دیکھتا ہے۔ لیکن منافق اور کافر تو جب اس سے کہا جاتا ہے تو اس مرد کے متعلق کیا کہا کرتا تھا وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ میں وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ تو اسے کہا جاتا ہے خدا کرے تجھے معلوم نہ ہو سکے اور تو کچھ بھی نہ پڑھ سکے اور اسے لوہے کے وداؤں سے مارا جاتا ہے تو وہ اس طرح زور سے چیختا ہے کہ جنوں اور انسانوں کے سوا اس کے

(متفق علیہ۔ ولفظہ للبخاری)

آس پاس کی ہر چیز سنتی ہے۔

شرح:۔ (رو عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان العبد اذا وضع في قبره) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے۔ (دوتولی

عنه اھایہ) اور اس کے سانھی پشت پھیر کر اس کے پاس سے چل پڑتے ہیں۔ (انہ یسمع قرع نعالہم) بیشک وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ زمین پر چلتے ہیں۔ (راتا ہ مدکان) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ (یفقعدانہ) تو دونوں اسے بٹھا دیتے ہیں (یفقولان ما کنت تقول فی ہذا الرجل) پھر اس سے پوچھتے ہیں تو اس مرد کے بارے میں کیا کہتا تھا (لعمدہ) یعنی ہذا الرجل سے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لفظ ہذا سے اشارہ کرنا آپ کے غائب ہونے کے باوجود آپ کے مشہور ہونے اور ہمارے ذہنوں میں آپ کی ذات مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے کی بنا پر ہوتا ہے۔ یا آپ کی ذات مبارک کو قبر میں مثال کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے۔ تاکہ آپ کے جمال جانفرا کے مشاہدہ سے اس کی گھبراہٹ و دہشت کے مشکل عقدے کو کھولا جائے۔ اور فراق کی تارہ کی آپ کی زیارت و ملاقات کے دلکشانہ سے دور کر دی جائے۔ اس مضمون میں آپ کے غمزدہ مشتاقان دیدار کے لیے بشارت ہے تاکہ آپ کے دیدار کی امید کی خوشی میں جان دے دیں بلکہ یہ زندہ ہی قبر میں پہنچ جانے کا مقام ہے۔ شعر

در ظلمت فراق تو گر جاں دہم چہ غم غم نیست گر ز ماہ رخت پر توے فتہ
شب عاشقان بیدل چہ شب دراز باشد تو بیا گر اول شب در صبح بانہ باشد
اگر تیرے فراق کی تارہ کی میں جان دے دوں تو کیا غم ہے۔ کوئی غم نہیں اگر تیرے چہرے کے چاند کا پر تو پڑ جائے۔
بے دل عاشقوں کی رات کس قدر دراز نہ ہوتی ہے۔ تاہم اگر تو رات کے پہلے حصے میں ہی تشریف لے آئے تو صبح کا دروازہ کھل جائے گا۔

(فاما المؤمن فبقول) لیکن مومن جو آپ کے فضل و کمال اور آپ کے حسن و جمال کا دلدادہ ہے (حضور کو دیکھ کر) کہہ اٹھتا ہے (اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ) میں گواہی دیتا ہوں اور دل و جان سے کہتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے خاص بندے اور اس کے بھیجے ہوئے پیچھے رسول ہیں (یفقال لہ انظر الی مقعدک من الناس) تو مومن سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے جو تیرے لیے تیار کیا گیا تھا۔ (قد ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ) بیشک اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے اس ٹھکانے کے بجائے مجھے جنت میں ٹھکانا عطا کر دیا ہے۔ (فیراھما جسیعا) تو وہ بندہ مومن جنت و دوزخ کے دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ دونوں جگہوں کے دکھانے کی حکمت یہ ہے کہ اس کی فرحت و سرور میں اضافہ ہو ایک تو دوزخ کی مصیبت سے نجات نصیب ہو کر دوسرے عطیہ بہشت کی خصوصیت سے شرف ہو کر اور کافر کا حال مومن کے حال مذکورہ حال کے برعکس ہوتا ہے۔ (واما المنافق والکافر فبقول لہ ما کنت تقول فی

ہذا الرجل) لیکن منافق اور کافر تو ان میں سے ہر ایک کو کیا جانتا ہے تو اس مرد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہا کرتا تھا۔
 (فیقول ما ادری) منافق اور کافر جواب دیتے ہیں میں نہیں جانتا اور مجھے کوئی پتہ نہیں۔ (كنت اقول ما يقول
 الناس) میں ان کے بارے میں وہی کچھ کہنا تھا جو لوگ کہتے ہیں اور مجھے حقیقت حال معلوم نہیں ہو سکی۔ (فیقال له
 لا دریت ولا تلیت) تو اسے کہا جانتا ہے تو نے عقل سے سمجھنے کی کوشش نہ کی اور نہ تو نے قرآن پڑھا یا تو نے اہل حق کی
 پیروی نہ کی تلیت اصل میں تلاوت تھا۔ واد کو یا سے تبدیل کیا گیا۔ تلیت کی تحقیق میں بہت سی وجوہ ہیں جنہیں ہم نے
 عربی شرح میں بیان کیا ہے۔ (ویضرب بسطاق من حديد) اور اسے لوہے کی گرزوں سے مارا جاتا ہے مطارق
 مطرقہ بکسر میم و سکون طاء کی جمع بمعنی لوہاروں کا و دان اور گرز۔ (صربه) سخت مار۔ (فیصیح یسمعها من
 بلیہ غیر الثقلین) تو وہ منافق و کافر ایسی چیخ و پکار اور ایسی آہ و فریاد کرتا ہے جسے جنوں اور انسانوں
 کے سوا اس کے آس پاس کے سب سنتے ہیں۔ جنوں اور انسانوں کو اس کی چیخ و پکار کی آواز اس لیے نہیں سنائی جاتی تاکہ
 ابتلاء و تکلیف کا دستور اپنی جگہ قائم رہے۔ اور ایمان بالغیب موجد رہے۔ بدیہی اور عینی ایمان نہ ہو جائے (جو
 قابل قبول نہیں) اور تاکہ معیشت کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ ثقلین جن و انس کا نام ہے۔ ثقلین دو فتحوں کے ساتھ
 مسافر کے سارے سامان کو کہتے ہیں اور بر نفیس محفوظ چیز کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 (اف تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی تم میں دو نفیس اور عمدہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک
 کتاب اللہ دوسری اپنی عزت و اولاد جیسا کہ قاموس میں ہے۔) (متفق علیہ و لفظہ للبخاری) اس حدیث کو بخاری و مسلم
 دونوں نے روایت کیا لیکن یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تنبیہ۔ احادیث صحیحہ میں جو کچھ مذکور ہو وہ مومن کی نجات اور منافق و کافر کا عذاب ہے یہ فرمانبردار مومن
 کا حال ہوگا۔ مومن فاسق کا حال مذکور نہیں ہوا کہ کیا ہوگا اسے عذاب ہوگا یا نہ ہوگا۔ علماء نے اس کی وضاحت کرتے
 ہوئے فرمایا ہے کہ مومن فاسق ملائکہ کے جواب میں فرمانبردار کے ساتھ شریک ہے مگر بشارت اور جنت کا دروازہ
 کھلنے وغیرہ میں اس کے ساتھ شریک نہیں۔ یا ان میں بھی اس کے ساتھ شریک ہوگا مگر کمتر درجہ میں۔ یہ بھی ہو سکتا
 ہے اسے قدرے عذاب دیا جائے۔ مگر وہ فاسق جس نے خدا تعالیٰ سے مغفرت مانگ لی ہو (تو اس پر اللہ تعالیٰ مہربانی
 اور رحمت فرمائے گا)۔ واللہ اعلم۔

۱۱۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احداکم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم میں سے جب

اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَ
الْعِشَاءِ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِنُ
اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ
فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى
يَبْعَثَكَ اللهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

متفق علیہ

۱۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ يَهُودِيَةً دَخَلَتْ

عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ
لَهَا اَعَاذَكَ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللهِ عَنْ عَذَابِ
الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ
عَائِشَةُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلَوةٍ اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ - (متفق علیہ)

کوئی مر جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش
کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو اسے جنت
کی جگہ دکھائی جاتی ہے اور اگر وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے تو
اسے اہل دوزخ کی نشتگاہ دکھائی جاتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے یہ
ہے تیری نشتگاہ اس میں آنے کا منتظر رہے بیان تک کہ تجھے
قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زندہ کر کے لے آئے اس نشتگاہ کی
طرف یا اپنی طرف۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی
عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی تو اس عورت نے حضرت
عائشہ سے عذاب قبر کا ذکر کیا اور حضرت عائشہ سے کہا اللہ تجھے
عذاب قبر سے پناہ میں رکھے (یہ سن کر) حضرت عائشہ نے عذاب قبر
کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے۔ حضرت عائشہ
کتنی ہیں میں نے اس کے بعد حضور کو نہ دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز
پڑھی ہو مگر اس کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

شرح:- (و عن عائشة ان يهودية دخلت عليها) اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت

آپ کے پاس آئی۔ (فذكرت عذاب القبر) اور عذاب قبر کا ذکر کیا (ف قالت لها اعاذك الله من عذاب
القبر) اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے پناہ میں رکھے۔ اور جب کہ حضرت عائشہ عذاب کو نہ جانتی تھیں اور اس سے
پہلے کبھی اس کا نام نہ سنا تھا اس لیے آپ حیران ہوئیں اور اسے عجیب و غریب جانا۔ (فسالت عائشة رسول الله
صلى الله عليه وسلم عن عذاب القبر) تو حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا کہ
مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ (ف قال نعم عذاب القبر حق) آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق اور ثابت ہے۔
(قالت عائشة فما رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد صلي صلاة الا تعوذ بالله من عذاب
القبر) حضرت عائشہ کتنی ہیں میں نے نہ دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بعد کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو مگر

اس کے بعد اللہ کے پاس عذاب قبر سے پناہ لیتے تھے۔
یہاں اس امر کا احتمال ہے کہ یہودی عورت کے عذاب قبر کا ذکر کرنے سے پہلے حضور علیہ السلام بھی عذاب قبر سے واقف نہ ہوں اور اس کے متعلق ابھی وحی کا نزول نہ ہوا ہو۔ اس کے بعد وحی نازل ہوئی کہ قبر میں عذاب ہوگا اور حضرت عائشہ کو بھی اس کی اطلاع دی کہ عذاب قبر حق ہے اور تعلیم امت کے لیے ہر نماز کے بعد اس سے پناہ لینا اپنا درد بنالیا۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر کا پہلے سے علم تھا اور یہودی عورت سے سننے کے بعد اس سے پناہ لینے کا اتفاق ہوا۔ یا پہلے ہی سے آپ اس سے پناہ لیا کرتے تھے۔ مگر حضرت عائشہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ اور حضرت عائشہ کے دریافت کرنے کے بعد انہیں تنبیہ اور یاد دہانی کرنے کے لیے بلند آواز سے عذاب قبر سے پناہ لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ آخری احتمال باقی تمام احتمالات سے افضل اور اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۲۱۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ شَاهِدٍ قَالَ بَيْنَا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِيَنِ الْغَارِ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ وَنَحْنُ مَعَهُ إِذْ حَدَّثَتْ بِهِ فَكَادَتْ تُلْقِيهِ وَرَإِذَا أَقْبَرِيسَةٌ أَوْ خَمْسَةٌ فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هَذِهِ الْقُبُورِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَسَمِعْتِي مَا تَقُولُ قَالَ فِي الشَّرِّ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةُ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهِمْ أَفَلَوْ لَا أَنْ لَا تَدْفِنُوا لَدَعَوْتُ اللَّهُ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ عَذَابِ الْقُبُورِ الَّذِي أَسْمَعُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ

اور حضرت زید بن شاہد رضی اللہ عنہ سے روایت اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے ایک باغ میں خچر پر سوار تھے اندھ لوگ آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک وہ خچر بھاگ نکلا۔ تو قریب تھا کہ آپ کو گرا دے اور اچانک وہاں چھپا پانچ قبریں سامنے آئیں۔ آپ نے فرمایا ان قبروں کو کون جانتا ہے ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں۔ فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے اس نے عرض کیا شرک میں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کو ان کی قبروں میں عذاب کے اندر مبتلا کیا جاتا ہے اگر بیڈرنہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں وہ عذاب قبر سنو دینا جو میں سنا ہوں۔ پھر آپ اپنے چہو مبارک سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو، لوگوں نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ فرمایا عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ فرمایا لوگوں نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ فرمایا اللہ کے پاس ظاہری و باطنی فتنوں سے پناہ لو۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ کے

مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الْفِتْنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ
نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ
فِتْنَةِ الدَّجَالِ - رواه مسلم

پاس ظاہر و باطنی فتنوں سے پناہ لیتے ہیں۔ فرمایا دجال کے فتنہ
سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ لوگوں نے کہا ہم دجال کے فتنہ سے
اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

فِتْنَةُ الدَّجَالِ - رواه مسلم

مترشح :- (وعن زید بن ثابت) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری مدنی اور کاتب وحی میں جلیل
القدر فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ شرع کے حقوق و فرائض لہا کرنے میں مستعد اور کمر بستہ رہتے تھے۔
حضرت علیہ السلام کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت آپ کی عمر گیارہ برس تھی۔ غزوہ بدر کے وقت آپ کو چھوٹی عمر کا
شمار کیا گیا۔ غزوہ احد اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ ان حضرات میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن پاک جمع کیا۔
آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن پاک لکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے
مصحف میں نقل فرمایا۔

(قال) یہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی
النجار) اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں (بنی بنجار انصار کا ایک قبیلہ ہے) (علی بغلۃ لہ) اپنی ایک
خچر پر سوار تھے۔ (و نحن معہ) اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ (راذ حادث بہ) کہ اچانک وہ خچر بھاگ کھڑی ہوئی اور
اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت سے نیچے جھکا دیا۔ (تجد یقع ماء مہملہ) یعنی جھکانا اور ٹیڑھا کرنا۔ (فکادت
تلقیہ) تو نزدیک تھا کہ وہ آپ کو زمین پر گرا دے۔ (اد اذا اقبستہ او خستہ) اور اچانک وہاں چھپا پانچ قبریں سامنے
آئیں۔ (فقال من یعرف اصحاب ہذا القبور) آپ نے فرمایا ان قبروں میں جو لوگ دفن ہیں انہیں کون جانتا ہے۔
(قال رجل ان) ایک شخص نے کہا ان کو میں پہچانتا ہوں۔ (قال فمتی ما تو) فرمایا تو بتا یہ لوگ کب مرے اور کس زمانہ میں
اس جہاں سے رخصت ہوئے (قال فی الشریک) اس نے کہا زمانہ شرک میں مرے ہیں اور یہ لوگ مشرک تھے۔ (فقال) تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان ہذا الامۃ یتبتی فی قبورہا) بیشک یہ امت یعنی انسانوں کے اس گروہ کو مبتلا
کیا جاتا اور قبروں میں آزمائش کے اندر ڈالا جاتا ہے۔ (فلا ان لا تفتنوا) تو اگر اس کا ڈر نہ ہوتا اور یہ بات پیش نظر نہ
ہوتی کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے اور دفن کرنے کی رسم جہاں سے اٹھ جائے گا (ل دعوت اللہ ان یسمعکم) تو
اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں سنوادے (من عذاب القبر الذی اسمع منه) عذاب قبر سے وہ جو میں سنتا ہوں۔
یعنی اگر تم لوگ عذاب کی آواز نہ سن لو تو مردوں کو قبر میں دفن کرنا ترک کر دو۔

یہاں ایک سوال دار کیا جاتا ہے کہ عذاب قبر جیسا کہ تشریح عنوان میں بیان ہوا، دفن کرنے پر موقوف نہیں ہے خدا تعالیٰ چاہے تو مردے کو عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے چاہے وہ کھلے صحرا میں یا مچھلی کے شکم میں یا کسی اور جگہ ہو۔ نیز جب کہ اہل ایمان کو مردوں کے دفن کا حکم ہے تو محض اس خوف کے باعث دفن ترک کر دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس سوال کے جواب میں چند توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم لوگ عذاب قبر سن لو تو تم پر ایسا خوف اور ایسی دہشت طاری ہو جو تمہیں بے ہوش کر دے اور تمہاری عقل پھیر کر رکھ دے اور تم میں دفن کرنے کی قوت و فرصت نہ رہے۔ جیسا کہ مردوں کی بیخ و پکار جنات اور انسانوں کے نہ سننے کے متعلق گزشتہ بیان ہوا کہ اگر لوگ سن لیں تو کاروبار معیشت و زندگی معطل اور منقطع ہو کر رہ جائے۔ پس دفن کرنے کا عمل خوف عذاب کی بنا پر نہیں بلکہ عقل کے قوت بخشنے اور ہوش و حواس کے اڑ جانے کے سبب ہو گا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اگر تم لوگ مردوں کا عذاب سن لو تو تمہیں مشاہدہ اموات سے اس حد تک دہشت و وحشت لاحق ہو کہ تم ان کی تجھیز و تکفین کے لیے ان کے نزدیک نہ آ سکو۔ اور انہیں دفن نہ کر سکو۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں اس صفت پر پیدا کی گئی ہیں کہ وہ اپنے مردوں کے عیب چھپاتے ہیں اور شریعت میں ہی مردوں کے عیب چھپانے کا حکم ہے چنانچہ فرمایا اذکروا موتا کو بالخسیر (اپنے مردوں کو نیکی سے یاد کرو اور قبرستان لوگوں کے ہجوم و اجتماع کی جگہ ہے۔ تو تم لوگ انہیں دور صحرا میں پھینک آتے تاکہ کوئی آدمی وہاں نہ پہنچ سکے اور ان کا عذاب نہ سن سکے اور ان کے عیوب پر مطلع نہ ہو سکے۔ واللہ اعلم۔

(ثم اقبل علينا بوجهه يهرضون صلى الله عليه وسلم اپنے چہرہ النور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ (فقال) اور فرمایا (تعوذوا بالله من عذاب النار) عذاب دوزخ سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (نعوذ بالله من عذاب النار) ہم اللہ کے پاس عذاب دوزخ سے پناہ لیتے ہیں۔ (قال) آپ نے فرمایا (تعوذوا بالله من عذاب القبر) عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (نعوذ بالله من عذاب القبر) ہم اللہ کے پاس عذاب قبر سے پناہ لیتے ہیں عذاب قبر سے۔ (قال) آپ نے فرمایا۔ (تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن) ظاہر اور چھپے فتنوں سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ ظاہر فتنے وہ جو انسان کے ظاہری جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پوشیدہ وہ جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا جو فتنے تمہارے سامنے ہیں اور جن کو تم لوگ جانتے ہو۔ اور پوشیدہ وہ جو تم نہیں جانتے۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (نعوذ بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن) ہم ظاہر اور چھپے فتنوں سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

(قال فرمایا) (نعوذ بالله من فتنة الدجال) دجال کے فتنہ سے اللہ کے پاس پناہ (وقالوا) صحابہ نے کہا۔
(نعوذ بالله من فتنة الدجال) ہم لوگ فتنہ دجال سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۱۲۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقْبِرَ النَّبِيُّ اتَّاهُ مَلَكَانِ اسْوَدَانِ أَذْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنْتَ نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا ثُمَّ يَفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثَمَّ يَنْتَوِيهِ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ نَمْ فَيَقُولُ أَرْجِعْ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ فَيَقُولَانِ نَمْ كُنُومَةُ الْعُرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ قَوْمٍ سَمِعَتْ النَّاسُ يَقُولُونَ قَوْلًا فَعَلْتُ مِثْلَهُ لَأَدْرِي فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ التَّسْبِيحِ عَلَيْهِ فَتَلْتَمِعُ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفُ أَمْرًا عَنْهَا فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذِّبٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کے رنگ سیاہ اور آنکھیں میل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں وہ اس سے پوچھتے ہیں تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ میت جواب دیتا ہے وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر اس کے لیے ستر گز چوڑی اور ستر گز لمبائی میں کھلی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے اس میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے سو جا۔ میت کہتا ہے میں اپنے اہل و عیال کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کو خبر دوں تو وہ فرشتے کہتے ہیں نئی دہن کی طرح سو جا جسے اس کے اہل میں سب سے پیارا فرد ہی اگر جگاتا ہے۔ تو وہ سویا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی جگہ (قبر) سے اٹھائے گا اور اگر وہ میت منافق ہوتا ہے تو فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے میں لوگوں سے سنا تھا کہ وہ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی اسی طرح کہا میں نہیں جانتا۔ وہ فرشتے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ تو زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر مل جا تو وہ اس

حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجِعِهِ

ذَلِكَ -

پر مل جاتی ہے۔ اور اس کی ہڈیاں ایک دوسری میں پھنس جاتی ہیں
تو ہمیشہ وہ عذاب میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی جگہ
(قبر سے اٹھائے گا۔) قیامت کے دن۔

(رداۃ التومذی)

شرح: - عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقتبل میت اتاہ ملکان

اموہان از دقتکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے
ایسے آدمی کی صورت میں آتے ہیں جس کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ سیاہ رنگ سے یا تو حقیقتہ سیاہ رنگ ہی
مراد ہے کہ سیاہ رنگ میں دوسرے رنگوں کی نسبت دہشت اور وحشت زیادہ ہوتی ہے یا سیاہ رنگ سے ان کا قبیح
المنظر اور بد شکل ہونا مراد ہے۔ اور نیلی آنکھوں سے ان کا تیز آنکھوں سے دیکھنا اور نظر کو گھمانا مراد ہے جس طرح دشمن
دشمن کو تیز نگاہوں سے دیکھتا اور اپنی نگاہ گھماتا ہے کہ اس کی سیاہی چھپ جاتی اور سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے۔ بعض
کہتے ہیں عرب دشمن کو نیلی آنکھ سے موصوف کہتے ہیں کہ رومی لوگ عربوں کے دشمن ہیں اور ان کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں
ایقال لاحدھا النکر وللآخر النکیر ان میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ منکر بفتح کاف دونوں کا معنی
نا آشنا اور وحشت ناک ہے نکرہ بمعنی نا آشنائی سے مشتق ہے اور معرفت بمعنی آشنائی کی ضد ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ منکر
نکیر دو اشخاص کا نام ہے جو ہر میت کے سر پر انسانی شکل میں متشکل ہو کر سامنے آتے ہیں۔ بعض علما نے کہا ہے یہ دو گروہوں
کا نام ہے۔ اور ان دونوں کے بے شمار افراد ہیں۔ علما نے یہ بھی کہا ہے کہ منکر و نکیر نافرمان لوگوں کے فرشتوں کا نام
ہے۔ اور فرمانبرداروں کے فرشتوں کا نام مبشر اور بشیر ہے۔ واللہ اعلم۔

فیقولان ما کنت تقول فی هذا الرجل وہ دو فرشتے کہتے ہیں تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا
تھا۔ فیقول میت اس سوال کے جواب میں کہتا ہے ہو عبد اللہ ورسولہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے
رسول ہیں۔ اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمدنا عبدہ ورسولہ فیقولون قد کنا نعلم انک
تقول ہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ
سن کر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا یعنی تیرے ایمان کا نشان تیرے حال کے چہرے کو دیکھ کر
ہمیں معلوم ہو گیا تھا۔ ثم یقسم لہ فی قبر سبعون ذراعاً فی سبعین پھر اس کے لیے اس قبر ستر و سترگز
وسیع کر دی جاتی ہے۔ یہ اس کے کشادہ ہونے سے کہ یہ پچھین عدد مراد نہیں ہے۔ ثم ینور لہ فیہ پھر میت کے
لیے اس کی قبر میں روشنی کی جاتی ہے ثم یقال لہ ثم پھر اس سے کہا جاتا ہے آرام کی عین سو جا۔ فیقول ارجع

الی اہلی فاجہو حمایت کتا ہے میں اپنے اہل خانہ کے پاس جاتا ہوں تاکہ انہیں اپنی راحت سے مطلع کروں، جیسے کوئی غریب الوطن مسافر کسی شہر میں وارد ہو۔ اور وہاں پہ اسے آرام و راحت نصیب ہو تو کتا ہے کاش اپنے رشتہ داروں کے پاس واپس جاؤں انہیں اپنی خوشی و راحت کے حال سے آگاہ گردوں اور انہیں دیکھوں۔ (فیقولان نمرکتومۃ العود) تو اس میت سے کہا جاتا ہے اب تو سو جا جیسے نئی دلہن یا دو لہما سوتا ہے۔ عروس کا لفظ مرد و عورت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (الذی لا یوفیظہ الا حب اہل الدلیہ) جسے نہیں بیدار کرتا مگر اس کے اہل میں سے اس کے نزدیک سب سے محبوب اور پیارا فرد۔ ہر آدمی کا اگر بیدار کرنا انسان کو ناگوار گزرتا ہے۔ اور وحشت و کوفت کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ہر انسان سوئے ہوئے کو بیدار کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ہاں جب اس کے پاس اس کا محبوب آتا ہے تو اسے بیدار کرتا ہے (یہی حالت کچھ اس میت کی ہوتی ہے)۔ (حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذلک) یہاں تک کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے اس کی خواہگاہ سے اٹھا کھڑا کرے گا۔

(وان کان منافقا قال) اور اگر میت منافق یا کافر ہوتا ہے تو کتا ہے (سمعت الناس یقولون قولاً) میں نے لوگوں سے سنا تھا کہ وہ اس مرد کے بارے میں کچھ کہتے تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ (فقلت مثلاً) تو میں نے بھی ویسا ہی کہا اور میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کا انکار کیا۔ (لا ادعی) میں ان کی حقیقت حال سے واقف نہیں ہوں۔ (فیقولان قد کننا نعلم انک تقول ذالک) تو فرشتے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ یعنی ہم نے کفر کا نشان تیرے چہرے میں دیکھ لیا تھا۔ (فیقال للارض التمنی علی) پھر زمین کو حکم ہوتا ہے تو اسے پس ڈال۔ (فتلتئم علیہ) تو زمین اس کی ہڈیوں اور اس کے جسم کو توڑ مروڑ دیتی ہے۔ (فتختلف اضلاعہ) تو اس کی ہڈیاں اور سیلیاں زمین کے دبانے سے ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ (فلا یزال فیہا معذباً) تو ہمیشہ وہ قبر اندر عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ (حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز اس کی خواہگاہ سے اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

۱۲۳۔ وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجَلِّسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّي اللَّهُ فَيَقُولَانِ لَهُ

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں پھر سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے میت جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

مَا دَيْنُكَ فَيَقُولُ دَيْنِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ
مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ
فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا يَدْرِيكَ
فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَأَمِنْتُ
بِهِ وَصَدَقْتُ - فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ
اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
الْآيَةَ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ
صَدَقَ عَبْدِي فَأَنْزِلُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ
وَالْبُسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا
إِلَى الْجَنَّةِ فَيَنْفَعُهُ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ
رُوحِهَا وَطَيِّبُهَا وَيُفَسِّسُ لَهُ فِيهَا مَدَّةً
بَصِيرَةً - أَمَّا الْكَافِرُ فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ وَيَعَادُ
رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ يَجْلِسَانِ
فَيَقُولَانِ مَنْ تَرَبُّكَ - فَيَقُولُ هَاهَا هَاهَا
لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دَيْنُكَ
فَيَقُولُ هَاهَا هَاهَا لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ مَا
هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ - فَيَقُولُ
هَاهَا هَاهَا لَا أَدْرِي فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ
السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ الْكَافِرُ شَوْهًا مِنَ النَّارِ
وَالْبُسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى
النَّارِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسُومِهَا
وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَعْتَلِفَ عَلَيْهِ

پھر اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ جواب
دیتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر دریافت کرتے ہیں یہ شخص جو تم
میں مبعوث ہوا ہے، کون ہے میت جواب دیتا ہے وہ اللہ
کے رسول ہیں فرشتے پوچھتے ہیں تجھے اس کا علم کیسے ہوا۔ وہ
کتاب ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تو اس پر ایمان لایا اور اس
کی تصدیق کی۔ تو یہی ہے اللہ تعالیٰ کا قول یثبت اللہ علی
آخر الکایۃ تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے۔ میرے
بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ اور اسے جنت کا
لباس پہناؤ۔ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول
دو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو اسے جنت کی راحت اور اس کی
خوشبودہ پہنچتی ہے۔ اور اس کی ہڈی تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی
ہے۔ لیکن کافر تو اس کی موت کا حضور نے ذکر فرمایا۔ کہا اس کی
روح اس کے جسم میں واپس لوٹاٹی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس دو
فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں پھر اس سے سوال کرتے ہیں
تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے افسوس مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔
پھر اس سے سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا پھر اس سے سوال
کرتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث ہوا ہے وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا
تو آسمان سے ایک ندا کرنیوالا ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اس کیلئے آگ کا فرش
بچھاؤ اور اسے دوزخ کا لباس پہناؤ اور اس کیلئے آتش دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو
حضور علیہ السلام نے فرمایا تو اسے آگ کی پیش اور زہریلی اور گرم ہوا اپنی شریعت ہو جاتی ہے اور
اس کی قبر اس پر تپک ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی ہڈیاں دوسری
طرف کی ہڈیوں میں بچنس جاتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھا اور
بہرہ فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کے پاس دوسرے کا دندان

أَضْلَاعُهُ تُرْقِيقُ لَهَا عَمًى وَأَصْفَرُ مَعَهُ
مُرْدَبَةٌ مِنْ حَدِيدٍ وَضَرْبُ بِهَا جَبَلٌ لَصَّارٌ
تُرَابًا فَيَضْرِبُهُ بِهَا عَرَبَةٌ فَيَصِيرُ
صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا تُرْعِلُ أَدْنِيَهُ
الرُّوحُ (رواه احمد و ابو داود)

ہوتا ہے اگر اس سے پہاڑ کو مارا جائے تو ٹوٹ پھوٹ کر مٹی
ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس ودان کے ساتھ اسے مارتا ہے۔
کہ انسانوں اور جنوں کے سوا مشرق و مغرب کے درمیان داسے اس
کی چیخ و پکار سنتے ہیں وہ اس مار کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس
میں روح ٹوٹائی جاتی ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے۔

شرح: (رو عن البراء بن عازب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔) قال (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔) یا تبتہ ملکان
فیجلسا (مومن کے پاس قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں۔) فیقولان لہ من ربک (اور اسے کہتے
ہیں تیرا رب کون ہے۔) فیقول رجلان مومن کتابہ میرا رب اللہ ہے۔) فیقولان لہ ما دینک (پھر اسے کہتے ہیں
تیرا دین کیا ہے۔) فیقول دینی الاسلام (وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔) فیقولان ما هذا الرجل النبی
فیکرم (پھر کہتے ہیں یہ مرد کون ہے جو تمہارے اندر مبعوث ہوا تھا۔) فیقول هو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مومن کہتا
ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔) فیقولان لہ ما یدریک (پس کہتے ہیں تجھے اس بات کا علم کیسے ہوا۔) اور
تجھے کس طرح علم ہوا کہ یہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں (فیقول قرأت کتاب اللہ فامنت بہ وصدقتم) مومن
جواب دیتا ہے۔ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تو ان پر ایمان لایا اور ان کے حق ہونے کی تصدیق کی۔) فذالک
قولہ (اسی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول سے۔) یشہد اللہ الذین امنوا بالقول الثابت الا یہ (یعنی اس قول
میں ثابت رکھنے سے مراد یہی ہے کہ قبر میں نہ کہہ رہے طریق پر اسے جواب دینے کی توفیق عطا کرتا ہے۔) قال (رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) فینادی مناد من السماء ات صدق عبدی (تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا
کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔) ظاہر یہ ہے کہ امانہ دینے والا خود خدائے عز و جل ہوتا ہے کہ یہ الفاظ پیدا کر
دیتا ہے جو مرادی معنی پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کو امانہ دینے کا حکم ہوتا ہے۔
(فافرشوا من الجنة) (تو اس کے لیے بہشت کے فرشتوں میں سے فرش بچھا دو۔) (افرشوا) بفتح ہمزہ افرش سے
مشتق ہے۔) (والبسوة من الجنة) (اور اسے بہشتی لباسوں میں سے لباس پہنا دو۔) (وافتحوا الی الجنة)
اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔) (فیفتح) (تو اس کے لیے بہشت کی جانب ایک دروازہ کھول

دیا جاتا ہے۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رخیاتیہ من روحھا وطیبھا، تو مومن کو آنا شروع ہو جاتی ہے۔ جنت کی راحت، اس کی رحمت اور بہشت کی باد نسیم۔ اور وہاں کی خوبی اور خوشبو۔ (وینفسہ لہ فیہا مد بصرہ) اور کشادہ کر دی جاتی ہے جانب بہشت جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ گزشتہ حدیث میں آیا کہ مومن کی قبر کی کشادگی ستر در ستر گز ہو جاتی ہے۔ اور وہاں بیان ہوا تھا کہ یہ کشادگی اور وسعت سے کنایہ ہے اور اس وسعت و کشادگی کو بطور مبالغہ بیان کرنا مقصود ہے۔ عدد معین مراد نہیں ہے۔ بل بصر سے مبالغہ مراد ہے تحدید و تعیین مقصود نہیں ہے یا ستر در ستر کی کشادگی تو عام مومنین کی قبر کے لیے ہوتی ہے اور تا حد نگاہ کشادگی خاصا حق تعالیٰ کی قبر کے لیے ان کے درجہ و مراتب اور خدا تعالیٰ فضل و کرم کے مطابق ہوتی ہے۔

(واما الکافر فندکو موتہ قال) باقی رہا کافر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا قصہ بایں الفاظ ذکر فرمایا۔ (ويعاد روحہ فی جسدہ) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس عبارت کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اسے حقیقتہً زندہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھا۔ مگر اس طرح کی زندگی کافر کے ساتھ مخصوص ہوگی تاکہ اسے عذاب کا شدت سے احساس ہو۔ اور پوری سختی کے ساتھ عذاب کا مزہ چکھے۔ واللہ اعلم۔

(ویاتیہ مملکان فی مجلسان) اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ جو اسے بٹھا دیتے ہیں۔ (فیقولان من ربک) تو اس سے دریافت کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے۔ (فیقول) کافر جواب دیتا ہے۔ (ہا ہا ہا) ہائے افسوس۔ یہ وہ کلمہ ہے جسے حیرت اور دہشت زدہ اور درد و اذیت میں مبتلا انسان زبان پر لاتا ہے۔ جیسے آہ اور ای ای کا لفظ بھی ایسے وقت میں زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ (لا ادراى) میں نہیں جانتا اور مجھے کچھ علم نہیں (فیقولان لہ ما دینک) پھر اس سے دریافت کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ (فیقول) وہ جواب دیتا ہے (ہا ہا لا ادراى) اے افسوس میں تو کچھ نہیں جانتا (فیقولان ما هذا الرجل الذی بعث نیکو فیقول ہا ہا لا ادراى) یعنی پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث ہوا ہے۔ ہائے افسوس میں نہیں جانتا (فینادی منادی من السماء ان کذاب) تو آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اس کافر نے جھوٹ بولا ہے کہ میں نہیں جانتا کیونکہ دین اسلام کی آواز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہرت اور حق کے انوار کی چمک مشرق و مغرب میں پھیل چکی تھی۔ اس کا یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا، کیا حقیقت رکھتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مومن کے لیے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی بنا پر نفع عہدی استعمال فرمایا اور اسے عزت دینے اور اس کے اعزاز و اکرام کی خاطر اپنی جانب اس کی نسبت کی۔ کافر کو اس اعزاز سے سرفراز نہ فرمایا۔ اگرچہ پیدائش کے اعتبار سے کافر و مومن دونوں اس کے بندے ہیں لیکن محبت و رضا اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے۔

(فافرشوه من الناس والبسوه من الناس وافتحوالہ بابا الى الجنة) اس کے لیے آگ کا بستر بچھاؤ۔ اور اسے آگ کی پوشاک پہناؤ۔ اور اس کے لیے آگ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (فیباتیہ من حوا وسمومہا) تو اسے آگ کی تپش اور اس کی زہریلی اور گرم ہوا پہنچنا شروع ہو جاتی ہے۔ (قال) فرمایا۔ (ویضیق علیہ قبرہ) اور کافر پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ (حتی تختلف فیہ اضلاعہ) یہاں تک کہ اس کے پہلوؤں کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور اُدھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ (تحریق فیض لہ اعی واصلہ) پھر مسلط کیا جاتا ہے اس پر ایک فرشتہ اندھا اور بہرا۔ یہ اس کی بے ہوشی، شہافت اور اس کی سنگدلی سے کنایہ ہے کہ وہ اس کی پریشان حالی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کے خالہ و فریاد کو نہیں سنتا۔ اور اس پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ (معہ مرزبہ من حدید) اس کے پاس پتھر توڑنے والا ودان ہوتا ہے۔ (مُرزَبَةٌ بکسر میم، وسکون راء وفتح زاء) اور باکی تشدید و تخفیف کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ (لو ضرب بها جمل لصارت رابا) یہ ودان اتنا سخت اور بڑا ہوتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ کسی پہاڑ کو مارا جائے تو وہ پس کر مٹی ہو جائے (فیض بہ بھا) ضربت) تو وہ اس ودان کے ساتھ اسے سخت مارتا ہے۔ وہ اس سے سخت پیچ و پکار کرتا ہے۔ (یسمعہا) مابین المشرق والمغرب) کہ اسے مشرق و مغرب کے درمیان کی ہر چیز، حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات تک سنتی ہے۔ (اکا الثقلین) مگر جنات اور انسانوں کو اس کی آواز نہیں سنوائی جاتی اس حکمت و مصلحت کی بنا پر جو حدیث انس کی فصل اول میں مذکور ہوئی۔ (فیض بہ ترا بھا) تو وہ کافر پر اس کے خاک و نابود ہو جاتا ہے (ثمر یجاد فیہ الروح) پھر اس کے بدن میں اس کی روح واپس لوٹائی جاتی ہے۔ تو عادیہ روح اور اسے قبر میں زندہ کرنا بار بار ہوتا ہے۔ یہ اس کے لیے شدت اور زیادہ عذاب دینے کی غرض سے ہوتا ہے۔ اور اس کے بعث بعد الموت اور عادیہ روح کے انکار کی جزا کے طور پر ہوتا ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس تقدیر پر قبر میں دوبارہ زندہ کرنا اور دوبارہ مارنے کا عمل ہوتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے ایتہ کریمہ اَمَتْنَا اَتْنَتْنِیْنَ وَاَحْيَيْنَا اَتْنَتْنِیْنَ (تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا) کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بعض مفسرین پہلی بار مارنے سے یہی دنیا میں متعارف مارنا اور قبر میں زندہ کرنے کو پہلی بار زندہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ اور دوسری بار مارنے سے فرشتوں کے سوال و جواب کے بعد مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے سے بعث و نشور کے وقت زندہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ بہر صورت ان کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردے کو سوال و جواب کے بعد، اور اسے دوزخ میں نشست گاہ دکھانے اور اس کی طرف دروازہ کھولنے

کے بعد مار دیتے ہیں۔ پھر قیامت و بعثت کے روز اسے زندہ کریں گے۔

اور ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے کو تا قیامت قبر میں عذاب و نعمت اور رنج و راحت پہنچتا رہتا ہے۔ اس پر موت طاری ہونے اور روح کے بدن سے تعلق نہ رکھنے کے باوجود شاید یہ اس کی روح کی حالت ہوتی ہے۔ جیسے زیارت کو آنے والوں کا شعور و ادراک اور اس کا انہیں شناخت کرنا بھی روح سے ہوتا ہے۔ یہ مقام غور و تحقیق ہے واللہ اعلم۔

۱۲۴۔ وَعَنْ عُثْمَانَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرِ بَكِي حَتَّى يُبَدَّ لِحَيْتُهُ فَقِيلَ لَهُ تَذَكَّرِ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكُو مِنْ هَذَا فَقَالَ إِنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَّ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ السَّيْرُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ رَدَّوْا الْقَوْمَ

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو رو پڑتے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ آپ سے کہا گیا آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے مگر قبر دیکھ کر رو پڑتے ہیں۔ تو فرمایا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر بندہ اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کا معاملہ آسان ہے۔ اور اگر اس منزل سے ہی نجات نہ پائی تو اس کے بعد کا معاملہ اس سے سخت تر ہو گا۔ حضرت عثمان نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (بھی) کہا تھا کہ میں نے کوئی منظر نہیں دیکھا مگر قبر اس سے بھی زیادہ گھبرا دینے والا منظر ہے۔

ابتداءً وقال الترمذی هذا حديث غريب -

شرح :- (وعن عثمان) رضی اللہ عنہ (انہ کان اذا وقف على قبر بكي) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو رو پڑتے۔ (حتى يبدد لحيته) یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ (ف قيل له تذكر الجنة والنار فلا تبكي) حضرت عثمان سے کہا گیا آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں مگر نہیں روتے (وتبكي من هذا) اور قبر پر کھڑے ہوتے اور قبر کو دیکھتے اور اس کا عذاب یاد کرتے ہی رو پڑتے ہیں۔ (ف قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال) آپ نے فرمایا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (ان القبر اول منزل من منازل الآخرة) کہ بیشک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ (فان نجا منه) تو اگر کوئی شخص اس کے عذاب اور اس کے رنج و غلب سے نجات پا گیا (فما بعد ما بعد) (فما بعد ما بعد)

تو جو منزلیں اور گھاٹیاں اس کے بعد ہیں وہ اس سے آسان تر ہیں۔ (روان لہرینج منہ فی بعدہ ۱ شد منہ) اور اگر عذاب قبر سے نجات نہ پائی تو جو کچھ اس کے بعد ہے وہ اس سے سخت تر ہے۔ جس طرح عالم ظاہر میں کسی مجرم کو بادشاہ وقت کے پاس لاتے ہیں اگر اس کے سامنے آتے ہی اس سے مہربانی اور آسانی کا سلوک کیا گیا تو اس کے بعد جو کچھ اس کے ساتھ ہوگا، آسان تر ہوگا۔ اور اگر سامنے آتے ہی اس سے سخت رویہ اختیار کیا گیا تو آخر تک اس کا معاملہ سخت تر ہوگا۔ (رفاں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ (وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا (ما رايت منظر اقط) میں نے کوئی بُرا اور ناخوش و نا پسندیدہ منظر نہیں دیکھا۔ (۱) لہذا القبرا فظہنا مگر یہ کہ قبر کا منظر اس سے بھی بدتر اور سخت تکلیف دہ ہے۔ کیونکہ اس سے تکلیف و عذاب سامنے آتا ہے۔ جس سے انسان کی زندگی تلخ اور بد مزہ ہو جاتی ہے۔

۱۲۵ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيْبِتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ (روا کا ابوداؤد)

اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو (اس کی قبر پر) کھڑے ہوتے اور فرماتے (اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو پھر اس کے لیے ایمان پر قائم رہنے کی دعا کرو کہ بیشک اس سے اب سوال ہوگا۔)

شرح: (روا کا ابوداؤد) کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا فرغ من دفن المیت وقف علیہا اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا (جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس پر یعنی اس کی قبر پر کھڑے ہوتے۔ (رفاں) اور فرماتے (استغفر لہ) (اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو) (اسلوا لہ بالتبیت) (پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اسے منکر نکیر کے جواب میں استقامت عطا کرے۔ (فانہ الان یسئل) کہ بیشک اس سے ابھی سوال ہوگا۔)

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور ان کے لیے استغفار اور طلب بخشش رحمت کا سبب و ذریعہ ہے۔ مشائخ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی مذہب ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد میں یہ بات تحریر شدہ ہے کہ وفی دعاء الاحیاء للاہلوات و صدقہ عنہم نفعلہم زندوں کے مردوں کے لیے دعا کرنے اور ان کی طرف سے صدقہ کرنے میں انہیں نفع اور فائدہ پہنچتا ہے۔ اور دعا و طلب استقامت اس تلقین کے علاوہ ہے جو دفن میت کے بعد کرتے ہیں۔ یہ تلقین بہت سے شافعیہ اور

بعض احناف کے نزدیک مستحب ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا حب تمہارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے۔ اور تم اسے دفن کر دو اور مٹی ڈال دو۔ تو چاہیے کہ تم میں ایک شخص اس کے سر ہانے کھڑا ہو کر کہے۔ اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے۔ میت اس کی یہ آواز سنتا ہے مگر جواب نہیں دے سکتا۔ پھر کہے اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے جب دوبارہ یہ آواز سنتا ہے تو قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر تیسری بار وہ کہے اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے اس پر وہ میت کہتا ہے اللہ تجھ پر رحمت کرے بتا کیا کہنا چاہتا ہے۔ لیکن تم لوگ اس کی یہ بات نہیں سنتے۔ پھر کہے اے فلاں وہ کلمہ یاد کر جس پر دنیا میں تھا۔ یعنی کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبده ورسوله اور یہ کہ تو اس پر راضی تھا کہ خدا تعالیٰ تیرا رب ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رسول برحق ہیں۔ اور تیرا دین دین اسلام ہے۔ قرآن مجید تیرا امام و راہنما ہے جب میت یہ کہتا ہے تو منکر و نکیر فرشتے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں اس بندے کے پاس سے باہر نکل چلیں اب ہمیں اس سے کیا کام اللہ تعالیٰ نے خود اسے اس کی حجت اور دلیل سکھادی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم لوگ اس کی ماں کا نام نہ جانتے ہوں۔ تو پھر کس طرح آواز دیں اور کس کی طرف نسبت کریں۔ فرمایا اس کی طرف نسبت کر جو سب کی ماں ہے۔ انتہی۔

اور اول سورہ بقرہ سے تفلحون تک اور اس کا آخر آمن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھنا بھی آیا ہے اور اگر اس وقت قرآن مجید ختم کریں تو یہ زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ بعض علماء سے یہ بھی سنا گیا ہے اس موقع پر مسائل فقہ میں سے کوئی مسئلہ بیان کریں تو اس کی بھی فضیلت ہے۔ اور باعث نزول رحمت ہے۔ اور اس موقعہ و محل کے مناسب یہ ہے کہ وراثت کا مسئلہ بیان کیا جائے۔ اور مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا ختم کرنا مکروہ نہیں ہے، اگرچہ بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

۱۲۶۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَطُفُ الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسْعَةٌ قَسَعُونَ تَيْنًا تَنْعَسُهُ وَتَلْدُهُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ كَوْنًا أَنْ تَيْنًا مِمَّنْهَا نَفْسٌ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ خَضِرًا

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ کافر ہمہ اس کی قبر میں ایک کم سو بڑے جسم کے اندر نہایت زہریلے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں۔ جو اس کے بدن کو قیامت تک نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک سانپ بھی زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ

رواہ الدارمی وروی الترمذی نحوہ و قال

سبعون بدل تسعة وتسعون۔
اگنا ختم کر دے اسے دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی اسی کی مانند روایت کیا مگر اس میں تسعة وتسعون کے بجائے سبعون کا لفظ ہے۔

شرح:- (وعن ابی سعید) اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیسٹ علی الکافر فی قبرہ) البتہ مسلط کیے جاتے ہیں کافر پر اس کی قبر میں (تسعة وتسعون تینا) توڑے اور نو اڑھے۔ (تنہسہ وتلغۃ حتی

تقوم الساعة) جو قیامت تک اسے نو چٹا ورڈ ستے رہتے ہیں۔ تینیں بکسرتا و کسرتون مثلاً بڑا سانپ جسے اڑدھا کہتے

ہیں۔ لدغ ڈسنا انس بفتح نون و سکون ہا اور سین ہملہ بمعنی اگلے دانٹوں سے پکڑنا اس کا حاصل معنی بھی ڈسنا

دونوں الفاظ کے ذکر کرنے سے مقصود تاکید ہے۔ (لوان تینا منها ففتح فی الارض) اگر ان اڑدھوں میں کوئی

اڑدھا زمین میں پھونک مارے۔ (ما اذبت خضراء) تو زمین سے سبزہ اگنا بند ہو جائے۔ یعنی اس کے سانس

کی تپش اور گرمی سے سب کچھ جل جائے۔ خضراء بفتح خاء و کسرتا و اور بفتح خاء و سکون ضا و الف ممدودہ دونوں

طرح مروی ہے۔ (رواہ الدارمی) اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ دارمی نے روایت کیا۔ (وروی

الترمذی) اور ترمذی نے بھی اسی کی مانند روایت کیا۔ یعنی دونوں کا معنی ایک اور الفاظ مختلف ہیں (قال سبعون

بدل تسعة وتسعون) اور ترمذی نے دارمی کے لفظ تسعة و تسعون کے بجائے روایت کیا۔

مراد دونوں سے مبالغہ ہے۔ اس عدد معین کا علم قطعی شارع کو ہے اور بعض علماء نے مناسبت ذکر کی ہے۔ جیسا کہ علامہ

طیبی نے نقل کیا۔ اور کہا خدا تعالیٰ نے سور حمیتیں پیدا فرمائیں۔ ان میں سے صرف ایک دنیا میں نازل فرمائی۔ کہ جہاں میں جو

شفقت و مہربانی پائی جاتی ہے اس ایک رحمت کا اثر ہے۔ اور ایک کم سور حمیتیں عالم آخرت کے لیے رکھی ہیں۔ اور کافر

نے جب احکام النبی کی تکذیب کی اور اس کا حق عبودیت ادا نہ کیا تو ہر رحمت کے بجائے اس کے لیے ایک اڑدھا تیار

کر دیا گیا۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ایک کم سونا نام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پہا بیان لانا ضروری ہے اور کافر نے جب

ان کا انکار کیا تو ہر عدد کے مقابلے میں ایک اڑدھا اس پر مسلط کر دیا گیا۔ طیبی کا کلام ختم ہوا۔

اور قریب تر تو جیہ یہ ہے کہ یہ سانپ بچھو اس کی صفات ذمہ اور بُرے اخلاق ہیں۔ جو متحمل ہو کر اس

کے سامنے آتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے علم شارع میں اصول اخلاق کی تعداد اس قدر ہو کہ ایک اعتبار سے انہیں ایک

کم سو کنا درست ہو اور دوسرے اعتبار سے ستر کی تعداد تک لوٹنا نا درست ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ والشر اعلم۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۲۶۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ

مُعَاذٍ حِينَ تَوَفَّى فَلَمَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّيْتُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَهُ

فِي قَبْرِهِ وَسَوَى عَلَيْهِ سَبْعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّيْتُ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ

فَكَثَرْنَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ سَبَّحْتَ

ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَاقُّقَ عَلَى هَذَا

الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللَّهُ عَنْهُ

رواه احمد۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا ہم لوگ سعد بن معاذ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے جبکہ وہ فوت ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھ لی اور اسے قبر میں رکھ دیا گیا اور مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی تو ہم نے بھی کافی دقت تسبیح پڑھی۔ پھر آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں کہی۔ فرمایا بیشک اس عبد صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تنگی دور کر دی اور اس کے لیے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا گیا۔

شرح :- (عن جابر قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى سعد بن معاذ حين توفي)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے جبکہ ان کی وفات ہوئی۔ (فلما اُصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ (ووضع فی قبره) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا۔ (وسوی علیہ) اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (سبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی (سبحان اللہ سبحان اللہ) طویل (ثم کبر) ہم نے بھی لمبی یا عرصہ دراز تک تسبیح پڑھی۔ (ثم کبرنا) پھر آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی اور آپ نے اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔ (فقیل) آپ سے دریافت کیا گیا۔ (یا رسول اللہ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ) یا رسول اللہ آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں پڑھی۔ (قال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لَقَدْ تَضَاقَّقَ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللَّهُ عَنْهُ) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کشادگی عطا کی اور تنگی دور کر دی۔ (یا اس عبد صالح پر اس کی قبر تنگ ہوئی۔) (حتى فرجه الله عنه) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کشادگی عطا کی اور تنگی دور کر دی۔ (سبحان اللہ سبحان اللہ) طویل (ثم کبر) ہم نے بھی لمبی یا عرصہ دراز تک تسبیح پڑھی۔ (ثم کبرنا) پھر آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی اور آپ نے اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔ (فقیل) آپ سے دریافت کیا گیا۔ (یا رسول اللہ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ) یا رسول اللہ آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں پڑھی۔ (قال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لَقَدْ تَضَاقَّقَ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللَّهُ عَنْهُ) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کشادگی عطا کی اور تنگی دور کر دی۔ (یا اس عبد صالح پر اس کی قبر تنگ ہوئی۔) (حتى فرجه الله عنه) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کشادگی عطا کی اور تنگی دور کر دی۔

تعجب کے طور پر تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی تنگی اور اس کا دبانا ہر میت کو ہوتا ہے۔ اگرچہ میت انتہا درجے کا مرد صالح کیوں نہ ہو۔ اور یہ مرد صالح یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وہ بزرگ شخصیت ہیں کہ ان کی موت پر عرش الہی جنبش میں آیا۔ آپ کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ ستر ہزار فرشتے نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔ قبر کی یہ تنگی یا تو کسی تقصیر کے باعث تھی جو آپ سے قرب حق میں واقع ہوئی یا سنت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ہر شخص کو قبر و باقی ہے جیسے ہر شخص کے لیے روزِ آخر پر درود مفردی ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۲۸۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الَّذِي نَحْرُكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ مَرَّ مِنْهُ تَعْرِفُوجُ عَنْهُ۔
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (سعد بن معاذ) وہ شخص ہے جس کے لیے عرش حرکت میں آیا۔ اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ستر ہزار فرشتے آپ کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ بھگ آپ کو سخت دبایا گیا اور آپ پر بھی قبر سخت تنگ ہوئی۔ پھر اس دشواری اور تکلیف سے آپ کو شادگی عطا کی گئی۔
رواہ النسائی

شرح: سرور عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (هذا الذي نحررك له العرش) فتح له العرش (و شهدته سبعون ألفاً من الملائكة) لقد مر منه تعرفوج عنه۔
سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حق میں ان کے دفن کے بعد فرمایا۔ (هذا الذي نحررك له العرش) یہ وہ (نیک شخصیت) ہے جس کے لیے عرش جنبش میں آیا۔ ایک روایت میں یوں ہے (هذا الذي نحررك له العرش) لموت سعد بن معاذ کہ حضرت سعد بن معاذ کی موت پر عرش جھوم اٹھا۔ ایک روایت میں عرش الرحمن کا لفظ آیا ہے۔ اس کلام کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ یہ حرکت میں آنا اور جھومنا خوشی اور مسرت و نشاط سے کنایہ ہے۔ یعنی ان کی روح پاک کے عالم قدس کی طرف پرواز کرنے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی عظمت و بزرگی کی بنا پر امدان کی تشریف آوری کی بشارت ملنے پر اہل عرش نے خوشی منائی اور فرحت و نشاط کا اظہار کیا۔

دوسرا یہ کہ یہ ان کی موت کے عظیم ہونے اور اس حادثہ کے شدید ہونے سے کنایہ ہے جس طرح لوگ کہتے ہیں فلاں شخص کی موت سے زمین تاریک ہو گئی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دنیا سے ان کے وجود مسعود کے رسلوش اور ان کے پاکیزہ اعمال کے آسمانوں کی طرف

بلند ہونے کا سلسلہ منقطع ہونے پر حسرت و غم کے طور پر ایسا ہوا جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ زمین و آسمان صالحین کی موت پر صدے سے روتے ہیں یعنی زمین کی جگہ جہاں انہوں نے نیک عمل کیے اور آسمان کی جگہ جہاں سے ان کے اعمال صالحہ اوپر چڑھتے تھے سادرجن جگہوں کو وہ مشرف و برکت والا کیا کرتا تھا۔ اور فرحت و مسرور کو علت قرار دینا جیسا کہ وجہ اول میں مذکور ہوا، اس دوسری حدیث کے مطابق ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ کی امت میں سے وہ کون شخص ہے جس کا آج رات وصال ہوا ہے۔ جس سے آسمانوں والے بہت مسرور اور خوش ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص سعد بن معاذ ہے۔ ان کی موت کا قصہ غزوہ خندق میں مذکور ہے۔ (وفتحت له ابواب السماء) اور اس پر نزول رحمت یا اس کی روح کے عالم بالا کی طرف پرواز کرنے کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ (وشهدا سبعون الفا من الملائكة) اور ان کے پاس یعنی ان کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔ (لقد صنع ضمة ثم فرج عنه) ان پر بھی قبر تنگ کی گئی اور معاملہ سخت کیا گیا پھر یہ حالت ان سے ہٹالی گئی۔ اور آسانی مہیا کر دی گئی۔

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ نے فتنہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے جب آپ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمانوں پر سخت گریہ طاری ہوا یہ الفاظ بخاری نے روایت کیے اور نسائی نے یہ الفاظ مزید روایت کیے کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سمجھنے کے درمیان گریہ کی یہ حالت حائل ہو گئی۔ جب لوگوں کو گریہ سے سکون ہوا تو میں نے ایک آدمی سے جو میرے قریب تھا دریافت کیا اللہ تجھے برکت عطا کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری کلام میں کیا بیان فرمایا تھا۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں ایسے فتنے کے

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يُفْتَنُ فِيهَا الْمَوْتُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَنَادَى النَّسَائِيُّ حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَكَنْتُ ضَجَّتْهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي أَيْ بَارِكُ اللَّهُ فِيكَ مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ قَوْلِهِ قَالَ قَالَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْتُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ۔

اندر مبتلا کیا جاتا ہے مجددِ جال کے فتنے کے قریب ہوتا ہے۔

شرح: مرد عن اسماء بنت ابی بکر حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ (رِثَالَتْ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطِيبًا) فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ (رَفَذَ كُوفَتَةَ الْقَبْرِ) انتی یفتن فیہ المزم اور فتنہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔ (رَفَذَا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّجَ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً) جب آپ نے فتنہ قبر یاد دلایا تو لوگوں پر سخت گریہ طاری ہوا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور صرف اتنے الفاظ روایت کیے۔ (وَنَادَا النِّسَاءُ) اور نسائی نے یہ عبارت اور زیادہ کی۔ کہ حضرت اسماء نے کہا حالتِ بینی و بین ان افھم کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک سمجھنے میں گریہ و زاری کی مذکورہ حالت حائل ہو گئی (اور میں آپ کا پورا کلام نہ سمجھ سکی)۔ یعنی لوگوں کا نالہ و فریاد اس قدر بلند ہوا کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نہ سن سکی اور نہ سمجھ سکی۔ (رَفَذَا ضَجَّتْهُمْ) جب لوگوں کا نالہ و فریاد ٹھہر گیا اور انہیں سکون ہو گیا تو میں نے ایک آدمی سے جو میرے قریب تھا، دریافت کیا (رَأَى بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ) اے مردِ خدا اللہ تیرے کام میں برکت ڈالے۔ (مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ قَوْلِهِ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری کلام میں کیا فرمایا تھا۔ (قَالَ قَالَ) اس مرد نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (قَدَّادِحِي إِلَى أَنْكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ) تحقیق میری طرف وحی تازل ہوئی ہے کہ قبروں میں تم لوگ ایسے فتنہ میں مبتلا کیے جاتے ہو۔ (قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ) جو غایت شدت اور نہایت اذیت میں فتنہ و جال کے قریب ہوتا ہے نیز دجال دعویٰ ربوبیت کرے گا۔ اور لوگ عجز و مجبوری کے باعث اس کی ربوبیت کے اقرار کے فتنہ میں گریں گے۔ میت کے لیے بھی اس کا احتمال ہے کہ اضطراب و گھبراہٹ کے باعث فرشتوں کو دیکھ کر ان کی ہیبت، معاطے کی شدت، اور ان کی دہشت سے فتنہ میں گر پڑے۔ اور جب اس سے دریافت کریں کہ تیرا رب کون ہے یا تیرا رسول کون ہے تو بارے دہشت کے وہ بات زبان سے کہہ ڈالے جو نہ کہنے والی ہو۔ (نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ)۔

۱۳۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مَثَلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ بِيَمِينِهِ وَيَقُولُ دَعُوْنِي أَهْلِي۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میت کو جب قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہونے کا وقت محسوس ہوتا ہے وہ آنکھیں مٹاتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑو

کہ میں نماز پڑھ لوں۔

رواہ ابن ماجہ۔

تشریح:- (و عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل المیت القبر فمشت لہ الشمس عنہ عزوبہا) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے اس وقت اسے سورج ڈوبنے کا وقت محسوس ہوتا ہے۔ یعنی غروب کے قریب جب اس کا رنگ سرور پڑ جاتا اور روشنی کم ہو جاتی ہے۔ (فی جلد یمسح عینہ) تو وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ (و یقول دعونی اصلی) اور اپنے آپ سے کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز مغرب ادا کر لوں۔ یا فرشتوں سے کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز ادا کر لوں۔ اس کے بعد جو چاہو کر لینا۔ یا سوال و جواب سے فارغ ہونے کے بعد کہتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کیفیت اس کے آرام و آسائش پر دلالت کرتی ہے۔ کہ گویا وہ ابھی دنیا میں ہے اور اسے نیند آگئی مگر قبر میں اس کی یہ حالت و کیفیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ دنیا میں ادائے فرائض اور ان پر ہمیشگی و دوام میں بڑا پختہ تھا۔ وقت مغرب کی تخصیص اس لیے فرمائی یہ وقت غربت و تنہائی سے مناسبت رکھتا ہے۔ شام کا وقت غریبوں (مسافروں) سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ”شام غریباں“ الوطن آدمی شام کے وقت جب کسی بے گانے شہر میں پہنچتا ہے تو حیران و پریشان ہوتا ہے کہ کہاں بیٹھے اور کیا کرے۔ نظم

تو زلف را شکستی تاریک شد جہاں اکنوں فتاد شام غریباں کجا روند
نماز شام غریباں چو گریہ آغازم بہ ہائے غریبانہ قصہ پر دازم
تو نے اپنی زلف کھولی تو جہاں تاریک ہو گیا سب شام پڑ گئی غریب الوطن کہاں جاؤں
غریبوں کی نماز شام کے وقت جب میں رونا شروع کرتا ہوں تو غریبانہ ہائے کے ساتھ اپنا قصہ مکمل کرتا ہوں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میت قبر میں پہنچتا ہے تو مرد اپنی قبر میں بغیر کسی خوف کے بڑا خوش خوش بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین و ملت میں تھا۔ وہ جواب دیتا ہے دین اسلام میں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے ہمارے پاس روشن دلائل لے کر آئے تو ہم نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے

۱۳۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أَلْمِيتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيَجْلِسُ الرَّجُلُ فِي قَبْرِهِ غَيْرَ فَزِعٍ وَلَا مَشْغُوبٍ ثُمَّ يُقَالُ فِيهِ كُنْتَ تَقُولُ كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَيُقَالُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ

رَأَيْتَ اللَّهَ يَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى
 اللَّهُ فَيُفَرِّجَ لَهُ فُرْجَةً قَبْلَ التَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِ
 يَحِطُّ بِبَعْضِهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ
 إِلَى مَا وَقَّكَ اللَّهُ ثُمَّ يُفَرِّجُ لَهُ فُرْجَةً قَبْلَ الْجَنَّةِ
 فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ
 هَذَا مَقْعَدُ خَلْقِي الْيَقِينِ كُنْتُ عَلَيْهِ مِتَّ وَ
 عَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَيَجْلِسُ
 الرَّجُلُ السُّوءُ فِي قَبْرِهِ فَرِغَ مَشْرُوبًا فَيُقَالُ
 لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيُقَالُ لَهُ مَا
 هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ
 قَوْلًا فَنَلَّيْتُ فَيُفَرِّجُ لَهُ فُرْجَةً قَبْلَ الْجَنَّةِ
 فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ
 إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ ثُمَّ يُفَرِّجُ لَهُ فُرْجَةً
 إِلَى التَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحِطُّ بِبَعْضِهَا بَعْضًا
 فَيُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّيْءِ كُنْتَ
 عَلَيْهِ مِتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ
 تَعَالَى -

رواہ ابن ماجہ

کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کسی کا یہ مقام نہیں کہ وہ
 خدا تعالیٰ کو دیکھے۔ پھر اس کے لیے آگ کی جانب ایک سوراخ نکالا
 جاتا ہے تو وہ اسے دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو توڑ رہی ہے۔ پھر اس
 سے کہا جاتا ہے دیکھ اسے جس سے اللہ نے تجھے بچایا ہے۔
 پھر اس کے لیے ایک سوراخ جنت کی طرف کھولا جاتا ہے تو وہ اس
 کی ترفنازی اور جو کچھ اس میں ہے اسے دیکھتا ہے اور اس سے
 کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانا تو یقین پر قائم رہا اور یقین پر ہی مرا اور
 اسی پر ان شاء اللہ تعالیٰ تیرا حشر ہوگا۔ اور بُرے مرد کو اس کی قبر میں
 بٹھایا جاتا ہے۔ وہ اس وقت بڑی گھبراہٹ اور اذیت میں ہوتا
 ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین و ملت میں تھا وہ جواب دیتا
 ہے میں نہیں جانتا۔ اور اس سے کہا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ وہ جواب
 دیتا ہے میں نے لوگوں کو سنا کہ ایک بات کہتے تھے وہ میں نے بھی کہی تو
 اس کے لیے ایک سوراخ جنت کی طرف کھولا جاتا ہے تو وہ اس کی
 ترفنازی اور جو کچھ میں ہے، کو دیکھتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے دیکھ
 اس چیز کو جو اللہ نے تجھ سے پھیر دی ہے پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف
 ایک سوراخ کھولا جاتا ہے تو وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو
 ریزہ ریزہ کر رہا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ تو شک
 پر تھا شک پر ہی مرا اور شک ہی قیامت کے دن ان شاء اللہ اٹھے گا۔

شرح :- (وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ) اور حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت قبر کی طرف واپس جاتا ہے۔ (وَيَجْلِسُ
 الرَّجُلُ فِي قَبْرِهِ) تو مرد اپنی قبر میں بیٹھ جاتا ہے یا بٹھایا جاتا ہے۔ یعنی مرد صالح کو اس کی قبر میں۔ (غیر فزع ولا
 مشغوب) بغیر کسی گھبراہٹ اور فتنہ میں مبتلا کرنے کے۔ یعنی بے خوف، خوشحال اور فارغ البالی کی حالت میں۔ لغت میں
 شَغَبَ بَفَتْحِ شَيْنٍ وَغَيْنٍ مَجْمُوعٌ أَوْ سَكُونٌ غَيْنٍ بِمَعْنَى شَرِّ فِتْنَةٍ أَوْ تَبَاهِي بِرِپَاكَرْنَا۔ (شَرِّ يَقَالُ فِيمَا كُنْتَ) پھر اس سے کہا جاتا

ہے کہ تو دنیا میں کس دین و ملت کا پیرو کار تھا۔ (فیقول دینی الاسلام) وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے اور میں اسلام کا پیرو کار تھا۔ (فیقال ما هذا الرجل) پھر اس سے دریافت کیا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ اور نیز اس کے بارے میں کیا اعتقاد ہے۔ (فیقول محمد رسول اللہ) وہ جواب دیتا ہے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (جاءنا بالبیت من عند اللہ) ہمارے پاس اللہ کی طرف سے روشن اور ظاہر معجزات لے کر تشریف لائے (فصدقت) تو ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس سے سچا جانا۔ (فیقال له هل رایت اللہ) جب کہ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے دین اسلام لے کر آئے تو اس سے دریافت کیا گیا کیا تو نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اس بنا پر کہتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے پاس سے معجزات لائے ہیں۔ تو کس دلیل سے کہتا ہے۔ دراصل اس میں اس کی اس تصدیق کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔ (فیقول ما ينبغي لاحداث يري اللہ) وہ کہتا ہے کسی کو لائق نہیں کہ دنیا میں خدا تعالیٰ و تقدس کا دیدار کرے میں نے تو ان کے روشن معجزات دیکھ کر ان کے صدق کا یقین کیا ہے۔ (فیفرج له فوجد النار) پھر اس کے لیے کھولا جاتا ہے ایک شکاف آتش دوزخ کی طرف۔ (یفرج تخفیف و تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ قبل بکسر قاف اور فتح با۔ بمعنی جانب اور جہت اسی طرح ہر جگہ جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ (فینظر الیہ یحيط ببعضہا بعضاً) تو وہ آتش دوزخ اور اس کے بُرے عذاب کو دیکھتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ وہ آگ آگ کے ہی بعض دوسرے حصوں کو توڑتی اور پائمال کر رہی ہے۔ یہ اس کی کثرت اس کی شدت اور اس کے آپس کو درہم برہم کرنے سے کنایہ ہے۔ (فیقال له انظر الی ما دقنا اللہ) پھر اسے کہا جاتا ہے۔ اس چیز کو دیکھ جس سے خدا تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ بعض نسخوں میں مٹھ کا لفظ بھی مذکور ہوا ہے۔ (ثریفرج له فرجة قبل الجنة) پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ (فینظر الی زهرتهما وما فیہا) تو وہ اس کی تروتازہ گی کو دیکھتا ہے پھر اس میں ہے اسے دیکھتا ہے بغیر اس کے کہ اسے دیکھنے کا حکم ہو۔ (فیقال له هذا مقعدک) اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیری نشست گاہ ہے۔ (علی الیقین کنت) کیونکہ تو دنیا کی زندگی میں یقین و ایمان پر تھا۔ (وعلیہ مت) اور اسی یقین و ایمان پر تو مرا۔ مٹ میم کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ (وعلیہ تبحت) اور اسی یقین و ایمان پر تجھے قبر سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ) اگر خدا تعالیٰ نے چاہا یہ کلمہ تبرک و تاکید اور شوق در غیبت کے اظہار کے لیے ہے۔ جیسے کسی بیمار یا مبتلائے تکلیف کو کہتے ہیں حوصلہ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تو صحت یاب اور اس مصیبت سے نجات پا جائے گا۔

روی جلس الرجل السوء فی قبره) اور بدکردار انسان کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ سوء سین کا ضمہ

اور فتحہ دونوں اس کی لغات ہیں۔ (فزعاً مشغوباً) درانحالیکہ وہ تباہ حال اور ڈر رہا ہو رہا ہے۔ (فیقال لدنیۃ کانت) اس سے پوچھا جاتا ہے تو کس حالت اور کس دین میں تھا۔ (فیقول) وہ جواب دیتا ہے۔ (لا ادری) میں نہیں جانتا اور مجھے کچھ پتہ نہیں۔ (فیقال له ما هذا الرجل) پھر اس سے پوچھا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ (فیقول سمعت الناس یقولون قولاً فقلت) وہ کہتا ہے میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ کچھ کہتے تھے تو میں نے بھی وہی کیا۔ (فیفرج له فرجۃ قبل الجنة) پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ (فینظر الی ذہرتھا وما فیہا) تو وہ جنت کی تروتازگی اور جو کچھ اس میں ہے سب دیکھتا ہے۔ (فیقال له انظر الی ما صرف الله عنک) پھر اس سے کہا جاتا ہے اس چیز کی طرف دیکھ جو اللہ نے تجھ سے پھیر لی ہے اور تجھے اس سے محروم کر دیا ہے۔ (ثم یفرج له فرجۃ الی النار) فینظر الیہا یحظر بعضها بعضاً) پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک شکاف کر دیا جاتا ہے تو وہ اسے دیکھتا ہے کہ اس کا بعض بعض کو توڑ رہا ہے۔ (فیقال له هذا مقعدک) اور اسے کہا جاتا ہے یہ ہے تیری نشستگاہ (علی شکک کنت) تو دنیا میں شک میں مبتلا رہا۔ (وعلیہ مت) اور شک کی حالت میں ہی مرا۔ (وعلیہ تبعث ان شاء الله تعالیٰ) اور ان شاء الله تعالیٰ شک کی حالت میں ہی قیامت کے دن اٹھے گا۔



کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب

صراح میں ہے اعتصام بمعنی پختہ کار ہونا اور مضبوطی سے تھامنا۔ کتاب وسنت سے اعتصام کا معنی ہے کتاب وسنت کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ اور جو کچھ اس میں آیا ہے اس پر عمل کرنا۔ اور بدعت اور اہل ہوا کے مذاہب سے دور رہنا۔ کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ سنت بمعنی سیرت اور وہ طریقہ جس پر دین میں لوگ چلتے ہیں۔ سنت سے وہ امور بھی مراد ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیے بغیر اس کے کہ وہ واجب یا ضروری ہوں۔ یہاں سنت سے اوامر و نواہی مراد ہیں جو کتاب اللہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمائے۔ کتاب اللہ کے اوامر و نواہی مراد نہیں ہیں کہ ان کا کتاب کی صورت میں یہاں الگ ذکر موجود ہے۔

پہلی فصل

الفصل الاول

۱۳۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق عليه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نئی بات پیدا کی ہمارے دین میں جو اس میں سے نہ ہو تو وہ باطل و مردود ہے۔

شرح: عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منہ) ایسی چیز جو اس میں سے نہ ہو۔ یعنی ایسی نئی بات نکالی جو کتاب و سنت میں نہ تو صراحتہ مذکور ہو۔ اور نہ ہی قواعد استنباط سے اخذ کی گئی ہو۔ اور نہ ہی کتاب نے اس کی صحت کی تصدیق کی ہو۔ ہمارے اس معنی کے مطابق فی امرنا ہذا میں اجماع اور قیاس بھی داخل ہو گیا۔ غرض یہ کہ ایسی چیز مراد ہے جو کتاب وسنت کے خلاف اور اسے تبدیل کرنے والی ہو۔ (فہو رد) تو وہ چیز یا ایسی بات نکالنے والا شخص باطل و مردود ہے۔

۱۳۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهُدَى هَدَى عُثْمَانَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد حمد و صلوٰۃ بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ اور بدترین امور وہ ہیں جو دین میں اپنے پاس سے نئے نکال لیے گئے ہوں۔

رواکا مسلم

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

شرح:- رو عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی خطبہ میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔) اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ (بہترین کلام اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔) وخیر الہدیٰ ہدٰی (محبدا) اور تمام طریقوں اور سیرتوں میں سے بہترین سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سیرت طیبہ ہے۔) وشر الامور معدناتہم اور تمام چیزوں میں بدترین چیز وہ ہے جو دین میں نئی نکالی گئی ہو جسے بدعت کہتے ہیں۔ (وکل بدعة ضلالة) اور ہر بدعت گمراہی کا سبب ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہو ابدعت کہلاتا ہے۔ پھر اس میں سے جو کچھ اصول کے موافق اور قواعد سنت کے مطابق ہو۔ اور کتاب وسنت پر قیاس کیا گیا ہو "بدعت حسنہ" کہلاتا ہے۔ اور جو ان اصول و قواعد کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔ اور کل بدعة ضلالة کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو بدعات حسنہ ہیں ان میں سے بعض کا اختیار کرنا واجب و ضروری ہے۔ جیسے علم صرف و نحو کا سیکھنا سکھانا کہ اسی کے ذریعے آیات و احادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح کتاب وسنت کے غرائب اور مشکل مقامات کا حفظ اور ذہن نشین کرنا، اور دوسری بہت سی چیزیں اور علوم جن پر دین و ملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اور کچھ بدعات حسنہ مستحسن و مستحب ہیں۔ جیسے سرائیں اور دینی مدارس تعمیر کرنا۔ بعض بدعات مکروہ ہیں جیسے بعض علماء کے نزدیک مسجدوں اور قرآن مجید کی جلدوں اور غلافوں وغیرہ کی زبائش و آرائش اور ان کا نقش و نگار بعض بدعات مباح ہیں جیسے کھانے پینے کی لذت چیزوں کی فراوانی اور لباس فاخرہ زیب تن کرنا بشرطیکہ یہ چیزیں حلال و جائزہ ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں۔ تبکراؤ ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہوں۔ اسی طرح بعض اور چیزیں بھی مباح ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں بدعت کہلائیں گی۔ تاہم وہ بدعت ضلالت نہیں ہیں بلکہ بدعت حسنہ ہوں گی۔ بدعت بھی نہیں حقیقت سنت میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو رضی اللہ عنہم۔"

۱۳۴۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطْلَبٌ دَمَ امْرَأٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيَهْرَيْتَ دَمَهُ۔ (رواه البخاری)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں ایک حرم کعبہ میں الحاد پھیلانے والا۔ دوسرا اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا۔ تیسرا وہ شخص جو کسی کے خون ناحق کا طالب ہو تاکہ اس کا خون بہا دے۔

تشریح: مرو عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابغض الناس الى الله ثلاثه) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل اسلام کے گروہ میں سے تین آدمی اللہ کے دشمن ہیں۔ (ملحد في الحرم) پہلا وہ آدمی جو حرم کی زمین میں الحاد پھیلانے والا ہو۔ لغت میں الحاد کا معنی کسی جانب مڑنے اور پھرنے کا آتا ہے۔ اسی معنی کے مطابق قبر کے اس گڑھے کو لحد کہتے ہیں جو ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ اور شرع میں حق سے باطل کی جانب مڑنے اور پھرنے کو الحاد کہتے ہیں۔ اور حرم میں الحادیہ ہے کہ ان امور کا ارتکاب کیا جائے جو ممنوع اور حرام ہیں۔ جیسے کسی کو قتل کرنا کسی سے لڑائی کرنا۔ حدود حرم میں شکار کرنا۔ یا مطلقاً گناہوں کا ارتکاب کرنا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے۔ کہ جس طرح اس زمین میں نیکی کا ثواب کئی گنا ہے معصیت و گناہ کا مرتکب ہونا بھی سخت ترین جرم ہے۔ کہ مقام قرب میں بے ادبی سخت شنیع اور سخت قبیح ہے۔ اسی بنا پر آپ نے مکہ معظمہ میں رہائش کو مکہ مکرمہ و ناپسندیدہ جانتے ہوئے کہ اس مکان شریف کی حرمت و عظمت کی نگہداشت ایک مشکل امر ہے، طائف میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔

(ومتبع في الاسلام سنة الجاهلية) دوسرا وہ شخص جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا ہو اور شعار جاہلیت کو چاہنے والا ہو۔ جیسے نوحہ کرنا، منہ نوچنا، مردہ پر کپڑے پھاڑنا۔ اور بہتوں سے بد فالی لینا وغیرہ۔ (ومطلب دم امرأة بخير حق) تیسرا وہ شخص جو کسی کے خون ناحق کا طلبگار ہو۔ (ليهرق دمہ) اس کی صرف یہ غرض ہو کہ اس کا خون بہا دے۔ اور کوئی غرض و مقصد نہ ہو۔ اگرچہ قتل مطلقاً مذموم و ممنوع ہے۔ لیکن بغیر کسی وجہ کے کسی کے خون کے درپے ہو نا نہایت مذموم اور سخت قبیح فعل ہے۔ گویا اس کا مقصد صرف اس معصیت و جرم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ جب کسی کے قتل کا صرف ارادہ رکھنا اس قدر معصیت اور سخت مذموم امر ہے تو جو شخص قتل کا ارتکاب کرے اس کا حال اللہ کے ہاں کس قدر برا اور مذموم ہوگا۔

۱۳۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

إِلَّا مَنْ أَبِي قَيْدٍ وَمَنْ أَبِي قَيْدٍ قَدْ لَمْ يَطَاعَ عَنِي

دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى.

رواہ البخاری

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر وہ شخص جس نے سرکشی اختیار کی لوگوں نے کہا کس نے سرکشی اختیار کی۔ فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک اس نے سرکشی کی۔

شرح لمعات :- (وعن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون

الجنة) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی (الا من ابی) مگر وہ جس نے سرکشی کی۔ (قید و من ابی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کس نے سرکشی کی۔ یعنی سرکشی کرنے سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں سرکشی کرنے اور نہ کرنے والے دونوں کا ذکر کیا تاکہ بات کی پوری وضاحت و تفسیر ہو جائے۔ (قال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من اطاعنی دخل الجنة) جس نے میری فرمانبرداری کی یعنی کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑا جنت میں داخل ہوگا۔ (ومن عصانی فقد ابی) اور جس نے میری نافرمانی کی اور بدعت کا راستہ اختیار کیا اور خواہش نفس کی پیروی کی تو اس نے سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۱۳۶۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلَائِكَةُ إِلَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوا

إِنَّ لَصَاحِبَكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاصْبِرْ بِلَالَةَ مَثَلًا

قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ

الْعَيْنَ نَائِسَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْطَانُ - فَقَالُوا

مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا

مَادُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ

الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَآكَلَ مِنَ الْمَادِبَةِ وَ

مَنْ لَمْ يَجِبْ أَنْدَرَى تَوَيْدُ خِلِ الدَّارَ وَكَهْ

يَأْكُلُ مِنَ الْمَادِبَةِ فَقَالُوا أَوْ لَوْهَا

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند فرشتے آئے آپ اس وقت

سو رہے تھے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے بیشک

تمہارے اس ساتھی (نبی کریم علیہ السلام) کا عجیب قصہ اور حال

ہے۔ تو اس کا قصہ اور حال بیان کرو۔ بعض فرشتوں نے کہا وہ تو

سو رہے ہیں۔ بعض نے کہا اُنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے تو انہوں

نے کہا کہ ان کا قصہ اور حال اس شخص کی مانند ہے جس نے ایک مکان

تعمیر کیا پھر اس میں کھانا تیار کیا۔ اور ایک بلانے

والے کو بھیجا تو جس نے اس بلانے والے کی دعوت قبول کی وہ اس

مکان میں داخل ہوگا اور اس کھانے میں سے کھاٹے گا اور جس نے

لَهُ يَفْقَهُهَا قَالَ بَعْضُهُمْ رَائِي نَائِمًا وَ
قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ
يَقْظَانُ فَقَالُوا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالِدَاعِي
مُحَمَّدٌ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ
أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا
فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَ مُحَمَّدٌ فَرَفَّ
بَيْنَ النَّاسِ

اس کی دعوت قبول نہ کی وہ نہ تو مکان میں داخل ہو گا اور نہ اس
کھانے میں سے کچھ کھا سکے گا۔ پھر فرشتوں نے آپس میں کہا اس قصے
کی حقیقت بیان کرو تاکہ وہ (نبی علیہ السلام) اسے سمجھ جائیں۔ بعض
نے کہا وہ تو سو رہے ہیں اور بعض نے کہا صرف آنکھ سوتی ہے دل
بیدار ہے تو انہوں نے اس قصے اور مثل کی حقیقت بیان کرتے
ہوئے کہا وہ مکان جنت ہے اندر بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ تو جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ
تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی
کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں
کے درمیان فرق و امتیاز کرنے والے ہیں۔

(دوا کا البغاری)

شرح :- (و عن جابر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال جاءت ملائكة
النبي صلى الله عليه وسلم) کہ فرشتوں کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی (و هونأه) درانحالیکہ
آپ اس وقت سو رہے تھے۔ (رقتا لواء) فرشتوں نے آپس میں کہا (ان لصاحبكم مثلاً) بیشک تمہارے
دوست یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ذات کا عجیب قصہ اور عجیب حال ہے۔ فرشتوں کا حضور علیہ السلام کو اپنا
صاحب کہنا اس بنا پر تھا کہ اس وقت ملائکہ آپ کے پاس تھے۔ (فاضربوا له) تو اس کے اس عجیب قصے کو ایک
مثال کی صورت میں بیان کرو تاکہ وہ اسے جان لے اور امت کو اس سے آگاہ کرے۔ (قال بعضهم) بعض
ملائکہ (کچھ فرشتوں نے کہا وہ اس وقت سو رہے ہیں بیان کرنے سے انہیں کیا فائدہ ہو گا یعنی کچھ فائدہ نہ ہو گا۔
اس پر (قال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان) بعض نے کہا آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے۔
آپ کا یہ حال ہر وقت رہتا تھا۔ کہ نیند میں آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں اور جو کچھ آنکھ سے دکھائی دیتا ہے وہ آپ نہ
دیکھتے تھے۔ مگر آپ کا قلب شریف بیدار رہتا تھا۔ اور جو کچھ آپ کے متعلق ہوتا تھا اسے آپ سنتے تھے جیسا کہ ایک دوسری
حدیث میں آچکا ہے۔ تنام عیناى ولا ينام قلبى میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ (رفقا لواء) تو انہوں نے
آپ کا عجیب قصہ اور عجیب حال بیان کرتے ہوئے کہا۔ (امثله كمثل رجل بنى داراً) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
واقعہ اور حال اس شخص کے حال و قصہ کے مشابہ ہے جس نے ایک مکان تعمیر کیا۔ (وجعل فيها مآدبته) اور اس میں کھانا

آراستہ کیا مآذنبۂ بہمزہ و غم دال ہملہ وہ جو لوگوں کو کھلاتے ہیں یہ لفظ فتح دال سے بھی پڑھا گیا ہے۔ ایک حدیث میں القرات مادۃ اللہ قرآن اللہ کا کھانا ہے۔ (روایت داعی) اور اس شخص نے ایک بلانے والا بھیجا جو لوگوں کو اس کھانے کی طرف بلا کر لائے۔ (ومن اجاب الداعی دخل الدار واکل من المادۃ) تو جس جس نے اس کی دعوت قبول کی وہ اس مکان میں داخل ہوا اور اس کھانے میں سے بھی کھایا۔ (ومن لم یجب الداعی لم یدخل الدار و لم یریا کل من المادۃ) اور جس نے اس دعوت کو مسترد کر دیا وہ اس مکان میں داخل نہ ہوا اور نہ اس کھانے میں سے نصیب ہوا۔ (فقالوا ادلوہا لہ یفقهہا) پھر ملائکہ نے کہا اس قصہ اور مثل کی حقیقت اور مقصد بیان کرو تاکہ یہ سونے والا شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی مراد سمجھ جائے۔ (قال بعضهم انہ نائم۔۔۔) اس مرتبہ بھی بعض نے کہا کہ آپ تو سوئے ہوئے ہیں۔ (وقال بعضهم ان العین نائمة والقلب یقظان) اور بعض نے کہا آئٹکھ نیند میں ہے اور دل بیدار ہے۔ (فقالوا) تو انہوں نے اس کی تاویل اور مطلب بیان کرتے ہوئے کہا (الداد الجنتی) تعمیر کردہ مکان سے مراد جنت ہے۔ (و الداعی محمد) لوگوں کو اس کھانے کی طرف بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو کھانا تیار کیا گیا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی گئی وہ جنت کی نعمتیں ہیں۔ ان کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ اور جس مرد نے وہ مکان تعمیر کیا بے ادبی کے خیال سے اس کا ذکر بھی نہ کیا کہ مرد کا اطلاق حق تعالیٰ و تقدس پر اگرچہ تشبیہ کے طور پر ہی ہو، مناسب نہیں۔ (ومن اطاع محمداً) چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کو بلاتے ہیں اس لیے جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ (فقد اطاع اللہ) تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ (ومن عصی محمداً فقد عصی اللہ) اور جو انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے تو بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ (و محمد) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فرق بین الناس) کافر و مومن اور نافرمان و فرمانبردار لوگوں کے درمیان فرق تمیز کرنے والے ہیں کہ جس نے آپ کی تصدیق کی صاحب ایمان ہو گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی کافر ہو گیا۔ اور جس نے آپ کے فرمودات کے مطابق عمل کیا فرمانبردار کہلایا۔ اور جس نے اس کے مطابق عمل نہ کیا نافرمان بن گیا۔ فرق بفتح فاد سکون را بمعنی فارق فرق و تمیز کرنے والا۔ اور بعض محدثین نے یہ لفظ فَرَّقَ بہ تشدید را تفریق مصدر سے ماضی کا صیغہ بھی نقل کیا ہے۔

اور تواریات میں مذکور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء شریفہ میں سے ایک اسم مبارک فار قلیط ہے۔ یعنی

حق و باطل میں فرق کرنے والا۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوفا و باخيار المصطفیٰ میں ذکر کیا کہ ابن قتیبہ نے روایت کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریین سے کہا میں جا رہا ہوں میرے بعد ایک فارقلیط تشریف لارہا ہے۔ جو حق کی روح ہوگی وہ اپنے پاس سے کچھ نہ کہے گا۔ بلکہ صرف وہی بات زبان سے نکالے گا جس کی اُسے وحی ہوگی۔ وہ میرے صادق ہونے کی گواہی دے گا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے اس سے تمہیں آگاہ کرے گا۔ اور یوحنا کی حکایت میں جو حواریین میں سے ایک تھا، آیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا فارقلیط تم میں اس وقت تک تشریف نہ لائے گا جب تک میں تم میں سے نہ جاؤں۔ اور جب وہ تشریف لائے گا تو لوگوں کو گناہوں پر ڈانٹ ڈپٹ کرے گا۔ اور اپنے پاس سے کچھ نہ کہے گا۔ اور تمہیں حقانی سستی کے مطابق چلائے گا اور تمہیں ان واقعات و حوادث اور غیب کی باتوں سے آگاہ کرے گا جو تمہیں پیش آنے والی ہوں گی اور تمہارے راز تم پر منکشف کرے گا۔ اور تمہارے سامنے ہر چیز بیان کرے گا۔ اور وہ میری صداقت کی گواہی دے گا۔ جس طرح میں اس کی صداقت کی گواہی دے رہا ہوں۔ اور میں تمہارے سامنے مثالیں بیان کرتا ہوں۔ وہ اگر ان کی تاویل و تفسیر بتائے گا۔ رواہ البخاری۔

۱۳۷۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَتْ ثَلَاثَةٌ رَهْطٍ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُخْبِرُوا بِهَا كَانَهُمْ تَقَالُوهَا فَقَالُوا أَيْنَ غُرْمِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَمَا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ الْآخَرَانَا أَصُومُ النَّهَارَ أَبَدًا وَلَا أَفْطِرُ وَقَالَ الْآخَرَانَا ائْتِزِلُ النِّسَاءَ فَلَا تَزَوِّجُهُنَّ أَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَسْتَعْرُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذًا وَكَذَا أَمَا وَاللَّهِ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا تین آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس آپ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے آئے جب انہیں اس کے متعلق بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے کم خیال کیا۔ پھر انہوں نے کہا حضور علیہ السلام کے سامنے ہم کیا چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام فرد گناہوں کو معاف کر دیا ہو اسے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ رات کو نماز ہی پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا۔ کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا۔ ان سے نکاح نہ کروں گا۔ پھر حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں آگاہ رہو قسم بخدا میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر

اِنِّیْ لَا خَشَیْئَۃَ عَلَیَّ مِنْهُ وَ اَتَّقِیْ اَصْرَهُ
وَ اَفْطِرْ وَ اَمْسِیْ وَ اَرُقُدْ وَ اَتَزَوَّجْ النِّسَاءَ
فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلِیْسَ مِنِّیْ -
پہ پہیز گار ہوں مگر میں روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا
اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سونتا بھی ہوں۔ اور عورتوں
سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ تو جو شخص میری سنت سے اعراض
کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

شرح: - اور عن انس قال جاء ثلاثه رهط الى زوج النبي صلى الله عليه وسلم
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں تین شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس
آئے۔ (یسألون عن عبادة النبي صلى الله عليه وسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنے
کے لیے کہ اس کی مقدار کیا تھی۔ (فلما اخبروا بها) جب انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق بتایا
گیا اور ازواج مطہرات علیہن الرضوان نے اس کی مقدار بیان کی کہ یہ تھی (كانهونقا لوها) تو ان تین اشخاص نے حضور
کی عبادت کو گویا کم خیال کیا۔ ان کا گمان یہ تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کا مرتبہ بزرگ تر اور
بلند تر ہے تو آپ کی عبادت و طاعت بھی بہت زیادہ ہوگی تاہم انہوں نے ادب کا راستہ اختیار کرتے ہوئے آپ کی طرف
کسی قسم کی کوتاہی کی نسبت نہ کی۔ (فقالوا) بلکہ یوں کہا (این نحن من النبي صلى الله عليه وسلم) ہماری حضور نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت اگر آپ کی مقدار عبادت کم ہے تو آپ کے لیے اس کی گنجائش ہے۔ (وقد غفر
الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر) کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور کی اگلی پچھلی تمام فرد گزشتہ معاف کر دی ہوئی
ہیں۔ لہذا آپ اگر کم عبادت بھی کریں تو آپ کے لیے اس کی گنجائش ہے۔ اس کے برعکس ہم لوگ اس امر کے محتاج ہیں
کہ ہمارے گناہوں کی مغفرت ہو۔ لیکن ان بزرگ صحابہ نے یہ نہ جانا اور اس پہلو پر اچھی طرح غور نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی تھوڑی سی عبادت ہر زیادہ سے زیادہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حضور کو کمال معرفت اور عبادت میں
پوری طرح حضور قلب اور درجہ احسان حاصل ہوتا ہے۔ نیز حضور کے کم عبادت بجالانے میں امت کے حق میں و فور
رحمت اور اس پر کمال شفقت ہے۔ اور اس میں نفس اور اہل دعیال کے حقوق کی رعایت اور تعلیم موجود ہے۔ پھر اس میں
مسکب اعتدال پر استقامت اور عمل پر مداومت پائی جاتی ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی عمل کی کثرت اور افرط
اس عمل میں فتور اور سستی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور وقت و ملال کا موجب بن جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں غفران ذنوب کا ذکر جو آیا ہے۔ تو اس کی توجیہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے بہترین قول یہ ہے
کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید عزت افزائی کے لیے وارد ہوا ہے بغیر اس کے کہ آپ سے

کوئی گناہ سرزد ہوا ہو۔ جیسے آقا اپنے غلام سے کہتا ہے میں نے تیرے تمام گناہ بخش دیے تو فارغ البال اور خوش رہ۔ اور کسی قسم کا فکر نہ اندیشہ نہ کر اگرچہ اس غلام سے کوئی غلطی اور گناہ صادر نہ ہوا ہو۔ اور مشہور توجہ یہ ہے کہ حَسَنَاتُ الْاِبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کے حق میں گناہ کا درجہ رکھتی ہیں) یعنی درجہ ابرار میں جو اعمال نیکی کہلاتے ہیں۔ درجہ مقربین میں ان کے بلند درجہ کے باعث گناہ اور بُرائی متصور ہوتے ہیں۔

(فَقَالَ احدهم امانا فاصلى الليل ابدا) تو ان تین اشخاص میں سے ایک نے کہا میں نے عمدہ کر لیا ہے کہ ہمیشہ پوری رات عبادت میں گزارا کروں گا۔ (وقال الاخر انا اصوم انهارا ابدا) دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ (ولا افطر) اور کبھی افطار نہ کروں گا (وقال الاخر انا اعتزل النساء) تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ تھلک رہوں گا۔ (فلا تزوج ابدا) کبھی ان سے نکاح نہ کروں گا۔ اگر یہ شخص اب تک مجروح تھا اور کسی عورت سے نکاح نہ کیا تھا تو عبارت کا مطلب ظاہر ہے۔ اور اگر اس کی عورت موجود تھی تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں اسے طلاق دے دوں گا۔ (فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ليعلم فقال ابی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتیموں حضرات کے پاس تشریف لائے اور فرمایا انتم الذین قد کذا وکذا تم وہ مجنوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں۔ (اما والله افی لاحشاکم الله) اگاد رہو بیشک میں تم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (واقفاکم له) اور تم سب سے بڑھ کر اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔ (ولکنی اصوم وافطر) لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ یعنی کبھی روزے رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا۔ (واصلی وارقد) اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ (وا تزوج النساء) اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور ان سے مجامعت بھی کرتا ہوں۔ (رضن رغب عن سنتی فلیس منی) تو جو شخص میری سنت اور میرے طریقے سے اعراض کرتا ہے وہ میرے پیروں کا دل میں سے نہیں ہے۔

۱۳۸۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَحَّصَ

فِيهِ فَنَزَّاهُ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَٰلِكَ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ

أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا پھر اس میں نرمی کر دی تو کچھ

لوگوں نے اس خصت اور نرمی سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ان لوگوں

کی یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے

خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو

اس کام سے کنارہ کشی کرتے ہیں جو میں نے کیا اور میں نے اس کا حکم

فَوَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاشَدُّهُمْ
لَهُ خَشِیَّةً - متفق علیہ -
دیا۔ خدا کی قسم میں ان سب سے اللہ کو زیادہ جانتا ہوں۔ اور
مجھے ان سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا خوف و ڈر ہے۔

شرح :- (۱) وعن عائشة قالت صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً فخص فيه
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا پھر اس میں
رخصت اور نرمی اور آسانی کر دی، یعنی رخصت پر عمل کیا یا امت کو رخصت پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ لغت میں
رخصت کا معنی ہے کسی کام میں آسانی اور فراخی پیدا کرنا اور ترخیص کا معنی ہے رخصت دینا اور آسانی کرنا (فتنہ
عنه قدام) تو کچھ لوگوں نے اس سے دوری اختیار کی۔ یعنی رخصت پر عمل کرنے کو پسند نہ کیا۔ (فبلغ ذلك رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم) جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی۔ (فخطب وحمد الله ثم قال) تو آپ نے خطبہ دیا اور
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا (ما بال اقوام يتنزهون عن الشيء اصنع) ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس کام
کو پسند نہیں کرتے جسے میں کرتا ہوں اور میں اس کا حکم دیتا ہوں۔ (فوالله اني لاعلمهم بالله) قسم بخدا میں ان
سب سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ جانتا ہوں۔ (واشد هم له خشية) اور ان سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ سے ڈرنے
والا ہوں۔ یعنی کمال تقویٰ اور خوف و ڈر کے باوجود رخصت پر عمل کرتا ہوں یہ لوگ کیا اور کون ہیں جو اس پر عمل کرتے
کو ناپسند جانتے ہیں۔

رخصت پر عمل کرنا درحقیقت بہت سی حکمتوں پر مشتمل ہوتا ہے جیسے نفس کیلئے آسانی اپنے عاجز و بے بس
ہونے کا اظہار اور تخفیف کے مشاہدے اور خدا تعالیٰ کے رخصت دینے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے رخصت پر جو
عمل ہوتا ہے وہ عزیمت کے حکم میں ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے خدا تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی اسی طرح
پسند کرتا ہے جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔

۱۳۹- وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَدِمَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَ
هُمْ يُؤْبِرُونَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ
قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ كُمْ
تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوهُ فَتَقَصَّتْ قَالَ
فَذَكُّوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ
اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ کھجوروں
کو پیوند کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا تم لوگ یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں
نے کہا ہم لوگ یہ کام عرصہ سے کرتے چلے آ رہے ہیں آپ نے
فرمایا اگر تم یہ کام نہ کرتے تو شاید بہتر ہوتا تو لوگوں نے پیوند کرنا
چھوڑ دیا (اتفاق ایسا ہوا کہ) اس سال کھجوروں نے پھل کم دیا۔

اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْهُ
وَ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ سِوَايَ فَاَنْتُمْ
اَنْتُمْ بَشَرٌ۔

راوی کہتا ہے لوگوں نے اس کی کا ذکر بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک بشر ہوں۔ جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اسے لے لیا کرو۔ اور جب میں اپنی رائے سے کوئی حکم دوں تو سوانے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں (اس میں تم میرے حکم کی تعمیل کے پابند نہیں ہو)۔

رواہ مسلم

شرح :- (عن رافع بن خدیج) بر وزن کریم صحابی ہیں۔ انصاری میں غزنی کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ البتہ غزوہ احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ایک جنگ میں دشمن کے تیر سے زخمی ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن تیرے حق میں گواہی دوں گا آپ کا یہ زخم ۳۷ سال بعد عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں پھٹ گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۷ سال تھی بعض مورخین کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

یہ رافع بن خدیج راوی ہیں کہ (قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ (وہو یأبرون النحل) ان دنوں اہل مدینہ کھجور کو پیوند اور اس کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ دراصل اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ نہ کھجور کی شاخ مادہ کھجور کی شاخ سے لگاتے تھے۔ جس سے باذن خداوندی مادہ کھجور گویا حاملہ ہو جاتی تھی یا یبرون۔ نفتح یا دسکون ہمزہ اور کسروہ وضمہ بابر وایت دیگر یا یبرون بضمہ یا فتح ہمزہ وکسرباء مشدودہ۔ (فقال) تو آپ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا۔ (ما تصنعون) تم لوگ یہ عمل کس لیے کرتے ہو۔ (قالوا) کنا نصنعہ) لوگوں نے کہا ہم زمانہ قدیم سے ایسا کرتے چلے آ رہے ہیں ایسا کرنا ہماری عادت بن چکی ہے۔ اور یہ عمل درخت کو پھلدار کر دیتا ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لعلکم تولدوا کثیرا) (التم) لوگ ایسا نہ کرو تو شاید زیادہ بہتر ہو جب کہ یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے اور ظاہر اس کی کوئی تاثیر بھی نہیں۔ تو اس کا نہ کرنا بہتر اور اُذی ہے۔ (فتزکوہ) لوگوں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ (فتنقصت) اتفاق سے درخت خرابانے (اس سال) پھل کم دیا یا اس کا پھل کم ہو گیا۔ (قال) راوی کہتا ہے۔ (فقد کونوا کثیرا) لوگوں نے یہ واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ (فقال) آپ نے فرمایا (انما انا بشر) میں تو صرف ایک بشر ہوں۔ (اذا امرتکم بشیء من امر دینکم) جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کوئی حکم دوں (فخذوہ)

تو اسے لے لو۔ اور اس پر کار بند ہو جاؤ۔ (واذا امرتکم بشئ من تہائی) اور جب میں تمہیں اپنی رائے اور اجتہاد سے کوئی کام کہوں (فانما انا بشر) تو سوائے اس کے نہیں میں تو ایک بشر ہوں۔ شاید خطا کر جاؤں۔ احمد کی روایت میں صریحاً ایسا آیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ وحی کے بغیر ہی محض اپنے اجتہاد سے لوگوں کو اس بنا پر اس عمل سے منع فرمایا کہ یہ امور جاہلیت اور اس کی عادات میں سے ایک عمل ہے اور گہرائی میں جانے کے بغیر یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس عمل کی پھل زیادہ یا کم ہونے میں تاثیر کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ یا یہ امر ذہن مبارک میں لائے بغیر کہ یہ عمل عادت الہی کے مطابق پھل زیادہ ہونے میں اثر رکھتا ہے، آپ نے انہیں منع فرمایا مگر جزم و یقین سے ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ یوں فرمایا کہ اگر پیوند نہ کرو تو بہتر ہو۔

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کے دنیوی امور کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ اور نہ اس سے کوئی غرض متعلق تھی کہ اس عمل کے کرنے اور نہ کرنے سے دنیوی اور آخروی سعادت و البستہ نہ تھی۔ آپ تو دینی امور کے بیان کا اہتمام فرمانے شریف لائے تھے۔ تو جب آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے مطابق یہ عمل تاثیر رکھتا ہے۔ مگر اس بارے میں ممانعت بھی وارد نہیں ہے تو آپ نے سکوت فرمایا اور چشم پوشی اختیار کی یہی معنی ہے اس جملے کا جو اس واقعہ سے متعلق بعض روایات میں آیا ہے۔ (انتہی علمہ بامور دنیا کم ثم لوگ اپنے دنیا کے امور بہتر جانتے ہو۔) یعنی مجھے اس عمل سے کوئی سروکار نہیں۔ اور اس طرف میری کوئی توجہ اور التفات نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف پیوند کرنے والے انصار مدینہ سے معاذ اللہ کم تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے دنیوی و آخروی ہر کام کا زیادہ علم رکھتے تھے۔

لہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی وسعت علم کے پیش نظر اس واقعہ سے متعلق ماعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ جلد اول صفحہ ۷۲ میں فرماتے ہیں:-

ومن معجزاته الباهرة اياته البظاهرة
 رحمۃ اللہ لد من المعارف، ای الجزئیة
 والعلوم، ای الکلیۃ والمدركات الظنیة
 والیقینیة والانسار الباطنة والانوار
 الظاهرة (وخص من لا ینظر علی جمیع مصالح الدنیا
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 آپ کے لیے معارف جزئیہ اور علیم کلیہ اور مدرکات ظنیہ اور یقینیہ اور
 اسرار باطنہ و انوار ظاہرہ جمع کر دیے اور آپ کو دنیا و دین کی تمام مصلحتوں
 پر اطلاع دے کر خاص فرمایا۔ اس پر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ
 حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلیق نخل کر رہے تھے یعنی خرما کے نر کی کلی
 (باقی ماثیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۴۰۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ مِثْلِي وَمِثْلُ مَا

والدين ای ما یتم بہ اصلاح الامور الدنیویة والآخریة واستشکل بانہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد الانصار یلحقون النخل فقال لو ترکتموه فترکوه فلم یخرج شیئا وخرج شیصا فقال انتم اعلم بامور دنیاکم واجیب بانہ کان ظنا منہ رجوا وقال الشیخ سیدی محمد السنوسی اراد ان یعملہم علی خرق العوائد فی ذلک ای باب التوکل واما هناك فلم یمثلوا فقال انتما عرفتم دنیاکم ولو امثلوا وتحملوا فی سنة او سنتین لکفوا امر هذه المحنة۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق)

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرتے تو شاید بہتر ہونا لوگوں نے چھوڑ دیا تو پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے آپ نے فرمایا تم اپنے دنیوی کاموں کو خوب جانتے ہو۔ اس اشکال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گمان فرمایا تھا اور کوئی دجی اس بارے میں نہ ہوئی تھی۔ حضرت شیخ محمد السنوسی نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرق و خلاف عادت کام پر آمادہ کرنے اور باب توکل کی پہچان کا ارادہ کیا تھا انہوں نے طاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضور نے فرمایا تم اپنے دنیا کے کام خود ہی جانو اگر وہ لوگ سال دو سال آپ کی بات مان لیتے اور تلقیح نہ کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے تو انہیں تلقیح کی محنت نہ اٹھانی پڑتی۔

یہی حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا کی جلد ثانی ص ۳۲۸ میں فرماتے ہیں۔

اور میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس گمان میں درست اور صحیح تھے اور اگر یہ لوگ آپ کے ارشاد پر ثابت قدم رہتے تو اس فن میں فوقیت لے جاتے اور ان سے اس عمل کی مشقت رفع ہو جاتی۔ اور پھل میں کمی کا تغیر عادت جاریہ کے مطابق ہوا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص ایک چیز کھانے یا پینے کا عادی ہوتا ہے وہ اسی کی تلاش کرتا ہے۔ اور جب اسے وہ چیز میسر نہیں آتی تو اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اگر یہ لوگ صبر سے کام لیتے اور ایک دو سال نقصان برداشت کرتے تو کھجور کا پھل اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آتا۔ بلکہ بہت ممکن ہے پہلے سے مقدار میں بڑھ جاتا۔ اس واقعہ میں توکل اختیار کرنے اور اسباب اختیار

وعندی انه علیہ السلام صاب فی ذلک الظن ولو ثبتوا علی کلامہ لفاقوا فی الفن ولا رتفع عنہم کلفة المعالجة فانما وقع التغير بحسب جریان العادة لا تری ان من تعود باکل شیء او شربہ یتفقده واذ لم یجد یتغیر من حالہ فلو صبروا علی نقصان سنة او سنتین لرجع الخیل الی حالہ الا قل وربما کان یزید علی قدرہ المعول و فی القصۃ اشارت الی التوکل وعدم المبالغة فی الاسباب وغفل عند اسباب المعالجة

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بَعَثُوا إِلَهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا
فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
بِإِذْنِ اللَّهِ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعَوِيكَانَ فَالْتَجَاءِ
النَّجَاءَ فَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهِ
فَادْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَىٰ مَهْلِكِهِمْ فَتَجَوَّأُوا
وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَاصْبَحُوا مَكَانَهُمْ
وَقَصَبَ عَلَيْهِمُ الْجَيْشُ فَأَمْلَكَهُمْ
اجْتَا حَمُّهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ
أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَهُ مَا جِئْتُ بِهِ
وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ مَا
جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ -

(مستفق علیہ)

میری اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کر بھیجا ہے اس کی کیفیت و
حالت اس شخص کی کیفیت و حالت کی طرح ہے جو قوم کے پاس آیا
اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے اپنی دونوں آنکھوں کے ساتھ ایک
شکر دیکھا ہے (دشمن کا لوٹ مار کر فحوا لا لشکر اور بیشک میں یقین
ہے اور واضح طور پر تمہیں ڈراتا ہوں۔ تو جلدی کرو جلدی کرو اور اپنے
بچاؤ کے لیے اس سے یہ خبر سن کر قوم کے ایک گروہ نے تو اس کی اطاعت
کی اور وہ اطمینان اور آرام کے ساتھ اسی وقت رات کو ہی چل پڑے۔
تو اس لشکر سے نجات پا گئے۔ اور دوسرے گروہ نے اس کی خبر کو جھوٹا
قرار دیا اور اپنے گھروں میں ہی ٹکے رہے یہاں تک کہ اس لشکر نے صبح
ہوتے ہی ان پر حملہ کیا اور ہلاک کر دیا اور ان کا نام و نشان مٹا دیا۔
بالکل یہی کیفیت و نوعیت اس شخص کی ہے جس نے میری فرمانبرداری کی اور جو
کچھ میں نے کہا آیا ہوں اس کی اتباع کی۔ اور ایسی ہی کیفیت اس کی ہے جس
نے میری نافرمانی کی۔ اور جو حق نے کہا میں آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔

شرح :-

روعن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما مثلی ومثلاما
بعثنی اللہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے
نہیں کہ میرا قصہ اور حال اور اس کا قصہ و حال جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے یعنی دین و شریعت اور ایمان و عبادت
اختیار کرنے کی صورت میں میں نے جو عذاب دنیوی و آخری کے بارے میں خبریں دی ہیں۔ (کمثل رجل اتی قوما فقال)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

من الاصحاب و اللہ اعلم بالصواب - میں مباخذہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ کرام میں سے ان شبہ
اختیار کرنے والے اسی نکتے سے غافل تھے۔

علماء کرام کی ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف اس بارے میں کامل و مکمل
تھا۔ بعض لوگ اس حدیث سے جو حضور علیہ السلام کے علم کی نفی کرتے ہیں ان کا موقف درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔
مترجم غفرلہ۔

اس آدمی کے حال اور قصے کی طرح ہے جو قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا: یا قوم! فہم البیش بعینی اے میری قوم میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے (وانا النذیر العریان) اور بیشک میں تمہیں برہنہ ڈرانے والا ہوں۔ اس کلمے کا معنی یہ ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ لوٹ مار کے لیے کسی لشکر کو آتا دیکھتے تو برہنہ ہو جاتے۔ اور کپڑا ہاتھ میں پکڑ کر اسے بلند کرتے اور اپنے سر کے گرد گھماتے۔ اور اپنی قوم کے پاس آتے اور انہیں اس کی اطلاع دیتے کہ لوٹ مار کے لیے ایک لشکر آ رہا ہے۔ اور وہ شخص جسے دشمن کی اطلاع کے لیے کسی جگہ مقرر کرتے جب وہ دشمن کو دیکھتا اپنے کپڑے بدن سے اتار لیتا اور اسے بلند کرتا اس طرح اسے برہنہ ہونا پڑتا۔ اس کے بعد یہ لفظ ناگمانی کام کے لیے جو خوف و ڈر سے برہنہ ہو اور اس میں شک و شبہ نہ ہو کے لیے بطور مثل و محاورہ استعمال ہونے لگا۔ یہ دونوں معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈرانے اور انداز میں علی وجہ الکمال والتمام ظاہر و نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں، کیونکہ آپ نے جملہ اموال کے متعلق جس قدر خبریں دی ہیں اس میں سچے ہیں نیز عذاب سے متعلق آپ نے جو خبریں دی ہیں وہ بھی کمال خوف و ڈر پر مشتمل ہیں۔

(فالنجاۃ النجاء) یہ لفظ نجات اور قسور دونوں طرح آیا ہے۔ اس کے معنی ہیں جلدی کر و جلدی کرو اور بھاگو تاکہ قتل و غارت سے نجات پاؤ۔ (فاد لجوا) تو وہ رات کے وقت ہی چل پڑے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اذ لجوا کو بفتح ہمزہ و سکون دال اور بکسر ہمزہ و تشدید دال دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ پہلے اعراب کے مطابق اس کا معنی ہوگا رات کے پہلے حصے سے لے کر آخری حصے تک چلتے رہنا۔ دوسرے اعراب کے مطابق اس کا معنی رات کے آخری حصے میں سفر کرنے کا آتا ہے۔ پہلی روایت میں زیادہ بلاغت اور زیادہ تالیف پائی جاتی ہے۔ (فانطلقوا علی مہلہم) تو وہ آہستگی، نرمی اور آرام سے چل پڑے۔ مہلہم فتح میم وھا اور سکون وھا دونوں طرح آیا ہے۔ علامہ طیبی نے نووی سے کتاب مسلم میں علی مہلہم بضم میم و سکون وھا اور لام کے بعد تا کی شکل میں بھی روایت کیا ہے۔ (فنجوا) تو وہ نجات پا گئے اور سلامتی اور حفاظت سے چلے گئے۔ (وکذبت طائفۃ منہم) اور اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے مرد کی اس خبر کی تکذیب کی۔ اور اس کی خبر کا کوئی اعتبار نہ کیا۔ (فاصبحوا مکانہم) تو وہ صبح تک اپنی جگہ ہی ٹھہرے رہے۔ اور بھاگ کر کسی محفوظ جگہ نہ گئے۔ (فصبحہم البیش) تو لوٹ مار کرنے والا لشکر صبح ہوتے ہی ان کے سروں پر آ پہنچا۔ (فاملکہم واجتاعہم) اور اس لشکر نے انہیں ہلاک کر دیا اور انہیں لوٹ لیا اور بیخ و بن سے انہیں اکھڑ کر رکھ دیا۔ (فذا لک مثل من اطاعنی) بالکل یہی قصہ اور حال اس شخص کا ہے جس نے میری فرمانبرداری کی اور میری خبر کو سچا جانا۔ (فاتبع ما جئت بہ) تو جو دین و شریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی اختیار کی (ومثل من عصانی وکذب

ما جئت به من الحق) اور اس شخص کا حال اور قصہ ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی اور بھوٹ جانا۔

۱۴۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَّاشُ وَهَذِهِ الذَّوَابُ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَ يَغْلِبْنَهُ فَيَتَّقَحْنَ فِيهَا فَأَنَا أَخَذُ بِحُجْرَتِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقَحُّونَ فِيهَا هَذِهِ رَوَايَةُ الْبُخَارِيِّ رُحِمَ اللَّهُ نَحْوَهَا وَقَالَ فِي آخِرِهَا قَالَ فَذُنُوبِي مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا أَخَذُ بِحُجْرَتِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونَنِي وَتَقَحُّونَ فِيهَا

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اس شخص کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی جب اس آگ سے ارد گرد روشنی پھیل گئی تو پردہ آنے اور یہ اڑنے والے جانور کیڑے مکوڑے کہ آگ میں گرنا ان کی عادت ہے۔ آگ میں گرنا شروع ہو گئے۔ اور اس شخص نے انہیں روکنا شروع کر دیا لیکن یہ پردہ آنے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے سے باز نہ آئے۔ اور اس روکنے والے مرد سے قابو سے باہر نکل گئے تو ہجوم کی صورت میں اس کے اندر گرتے ہیں۔ تو میں جائے ازار بند سے پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں۔ مگر تم لوگ ہجوم کرتے ہو اور بے تحاشا اس میں گرتے ہو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ اور مسلم کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ مگر اس نے اس کے آخر میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری اور تمہاری مثال ہے کہ میں تمہیں تمہاری جائے ازار بند سے پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں۔ اور تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ اے لوگو آگ کی طرف جانے کے بجائے میری طرف اور میری طرف آؤ لیکن تم لوگ مجھ پر غالب آتے اور آگ میں ہی گرتے ہو۔

(متفق علیہ)

شرح :- (و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل کمثل رجب استوقد ناراً) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی (فلما اضاءت ما حولها) جب آگ کی روشنی ارد گرد پھیل گئی یا آگ نے اپنے ارد گرد کو روشن کر دیا۔ یا وہ جگہیں روشن ہو گئیں جو آگ کے آس پاس ہیں بخاری کی روایت میں جو لہا کے بجائے حوله کا لفظ ہے۔ اس صورت میں ضمیر مذکر مرد کی طرف لوٹے گی۔ (رجعل الفرائش وهذه الذوَاب التي تقع في النار) تو پردہ آنوں اور ان جانوروں (کیڑوں و مکوڑوں) نے جن کی عادت آگ میں گرنا ہے۔ (يقتعن فيها)

فیہا) اس میں گھرنا شروع کر دیا جسے اس مرد نے روشن کیا تھا۔ (و جعل یحجز من) اور وہ مرد کھڑا ہو کر انہیں روکنا اور آگ میں گرنے سے انہیں منع کرتا ہے۔ (ویغلبہ) مگر وہ پروانے اور جانور اس پر غالب آتے اور اس میں گرنے سے باز نہیں آتے۔ (فیتقمن فیہا) بفتح یا و تا و قاف اور حائے مشدودہ بمعنی انبؤہ در انبؤہ اور ہجوم کر کے اس میں گرتے ہیں۔ (وانتم تقتحمون فیہا) اور تم لوگ انبؤہ در انبؤہ اور ہجوم کی صورت میں اس آگ کے اندر ہلاکت سے بے خطر و اندیشہ گھر پڑتے ہو۔ (فانا اخذ بحجزکم عن النار) تو میں تمہاری جائے ازار بند یعنی کمر سے پکڑ کر تمہیں آتش دوزخ سے روکتا ہوں (وانتم تقتحمون فیہا) مگر تم لوگ اس میں انبؤہ اور ہجوم کی صورت میں اس کے اندر گرتے ہو۔ حُجْر بضم حاء و فتح جیم و سکون جیم آخر میں زاء۔ جمع حُجْرۃ بضم حاء و سکون جیم ازار بند باندھنے کی جگہ (کمر) یہ حُجْر سے مشتق ہے بمعنی روکنا۔ اور یہ پوری شدت کے ساتھ روکنے سے کنایہ ہے۔ کہ جو شخص کسی کو حرکت سے روکنا چاہتا ہے۔ تو وہ بھی جگہ پنجے سے پکڑتا اور اس کے کپڑے کو ہاتھ ڈالتا ہے۔ خصوصاً جب ازار بند کی گھر پکڑ لے تو حرکت کرنے اور اچھلنے کی طاقت ازار بند اور شرمگاہ کے برہنہ ہونے کے خطرہ کے تحت حرکت کرنے اور اچھلنے کی مجال نہیں رہتی۔ (رہذہ روایت البخاری) یہ بخاری کی روایت ہے۔ (ولمسلم نحوہا) اور مسلم کی روایت بھی اسی طرح ہے مگر بعض الفاظ میں اختلاف ہے۔ (وقال فی آخرہا) اور مسلم نے روایت کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں۔ (قال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (فذلک مثلی ومثلکم) یہ مذکورہ حال میرا اور تمہارا حال ہے کہ حدود الہی سے جو حرام اور ممنوع امور پر مشتمل ہیں۔ ان سے اجتناب کرنا اور دور رہنا چاہیے میں یہ حدود اور محارم و نواہی پوری وضاحت سے بیان کر چکا ہوں۔ جیسے کوئی شخص آگ جلائے اور تم اس میں گھرنا شروع کر دو تو تمہیں اس میں گرنے سے روکتا ہو۔ جیسا کہ فرمایا۔ (فانا اخذ بحجزکم عن النار) میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر آگ سے روکتا ہوں۔ اور تمہیں بار بار کہتا ہوں۔ (مسلم عن الناس) ہم عن الناس) آگ میں گرنے کے بجائے میری طرف آؤ میری طرف آؤ اور آگ سے دور بیٹو۔ (فتغلبون) تو تم لوگ میرے قابو سے باہر نکلتے ہو۔ (وتقتحمون فیہا) اور بے تحاشا اس میں گرتے ہو۔ تغلبون تشدید اور تخفیف لون دونوں طرح درست ہے جیسا کہ قاعدہ نحو میں مذکور ہے۔ لیکن یہاں حدیث میں تشدید لون کے ساتھ ہے۔

۱۴۲۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِي

اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ

الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے

کر بھیجا ہے اس کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے۔ جو زمین کو پہنچی

اس میں سے ایک حصہ اچھا اور زرخیز تھا اس قطعہ زمین نے اپنے

طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ أَنَا بَنَتُ
الْكَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا
أَجَادِبُ أَمْكَتِ الْمَاءَ فَفَعَلَ اللَّهُ بِهَا
النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَعُوا وَذَرَعُوا وَأَصَابَ
مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى - إِنَّمَا هِيَ قِيَعَانُ لَا
تُسَبِّحُ مَاءٌ وَلَا تُثَبِّتُ كَلَاءٌ فَذَلِكَ
مَنْ فَعَّرَ فِي دِينِ اللَّهِ وَفَعَّرَ مَا
بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلِمَ وَمَثَدُ مَنْ
لَمْ يَرَفْعْ بِذَلِكَ نَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْهُمَا اللَّهُ
الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ رَمَقًا عَلَيْهِ

اتدر بارش کا پانی جذب کر لیا اور خوب گھاس اگائی۔ اس زمین میں
سے کچھ حصہ سخت تھا کہ اس نے اپنے اوپر پانی جمع کر لیا۔ تو اللہ نے
اس زمین سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا کہ انہوں نے اس سے پانی پیا۔
کھیتوں کو سیراب کیا اور زراعت کی۔ اور وہ بارش ایک ایسی زمین
پر بھی برسی جو مہوار و فراخ تھی (ریگستانی صحرا تھی) جو نہ تو پانی کو روکتی
ہے اور نہ ہی گھاس اگاتی ہے اسی طرح وہ شخص ہے جو اللہ کے دین کا
فقہیہ بنا اور اللہ نے اس سے نفع جو اس نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس
نے خود علم حاصل کیا پھر دوسروں کو سکھایا اور اس شخص کا حال ہے جس
نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ اس ہدایت کو قبول کیا جو
میں نے کرایا ہوں۔

شرح: - مروی عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما بعثنی اللہ
بمن العلم والعلم اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا اس کی مثال (مثل الغیث الکثیر) موسلا دھار بارش کی
ہے۔ (اصاب ام صنا) جو زمین پر برسی۔ (فکانت منها طائفة طيبة) اس زمین میں سے ایک قطعہ بڑا عمدہ پاک و طیب
اور نرغیز تھا جو خوب فصل اگاتا ہے۔ طیب غیث کی ضد ہے بمعنی بنجر۔ طائفة طيبة روایت میں مرفوع ہے۔ (وكانت
کا اسم ہونے کی بنا پر)۔ (قبلت الماء) اس قطعہ زمین نے پانی کو قبول کیا اور اپنے اندر جذب کر لیا۔ (فانبتت
الكلأ والعشب الكثير) تو اس نے بہت گھاس اور چارہ اگایا کلاء ہمزہ مقصورہ کے ساتھ بر وزن ملأء تر یا
خشک گھاس۔ بعض کلاؤ خشک گھاس سے مخصوص کرتے ہیں اور عشب بضم عین اور سکون شین تر گھاس سے خاص کرتے ہیں
(وكانت منها اجادب) اور اس زمین میں سے کچھ قطعے سخت تھے جو پانی کو محفوظ کر سکتے ہیں جذب نہیں کر سکتے۔ اور نہ
کچھ اگاتے ہیں اجادب جیم اور دال مملہ کے ساتھ جمع جذب روایت کے اعتبار سے بھی یہی صحیح ہے۔ اور اصول کے نسخوں
میں بھی ایسا ہی ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے صحیحین میں بلا کسی خوف کے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ اور قاموس میں
یہ لفظ مادہ جیم اور دال مملہ میں ذکر کیا۔ بعض محدثین نے یہ لفظ جاذب بذال معجمہ اور جاذب حاء مملہ اور زاء کے

ساتھ اور اجار دباؤ کی جگہ دال سے روایت کیا ہے اور بعض نے اخاذات بکسر ہمزہ و خاء معجمہ مخففہ اور ذال معجمہ مخففہ آخر میں تانے جمع مؤنث کی صورت میں روایت کیا اور ان الفاظ کے معانی شرح عربی میں وضاحت سے بیان ہو چکے ہیں تاہم صحیح روایت پہلی ہے۔ واللہ اعلم۔

(امسکت الماء) اس سخت زمین نے اپنے اوپر پانی روک لیا (ذخیرہ کر لیا)۔ (رفنفع الله بها الناس) تو خدا تعالیٰ نے اس زمین سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اس پانی کے ذریعہ جو اس نے ذخیرہ کر لیا تھا۔ بعض نسخوں میں نفع الله بها کے بجائے بہ آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے جو زمین پر ذخیرے کی شکل میں موجود تھا، لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ (رفشس بوا) لوگوں نے اس سے پیا۔ (وسقوا) دوسروں کو پلایا۔ (ودسوا) اور اس پانی کے ساتھ کھیتی باڑی کی۔ بعض روایات میں زیر عوا کے بجائے رعواری سے آیا ہے۔ بمعنی مویشی چلانا۔ (وامصاب منها طائفة اخوی) اور وہ بارش زمیں کے ایک دوسرے قطعے پر برسی (انما فی قیعان) زمین کا یہ قطعہ بنجر تھا۔ قیعان بکسر تاء وسکون یا جمع قاع بمعنی ہموار اور فراخ قطعہ زمین بعض نے اس کا معنی ریتلی زمین کا کیا جس میں نہ تو فصل اگے اور نہ وہ پانی کا ذخیرہ محفوظ کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا (لا تمسک ماء ولا تنبت کلام جو نہ تو پانی روک کر رکھے اور نہ گھاس اگاٹے)۔ (فذا لك من فقه دين الله) تو یہ مذکورہ مجموعہ اس شخص کے حال کا بیان ہے جو فقیر، عالم، دانا اور دین خداوندی میں زیر یک اور بار یک بین ہو پر و نفعہ ما بعثنی اللہ بہ) اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس چیز سے نفع عطا کیا جو چیز اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ (فعلمو علما) تو اس نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا لغت میں فقہ کا معنی فہم اور سمجھ ہے۔ اس کی ماضی فقہ بکسر قاف آتی ہے عرف شرع میں فقہ علم دین کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی ماضی فقہ بضم قاف بھی آتی ہے۔ اس حدیث میں یہ لفظ دونوں طرح مروی ہے۔ مگر بضم قاف اکثر اور زیادہ مشہور ہے۔ (ومثل من لم یرفع بهذا الذی انسا) اور یہ اس شخص کا حال ہے جس نے سر اٹھا کر نہ دیکھا اس چیز کی طرف جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ یہ تکبر اور عدم توجہ اور عدم التفات سے کنا یہ ہے۔ (ولخر یقل ھدی اللہ الذی ارسلت به) اور خدا تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں بندوں کی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک وہ جس سے دین میں فائدہ پہنچے۔ دوسری وہ جو نہ خود فائدہ حاصل کرے نہ دوسروں کو نفع پہنچائے۔ زمین کی بھی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک وہ جو پانی سے نفع یاب ہوتی ہے۔ دوسری وہ جو پانی سے کچھ فائدہ حاصل نہ کرے۔ پھر فائدہ مند زمین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو فصل اگاٹے۔

دوسری وہ جس میں کچھ نہ اُگے۔ اسی طرح دین سے فائدہ اٹھانے والے دو قسم ہیں۔ ایک عالم، عبادت گزار فقیم، اور لوگوں کو دین سکھانے والا یہ اس زمین کی طرح ہے جو پاک اور عمدہ ہو پانی جذب کرتی ہو۔ اس طرح خود اسے بھی فائدہ پہنچے اور گھاس چارہ اگائے اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ دوسرا وہ جو عالم اور معلم ہو (دوسروں کو تعلیم دینے والا) مگر نوافل اور زائد اعمال کی عبادت میں مشغول نہ ہوتا ہو۔ اور فقہ کا جو علم حاصل کیا اس پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہو یہ اس زمین کی طرح ہے جس میں پانی ٹھہر جاتا ہو۔ اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہوں اور کچھ بھی نفع نہ اٹھانے والا وہ شخص ہے جس نے اپنا ستر تک نہ اٹھایا اور علم دین کی طرف کوئی توجہ و التفات نہ کیا۔ اور بالکل سننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ یا سن کر اس پر نہ عمل کیا اور تعلیم حاصل نہ کی۔ اور دین میں آنے نہ آنے سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ اور منکر و کافر ہو گیا یہ اس شور زمین کی مانند ہے جو نہ پانی جذب کرے نہ پانی کا ذخیرہ کرے۔ اور نہ اس میں کوئی چیز اُگے۔ یہ اس کا حاصل و خلاصہ ہے جسے صحیح بخاری کے بعض شارحین نے بیان کیا ہے، حدیث کے ان الفاظ کا مفہوم یوں بیان کرنا بھی ممکن ہے۔ کہ قسم اول اس شخص سے عبارت ہے جس نے علم دین سیکھا۔ درجہ اجتہاد پر فائز ہوا اور اس قوت اجتہاد کی بدولت دین کے باریک معانی، اسرار اور اس کی شرح کی جیسے فقہائے مجتہدین اور علماء کا ملین و محققین کا حال تھا جس طرح وہ گھاس جو زمین سے اگتی ہے۔ اور لوگ اس کے ثمرات و نتائج سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ دوسری قسم اس شخص سے عبارت ہے جس نے علم حاصل کیا اسے اپنے سینے میں جمع کیا۔ پھر اس کی حفاظت کی اور اس امانت کو پورے اہتمام کے ساتھ آگے پہنچایا اور اس کے اہل کے حوالے کر دیا۔ جس طرح محدثین، حفاظ احادیث اور اس علم کی طرف دعوت دینے والے حضرات ہیں۔ والہ اعلم۔

۱۴۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ

الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَفَرَعٌ إِلَى مَا

يَبْتَغُونَ إِلَّا أَوَّلَ الْأَلْبَابِ قَالَتْ تَعَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا سَأَلْتَ

وَعِنْدَ مُسْلِمٍ رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّاهُمُ اللَّهُ فَأَحْذَرُوهُمْ مِنْتَقَى عَلَيْهِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی ہوالذی

انزل علیک وصاید کم کمالا اولوالالباب تک۔ حضرت عائشہ

نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو اور مسلم

کے ہاں اس طرح ہے جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات قرآنی میں

سے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے

کج و قرار دیا ہے۔ تو ایسے لوگوں سے بچ کر رہو۔

شرح :- (وعن عائشہ قالت تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت فتح کا موبد ہے یہ جو صاحب مشکوٰۃ نے کہا (و عند مسلم یاتم) اور مسلم کے نزدیک رایت کا لفظ بصیغہ جمع آیا ہے۔ یعنی اے مسلمانوں جب تم دیکھو الذین یتبعون ماتا بہ منہ۔ ان لوگوں کو بھوپروی کرتے ہیں کتاب میں سے متشابہات کی فاولک الذین سمع اللہ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ سے کیا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِی قُلُوبِهِمْ زَیْغٌ جِیسا کہ آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا (فلحذر وہم) تو ان سے بچو اور ان کی مجلس میں نہ بیٹھو اور ان کے راہ و رسم سے بیزار رہو۔

۱۴۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَرْتُ

إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا

قَالَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي

آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ

فَقَالَ إِنَّمَا هَذَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِ

فِي الْكِتَابِ - رواه مسلم

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت آپ کے چہرہ انور پر غضب و غصہ محسوس ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ ہلاک و تباہ ہوئے وہ کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہوئے۔

شرح :- (رو عن عبد الله بن عمرو قال هجرت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما) اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک دن میں دوپہر کو سخت گرمی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ (قال) حضرت عبداللہ کہتے ہیں۔ (فسمع أصوات رجلين اختلفا في آية) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو قرآن کی آیات میں سے ایک آیت میں اختلاف اور جدال و نزاع کر رہے تھے۔ (فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرف في وجهه الغضب) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے چہرہ انور پر غضب و غصہ محسوس ہو رہا تھا۔ (فقال) آپ نے فرمایا۔ (إنما هذا من كان قبلكم باختلافهم في الكتاب) ہلاک و تباہ نہ ہوئے تم سے پہلے لوگ مگر کتاب میں اختلاف کرنے کے سبب۔ اختلاف سے وہ اختلاف مراد ہے جو شک و شبہ میں مبتلا کرے اور فتنہ اور جھگڑے کا موجب بنے۔ اور کفر و بدعت تک لے جائے۔ جیسے نفس قرآن میں اختلاف (یہ اللہ کا کلام ہے یا نہیں) یا ایسے معنی میں اختلاف جس میں اجتہاد جائز نہ ہو۔ وہ اختلاف مراد نہیں جو علماء کا استنباط احکام میں پایا جاتا ہے۔ یا ان علوم میں اختلاف جو استنباط احکام کے مبادی اور مقدمات ہیں۔ کہ یہ اختلاف رحمت اور دین و ملت کے دائرہ کی وسعت کا موجب ہے۔ سلف ہمیشہ اس

مسک پر رہے ہیں۔ بلکہ اس قسم کے اختلاط رائے کی انہیں اجازت تھی۔

۱۴۵. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُورًا

مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَحْرَمْ عَلَى النَّاسِ

فَحُرْمٌ مِنْ أَجْلِ مُسْئَلَةٍ - متفق علیہ

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مسلمانوں میں جرم کے لحاظ سے سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ہے جس نے ایک ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو لوگوں پر حرام نہ تھی اس کے سوال کرنے سے حرام ہو گئی۔

شرح :- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کے مکمل حالات کتاب کے آخر میں اہل بدر کے اسماء میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔

ان حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (۱) ان اعظم المسلمین فی المسلمین) بیشک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ہے۔ (۲) من سأل عن شیء لم یحرم علی الناس) جس نے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو لوگوں پر پہلے حرام نہ تھی۔ (۳) فحرم من اجل مسئلته) اس کے سوال کرنے سے حرام کر دی گئی۔ اس بات کو اعظم جرم قرار دینا اظہار شدت و سختی کے لیے ہے کہ اس کا ضرر و نقصان عام اور تاقیامت باقی رہنے والا ہے۔ سوال سے مراد بلا ضرورت سوال ہے جو محض تکلف اور ضد و شرارت کی بنا پر ہو ورنہ اگر ضرورت کے تحت ہو۔ اور تعلم واستفادہ کے طور پر ہو تو وہ اس ڈانٹ و وعید سے خارج ہے۔

۱۴۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ

قَبَاكُنْ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بَعَا

لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ مُرَفَاتًا كُفْرًا

أَيَا هُمْ لَا يُضِلُّوكُمْ وَلَا يُفْتِنُونَ -

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانے میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے۔ جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ تو ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا اور انہیں اپنے سے دور رکھنا تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔

(رواہ مسلم)

شرح :- ابو ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یكون فی آخر الزمان

دجالون کذابون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانے میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔ یعنی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مکر و تبلیس کی نیت سے علماء و مشائخ

وصلحاء اور اہل نصیحت و صلاح کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ تاکہ اپنے جھوٹ کو رواج دیں اور باطل مذہب اور غلط آرائی دعوت دیں۔ دَجَال دَجَل سے مشتق ہے۔ بمعنی خلط ملط کرنا اور شبہ ڈالنا۔ (یا تو نکم من الاحادیث بسا کم تسعوا انتھوا بآءکم) تمہارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ یعنی بہتان و افتراء کے طور پر اور احادیث یا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مراد ہیں یا عام باتیں جو لوگوں کے حالات و اخبار پر بھی مشتمل ہوں۔ (فایاکم دایاھم) تو اپنے آپ کو ان سے دور رکھنا اور انہیں اپنے آپ سے دور رکھنا۔ (لا یصلو نکم ولا یفتنوکم) تاکہ وہ تمہیں گمراہ اور فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ مقصود یہ ہے کہ دین کو تھامے رکھنے میں پوری حفاظت و احتیاط سے کام لینا اور اب بدعت اور ان کے ساتھ میل جول سے کامل پرہیز کرنا خصوصاً ان سے جو ان کے مبلغ اور اپنے مذہب باطل کی نشر و اشاعت کے لیے مکر و تلبیس سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی شریف

چوں بسے ابلیس آدم روئے بہت پس بہر دستے نشاید داد دست
حرف درویشاں بدوزد مردودون تا بخواند بر سلیمے آں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگِ صغیر تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
کار مرداں روشنی و گرمی است کار دونان جیلہ و بے شرمی است
ترجمہ اشعار :- بہت سے ابلیس آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیے۔

مکینہ انسان درویشوں کی باتیں چرا لیتا ہے تاکہ اس سے فتنے اور گمراہی سے محفوظ انسان پر اپنا منتر چلا سکے۔
شکارِ شکار کی سی آواز نکالتا ہے۔ تاکہ وہ مرغ گیر (شکارِ سی) پر ندے کو فریب دے سکے۔
مردوں کا کام روشنی اور گرمی ہوتا ہے۔ مکینوں کا شیوہ جیلہ اور بے شرمی ہوتا ہے۔

۱۴۶۔ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَفْرَدُونَ
التَّوْرَةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ
لأهل الإسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
وَسَلِّمُوا لَا تُصَدِّقُوا إِلَّا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَلِّمُوا
اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اہل کتاب
تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور اہل اسلام کے لیے اس کی
تفسیر عربی میں کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب
کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب۔ اور کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس

وَقُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنَ الْآيَةِ وَمَا أَوْقَىٰ
مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ - رواه البخاری
پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا الی آخر آیت - اور وہ جو دیا گیا
موسیٰ اور عیسیٰ کو۔

شرح: (۱) دعوہ قال کان اهل الكتاب یقرءون التوراة بالعبرانیة ویفسرونها بالعربیة
لاهل الاسلام) اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے
اور اس کی تفسیر اہل اسلام کے لیے عربی میں کرتے تھے۔ (فقہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصدقوا لاهل الکتاب (ہر چیز میں اہل کتاب کی تصدیق نہ کیا کرو۔ کہ انہوں نے اس میں
تحریف و خیافت بھی کی ہوئی ہے۔) لا تکذبوا (اور نہ ہر چیز میں انہیں جھوٹا کہو۔ کہ ممکن ہے انہوں نے سچ کہا
ہو۔ کیونکہ تورات دراصل حق اور سچی ہے۔ تاہم انہوں نے بعض جگہوں میں تحریف اور تبدیلی کی ہے۔ اس لیے وہ جو
کچھ نقل کریں اس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے۔) (وقولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الاہم) اور کہو مجمل طور
پر ہم ایمان لائے خدا پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا آخر آیت تک جس میں فرمایا (وما اوتی موسیٰ و
عیسیٰ اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ پر اترا۔

۱۴۸۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ کَفَى بِالْمُرءِ کَذِبًا اَنْ یَّحْدِثَ بِکُلِّ مَا
سَمِعَ رَوَاهُ مسلم
اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا
کافی ہے۔ کہ جو کچھ اس نے سنا ہو اسے بیان کر دے۔

شرح: (۱) دعوہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفی بالمرء کذباً) اور انہی حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اس
قدر کافی ہے۔ (ان یحدث بكل ما سمع) کہ جو کچھ سنے اسے بیان کر دے۔ یعنی اگر چہ وہ خود کوئی جھوٹی بات نہ کرے۔
لیکن جو کچھ لوگوں سے سنے بلا تحقیق و تفتیش دوسروں سے بیان کر دے جھوٹا ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے۔
کیونکہ جس کا حال یہ ہوتا ہے وہ لازماً جھوٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔ کہ غالب یہی ہے کہ انسان نے جو کچھ سنا ہوتا ہے
سب کا سب سچ نہیں ہوتا۔ اس کلام سے مقصود اس بات کے بیان کرنے سے روکنا اور منع کرنا ہے جس کا سچ ہونا معلوم
نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۴۹۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰهُ
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں ہوا مجھ سے پہلے جسے اللہ

فَإِمَّتِي النَّبِيُّ إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ
يَأْخُذُونَ بِسُنَّةٍ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا
تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا
يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ نَحْنُ
جَاهِدُهُمْ بَيِّنَاتٍ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ
جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ
بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَمَا أَذِلَّةٌ مِنْ
الْأَيْمَانِ حَبَّةُ خَوْدٍ - (رواہ مسلم)

نئے اس کی امت کی طرف مبعوث کیا ہو مگر اس کے لیے اس کی امت
میں حواری اور مخلص دوست و پیرو کار ہوتے تھے۔ جو اس کی سنت
اختیار کرتے اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے
لوگ پیدا ہوئے جو نالائق ہوتے ہیں زبان سے جو کہتے ہیں وہ کرتے
نہیں۔ اور وہ کام کہتے ہیں جن کے کرنے کا انہیں حکم نہیں ہوتا۔ تو جو شخص
اپنا ہاتھ سے ان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان
سے ان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنے دل سے ان کے
ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے۔ اور اس کے بعد ایک راوی بھی
ایمان نہیں۔

شرح: مرو عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من نبى بعث الله في امته
قبلى) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں
ہوا جسے اللہ نے مجھ سے پہلے اپنی امت میں مبعوث کیا۔ بعض روایات میں فی امتیہ تنویر کے ساتھ آیا ہے۔ الا کان لہ
من امتہ حواریون) مگر اس کے لیے اس کی امت میں حواری اور دوست ہوتے تھے۔ یا خذون بسنتہ و یقتدون
بامره) جو اس کا طریقہ اختیار کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ حواری اس مرد محب، مخلص مددگار اور معین کو کہتے
ہیں جو کذب، خلاف اور نفاق سے پاک ہو۔ یہ خود سے مشتق ہے یعنی خالص سفیدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوستوں
اور مخلصوں کو اسی معنی کے تحت حواری کہتے ہیں۔

اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار و مخلص اصحاب کو حواری کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کا
پیشہ کپڑے دھونا تھا۔ دھو بی کو حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑوں کو سفید اور پاک کرتا ہے۔ اور جب کہ یہ حضرات تمام لوگوں
میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صدق عقیدت، اخلاص اور نصرت و اعانت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اس بنا
پر حواریین کے نام سے مشہور ہو گئے پھر اس تعلق کی نسبت سے ہر مخلص دوست کو حواری کہنے لگے۔ بعض علماء صحیح
کہتے ہیں کہ انہیں حواری کہنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے یا دوسرے لوگوں کے نفوس امارہ جبل و معصیت کے میل سے پاک
کیے تھے۔ اور علم و طاعت کے نور سے منور ہوئے تھے۔ اس کے بعد ایسی ہی صفت کے دوسرے لوگوں کو بھی حواری
کہا جانے لگا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس صورت میں مخلص و مددگار کو حواری کا نام دینے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین سے دوسرے کے لیے اس نام کے نقل کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس اسم سے اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو اور اس صفت والے کسی اور شخص کو موسوم کرنا لفظ حور بمعنی خالص سفیدی کے اعتبار سے برابر ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ خوب سمجھ لے۔

(ثم انما تخلف من بعد هو خلوف) پھر قصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مخلصین، مجبین، اور ان کے انصار و اعوان کے وصال فرما جانے کے بعد ایسا گروہ پیدا ہوتا ہے۔ جو ان کے اصل طریقہ پر نہیں ہوتا خلوف خلف بکون لام کی جمع ہے۔ اور خلف بفتح لام کی جمع اخلاف ہے۔ لغت کے اعتبار سے خلف اسے کہتے ہیں جو کسی کے بعد آئے اور اس کا جانشین بنے۔ لیکن خلف بکون لام کا اکثرہ بیشتر استعمال شرف و فساد کے لیے ہوتا ہے۔ اور خلف بفتح لام خیر و نیکی کے لیے جس طرح کہتے ہیں فلاں شخص اپنے والد کا خلف الصدق ہے۔ اور فلاں فلاں کا خلف بمعنی بُرا جانشین ہے۔ تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ہر نبی کے لیے اس کے مخلص، محب، مددگار اور معاون ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کے گزر جانے کے بعد ایسی جماعت آتی ہے جو ان کی صفات کی حامل نہیں ہوتی۔ بلکہ یقولون ما لا یفعلون (وہ لوگوں کو ایسی باتیں کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔) ویفعلون ما لا یومرون (اور وہ کام کرتے ہیں جن کا کرنا ان کے لیے شرعاً و انہیں ہوتا۔ جیسے علماء اور امراء سوءا لہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

(فمن جاہد ھربیدہ فیومومن) تو جو شخص اپنے ہاتھ سے ان کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور ان کے کارخانہ ظلم و فساد کو ختم کر دیتا اور بدل کر رکھ دیتا ہے وہ مومن کامل ہوتا ہے۔ (ومن جاہد ھربلسا نہ فہومومن) اور جو اپنی زبان کے ساتھ ان سے جنگ کرتا ہے کہ انہیں منع کرتا، بُرا بھلا کہتا اور زبان سے انہیں نصیحت کرتا ہے۔ وہ بھی مومن ہوتا ہے۔ کہ کمال ایمان سے اسے بھی حصہ ملتا ہے۔ (ومن جاہد ھربقلبد فہومومن) اور جو شخص اپنے دل سے ان کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ کہ دل سے انہیں بُرا جانتا ہے اور ان کے افعال و حالات کے مشاہدہ سے غم و الم اور دل میں اضطراب و بے چینی محسوس کرتا ہے وہ بھی مومن ہے اگرچہ بالکل نچلے درجے کا مومن ہے۔ (ولیس وراءک من الایمان جہۃ خودی) اور اس نچلے مرتبہ کے بعد ایمان کی مقدار رانی کا ایک دانہ بھی نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے (وذا لک الضعف الایمان) یہ ایمان کے مراتب میں سب سے نچلا درجہ ہے۔

۵۰۔ اَبُو عَرَبٍ اَبُو حُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا اِلٰی ہُدٰی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہدایت کی طرف بلایا تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔ جنہوں نے اس

يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ أَثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَثَامِهِمْ شَيْئًا۔
 ہدایت کی پیروی کی ہوگی۔ اور ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر بوجھ ہوگا جنہوں نے اس گمراہی کی پیروی کی ہوگی۔ اور خود ان کے عذاب اور بوجھ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔
 (رواہ مسلم)

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا الی ہدی) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو راہِ راست کی طرف بلاتا ہے اور قول و فعل کے ساتھ نیک بات کی تلقین کرتا ہے۔ (کان لہ من الاجر مثل اجورہم من تبعہ) ملتا ہے اسے اجر و ثواب ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے برابر جو اس کی پیروی کرتے اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ (لا ینقص ذلک من اجورہم شیئاً) اس کا اجر و ثواب ان کے اجر و ثواب میں کچھ کمی نہیں کرتا۔ یعنی اس کے باوجود کہ ان لوگوں کو بھی پورا پورا اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس دعوت دینے والے کو بھی ان کے برابر پورا ثواب عطا ہوتا ہے کیونکہ ان کا اجر و ثواب تو ان کے عمل اور کسب کی بدولت انہیں ملتا ہے۔ اور اس داعی الی الخیر کو اس کی دعوت و ارشاد کے سبب ملتا ہے جو اس کا عمل ہے۔

(ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثر مثل اثام من تبعہ) اور جو شخص کسی کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے تو اس پر ان سب گناہوں کے برابر گناہ لازم آتا ہے جو اس کی گمراہی کے پیرو کار بنتے ہیں۔ اور اس کی تبلیغ سے گمراہ ہوتے ہیں (لا ینقص ذلک من اثامہم شیئاً) ان سب کے گناہوں کا اس کے ذمے آنا ان کے گناہوں میں سے کچھ کم نہیں کرتا۔

۱۵۱۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ۔
 اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابتداء میں اسلام کا ظہور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں ہوا اور غمگین وہ اپنی مذکورہ ابتدائی حالت کی طرف لوٹ جائے گا تو غریب کو خوشی اور مسرت نصیب ہو۔

(رواہ مسلم)

شرح :- (روعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بداء الاسلام غریباً) اور انہی حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آغازِ کار میں اسلام کا ظہور غربت، تنہائی اور بے کسی کی حالت میں ہوا۔ (ومیسعود بمکابد) اور عنقریب وہ اپنی ابتدائی حالت (غربت و تنہائی و بے کسی) کی طرف لوٹ جائے گا۔

اس کلام کی شرح میں دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام سے مراد اس کی حقیقت ہے جو دین و ملت سے عبارت ہے۔ اس وجہ کے مطابق اسلام کی تشبیہ ان مسافروں کے ساتھ ہوگی جو کسی اجنبی شہر میں اپنے اہل و عیال اور دوستوں سے دور ہوں۔ اسی طرح ابتدائے ظہور کے وقت اسلام کی حالت تھی کہ مسلمان گم تھے اسلام کے مددگاروں اور جانثاروں کی قلت تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام سے بطور مجاز مسلمان مراد ہوں اس صورت میں غربت سے ابتداء اسلام کے وقت مسلمانوں کی قلت مراد ہوگی جنہیں اپنے وطن چھوڑنے پڑے اور ہجرت کرنا پڑی اس وقت گنتی کے صرف چند افراد تھے۔ پھر آخر زمانہ میں بھی مسلمان اسی غربت و قلت کی حالت کو پہنچ جائیں گے۔ جس طرح ابتداء میں تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فطوبی للغرباء کا ظاہر اُردو سہری وجہ سے تعلق نہ بادہ معلوم ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ان غرباء اور گنتی کے چند مسلمانوں کو خوشی و خرمی نصیب ہو جو آخر زمانہ میں استقامت کے قدموں پر مضبوط اور کتاب و سنت سے چمٹے رہیں گے جیسا کہ یہ بیان فصل ثانی کی حدیث عمرو بن عوف میں آ رہا ہے۔

۱۵۲۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْزُذُ فِي الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْزُذُ الْحَبَّةُ إِلَى جُجُومِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَسَنَذْكُوكَ حَدِيثًا بِي هُدَيْرَةَ ذَرَفِي مَا تَرَكْتُمْ فِي كِتَابِ الْمَنَاسِكِ وَحَدِيثِي مَعَاوِيَةَ وَجَابِرٌ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي وَلَا خُوٌّ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي فِي ثَوَابِ هَذِهِ الْأَمَةِ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى۔

اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ایمان مدینہ کی جانب لوٹ آئیگا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹتا ہے یہ حدیث منفق علیہ ہے۔ اور عنقریب ہم ابو ہریرہ کی حدیث جس کے اول میں یہ الفاظ ہیں ذر فنی ما ترکتم فی کتاب المناسک میں ذکر کریں گے اور وہ حدیثیں ایک حضرت معاذیہ کی جولا بزال من امتی کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے اور دوسری حضرت جابر کی جو ولا یزال طائفة من امتی کے لفظ سے شروع ہوتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثواب نبدہ الامۃ میں ذکر کریں گے۔

شرح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ایمان یأزذ فی المدینۃ اور حضرت ابو ہریرہ

ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ایمان لوٹ آئے گا یا رز میں ہمزہ پھر را پھر ز کے ساتھ (الی المدینۃ) یعنی بیشک ایمان مدینہ منورہ کے ارد گرد آ جائے گا، اس کی طرف اٹھ آئے گا۔ اور اس کی طرف لوٹ آئے گا جو اس کا وطن اصل ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں جو فصل ثانی میں آ رہی ہے الی المدینہ کے بجائے الی الحجاز کا لفظ آیا ہے۔ جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں کو شامل ہے۔ اور ہم اس دوسری روایت کی تو جیسے اسی حدیث کے تحت بیان کریں گے۔ کہ کما تأثرنا لہیۃ الی جعرھا جس طرح لوٹ آتا ہے اور چلا جاتا ہے سانپ اپنے سوراخ کی طرف حجر بتقدیم جیم مضمومہ جائے ساکنہ مملہ پر بمعنی سانپ وغیرہ کا سوراخ۔ خصوصاً سانپ کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور واپس آنے اور اکٹھا ہونے میں دوسرے جانوروں سے تیز رفتار ہوتا ہے۔ نیز سانپ کے سوراخ میں گھس جانے کے بعد اس کا باہر نکلتا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح دین اسلام مدینہ کی طرف ہجرت کر آنے کے بعد وہیں قرار پذیر ہو جائے گا کہ پھر اس کا وہاں سے پھیلنا اور باہر آنا ممکن نہ ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس لفظ میں دین اسلام اور مسلمانوں کی قلت تعدد کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے علاوہ اس کا وجود کہیں نادر ہی ہوگا۔ اور نہ یادہ اور صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ خروج دجال کے زمانہ کی آپ نے خبر دی ہے جب کہ مدینہ مطہرہ کے سوا کہیں علم و دین موجود نہ ہوگا۔ جیسا کہ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور ابو ہریرہ کی حدیث جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں ذر فی حاتم کتک کتاب المناسک میں بیان کریں گے۔ اور حضرت معاویہ و حضرت جابر کی دو حدیثیں جن میں سے ایک کا اول لایزال من امتی اور دوسری کا اول لایزال طائفۃ من امتی ہے۔ اس امت کے ثواب کے بیان میں جو آخر کتاب میں مذکور ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جو کچھ اس باب میں مذکور ہے صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ وہاں حدیث جابر مذکور نہیں ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ربیعہ جرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک (فرشتہ) کی آمد ہوئی اور آپ سے کہا گیا، آپ کی آنکھ سو جائے اور آپ کے کان سنتے رہیں۔ اور آپ کا دل بات سمجھتا رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میری آنکھ

۱۵۳۔ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ قَالَ أَقْبَىٰ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ لَتَنْتُمْ عَيْنَكُمْ لَتَسْمَعُوا ذُنُوكَ وَلَيَعْقِدُ قَلْبُكَ قَالَ فَنَامَتْ عَيْنِي وَسَمِعْتُ أَدْنَايَ وَعَقَدَ

قَلْبِي قَالَ فَقِيلَ لِي سَيِّدُ بَنِي دَارِ
فَصَنَعَ مَادُبَةً وَارْسَدَ اَعْيَا فَمَنْ اَجَابَ
الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاکَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَ
رَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ
يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ
الْمَادُبَةِ وَسَخَطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ فَاللهُ هُوَ
السَّيِّدُ وَمُحَمَّدٌ الدَّاعِي وَالِدَارُ الْاِسْلَامُ وَ
الْمَادُبَةُ الْجَنَّةُ -

سو گئی اور میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے سمجھا۔
حضور فرماتے ہیں تو مجھ سے کہا گیا ایک سردار نے مکان بنایا اور
کھانا تیار کیا اور ایک بلانے والے کو بھیجا۔ تو جس نے بلانے
والے کی بات مان لی وہ مکان میں داخل ہوا اور کھانا کھایا۔
اور سردار بھی اس سے راضی اور خوش ہوا۔ اور جس نے بلانے
والے کی بات نہ مانی وہ نہ مکان میں داخل ہوا نہ کھانا کھایا اور
سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ سردار ہے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلانے والے ہیں مکان اسلام ہے، کھانا
جنت ہے۔ یعنی اس کی نعمتیں۔

(دواۃ الدار می)

شرح :- ربیعہ جبرشتی۔ بضم جیم وفتح راوشتین معجمہ۔ آپ دمشق میں آپ کے صحابی ہونے میں
اختلاف ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئے ہیں فیقیمہ اور عابد شخص تھے۔ حضرت عائشہ،
حضرت سعد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کا بیٹا ابو ہشام، اور عطیہ بن قیس
وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یہ حضرت ربیعہ جبرشتی روایت کرتے ہیں۔ (قال اقی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں کسی (فرشتہ) کی آمد ہوئی۔ (رفیق لہ) اور فرشتہ کی زبان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا۔ (لتنم
عینک) آپ کی آنکھ سو جائے۔ (ولتسمع اذنک) اور آپ کا کان سننا ہے۔ (ولیعقل قلبک) اور آپ کا دل باتیں
سمجھتا رہے۔ اس حدیث کا مضمون وہی حضرت جابر دانی حدیث کا مضمون ہے جو فصل اول میں گزر چکا ہے۔
حدیث کے الفاظ کا حاصل معنی یہ ہے کہ آپ کی چشم مبارک اگر چہ بند میں ہے۔ مگر آپ کے کان شنوا اور دل
بیدار ہے۔ لہذا بصورت مثل اس کا حال بیان کرنا کہ یہ سننے اور سمجھنے۔ (قال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
(فما مت عینی وسعت اذناي وعقل قلبی) تو میری آنکھ سو گئی۔ مگر میرے دونوں کانوں نے سنا، اور دل نے
سمجھا۔ (قال) حضور فرماتے ہیں (رفیق لہ) (سید بنی داری) حال بیان کرتے ہوئے مجھ سے کہا گیا ایک سردار
نے مکان تعمیر کیا۔ (فصنع مادبتہ) پھر اس میں لوگوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا۔ (دارسدا عیاء) اور اس سردار نے
لوگوں کو بلانے کے لیے ایک بلانے والا بھیجا۔ (رضی اجاب الداعی دخل الدار) تو جبر نے بلانے والے کی بات مانی وہ مکان

میں داخل ہوا۔ (واکل من لادبۃ) اور اس تیار شدہ کھانے میں کھایا۔ (ورضی عنہ السید) اور دعوت قبول کرنے کی بنا پر سردار بھی خوش ہو آیا وجودیکہ کھائے اور اس دعوت سے صرف کھانے والے کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا سردار کا اس میں کوئی نفع یا اس کی کوئی غرض متعلق نہ تھی۔ (ومن لم یجب الداعی) اور جس نداعی کی بات نہ مانی۔ (ولم یدخل الدار) وہ مکان میں داخل نہ ہوا۔ (ولم یأکل من المادبۃ) اور اس کھانے میں سے کچھ نہ کھایا۔ (وسخط علیہ السید) اور سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ (قال) اس فرشتے یا راوی نے کہا۔ (فان الله هو السید) پس اللہ سردار کی مانند ہے۔ جس نے مکان تعمیر کیا۔ (ومحمد الداعی) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کی طرف بلانے والے شخص کی طرح ہیں۔ (والدار الاسلام) اور اسلام اس مکان کے مشابہ ہے۔ (المادبۃ الجنة) اور کھانا جو تیار کیا گیا بہشت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ گزشتہ حدیث میں مکان بہشت کو قرار دیا گیا۔ اور مادبۃ (کھانا) اس کی نعمتوں کو اور چونکہ اسلام بہشت میں آنے کا ذریعہ اور سبب ہے اس لیے یہاں اسے دار کے مشابہ قرار دیا گیا۔ اور مادبۃ سے دونوں جگہ بہشت کی نعمتیں مراد ہیں۔ خوب سمجھ لے۔

۱۵۴۔ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا الْفِتْنَيْنِ أَحَدُكُمْ مُتَكِبًا عَلَى أَرِيْكَةٍ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي هَمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْتُ فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاكَ۔ رواه أحمد وأبو داود والترمذي وابن ماجه والبيهقي في دلائل النبوة۔

اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گز نہ پاؤں میں تم سے کسی آدمی کو اپنے خوبصورت تخت پر تکیہ لگاٹے ہوئے ایسی حالت میں کہ میرے احکام میں سے کوئی حکم اسے پہنچے جس کے کرنے کا یا اس سے روکنے کا میں نے حکم دیا ہو۔ اور وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا ہے اس کی اتباع کریں گے۔

شرح :- (وعن رافع) آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے حضور علیہ السلام کو دے دیے۔ جب انہوں نے حضور علیہ السلام کو حضرت عباس کے اسلام لانے کی بشارت تھی تو حضور نے ان کو آزاد کر دیا۔ آپ احد، خندق اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے اگرچہ اس سے قبل اسلام لاچکے تھے۔ مشہور قول کے مطابق آپ کا اسم مبارک ابراہیم ہے۔ ابو رافع کنیت نام پر غالب آگئی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

یہ حضرت ابو رافع راوی ہیں کہ (قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الفين) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الفین بضم ہمزہ و سکون لام، و کسراً۔ (احدکم متکئاً علی اریکتہ) ہرگز نہ پاؤں میں تم سے کسی شخص کو اپنے خوبصورت تخت پر تکیہ لگائے ہوئے۔ یہ دراصل تکبر، شان و شوکت آسائش و فراغت اور طلب علم و حدیث کے لیے گھر سے باہر نہ نکالنے سے کنایہ ہے۔ (یا تبتہ الارض من ادمی) در آنحالیکہ اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم آئے (مما اوت به او نهیت عنه) جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے روکا ہو۔ (فیقول لا ادری) تو وہ کہے میں قرآن کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ میں صرف قرآن کی ہی پیروی کروں گا۔ (ما وجدنا فی کتاب الله اتباعناہ) ہم جو کچھ کتاب اللہ میں پاتے ہیں صرف اسی کی پیروی کریں گے۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے جہلاء کے حال کی خبر دی ہے جو آسودہ حال اور تکبر کے باعث سستی اور لاپرواہی کرتے ہوئے حدیث کے ایسے حکم پر عمل نہیں کرتے جو قرآن میں موجود نہ ہو۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ شرع کے احکام صرف قرآن میں منحصر ہیں۔ یہ لوگ اس حقیقت سے جاہل و بے خبر ہیں کہ احادیث بہت سے ایسے احکام پر مشتمل ہیں جو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ اور جس طرح قرآن مجید حجت ہے حدیث رسول بھی حجت ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جس طرح حضور علیہ السلام کو قرآن عطا ہوا ہے احادیث بھی عطا ہوئی ہیں۔ اور دونوں وحی الہی ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

اور حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو بیشک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور قرآن کی مثل اس کے ساتھ اور بھی دیا گیا ہے۔ سنو عنقریب ایسا ہوگا کہ اپنے خوبصورت تخت پر بیٹھا ہوا کھانے سے بھرے پیٹ والا ایک شخص کہے گا تم صرف قرآن کے احکام اپنے اوپر لازم قرار دو تو اس میں جو چیزیں حلال پاؤں ان کو حلال جانو۔ اور جو اس میں حرام پاؤں انہیں حرام جانو۔ اور بیشک جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ سنو تمہارے لیے گھر بلوگدھا حلال نہیں ہے۔ اور نہ چیر بھاڑ کرنے والے خوردہ اور ذمیوں کی گری ہوئی چیز مگر

۱۵۵۔ وَعَنِ الْبَقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمُثَدِّمَهُ مَعَهُ لَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَّكَ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ لَا يَحِلُّ لَكُمْ الْحِمَامُ وَالْأَقْلُوقُ وَلَا كُلُّ ذِي نَأٍ مِنَ السَّبَاعِ وَلَا لُقْطَةٌ مَعَهَا إِلَّا أَنْ

یہ کہ اس مالک کو اس کی حاجت نہ ہو۔ اور جو شخص کسی قوم میں بطور مہمان
اترے ان کے ذمے ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ پس اگر وہ اس
کی مہمان نوازی نہ کریں۔ تو اسے جائز ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار
ان سے حاصل کرے

يَسْتَغْفِرُ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ
فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُؤُوا فَإِنْ لَمْ يَقْرُؤُوا فَلَهُ
أَنْ يُعَقِّبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاءَةِ رِوَاةِ ابْنِ أَبِي
سُورَةَ الدَّرَجَةِ وَكَذَا ابْنُ مَكْجَةَ إِلَى قَوْلِهِ مَا
حَرَّمَ اللَّهُ -

شرح :- حضرت مقدم بن معدی کرب بکسر را صحابی ہیں۔ کیندہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حمص میں سکونت
اختیار کی۔ کندی وفد میں آئے تھے۔ آپ شامیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی احادیث بھی اہل شام میں مشہور ہیں۔ ۸۷ھ
میں شام میں ۹۱ برس کی عمر میں وفات پائی۔

یہ حضرت مقدم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ (قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا فاذتت
القرآن) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو بیشک مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے۔ (ومثله معاً اور قرآن کی طرح اس
کے ساتھ کچھ اور بھی عطا کیا گیا ہے یعنی احادیث۔ احادیث کی قرآن کے ساتھ مماثلت وحی ہونے میں ہے۔ کہ جس طرح
قرآن پاک وحی ہے اور جناب قدس خداوندی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ احادیث نبویہ بھی وحی ہیں اور جناب تعالیٰ کی
طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ اتنا فرق ہے کہ ایک وحی جلی ہے اور ایک خفی ایک متلوہ دوسری غیر متلوہ ہجوہ وحی جگے الفاظ
و عبارت سے بھی احکام متعلق ہیں جیسے صحت نماز، بے وضو اور جنبی کا چھو ناجزیم ہو، اور اس کی نظم و عبارت بھی بے مثل
ہو وہ قرآن ہے۔ وحی غیر متلوہ ہے جو اس طرح نہ ہو۔ اور وہ احادیث ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدد و مقدار میں مماثلت
مراد ہو جیسا کہ حدیث آئندہ سے معلوم ہوگا۔

والا یوشک رجل شبعان علی اریکنہ یقول) آگاہ رہو عنقریب فارغ البالی کی حالتیں اپنے تخت پر بیٹھا
ہو ایک سیر شکم آدمی کہے گا۔ (علیکم بهذا القرآن) تم صرف قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ (فما وجدتم فیہ من
حلال فاحلوه) تو جو چیز نہیں قرآن میں حلال ملے اسے حلال جانو۔ (وما وجدتم فیہ من حرام فحرّموه) اور جو چیز نہیں
اس میں حرام ملے اسے حرام سمجھو اور صرف اس سے باز رہو۔ سیر شکم اس کے معنی اور کند ذہن ہونے سے کنایہ ہے۔ کہ سیر شکم
ہو کر کھانا اور اس کی حرص رکھنا عبادت و بلاوت کا سبب ہے یا تکبر و حماقت سے کنایہ ہے کہ آسودہ حال اور ناز و نعمت
میں رہنا بھی اس کا موجب ہے۔ (وان ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور بیشک جو جو چیزیں اللہ کے رسول نے
حرام کی ہیں وہ انہی چیزوں کی طرح حرام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں رات ماکی جگہ انما

کالفظ آیا ہے جو ماوالا کا ہم معنی ہے۔ اس کے بعد چند ایسی مثالیں ذکر کی ہیں جو صرف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کتاب الشہیدین ان کا کوئی ذکر نہیں۔ چنانچہ فرمایا (الا لا یحذلکم الحمار الاسلام) آگاہ رہو تمہارے لیے گھریلو گدھا حلال نہیں۔ گھریلو کالفظ کہہ کر خرد و حشی کو حرمت سے خارج کیا جسے گور خر کہتے ہیں کہ اس کا کھانا حلال ہے۔ (لا کل ذی ناب من السباع) اور نہ پھاڑ کر کھانے والا درندہ حلال ہے۔ جیسے شیر، بھیڑ یا اور کتا وغیرہ۔ (لا لقطۃ معاً) اور نہ ذمی کافر کی گری ہوئی چیز حلال ہے۔ لفظ بضم لام وفتح قاف۔ بمعنی زمین پر گری ہوئی چیز جو اٹھالی گئی ہو۔ یہ لفظ سکون قاف بھی مستعمل ہے لیکن فتح زیادہ فصیح اور کثیر الاستعمال ہے۔ معاہد بکسر وفتح صا دو نون طرح جائز ہے۔ بمعنی وہ جس شخص کے اس کے اور تیرے درمیان کوئی عہد ہو۔ حدیث میں اس سے مراد ذمی ہے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذمی کا وہ مال جو راستے میں گرا ہوا ملے حلال نہیں ہے۔ کہ عقد ذمہ کے باعث اس کا مال بھی محفوظ ہے جس طرح مسلمانوں کا مال محفوظ ہے۔ (الا ان یتغنی عنہا صاحبہا) مگر یہ کہ اس گدھے مال سے اس کا مالک جو معاہد ذمی ہے بے نیاز ہو۔ اس کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ مالک خود اسے چھوڑ دے اور جسے ملا ہے اسے ہی بخش دے۔ دوسرا یہ کہ وہ چیز بالکل حقیر اور معمولی ہو کہ عادتاً اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور اس سے بے نیازی اختیار کی جاتی ہے علماء نے فرمایا ہے لقطہ اگر حقیر اور معمولی چیز ہو اور اٹھانے والے کو اس کی حاجت اور ضرورت ہو تو وہ اسے استعمال کر سکتا ہے۔ اور لقطہ کے تفصیلی احکام ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔ (ومن نزل یقوم فعلیہم ان یقر وک) حدیث سے ثابت شدہ احکام میں جن کافران میں ذکر نہیں ایک یہ ہے کہ جو شخص کسی قوم کے پاس مہمان کے طور پر ہا ترے تو ان لوگوں پر اس کی مہمان نوازی لازم ہے۔ یہ حکم سنت و استحباب کے طور پر ہے فرضیت و وجوب کے طور پر نہیں ہے کہ کسی کی مہمان نوازی واجب نہیں۔ بلکہ اگر باب مروت کی عادت اور اہل ایمان کی سیرت میں سے ہے اسی لیے اس حکم کو نہی کی صورت میں بیان نہ فرمایا۔ اور یوں نہ فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے حلال اور جائز نہیں کہ مہمان کی مہمان نوازی نہ کریں جیسا کہ دوسرے دو احکام میں اندازہ بیان اختیار فرمایا۔ (فان لحریقہ وک فله ان یعقبہ) یا کے صنف عین کے سکون اور کسرت قاف کے ساتھ۔ (بمثل قراء) تو اگر وہ لوگ اس کی مہمان نوازی نہ کریں تو اس کے لیے جائز ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار انہیں ان کے اس فعل کی جزا دے۔ اور اس کا جو حق ضائع ہوا ہے وہ ان سے وصول کرے۔ یعنی اسے اس کی اجازت ہے کہ ان سے اپنا حق مہمانی وصول کرے۔ اور وہ لوگ اس کے مستحق ہیں کہ ان سے یہ تقاضا کیا جائے۔ اگر چہ واجب و لازم نہیں۔ قرا بکسرت قاف ورا مقصورہ۔ بظاہر اس کلام سے ضیافت کا وجوب و لزوم ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو مجبور و مضطر ہو کہ اگر ان سے خوراک حاصل نہ کرے گا تو اسے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ مخصہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک لشکر روانہ کیا وہاں اہل دیہات اور صحرائین لوگوں نے کوئی بازار نہ لگا رکھا تھا جہاں سے مجاہدین کھانے پینے کی چیزیں خرید سکتے۔ اس بنا پر انہیں خوراک کے معاملے میں بڑی دقت پیش آئی۔ تو ان کے لیے فرمایا کہ انہیں اس علاقہ کے لوگوں پر سختی کرنے کی اجازت ہے کہ نمازیوں کی مہمانی کریں۔ اور اگر وہ نہ کریں تو ان کی سزا یہ ہے کہ زجر اور ڈانٹ کے طور پر جبراً غازی حضرات اپنی خوراک کی مقدار اشیاء خورد و نوش لینے کا حق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ یہ حکم تھا کہ جو شخص مال غنیمت میں سے کچھ چرلے اس کا سامان جلادیا جائے۔ اور جو شخص زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اس کا نصف مال جبراً لے لیا جائے۔ بعض علماء فرماتے ہیں ابتداءً اسلام میں مہمان نوازی فرض تھی بعد میں زکوٰۃ کی فرضیت سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی واللہ اعلم یہاں تک اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ (روایتی الداسی نخوع، وکذا ابن ماجہ الی قولہ کما حم اللہ) اور امام دارمی نے اسی طرح روایت کیا اور یوں ہی ابن ماجہ نے کما حم اللہ کے لفظ تک اسے روایت کیا اور انہوں نے یہ الفاظ الا لایحل الی اخوة ذکر نہ کیے۔

۱۵۶۔ وَعَنْ الْعُوبَاذِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

أَيُّكُمْ أَحَدُكُمْ مُتَكَبِّرًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَنْظُرُ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ إِلَّا وَاقٍ وَاللَّهُ قَدْ أَمَرْتُ وَعَظَّمْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا مِثْلُ الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرُ وَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يُعِدْ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بِيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلَا أَكْلَ ثَمَرِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمْ الَّذِي عَلَيْهِمْ رِزْقًا ابْدَأُوا فِي اسْنَادِهِ

اشعت بن شعبة المصمعي وقد تكلم فيه۔

اور حضرت عرواض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے ایک شخص اپنے تخت پر تکیہ لگائے (خود تکبر سے بیٹھے ہوئے) یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہی چیز حرام کی ہے جو اس قرآن میں ہے۔ آگاہ رہو اور بیشک اللہ کی قسم میں نے کچھ باتوں کا حکم دیا ہے اور تمہیں وعظ و نصیحت کی ہے اور کچھ باتوں سے منع کیا ہے اور بے شک وہ تعداد میں قرآن جتنی بلکہ اس سے زیادہ ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے جائز نہیں رکھتا کہ تم لوگ اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو مگر اجازت سے اور نہ ان کی عورتوں کو مارنا جائز کیلئے۔ اور نہ ان کے پھل کھا جانا تمہارے لیے حلال کیا ہے۔ جبکہ وہ لوگ تمہیں وہ چیز (جذبہ) دیدیں جو انکے ذمے لازم ہے۔

شرح :- (وعن العوباذ بن ساریہ)۔ و سکون را و با موحده مفتوحہ اور ضاد معجمہ۔ (بن ساریہ)

بین مہملہ وراویاء۔ آپ حضرت عریض بن ساریہ صحابی ہیں۔ اصحاب صفیں سے ہیں اور ان گریہ دزاری کرنیوالے حضرات میں سے ہیں جن کی شان میں آیہ کریمہ۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ آلائِهِ نَزَلْهُمُ الرِّيحُ زَاحِقَةٌ۔ (اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آتے ہیں سواری حاصل کرنے کے لیے) شام میں رہے اور جمعہ میں سکونت اختیار کی۔ اور ۵۷۵ میں وفات پائی رضی اللہ عنہ۔

یہ حضرت عریض بن ساریہ راوی ہیں کہ (قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے یعنی خطبہ ارشاد فرمایا۔ (فقال) فرمایا۔ (ایحسب احدکم متکئا علی اریکتہ) کیا گمان کرتا ہے تم میں سے ایک شخص اپنے آرام وہ اور آراستہ تخت پر تکیہ لگاٹھے ہوئے۔ (ریظن ان اللہ لحریم شیئا الا ما فی هذا القرآن) یہ گمان کہ اللہ نے کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہ جو اس قرآن میں ہے۔ (الا دانی واللہ قد امرت) آگاہ رہو اور بیشک میں نے اللہ کی قسم کچھ باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ووعظت) اور تمہیں وعظ و نصیحت کی ہے و نہیت عن اشیا اور تمہیں کچھ باتوں سے منع کیا ہے۔ (انھا لثل القرآن) بیشک جو امر و نہی اور وعظ و نصیحت میں نے تمہیں کی ہے وہ مقلد میں قرآن جتنی ہے۔ (اداکتم بلکہ اس سے زیادہ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک سے چند احکام بیان فرمائے جن سے آپ نے روکا اور منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ (وان اللہ لحریم لکم ان تدخلوا بیوت اهل الكتاب الا باذن) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال اور جائز نہیں کیا کہ تم لوگ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو۔ (ولا ضرب نسائکم) اور نہ ہی جنہ بیہ و خراج وغیرہ وصول کرنے کے لیے ان کی عورتوں کو مارنا حلال کیا ہے۔ (ولا اکل ثمارہم) اور ان کے پھل کھا جانا حلال نہیں کیا۔ (اذا اعطوکم الذی علیہم) جب کہ وہ تمہیں جنہ بیہ و خراج ادا کر دیں۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا (روای اسنادہ) اور اس کے اسناد میں ایک شخص ہے جس کا نام اشعث بن شعبة المصیصی ہے۔ (وقد نکلو فیہ) اور اس میں گفتگو کی گئی ہے کہ ثقہ ہے یا نہیں۔ مصیصی بکسر میم۔ اور پہلے صاد مہملہ کی تشدید کے ساتھ اور صاد کی فتح اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ مصیصہ شہر کی طرف نسبت ہے۔ قاموس میں کہا مصیصہ بر وزن سیمہ شام میں ایک شہر کا نام ہے۔ اور صاد کو تشدید نہیں دی جاتی۔

۱۵۷۔ وَعَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّاهٍ فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا دُمُودٌ وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ

اور انہی حضرت عریض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اس کے بعد اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کیا اور ہمیں بڑا موثر وعظ فرمایا۔ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور

دل لرز اٹھے۔ ایک شخص نے کہا یہ وعظ تو ہم سے دماغ ہو جانے والے شخص کا وعظ تھا۔ اس لیے آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے تعمیل حکم اور فرمانبرداری اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تو تم میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا۔ اسے مضبوطی سے تھامنا۔ اور پوری قوت کے ساتھ اس سے چمٹے رہنا۔ اور دین میں نئے ایجاد کردہ امور سے دور رہنا کہ دین میں

رَجُلٌ يَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ كَانَ هَذِهِ مَوْعِظَةً مَوْعِدَةٍ
فَأَوْصَا فَقَالَ أَفْضَلُكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدٌ حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ
مَنْ يَعْتَرِ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرِي اخْتِلَافًا
كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيَيْنَ تَسْكُوبُهَا وَعَضُّوا
عَلَيْهَا بِالْأَوَّاجِدِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ
الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ
بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ رواه احمد و ابو داود

والترمذی وابن ماجة الا انهما لم يذكرا الصلوة۔ ہر نئی پیدا کردہ بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

شرح:۔ (رو عنه) اور انہی حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال) انہوں نے کہا (صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی یعنی امامت کرائی (ذات یوم) ایک دن۔ (ثم اقبل علينا بوجههم) پھر ہماری طرف اپنا چہرہ مبارک پھیرا۔ (فوعظنا موعظة بليغة) اور ہمیں بڑا موثر وعظ فرمایا۔ قول بلغ ایسے کلام کو کہتے ہیں جو اپنا مقصود پوری طرح واضح کر دے۔ بالغ بمعنی خوب اور عمدہ۔ بلغ و فصیح وہ کلام جو عبارت کی عمدگی کی بنا پر دل کی تہ تک پہنچ جائے۔ (وذكرت منها تعيون) جس کے اثر سے آنکھیں بہ پڑیں۔ ذرت بذال مجہ بمعنی آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا (وجلت منها القلوب) اور دل کانپ اٹھے۔ (فقال رجل) پس ایک شخص نے کہا (يا رسول الله كان هذه موعظة مودعة) یا رسول اللہ یہ تو گویا رخصت ہو جانے والے شخص کا وعظ تھا۔ دستور ہے کہ رخصت اور وداع ہونے والا انسان جو پند و نصیحت کر سکتا ہے۔ کرتا ہے اس میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتا۔ اور کہنے والی سب باتیں کہہ دیتا ہے۔ یا رسول اللہ ہمارا دل تو آپ کے وداع ہونے اور رحلت کرنے کے تصور سے ہی بیٹھنے لگتا ہے۔ اور غم و صدمہ محسوس کرتا ہے۔ (فأوصنا) تو آپ ہمیں وصیت فرمائیں۔ یعنی نرم اور آسان نصیحت کی باتیں کر جائیں۔ تاکہ دل کو سکون رہے اور غم و صدمہ سے نڈھال نہ ہو جائے۔ (فقال اوصيكم بتقوى الله) تو فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ پرہیزگاری اختیار کرنا اور خدا سے ڈرتے رہنا (والسمع والطاعة) اور میں تمہیں اس کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے حکام و امراء کا حکم قبول کرنا اور ان کی فرمانبرداری اختیار کرنا ان تمام باتوں میں جو حکم شرع اور تقویٰ اس سے کے مطابق ہوں (كان عبدا حبشيا) اگرچہ فرماؤ تقدیراً وہ حاکم و امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ (اور یہ احادیث امیر اختیار کرنے میں مبالغہ مقصود ہے۔ ورنہ غلام امیر و حاکم بننے کا اہل نہیں ہے۔ کہ امامت کے شرائط میں سے ایک شرط ہے۔

یہ ہے کہ حاکم دایمیر آزاد ہو غلام نہ ہو یہ کلام بالکل اس حدیث کی طرح ہے جس میں فرمایا جو شخص مسجد بناتا ہے اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ اگر چہ وہ چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد بنائے۔ ظاہر ہے چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس بھی چھوٹی بڑی مسجد کا بطور مبالغہ شان بیان کرنا مقصود ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حبشی غلام سلطان کبیر کا نائب ہو۔ اس صورت میں سلطان کے فرمانے کی بنا پر اس کی اطاعت بھی ضروری ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے حکام و امراء کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (فانہ من یعثر منکم بعدی) کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا (میں میری اختلاف کشیدہ) تو وہ عنقریب لوگوں میں بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ اور امراء کی بات کی ماننے اور اطاعت اختیار کرنے میں اس فتنے میں مبتلا ہونے سے امن ہے جو اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ اور تقویٰ کی حفاظت کرنے کی طرف اشارہ اپنے اس قول مبارک سے فرمایا۔ (فخلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين مہدیین) اور اپنے اوپر لازم قرار دینا میری سنت کو اور میرے خلفاء کی سنت کو جو رشد و ارشاد کے اہل اور ہدایت یافتہ ہیں۔ اور انسان نیکی اور عمدہ خصال و عادات سے اسی وقت بہرہ ور اور ہدایت کی روشنی سے منور ہو سکتا ہے جبکہ گمراہی و ضلالت کے خلاف اور اس سے دور رہے۔

اور خلفائے راشدین سے خلفاء اربعہ مراد لیے گئے ہیں۔ جو ان کی سیرت و عادت پر چلتا اور سنت کے مطابق عمل کرتا ہے وہ انہیں میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ وہ شخص جو اپنی خواہش نفس سے کوئی بدعت پیدا کرے اور اس پر چلے۔ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وہ سنت ہے۔ جسے حضور اقدس کے زمانہ مبارک میں شہرت حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں رواج پذیر اور مشہور ہوئی اور اس بنا پر ان کی طرف منسوب ہونے لگی۔ چونکہ یہاں اس امر کا گمان تھا کہ کوئی شخص خلفائے راشدین کی طرف کسی سنت کے منسوب ہونے کی وجہ سے اسے بھی بدعت قرار دیدے اور رد کر دے اور اسے بُرا جانے اس لیے حضور علیہ السلام نے اپنے خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کی اتباع کا حکم دیا۔ اور اس کی بھی وصیت فرمائی۔ اور اگرچہ ان خلفائے راشدین نے اپنے قیاس و اجتہاد سے کوئی بات باری کی تھی تو وہ بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہی سمجھی جائے گی اس پر بدعت کا اطلاق درست نہ ہوگا۔ جیسا کہ بعض گمراہ فرقے خلفاء راشدین کی اس قسم کی باتوں کو بھی معاذ اللہ بدعت کہہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد اتباع سنت کی وصیت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔ (تسکوا بہ) میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت سے چپٹے رہنا۔ (وعضوا عیہ بالنواجذ) اور سنت پر اپنے دانت پوری قوت سے کاڑھ لینا۔ اور اسے مضبوطی سے پکڑنا۔ بعض دانت کاڑھنا نواجذ آخری چار ڈاڑھیں جنہیں حلم و عقل کی ڈاڑھیں کہتے ہیں۔ اور مطلق دانتوں اور ڈاڑھوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(دایا کمر و محدثات اکاموس) اور ان نو پیدا شدہ امور سے اپنے آپ کو دور رکھنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ تھے۔ (فان کما حدث بہ عنہ) کہ بیشک دین میں ہر نئی پیدا شدہ بات بدعت ہے۔ (و کد سے ضد لہ) اور میری بدعت گمراہی یا گمراہی کا سبب ہے۔ اس حدیث کو احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ چاروں نے روایت کیا۔ (اکالانہم لحرید کو انتصو) مگر ترمذی و ابن ماجہ نے نماز ادا کرنے کا واقعہ ذکر نہیں کیا۔ یعنی انہوں نے۔ (صلی بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ حدیث مذکورہ کا آغاز و عطف سے کیا۔

۱۵۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ وَقَرَأَ وَرَأَى هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبَعُوهُ

الآية - رواه احمد

والنسائي - والدارمي

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ایک خط کھینچا پھر فرمایا - یہ اللہ کا راستہ ہے - اس کے بعد آپ نے اس کے دائیں اور بائیں کچھ خط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے - پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَإِنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا الخ بیشک یہ ہے میرا راستہ جو سیدھا ہے تو اسی کی پیروی کرو - الی آخر الایت -

شرح اشعة اللمعات

وعن عبد اللہ بن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاً - اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سمجھانے کے لئے ایک خط کھینچا تاکہ راہ راست کے بطور مثال بیان فرمائیں - ثم قال هذا سبيل الله - پھر فرمایا - یہ سیدھا خط جو میں نے کھینچا ہے خدا تعالیٰ کا راستہ ہے - ثم خط خطوطاً عن يمينه وعن شماله پھر آپ نے اس سیدھے خط کے دائیں اور بائیں کچھ خط کھینچے - وقال هذه سُبُلٌ اور فرمایا یہ راستے ہیں علی کل سبيل منها شيطان يدعو اليه کہ ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے جو لوگوں کو اس راہ کی طرف بلاتا اور بد راہ کرتا ہے - وقراء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت پڑھی - وَإِنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبَعُوهُ پروردگار عالم فرماتا ہے یہ ہے میرا سیدھا راستہ جو میں نے تمہیں دکھایا ہے تو اس پر چلو اس آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ اور ان راستوں پر نہ چلو جو دائیں بائیں کو جاتے

ہیں۔ یعنی مختلف غلط ادیان اور ٹیڑھے راستوں کو اختیار نہ کرو تاکہ وہ تمہیں پریشانی میں مبتلا نہ کر دیں اور تم سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہی میں نہ پڑ جاؤ۔ اسے احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس موضوع سے متعلق دوسری احادیث جو کتب حدیث میں آئی ہیں، ان میں ان خطوط کی تعداد نظر سے نہ گزری ماسوا اس کے کہ تفسیر مدارک میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں ایک حدیث روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ راہ ہدایت اور خدا تعالیٰ کا راستہ ہے لہذا اس کی پیروی کرو۔ اس کے بعد اس خط کی ہر جانب چھ چھ خط کھینچے جو ٹیڑھے اور کج تھے۔ اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان مقرر ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے۔ تو ان ٹیڑھے راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد صاحب مدارک نے فرمایا پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ چھ راستے نکلتے ہیں اس طرح کل بہتر (۲۴) راستے بنتے ہیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس اُمت کا بہتر (۳۴) فرقوں میں بٹ جانا حدیث صحیح میں آچکا ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح مدارک میں مذکور ہوا ہے بلکہ کتاب مواقف میں فرمایا بڑے بڑے اسلامی فرقے تعداد میں آٹھ ہیں۔ ۱۔ معتزلہ ۲۔ شیعہ ۳۔ خوارج ۴۔ مرجیہ ۵۔ نجاریہ ۶۔ جبریہ ۷۔ مشبہہ ۸۔ ناجیہ - پھر معتزلہ کے بیس فرقے بیان فرمائے۔ شیعہ کے بائیس اور خوارج کے بیس، مرجیہ کے پانچ نجاریہ کے تین اور جبریہ اور مشبہہ کے مختلف فرقے بیان نہ کئے۔ اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ اس طرح کل فرقوں کی تعداد بہتر ہو گئی۔ صاحب مواقف کا کلام ختم ہوا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ پتہ کیسے چلتا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں اور یہ سیدھا اور خدا تعالیٰ کا راستہ ہے اس کے علاوہ باقی سب دوزخ کے راستے ہیں حالانکہ ہر فرقے کا دعویٰ ہے کہ وہ راہِ راست پر ہے اور اسکا مذہب حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی چیز نہیں جو صرف دعویٰ سے ثابت ہو جاتے بلکہ اس کیلئے دلائل و براہین کی ضرورت ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل و براہین یہ ہے کہ یہ دینِ نقل سے بھی تعلق رکھتا ہے صرف عقل کافی نہیں اور متواتر اخبار سے معلوم اور احادیث و آثار کی تلاش و تتبع سے متعین ہو چکا ہے کہ سلف صالح یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگ سب اسی عقیدہ اور اسی طریقہ پر تھے اور مذاہب و اقوال میں یہ بدعات و خواہشات صدرِ اول کے بعد پیدا ہوئیں۔ صحابہ کرام اور اسلافِ متقدمین سے کوئی ان بدعات و خواہشات کا قائل نہ تھا۔ بلکہ وہ حضرات ان سے پاک اور بری تھے اور جو لوگ ان بدعات و خواہشات کے قائل ہوئے اہل سنت و جماعت نے ان سے قطع تعلق اختیار کر لی اور ان کے خیالات و عقائد کا رد فرمایا۔

احادیث کی چھ کتب (صحیح ستہ) اور دوسری مشہور و معتد کتابیں کہ احکام اسلامی کا مدار و مبنی ان پر ہے، ان کے

مؤلفین اور مذاہب اربعہ کے آئمہ فقہاء وغیرہم جو ان ائمہ کے طبقہ میں تھے، سب اسی مذہب اہل سنت و جماعت پر تھے اور اشاعرہ، ماتریدیہ جو اصول کلام ائمہ گذرے ہیں سب نے سلف کے مذہب کی ہی تائید کی ہے اور دلائل عقلیہ کے ساتھ اسی مذہب کا اثبات فرمایا ہے اور جو کچھ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع اُمت میں آچکا ہے، ان حضرات نے اسی کی تاکید کی ہے۔ اس بنا پر ان کا نام اہل سنت و جماعت پڑ گیا ہے اگرچہ یہ نام بعد میں پڑا لیکن ان کا مذہب و اعتقاد قدیم ہے۔ ان کا طریقہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سلف کے آثار کی اقتداء اور اپنے عقول، آراء اور خواہشات پر اعتماد نہ کرنا اور نصوص کو ان کے ظاہر معنی پر رکھنا ہے مگر بوقت بخلاف دوسرے فرقوں مثل معتزلہ و شیعہ کے اور ان لوگوں کے جو ان کے اعتقادات کے موافق ہیں کہ انہوں نے فلسفہ سے سہارا لیا اور ان کے ادہام و آراء کو اختیار کیا ہے اسی طرح متقدمین و محققین، مشائخ صوفیہ جو طریقت کے استاد، زاہد و عابد، متراضع و متورع اور متقی اور جناب حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہتے ہیں اور اپنے نفس کی طرف نیکی کی طاقت اور بُرائی سے بچنے کی قوت کی نسبت کرنے سے بری اور پاک تھے، یہ سب حضرات بھی اسی مذہب اہل سنت و جماعت پر مبنی ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتب معتبرہ و معتمدہ سے معلوم ہوتا ہے اور تعرف میں (جو اس گروہ کی کتابوں میں معتمد ترین کتاب ہے اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی شان میں فرمایا ہے "لولا السقرت باعرف التصوف" اگر تعرف نہ ہوتی ہم تصوف کو نہ پہچان سکتے) صوفیہ کے عقائد جن پر ان کا اجماع ہے بیان کئے ہیں وہ سب بلا کسی کمی و بیشی کے اہل سنت کے عقائد ہیں۔ جو دعویٰ ہم نے کیا ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت و جماعت ہیں تو اسکی صداقت اس سے بھی ظاہر و واضح ہے کہ حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، تصوف، سیرت و تاریخ کی معتبر کتابیں جو مشرق و مغرب میں مذکور و مشہور ہیں سب جمع کی جائیں اور مخالفین بھی اپنی کتابیں لائیں تو حقیقت حال بالکل ظاہر ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ دین اسلام میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ ہر منصف اور تعصب و ہٹ دھرمی سے کنارہ کش انسان اس حقیقت کا بر ملا اعتراف کرے گا۔ واللہ یقول الحق وهو یدل السبیل اللہ تعالیٰ حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی راہ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش تابع نہ ہو جائے اس دین کے جو میں لے کر آیا ہوں۔

۱۵۹۔ وعن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون ہواہ تبعاً لسا جئت بہ۔ رواہ فی شرح السنۃ۔ و قال النوری فی البیعینہ ہذا حدیث صحیح روایہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح۔

اشعۃ اللمعات

وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يوم من احدكم حتى يكون هواه تبعاً لما حَبَّتْ به - تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفسِ تابع نہ ہو جائے اس چیز کے - یعنی دین و شریعت کے جسے میں لے کر آیا ہوں - اگر متابعت سے اعتقاد، عمل، عبادات اور عادات میں کامل تسلیم و رضا اور حق کے ساتھ ٹکراؤ اور خواہش نفس کے دباؤ کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کے آگے گدن جھکا دینا اور اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنا مراد ہو تو اس صورت میں نفیِ ایمان سے کامل ایمان کی نفی مراد ہوگی - اور اگر متابعت سے دین اسلام قبول کرنا اور اس کی حقیقت کا معتقد ہونا مراد لیا جائے تو پھر نفی سے اصل ایمان ہی کی نفی مراد ہوگی -

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یہ فرمایا کہ خواہش نفس دین کے تابع ہو جائے یہ نہ فرمایا کہ بالکل ختم اور معدوم ہو جائے کہ اس کا ختم اور معدوم ہو جانا ناممکن بھی ہے اور نامناسب بھی اور سرے سے معدوم ہو جانے کی صورت میں اجر و ثواب کا سلسلہ بھی باقی نہیں رہتا - کمال یہ ہے کہ خواہش موجود ہو مگر حق کے تابع اور مطیع ہو -

اس حدیث کو امام محی السنۃ نے شرح السنۃ میں روایت کیا اور امام نووی نے اپنی اربعین میں کہا یہ حدیث صحیح ہے - ہم نے اسے اسنادِ صحیح کے ساتھ کتاب الحجۃ میں روایت کیا ہے -

۱۶۰ - وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَذْنِيِّ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي شَدَّ أَمِيتٌ لَعْدِي
فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُورِ مَنْ عَمِلَ
بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً
فَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَتَهُ ضَلَّالَةٌ لَا يَرْضَاهَا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ
أَمْثَامٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ
ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً

رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن کثیر بن عبد اللہ

اور حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری سنتوں میں سے
کوئی ایسی سنت زندہ کی جو میرے بعد نیست و نابود
کردی گئی تھی تو اس اکیلے آدمی کو ان تمام لوگوں جتنا
اجر و ثواب ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہوں گے - بغیر
اس کے کہ خود ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع ہو
اور جس نے کوئی بُری بدعت جاری کی جو اللہ اور اس کے
رسول کو پسند نہ ہو تو جب قدر لوگ اسی بدعتِ ضلالت
پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اس جاری کرنے والے

۱۔ بن عمرو عن ابیہ عن جبرہ -

کے ذمہ گناہ لکھا جلتے گا اور خود ان کے گناہ میں
کوئی کمی نہ ہوگی۔

اشعة اللمعات، بلال بن الحارث المزنی - مُزنی بضم میم وفتح زاء وکسر نون - آپ صحابی
ہیں قبیلہ مزینہ کے وفد کے ساتھ شہر ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی ۸۰ سال کی
عمر میں شہر ہجری مقدسہ میں وصال فرمایا۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احيا سنة من سنتي - جس نے میری سنتوں میں
سے کوئی سنت زندہ کی - قدامتیت جو میرے بعد ماری گئی (ضائع اور نیست و نابود) کر دی گئی تھی - فان له
من الاجر مثل اجر من عمل بها - تو بے شک اس شخص کو ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے برابر اجر و ثواب
ملے گا جو اس سنت پر کاربند ہونگے - من غير ان ينقص من اجرهم شيئا اس کے بغیر انہیں ثواب ملنے
سے خود اس کے ثواب میں کمی ہو - یعنی ان سب عمل کرنے والوں کو بھی ان کے عمل کا مکمل ثواب ملے گا - اور سنت کو زندہ
کرنے اور رواج دینے والے کو ان سب کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

ومن ابتدع بدعتا ضلالتا لا يرضاها الله ورسوله - اور جس نے کوئی بدعت ضلالت (بری)
جاری کی جس سے خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش نہ ہوں - بخلاف بدعت حسنہ کے جس میں دین
کی بہتری اور اس کی تقویت اور ترویج ہو کہ یہ بدعت حسنہ ہے اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے - كان عليه
من الاثم مثل اثم من عمل بها لا ينقص ذلك من اوزارهم شيئا - تو اس بدعت ضلالت
پر کاربند ہونے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی - خود اس بدعت ضلالت جاری کرنے والے کو ان سب کے برابر گناہ ہوگا۔
اس حدیث کی شرح اور اس میں گفتگو مسلم شریف کی حدیث ابو ہریرہ کی فصل اول کے آخر میں گذر چکی ہے۔

۱۶۱۔ وعن عمرو بن عوف قال قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الدين ليارز الى الحجاز كما
تارز الحية الى حجرها وليعقلن الدين
من الحجاز معقل الاسر وية من رأس
الجبل وان الدين بدء غريباً وسعود

اور حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا بے شک دین سکڑ آئے گا حجاز کی
طرف جس طرح سکڑ آتا ہے سانپ اپنے سوراخ کی
کی طرف - اور بے شک دین اسلام پناہ لے گا سرزمین
حجاز میں جس طرح پناہ لیتی ہے پہاڑی بکری پہاڑ

كَأَبَدَ فُطُوْبِي لِلْغُرَبَاءِ وَهُمْ
الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ
مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي .

رواہ الترمذی

کی چوٹی پر۔ اور بے شک دین غربت و تنہائی میں ظاہر
ہوا۔ اور عنقریب غربت و تنہائی کی طرف لوٹ جائیگا
تو مبارک ہو غربا کو یعنی ان لوگوں کو جو میرے بعد میری
ان سنتوں کو درست کریں گے (ان کی اشاعت کریں گے
اور انہیں رواج دیں گے) جنہیں لوگ خراب کر چکے ہوں گے۔

اشعۃ اللمعات : وعن عمرو بن عوف - آپ انصاری ہیں - غزوہ بدر میں موجود تھے - مدینہ منورہ میں ہی
سکونت پذیر رہے - رضی اللہ عنہ

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدين ليارز الى الحجاز كما تارز
الحية الى جحرها - اس عبارت کا ترجمہ فصل اول کی آخری حدیث میں گذر چکا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ وہاں
الی المدینہ کے الفاظ ہیں اور یہاں الی الحجاز کے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں کو شامل ہے جیسا کہ وہاں اس طرف
اشارہ کر دیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں مدینہ کا لفظ مدینہ پاک کی فضیلت کی بنا پر آیا ہو اور یہاں حجاز کا لفظ حرمین شریفین
زاد ہما اللہ تعظیما و تشریفاً کی فضیلت کے لئے وارد ہوا ہو۔ واللہ اعلم

وليعقلن الدين من الحجاز - اور بے شک دین اسلام حجاز مقدس میں پناہ تلاش کرے گا اور اسے
اپنا مسکن و مادی بنائے گا اور فتنوں کے ظہور اور اہل کفر و فساد کے غلبے کے وقت حجاز کی طرف واپس لوٹ آئے گا۔ یا
آخر زمانہ میں خروج دجال کے وقت ایسا ہوگا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذرا - معقل الارویۃ من راس الجبل -
جس طرح جنگلی بکری پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی اور اس پر چڑھ جاتی ہے اُرویتے بضم ہمزہ ، سکون راء و کسر
واو تشدید یا بمعنی جنگلی بکری - بعض کے نزدیک یہ لفظ مادہ بکری کے لئے مخصوص ہے۔

وان الدين بَدَّ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَّ - اور بے شک یہ دین اسلام غریب و تنہا
نمودار ہوا (آیا) اور آخر کار غربت و تنہائی کی لوٹ جائے گا۔ فطوبی للغرباء - تو غربا کو مبارک ہو اور وہ خوش
ہوں۔ ان کے کلیجے ٹھنڈے ہوں۔ وہم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سُنَّتِي
غُرَبَاءَ وہ لوگ ہیں جو میری ان سنتوں کو درست قائم کرتے ہیں جنہیں میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا ہوتا ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

۱۶۲ - وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ

ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَيَاتَيْنِ عَلَى أُمَّتِي كَمَا أَتَى عَلَى بَنِي
إِسْرَائِيلَ حَذَّوَالنَّعْلَ بِالنَّعْلِ
حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى
أُمَّةً عِلَانِيَةً لَّكَانَ فِي أُمَّتِي
مَنْ يَفْضَحُ ذَلِكَ وَإِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
تَفَرَّقَتْ عَلَى ثَنَيْنِ وَسَبْعِينَ
مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى
ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ
فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً فَتَأْتُوا
مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا
أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي -

رواه الترمذی -

، وفی روایت احمد ابی داؤد

عَنْ مَعَاوِيَةَ ثَنَيْنِ وَسَبْعُونَ فِي
النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ
الْجَمَاعَةُ وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَتَّجَرُونَ بِهَمٍّ
تِلْكَ إِلَّا هَؤُلَاءَ كَمَا يَتَّجَرُونَ الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى
مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ

فرمایا۔ البتہ میری امت پر وہ کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل
پر آیا۔ میری امت اور بنی اسرائیل آپس میں بالکل
مطابق اور موافق ہو جائیں گے۔ جس طرح ایک پاؤں کا
جو تار دوسرے پاؤں کے جوڑتے کے برابر ہوتا ہے۔
یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے
ساتھ اعلانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ضرور
ایسے لوگ ہونگے جو اس فعل کے مرتکب ہونگے۔ اور بیشک
بنی اسرائیل بہتر ۲، فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت
تہتر ۳، فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تہتر ۳، فرقوں میں
سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔
لوگوں نے کہا وہ ایک کونسل ہے۔ فرمایا جس پر میں اور
میرے صحابہ ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور احمد اور
ابوداؤد کی روایت حضرت معاذیہ سے یوں مروی ہے
کہ بہتر ۲، فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں
جائے گا۔ اس فرقے کا نام جماعت ہے اور بیشک میری
امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہونگے کہ نفسانی خواہشات و
ارادے ان کے رگ و پے میں سرایت کر جائیں گے جس طرح
بادے پن کی بیماری انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی
ہے کہ اسکی ہر ہر رگ اور ہر ہر جوڑ میں گھس جاتی ہے۔

اشعة اللمعات : وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ليأتين على أمتي كما أتى بنو إسرائيل - اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میری امت بد علی کے انہی حالات سے دوچار ہو جائیگی جس سے بنی اسرائیل
دوچار ہوئے۔ حذو النعل بالنعل بدعالمیوں میں ان سے پوری مطابقت اختیار کر لیں گے جس طرح ایک پاؤں کا جوڑتا

دوسرے پاؤں کے جوتے کے عین مطابق اور برابر ہوتا ہے۔ حذو النعل بالنعل کی ترکیب کا مطلب یہ ہے کہ موچی جب جوتا سیتے ہیں تو ایک تلہ دوسرے تلے سے ملا کر پورا اندازہ کر کے اور برابر کر کے سیتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں حذوت النعل بالنعل میں نے دونوں پاؤں کے جوتے بالکل برابر تیار کئے۔ حذو بمعنی اندازہ کرنا اور برابر کا ٹنا۔ طابق النعل بالنعل کا محاورہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ پھر دو چیزوں کے آپس میں بالکل برابر اور مطابق ہونے پر یہ محاورہ استعمال ہونے لگا۔

حتی ان کان منہم من اتی اقمہ علانیۃ - یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ بدکاری کی ہوگی۔ لکان فی امتی من یصنع ذالک - تو میری اُمت میں بھی ضرور ایسے بدکردار لوگ پیدا ہونگے جو اپنی ماں کے ساتھ ایسی بُری حرکت کے مرتکب ہونگے۔ بعض علمائے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہاں ماں سے باپ کی منکوحہ (سوتیلی ماں) مراد ہو۔ کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ماں کے ساتھ یہ فعل کرے کہ یہاں طبعی اور شرعی مانع موجود ہے البتہ سوتیلی ماں کے ساتھ ایسا ممکن ہے کہ وہاں طبعی مانع موجود نہیں ہے۔

وان بنی اسہ راتیلے تفرقت علی ثنتین وسبعین ملتہ۔ اور بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں اور مذہبوں میں بٹ گئے تھے۔ وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملتہ۔ اور میری اُمت تہتر ۳۰ فرقوں اور مذاہب میں بٹ جائے گی۔ یعنی جو ایمان کے مدعی اور اہل قبلہ ہیں، اصول عقائد میں تہتر ۳۰ فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ کلہم فی النار۔ یہ سب سوء عقیدہ کے باعث دوزخ میں جائیں گے۔ تاہم بدعملی کی بنا پر فرقہ ناجیہ اہلسنت میں سے بھی کچھ لوگ کچھ وقت کے لئے ممکن ہے دوزخ میں ڈالے جائیں۔ اور یہ قول کہ گناہوں کے باوجود فرقہ ناجیہ اہلسنت کے سب لوگ بخشے ہوئے ہیں بالکل بے دلیل قول ہے۔

الاملت واحدة۔ ان تہتر فرقوں میں سے صرف ایک گروہ جنتی ہے۔ قالوا من ہی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسا گروہ ہے۔ قال ما انا علیہ واصحابی۔ فرمایا، وہ کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، قائم ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے احمد اور داؤد کی روایت میں اس طرح آیا ہے۔ ثنتان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة وہی الجماعۃ۔ بہتر فرقے دوزخی ہیں اور ایک جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔ یہ جماعت کے نام سے اس لئے موسوم ہیں کہ یہ حضرات جس بچائی اور راہِ راست پر سلف کا اتفاق ہے اس پر جمع ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

وانہ سیخرج فی امتی اقواء۔ اور بے شک میری اُمت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہونگے کہ تجارتی بہم تلک الاھواء۔ کہ انکی رگ و پے میں یہ نفسانی خواہشات سراپت کر جائیں گی اور وہ آپس میں ان خواہشات

کے پیروکار بن کر بٹ جائیں گے اور ان میں آپس میں اختلاف واقع ہو جائے گا۔ اھواء ہوئی کی جمع ہے بمعنی ارادہ نفس اور اس کی خواہش یہ خواہشات ان کیلئے مختلف مذاہب میں بٹ جانے کا موجب بنیں گی۔ کیا تجارتی الکلب بصلاحہ جس طرح بادے پن کی بیماری مریض کے رگ وریشے میں پھیل جاتی ہے کلب بفتح لام بادے پن کی بیماری جو کتا کاٹنے سے انسان کو لاحق ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے انسان دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اس کی بالخیولیا دالے کی سی کیفیت ہو جاتی ہے اور لبا اوقات اس سے دوسرے انسان کو بھی لگ جاتی ہے اور اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ یہ مریض پانی کی طرف نہیں دیکھ سکتا اور اگر پانی پر نگاہ پڑ جائے تو چیخ و پکار شروع کر دیتا ہے اور اس پر بے طاقتی اور کمزوری چھا جاتی ہے اور عموماً اس بیماری والا آدمی پیاسا مرنے لگتا ہے۔ پانی نہیں پی سکتا یہ ایک ایسا موزی مرض ہے کہ اس کا اثر تمام بدن پر ہوتا ہے اور اس سے آگے اور کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ بیماری آدمی کے رگ وریشے میں سرایت کر جاتی ہے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ آدمی کی کوئی رگ اور اس کا کوئی جوڑ ایسا نہیں ہوتا جس میں یہ مرض گھس نہ جائے۔

خواہش نفس کے پیروکار انسان کو اس بیماری دالے کے ساتھ اس بنا پر تشبیہ دی کہ جس طرح یہ مرض انسان کے رگ وریشے میں سرایت کر جاتا ہے اور اس سے کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں بالکل یہی حالت خواہش نفس کے پیروکار کی ہوتی ہے اور اس میں بھی اور کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں پھر یہ خرابیاں صرف اسی تک محدود نہیں رہتیں بلکہ دوسروں میں بھی پھیلیں اور انہیں بھی خراب کرتی ہیں تو اہل ہوا میں بدعت اور خواہش نفس کا مرض بالکل بادے پن کی طرح ہے اور جس طرح بادے پن کا مریض پانی کے قریب نہیں آتا اے پینے کی تاب نہیں رکھتا اور پیاسا مرنے لگتا ہے۔ اسی طرح خواہش نفس کا پیروکار بھی علم دین سے بھاگتا اور اس سے محرومی کی حالت میں ہی مر جاتا ہے اور جہالت کے جنگل اور بدعت کے ہاویہ میں اپنی جان دے دیتا ہے۔ فقال اللہ العافیۃ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی مانگتے ہیں۔

۱۶۳۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّتَهُ مُحَمَّدٌ عَلَى ضَلَالَةٍ دَعَا اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ شَدَّ فِي السَّارِ (رواه الترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گمراہی پر اکٹھا نہ ہونے دے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہو گیا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اشعۃ اللمعات ۱۔ وعن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله ان الله لا يجمع أمتي حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو نہ جمع ہونے دے گا۔ او قال امۃ محمد یا فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو راہی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتی کا لفظ استعمال فرمایا یا امت محمد کا لفظ (صلی اللہ علیہ وسلم) علی ضلالتہ گمراہی پر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خصوصیت اور فضیلت ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اس امت کو نوازا کہ آپ کی امت جس چیز پر اتفاق کرے گی وہ حق و ثواب ہی ہو گا مید اللہ علی الجماعۃ اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اور احسان و مہربانی جماعت پر ہے۔ واصل اس جملے میں ایذا نے خلق اور اعدائے دین کے خوف سے خدا تعالیٰ کی حفاظت اور مدد فرمانے سے کنایہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو استنباط احکام اور حق پر اطلاع پانے کی

توفیق دی ہے اور جب امت آپس میں اختلاف کرے گی اور منتشر ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ حفاظت عصمت اور سکینت ان سے اٹھائے گا اور ان پر عذاب نازل کرے گا۔ اور ان کے حالات بگاڑ دے گا اور اُس حق سے دور کر دے گا جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ومن شذّشذ فی النار اور جو شخص جماعت اور سواد اعظم سے الگ اور تنہا ہو جائے گا اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا بظاہر شذ صیغہ ماضی معلوم ہے اور دوسرا صیغہ ماضی مجہول۔ اور یہ دوسرا صیغہ معلوم بھی پڑھا گیا ہے اسی طرح آنے والی حدیث میں

۱۶۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ، مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي

النَّارِ

اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم اکثریت و جمہور کی اتباع کرو کہ بیشک جو شخص جماعت سے الگ اور تنہا ہو گیا وہ دوزخ میں گیا

رواہ ابن ماجہ من حدیث انس و ابن عامر فی کتاب السنۃ

اشعۃ السمات وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابتعوا السواد الاعظم۔ اور انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ سواد بمعنی سیاسی اور بعض جمہور لوگوں کی کثیر جماعت چنانچہ سیاسی شکر سے اس کی کثرت اور زیادتی مراد ہوتی ہے اس ارشاد سے درحقیقت اس مذہب کی اتباع کی ترغیب مقصود ہے جسے علماء امت کی اکثریت نے اختیار کیا ہے۔

یہاں مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں خالی جگہ ہے اور رواہ ابن ماجہ من حدیث انس کے الفاظ حاشیہ میں درج ہیں اور بعض نسخوں میں ابن ابی عامر فی کتاب السنۃ کے الفاظ زیادہ آئے ہیں۔

۱۶۵۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيَّ إِنْ قَدَّرْتَ أَنْ تَصْبَحَ وَتَمْسِيَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فَا فَعَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بَنِيَّ وَذَا لِكَ مَنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ

رواہ الترمذی

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے عزیز بیٹے اگر تو صبح و شام ایسے حال میں کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کے متعلق کھوٹ نہ ہو تو ضرور ایسا کر۔ پھر فرمایا اے میرے عزیز بیٹے یہ کام میری سنت اور میرے طریقہ پسندیدہ میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اشعۃ السمات وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بني ان قدرت ان تصبح وتمسي وليس في قلبك غش ل احد فافعل اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اگر تو صبح و شام ایسے حال میں کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو تو ایسا کر ثم قال يا بني وذا لك من سنتي پھر فرمایا اے پیارے بیٹے اور یہ چیز میری سنت اور میرے طریقہ پسندیدہ میں سے ہے ومن احب سنتي فقد احبني اور جس نے میری سنت اور میرے طریقہ پسندیدہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی کہ کسی کے طریقے اور سنت سے پیار کرنا اس کے ساتھ محبت

کی بنا پر ہوتا ہے اور اس کی محبت کا باعث بنتا ہے ومن احبنی کان معی فی الجنة اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا جیسا کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے المرء مع من احب کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت تھی۔ اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے پیار کرنا آپ کے ساتھ پیار اور آپ کی رفاقت نصیب ہونے کا باعث ہے۔ سنت کے ساتھ جب صرف محبت کا نتیجہ یہ ہے تو جو شخص سنت سے محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کرتا ہو اُس کا مرتبہ کس قدر ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت عطا کرے۔

۱۶۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فسادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ۔

(رواہ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت میں اعتقادی اور عملی فساد برپا ہونے کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اسے ایک سو شہید کا ثواب ملے گا۔

اشعۃ اللمعات۔ فساد امت سے سنت چھوڑ دینے اور اس میں کمی اور کوتاہی کو نامراد ہے اور سو شہید کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے وقت میں سنت پر عمل بڑی مشقت اور جدوجہد سے ہو سکے گا لیکن اس کی فضیلت اور اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہوگا۔ حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں رواہ کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے اور حاشیہ میں یہ عبارت درج ہے رواہ البیہقی فی کتاب الزہد من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ یعنی اسے بیہقی نے اپنی تالیف کتاب الزہد میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا

۱۶۶۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودٍ تَعْجِبُنَا أَفْتَرَى أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ أُمْتَهُمْ كُونُوا أَنْتُمْ كَمَا تَهْتَكُوا يَهُودُ وَالنَّصَارَى لَقَدْ جِئْتَكُمْ بِمَا بَيَضَاءُ لِقِيَةٍ وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَتْهُ إِلَّا اتِّبَاعِي

رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا بیشک ہم لوگ یہود سے بہت سی باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا آپ مناسب سمجھتے اور رائے دیتے ہیں کہ ہم لوگ ان میں سے کچھ لکھ لیا کریں آپ نے زبردانکار کے طور پر فرمایا کیا تم لوگ دین اسلام کے بارے میں حیرت میں ہو اور اس کے کامل دین ہونے میں تمہیں شک ہے۔ اس لئے تم لوگ اہل کتاب سے کچھ لینا چاہتے اور ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو جس طرح خود یہود و نصاریٰ حیرت و شبہات کی وادیوں میں بھٹکنا شروع ہو گئے تھے۔ بیشک میں ایک سفید و پاک اور صاف درویشان اور شک و شبہ سے خالص ملت و شریعت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا چہ جائیکہ اس کی قوم اور باقی تمام لوگ دیکھ کر میری

شریعت کے اٹھانے کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں،

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حلال طیب رزق کھایا سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے امن میں رہے وہ جنت میں داخل ہوا۔ اس پر ایک شخص نے کہا یہ نیکیاں ہمارے زمانے میں لوگوں کے اندر کثرت کے ساتھ موجود ہیں آپ نے فرمایا ہاں اور مجھ سے بعد کے زمانوں میں بھی یہ نیکیاں موجود رہیں گی۔

۱۶۸ - وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيْبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّتِهِ وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ لَكَثِيرٌ فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي رواه الترمذی

اشعۃ اللمعات۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکل طیباً جو شخص حلال کھائے و عمل فی سنۃ اور سنت کے مطابق عمل کرے اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔ وامن الناس بوائقہ اور لوگ اس کے شر و فتنہ سے امن میں رہیں یعنی اس کی طرف سے کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچے یعنی کسی کو گمراہی کے راستے پر نہ ڈالے اور کسی کو بدراہ نہ کرے ظاہر ہے کہ اس سے ہر چھوٹا بڑا شر و فتنہ مراد ہے یعنی لوگوں کو اس سے کسی قسم کی کوئی اذیت اور برائی نہ پہنچے۔ بوائق باللقہ کی جمع ہے بمعنی سختی اور سنج پہنچانا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس سے اس کے ہمسائے تکلیف میں ہوں۔ بوائق کی تفسیر ظلم، بدعتی، سختی اور شر و فساد سے کی گئی ہے۔ دخل الجنة وہ جنت میں داخل ہوگا فقال رجل اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ان هذا اليوم لکثیر فی الناس یا رسول اللہ بیشک یہ کام (یہ نیکیاں) آج ہمارے زمانے میں تو بہت ہیں ہمارے بعد آنے والے لوگوں کی حالت کیا ہوگی۔ قال وسیكون فی قرون بعدی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے زمانے میں یہ اچھائیاں بہت ہیں اور میرے بعد آنے والے لوگوں میں بھی کسی نہ کسی حد تک یہ اچھائیاں موجود رہیں گی یعنی میری امت میں نیکی اور خیر بالکل ہی ختم نہ ہو جائے گی۔ اگرچہ زیادہ اور کم کافرق ضرور ہوگا۔ اور آخر زمانے تک ایک جماعت ایسی موجود ہوگی جو تقویٰ اور اقامت سنت کے راستے پر گامزن رہے گی۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دین کا دسواں حصہ بھی چھوڑے گا ہلاک ہو جائے گا۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو اس کے دسویں حصے پر بھی عمل کریگا نجات پا جائے گا۔

۱۶۹ - وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عَشْرًا أَمْرًا هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَشْرٍ أَمْرٍ هَلَكَ رواه الترمذی

اشعۃ اللمعات۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ہلک اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے اگر کوئی شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دیا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہو جائے گا۔

ثم یاتی زمان من عمل منهم بعشر ما مربہ بخا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ جو شخص اس کے دسویں حصے پر عمل کریگا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو نجات پا جائیگا اور عذاب سے چھوٹ جائیگا اور ثواب کا مستحق ہوگا۔ لیکن یہ گنجائش سنتوں اور نوافل و خیرات میں ہو سکتی ہے فرائض و واجبات میں اس گنجائش کی کوئی صورت نہیں کہ ان کے ترک کی کسی زمانے میں اجازت نہیں ہو سکتی۔ بعض نے کہا ہے اس امر معروف و نہی منکر مراد ہے کہ زمانہ نبوت اور اس کے بعد قریب زمانہ میں جب کہ حق ظاہر تھا حکومت اسلامی مضبوط تھی اور مسلمان ایک دوسرے کی مدد و اعانت میں سرگرم تھے اور حق سننے اور قبول کرنے کی توقع ہوتی تھی ایسے اچھے حالات و زمانہ میں امر معروف اور نہی منکر ترک کرنے کے لئے کوئی عذر نہ تھا اس کے برعکس آخر زمانہ میں جو زمانہ نبوت کے بالکل الٹ اور خلاف ہوگا کہ اس میں تھوڑا سا امر معروف اور نہی منکر کا فریضہ ادا کر دینا بھی غنیمت اور اجر و ثواب کا موجب ہے۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم گمراہ نہیں ہوتی جو پہلے ہدایت پر تھی مگر جھگڑے کی وجہ سے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایت پڑھی ماضربوہ الخ یہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں بحث کرتے مگر محض جھگڑے کے لئے۔ بلکہ یہ سخت جھگڑاؤں میں ہوتے ہیں۔

۱۴۰ - وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أَوْتُوا الْجِدَلَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ مَا ضَرَبُوا لَكَ إِلَّا جِدْلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ. رواه أحمد والترمذی وابن ماجہ

اشعة اللمعات - وعن ابی امامہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں گمراہ ہوتی قوم جو پہلے ہدایت پر تھی۔ الا اوتوا الجدل مگر اس بنا پر کہ انہیں جھگڑا دیا گیا۔ جدل جیم اور دال کے فتح کے ساتھ یعنی لڑائی جھگڑے اور تعصب و عناد میں سخت ہونا تاکہ اس تندی اور سختی کے ذریعے اپنے باطل مذہب کو رولج دیں اور حق کی بنیادیں اکھاڑ پھینکیں۔

ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جو کفار کے جدل و مضمومت کے بارے میں وارد ہے یعنی مَا ضَرَبُوا لَكَ إِلَّا جِدْلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا اَتَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ بیشک تم لوگ اور خدا تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تو مشرکین بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے شور مچایا کہ ہمارے بت عیسیٰ سے بہتر نہیں ہیں اگر عیسیٰ جو نصاریٰ کے معبود ہیں اس آیت کے مطابق (معاذ اللہ) دوزخ میں جائیں گے۔ تو ہم بھی اپنے بتوں کیساتھ دوزخ میں جانے پر راضی ہیں۔ ان کی اس گفتگو پر اللہ تعالیٰ نے ایت مَا ضَرَبُوا لَكَ إِلَّا جِدْلًا فرمائی یعنی انہوں نے جو آپ کے ساتھ یہ بحث کی ہے طلب حق کے لئے نہیں کی بلکہ جھگڑے اور کج بحثی کے طور پر کی ہے کیونکہ مالتبدون کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شامل ہی نہیں ہے کہ کلمہ یا یعنی چیز غیر عقلا کے لئے آتا ہے جس طرح لفظ مَنْ عقلا کے لئے یہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ لعنت سب میں ماکا استعمال یہی ہے اس کے باوجود بعض جنگ و جدل اور تعصب و عناد کے تحت ایسی گفتگو کر رہے ہیں بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ ابن زبیری (بکسر زار و فتح بار و سکون عین و فتح راء اور آخر میں الف) جو مشرکوں میں سے ایک مشرک تھا اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بحث اور گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا تو اپنی قومی زبان سے ہی کس قدر ناواقف اور بے بہرہ ہے کہ ما اور من کا استعمال تک نہیں جانتا۔

۱۶۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُولُ لَا تَشْدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيَشْدُو اللَّهُ
عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْلًا شَدَّ دُرًّا عَلَى الْفَرْسِ فَشَدَّ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ فَتَلَّكَ بِقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالْأَبْيَانِ
ابْتَدَعُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

رواہ ابو داؤد

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اپنے آپ پر سختی اور شدت نہ کرو کہ
اللہ بھی تم پر شدت اور سختی کرنے لگے۔ بیشک ایک قوم اپنے اوپر
شدت اور سختی کی تھی تو اللہ نے وہ شدت اور سختی ان پر ڈال دی تو
نصاری کے عبادت خانوں اور ان کے کلیساؤں میں جو لوگ ہیں یہ
انہی کے باقی ماندہ لوگ ہیں۔ انہوں نے ایک رہبانیت اپنے پاس
سے گھڑ لی تھی ہم نے ان پر لازم نہ کی تھی۔

اشعۃ اللمعات۔ وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فرمایا کرتے تھے۔ لا تشدوا علی انفسکم ریاضات اور مجاہدات شاقہ کے ساتھ اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ
نفس جن کاموں کی طاقت نہیں رکھتا وہ اس سے لینے لگو اور جو چیزیں اللہ نے تمہارے لئے مباح کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام ٹھہراؤ اور اللہ
نے تمہارے ذمے آسان کام لگائے ہیں مگر تم اپنے پاس سے سخت کام اپنے ذمہ لگاؤ۔ فشد اللہ علیکم یہاں تک کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ
بھی تم پر سختی کرے اور انہیں تم پر فرض کر دے اور تم میں ان کے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ پھر تم عاجز آ جاؤ اور ان کی ادائیگی سے پھر جاؤ فان
قوما شدوا علی نفسہم فشد اللہ علیہم بیشک ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کر دی فتک بقایا
ہم فی الصوامع والديار تو اپنے اوپر سختی کرنے والوں میں سے آج بھی نصاری کے عبادت خانوں اور ان کے کلیساؤں میں موجود ہیں
صوامع صومعہ کی جمع بمعنی نصاری کا عبادت خانہ۔ دیار دیر کی جمع بمعنی عیسائی درویشوں کی عبادت گاہ۔ رہبانیت ابتدعوا ملکیتاھا
علیہم۔ رہبانیت جو انہوں نے پیدا کی ہم نے ان پر وہ فرض نہ کی تھی۔ رہبانیت سے عبادت و ریاضت میں مبالغہ، لوگوں سے انقطاع،
ٹاٹ کا لباس پہننا، گردن میں زنجیر ڈال لینا، اپنا آلہ تناسل کاٹ دینا اور پہاڑوں و صحراؤں میں بھاگ جانا وغیرہ مراد ہے جو اہل کتاب کے
راہب اور زاہد کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ چیزیں انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر اختیار کر لی تھیں۔ ہم نے ان پر فرض نہ کی تھیں۔
اور اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فتدارعوا حتی رعایتھا پھر وہ ان کی نگہداشت اس طرح نہ کر سکے جیسا اس کے کرنے
کا حق تھا۔

منقول ہے کہ حضرت احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد ابوسیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
دریافت کیا کہ بنی اسرائیل نے تو اس قدر ریاضتیں اور مجاہدے کئے کہ وہ بوسیدہ مشکوں اور کمانوں کے پرانے چمڑوں کی طرح خشک ہو گئے
اور ہم لوگ کھاتے ہیں پیتے ہیں پہنتے ہیں اور آرام و آرائش سے رہتے ہیں۔ اپنی آرام و آسائش کی اس زندگی کو دیکھ کر دل گھٹتا ہے کہ ہمارا
طور طریقہ کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ حضرت ابوسیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو اس بارے میں کوئی بات جاننا
چاہتا ہے۔ اے احمد ہم سے صدق و اخلاص کا مطالبہ ہوگا۔ جلنے اور پگھلنے کا مطالبہ نہ ہوگا اگر تو نے دس دن عمل کیا اور اخلاص سے کیا تو وہ
دس سال جلنے اور پگھلنے سے بہتر ہے اصل میں خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب و مقصود ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ومن لم یکن للوصال اہلا۔ فکی
احسانہ و نوب۔

جو شخص وصال و ملاقات کا اہل قرار نہ پایا اس کی سب نیکیاں بھی گناہ ہیں۔

۱۶۲۔ رَعْنُ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجِهٍ. حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَمُحْكَمٌ وَمُتَشَابِهٌ وَأَمْثَالٌ فَأَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوا بِالْمُحْكَمِ وَآمِنُوا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبَرُوا بِالْأَمْثَالِ هَذَا لَفْظُ الْمَصْنُوعِ حَدَّثَنِي الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَنَقَطَهُ فَأَعْمَلُوا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پانچ وجہوں پر نازل ہوا ہے۔ حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال تو حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام۔ محکم پر عمل کرو۔ متشابہ پر ایمان رکھو اور امثال و واقعات سے عبرت و نصیحت پکڑو۔ یہ مصباح کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کی حلال پر عمل کرو۔ حرام سے بچو اور محکم کی پیروی کرو۔

اشعۃ اللمعات۔ وعن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل القرآن علی خمسة اوجه قرآن پانچ قسم پر نازل ہوا ہے۔ حلال و حرام و محکم و متشابہ و امثال حلال و حرام کا معنی واضح ہے اور محکم و متشابہ کا معنی حدیث عائشہ کی فصل اول میں معلوم ہو چکا ہے اور امثال سے قصے اور نصیحتیں کی باتیں مراد ہیں۔

فاحلوا الحلال وحرّموا الحرام تو حلال کو حلال جانو یعنی اس پر عمل کرو اور اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھو اور حرام کو حرام جانو۔ واعمّلوا بالمحکم اور محکم پر کاربند رہو۔ وامنوا بالمتشابه اور متشابہ پر ایمان رکھو اور یہ یقین رکھو کہ اس سے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے حق اور درست ہے۔ اگرچہ ہمیں اس کی حقیقت کا علم نہیں واعتبروا بالامثال اور قصص اور نصائح سے نصیحت اور عبرت پکڑو۔ هذا لفظ المصباح کے الفاظ ہیں دروی البیہقی فی شعب الایمان اور بے حتی نے شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے فاعملوا بالحلال واجتنبوا الحرام واتبعوا المحکم حلال پر عمل کرو حرام سے بچو اور محکم کی پیروی کرو اور آمنوا بالمتشابه واعتبروا بالامثال کے الفاظ مصباح اور شعب الایمان دونوں میں ایک جیسے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرع کے احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جن کا نیک ہونا ظاہر و واضح ہے ان کی پیروی کرو۔ دوسرے وہ جن کا گناہ اور ناجائز ہونا واضح ہے ان سے بچو اور دور رہو۔ تیسرے وہ جن کے جائز یا ناجائز ہونے میں شبہ ہے انہیں خدا کے سپرد کرو اور ان میں توقف کرو اور ان میں خدا سے رشد و ہدایت طلب کرو

۱۶۳۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفَرْتُ لَآئِهَ أَمْرَيْنِ رَشْدٌ فَاتَّبِعْهُ وَأَمْرَيْنِ غَيِّهَ فَاجْتَنِبْهُ وَأَمْرٌ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فِكَلْهُ إِلَى اللَّهِ

رواہ احمد

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا جو تنہا ہونے والی اور دور چلی جانے والی اور ایک

۱۶۴۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ خَيْبٌ الْإِنْسَانِ كَذِئْبٍ الْغَنَمِ يَأْخُذُ السَّارَةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالسَّاحِيَةَ وَأَيَّامُ

رَاشِعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ

رواہ احمد

طرف ہو جانے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان واقع راستوں سے دور رہو اور جماعت اور اکثریت کے طریقے کو پکڑے ہو

اشعة اللمعات . وعن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان يشك شيطان الانسان كما يهتر يا به ك ا سے بہکاتا اور پھسلاتا ہے کہ جماعت سے الگ ہو تو اسے ہلاک کر دے . کذئب الغنم جیسے بکریوں کا بھیڑ یا یاخذ الشاذة جو اس بکری کو پکڑ لے جاتا ہے جو گلے سے بھاگتی اور اس سے اُست نہیں رکھتی . والقاصية اور اس بکری کو بھی پکڑ لے جاتا ہے جو گلے سے دوڑ چلی جائے اگرچہ نفرت کی وجہ سے دور نہ گئی ہو . والناجیة اور اس بکری کو بھی پکڑ لے جاتا ہے جو گلے سے ایک طرف ہو کر کھڑی ہو . اگرچہ اس سے بھاگی نہ ہو اور نہ ہی اس سے دور گئی ہو اور جو بکری گلہ کے درمیان ہو وہ امن اور سلامتی میں ہے وایاکم والشعاب اور اپنے آپ کو ان راستوں سے دور رکھو جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہوں . اس عبارت سے مقصد یہ ہے کہ جماعت سے باہر نکلنا ٹھیک نہیں اور جس راستے پر جمہور اہل اسلام چلتے ہوں اس سے ہٹ جانا درست نہیں جیسا کہ فرمایا وعلیکم بالجماعة والعامۃ اور جماعت و اکثریت میں رہنا اپنے اوپر لازم و ضروری جانو . اس جانب اشارہ ہے کہ اعتبار جمہور و اکثری اتباع کا ہے کہ تمام لوگوں کا ہر معاملہ میں کامل اتفاق نہ صرف یہ کہ واقع نہیں بلکہ ممکن بھی نہیں .

۱۷۵ - رَعْنُ أَبِي خَدْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شَبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَتَهُ الْأَسْلَامَ عَنْ عُنُقِهِ : رواه احمد والبرجاء

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی .

اشعة اللمعات . وعن ابی خدر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبرا فخرجت ريبقة الاسلام عن عنقه تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار کر پھینک دی اور اس حالت کو پہنچ گیا کہ شاید اسلام کی قید اور احکام کی بندش سے باہر نکل جائے . ربقۃ بکسر اور بفتح را بمعنی وہ رسی جس میں چند حلقے بنائیں اور ہر حلقہ بکری کے گلے میں ڈال دیں . اس ہر حلقے کو ربقۃ کہتے ہیں .

۱۷۶ - رَعْنُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مُوسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَكَّثْ فَيَكُمُ الْفَرِيقَانِ لَنْ تَصِلُوا مَا تَمَسَّكْتُمُ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ

رواہ فی الموطا

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک انہیں پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے . ایک اللہ کی کتاب دوسری اس کے رسول کی سنت .

اشعة اللمعات . اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا . موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام ہے موطا الف مقصورہ اور مدودہ دونوں سے پڑھنا جائز ہے . معلوم ہونا چاہیے کہ مرسل حدیث مشہور اصطلاح کے مطابق وہ ہے جسے تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے . اسے منقطع بھی کہتے ہیں جیسا کہ مقدمہ کتاب میں مذکور ہوا تو یہ نہ کہا جائے کہ امام مالک تابعی نہیں ہیں اس لئے ان کی حدیث مرسل یا منقطع نہیں ہو سکتی تاہم بہتر یہ ہے کہ مرسل کی بجائے تعلیقاً کہا جائے بمعنی اسناد کا اول حصہ حذف کر دینا .

۱۷۷ - رَعْنُ خُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّمَالِيِّ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخَذَتْ قَوْمٌ بَدْعَةً

اور حضرت خضیف بن حارث الثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں نکالتی

الْأَرْفَعُ مِثْلَهَا مِنَ السُّنَّةِ فَمَتَّكَ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ
أَحْدَاثِ بَدْعَةٍ : رواه احمد

کوئی قوم بدعت مگر اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے تو سنت کو تھانے
رکھنا بدعت پیدا کرنے سے بہتر ہے۔

اشعة اللغات - وعن غصيف بن الحارث الثمالي غصيف بضم غين وفتح ضاد معجم بن الحارث الثمالي ثمالی بضم ثاء ثلاثه وتخفيف ميم
شامی میں ان کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ ابن ابی حاتم اور ان کے باپ اور ابو ذر رحمہ نے کہا کہ صحابی ہیں بجلی نے کہا تابعی ثقہ ہیں اور ابن سعید
نے انہیں تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے اور ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب ثقات میں کیا ہے۔ حضرت غصیف کا اپنا قول ہے کہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھا میں نے آپ سے بیعت کی اور آپ سے مصافحہ کیا۔ واللہ اعلم۔ بعض نے ضاد کی بجائے غصیف ظار کے
ساتھ پڑھا ہے قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث قوم بدعة رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا کوئی قوم نہیں نکلتی
بدعت الارفع مثلها من السنة مگر اس کے برابر اس قوم سے سنت اٹھالی جاتی ہے اور جب کہ احداث بدعت سنت کو اٹھاتا ہے تو
اسی قیاس کے مطابق سنت کو رولج دینا بدعت کا قطع قمع کرتا ہے۔ فمتسك بسنة خير من احداث بدعة پس سنت کو مضبوطی
سے پکڑے رکھنا اگرچہ وہ چھوٹی سی ہوتی بدعت پیدا کرنے سے اگرچہ حسنہ ہی ہو بہتر ہے کہ اتباع سنت سے نور پیدا ہوتا ہے اور بدعت میں
گرفتار ہونے سے ظلمت اور تاریکی چھاتی ہے۔ مثلاً بول و براز اور استنجاء کے آداب سنت کے مطابق بجالانا سرائے اور مدرسہ بنانے سے بہتر ہے
کیونکہ مالک آداب سنت کی رعایت سے ترقی کرتا اور مقام قرب تک پہنچتا ہے اور ان آداب کے ترک سے ترقی کے بجائے تنزل میں پڑ جاتا
ہے پھر رفتہ رفتہ بدعت میں گرفتار انسان قنات قلبی تک پہنچتا ہے جسے دین اور طبع اور دل پر مہر لگانے سے تعبیر کرتے ہیں لغو واللہ من ذالک

۱۴۸۔ رَعْنُ حَسَّانَ قَالَ مَا أَبْدَعَ قَوْمٌ بَدْعَةً فِي
دِينِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللَّهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيدُهَا
إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے (جو شاعر اور مشہور صحابی
ہیں اور ان کے حالات اشعة اللغات میں دوسری ذکر ہوئے ہیں)
روایت ہے انہوں نے کہا نہیں پیدا کرتی کوئی قوم اپنے دین میں بدعت
مگر اللہ تعالیٰ ان سے اس کی مثل سنت ان سے چھین لیتا ہے پھر
قیامت تک وہ سنت انہیں واپس عطا نہیں کرتا۔

رواه الداری

۱۴۹۔ رَعْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَرَّ صَاحِبُ بَدْعَةٍ فَقَدْ أَحْبَبَ
عَلَى هَذِمِ الْإِسْلَامِ رواه البيهقي في شعب الایمان

اور حضرت ابراہیم بن میسرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بدعتی کی عزت و آبرو
کی تو بیشک اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔

اشعة اللغات - وعن ابراهيم بن ميسرة آپ ثقہ تابعی اور صحیح الحدیث ہیں اپنے زمانے کی بے نظیر شخصیت تھے۔ آپ کی روایت کردہ
احادیث نے اہل مکہ میں شہرت حاصل کی۔

فقد احبب على هدم الاسلام - اس نے اسلام کے ویران کرنے میں مدد کی کیونکہ بدعتی کی تعظیم و توقیر میں سنت کی اہانت اور
اس کا استخفاف ہے اور سنت کی اہانت حقارت اسلام کے ویران کرنے کا موجب ہے اسی قیاس کے مطابق قبح سنت کی تعظیم و توقیر اسلام کی
آبادی اور اس کی عمارت و ترقی کا ذریعہ ہے کہ اس کے سبب سنت کی عظمت بڑھے گی اور اسے رواج حاصل ہوگا۔

۱۸۰۔ رَعْنُ ابْنِ حَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ كِتَابَ اللَّهِ
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے

ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِيهِ هَدَاهُ اللَّهُ مِنَ الضَّلَالَةِ فِي الدُّنْيَا
وَرَقَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سُوءَ الْحِسَابِ - وَفِي رَوَايَةٍ
مَنْ اقْتَدَى بِكِتَابِ اللَّهِ فَلَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَ
لَا يَشْقَى فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ فَسَبَّحَ
هُدًى فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى.

فرمایا جس نے اللہ کی کتاب کا علم حاصل کیا پھر اس میں جو کچھ ہے اس کی
پیروی کی اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں گمراہی سے بچا کر ہدایت پر قائم رکھے
گا اور قیامت کے روز اسے بُرے حساب سے بچائے گا اور ایک
روایت میں ہے جس شخص نے اللہ کی کتاب کی اقتدا کی وہ دنیا میں گمراہ
نہ ہوگا اور آخرت میں بُرے انجام سے دوچار نہ ہوگا۔ پھر حضرت ابن
عباس نے یہ آیت تلاوت کی حَسَنَ اتَّبَعَ الْخ

اشعة اللمعات وعن ابن عباس رضي الله عنه قال من تعلم كتاب الله ثم اتبع ما فيه اور حضرت ابن عباس رضي الله
عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی کتاب سیکھی پھر ان احکام کی پیروی کی جو اس میں ہیں اِهداه الله من الضلالة
فی الدنيا اللہ اسے صراطِ مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا اور اسے دنیا میں گمراہی سے نجات دیگا وراقا یوم القیامہ سوء الحساب
اور قیامت کے روز اسے ہر بدی اور سختی حساب سے بچائے گا۔ وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے مَنْ اقْتَدَى
بكِتَابِ اللَّهِ فَلَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقَى فِي الْآخِرَةِ جس نے اللہ کی کتاب کی اقتدا کی وہ دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں بدبخت
نہ ہوگا۔ ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ اتَّبَعَ هُدًى فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى۔ پس جو شخص میری کتاب
کی پیروی کریگا۔ جو ذریعہ ہدایت ہے وہ گمراہ اور بدبخت نہ ہوگا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی دولت و سعادت دین و شریعت کی
متابعت میں ہے جیت۔

زہے سعادت اگر خدمت تو انم کرو کہ نیک بختی دنیا و دین ز خدمت تست

اگر میں تیری خدمت کر سکوں تو یہ میری سعادت ہوگی کہ دین و دنیا کی نیک بختی تیری خدمت میں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کو ایک مثال کی صورت
میں صراحہ بیان فرمایا ہے کہ اس صراطِ مستقیم کے دونوں جانب دروازے ہوں اور

۱۸۱ - وَعَنْ أَبِي سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَعَنْ جَنَّتِي
الصِّرَاطِ سُورَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفْتَحَةٌ وَعَلَى الْأَبْوَابِ
سُتُورٌ مُرَخَّاةٌ وَبِحَدِّ رَأْسِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُولُ
اسْتَقِيمُوا عَلَى الصِّرَاطِ وَلَا تَعْوِجُوا وَفَوْقَ ذَلِكَ
دَاعٍ يَدْعُو كُلَّمَا هَمَّ عَبْدٌ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ
الْأَبْوَابِ قَالَ وَتَحَكَّ لَا تَفْتَحْ فَإِنْ نَكَ أَنْ تَفْتَحَ
تَلْجَهُ ثُمَّ فَسَّرَهُ فَأَخْبَرَ أَنَّ الصِّرَاطَ هُوَ الْإِسْلَامُ
وَأَنَّ الْأَبْوَابَ الْمُفْتَحَةَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَأَنَّ السُّتُورَ الْمُرَخَّاةَ
حُدُودُ اللَّهِ وَأَنَّ الدَّاعِيَ عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ هُوَ الْقُرْآنُ
وَأَنَّ الدَّاعِيَ مِنْ فَوْقِهِ هُوَ الْحِطُّ اللَّهُ فِي قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ

ان میں دروازے کھلے ہوں اور دروازوں پر پردے لگے ہوں اور سر راہ
لوگوں کو بلانے والا شخص موجود ہو جو کہہ رہا ہو راستے پر چلو۔ کجروی اختیار
نہ کرو اور اس داعی کے اوپر ایک اور داعی (بلانے والا) ہو کہ جب
بندوں میں سے کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنے
اور پردہ اٹھانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ داعی (بلانے والا) کہتا ہے تجھ
پر افسوس! یہ دروازہ نہ کھول کہ بیشک اگر تو اسے کھولے گا تو اس
میں داخل ہو جائے گا تب پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال
کی وضاحت فرمائی کہ اس سے کیا مراد ہے تو آپ نے خبر دیتے

رواہ رزین در رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان
یہ حدیث ابن نے ابن مسعود سے روایت کی اور احمد نے اور
بیہقی نے شعب الایمان میں اسے نواس بن سمان سمعان بکسرین
اور بفتح سین دونوں طرح آیا ہے۔ آپ صحابی ہیں شام میں سکونت
تھی۔ اسی طرح ترمذی نے بھی نواس بن سمان سے بھی روایت کی مگر
اتفاق ہے کہ امام ترمذی نے احمد و بیہقی کی نسبت مختصر الفاظ میں روایت کی

ہوتے فرمایا کہ صراط سے طریقہ اسلام مراد ہے گے اور بتایا کہ کھلے ہوئے
دروازوں سے جن پر پردے لٹکے ہوتے ہیں وہ افعال مراد ہیں جنہیں
اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے گے۔ اور بیان فرمایا کہ لٹکے ہوئے پردوں
سے اللہ کی حدیں مراد ہیں اور بتایا کہ راستے پر کھڑے داعی سے قرآن
مراد ہے گے اور اس داعی کے اوپر ایک اور داعی سے ہر مومن کے
دل میں اللہ کی طرف سے نصیحت کرنے والا مراد ہے۔

اشعة اللمعات ۱۷ یعنی دین کی کیفیت و حالت یا ان حدود و محارم اور احکام قرآن کی حالت و کیفیت بیان فرمائی۔ ۱۷ اور اس میں
داخل ہو گیا تو دردناک عذاب میں جا پڑے گا۔ ۱۷ جس پر چل کر انسان بہشت جاوداں میں پہنچ سکتا ہے۔ ۱۷ کہ ان کے اور بندے کے
درمیان بندش ڈال دی ہے کہ ان کی طرف گزرنے سے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کو ان سے باز رکھتا ہے (باز رہنے کی تلقین کرتا ہے) یہ دراصل
حق سبحانہ و تعالیٰ کے احکام ہیں جن کا انسان کو پابند کیا گیا ہے گے جو لوگوں کو راہ راست پر چلنے کی دعوت دیتا ہے گے شارح طیبی رحمۃ اللہ
علیہ نے داعی قلب کی تفسیر لکھ لی (الہام فرشتہ سے کی ہے) جو بندہ کے دل میں نیک بات ڈالتا ہے جب تک فرشتہ کی طرف سے یہ الہام
نہ ہو تو قرآن مجید سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ قرآن مجید کا کام صرف یہ ہے کہ وہ راستہ دکھاتا اور راستے کے نشان بتلاتا ہے مگر دل کا اسے
قبول کر لینا اور نصیحت کو دل میں بٹھال لینا اور راستے پر چل پڑنا اور مقصود تک پہنچ جانا تو یہ توفیق و ہدایت الہی سے ہوتا ہے جس کا الہام اللہ تعالیٰ
اس کے دل میں ڈالتا اور پیدا کرتا ہے۔

۸۲۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًا فَلَيْسَتْ
بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تَمُوتُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أَوْ لَا يَكُ
أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ
الْأُمَّةِ وَأَبْرَهَا قُلُوبًا وَأَعَمَّقَهَا عِلْمًا وَأَقْلَمَهَا تَكْلُفًا
اخْتَارَهُمُ اللَّهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَلَا قَامَةِ دِينِهِ فَاعْرِضُوا
لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ عَلَى أَشْرِهِمْ وَتَسَكُّوْ
بِنَا اسْتَظْفَرْنَا مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيرَتِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا
أَعْلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ۔

رواہ رزین

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جو شخص
راہ راست پر چلنا چاہے اسے چاہیے کہ ان لوگوں کے راستے پر چلے
اور ان کی اقتدا اور پیروی کرے جو اس جہاں سے گزر گئے اور وفات
پا چکے ہیں کہ زندوں کے بارے میں یہ اندیشہ موجود ہے کہ وہ دین میں
کسی فتنہ اور ابتلا میں مبتلا ہو جائیں گے اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ کرام تھے یہ حضرات امت میں سب سے افضل تھے
ان میں سب سے بڑھ کر نیک دلی پائی جاتی تھی ان کا علم سب سے
گہرا تھا اور یہ حضرات سب سے کم تکلف و تصنع اختیار کرتے تھے
اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اپنے نبی کی رفاقت و صحبت اور اقامت
و خدمت دین کے لئے چنا گے تو ان کے لئے ان کا فضل و کمال
پہچاننا اور ان کے آثار و طریقوں کی پیروی کرو اور حتی الوسع ان کے
اخلاق اور ان کی سیرت و روش اختیار کرو کہ بیشک یہ لوگ ہدایت
مستقیم پر قائم تھے گے

اشعة اللمعات اے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے زمانے کے تابعین سے فرمائی اور انہیں نصیحت کی اور لوگوں سے صحابہ کرام اور زندوں سے صحابہ کرام کے علاوہ اپنے زمانے کے دوسرے لوگ مراد لئے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اولاً شک الخ اے کہ یہ حضرات سب سے کم تکلف و تصنع اور ریاء و نمائش اور لوگوں میں مروج و متعارف رسوم و عادات اختیار کرتے تھے اور بناوٹ کے ساتھ کسی کام کو کم ہی انجام دیتے تھے۔ تکلف کا معنی ہے فرمانے کے بغیر کسی کام کو خود اپنے ذمے لے لینا اور اپنے آپ کو رنج و مشقت میں ڈالنا اور تکلف اسے کہتے ہیں جو اپنی حاجت و ضروریات اور طاقت سے بڑھ کر کام کرے۔

اے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت و اکملیت کی دلیل ہے یعنی جب کہ خدا تعالیٰ نے تمام لوگوں میں سے انہیں چنا اور اپنے پیغمبر کا انہیں یار و رفیق اور ساتھی بنایا تو اس سے ثابت ہوا کہ یہی حضرات بہترین خلق اور اخیار امت ہیں اور انہی کے نفوس قدسہ انوار ہدایت و ایمان کے زیادہ لائق و قابل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْزَّكَاةُ لِلَّهِ فَإِنَّهُ ثَبَتَهَا لِمَنْ يَشَاءُ مِنْهُ وَكَانَ اللَّهُ غَافِقًا لِمَا يَكُونُ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ نَافِعٌ لِّمَا يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ اے اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کلمہ تقویٰ لازم کر دیا اور وہی اس کے سب سے زیادہ لائق و مستحق تھے۔ آثار و روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی ان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو سب دلوں سے روشن تر اور پاک تر پایا تو اس میں نور نبوت رکھ دیا اور صحابہ کرام کے قلوب طاہرہ کو باقی تمام دلوں سے صاف تر اور لائق تر پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لئے انہیں چن لیا۔ اور فی الواقع ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔ کیونکہ کوئی بھی عقلمند پسند نہ کریگا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرید جن سے اللہ راضی ہو گیا اور جنہوں نے عمر بھر آپ کے زیر سایہ تربیت پائی اور خدمت میں حاضر رہے وہ بشری آلاتوں سے پاک و صاف نہ ہوئے ہوں۔ اور درجہ کمال کو نہ پہنچے ہوں۔ مشائخ کرام کے مریدین کو دیکھئے کہ ان کی خدمت میں کن بند مراتب کو پہنچتے ہیں صحابہ کرام کا نقص و عیب معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نقص و عیب کا موجب بنے گا اور یہ لازم آئے گا کہ صحابہ میں نفاق موجود تھا۔ حالانکہ سورہ توبہ کے نزول کے بعد منافقین و غلصین کا امتیاز و تعین بھی ہو گیا تھا اور منافقین ذلیل و رسوا ہو چکے تھے لہذا کسی صحابی کے بارے میں نقص و عیب کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔ لغو ذالہ من سوء الاعتقاد۔ لکھے سبحان اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کی بزرگی اور دین میں بندگی شان اس قدر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا رضیعت لامتی ما رضی بہ ابن ام عبد میں امت کے لئے راضی ہو گیا ہر اس چیز سے جس سے ابن ام عبد راضی ہوا۔ یعنی ابن مسعود آپ کس قدر صحابہ کرام کی فضیلت و تعظیم کے قائل ہیں کہ مجال گفتگو نہیں لساں اللہ العافیۃ۔

۱۸۳۔ وَحَنَ جَابِرَاتُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسخَةٍ مِنَ التَّوْرَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نُسْخَتُهُ مِنَ التَّوْرَةِ فَكُنْتَ تَجْعَلُ يَقْرَأُ وَوَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ تَنَكَّلْتُكَ الشَّوَاكِلُ مَا تَرَى مَا بَوَّجَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَظَرُ عُمَرَ اِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تورات کا ایک نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ آپ خاموش ہو گئے حضرت عمر نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ درآ نکالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصے سے تبدیل ہو رہا تھا یہ حالت دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رونے والی عورتیں تجھے روئیں۔ تو نہیں دیکھ رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی حالت

فَقَالَ اخُذْ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ
رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَلَا سَلَامَ دِينًا وَنَحْمَدُ
نَبِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي
نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَأْتُكُمْ مُوسَى فَأَتَبَعْتُمُوهُ وَ
تَرَكْتُمُونِي بَضِيلَتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا
أَذْكُرُ نَبَوْتِي لَا تَبْعَنِي .

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

بدل رہی ہے اس پر حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ
انور کی طرف دیکھا کہ اس پر غصے کے آثار نمایاں ہیں تو عرض کی میں اللہ
کے پاس پناہ لیتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے
غضب سے ۳ ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوتے اور اسلام
کے دین ہونے پر راضی ہوتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خدا کی قسم کہ ذات محمد کی بقا جس کے ہاتھ میں ہے اگر موسیٰ پیغمبر تمہارے
سامنے نمودار ہوا تو تم مجھے پھوڑ کر اس کی پیروی شروع کر دو تو
راہ راست سے بھٹک جاؤ گے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میرا زمانہ
پاتے تو ان کے لئے میری پیروی کرنا ضروری ہوتا۔

اشعة اللمعات ۱۷۷ یعنی تو مر جائے۔ اس لفظ کی تحقیق باب الایمان کی دوسری فصل میں ذکر ہو گئی ہے ۳ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عذر خواہی
اور معافی کی نیت سے عرض کیا میں خدا کے پاس پناہ لیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے غصے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ و ماراٹکی سے۔
۱۸۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَلَامِي لَا يَنْسُخُ كَلَامَ اللَّهِ وَكَلَامُ اللَّهِ يَنْسُخُ كَلَامِي وَكَلَامُ اللَّهِ
يَنْسُخُ بَعْضُهُ بَعْضًا

۳ اور انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور
اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے نیز کلام اللہ کو بھی
منسوخ کر دیتا ہے۔

اشعة اللمعات (۳) دین و ملت کے کام کی صلاح و بہتری کی خاطر شرع کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دینے کا نام نسخ ہے۔ یہ تبدیلی و حقیقت
پہلے حکم کی مدت کا اظہار و بیان ہوتا ہے یعنی یہ کہ یہ حکم اس مدت تک مشروع اور قابل عمل تھا۔ واقع میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوتی۔ تاہم چونکہ
حکم اول بظاہر بیان وقت سے مطلق تھا تو منسوخ ہونے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس میں تبدیلی واقع ہو گئی۔
نسخ کی چار قسمیں ہیں قرآن کا نسخ قرآن سے، حدیث کا نسخ حدیث سے قرآن کا نسخ حدیث سے اور حدیث کا نسخ قرآن پاک سے
لیکن اس حدیث کا ظاہری معنی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کا نسخ حدیث سے جائز نہیں (حالانکہ حدیث سے کلام اللہ کا نسخ جائز ہے)
لہذا یہاں حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلام مراد ہو گا جو آپ نے وحی سے بلکہ رائے اور اجتہاد کے طور پر فرمایا۔ یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ
ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸۵۔ وَعَنْ ابْنِ مَرْقَالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَادِيثَنَا يَنْسُخُ بَعْضُهَا بَعْضًا
كَنْخِ الْقُرْآنِ

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ہماری احادیث منسوخ کر دیتی ہیں
بعض بعض کو یعنی ایک دوسری طرح قرآن قرآن کو منسوخ کر دیتا ہے

اشعة اللمعات ۱۷۷ اور اگر نسخ القرآن سے احادیث کا قرآن کو منسوخ کرنا مراد ہو تو پھر نسخ کی چاروں مذکورہ قسمیں درست ہو گئیں اور
یہ حدیث سابق حدیث کی ماسخ قرار پائے گی۔

۱۸۶۔ وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخَثَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّقُوهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَحَلَا تَعْتَدُوا هَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءٍ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَجْحَثُوا عَنْهَا

روى الاحادیث الثلاثة الدارقطنی

اور حضرت ثعلبہ خثنیؓ نے رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے کچھ کام فرض کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی حرمت کو نہ توڑنا اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور بھولے بغیر کچھ چیزوں کے بیان سے خاموشی اختیار کی ہے تم ان سے بحث نہ کرنا یہ تینوں احادیث امام دارقطنیؒ نے روایت کیں۔

اشعة اللمعات۔ ۲۔ خثنی بضم خا و فتح شین۔ اپنے کسی جد کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صحابی ہیں آپ کا نام جبرم اور باپ کا نام ناشب ہے اپنی کنیت سے مشہور ہیں آپ کے باپ کے نام میں بہت اختلاف ہے مگر مشہور وہی ہے جس کا یہاں ذکر ہوا۔ اہل بعیت منون میں سے ہیں۔ شام میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ ۳۔ کہ بھول اور نسیان سے وہ ذات پاک و منزہ ہے اس نے تو تم پر رحمت کرنے اور تمہارے لئے کارِ دین میں آسانی کے لئے ایسا کیا ہے ۴۔ تو ان کے بارے میں کاوش اور کھود کر بدینہ کرو۔ ۵۔ دارقطن بغداد شریف کا ایک محلہ ہے دارقطنی اس محلے کی طرف منسوب ہے ان الفاظ پر کتاب الایمان مکمل ہوئی والحمد للہ علی ذلک

الفصل الاول

فصل اول

۱۸۶۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَتَوَاقُوا وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا خَوْفَ وَلَا حَزَنٍ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَبِدًا فَلْيَتَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ ابْنُ خَالِي

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امت تک پہنچا دو میری طرف سے دین و شریعت کو اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل سے سنی ہوئی باتوں کو بیان کرو اس میں گناہ اور حرج نہیں ہے اور جو شخص میرے اوپر جھوٹ باندھے اور میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کی تو چاہیے کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے

اشعة اللمعات۔ کتاب العلم۔ کتاب علم کے بیان میں۔

علم سے علم دین مراد ہے جو کتاب و سنت سے متعلق ہے اس کی دو قسمیں ہیں مبادی اور مقاصد۔ مبادی وہ علوم ہیں جن پر کتاب و سنت کی معرفت موقوف ہے جیسے علم لغت، نحو و صرف وغیرہ عربی علوم اور مقاصد وہ علوم ہیں جو اعمال، اخلاق اور عقائد سے متعلق ہیں ان علوم کو علوم معاملات بھی کہتے ہیں اور ایک علم مکاشفہ ہے جو ایک نور ہے کہ طریق مستقیم پر چلنے اور صدق معاملہ کے بعد دل میں القاء ہوتا ہے اس علم کے ساتھ حقائق اشیاء کی معرفت کما حقہ منکشف ہوتی ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس علم کو علم حقیقت اور علم وراثت بھی کہتے ہیں اس حدیث کے مطابق کہ مَنْ كَمَلَ بِمَا عِلِمَ ذَرَّةً اللَّهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

جس شخص نے حاصل کئے ہوئے علم کے مطابق عمل کیا تو اللہ اسے اس علم کا وارث بناتا ہے جو اس نے نہیں سیکھا ہوتا اور آیت کریمہ **وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمَكُمُ اللَّهُ** (اور اللہ سے ڈرو اور اللہ علم عطا کرتا ہے) میں اسی علم کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو کہتے ہیں علم ظاہری و علم باطنی تو اس کا معنی بھی یہی ہے جو مذکور ہوا۔ اور ان دونوں علوم کی آپس میں اس طرح نسبت ہے جس طرح جسم اور جان اور مغز اور پوست کی احادیث و آیات جس علم کی شان و فضیلت میں وارد ہوتی ہیں وہ علم ان تمام اقسام کو حسب درجات و مراتب شامل ہے۔

لے ظاہر یہ ہے کہ آیت سے قرآن کی آیت مراد ہے تاہم یہ لفظ احادیث کی تبلیغ اور ان کی نشر و اشاعت پر بھی دلالت کرتا ہے اس لئے کہ قرآن مجید کے مشہور اور ہر جگہ پہنچ جانے کے باوجود اور ہر زمانے میں اس کے لاتعداد حافظ عالم موجود ہونے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا اس کی حفاظت کا فیصل و ضمان ہونے کے باوجود جب کہ ہمیں اس بات کا علم دیا گیا کہ اسے دوسروں تک پہنچائیں تو احادیث کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا بطریق اولیٰ ہمیں علم ہوگا۔

بعض شارحین آیت سے کلام مراد لیتے ہیں جو عمدہ فائدہ پرست مل اور بلند معنی کا نشان ہو جیسے وہ احادیث مبارکہ جو جوامع الکلم کے قبیلہ سے ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث اسی قبیلہ سے ہیں اس تحقیق کے مطابق معنی یہ ہوگا۔ پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی حدیث ہو۔ حدیث شریف کی تبلیغ کی وجہ تخصیص یہ ہوگی کہ قرآن حکیم مذکورہ وجہ کی بنا پر تبلیغ کا محتاج نہیں ہے۔

اسے یا یہ مراد ہے کہ حدیث روایت کرنے میں وجوہ احتیاط عادل، ثقت، مضبوط دہن کے راویوں درجہ اول سے نقل کرنے میں اتصال سند ملحوظ رکھنے وغیرہ کی شرائط عائد کر کے جو دائرہ روایت تنگ کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں ان شرائط کا پورا ہونا ضروری نہیں۔

چونکہ پہلے تورات کے پڑھنے اور اسے لکھنے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ شاید تم لوگ اپنے دین اور اپنی کتاب کے بارے میں تذبذب اور حیرت میں ہو اس لئے تورات کا دامن محکم رہے ہو جیسا کہ گذشتہ باب کی تیسری فصل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذرا تو اس ممانعت کے بعد اب اس امر کی اجازت دیدی کہ بنی اسرائیل سے قصے، مواظظ اور نصیحت آمیز کہاو تیں سن سکتے اور انہیں بیان کر سکتے ہو تاہم ان کے شرائط اور احکام جو منسوخ ہو چکے ہیں بیان نہ کرو۔ البتہ ان کی کتاب کے عجیب و غریب واقعات نقل کر سکتے ہو۔ اس سلسلے میں نقل و سند کی تصحیح میں احتیاط برتنے میں کچھ کمی بھی رہ جاتے تو علم کی بات نہیں کہ مقصود عبرت دلانا اور بیدار کرنا ہے اور اس باب میں وسعت و گنجائش ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے علماء فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

اس کلام کا مقصد اپنے پاس سے حدیث گھڑنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے سے بطور تاکید و کناہ ہے کہ وضع حدیث اگرچہ ترغیب و ترہیب کی نیت سے ہی ہو تب بھی حرام ہے اور بالاتفاق کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ امام الحرمین کے والد امام محمد جنہی رضی اللہ عنہ نے اسے کفر میں داخل کیا اور اس کے قائل کے لئے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ کچھ لوگوں نے ترغیب و ترہیب کی نیت سے حدیث وضع کرنے کو جائز کہا ہے مگر یہ غلط اور خطا رہے۔ حق یہی ہے کہ بیان وضع کے بغیر حدیث گھڑنا اور اسے روایت کرنا حرام ہے۔

حضرت عمرہ اور مغیرہ جو دونوں مشہور صحابی ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو ایسا

۱۸۸ دَعْنُ سُرَّةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَامْعِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ
عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَخَذُ الْكَاذِبِينَ

رواہ مسلم

شخص جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک

ہے۔

اشعة اللمعات۔ اے کیونکہ جب اس نے جھوٹے کی اعانت کی اور کذب و جھوٹ کی اشاعت میں اس کا شریک بنا تو اس کے گناہ اور جرم میں اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ یہ لفظ ضمہ اور فتح یا دونوں طرح مروی ہے۔ جنم کی صورت میں بمعنی گمان اور فتح کی صورت میں بمعنی علم ہے لیکن یہاں علم بھی گمان کے معنی میں ہوگا۔ کیونکہ روایت کے عدم جواز کے لئے جھوٹ کا یقین ہونا شرط نہیں ہے۔ گمان کذب کافی ہے۔ بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ کذب کے احتمال اور شک و شبہ کی صورت میں بھی حدیث کی روایت جائز نہیں ہے لیکن حق یہ ہے کہ صرف احتمال کی صورت میں حدیث کی روایت ترک نہیں کی جاسکتی اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ صدق کا گمان غالب ہو تو روایت کرنا جائز ہے اور اگر کذب کا گمان غالب ہو تو روایت جائز نہ ہوگی۔ اور شک کی صورت میں جواز اور عدم جواز دونوں برابر ہیں۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہر کلام سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ کاہن جمع اور تشبیہ دونوں طرح مروی ہے۔ تشبیہ کی صورت میں راوی اور مرویٰ مراد ہوگا۔

۱۸۹۔ وَعَنْ مُعَاذِیۡہٗ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مِّنْ یُّرِیْدُ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفْقَہُہٗ فِی الدِّیْنِ وَآئِمَّا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ

حضرت معاذیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے لئے نیک چاہتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اے اور میں نہیں ہوں مگر تقسیم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے یعنی دین کی سمجھ وغیرہ جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

متفق علیہ

اے یعنی اسے دین کا فہم، زیر کی، دانائی عطا کرتا ہے اور اس کے دیدہ بصیرت کو کھول دیتا ہے کہ اسے کتاب و سنت کے معانی کا درک حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حقیقی مراد تک پہنچ جاتا ہے۔ اصل میں فقہ کا لفظ فہم و ذکاوت کے معنی میں آتا ہے مگر عرف شرع میں احکام عملیہ کے علم پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱۹۰۔ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم النَّاسُ مَعَادِنُ مِثْلُ الْمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِیَارُہُمْ فِی الْجَاہِلِیَّةِ خِیَارُہُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فُقِہُوْا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ کانیں ہیں جس طرح سونے اور چاندی کی کانیں اے ان میں سے جو جاہلیت میں نیک تھے وہ اسلام میں بھی نیک ہوں گے اے جب کہ وہ دین کا علم لیکھیں اور اس میں فقاہت حاصل کریں۔

رواہ مسلم

اشعة اللمعات اے یعنی عمدہ اخلاق اور محاسن صفات میں اپنی اپنی استعداد اور جوہر اور شرافت ذات کے مطابق ان میں فرق ہے۔ جیسے ایک کان وہ ہوتی ہے جو اپنے اندر رعل و یاقوت پیدا کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتی ہے اور ایک کان سونا چاندی پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے اور ایک کان وہ ہوتی ہے جو روہا، تابانہ پیدا کرتی ہے اور ایک وہ ہوتی ہے جس میں سے سرمہ اور چونہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے اے یعنی جو شخص تعاضات استعداد اور قابلیت ذات کے مطابق زمانہ جاہلیت میں نیک تھا اور قبائل میں برگزیدہ اور پسندیدہ تھا اور اپنے ہم عصر لوگوں پر فوقیت رکھتا تھا۔ اچھی صفات کا مالک تھا اور ان عادات و خصائل سے جو عفت و بے عرفا بھی اچھی اور پسندیدہ

ہیں آراستہ تھا۔ دین اسلام میں آنے کے بعد بھی اس سے حمیدہ اوصاف اور برگزیدہ افعال وجود میں آتے ہیں لیکن زمانہ جاہلیت میں ظلمت کفر و جہل میں چھپا ہوا اور ڈوبا ہوا تھا جس طرح سونا چاندی کان میں مٹی سے ملا ہوا ہوتا ہے اسلام میں آنے اور مجاہدہ و ریاضت کی بھٹی میں پگھلنے کے بعد اس سے مٹی کی آلائش ختم ہو گئی اور وہ ہر قسم کے کھوٹ سے پاک اور صاف اور خالص ہو گیا اور علم و معرفت کے نور سے روشن و منور ہو گیا اور اسی استعداد کی بدولت اس کی اچھی اور عمدہ عادات اپنے ہم عمروں پر نمایاں ہو گئیں اور وہ ان سے فوقیت اور برتری حاصل کر گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک اذ اخفہموا (جب کہ وہ فقیہ ہو جائیں، علم دین سیکھ لیں اور صاحب بصیرت ہو جائیں) میں اسی جانب اشارہ ہے کہ دین میں دار و مدار علم و معرفت حاصل کرنے پر ہے اور اگر اس علم و معرفت کے ساتھ اسکی شرافت اور ذاتی بزرگی بھی جمع ہو جائے تو اس کا بھی بڑا اعتبار ہو گا۔ دین کے بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ عالم جس میں مکینہ پن ہو شریف جاہل سے بہتر ہے۔

حافظ علم و ادب دزر کہ در حضرت شاہ ہر کرا نیست ادب لائق خدمت نبود

(ترجمہ) اے حافظ علم و ادب حاصل کر کہ شاہ کے حضور جس میں ادب نہیں وہ خدمت کے لائق نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے حد مگر دو آدمیوں کے بارے میں اے ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا پھر اسے اپنے راستے میں اس مال کے خرچ کرنے اور لٹا دینے کی طاقت و توفیق عطا کر دی دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت یعنی دین و شریعت کا علم عطا کیا وہ اس کے مطابق عمل بھی کرتا اور فیصلے بھی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔

۱۹۱۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَاسْتَلَطَّهُ عَلَى مَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَ يَعْلَمُهَا.

متفق علیہ

اشعۃ اللمعات اے مطلب یہ ہے کہ اگر حد کرنا جائز ہوتا اور یہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو ان مذکورہ دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہوتا بعض علماء فرماتے ہیں حد سے یہاں غبطہ مراد ہے غبطہ یہ ہے کہ انسان یہ آرزو کرے کہ جو چیز دوسرے کو ملی ہے مجھے بھی ملے غبطہ جائز ہے مگر حد جس کا معنی ہے دوسرے سے نعمت چھین جانے کی آرزو کرنا جائز ہے تاہم فساد دین اور ظالم لوگوں پر حد کرنا درست ہے اور ان دو صفات کیساتھ غبطہ (رشک) کو خاص کرنا حالانکہ ہر اچھی صفت میں غبطہ جائز ہے، ان دو صفات کے اعلیٰ ہونے اور ان کی شرافت و عمدگی اور فضیلت کے پیش نظر ہے کیونکہ یہ دو صفات انبیاء و مرسلین کی صفات اور ان کے خصائل میں سے ہیں یہ دو آدمی کون ہیں آگے ان کا ذکر فرمایا۔

سے نیکی اور اپنے راستے کا لفظ بول کہ اس مال کو ناپسندیدہ قرار دیا جو اسراف اور ناجائز کاموں میں صرف ہو ہلکتہ و دفنوں کے ساتھ ہلاک کرنا اور فنا کر دینا اس لفظ سے کمال سخاوت و جود کی طرف اشارہ کیا یعنی راہ حق اور نیک کاموں میں اپنے پاس کچھ نہ رکھے بلکہ سب کچھ لٹا دے۔

۱۹۲۔ اکثر روایات میں یہ لفظ اثنتین تا و نیت کے ساتھ آیا ہے اس صورت میں معنی یہ ہو گا۔ حد صرف دو صفتوں میں ہو گا۔ ایک مال

خرچ کرنا۔ دوسرا علم حاصل کرنا پھر اسکے مطابق عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا۔ علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پہلی روایت زیادہ مضبوط ہے۔

۱۹۲۔ رَوَى ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ أَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ
رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کا عمل کٹ جاتا ہے مگر تین عملوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ یا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچا ہو یا نیک کردار بیٹا جسے جو اس کے لئے دعا کرے۔

اشعۃ اللمعات۔ اسے یعنی اس کی عملی زندگی جیسے نماز روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ کا دور ختم ہو جاتا ہے اور اس کیلئے ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

۳۔ جو اس کے مرنے کے بعد واثم اور باقی رہے مثلاً اس نے اپنی زندگی میں کوئی چیز فی سبیل اللہ وقف کر دی یا خیر و نیکی کا کوئی اور کام کیا ہو جیسے کنواں کھدوایا یا حوض یا مسجد اور سرائے وغیرہ بنوائی جیسا کہ تیسری فصل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت اس کا مزید ذکر آ رہا ہے۔

۳۔ کہ لوگوں کو تعلیم دی کتابیں تصنیف کیں۔ بلکہ دینی کتابوں کی کتابت کرنا اور انہیں نقل کرنا بھی علم نافع میں شامل ہے۔
۴۔ چون کہ بچہ اس سے پیدا ہوا اور اس سے وجود میں آیا اس لئے اسے بھی عمل میں شمار کیا اور فرمایا کہ اس کی دعائے ثواب بھی اسے پہنچا رہے گا۔

۱۹۳۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسْرَحْ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرْتُ لَهُ سِرَّهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَمَلِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَمَلِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَذَكَّرُونَ أَسْوَنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَخَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عَمَدَهُ وَمَنْ لَبَّاهُ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ
رواہ مسلم

اور انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مومن کی دنیوی پریشانیوں میں ایک پریشانی بھی دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی اخروی پریشانیوں میں ایک پریشانی دور کرے گا اور جس نے غلام کو جس پریشانی انسان کے لئے آسانی نہی کی اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانی نہی کریگا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی امداد کرنے میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اور جو شخص کسی راہ میں علم کی تلاش میں جلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور کوئی قوم وجاعت کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت ادا آپس میں اس کے درس و تکرار میں مصروف نہیں ہوتی۔ مگر

مگر اللہ ان پر سکینہ

(اطمینان قلب) نازل ہوتا ہے اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اللہ اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے ملائکہ مقربین میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کے عمل نے سچھے دھکیل دیا تو اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔ ۳

اشعۃ اللمعات۔ ۱۔ یعنی جو شخص کسی مومن بھائی کے دنیا کے دکھوں اور پریشانیوں میں کسی ایک دکھ اور پریشانی کو دور کرتا ہے چہ جائیکہ دینی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور کرے جیسے کسی کفر و معصیت پر مجبور کیا گیا ہو اسے اس سے نجات دلانا۔ ۲۔ جیسے کسی کی گردن پر قرض کا بوجھ ہو اور اسے ادا کرنے سے عاجز ہو اس کی مدد کرے تاکہ اس کی گردن سے وہ بوجھ اتر جائے یا اس کا اپنا ہی قرض اس کے ذمہ تھا اس نے وہ معاف کر دیا یا آسانی سے ادا کرنے کے وقت تک اسے مہلت دیدی۔ ۳۔ اسے رسوا اور خوار نہ کیا یا کوئی مسلمان ننگا اور برہنہ پڑا ہوا تھا اس نے کپڑے سے اس کی شرمگاہ ڈھانپ دی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

۴۔ اس کی تکلیف دور کر کے یا اسے نفع پہنچا کر جیسے بھی ممکن ہو۔

۵۔ اگرچہ تھوڑا سا علم ہی کیوں نہ ہو یا تلاش علم سے تحصیل علم کے اسباب میں سے کسی سبب اور اس کی وجوہ میں سے کسی وجہ کا تلاش کرنا مراد ہے جیسے مال خرچ کرنا یا تعلم و تعلیم اختیار کرنا یا دینی کتب کی تصنیف۔

۶۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسے اس علم کی جزا اور صلے میں اسے جنت میں لائے گا یا اسے عمل صالح کی توفیق عطا کرے گا جو جنت میں آنے کا سبب و ذریعہ ہے۔

۷۔ یعنی خدا تعالیٰ کے گھروں میں سے ایسے گھر میں جو اس مقصد کے لئے متعین کیا گیا ہو۔

۸۔ بطور و رد و وظیفہ مسجد یا غیر مسجد میں قرآن پاک پڑھتے ہیں۔

۹۔ ایک دوسرے کو تعلیم دیتے اور اس کے معانی کی تحقیق، الفاظ کی تصحیح اور اس کی تجوید و قرأت کے لئے آپس میں بحث و تکرار کرتے ہیں و رد یعنی پڑھنا تدارس کا معنی ایک دوسرے سے تکرار کرنا۔ درست بضم اور دراست بکسر دراصل ریاضت و مشقت کے معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی قوم و جماعت قرآن پاک کی تلاوت اور پڑھنے کے لئے نہیں بیٹھتی مگر اللہ کی طرف سے ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔

۱۰۔ سکینہ یعنی آرام باطن اور اطمینان قلب جس کی برکت و بندولت دنیوی شہوات کی طرف میلان اور ماسوا اللہ کا خوف و ڈر دل سے نکل جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حضوری کی سعادت اور صفائی و نورانیت نصیب ہوتی ہے صحیح مسلم شریف کی شرح میں آیا ہے کہ قول مختاریہ ہے کہ سکینہ مخلوق الہی میں سے ایسی چیز کا نام ہے جس میں طمانیت و رحمت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں کبھی وہ سکینہ ابر کی شکل میں نازل ہوتا ہے جیسا کہ کتاب فضائل القرآن میں انشا اللہ تعالیٰ آئے گا۔

۱۱۔ اور فرشتے ان کا طواف کرتے ہیں۔

۱۲۔ یعنی ملا را علی اور اپنی جناب قدس کے مقرب ملائکہ کے سامنے اپنے ان بندوں پر بطور فخر و مباہات اور ملائکہ کے طعن کا جواب دینے کے لئے کہ بشر معصیت کا مرتکب ہوگا، ان فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کرتا ہے۔

بیت ، بہ بزم وصل خودم خواند یار در خلوت کنوں رقیبِ حدِ پیشہ گویسوز از رشک

ترجمہ۔ یار نے بزم وصل کے یہاں خانہ خلوت میں خود مجھے بلا لیا ہے اب رقیبِ حدِ پیشہ کو کہو کہ رشک سے جل جائے

۱۳۔ یعنی جس شخص نے عمل میں کوتاہی اختیار کی وہ چاہے کتنا ہی عالی نسب کیوں نہ ہو اس کا اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی

بیت ، بندہ عشقِ شدی ترکِ نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ترجمہ۔ اے جامی جب تو بندہ عشق بن گیا تو اب خانہ انی نسب پر فخر کرنا چھوڑ دے کیونکہ اس راہ میں فلاں بن فلاں کوئی چیز نہیں

اور انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عمل میں

اخلاص نہ ہونے کی بنا پر سب سے پہلے جس شخص کے خلاف فیصلہ

ہوگا وہ ایک تو وہ شخص ہوگا جو راہِ خدا میں شہید ہوا تھا اسے خدا

تعالیٰ و تقدس کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی

طرف سے عطا کردہ نعمت جتلائے گا۔ وہ بندہ خدا تعالیٰ کی نعمت

کو پہچانے گا اور اس کا اعتراف کریگا اس پر اللہ تعالیٰ اس سے

فرمائے گا بتا اس نعمت کے شکر کے طور پر تو نے کیا عمل کیا۔ وہ جواب

دے گا میں نے تیری راہ میں خالص تیرے لئے کفار سے جہاد کیا

یہاں تک میں نے اپنی جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ

کہتا ہے تو نے یہ کام میری رضا کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ

تو نے مخلوق کے دکھاوے کے لئے ایسا کیا تاکہ لوگ تجھے دیر اور

بہادر کہیں۔ یہ بات تیرے حق میں کہہ دی گئی پھر اس کے لئے

فرشتوں کو حکم ہوگا۔ تو اسے چہرے کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک

کہ دوسرے میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص جس نے علم حاصل کیا

پھر دوسروں کو سکھایا اور قرآن پاک پڑھا اسے بارگاہِ خداوندی

میں پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں جتلائے گا وہ

ان نعمتوں کو پہچانے گا اور اس کا اعتراف کریگا اس پر اللہ اس

سے فرمائے گا ان کی شکر گزاری میں تو نے کیا عمل کیا وہ عرض کریگا

۱۹۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

رَجُلٌ أَسْتَشْهَدُ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَتُهُ فَعَرَفَهَا

فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ

قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَوْرِي

فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَحَبَّبَ عَلَيَّ وَحُبَّهُ حَتَّى انْقَى

فِي السَّارِ وَرَجُلٌ تَعْلَمُ الْعِلْمَ وَعِلْمُهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ

فَعَرَفَهُ نِعْمَتُهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ

تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعِلْمُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ

فَقَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ إِنَّكَ

عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ إِنَّكَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ

ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسَمِعَ عَلَيَّ وَحُبَّهُ حَتَّى انْقَى

فِي السَّارِ وَرَجُلٌ رَسَخَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَضْغَانِ

الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَتُهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ

فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا

إِلَّا انْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ

لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسَمِعَ عَلَيَّ

وَحُبَّهُ ثُمَّ الْبَقِيَ فِي السَّارِ

رواہ مسلم

میں نے علم حاصل کیا دوسروں کو علم سکھایا اور خالص تیری رضا کے لئے قرآن پاک پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے علم اس لئے حاصل کیا تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لئے پڑھا تاکہ لوگ تجھے قاری کہیں۔ لوگوں نے تجھے عالم اور قاری کہہ دیا۔ پھر اس کے بارے میں ملائکہ کو حکم ہو گا تو اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔ تیسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت میں فراخی اور کشادگی عطا کی تھی اور ہر قسم کے مال و متاع سے اسے نوازا تھا اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائیگا۔ اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلایگا وہ انہیں پہچانے گا اور ان کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمایگا تو نے اس کی شکر گزاری کے طور پر کیا عمل کیا وہ بندہ عرض کرے گا میں نے کوئی راستہ اور مصرف جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا نہیں چھوڑا مگر تیری خوشنودی کے لئے اس میں مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے درحقیقت یہ کام تو نے اس لئے کیا تاکہ لوگ تجھے سخی اور فیاض کہیں۔ پھر اس کے بارے میں ملائکہ کو حکم ہو گا تو اسے زمین پر گھسیٹا جائے گا پھر دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائیگا۔

اشعة اللمعات ۱۱۰۔ بعض نسخوں میں بصیغہ جمع نغمہ کا لفظ آیا ہے لیکن اول روایت کے مطابق لغتہ "بصیغہ مفرد زیادہ صحیح ہے۔ (۲) اور تو نے اپنی غرض و غایت پالی اور اپنے عمل کی جزا لوگوں سے حاصل کر لی اب مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ (۳) یہاں اور اس کے بعد حدیث میں نغمہ بصیغہ جمع کے ساتھ آیا ہے۔

(۴) ثم القی میں لفظ ثم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے زمین پر گھسیٹا اور ذلیل و رسوا کرنا عرصہ دراز تک ہوتا رہے گا۔ پھر دوزخ میں ڈالا جائیگا۔

۱۹۵ - دَعْنُ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ أَنْتَفَرَا عَا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمَاتٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَالًا فَيَسْأَلُوا فَأُفْتَوُا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا

متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس طرح علم نہ چھینے گا کہ ان کے ہاتھوں سے واپس لے لے اور چھین لے بلکہ علماء کو قبض کر لے گا انہیں موت دیدیگا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے وہ جاہل علم کے بغیر فتویٰ دیں گے پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو

بھی گمراہ کریں گے۔

اشعة اللمعات (۱۱۰) ایک روایت میں لم یُتَّبَقْ آیا ہے یعنی کوئی عالم موجود نہ رہے گا۔

(۲) رُوْسًا بضم حمزہ و نونِ تنوین بر وزنِ فصول رَأْس کی جمع بمعنی سرد سردار جیسا کہ بخاری کی روایت میں آیا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں رُوْسًا بفتح حمزہ اور مد کے ساتھ بر وزنِ فُصْحَاء آیا ہے جمع رئیس بمعنی بزرگ اور سردار دامام

۱۹۴۔ وَعَنْ شَقِيقٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُذَكِّرُنَا مَنْ فِي كُلِّ خَيْبٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَرْتَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّا لَمِنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ إِنْ أَكْرَهُ أَنْ أَمْلِكُمْ وَإِنْ أَتَخَوَّلَكُمْ يَا مَعْظَمَةَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَخَوَّلُنَا بِهَا خَافَةَ السَّاسَةَ عَلَيْنَا.

حضرت شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو ہفتے میں ایک دن جمعرات کو وعظ و نصیحت کرتے تھے ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمن مجھے یہ بات پسند ہے کہ آپ ہمیں ہر روز وعظ کیا کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا سن بات یہ ہے کہ مجھے ہر روز وعظ کہنے سے یہ امر روکتا ہے کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں تمہیں پریشان کروں۔ اس لئے میں وقفہ وقفہ کے بعد تمہیں وعظ کہتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ کر کے ایسا کرتے تھے تاکہ ہم لوگ پریشان نہ ہوں۔ اور بوجھ محسوس نہ کریں۔

متفق علیہ

اشعة اللمعات (۱۱۱) حضرت شقیق رضی اللہ عنہ کبار تابعین سے ہیں ثقہ ثبت اور محبت میں اور نہایت باطل علماء میں سے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سعادت نشان پایا مگر شرف زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ علماء نے فرمایا ہے کوئی بستی نہیں مگر اس میں ایک ایسا مرد خدا موجود ہوتا ہے جس کے طفیل وہاں کے لوگوں کی بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں حضرت شقیق ان مردانِ خدا میں سے ہیں۔ آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خصوصی احباب اور کبار ساتھیوں میں سے تھے۔

(۲) یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہے۔

(۳) تخول خائے مجھے اور لام کے ساتھ بمعنی خیال رکھنا۔ دیکھ بھال کرنا اور کسی غائب شخص کی خیریت دریافت کرنا اس کا حاصل اور خلاصہ ہے گاہ بگاہ کسی کے متعلق دریافت کرنا اور اس کی خبر گیری کرنا۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں نے فلاں کی خبر گیری کی۔ یہ لفظ کے بجائے تخون نون کے ساتھ بھی آیا۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے بعض نے تخولنا خائے جملہ اور لام کے ساتھ بھی روایت کیا ہے بمعنی کسی کی خوشحالی معلوم کرنا تاکہ وہ کسی پریشان حال میں نہ ہو۔ مگر مشہور و معتبر روایت وہی ہے جو صحاح میں خائے مجھے اور لام کے ساتھ آئی ہے۔

۱۹۵۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کلمہ زبان مبارک سے نکالتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے! اور جب آپ کسی قوم اور جماعت پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کہتے تو تین دفعہ انہیں سلام کہتے۔

رداء البخاری

اشعۃ اللمعات (۱) اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ آپ کی یہ عادت مبارک غالباً اکثر اوقات میں اس بات کے اہتمام اور نہ سنے کے احتمال کی بنا پر تھی واللہ اعلم۔ اور کان کے لفظ میں محدثین نے گفتگو کی ہے۔ جمہور کے نزدیک مقرر و مشہور یہ ہے کہ یہ لفظ دوام و استمرار کا فائدہ دیتا ہے یعنی محدثین جب یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کیا کرتے تھے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ آپ ہمیشہ یہ کام کرتے تھے اور آپ کی عادت شریف یہ تھی تاہم بعض متاخرین نے اس میں قیل و قال کی ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں لفظ کان آیا ہے مگر ان میں دوام و استمرار مراد لینے کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ احادیث کی چھان بین کرنے والے سے پوشیدہ نہیں ہے اسے خوب سمجھو۔

(۲) اس مقام پر محدثین کرام فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث اور صریح نقل سے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہی تھی کہ جب آپ کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو ایک بار سلام کہتے۔ ایک سے زیادہ بار نہ فرماتے۔ اس حقیقت کی روشنی میں اس حدیث کی دو جہیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ ایک سلام تو اجازت حاصل کرنے کے لئے کہتے تاکہ قوم (اہل مجلس) کو اطلاع ہو جائے اور وہ اندر بلا لیں۔ دوسرا سلام سلام تحیت ہوتا جو مسنون و متعارف سلام ہے جو ان کے پاس آ کر آپ کہتے تیسرا سلام ان کے پاس سے اٹھنے اور ان کی مجلس سے باہر نکلنے کے وقت کہتے لہذا قوم کے پاس آنے سے لمبا وقت مراد ہے یعنی تشریف لانے سے لے کر اٹھ کر چلے جانے تک کا وقت مراد ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ کسی گھر میں اندر آنے کے لئے آپ تین بار سلام کہتے کہ دروازے پر کھڑے ہو کر ایک بار یا دوبار سلام کہنے پر بھی اندر سے کوئی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ پھر سلام کہے۔ اگر اب بھی اندر آنے کی اجازت نہ دیں تو پھر سنت یہ ہے کہ انسان واپس لوٹ آئے۔

۱۹۸۔ دَعَا أَبِیْ مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِیُّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ أَبْدَعَ بِي فَأَخْبَلْتَنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللہِ أَنَا أَذْلُهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَا عِلْمِهِ۔

رواہ مسلم

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی میری سواری چلنے سے تھک مار گئی ہے مجھے کسی اونٹ پر سوار کرادیں کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الوقت میرے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس پر میں تجھے سوار کروں اتنے میں ایک شخص نے عرض کیا میں اسے وہ شخص بتا ہوں جو اس کے لئے سواری کا انتظام کر دیگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو خیر اور بھلائی کی رہنمائی کرتا ہے اسے اتنا ہی اجر و ثواب ملتا ہے جتنا خود اس نیکی کرنے والے کو۔ (۴)

اشعۃ اللمعات (۱) ابو مسعود حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ ایک شخص ہیں۔ دوسرے عبداللہ بن مسعود تو ثقی ہیں اور مشہور و عظیم صحابہ کرام میں سے تھے۔ اور ابو مسعود کا نام عقبہ بن عمرو الانصاری ہے۔ یہ بھی مشہور اور بزرگ صحابی ہیں۔

(۲) اَبْدَعَ بِصِغَةِ مَاضِي مَجْهُول اِبْدَاع مصدر سے ہے۔ ابداع کا معنی ہے سواری کا سستی اور زیادہ بوجھ کے باعث چلنے اور سفر کرنے سے رہ جانا اور عاجز آ جانا۔

(۳) یعنی کوئی اونٹ یا ایسی چیز جس سے اونٹ خرید کیا جا سکے یا سواری کا کرایہ۔

(۴) کہ خیر اور نیک کا راستہ دکھانا عمل خیر میں شامل ہے چونکہ خیر اور بھلائی کا راستہ دکھانے میں تعلیم کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے اس حدیث کو کتاب العلم میں لایا۔

۱۹۹۔ دَعْنُ جَرِيرٍ قَالَ كُنَّا فِي مَدْرٍ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَاءَهُ قَوْمٌ عَوَاهُ مُجْتَابِي النَّهَارِ أَدَا الْعِبَادُ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَتُهُمْ مِنْ مُضَرِّبِ كُلِّهِمْ مِنْ مُضَرٍّ فَتَحَرَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَارَايَ بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَاؤَ فَادَنَ دَأْتَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا وَالْآيَةُ الَّتِي فِي الْحَشْرِ اتَّقُوا اللَّهَ وَلَنْ تَنْظُرَ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ تَصَدَّقَ "رَجُلٌ مِنْ دِينَارٍ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعٍ بَرٍّ مِنْ صَاعٍ تَمْبَرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بَشِقَ تَمْرَةً قَالَ فَبَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ بَصْرَةً كَادَتْ كَفَّةُ تَعْجُزِ عَنْهَا بَلْ تَدْعُ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَشَابَ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهِبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَنٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةٌ حَسَنَةٌ فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْزِهِمْ شَيْءٌ وَمِنْ سَنٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةٌ سَيِّئَةٌ كَانَ عَلَيْهِ وَزْرُهَا وَوَزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ

اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ دن کے درمیانی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے۔ برہنہ جسم گودڑی پوش یا عبا پہنے ہوئے گردنوں میں تلواریں لٹکائے ہوئے اکثر قبیلہ مضر سے تھے بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے تو ان کے فقر و محتاجی کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور آپ اٹھ کر گھر میں تشریف لے گئے پھر تھوڑی دیر بعد باہر آ گئے۔ اور بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان کہی اور اقامت کہی اور حضور نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں آیت یا ایہا الناس اتقوا آخریۃ تک پڑھی اور سورۃ حشر کی آیت اتقوا اللہ بھی پڑھی (مقصود یہ تھا کہ) بندہ مومن کو صدقہ کرنا چاہیے۔ اپنے دینار سے اپنے درہم سے اپنے کپڑوں میں سے اپنے پیمانہ گندم سے اور اپنے پیمانہ کھجور سے جو میرا اسکے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا چاہے آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ جریر راوی فرماتے ہیں کہ اتنے میں انصار میں سے ایک شخص ایک پھیلی اٹھا کر لایا جو اتنی وزنی تھی کہ قریب تھا کہ اس کا ہاتھ اسے نہ اٹھا سکے بلکہ وہ اسے اٹھانے سے عاجز تھا۔ اس کے بعد صدقات و خیرات لانے والے لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ یہاں تک کہ میرے سامنے اشیاء خوردنی اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور اس طرح چمک اٹھا ہے گویا آپ کے چہرہ انور پر سورج نے کاپانی چڑھا دیا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا اسے اس کا اجر و ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی اسے ملے گا۔ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے

رواہ مسلم (۱۳)

بغیر اس کے کہ ان کے اجر و ثواب میں کچھ کمی ہو
جس شخص نے مسلمانوں میں بری راہ روش کی بنا رکھی تو اس
کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس کے بعد
روش کو اختیار کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے اپنے گناہوں میں
کچھ کمی واقع ہو۔ (مسلم شریف)

اشعۃ اللمعات (۱۱) حضرت جریر بن عبد اللہ بنحبلی رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں آپ حسن صورت و سیرت اور عمدہ اوصاف
و اخلاق سے موصوف تھے۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔
(۲) نماز کبیرتوں جمع نمبر بفتح و نون و کسریم معنی سیاہ و سفید دھاریوں والا کمبل جسے دیہاتی لوگ پہنتے ہیں۔
(۳) یہ راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فرمایا یا عباد فرمایا۔ عباد بفتح عین کے ساتھ یہ بھی کمبل کی ایک قسم ہے
(۴) یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا۔

(۵) بیت من از بے نوائی نیم روے زرد غم بے نوا یاں رُخم زرد کرد
ترجمہ: مسکینی و محتاجی کی وجہ سے میرا چہرہ زرد نہیں ہے بلکہ مسکین و محتاج لوگوں کے غم نے میرا چہرہ زرد کر دیا ہے۔
(۶) آپ نے گھر کے اندر جا کر ان مساکین و مفتراء کی امداد کے لئے کوئی چیز تلاش کی مگر اس وقت گھر میں ایسی
کوئی چیز نہ ملی۔

(۷) آپ نے خطبہ میں ایک سورہ نساء کی یہ آیت پڑھی۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان
سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا پھر ان دونوں
سے بہت سے مرد اور عورتیں زمین پر پھیلا دیئے اور اس اللہ
سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم مانگتے ہو قطع رحمی سے بھی ڈرو
بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے حالات سے واقف و آگاہ ہے۔

اور دوسری سورہ حشر کی یہ آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالتَّحْطَرُّ
نَفْسٍ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر جان یہ دیکھے
کہ اس نے کل قیامت کے دن کے لئے کیا سامان تیار کر کے آگے
بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال
سے باخبر ہے۔

(۸) تصدق رجل: اکثر نسخوں میں ق کے فتح کے ساتھ بلفظ ماضی پڑھا گیا ہے اور بعض نسخوں میں ق کی جزم کے ساتھ تاء ہم دونوں
صورتوں میں معنی امر ہے جیسا کہ سیاق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے یعنی مرد کو چاہیے کہ صدقہ و خیرات کرے۔

(۹) کوین۔ کوہ فتح اور ضم کاف بمعنی اشیاء خوردنی کا ڈھیر۔ زمین کا ٹبلہ ہر چیز کا اونچا و بلند حصہ

(۱۰) کَاثَرٌ مُذْهَبَةٌ یہ لفظ دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے ایک مُذْهَبَةٌ بضم میم و سکون دل و ضم ہا اس کے بعد نون اور اس کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک شگاف اور گڑھا جو پہاڑ میں ہوتا ہے اور اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ برتن جس میں گھی محفوظ رکھتے ہیں اس حملے کا مقصد دراصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ نور کو صفائی و روشنی میں پہاڑ کے گڑھے میں جمع شدہ پانی اور برتن میں پڑے ہوئے روغن کی صفائی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ حدیث کے بعض ائمہ نے اس لفظ کی صرف یہی ایک توجہ بیان کی ہے اس کی دوسری توجہ یہ ہے کہ اسے مُذْهَبَةٌ بضم میم و سکون ذال معجمہ و فتح ہا اس کے بعد باء موحده پڑھا جائے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یقینی قرار دیا ہے اس صورت میں اس کے دو معنی بیان کئے ایک وہ چاندی جس پر سونا چڑھا ہوا ہو چہرے کے حسن اور اس کی چمک دمک کے اظہار کیلئے یہ تشبیہ بہت بلیغ اور عمدہ ہے دوسرا معنی وہ چہرہ جس پر سونا چڑھا گیا ہو راوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ نور اور حسن و نورانیت کو اس کے ساتھ تشبیہ دی۔

(۱۱) اس شخص کی فضیلت بیان کرنے کے لئے جو روپوں کی بھاری تھیلی اٹھا لایا تھا اور اس کے بعد اسے دیکھتے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی اس کا رخیر میں اس کی پیروی کی تھی۔

(۱۲) اس حدیث کی شرح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی فصل ثانی میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۔ وَعَنْ بَنِي سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْ نَفْسًا ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ

متفق علیہ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جان ظلماً قتل نہیں کی جاتی مگر آدم کے پہلے بیٹے کے ذمے اس کے گناہ کا حصہ لکھا جاتا ہے کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اولاد آدم میں قتل ناحق کی بنیاد رکھی (بخاری و مسلم) اور ہم عنقریب حضرت معاویہ کی حدیث لایزال من امتی الخ اس امت کے ثواب کے باب میں ذکر کریں گے انشاء اللہ جو اس کتاب کے ابواب کا آخری باب ہے

اشعة اللمعات (۱) قابیل کے حضرت ہابیل کو قتل کرنے کے قصہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ مشہور و معروف قصہ ہے (جو تفصیل میں مذکور ہے)

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت کثیر بن قیس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد دمشق میں بیٹھا ہوا تھا تو ابوالدرداء کے پاس ایک شخص آیا اس نے آکر کہا اے ابوالدرداء میں آپ کی خدمت میں مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہوں ایک

۲۰۱۔ عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي

اَنْتَ تَحْدِثُهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ تَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا
يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقًا مِّنْ طَرِيقِ
الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَصْعَقُ اَجْنَحُهَا رِضًى
بِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالَمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي
السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْجِبَّتَانِ فِيْ جَوْفِ
الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ
الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ
الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَسَمِ
يُوْرَثُوْا دِيْنًا رَّاءٍ وَاَدْرَهُمَا وَاَتَمَّ اَوْرَثُوْا الْعِلْمَ
فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحِظٍّ وَاخِرٍ

رواه احمد والترمذی والبوداؤد

وابن ماجه والدارمی وسماء الترمذی قیس بن کثیر

حدیث کے لئے جس کے متعلق مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اسے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں میں صرف اسی کام
کے لئے آپ کی خدمت میں آیا ہوں اس پر حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے سنا آپ
فرماتے تھے کہ جو شخص دینی علوم میں سے کسی علم کی تلاش کے لئے
کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت کے راستوں
میں سے کسی راستے پر چلائے گا اور بیشک فرشتے طالب علم کی خوشنودی
کے لئے اپنے بازو اس کے لئے بچھا دیتے ہیں اور بیشک عالم دین
کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز بخشش طلب کرتی ہے اور
پھیلیاں پانی میں اس کے لئے زبانِ حال سے مغفرت طلب
کرتی ہیں اور بیشک عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے
چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور بیشک
علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بیشک انبیاء علیہم السلام نے کسی
کو دنیا و دہم کا وارث نہیں بنایا وہ تو اپنے پیچھے علم ہی کی وارث
چھوڑ کر جاتے ہیں تو جس نے یہ علم حاصل کر لیا اس نے دین و سعادت
کا مکمل حصہ پالیا (۹)

اس حدیث کو احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی
نے روایت کیا اور ترمذی نے راوی کا نام کثیر بن قیس کے بجائے
قیس بن کثیر بیان کیا (۱۰)

اشعة الممعات (۱) حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔

(۲) دمشق بمسردال وفتح وکسر میم ملک شام کا دارالحکومت وشمشاق بن کنعان نامی شخص نے اس کی بنیاد رکھی۔

(۳) بازو بچھانا کنایہ ہے پہنوزم کرنے، اطاعت و فرمانبرداری اور رحمت و شفقت سے یہ بھی ممکن ہے کہ طالب علم کی تواضع
کے لئے حقیقتہً اپنے پر بچھاتے ہوں کیونکہ وہ اس علم کی تلاش میں ہے جو قرب و حق تک پہنچنے کا ذریعہ ہے خصوصاً وہ طالب علم جس کے
تمام حالات طریقیہ طالب علم کے موافق اور رضائے حق کے مطابق ہوں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پر بچھانے سے مراد
اُڑنے سے رک جانا اور علم کی باتیں سننے کے لئے نیچے اتر آنا ہے جس طرح تلاوت قرآن پاک کرنے والوں پر فرشتوں کا نزول اور ان
کا طواف کرنا اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے اور ملائکہ کا طالب علم کے لئے پر بچھانا یا دنیا میں ہوتا ہے یا آخرت میں یا دنیا و آخرت دونوں میں واللہ اعلم
(۴) جنات، انسان اور ملائکہ ارضی سب کے سب۔

(۵) شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے پانی کے تمام حیوانات مراد ہیں مچھلیوں کی تخصیص سے اس طرف اشارہ ہے کہ آسمان سے پانی جو مچھلیوں کی زندگی کا سبب ہے علماء حقانی کی برکت سے نازل ہوتا ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے **بِهِمْ يُعْطَرُونَ وَبِهِمْ يُزَقُّونَ** یعنی انہی کی بدولت ان پر بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو روزی عطا کرتا ہے تمام اہل جہاں کا عالم کے لئے دعا کرنے کا سبب یہ ہے کہ جہاں کی درستی و اصلاح علم سے وابستہ ہے اہل جہاں کی کوئی نوع اور جنس ایسی نہیں جس کی درستی اور جس کا وجود و بقا علم سے وابستہ نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں میں موجود ہر صنف و نوع کے ذمہ لکھ دیا کہ طالب علم کے لئے دعا یا مغفرت کریں۔ اس چیز کے صلے میں جو انہیں اس طالب علم کے طفیل پہنچتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کے گناہ انشاء اللہ تعالیٰ بخشے ہوئے ہیں کیونکہ تمام زمین و آسمان والے اس کے لئے دعائے مغفرت میں مصروف رہتے ہیں **وَمَا الْعَفْوَ الرَّحِيمِ** (وہی بخشنے والا مہربان ہے)۔

(۶) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دین کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی جس کے نور نے ساری زمین کو روشن کیا ہوتا ہے چونکہ علم کا فائدہ متعدی اور سارے جہاں کو پہنچتا ہے اس لئے چودھویں رات کے چاند کے ساتھ تشبیہ بالکل مناسب ہے۔ بخلاف محض ایک عبادت گزار کے کہ اس کا فائدہ اسی کی ذات تک محدود رہتا ہے دوسروں کو نہیں پہنچتا جیسے ستاروں کی روشنی کہ وہ دوسروں کو مستفید نہیں نہیں کرتی۔ عالم کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے عالم دین کا نور علم حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے جو کہ دین کے عالم کے آفتاب ہیں لہذا اس اعتبار سے بھی یہ تشبیہ بہت مناسب ہے۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ عالم کے لیے بھی عبادت ضروری ہے۔ کہ بے عمل عالم کی شان کچھ نہیں۔ نیز علم کے بغیر عبادت درست نہیں ہو سکتی لہذا عالم و عابد میں کوئی فرق نہ ہو۔

جواب یہ ہے کہ عالم سے ایسا عالم مراد ہے جو تحصیل علم کے بعد ضروری عبادات (فرائض و سنن و مکروہ) کی بجا آوری پر اکتفا کرتا ہو اور اپنا زیادہ وقت علم سکھانے اور دینی کتابوں کے تصنیف کرنے وغیرہ میں صرف کرتا ہو۔ اس کا کام علم کی نشر و اشاعت اور دین کی ترویج ہو اور عابد سے ایسا عابد مراد ہے جو تحصیل علم کے بعد عبادت میں مشغول ہو گیا ہو۔ اور اپنے اوقات عبادت گزار سے آباد رکھتا ہو اور جبکہ علم کی نشر و اشاعت اور دین کے سکھانے اور درس و تدریس کا فائدہ زیادہ اور مخلوق کو اس کا نفع عامتر اور شامل تر ہے اس بنا پر علم کی فضیلت عبادت پر زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے بھی یہ چیز معلوم ہوتی ہے۔

(۷) کہ انہوں نے انبیاء کا وارث ہونے کی بنا پر علم حاصل کیا اور انبیاء کی وراثت علم کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔

(۸) یعنی انبیاء کرام اپنے پیچھے وراثت کے طور پر دینا و درہم چھوڑ کر نہیں جاتے۔

(۹) یعنی دین و سعادت کا حتمی ایہ مراد ہے کہ جو شخص علم سکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ کامل طور پر اسے حاصل کرے تھوڑے سے علم پر کفایت نہ کرے۔

(۱۰) ترمذی علیہ الرحمۃ نے راوی حدیث کا نام قیس بن کثیر بیان کیا ہے مگر صحیح اور درست کثیر بن قیس ہے۔ جیسا کہ مولف (صاحب مشکوٰۃ) نے ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اسے تاریخ میں کثیر کے باب میں بیان کیا ہے قیس کے باب میں بیان نہیں کیا معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث مذکور جسے حضرت ابوالدرداء نے روایت کیا وہی حدیث ہے جس کی تلاش میں وہ شخص نکلا تھا یا یہ حدیث طلب علم کی مدح میں بطور توطیہ و تمہید بیان فرمائی اور جو حدیث اس مرد کو مطلوب تھی وہ اور تھی جو یہاں مذکور نہیں ہے

محدثین نے یہ دونوں احتمال بیان کئے ہیں واللہ اعلم۔

۲۰۲ - وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَّلْتُ الْعَالِمَ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةُ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحَوْتُ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْحَيِّزِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ لُكْحُولٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ رَجُلَانِ وَقَالَ فَضَّلْتُ الْعَالِمَ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّهَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وَسُورَةُ الْحَدِيثِ إِلَى آخِرِهِ

اشعۃ اللمعات۔ حدیث ۱۷۰ آپ صحابی ہیں باہل بن اضرنامی

۱۷۰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ان دونوں میں زیادہ شان والا کون ہے۔

۱۷۱ اندازہ کرنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں کس قدر فضیلت و شان کا اظہار ہے کا اہل تو آپ تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں پھر خصوصاً صحابہ کرام سے۔ پھر امت میں ایک ادنیٰ شخص پر آپ کی فضیلت کس قدر زیادہ ہوگی۔

۱۷۲ یعنی لوگوں کو علم و حکمت کی تعلیم دینے والے پر اور اس میں اس وجہ کی طرف اشارہ ہے جس کے سبب عالم کو عابد پر فضیلت و درجہ حاصل ہے یعنی اس کے افضل ہونے کی وجہ اور علت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے تاکہ اسے عطا کردہ نعمت سے دوسرے بھی مستفید ہوں۔ ایسا علم عبادت سے افضل ہے کہ عبادت کا نفع اپنی ذات تک محدود رہتا ہے۔

۱۷۳ ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

۱۷۴ اور دارمی نے اس حدیث کو مکحول شامی سے روایت کیا جو کبار تابعین میں سے ہوئے ہیں اور نہایت ثقہ اور اہل شام میں افقہ شخصیت ہیں چنانچہ کہا گیا ہے کہ علماء چار ہیں۔ المسیب مذینہ منورہ میں، شعبی کوفہ میں، جن بصری بصرہ میں اور مکحول شام میں مکحول نے بطریق ارسال اس حدیث کو روایت کیا اور دارمی نے یہ قصہ بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا بلکہ مکحول نے یہ حدیث اس عبارت میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل علی احکام پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اور امام دارمی نے یہ حدیث آخر تک بیان کی۔

۲۰۳ - وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبِعٌ وَإِنَّ

حضرت ابو امامۃ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عبادت گزار کا دوسرے عالم دین کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم دین کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ چوٹی اپنے سوراخ میں اور پھلیاں پانی میں لوگوں کو خیر اور نیکی کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

جد اعلیٰ کی طرف منسوب ہیں۔

۱۷۵ اور دارمی نے اس حدیث کو مکحول شامی سے روایت کیا جو کبار تابعین میں سے ہوئے ہیں اور نہایت ثقہ اور اہل شام میں افقہ شخصیت ہیں چنانچہ کہا گیا ہے کہ علماء چار ہیں۔ المسیب مذینہ منورہ میں، شعبی کوفہ میں، جن بصری بصرہ میں اور مکحول شام میں مکحول نے بطریق ارسال اس حدیث کو روایت کیا اور دارمی نے یہ قصہ بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا بلکہ مکحول نے یہ حدیث اس عبارت میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل علی احکام پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اور امام دارمی نے یہ حدیث آخر تک بیان کی۔

۲۰۳ - وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبِعٌ وَإِنَّ

رَجَالًا يَا تَوَنَكُم مِّنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ
فِي الدِّينِ . فَاذْأَاتُوكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا
رواه الترمذی

ہیں اور بیشک لوگ زمین کے اطراف و اکناف سے تمہارے پاس
پہنچیں گے۔ فقہ اور علم دین حاصل کرنے کے لئے۔ تو جب تمہارے
پاس آئیں تو انہیں نیکی اور خیر کی بات سکھانا۔ اسے ترمذی نے
روایت کیا۔

اشعة اللمعات۔ لے آپ شاہ میر صحابہ کرام میں سے ہیں۔ سعد بن مالک بن سنان کے بیٹے ہیں کنیت کے ساتھ مشہور ہیں نہایت
فقیہہ اوصاف کمال میں بلند مرتبہ، حدیث کی کثرت سے روایت کرنے والے اور علماء و فضلاء اور عقلاء میں سے ہیں۔ اصحاب شجرہ میں
سے ہیں۔ سب سے پہلے جنگ خندق میں شریک ہوئے۔

۱۷ یعنی اے میرے صحابہ اور میری صحبت کا فیض اٹھانے والو اور مجھ سے بلا واسطہ علم حاصل کرنے والو۔
۱۸ یعنی عرب و عجم سے اکثر تابعین عجم سے تعلق رکھتے ہیں اور صحابہ کرام خطہ عرب سے۔

۱۹ جیسا کہ آیت مبارکہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (ترجمہ) تو کیوں نہیں نکلا
(تحقیق علم کے لئے) ہر جماعت میں سے ایک گروہ جو دین کی سمجھ اور علم حاصل کرے اس مطلب کو واضح کرتی ہے۔
۲۰ کہ انہیں دین کا علم سکھاؤ۔ لفظ استیصا کے معنی کی تحقیق شرح عربی میں کر دی گئی ہے۔

۲۱ وعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الْكَلِمَةُ الْحَكِيمَةُ ضَالَّةٌ
الْحَكِيمُ فَنَحِثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا
رواہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی ہذا حدیث
غریب و ابراہیم بن الفضل الراوی یضعف فی الحدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم و حکمت والی بات حکیم
کی گمشدہ متاع ہے جہاں بھی پائے اور جس سے بھی پائے وہ
اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

اشعة اللمعات۔ لے ایک روایت میں کلمۃ الحکمہ کے الفاظ ہیں۔

۲۲ ایک دوسری روایت میں ضالۃ المؤمن کے الفاظ ہیں یعنی علم و حکمت کی بات دانا انسان یا مسلمان کی گمشدہ چیز ہے۔
۲۳ جو شخص اپنی گمشدہ چیز جس کے ہاتھ میں پاتا ہے لے لیتا ہے۔ اسی طرح دانا انسان دین کی بات جہاں سے سنتا
ہے قبول کر لیتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ کہنے والا فقیر یا حقیر انسان ہے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی حق کی بات حضرت بائزید
بطحی سے سنے تو اسے قبول کرے مگر وہ وہی بات ایک ادنیٰ شخص سے سنے تو قبول نہ کرے تو ایسا شخص متکبر ہے۔

بیت۔ مرد باید کہ پسند بر گیرد۔ ورنہ نوشت است پسند بر دیوار

انسان کو نصیحت کی بات قبول کرنی چاہیے اگرچہ وہ دیوار پر ہی کیوں نہ لکھی ہو۔

اس حدیث میں اس امر پر بھی دلالت ہے کہ جو شخص ایسی بات سنے جس کا معنی اسے سمجھ نہ آتا ہو تو چاہیے کہ وہ بات
اس آدمی تک پہنچ جائے جو اس کے سمجھنے کا اہل اور فقیہہ تر ہو جیسے اگر کسی کو کوئی گمشدہ چیز ملے تو اس کے لئے حکم اور طریقہ یہ ہے
کہ اس کے مالک کی تلاش کر کے اس کے حوالے کر دے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مستعد اور اہل انسان سے علم روک کر رکھنا منع ہے جس طرح گمشدہ چیز ملنے پر اس کے مالک کو نہ دینا منع ہے اور جس طرح اہل و مستعد انسان سے علم کی بات روکنا منع ہے اسی طرح نااہل کو علم سکھانا روا نہیں۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آچکا ہے۔

بیت: بے ادب را علم دفن آموختن دادن تیغے بدست را ہزن

ترجمہ: بے ادب کو علم دہنر سکھانا ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینے کے مترادف ہے

اور جس طرح کہ یہ حکم طالب علموں کی استعداد کے اختلاف سے بدل جاتا ہے اسی طرح علم کے انواع میں بھی اشخاص کی تبدیلی سے یہ حکم بدلتا ہے۔ اس دستور کے مطابق شریعت کے وہ احکام جو ظاہری معاملات سے تعلق رکھتے ہیں ہر شخص کو سکھانے چاہئیں۔ لیکن حقائق پر مشتمل باتیں نااہل افراد کے سامنے بیان نہیں کی جاتیں گی اسی طرح مسائل و مذاہب میں علماء کے اختلافات بھی عوام کے سامنے بیان کرنے ٹھیک نہیں ہیں خصوصاً ہمارے اس زمانے میں (حضرت شیخ کے زمانہ میں) جب کہ لوگ انکار و تردد کے لئے بہانہ چاہتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی ہے کہ جواب دیتے وقت مسائل کا حل پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ لوگوں نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ سے دو آدمی ایک ہی مسئلہ دریافت کرتے ہیں مگر آپ جواب الگ الگ دیتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ جب مسئلہ ایک ہی ہے تو جواب بھی ایک ہی ہو۔ فرمایا جواب مسائل کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ کلمو الناس علی قدر عقولہم کا مطلب یہی ہے۔

اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابراہیم بن الفضل جو اس حدیث کا راوی ہے، حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا۔

۲۰۵۔ دَعْنُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيهًا وَاحِدًا شَدُّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک فقیہ شیطاں پر

عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ : رواه الترمذی وابن ماجہ

ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

اشعة اللمعات

۱۔ فقیہ سے مراد اگر ایسا شخص ہو جسے دین کا فہم اور اس کے مسائل سمجھنے کی قوت دی گئی ہو تو ایسا شخص شیطاں کی چالوں اور گمراہی کے راستوں اور دل کے خطروں اور ان کے درمیان تمیز اور فرق سے واقف ہوگا اور اگر فقیہ سے ایسا عالم مراد ہو جو دین و شریعت کے احکام اور جائز و ناجائز امور کی تفصیلات سے آگاہ ہو تو ایسا شخص بھی محرمات میں گرنے سے ضرور بچے گا۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ معصیت کو ہلکا اور جائز و حلال نہ جانے گا اور کفر میں مبتلا نہ ہوگا۔ بخلاف اس عبادت گزار کے جو اتنا عالم بھی نہ رکھتا ہو کہ وہ ہر وقت خطرے میں ہے۔

۲۰۶۔ دَعْنُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب علم ہر مسلمان پر فرض

كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَضَعَ الْعِلْمُ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ مَقْبِلُ

ہے اور نااہل کو علم سپرد کرنے والا خنزیریوں کو موتیوں اور جواہرات

الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرُ وَاللُّوْلُؤُ وَالزَّهَبُ

اور سونے کے ہار پہنانے والے کی طرح ہے۔

رواہ ابن ماجہ وروی البیہقی فی شعب الایمان

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں

۱۱ قولہ مسلم وقال هذا حديث مثنیٰ مشہور
 واستادہ ضعیف وقدر وی من اوجہ کلھا ضعیف
 لفظ مسلم تک روایت کیا ہے اور کہا کہ اس حدیث کا متن مشہور
 ہے مگر اسناد ضعیف ہے اور کئی سندوں سے یہ حدیث روایت
 کی گئی ہے مگر وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔

اشعة اللمعات ۱۵۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے منہ میں علی کل مسلم و مسلمہ کے لفظ سے مروی ہے اور علم سے وہ
 علم مراد ہے جس کا جاننا ہر مسلمان کے لئے وقت کے مطابق ضروری ہو مثلاً جو شخص اسلام میں داخل ہوا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ
 خدا تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت و پہچان اور نبی صلی اللہ علیہ کی نبوت وغیرہ کا علم حاصل کرے جن کے بغیر ایمان درست نہیں ہوتا
 اور جب نماز کا وقت آئے تو اس کے احکام سے آگاہ ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے اور جب رمضان شریف آیا تو اس کے احکام کا
 سیکھنا ضروری ہو جاتا ہے اور جب مالک نصاب ہو گیا تو زکوٰۃ کے احکام کا علم حاصل کرنا ضروری قرار پا گیا۔ ان امور کے واجب ہونے
 سے قبل اگر کسی نے ان کے احکام نہ سیکھے ہوں تو گناہ گار نہ ہوگا۔ اور جب مرد نے نکاح کیا تو حیض و نفاس وغیرہ کے مسائل اور حقوق
 زوجین سے متعلق جو احکام ہیں ان کا سیکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ دلیٰ ہذا القیاس۔

اور صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ یہاں علم سے مراد اخلاص، نفس کی آفات کی معرفت اور خواطر و ذال نفس کی تفصیلات کا علم ہے انہیں ہر گز نہ
 علم سے وہ علم مراد لیا ہے جس کے ساتھ وہ خاص ہے مگر درست و صواب وہ ہے جو پہلے عرض کیا گیا اور جب کہ اخلاص اور صدق نیت تمام
 ظاہری و باطنی اعمال کے لئے شرط ہے تو اس لحاظ سے صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کا قول عامتر اور شامل تر ہے۔
 ۱۶ تاہم اس میں شک نہیں کہ جب کہ یہ روایت متعدد طریقوں سے مروی ہوئی ہے تو ایک طریق کو دوسرے طریق سے
 قوت حاصل ہوتی ہے اور اس سے حدیث میں قوت آجاتی ہے اور اس کے متعدد طرق و احوال کا بیان شرح سفر السعادت میں ذکر کر
 دیا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

۲۰۷۔ دَعْنُ ابْنِ هَرِيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنُ
 سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّينِ : رواه الترمذی
 اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خوبیاں بیک وقت منافق میں اکٹھی
 نہیں ہو سکتیں بیک روش اور دین کی فہم و فراست۔

اشعة اللمعات ۱۷۔ حسن سمت یعنی اچھی راہ و روش لفظ سمت اصل میں درمیانے اور سیدھے راستے کو کہتے ہیں پھر اس
 سے نیک لوگوں کی مہیت اور وہ روش جو دیکھنے میں اچھی لگے مراد لیتے ہیں۔

۱۸ فقہ فی الدین یعنی احکام دینی کی دریافت کے لئے فہم و فطانت اس کلام سے مقصود دراصل اہل اسلام کو ترغیب دینا اور
 اس امر پر آمادہ کرنا ہے کہ یہ دونوں صفات اپنے اندر پیدا کریں اور جو شخص ان دونوں صفات کے خلاف چلے اسے ڈانٹ اور
 زجر ہے۔

۱۹ بعض نسخوں میں والد ارمی بھی مذکور ہے۔

۲۰۸۔ دَعْنُ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَدَعَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ كَافٍ
 اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا جو طلب علم کے لئے نکلا وہ واپس لوٹنے تک

سَبِيلَ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ

اللہ کی راہ میں ہے۔

رواہ الترمذی والدارمی

اسے ترمذی اور دارمی نے روایت کیا۔

اشعة اللمعات کہے یعنی وہ واپس گھر پہنچے تک راہ خدا میں نکلنے کا ثواب پائے گا۔ جس طرح وہ شخص جو جہاد کفار کے لئے گھر سے نکلتا ہے راہ خدا میں شمار ہوتا ہے اسی طرح حج کے لئے بھی کہا گیا ہے اگر کوئی شخص یہاں یہ سوال کرے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھر واپس پہنچنے پر ثواب کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ راہ خدا میں نکلنے کا ثواب تو پورا ہو گیا اس کے بعد دوسروں کو تعلیم دینے اور ان کی تکمیل کرنے کا ثواب شروع ہو گیا۔

۲۰۹۔ دَعْنُ سَجْدَةَ الْأَزْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور حضرت سجدۃ ازری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو بندہ علم تلاش

کرتا ہے اس کی یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کے لئے کفارہ

بن جاتی ہے

صلى الله عليه وسلم مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى

رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی ہذا حدیث ضعیف

الاسناد والبوداؤد الراوی لضعف

سجدۃ بفتح سین ہملہ و سکون خاء معجمہ وفتح باء موحده الازدی بفتح ہمزہ و سکون زاء صجانی میں ان سے ان کے بیٹے عبداللہ نے روایت کی ہے اشعة اللمعات ہے اور اس کے گزشتہ گناہ چھپا دیئے جاتے ہیں اور جو سابقہ گناہ اس سے ہو چکے ہوتے ہیں سب بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایسے مواقع میں گناہوں سے اکثر صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں مگر حج میں کہ اس سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور امید ہے کہ طلب علم کی برکت سے بھی کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

تے ترمذی نے اس حدیث میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوداؤد جس کا نام لقیع بن الحارث ہے اہل کوفہ سے تھا۔ ہمدان کا قاضی تھا اور تھا حدیث میں ضعیف ہے ثقہ لوگوں میں سے نہیں ہے اور اس کی حدیث محبت نہیں سمجھی جاتی۔ یہ ابوداؤد سنن والا ابوداؤد نہیں ہے کہ وہ ثقہ اور کبار محدثین میں سے ہے۔

۲۱۰۔ دَعْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْخَذْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن نیک بات

سننے سے سیر نہیں ہوتا۔ یہاں تک انجام کار وہ بہشت میں پہنچ

جاتا ہے (اسے ترمذی نے روایت کیا)

الله صلى الله عليه وسلم مَنْ يَسْمَعُ الْمُؤْمِنُ مِنْ

خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُمْ الْجَنَّةَ

رواہ الترمذی

اشعة اللمعات

کہے یعنی آخر عمر تک۔ طلب علم کی دھن میں رہتا ہے اور اس کی برکت سے بہشت میں پہنچ جاتا ہے اس حدیث میں طالب علم کو بشارت ہے کہ وہ دنیا سے انشاء اللہ تعالیٰ با ایمان جاتے گا۔ یہی بشارت حاصل کرنے کے لئے بعض اہل اللہ آخر عمر تک طلب اور تحقیق علم میں مشغول رہے۔ حالانکہ وہ اہل اللہ رضی اللہ عنہم علم میں مرتبہ اعلیٰ حاصل کر چکے ہوتے تھے اور جب کہ علم کا دائرہ وسیع اور بے نیابت ہے تو جو شخص علم یعنی تعلیم دینے اور تصنیف کرنے میں مشغول ہے وہ حقیقتہً طالب علم اور اسے کامل کرنے میں لگا ہوا ہے۔

۲۱۱۔ دَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس سے علم کی وہ بات پوچھی گئی جس کو وہ جانتا تھا پھر اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ کو آتش دوزخ کی لگام دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سئل عن علم علمہ ثم کتمہ، أَلْجَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِلْجَامٍ مِنَ النَّارِ

رواہ ابو داؤد الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن انس

اشعة للمعات اسے یعنی جس علم کا جانتا ضروری ہو اور علماء میں سے کوئی اور اسے بیان کرنے والا بھی نہ ہو اور بیان کرنے سے کوئی صحیح عذر بھی مانع نہ ہو بلکہ بخل اور علم دین سے لاپرواہی کی بنا پر چھپائے تو اس مذکورہ نمر کا مستوجب ہوگا۔

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص طلب علم کرے تاکہ بحث و گفتگو میں علماء سے برابر کرے یا جاہلوں اور بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا اور نزاع کرے یا اس لئے کہ لوگوں کے منہ اپنی طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔

۲۱۲۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ يَجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءُ أَوْ لِيَأْرِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ لِيُصْرِفَ بِهِ وَجْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ

رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابن عمر

اشعة للمعات ۳۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ شعراء اسلام میں سے ہیں اور ان تین افراد میں سے ایک ہیں جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور ان کی توبہ قبول ہوئی جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہے۔

۳۔ یعنی تاکہ علمی بحث و گفتگو میں علماء کی ہمراہی اختیار کرے یعنی اپنے آپ کو علماء کے برابر کرے اور ان کے سامنے فخر و غرور کرے۔ لکھ اور اس طرح انہیں شکوک و شبہات میں ڈالے۔

۴۔ اس طرح ان سے مال و دولت اور جاہ و مرتبہ حاصل کر کے دنیا کے کاموں اور نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے صرف کرے۔

۵۔ یعنی جس نے صرف ان مذکورہ فاسد اغراض کے لئے علم حاصل کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے آتش دوزخ میں ڈالے گا۔ اور اگر شخص

بتقاضائے بشریت و طبیعت یا اور خواہش نفس کا معمولی دخل ہو جائے تو معذور ہے کہ اس سے بچنا انسانی طاقت سے باہر ہے

اور اتنی مقدار پر حکم عائد نہ ہوگا جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ ہمارے کہنا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کوئی عمدہ اور عزیز چیز جو

حکمت و بہت پر مشتمل ہوتی ہے، عدم سے وجود میں لانا چاہتا ہے تو بے اختیار نفس کا تقاضا انسان کے وجود میں پیدا کر دیتا ہے نتیجہ

وہ چیز بے تکلف و بے تردد معرض وجود میں آجاتی ہے جس طرح کہ بچے کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ مرد و زن میں ان کے اختیار کے

بغیر جذبہ شہوت پیدا کرتا ہے جس سے ایک قوت باعثہ وجود میں آتی ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی توفیق و عنایت بندے کے حال کی ناصر و

مددگار ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ریا اور داعیہ نفس کے اس معمولی اثر سے بھی اسے پاک کر دیتا ہے۔ بزرگوں نے جو فرمایا ہے کہ ہم نے علم رضا الہی

کے بجائے دوسری نفسانی اغراض کے لئے سیکھا مگر علم نے رضائے الہی کے خلاف چلنے سے انکار کر دیا تو اس کا یہی معنی ہے نسا اللہ العافیۃ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے وہ علم سیکھا جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے مگر وہ اسے رضائے الہی کے

۲۱۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ

اللَّهِ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا

لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِعِنِّي رِيحَهَا
درواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ
لے نہیں بلکہ ذلیل دنیا جمع کرنے کے لئے سیکھے تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی ہوا بھی نہ پائے گا۔

اشعۃ اللمعات
اسے یعنی وہ علم ان علوم کی مجلس میں سے ہو جس سے اس ذات مقدس کا علم اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل کی جاتی ہو اس میں تنبیہ ہے کہ وہ مبارک چیز جو رضائے الہی کے حصول کا ذریعہ ہو اس سے حقیر دنیا کے حصول کا ذریعہ نہ بنانا چاہیئے۔
بیت: یار مفروش دنیا کہ بسے سود نکرد
آنکہ یوسف بزر نام سرہ بفروختہ بود
ترجمہ: یار کو دنیا کے عوض فروخت نہ کر کہ کچھ نفع نہ اٹھایا اس نے جس نے یوسف کو کھوٹے سکے کے عوض فروخت کر دیا تھا۔
یا مراد یہ ہے کہ جو علم علوم دین میں سے نہ ہو اسے دنیا کمانے کا وسیلہ بنانا مذموم نہیں ہے جب کہ اس کا سیکھنا مباح ہو اور علوم بدعتیہ محرمہ اور مکروہ میں سے نہ ہو۔

ایک طالب علم تھا جو معما، عروض، قافیہ اور اقلام شعر میں بڑی کاوش کرتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ ان علوم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناؤں نہ کہ دینی علوم کو۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بات بعض زاہدوں اور علماء سے بھی نقل کی ہے۔
لے ان الفاظ میں اس امر پر دلالت پائی جاتی ہے کہ ثواب الہی کی سعادت سے محروم رہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم کو صرف دنیا کمانے کے لئے وقف کر دے۔ اور اگر دنیا کمانے کا ارادہ صرف شامل اور ملا ہوا ہو اور وہ علم پر عمل کرنے اور دین کو رواج دینے کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو ایسی صورت میں اسے نیک ارادے کے اندازے کے مطابق ضرور ثواب ملے گا: ہاں ثواب کے مرتبہ کمال سے ایسا شخص محروم رہے گا۔ اس معنی کی طرف حدیث انما الاعمال بالنیات میں جو ابتدائے کتاب میں آتی ہے اشارہ ہو چکا ہے بخور و فکر سے کام لو۔
۳۔ یہ عرف بفتح عین ہملہ و سکون را کی تفسیر ہے یعنی خوشبو۔ ظاہر حدیث مبالغہ پر مشتمل ہے کہ ایسا شخص بہشت میں آنے سے محروم رہے گا (حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ) یہ شخص مقرب و مخلص لوگوں کے ساتھ جو عذاب سے بالکل محفوظ ہیں اور قبروں سے اٹھتے ہی بہشت میں آجائیں گے، بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ جیسا کہ یہ تاویل دوسری احادیث میں آچکی ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے جب لوگوں کو محشر میں لائیں گے تو بہشت کی خوشبو ان کے مشام تک پہنچائیں گے تاکہ اس موقع و موقف کی وحشت و گھبراہٹ سے راحت میں رہیں اور ان کے دلوں کو قوت و طاقت حاصل ہو۔ یہ شخص اس خوشبو سے محروم رہے گا اور بخارِ معصیت اور محبتِ دنیا کے غلبے کے باعث زکام والے انسان کی طرح ہوگا۔

۲۱۷۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقَرَّرَ اللَّهُ عَبْدًا سَبَعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاَهَا وَإِذَا أَهَانَتْ حَامِلُ فَقِهِ غَيْرُ فَقِيهِهِ دُرُبَ حَامِلِ فَقِهِ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَا يَغْلُ عَلَيْهِمْ قَلْبُ مُسْلِمٍ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَالنَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلزوم جہاتہم فان دعوتہم تحیط من ورائہم
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کا چہرہ روشن و تاباں کرے جس نے میری بات کو سنا اور یاد کیا اور خوب ذہن نشین کیا اور اسے لوگوں تک پہنچایا۔ پس بہت سے دین و فقہ کی بات اٹھانے والے خود غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے فقہ کی بات اٹھانے والے خود بھی فقیہ ہوتے ہیں مگر اپنے سے بڑھ کر فقیہ تک وہ بات پہنچاتے ہیں۔ مومن

دراہ اشافعی وابیہقی فی المدخل ورواہ الترمذی و
ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت الا ان الترمذی
واباد اوہم یذکر انث لا یغل علیہم ائی آخرہ۔
اشعۃ اللمعات کہہ نظر ضاد کی شدہ اور بغیر شدہ دونوں روایتیں ہیں۔ نظر و نصارت اصل میں چہرے کی خوبصورتی اور
روشنائی و تابانی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس سے شان اور مرتبے کی رفعت اور دنیا و آخرت میں سرور و رونق و تروتازگی میں اضافہ مراد ہے
ہے یعنی اسے تکرار و تذکار کے ذریعے یاد رکھا۔ فراموش نہ کر دیا۔

۱۷ جیسا کہ اس نے ساجس طرح امانت بعینہ اس کے مالک تک پہنچاتے ہیں۔

۱۸ یعنی جس طرح وہ بات سنی ہوتی ہے بعینہ اسی طرح دوسرے تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ جس تک وہ بات پہنچائی جا رہی ہے وہ
اس سے وہ مطلب و معنی اخذ کرے جو پہنچانے والا اخذ نہیں کر سکا۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث کی نقل باللفظ چاہیے
اور نقل بالمعنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ نقل بالمعنی اس کے لئے جائز ہے جو کلمات کے استعمال کے مقام، تراکیب و عبارت
کے خواص سے واقف اور مقتضیات مقام اور اسرار و نکات اور اشارات کی پہچان میں ماہر اور عاقل ہو۔ اس کے باوجود نقل باللفظ
اولیٰ، افضل اور احوط ہے۔ جیسا کہ نظر اللہ کے الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں اور نقل بالمعنی کے وقوع میں کوئی کلام اور شک
نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث کی کتابیں جیسے صحاح ستہ وغیرہ ایک حدیث پر متفق ہوتی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔
۱۹ یا مومن کا دل اس میں خیانت نہیں کرتا جب کہ تین خصلتیں اس میں موجود ہوں۔ لایغل کا لفظ چند طریقوں سے
پڑھا گیا ہے ۱، بہ فتح یا و کسر غین از غل بمعنی کینہ (۲) بضم یا و کسر غین اغلال سے بمعنی خیانت (۳) فتح یا ضمہ غین کے ساتھ منقول
سے بمعنی خیانت اور اس کلمے کی مزید تحقیق شرح عربی (لمعات) میں ذکر کر دی گئی ہے اور وہ تین خصلتیں یہ ہیں ۱، اللہ کے لئے
عمل کو خالص کرنا کہ سمعہ اور ریاء و نمائش پر نظر نہ ہو بلکہ غرض و غرض پر مبنی قطعاً ملحوظ نہ ہو۔

(۲) مسلمانوں کی خیر خواہی ان کے لئے خیر اندیشی اور ان کی امداد و اعانت کرنا (۳) مسلمانوں کی جماعت میں رہنا ان کے دائرہ
جماعت سے باہر نہ نکلنا۔

۲۰ لے لفظ و راہ مد اور بغیر مد دونوں طرح آتا ہے اور یہ جماعت کے ساتھ چمٹے رہنے کی علت و وجہ ہے من بفتح
کسر و میم دونوں طرح درست ہے اور لایغل کا کلام سابق یعنی نظر اللہ کے ساتھ ربط و تعلق یہ ہے کہ جب کہ حضور علیہ السلام نے اس بات
کو دوسرے تک پہنچانے کی ترغیب دی جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی ہے تو اس کام کو تقویت دینے والی اور اس کی
تائید کرنے والی چیز کا ذکر اس کے متصل بعد کر دیا یعنی اخلاص عمل خدا کے لئے، مسلمانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت میں رہنا جب
تک یہ تین چیز موجود نہیں ہوتیں مذکورہ ادائیگی نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کلام
سابق اس کلام کے لئے توطیہ و تمہید ہے اور مقصود اسی کلام کا بیان کرنا ہے کہ یہ کلام التعظیم الامر اللہ والشفقة علی خلق اللہ کا جامع
ہے۔ (بات کو خوب سمجھو)

اس حدیث کو امام شافعی اور بیہقی نے مدخل میں جو بیہقی کی کتاب ہے ابن مسعود سے اور امام احمد و ترمذی و ابوداؤد

دا بن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا الخ کا ذکر نہیں کیا۔

۲۱۵ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَضَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنْ شَيْءٍ فَبَلَغَهُ كَمَا سَمِعَهُ قَرِيبَ مُبْلَغٍ أَدْعَى لَهُ مِنْ سَابِعٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ خوشی و تروتازگی عطا کرے اللہ اس شخص کو جس نے ہماری کوئی بات سنی اور جیسے اسے سنا اسی حالت میں اسے آگے پہنچایا کہ بہت سے وہ لوگ جنہیں وہ بات پہنچائی جاتی ہے سننے والوں سے زیادہ سمجھے والے ہوتے ہیں۔

اشعة اللمعات اے علامہ نے کہا ہے طلب حدیث اور اس کے حفظ و تبلیغ میں بالفرض اور کچھ نہ ہوتا سوائے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت کے تو دنیا و آخرت میں یہی بس اور کافی تھا۔ اللہم ارزقنا۔ اے اس حدیث کے معنی کا خلاصہ اور مطلب بھی وہی ہے جو حدیث سابق کے مضمون کا ہے صرف بعض الفاظ میں معمولی سہجہ ہے۔

۲۱۶ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ خَسَنَ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ وَلَمْ يَذْكُرَا اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث لینے میں پرہیز اور احتیاط کرو صرف وہی چیز جو جس کے بارے میں تمہیں یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ میری طرف سے ہے (تاکہ مجھ پر جھوٹ باندھنے کے بھنور میں نہ پڑو) اور جو شخص مجھ پر دیدہ دانستہ جھوٹ باندھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی نشست دوزخ میں بنائے۔ (اس کلام کی شرح حدیث اول کی فصل اول میں گذر چکی ہے۔)

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اسے ابن مسعود اور جابر سے مگر ابن ماجہ نے اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔

اور انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کی تفسیر رائے اور عقل اور قیاس سے کی اس کے لئے کوئی نقلی دلیل و سند نہ ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے اور ایک

۲۱۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَفِي رَوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

رداء الترمذی

روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جس نے قرآن کی تفسیر میں علم کے بغیر کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ بیان کیا اور وہ درست نکلا تو پھر بھی اس نے غلطی کی۔

۲۱۸ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَاصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ

اشعة اللغات

لے یعنی اگرچہ واقع میں اتفاق سے وہ بیان کردہ مطلب حق و صواب ہی ہو مگر چونکہ قصد و طریقہ میں اس نے خطا کی لہذا درست و صحیح ہونے کے باوجود وہ خطا کے حکم میں ہے لیکن یہ مجتہد کے حال کے برعکس ہے کہ وہ اگرچہ خطا بھی کرے اسے صواب اور درست سمجھا جائے گا۔ یعنی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ یہ مقام تفصیلی کلام کا متقاضی ہے مختصراً یہ کہ ایک تفسیر ہے اور ایک تاویل۔ تفسیر یہ ہے کہ یقین سے یہ بات کہے کہ خدا تعالیٰ کی مراد یہی ہے یہ معنی ائمہ تفسیر کی نقل کے بغیر جس کی سند حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو درست نہیں ہو سکتا اور تاویل یہ ہے کہ احتمال کے طور پر کہے کہ ہو سکتا ہے یہ مراد ہو۔ تاہم تاویل بھی وہ درست ہوگی جو قواعد عربیت اور قوانین شرع کے مطابق ہو واللہ اعلم۔

۲۱۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْمَرَأَى الْقُرْآنَ كُفْرًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُو دَاوُدَ

اشعة اللغات

۲۲۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَذَرُونَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَتْلَكُمْ هَذَا صَرْبُوا كِتَابَ اللَّهِ بَعْضُهُ بَعْضٍ إِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللَّهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَلَا تَكْذِبُوا بَعْضَهُ بَبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُولُوا وَمَا جَهِلْتُمْ فَكَلُوا إِلَى عَالِمِهِ

رداء احمد وابن ماجہ

۲۱۹ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے لے

۲۲۰ اور حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئے۔ انہوں نے کتاب اللہ کے ایک حصے کو دوسرے کے ساتھ مل کر آیا (اس میں تناقض پیدا کیا) تو تم لوگ اللہ کی کتاب کے ایک حصے کی دوسرے حصے کے ساتھ تکذیب نہ کرو جس چیز کا تمہیں علم ہوا سے بیان کرو۔ جو نہیں جانتے اسکے عالم کے حوالے کرو۔

اشعة اللمعات سے جدہ کی ضمیمہ یا تو عمرو بن شعیب کی طرف راجع ہے اسکا پایہ کی طرف اور یہ اسناد قدرے وضاحت چاہتا ہے۔ یہ وضاحت بعض دوسرے مقامات میں کر دی گئی ہے۔

سے آیات میں تناقض اور تضاد پیدا کر کے چنانچہ کہتے تھے کہ فلاں آیت فلاں آیت کے خلاف ہے اور وہ اس کے خلاف ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے مختلف آیات کو آپس میں ملا دیا اور حکم و منشا بہ اور محمل و مبین اور ناسخ و منسوخ میں تمیز کرنا چھوڑ دی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک انما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضاً کے مطابق پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

۲۲۱ رَوَّعْنِ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ بِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَبِكُلِّ حَدٍّ مُطْلَعٌ (رواہ فی شرح السنۃ)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے اور ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حد کے لئے آگاہ ہونے کی جگہ ہے۔

اشعة اللمعات سے حرف کا معنی لغت میں طرف کا آتا ہے یہاں سات قسمیں یا سات طریقے یا اس مقام کے مناسب جو معنی ہو وہ مراد ہے۔ شارحین کا اختلاف ہے کہ یہ سات حروف جو فرمائے گئے اس سے کیا مراد ہے۔ اکثر اس بات پر ہیں کہ سات حروف سے عرب کی سات مشہور لغات مراد ہیں یہ سات لغات اس زمانے میں فصاحت اور بلاغت میں بھی شہرت رکھتی تھیں یعنی لغت قریش، لغت بنی طے، لغت ہوازن، لغت اہل من، لغت ثقیف، لغت ہذیل اور لغت بنی تمیم۔ مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن حکیم قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی لغت اور زبان تھی۔ باقی عربوں پر اس زبان کا لفظ و تکلم مشکل تھا۔ حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ رب العزت میں درخواست پیش کی کہ اس بارے میں وسعت اور گنجائش دی جائے۔ حکم ہوا کہ سب سے پہلے لغت قریش کے مطابق پڑھیں۔ چنانچہ مسلمان امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لغت قریش کے مطابق پڑھتے رہے اور جب آپ نے اپنی نگرانی میں قرآن حکیم کے متعدد نسخے تحریر کروائے اور انہیں اسلامی شہروں میں بھیجا تو یہ سب کچھ آپ نے اس مصحف کے مطابق کروایا جو حضرت زید بن ثابت کی لغت کے مطابق تھا جسے انہوں نے حضرت صدیق اکبر کے حکم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درست قرار دینے کے بعد جمع کیا تھا اس کے علاوہ باقی تمام نسخے آپ نے تلف کر دئے کیونکہ ان کی موجودگی میں لوگوں میں اختلاف پیدا ہو رہا تھا اور لوگوں نے ایک دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا تھا۔ تو ان دوسری لغات سے کہیں کوئی حقوڑی چیز باقی رہ گئی۔ اور تمام صحابہ کرام نے حضرت زید بن ثابت والے مصحف پر اتفاق کر لیا پھر یہی مصحف چلتا رہا یہاں تک کہ متصل صدوں کے ساتھ مشہور قرار تک پہنچا اور اس لغت مقررہ میں کچھ اختلاف جیسے ادغام، امالہ، وقف وغیرہ جو قراء کی اپنی پسند اور ترجیح کے اعتبار سے واقع ہوا تھا باقی رہ گیا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ سات حروف سے سات قراءتیں مراد ہیں جو تمام کی تمام متواتر اور بے شبہ ثابت ہیں اور سب پر قرآنیت کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے نماز کی درستی، قرآن کو بے وضو اور جنبی حالت وغیرہ میں چھپنے کی حرمت اور بعض اس سے وہ سات معانی مراد لیتے ہیں جن پر قرآن مجید مشتمل ہے جیسے امر، نہی، قصہ، امثال، وعظ و وعدہ و وعید۔ بعض نے سات حروف کی تفسیر، عقائد، احکام، اخلاق، قصص، امثال اور وعدہ و وعید سے کی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ سات سے مخصوص عدد مراد نہیں ہے بلکہ وسعت و

کثرت مراد ہے۔ عرب یہ عدد وسعت و کثرت میں استعمال کرتے رہتے ہیں کیونکہ یہ وہ عدد ہے کہ زمان و مکان کی بنیاد اس پر ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے واللہ اعلم۔

لے اور ان سات حروف میں سے جن پر قرآن نازل ہوا ہے، ہر آیت کے لئے اور بعض نسخوں میں لکل آیت منہ کے الفاظ آئے ہیں اور یہ زیادہ ظاہر ہے اور یہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یعنی قرآن پاک کی ہر آیت کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر سے و مطالب مراد ہیں جنہیں تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور باطن سے وہ امر و رموز مراد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے خاص بند سے آگاہ ہوتے ہیں یا ظاہر سے مراد وہ معانی ہیں جو تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں اور باطن سے وہ جو تاویل سے منکشف ہوتے ہیں اور تفسیر وہ ہے جو روایت سے ہو اور تاویل وہ جو درایت سے تعلق رکھے بعض نے یہ کہا ہے ظاہر سے آیات قرآنی پر ایمان لانا اور باطن سے ان پر عمل کرنا مراد ہے۔ یا ظاہر سے اس کی قرأت و تلاوت اور باطن سے اس کا فہم و تدبر مراد ہے۔ یا ظاہر سے الفاظ اور باطن سے معنی مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ قرآن کے قصے ظاہر میں اخبار ہیں مگر باطن میں عبرت و نصیحت ہیں۔

لے مَطْلَع "بضم میم و طائے مشدودہ۔ بمعنی بلند جگہ جس پر پہنچ کر اگل جگہ ال کے آخری حدود سے آگاہ ہوتے ہیں۔ حد بمعنی طرف و نہایت یعنی ظاہر و باطن میں سے ہر ایک کے لئے ایک حد و نہایت ہے۔ اور ہر حد و نہایت کے لئے ایک مقام ہے جس پر چڑھنے اور صعود کرنے سے اس حد و نہایت کی پوری پوری حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پس ظاہر کا مَطْلَع عربیت اور ان علوم کا سیکھنا ہے جن کے ساتھ قرآن ظاہر معنی تعلق رکھتا ہے۔ اور اسباب نزول کی معرفت اور ناسخ و منسوخ وغیرہ اور باطن کا مَطْلَع ریاضت و مجاہد یا ظاہر شرع کی اتباع، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، روح کا تجلیہ اور سر کا تجلیہ ہے جس کے حصول کے بعد قرآن کے لہجوں سے آگاہی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

بیت۔ جمال شاہ قرآن نقاب آنگاہ بکشايد۔ کہ دارالملک ایمان را بیايد خالی از غوغا۔

ترجمہ۔ قرآن کا حسن و جمال اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے جب کہ وہ دارالملک ایمان (دل) کو شور و غوغا سے خالی پائے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ حد سے احکام شرع مراد ہیں جو متعین ہیں اور جن کی حدود مقرر ہیں پھر ان احکام میں سے ہر حکم کے لئے ایک جگہ ہے جہاں سے اس حکم کا علم حاصل ہوتا ہے اور یہ تمام حدود و احکام اور جہاں سے ان کا پتہ چلتا ہے ان سب کا مکمل علم صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ علماء کے اس بارے میں مختلف طبقات، مختلف مرتبے اور درجے ہیں کہ بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ اس حدیث پاک کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں لیکن جو کچھ یہاں مذکور ہوا ہے، اولیٰ اور زیادہ بہتر ہے واللہ اعلم

۲۲۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِلْعَلَّمُ ثَلَاثَةَ آيَةٍ مُحْكَمَةٍ أَوْ سَنَةِ قَائِمَةٍ أَوْ قَرِيفَةٍ" اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم تین ہیں۔ آیت محکمہ، سنت قائمہ، عادِلہ و ما کان سوی ذالک فہو فضل رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ اور فریضہ عادلہ ان کے ماسوا جو کچھ ہے وہ زائد اور لایعنی ہے

اشعة الملمات لے یعنی دین و شریعت کے اصول کے علوم تین ہیں

لے ایک آیت محکمہ۔ اس سے کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے اور آیت کو محکمہ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ محکم آیات

ام الکتاب اور اصل میں اور احتمال و اشتباہ سے محفوظ ہیں محکمات کے سوا جو کچھ ہے جیسے تشابہات وغیرہ تو وہ محکمات پر محمول

ہیں اور جو علوم اس کے مبادی و سائل ہیں وہ بھی اسی سے متعلق ہیں۔

۲۔ یعنی وہ سنت جو حفظ متون اور سندوں کے حفظ کی وجہ سے ثابت ہے۔

۳۔ فرضیہ عادلہ یعنی وہ فرضیہ جو قوت و ثبوت میں کتاب و سنت کی طرح ہو اس میں اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے جو مستند اور کتاب و سنت سے اخذ کیا گیا ہو۔ اس وجہ سے اسے کتاب و سنت کے مساوی و برابر کہہ دیا گیا ہے اور اسے لفظ فرضیہ سے تعبیر کیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس پر عمل کرنا بھی ویسے ہی واجب و ضروری ہے جس طرح کتاب و سنت پر عمل کرنا ضروری ہے تو حدیث کا حاصل معنی یہ ہوا کہ دین کے اصول چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔

۴۔ یعنی ان کے سوا جو علوم ہیں وہ زائد اور لا یعنی ہیں۔ فضل کا معنی لغت میں زیادہ ہونے کا ہے جو کہ نقص یعنی کم ہونے کی ضد ہے۔ اس کی جمع فضول آتی ہے اور فضول کا لفظ اکثر لا یعنی امر اور اس کام کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں کوئی خیر و خوبی نہ ہو فضول اس انسان کو بھی کہتے ہیں جو لا یعنی کاموں میں مشغول ہو۔

بیت: ہر چہ قال اللہ نہ قال الرسول فضله باشد فضل میخوایں اے فضول

ترجمہ: جو چیز قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ سے نہیں ہے وہ فضول چیز ہے۔ اے فضول انسان اللہ کا فضل ملاحظہ فرمائیے کاموں میں مشغول نہ ہو۔

۲۲۳ دَعْنُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الشَّجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْصُ إِلَّا الْأَمِيرُ أَوْ قَامُوْهُ أَوْ مُخَالٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَفِي زَوَايِدِهِ وَمَرَاوِئِهِ

اور حضرت عوف بن مالک الشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصہ دو عطف بیان نہیں کرتا مگر حاکم و بادشاہ وقت۔ یا وہ جسے بادشاہ وقت اجازت دے یا متکبر انسان۔

اشعۃ اللمعات۔ ۱۔ آپ صحابی ہیں سب سے پہلے غزوہ خیبر میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ شام میں سکونت اختیار کی اور ۳۷ھ میں وفات پائی۔

۲۔ لفظ قص کا اصل معنی بیان کرنے اور خبر دینے کا ہے۔ لفظ قصہ اسی سے مشتق ہے۔ قاص اس شخص کو کہتے ہیں جو واقعہ کو اپنی اصل شکل میں بیان کرے۔ پھر یہ لفظ و عطف کہنے اور پند و نصیحت کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ و عطف کو قاص کہتے ہیں۔ یہاں حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔ یعنی قصہ بیان نہیں کرتا اور و عطف نہیں کہتا۔

۳۔ مگر حاکم و امیر جو لوگوں کو پند و نصیحت کرتا اور گزشتہ حالات ان کے سامنے بیان کرتا ہے تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور نصیحت قبول کریں لے یا وہ جسے حاکم وقت نے اذن و اجازت دی ہو اور اس کی طرف سے مجاز ہو۔ لہذا اس کا کہنا امیر کا کہنا ہوگا۔

۴۔ مختال یعنی خود پسند تکبر آدمی جو حصول مرتبہ و سرداری کے لئے ایسا کرتا ہے اور خواہش نفس کے تحت ریا اور نمائش کرتا اور مجلس میں صدارت اور بلند نشینی کا خواہاں ہوتا ہے۔ مختال خانے مجسمہ کے ساتھ۔

بعض روایات میں مختال خانے ہلکے کے ساتھ بھی آیا ہے اس صورت میں یہ حیلہ سے مشتق ہوگا اور بعض علماء نے اس دوسری روایت کو اصح اور ادلی قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں بلا اجازت امام قصہ اور و عطف سے مانعہ۔ در زجر کی گئی ہے کیونکہ امام و حاکم وقت دعوت کے مصالح کو

بہتر جانا اور بہت مہربان ہوتا ہے۔ اگر وہ خود وعظ و نصیحت نہیں کرتا تو علماء میں سے کسی ایسے شخص کو اس کام پر لگائے گا جو علم و تقویٰ دیانت و صیانت، ترک طمع، جن عقیدت وغیرہ صفات سے آراستہ ہوگا۔ اور جہل و فسق اور خیانت و بدعت سے دور ہوگا۔ یہاں سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مشائخ کے اذن و اجازت اور خلافت دینے کے بغیر مشیخت کے مجاہدہ صدارت پر وعظ وارشاد اور ہدایت کیلئے بیٹھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ بعض اسی مشائخ جہالت و خواہش سے ایسا کرتے ہیں۔

بعض شارحین حدیث نے کہا ہے کہ یہ حدیث خطبہ سے متعلق ہے جو حاکم یا اس کے نائب کے سپرد ہوتا ہے اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی نے اسے عمرو بن شعيب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا اور اس کی روایت میں لفظ محفل جو ابو داؤد کی روایت میں واقع ہوا ہے کے بجائے اوامیر کا لفظ آیا ہے بمعنی زیاد نمائش کرنے والا۔

۲۲۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْتَى بغيرِ عِلْمٍ كَانَ إِشْنَةً عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ - وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ لَعَلَّه أَنْ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ

رواہ ابو داؤد

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے جس نے اس سے فتویٰ طلب کیا۔ اور جس نے اپنے بھائی کو ایک کام کرنے کے متعلق کہا حالانکہ اسے پتہ ہو کہ بہتری دوسرے کام میں ہے تو اس نے اس سے خیانت کی

اشعة اللغات - سہ کیونکہ اس بے علم آدمی کے فتویٰ دینے کا باعث ہو کہ گناہ ہے۔ وہ پوچھنے والا آدمی بنا ہے اور اگر ہذا صاحب علم کے ہوتے ہوئے بے علم سے فتویٰ دریافت کرنا مراد ہو تو پھر افتاء بمعنی استفتاء ہوگا۔ اور یہ اہل صورت میں ہوگا جب کہ افتاء بصیغہ معلوم ہو۔ مگر یہ لفظ بھول بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا جسے بغیر علم کے فتویٰ دیا لیا تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔ جس نے فتویٰ دیا یہ معنی زیادہ ظاہر و واضح ہے سہ جس نے اس سے مشورہ طلب کیا تھا اور اچھی بات پوچھی تھی سہ ایک دوسری حدیث میں جو المستشار کہیں آیا ہے تو اس کا بھی یہی معنی ہے۔

۲۲۵ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْغُلُوطَاتِ

رواہ ابو داؤد

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط باتوں میں ڈالنے والی باتوں سے منع فرمایا۔

اشعة اللغات - سہ غلوطات، غلوطہ بضم مزہ و سکون غین کی جمع ہے اور غلوطہ بغیر مزہ کے بھی آیا ہے وہ کلام جس سے کسی کو غلطی میں ڈالاجائے۔ اسے مغالطات بھی کہتے ہیں۔ مغالطہ وہی کا یہ عمل اپنے نفس کی برتری کے اظہار، دوسرے کو ناقص ظاہر کرنے اور اسے شرمندہ اور رسوا کرنے کے لئے، نیز یہ مغالطہ وہی شرفقتہ، کھڑا ہونے اور عداوت و اذیت رسانی کا موجب ہو تو حرام ہے بعض نے کہا ہے اگر مغالطہ وہی جزا اور بدے کے طور پر ہو کہ اس نے اسے مغالطہ دیا اس نے اسے دیدیا تو جَوَازٌ سَيِّئَةٌ کے مطابق جائز ہے جس طرح ہارون رشید کی مجلس میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کیا واللہ اعلم

۲۲۶ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرائض اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو

وَعَلِمُوا نَاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ : رواه الترمذی

سکھاؤ کہ میں تم سے اٹھالیا جاؤں گا۔

اشعة الممعات - سلسلے فرائض سے وہ احکام مراد ہیں جن پر دین میں عمل کرنا لازم و واجب ہے اور حبيب کہ یہاں یہ لفظ قرآن کے مقابل استعمال ہوا ہے تو فرائض سے وہ احکام مراد ہوں گے جو سنت میں واقع ہیں بعض نے فرائض سے علم وراثت مراد لیا ہے ۲۲۷ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَفَصَ بِصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ هَذَا أَوَانٌ يُخْتَلَسُ فِيهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقْدَرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ رواه الترمذی

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ کے اپنی آنکھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائی پھر فرمایا یہ وقت ہے کہ اس میں علم و وحی لوگوں سے لے لیے جائیں گے تو انہیں کسی علم پر قدرت و دسترس نہ رہے گی۔

اشعة الممعات - سلسلے اور تیز نگاہ سے آسمان کی طرف دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ وحی کی انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ اس مضمون کی وحی نازل ہوئی کہ آپ ان کو چھوڑ کر عنقریب موت کی آغوش میں چلے جائیں گے۔

۲۲۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَايَةً لَهُ يُوشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ الْكِبَادَ إِلَّا بَلَّ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ - فَلَا يَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ - رواه الترمذی وفي جامعه قال ابن عيينة انه مالک بن انس ومثله عن عبد الرزاق قال اسحاق بن موسى وسمعت ابن عيينة انه قال هو العُمري الزاهد واسمه عبد العزيز بن عبد الله.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگ علم کی تلاش میں اونٹوں کے جگر میں گئے تو وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ پائیں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور ان کی جامع میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ وہ عالم مدینہ حضرت مالک بن انس ہیں اور عبد الرزاق سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اسحاق بن موسیٰ کہتے ہیں میں نے ابن عیینہ سے سنا کہ وہ عالم مدینہ عمری الزاہد ہے اور اس کا نام عبد العزیز بن عبد اللہ ہے۔

اشعة الممعات - سلسلے روایت یہ مرفوع حدیث سے عبارت ہے اور باطل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہے لیکن چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کو یقین نہیں کہ انہوں نے کونسا لفظ کہا اس لئے روایت کا لفظ لگے مقصود یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا قریب ہے الی آخر ۲۲۹ یعنی سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے جہاں مالک کے صحابہ اور امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں کہا ہے کہ عالم مدینہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد امام مالک ہیں۔

۲۳۰ حضرت ابن عیینہ کے قول کی طرح عبد الرزاق سے بھی منقول ہے یہ عبد الرزاق بڑے مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں یعنی عبد الرزاق نے بھی یہی کہا ہے کہ عالم مدینہ سے مراد امام مالک ہیں۔

۲۳۱ یہ اسحاق بن موسیٰ سفیان بن عیینہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

۲۳۲ یہ عمری الزاہد بھی مدینہ منورہ میں تھے علماء اور زہاد وقت میں سے، اور حضرت قاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

اولاد میں سے ہوتے ہیں۔

تھے تو ابن عیینہ سے اس بارے میں مختلف اقوال مذکور ہیں ترمذی اور عبد الرزاق سے یہ منقول ہے کہ عالم مدینہ امام مالک میں اور اسحاق بن موسیٰ نے نقل کیا ہے کہ ابن عیینہ عمری الزاہد کو عالم مدینہ کہتے تھے۔ اور عمری الزاہد مشہور نام ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب اس مقام پر عربی شرح میں ہم نے خوب تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ عالم مدینہ کی تعیین و تشخیص میں یقین کا دائرہ تنگ ہے۔ ہر ایک نے اپنے اعتقاد کے مطابق ظن و گمان سے کہا ہے۔

چونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں حدیث فقہ، جہاد اور امامت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ نیز مدینہ طیبہ کے ساتھ خصوصی ارتباط اور گہرا تعلق تھا۔ لہذا یہ سب باتیں مل کر اس امر کا منشا بن گئیں کہ لفظ عالم مدینہ کا مصداق آپ کی ذات کو قرار دیا جائے۔ ورنہ آپ کے زمانے میں اور آپ سے پہلے اور بعد اس مبارک شہر اور دیگر اسلامی بلاد اور اطراف و اکناف میں اور بھی علماء مجتہدین اور ائمہ دین موجود تھے جو حصر و شمار میں نہیں آسکتے۔ حدیث کا ظاہر مطلب واللہ اعلم یہ ذہن میں آتا ہے کہ حضور کے اس کلام معجز نظام کا مصداق دراصل آخر زمانہ کے حال سے مطلع کرنا ہے جب کہ علم دین مدینہ منورہ کے اندر ہی بند اور منحصر ہو کر رہ جائے گا اور بعض احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اور یہ قول صواب و درستی کے زیادہ قریب ہے واللہ اعلم۔

۲۲۹ عَنْهُ فِيمَا أَعْلَمُ. عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.

اور انہیں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو میں جانتا ہوں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل پیدا کرتا ہے اس امت کے لئے ہر سو سال کے پورا ہونے پر ایسا شخص جو دین کو تازگی بخشتا ہے۔

رواہ ابو حادّ

اشعۃ اللمعات - سلمہ علم متکلم کا صیغہ ہے اور یہ ابو ہریرہ کے الفاظ ہیں اور اعلم بلفظ ماضی اعلام سے بھی پڑھا گیا ہے اس امت کے نفع اور اس کے دین کی تقویت اور تائید کے لئے۔

۳۷ معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر لوگوں نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ اس سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو اپنے اہل زمانہ میں تجدید و نصرت دین، ترویج و تقویت سنت، بدعت کی بیخ کنی، علم کی نشر و اشاعت اور کلمہ اسلام کی بلندی کے لئے ممتاز ہوتا ہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہر صدی کے لئے ایک ایک مجدد متعین کیا ہے اور کہا ہے کہ پہلی صدی کے لئے فلاں مجدد تھے اور دوسری کے لئے فلاں بعض کہتے ہیں کہ شخص معین کے بجائے عموم پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ خواہ ایک شخص ہو خواہ جماعت۔ کہ کلمہ من واحد و جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ نیز تجدید دین کا یہ کام صرف علماء اور فقہاء کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سلاطین، امراء، قراء، اصحاب حدیث زاہدوں، عابدوں، علماء نحو، ارباب سیر و تواریخ نیز اغیاد، اسخیاء جو علماء و صلحا پر اور مصارف خیر میں مال صرف کرتے اور دین کی ترویج و تقویت کا سبب بنتے ہیں بلکہ ان تمام گروہوں کو بھی شامل ہے جن کے وجود کو قوت اور کمال و رواج حاصل ہوتا ہے اور اگر شہروں اور علاقوں کا عموم بھی اعتبار کر لیں کہ ایک زمانہ میں ایک شہر میں ایک ایسی جماعت سامنے آئے جو اس صفت سے موصوف ہو تو یہ بھی بعید نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۳۰ دَعَتْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعُذْرِيَّ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ
 هَذَا اَلْعِلْمُ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَدُوْلُهُ يَفْقَهُونَ عَنْهُ
 تَحْرِيفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيلَ
 الْجَاهِلِيْنَ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْمَدْخَلِ مُسْلًا
 بِمِنْ حَدِيثِ بَقِيَّةِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ مَعَانَ بْنِ رِفَاعَةَ
 عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعُذْرِيِّ وَسَنَدُ كَرِهُتِ
 جَابِرًا فَانْمَا شَفَاءُ الْعِي السُّوَالِ فِي بَابِ التَّمْيِيزِ اِنْ
 شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

اور حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن العذری سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھائیں اور حاصل کریں گے
 یہ علم (علم کتاب و سنت) ہر بعد میں آنے والی جماعت میں سے
 ایسے لوگ جو عادل اور شائستہ ہوں گے۔ یہ عادل اور شائستہ لوگ
 اس علم کتاب و سنت سے دین میں حد سے بڑھنے والوں کی
 تحریف کو دور کریں گے اور اہل باطل کے جھوٹ کا ازالہ کریں
 گے۔ اور جاہلوں کی تاویلات کا رد کریں گے۔ بیہقی نے اسے
 کتاب المدخل میں بطریق ارسال روایت کیا اور حضرت جابر
 کی حدیث فانما شفاء العی السوال عنقریب ہم باب التیمم میں انشاء اللہ
 تعالیٰ ذکر کریں گے۔

اشعة اللمعات - اسے عذری بضم عین و سکون ذال معجمہ عذرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے جو خزاعہ کے ایک قبیلے کا
 باپ تھا۔ آپ ثقہ تابعین میں سے ہیں۔

۱۔ تحریف الغالین یعنی دین میں رد و بدل کرنے میں حد سے گزر جانے والے تحریف یعنی حق کو باطل سے لفظ یا معنی میں تبدیل کرنا
 ۲۔ انتحال دوسرے کی ملکوت چیز پر شعریا قول میں اپنی ملکیت کا جھوٹا دعویٰ کرنا۔ یہاں جھوٹ سے کنایہ ہے۔
 ۳۔ جو علم و دانش کے بغیر آیات و احادیث میں تاویلات کرتے اور ظاہری معنی سے انہیں بدلتے پھرتے ہیں۔
 ۴۔ بیہقی نے اس حدیث کو اپنی کتاب مدخل میں بقیہ بن الولید کی حدیث سے بطریق ارسال روایت کیا یہ بقیہ بن الولید مجہول
 راویوں سے زیادہ روایت کرتا ہے اور اس میں بہت غرابت پایا جاتا ہے۔ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ثقہ و مامون ہے
 لیکن تدلیس کرتا تھا ۱۹۶ھ میں فوت ہوا یہ معاذ بن رفاعہ سے روایت کرتا ہے مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں ایسے ہی واقع ہوا ہے۔ مگر
 صحیح معان بن رفاعہ یعنی ذال کی جگہ نوں کے ساتھ آیا ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے بعض اسے ثقہ کہتے ہیں اور بعض ضعیف اور
 کاشف ذہبی میں معاذ بن رفاعہ اور معان بن رفاعہ دونوں مذکور ہیں تاہم جس سے بقیہ بن الولید روایت کرتا ہے وہ معان بن رفاعہ ہے
 ۵۔ اصل کتاب میں یہاں رواہ البیہقی تا العذری تک جگہ خالی ہے۔
 ۶۔ یعنی جہل دور ماندگی کا علاج علماء دین سے دریافت کرنا ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

اور حضرت حسن سے مسند روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام کو قوی اور مضبوط کرنے کی نیت سے علم کی
 طلب میں مصروف تھا اور اسی طلب میں اسے موت آگئی تو

۲۳۱ عَنْ الْحَسَنِ مُسْلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ
 وَهُوَ يُطَلِّبُ الْعِلْمَ يُمَحِّ بِهَ الْإِسْلَامَ فَبَيَّنَهُ

وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ
رواه الدارمی

جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا
مشرق ہوگا۔

اشعة المعات - ۱۔ یعنی اس نیت سے نہیں کہ دنیا کا مال و جاہ حاصل کرے اور لذات و خواہشات نفسانی کی تکمیل کرے
۲۔ یہ دراصل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قرب میں مبالغہ ہے اس لئے لفظ درجہ کی تاکید واحدہ کے ساتھ کی۔

۲۳۲ وعنه مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَحْلَيْنِ كَانَا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يَصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْآخَرُ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ الَّذِي يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ.

اور انہی حضرت جن سے مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا دو آدمیوں کے بارے میں جو بنی اسرائیل میں سے تھے ان میں سے ایک عالم دین تھا کہ فرض نماز ادا کرتا پھر بیٹھ کر لوگوں کو خیر و نیکی کی تعلیم میں مصروف ہو جاتا اور دوسرا وہ جو دن کو روزہ رکھتا اور رات عبادت میں جاگ کر گزارتا کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز ادا کر کے لوگوں کو تعلیم دینے بیٹھ جاتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھے اور رات عبادت میں گزارے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر۔

رواه الدارمی

۲۳۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيهُ فِي الدِّينِ إِنْ أَحْتِجَ إِلَيْهِ نَفْعٌ وَإِنْ اسْتَفْنَى عَنْهُ أَغْنَى نَفْسُهُ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم دین وہ اچھا ہے جس کے علم کی ضرورت پڑے تو نفع دے اور اگر اس سے بے نیازی کی کیا جائے تو وہ لوگوں سے بے نیاز ہے۔

رواه دزین

اشعة المعات - ۱۔ حاصل معنی یہ ہے کہ عالم دین کو ایسا ہونا چاہیے کہ اپنے آپ کو لوگوں کا محتاج نہ کرے۔ اور لوگوں سے میل جول کا خواہشمند نہ ہو اور ان سے کسی قسم کے نفع کی امید نہ رکھے تاہم لوگوں سے بالکل علیحدگی بھی اختیار نہ کرے اور اس طرح اپنے علم سے لوگوں کو محروم نہ رکھے بلکہ اگر لوگ اس وجہ سے اس کے علم کے محتاج ہوں کہ دوسرا عالم وہاں موجود نہیں ہے تو لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرتا رہے اور اگر لوگوں کو اس کی ضرورت و حاجت نہ ہو تو اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دینی کتابوں کا مطالعہ اور تصنیف و تالیف اور علم دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔

۲۳۴ وَعَنْ عِكْرَمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُبَلِّغِ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا أَلْفَيْكَ تَأْتِي الْقَوْمَ دَهُمٌ

اور حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ بیشک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کو ہفتہ میں صرف ایک بار وعظ کیا کرتے اگر تو نہ مانے تو پھر ہفتے میں صرف دو بار اور اگر اس سے بھی زیادہ چاہے تو پھر ہفتے میں تین بار اور لوگوں کو قرآن سے بے شوق نہ

فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقْصَّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعْ
عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتَبْلَهُمْ وَلَكِنْ أَنْصِتْ فَإِذَا
أَمْرُكَ فَخَذَّ شَهْمٌ وَهُمْ يَشْتَمُونَهُ وَالْظَّهْرُ
السَّجْعُ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَإِنِّي عَهْدْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ
لَا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ.

رواه البخاری

کر۔ اور میں تجھے ہرگز ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تو لوگوں کے پاس
آتے اور وہ اپنی باتوں میں مصروف ہوں اور تو انہیں وعظ کہنا
شروع کر دے اور ان کی گفتگو کاٹ دے اور انہیں پریشان
کے۔ بلکہ تو خاموش رہ جب وہ تجھے کہیں تو ان سے حدیث بیان
کر۔ اور ابھی ان کا شوق و ذوق باقی ہو تو سلسلہ وعظ بند کر دیا کر اور
دعا میں سجدہ نہ کر اس سے دور رہ کہ بیشک میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پایا ہے وہ ایسا نہ کرتے تھے

اشعة اللمعات - سہ آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں فقہائے مکہ میں سے ہیں۔ اصل میں اہل
مغرب کے علاقہ بربہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام شعبی نے کہا ہے میں نے عکرمہ سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ آپ تابعی
اور ثقہ ہیں۔ بعض لوگ ان میں اختلاف کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا ہے میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے حجت
اور دلیل نہ پکڑتا ہو مسئلہ میں فوت ہوئے۔

سہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت عکرمہ یا کسی دوسرے مخاطب کو فرمائی۔
سہ خواہ دنیا کی باتوں میں مصروف ہوں خواہ دین کی باتوں میں۔ اگر دینی باتیں مراد ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کا سلسلہ منقطع کرنا مناسب
نہیں اور اگر دنیا کی باتیں مراد ہوں تو شاید بشریت کے تقاضا کے مطابق انہیں چھوڑنے پر خوش نہ ہوں اور وعظ و نصیحت سننے کے
لئے تیار نہ ہوں اور گناہ کے فتنہ میں گر پڑیں۔ اور دین کی ہیبت و عظمت ان کے دلوں سے جاتی رہے۔ ہاں اگر ان کی گفتگو کا سلسلہ
منقطع کرنے میں کوئی ضروری مصلحت ہو تو پھر ان کی گفتگو کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔ بہر حال مصلحت وقت کو پیش نظر رکھا جائیگا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غائب اور ظاہر حالت کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے۔ آپ کے زمانہ میں لوگ زیادہ تر دینی باتوں
میں ہی مصروف رہتے تھے۔

سہ سجدہ عبارت میں ہم وزن الفاظ لانا یہ اگر تکلف سے اختیار کی جائے تو منع ہے کہ اس سے دعائیں مشتوع و خضوع پیدا نہیں
ہو سکتا۔

سہ یعنی ان کی دعاؤں میں سجدہ یعنی تکلف و بناوٹ نہ ہوتی تھی۔ مالورہ دعاؤں میں جو سجدہ پائی جاتی ہے اس میں تصنع اور
تکلف کا شائبہ تک نہیں ہے جس طرح بعض مواضع میں بے قصد و ارادہ نہایت موزوں کلمات آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوتے
ہیں حالانکہ آپ شعر گوئی سے پاک تھے۔

اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علم دین تلاش کیا اور اسے پایا
تو اسے ثواب کے دو ٹکڑے دیں گے اور بس سے ملاس لیا اور
نہ پایا تو اسے ثواب کا ایک حصہ ملے گا

۲۳۵ وَعَنْ وَائِلَةَ ابْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَذْرَكَ
كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ
لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ : رواه الدارمی

اشعۃ اللمعات :- سلسلہ الاستیعاب میں ہمد وقاف۔ آپ صحابی ہیں اور اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر میں تیاری میں مصروف تھے۔ آپ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ پہلے بصرے میں اقامت اختیار کی۔ پھر شام میں بیت المقدس چلے گئے۔ سو سال عمر پائی بعض کے نزدیک اٹھانوے سال۔ رضی اللہ عنہ۔

۳۔ ایک طلب دمشق کا حصہ جو اس نے علم کے سیکھنے اور اس کے حاصل کرنے میں اٹھائی۔ دوسرا حصول علم اور آگے دوسروں کو اس کی تعلیم و تدریس کا ثواب یا اس عمل کا ثواب جو وہ اس علم کے مطابق کریگا۔

۴۔ لہذا ہر حالت میں علم دین کی جستجو میں رہنا چاہیے اگر نصیب ہو گیا تو نور علی نور ورنہ طلب علم میں جان دیدینا بھی سعادت ہے

بیت : گرچہ نتوان بدست رہ بدون شرط یاری ست در طلب مردن

ترجمہ : اگرچہ دوست تک پہنچنے کا راستہ ناممکن ہے۔ کم از کم یہ تو ہونا چاہیے کہ موت کی طلب میں ہی موت آجائے۔

بیت دیگر : مقصود جامی از طلبم گفتہ کہ چسیت مقصود او ہمیں کہ دید جان دین طلب

ترجمہ : اس نے پوچھا کہ جامی جو مجھے تلاش کرتا ہے اس سے اس کا کیا مقصد ہے اس کا (جامی کا) مقصود یہی ہے کہ اس کی

طلب میں جان دیدے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور اس کی نیکیوں سے جو کچھ پہنچتا ہے ان میں سے ایک علم ہے جو اس نے حاصل کیا ہوتا ہے اور اس کی نشر و اشاعت کی ہوتی ہے دوسرا نیک بیٹا جسے وہ چھوڑ جاتا ہے۔ تیسرا قرآن پاک جسے وراثت کے طور پر اپنے عزیزوں کے حوالے کر جاتا ہے چوتھی چیز مسجد ہے جو اس نے تعمیر کی ہوتی ہے یا مسافر کے لئے کوئی سرائے وغیرہ یا صدقہ جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت اور زندگی میں ادا کیا ہوتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی بندے کو پہنچتا رہتا ہے۔

۲۳۶ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَا يُلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَيْهِ وَنَشْرُهُ وَوَلَدٌ صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهُ أَوْ مَسْجِدًا أَبْنَاهُ أَوْ ذِي بَنٍ أَلَّا يَنْتَهِلَ مِنْهُ أَوْ خَيْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهُ مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّةٍ وَحَيَوْنُهُ تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ

رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان

اشعۃ اللمعات :- سلسلہ بعض نسخوں میں علم شد کے ساتھ آیا ہے اس صورت میں نشر کا لفظ اس کی تفسیر و بیان کے طور پر ہوگا

یا علم کی کثرت تعلیم و اشاعت مراد ہے۔

۵۔ وراثہ، راکہ شد کے ساتھ یعنی یادہ قرآن شریف جسے بطور وراثت اپنے چچے چھوڑا یا اپنی زندگی میں جسے وقف کر گیا۔

۶۔ یعنی اپنی زندگی میں اگرچہ تندرست نہ ہو بلکہ بیمار ہوتا ہم صحت کی امید رکھتا ہو۔

۷۔ یہ الفاظ تاکید کی غرض سے مکرر بیان فرمائے یا یہ صرف صدقے سے متعلق ہیں اس کی اہمیت اور عظمت شان کے اظہار

کے لئے بعض شارحین نے اس کا یہ معنی لیا ہے کہ یہ الفاظ صدقہ سے ہی متعلق ہیں اور معنی یہ ہے کہ اس بندے کا صدقہ باقی رہتا ہے

یہاں تک کہ اس کی موت کے بعد اس کے صدقہ جاریہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ گذشتہ ایک حدیث میں گزرا ہے کہ جن نیکیوں کا ثواب بعد موت باقی رہتا ہے وہ صرف تین ہیں، علم نیک اولاد اور صدقہ جاریہ۔ اس حدیث میں سات چیزیں ذکر کر دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی علم اور نیک اولاد کے بعد جو کچھ بیان کیا ہے سب صدقہ جاریہ میں داخل و شامل ہے۔

۲۳۷ دَعْنُ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ مَنْ سَلَكَ سَبِيلَكَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ سَمَلْتُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ سَبَّغَتْ كَرِيمِيهِ اثْنَةً، عَلَيْهِمَا الْجَنَّةُ وَفَضْلِي فِي عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ فَضْلِي فِي عِبَادَةٍ وَمَلَكَ الدِّينِ الْوَدْعُ

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ عزوجل نے میری طرف وحی نازل کی کہ جو شخص تلاش علم میں کسی راستے پر چلے گا میں اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دوں گا اور جس کی میں دونوں آنکھیں لے لوں تو ان دونوں پر میں اسے جنت جزا کے طور پر عطا کر دوں گا۔ اور علم میں زیادتی عبادت میں زیادتی سے بہتر ہے اور دین کی قوت و استحکام کا سبب و سرع ہے

اشعة اللمعات - ۱۔ انسان کے ہر عضو شریف کو کریمہ کہتے ہیں یہاں آنکھ مراد ہے۔

۲۔ مالک معنی قوام یعنی دین و شریعت کے کاروبار کا صحیح انتظام اور اس کے استحکام و قوت کا سبب و سرع تقویٰ ہے بعض کے نزدیک ورع تقویٰ سے بلند تر ہے کہ تقویٰ حرام سے پرہیز کا نام ہے اور شبہ سے بچنے کا نام ورع ہے۔ اور بعض کی اصطلاح میں تقویٰ ورع سے کاملتر چیز ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

۲۳۸ دَعْنُ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارَسُ الْعِلْمُ سَاعَتَهُ مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ أَحْيَاءِهَا

رواہ الدارمی

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا صرف ایک گھڑی کے لئے علم کا درس دینا اور اس کا باہم تکرار کرنا ساری رات بیدار رہنے سے بہتر ہے

اشعة اللمعات - ۳۔ احیاء ولیل کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک رات کو زندہ کرنا کہ گویا وہ رات جس میں نہ اٹھیں اور نہ نماز پڑھیں، مردہ ہے طاعت و عبادت کرنے سے زندہ ہوگی۔ دوسرا معنی ہے رات کے وقت نفس کو اپنے آپکے بیدار کرنا کہ سویا ہوا اور بیکار نفس مردہ طرح ہے۔

۲۳۹ دَعْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى بِمَجْلِسَيْنِ فِي سَجْدِهِ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلَى خَيْرٍ وَاحِدٌ هُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ - أَمَّا هَؤُلَاءِ فَيُذْعَوْنَ إِلَيْهِ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ نَعَاهُمْ - وَأَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ أَوِ الْعِلْمَ

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو آپ کی مسجد میں تھیں۔ فرمایا دونوں کا خیر اور نیکی میں مصروف ہیں لیکن ان میں سے ایک اہل مجلس دوسرے اہل مجلس سے افضل و بہتر ہیں یہ جماعت جو دعائیں مشغول ہے تو یہ خدا تعالیٰ کو پکارتے اور اس کی جانب اظہار رغبت کرتے ہیں۔

وَبُعِلْتُمْ الْجَاهِلُ مِنْهُمْ أَفْضَلُ وَإِنَّمَا
بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ فِيهِمْ
رواه الدارمی

اگر چاہے ان کی دعا کے عوض ان کو عطا فرمائے اور اگر چاہے تو
روک دے اور کچھ نہ دے مگر یہ دوسرا گروہ جو مذاکرہ علم میں مصروف
ہے تو یہ لوگ فقہ یا علم سیکھتے ہیں یہ راوی کو شک ہے اور آگے
جاہلوں کو سکھاتے ہیں۔ ان کا فائدہ زیادہ اور دوسروں کو منہ پتا ہے
تو یہ گروہ جماعت اول سے افضل و بہتر ہے اور بیشک مجھے معلوم
ہے کہ مبعوث کیا گیا ہے پھر آپ علم کا درس و تکرار کرنے والی جماعت
میں بیٹھ گئے۔

اشعة اللمعات - ۱۷ یعنی صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں دو مجلسیں بنا کر بیٹھے ہوئے تھے ایک جماعت ذکر و دعا میں مشغول
تھی اور دوسری مذاکرہ علم میں۔

۱۷ اور اس سے اپنے مدعا و مقصود کے حصول کے امیدوار ہیں مگر ان کے مدعا کا حصول مشیت الہی کے تحت ہے۔
۱۸ اس گروہ کے لئے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بیٹھے اور خود کو ان میں شمار کیا

بیت :- گدایاں را ازین معنی خبر نیست
ترجمہ :- گداؤں کو اس بات کی خبر نہیں کہ سلطان جہاں آج ہمارے ساتھ ہے

۲۴۰ وَعَنْ أَبِي الدُّدَا عٍ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِي إِذَا
بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيهًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ
حَدِيثًا فِي أَمْرِ دِينٍ بَعَثَ اللَّهُ فِيهِمَا
وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا
وَشَهِيدًا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ علم کی نہایت اور مرتبہ کونسا
ہے جس پر پہنچ کر مرد فقیہ کہلاتا اور فقہاء کے زمرے میں شامل ہوتا
اور ان کا ثواب پاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وہ جو دین سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرے اور لوگوں تک
پہنچائے لے اللہ قیامت کے دن اسے گروہ فقہاء میں اٹھائیگا
اور میں قیامت کے دن اس کے گناہوں کی شفاعت کروں گا
اور اس کے ایمان و طاعت کی گواہی دوں گا

اشعة اللمعات :- ۱۷ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے مراد مقصود لوگوں تک چالیس
احادیث کا پہنچانا ہے۔ چاہے وہ اسے یاد نہ بھی ہوں اور ان کا معنی بھی اسے معلوم نہ ہو۔

۱۔ اسی حدیث کی بنا پر سلف و خلف اکابر علماء کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امید دار بننے اور آپ کو گواہ بنانے کے لئے اربعینیات (چالیس احادیث) جمع کیں۔ ہر ایک نے دین کے کسی ایک پہلو سے متعلق چہل احادیث جمع کیں اور اس فقیر حقیر (حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلوی مولف اشعة الممعات) نے بھی دین کے ہر باب میں سے ایک ایک حدیث لے کر چہل احادیث کا ایک مجموعہ تالیف کیا ہے۔ علم حدیث کی خدمت و تدریس کے بعد سب سے پہلے جس تالیف کی مجھے توفیق عطا ہوئی وہ اربعین ہے۔

۲۴۱۔ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَذَرُونَ مَنْ أَجُودُ جُودًا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ اللَّهُ أَجُودُ جُودًا ثُمَّ أَنَا أَجُودُ بَنِي آدَمَ وَأَجُودُهُ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ عِلْمٌ عِلْمًا تَشْتَرُهُ بِأَقْبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمِيرًا وَاحِدَةً أَوْ قَالَ أُمَّةً وَاحِدَةً۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلتے ہو سب سے بڑھ کر نیک لوگوں کا خیر خواہ اور جود و کرم میں سب سے بڑھ کر کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جود و کرم کے لحاظ سے کامل اور بزرگ تر ہے پھر اس کے بعد تمام انسانوں سے بڑھ کر میں جود و کرم کرنے والا ہوں اور میرے بعد نوع انسانی میں سخی ترین اور بعض نسخوں میں اجدہم یعنی اولاد آدم میں سخی ترین وہ شخص ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کی نشر و اشاعت کی۔ یہ شخص قیامت کے روز اکیلا سردار و امیر کی حیثیت سے آئیگا یا اکیلا ایک امت و جماعت کی حیثیت رکھتا ہوگا۔

اشعة الممعات ۱۔ یعنی تعلیم و تصنیف بلکہ دینی کتابوں کی کتابت کے ذریعے۔

۲۔ اذ قال الخ۔ یہ دراصل راوی کا شک ہے کہ حضور نے امیراً و حدیثاً یا امتہ فرمایا یعنی وہ اکیلا ہی ایک امت و جماعت کی حیثیت رکھتا ہوگا جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شان میں فرمایا اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً۔ تَانَتْا بَشِيك ابراہیم اکیلا ہی ایک امت تھا اور خدا کا فرمانبردار مقصود یہ ہے کہ قیامت کے روز یہ شخص بڑا مغز و کرم اور مخلوق کے اندر بڑی شان و شوکت اور جاہ و حشمت کے ساتھ آئیگا۔

۲۔ وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُوَ مَنْ لَا يَشْبَعَانِ مِنْهُمُومٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمِنْهُومٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا۔

اور انہی انس بن مالک سے مروی ہے کہ بَشِيك نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حریص سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص کہ وہ اس کی تحصیل سے سیر نہیں ہوتا۔ دوسرا دنیا کا حریص کہ وہ بھی کتنی ہی دنیا اکٹھی کر لے اس سے سیر نہیں ہوتا۔ مذکورہ تینوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ امام احمد نے ابوالدرداء کی حدیث

روی ابیہقی الاحادیث الثلاثة فی شعب الایمان

کے متعلق فرمایا کہ لوگوں میں اس حدیث کا متن مشہور ہے تاہم اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

وَقَالَ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ فِي حَدِيثِ الْجَلَدِ دَاعٍ هَذَا مَتْنٌ مَشْهُودٌ فَيُمَا بَيْنَ النَّاسِ وَبَيْنَ لَهُ اسنادٌ صَحِيحٌ

اشعة اللمعات : اے کہ جس قدر زیادہ علم حاصل کرتا ہے اس کی پیاس اور طلب میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

۲۴۱ ایک حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور بعد کی دو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔

۲۴۲ جو چل حدیث کے حفظ کی فضیلت میں روایت کی ہے۔

۲۴۳ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اربعین کے ابتدا میں فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر متعدد طرق سے مروی ہے

اس طرح کہ بعض کو بعض سے قوت حاصل ہوتی ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے خصوصاً جب کہ اکابر ائمہ دین نے اسے قبول کیا اور اس پر عمل کیا ہو۔

۲۴۴ وَعَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ مَثُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزِدَادُ رِضَى الرَّحْمَنِ أَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتِمَادَى فِي الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ كَلَامَ الْإِنْسَانِ لِيَطْغَى أَنْ رَأَاهُ اسْتَغْنَى قَالَ قَالَ الْآخِرُ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔

حضرت عون سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو حریفیں ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے ایک صاحب علم دوسرا طالب دنیا مگر دونوں برابر نہیں ہیں کہ صاحب دنیا تو سرکشی میں بڑھتا رہتا ہے پھر حضرت عبد اللہ نے یہ ہدایت پڑھی ان الانسان الخ یعنی بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے آپ کو بے نیاز محسوس کرتا ہے حضرت عون نے کہا کہ حضرت عبد اللہ نے فرمایا دوسرا (صاحب علم) انما یخشی اللہ الخ (علماء کے سینوں میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے) میں سے ہے ۱۰ سے دارمی نے روایت کیا۔

رواہ الدارمی

اشعة اللمعات : اے حضرت عون رضی اللہ عنہ تابعی، زاہد، ثقہ، عابد و فقیہ ہیں آپ عبد اللہ بن مسعود ابو موسیٰ، ابو ہریرہ اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ان سے زہری اور ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں۔ اے یعنی قدر و مرتبہ میں یہ دونوں برابر نہیں ہیں اے یعنی دولت مند ہونے کی صورت میں صاحب دنیا کے سرکشی میں بڑھنے والے کے مناسب حال یہ بیت پڑھی۔ اے یعنی دوسری جانب علم کی زیادہ حرص کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی دلیل یہ اتہ کریمہ ہے اے جو علماء کی فضیلت ان کے خوف و خشیت اور خدا تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کے بارے میں آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میری امت میں سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پاک پڑھیں گے

۲۴۵ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّتًا مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُونَ

فِ الدِّينِ وَيَقْرُونَ الْقُرْآنَ
يَقُولُونَ إِنَّا نَاقِي الْأُمْرَاءَ فَتَنْصِيبُ مِنْ دُنْيَا
هُمْ وَتَعِزُّ لَهُمْ بَدِينَنَا وَلَا يَكُونُ ذَاكَ مَكَالًا
يُجْتَنَى مِنَ الْقِتَادِ إِلَّا التَّوَكُّدُ كَذَا لَكَ لَا يُجْتَنَى
مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَأَنَّهُ
يَعْنِي الْخَطَايَا۔ رواه ابن ماجه

وہ کہیں گے ہم امراء کے پاس آتے ہیں تاکہ ان کی دنیا سے کچھ حاصل کریں مگر اپنے دین کے بارے میں ہم ان سے الگ رہیں گے۔ مگر ان دونوں باتوں کا اکٹھا ہونا دشوار ہے جس طرح خاردار درخت سے سوائے کانٹوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح دنیا داروں کے قرب سے کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر یہ محمد بن صباح نے فرمایا یہاں متشبی مخدوف سے ذنوب و خطایا مراد ہیں

اشعۃ اللمعات لے یعنی تفقہ فی الدین اور امراء و سلاطین کا قرب دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور ان کے قرب سے سوائے نقصان کے کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا لے قتاد اس درخت کو کہتے ہیں جو خاردار ہو اور پھلدار نہ ہو لے یعنی امراء و سلاطین سے نہیں حاصل ہوتا مگر نقصان و وبال اور خسارہ جس کے بیان سے زبانیں قاصر ہیں یہ حذف متشبی سے قرینہ مقام کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے لے محمد بن صباح تشدید کے ساتھ، آپ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور احمد کے شیوخ میں سے ہیں ثقہ اور مامون میں اور سنن کے مصنف ہیں۔ یہ محمد بن صباح فرماتے ہیں کہ حدیث میں متشبی مخدوف سے ذنوب و خطایا مراد ہیں یعنی امراء و سلاطین سے قرب پیدا کرنے والا نہ حاصل کریگا مگر گناہ اور خطایاں اور حذف کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی صحبت و مجلس اختیار کرنے کا نقصان و زیان اس قدر زیادہ ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

۲۴۵ وَعَنْ بَنِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
نَوَاتُ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا وَوَضَعُوهُ عِبْدَ
أَهْلِهِ سَادُوا بِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلَكِنَّهُمْ بَذَلُوا
لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهِ مِنْ دُنْيَاهُمْ مَهَانُوا
عَلَيْهِمْ۔ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَتَمًا وَاحِدًا هَمَّ
أَخْرَجَتْهُ كَفَاهُ اللَّهُ تَعَالَى هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ
تَشَعَّبَ بِهِ الْهُمُومُ أَحْوَالَ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ
فِي آيٍ أَوْ دِيْنِيهَا هَلَكَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا اگر اہل علم، علم کی حفاظت کرتے اور اس کی قدر و منزلت پہچانتے اور علم کو اس کے اہل و قابل کے سپرد کرتے تو وہ اہل زمانہ کی نگاہوں میں معزز و بزرگ ہو جاتے مگر (افسوس) اہل علم نے اپنا علم دنیا کے لئے استعمال کیا۔ تاکہ علم کے عوض ان سے دنیا حاصل کریں۔ تو اہل دنیا کے سامنے ذلیل و خوار ہو گئے۔ میں نے تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے جس نے تمام ارادوں کو ایک ارادہ بنایا ارادہ آخرت اور آخرت کے سوا کسی چیز کو مقصود نہ بنایا تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیوی مقصد کے لئے کافی ہو جائیگا اور جو اپنے ارادوں اور مقاصد کو منتشر اور پراگندہ کر دیگا کہ دنیا کی پریشانیوں اور حالات کو دل میں جگہ دیگا تو اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ ان پریشانیوں کی وادیوں میں سے جس وادی میں بھی ہلاک و تباہ ہو جائے۔

رواہ ابن ماجہ وروی البیہقی
فِ شعب الایمان عن
ابن عمرو عن قوله مَنْ جَعَلَ
الْهُمُومَ إِلَى آخِرِهِ۔

اشعة اللمعات : اس حدیث کو ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے لو ان اہل العلم تا آخر روایت کیا اور بیہقی نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حضور کے قول من جبل الہوم سے آخر تک یعنی انہوں نے روایت نہیں کئے۔

۲۴۶ رَعَتْ الْأَعْمَشُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آفَتْهُ الْعِلْمُ الْبَيَانُ وَارْضَاعُهُ أَنْ تُحَدِّثَ بِهِ غَيْرَ أَهْلِهِ رواه الدارمی مرسل

حضرت اعمشؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کی آفت اسے بھول جانا ہے اور علم کو برباد اور ضائع کرنا یہ ہے کہ تو اسے نا اہل اور نالائق کو سکھائے۔

دارمی نے اسے مرسل روایت کیا۔

اشعة اللمعات : اعمش یعنی ابو محمد سلیمان اسدی کوئی آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا مگر ان سے حدیث سننے میں اختلاف ہے۔ آپ نے بے شمار تابعین سے احادیث سنیں۔ سفیان ثوری، ابن حنیہ وغیرہم نے ان سے روایت کی ہے۔ علم حدیث و قرأت کے مشہور ائمہ اعلام میں سے ہوئے ہیں۔ آپ نے تیرہ سو احادیث روایت کی ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ جریر جب اعمش کی حدیث ذکر کرتے تو فرماتے ہذا الدیبا ج الخروانی (یہ شاہی ریشم ہے) ستر سال امام اعمش کی تکمیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی تھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن آپ پیدا ہوئے ۱۴۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان میں قدرے تشیع پایا جاتا تھا۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ بعض محدثین نے انہیں سید المحدثین کہا ہے۔ یہ دراصل اس امر پر تنبیہ ہے کہ وہ اسباب اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جو علم کے بھول جانے کا موجب بنتے ہیں یعنی ارتکاب معاصی، نفس دنیا کے مشاغل اور کمینہ دنیا کیسے تھکا دینے والی تگ و دو۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ شعر

شکوت الی دکیع سوء حقیقی فأوصانی الی تروک المعاصی

فان العلم فضل من الی وفصل اللہ لا یعطى عاصی

(۱) میں نے حضرت دکیع سے اپنے کمزور حلقے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کر دینے کی وصیت کی۔

(۲) کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل عاصی اور گناہ گار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

۲۴۷ رَعَى سُفْيَانُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِكُعْبٍ مِنْ أَرْبَابِ الْعِلْمِ قَالَ كُعْبُ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْلَمُونَ. قَالَ فَمَا أَخْرَجَ الْعِلْمُ مِنْ قُلُوبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمَعُ رواه الدارمی

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ بشیک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے پوچھا ارباب علم کون لوگ ہوتے ہیں؟ حضرت کعب نے کہا وہ لوگ جو علم کے مطابق عمل کرتے ہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو علماء کے قلوب سے علم کو کس چیز نے نکالا ہے فرمایا طمع اور لالچ نے۔

اشعة اللمعات : اعمش یعنی علم کے مالک اور جن میں علم راسخ ہو چکا ہو اور جو اس بات کے مستحق ہو چکے ہوں کہ انہیں

ارباب علم کہا جاتے کون ہیں؟ رب چیز کے مالک و مستحق کو کہتے ہیں۔

۱۔ یعنی کس چیز نے علم کا نور، اس کی بیبت و برکت علماء کے دلوں سے نکال باہر کیا ہے۔

۲۔ حضرت کعب احبار نے فرمایا علماء کے دلوں سے علم کو نکلنے والی چیز مال و جاہ کا طمع و لالچ اور دنیا کا مال و متاع ہے۔

مشہور مقولہ ہے کہ الطمع لیصیر الاسد ذاباً طمع شیر کو مکھی بنا دیتا ہے اور طمع کی موجودگی میں کلمہ حق کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثنوی

طمع بند و دفتر حکمت بشوئے طمع بگسل و ہر چہ مے دانی بگوئی

طمع راسہ حرف است و ہر سہتی ازاں نیست مرطعاًں را بہی

(۱) لالچ ختم کر اور حکمت و دانائی کا دفتر دھو ڈال۔ طمع توڑ دے اور جو کچھ تو جانتا ہے کہہ۔

(۲) طمع کے تین حرف ہیں اور تینوں ہی خالی ہیں۔ اس وجہ سے لالچی لوگ خیر و برکت سے محروم رہتے ہیں۔ حضرت شیخ ابوالعباس مرسی قدس سرہ سے منقول ہے جب میں اپنے کام کے ابتدائی مراحل میں اسکندریہ پہنچا تو ایک شخص سے جس سے میری جان پہچان تھی میں نے نصف درہم سے ایک چیز خریدی چونکہ نصف درہم ایک معمولی چیز تھی اس لئے میرے دل میں آیا شاید نصف درہم مجھ سے وصول نہ کرے۔ غیبی آواز آئی اسلامتہ فی الدین بترک الطمع فی المخلوقات یعنی دین کی سلامتی مخلوق سے طمع و لالچ ترک کر دیتے ہیں ہے۔

۲۴۸۔ وَعَنْ الْأَحْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنِ الشَّرِّ وَسْئَلُونِي عَنِ الْخَيْرِ يَقُولُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ إِلَّا أَنْ شَرُّ الشَّرِّ شَرُّ أَعْلَمَاءِ وَارْتَّ خَيْرُ الْخَيْرِ حَيَارُ الْعُلَمَاءِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

حضرت احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو بلکہ خیر کے متعلق پوچھو۔ یہ بات آپ نے تین بار دہرائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ آگاہ رہو سب بُروں سے بُرے علماء ہیں اور سب نیکوں سے نیک علماء ہیں۔

اشعۃ اللمعات نے احوص بن حکیم رضی اللہ عنہ تابعی میں حضرت انس اور عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور حضرت انس سے ان کی روایت ضعیف ہے۔ امام احمد نے فرمایا ہے کہ احوص کوئی بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ ابن معین نے فرمایا احوص کچھ نہیں۔ ابن عدی نے کہا احوص کی حدیث لکھنے کے قابل ہے۔ ان کا باپ حکیم بن عمیر رضی اللہ عنہ صحابی ہے۔

۳۔ شر یعنی برائی یا بُرے لوگ یا سب سے بدترین لوگ کون ہیں۔ یہ معنی جواب کے بہت موافق ہے ہر آج میں ہے کہ شر یعنی بدی اور بد اور بدتر آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں شر الناس فلاں شخص سب سے بدترین ہے شر الناس نہیں کہتے مگر یہ لغت کمزور ہے اور لفظ خیر بھی تین معنوں میں آتا ہے نیکی، نیک اور بہت ہی نیک۔ یہاں سیاق حدیث کے مطابق آحسدی معنی مناسب ہے۔

۴۔ اور اس وقت بُرے لوگوں کا ذکر اور برائی سے مخصوص گروہ کا نشان ظاہر کرنا خاطر اقدس کو پسند نہ آیا اور اس گروہ سے اظہار نفرت و کراہت کے بعد جب نیک لوگوں کا ذکر کیا تو اس نفرت و کراہت کی تلافی کے لئے بُرے لوگوں

کا ذکر بھی کر دیا

لے کیونکہ علماء متبوع و پیشوا ہوتے ہیں اور لوگ ان کے تابع و پیروکار۔ لہذا علماء کی بدی اور نیکی دوسروں کی نسبت لوگوں میں زیادہ پھیلتی اور سرایت کرتی ہے۔

۲۴۹. وَعَنْ أَحِبِّ الدُّرَادِ قَالَ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنَزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ

رواہ الدارمی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے بدترین لوگوں میں سے وہ عالم ہے جو اپنے علم سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا ہے

اشعة اللمعات لے اور اس پر عمل نہیں کرتا اور بعض نسخوں میں لَا يَنْتَفِعُ بِصِغَةِ جَهْلٍ کی تصحیح آئی ہے یعنی وہ عالم جس کے علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اور وہ یوں کہ وہ عالم تعلیم دینا نہیں کرنا، تصنیف و تالیف کرنا ترک کر دے یا امر معروف اور نہی منکر کرنا چھوڑ دے۔ اور اس مطلب کی موید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو اس فضل کے آخر میں آئیگی کہ اس میں یکلمہ صیغہ جہول کی شکل میں مذکور ہے۔

۲۵۰. وَعَنْ زِيَادٍ قَالَ قَالَ لِي عُمُوهُلُ تَعْرِفُ مَا لِي بِهَذَا الْإِسْلَامِ قَالَ لَا قَالَ يَهْدِمُهُ زَلَّةُ الْعَالَمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمِ الْأَمَةِ الْمُضْتَلِّتِ.

حضرت زیاد سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے پتہ ہے کہ اسلام کو کونسی چیز گراتی ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا عالم دین کی لغزش ہے کتاب اللہ کے ساتھ منافق کا جھگڑا، گمراہ کرنے والے امراء اور حکام کے اپنی خواہشات کے مطابق احکام اور فیصلے

اشعة اللمعات لے یعنی زیاد بن حدیر آپ قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں کوفہ میں سکونت تھی اور تابعین میں سے ہیں آپ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے حدیث سنی اور آپ سے شعبی وغیرہ نے لے لی یعنی کونسی چیز اسلامی بنیادوں کو توڑتی اور اسے دیران کرتی ہے۔ ہدم کا معنی پشت توڑنے کا بھی آتا ہے یہ معنی بھی یہاں مناسب ہے۔ لے عالم کا لغزش کھانا اور گناہوں کا مرتکب ہونا۔ لے کتاب اللہ کے ذریعے منافق کا جدال و نزاع دین اسلام میں فساد برپا کرنے کی غرض سے ہوتا ہے اور منافقین کے جدال میں ہی شامل ہے، اہل بدعت اور بدعتیہ لوگوں کا جدال و نزاع جو باطل شبہات اور غلط تاویلات کی صورت میں ہوتا ہے یہ لوگ بھی دین میں شک ڈالتے اور شک میں مبتلا کرتے ہیں لے جو وہ ہوئی اور خواہش نفس کے مطابق جاری کرتے اور لوگوں کو جبر و اکراہ کے ساتھ قبول کرنے اور اطاعت اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

۲۵۱. وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ

رواہ الدارمی

حضرت حسن بصری سے روایت ہے آپ نے فرمایا علم دو ہیں ایک دل میں علم ہے یہ نفع مند علم ہے دوسرا وہ علم جو زبان پر ہوتا ہے یہ اللہ عزوجل کی طرف سے آدم کے بیٹے پر حجت ہے۔

اشعۃ اللمعات سے ماثورہ دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے اسی علم کے حصول کے لئے دعائیں مانگی گئی ہیں۔
 ۳۔ یعنی دوسرا وہ علم جو صرف نوک زبان پر ہوتا ہے دل میں اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ دل کو روشن و منور کرتا ہے۔
 بیت علم چوں بر دل زند یار سے شود علم چوں بر تن زند مار سے شود
 دل کو متاثر کرنے والا علم بندے کا یار و معاون ہوتا ہے اور تن بدن کے لئے استعمال ہونے والا علم سانپ کی طرح نقصان پہنچاتا ہے۔

۳۔ کہ اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ لوگوں کو الزام دیگا اور ان سے فرمائے گا میں نے تمہیں علم عطا کیا تم نے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے جاہل پر ایک بار افسوس اور عالم پر ستر بار جو دیدہ و دانستہ گمراہ ہوتا اور ذلت و خواری کے کنوئیں میں گرتا ہے۔

شیخ محقق عارف باللہ حضرت احمد بن عطاء اللہ الاسکندری کتاب حکم میں فرماتے ہیں۔
 العلم النافع هو الذي يبسط في الصدور شعاعاً ويكشف عن القلب قناعه۔
 نفع پہنچانے والا علم وہ ہوتا ہے جس کی نورانی شعاعیں سینے میں پھیلتی ہیں اور جو دل سے جہل و غفلت کے پردے اٹھا دیتا ہے۔

شعاع سے اس کے پھیلنے والے انوار اور حال و باطن کو متاثر کرنے والے آثار مراد ہیں جو زمین پر پڑنے والی اور پھیلنے والی سورج کی شعاعوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ علم نافع اور حقائق اشیاء کے فہم و ادراک کے رستے میں رکاوٹ بننے والے قلبی حجابات کو اٹھا دیتا ہے۔

شیخ امام ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم نافع وہ علم ہے جو سینے میں ثابت و مستحکم ہو جاتا ہے اور اس کا ملک اس میں پورے رسوخ کے ساتھ جاگزیں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نور جب چمکتا ہے تو اس کی صورت دل پر نقش بنالیتی ہے اور اس کی روشنی میں ہر نیک بد میں صاف فرق و امتیاز محسوس ہونے لگتا ہے اس روشنی اور نور کا سایہ سینے میں پڑتا ہے جس کی بدولت انسان اچھی باتوں پر عمل پیرا ہوتا اور بری باتوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ یہی علم دراصل نور قلب ہے جس سے ہدایت کی علامات سینے میں ابھرتی ہیں اور وہ علم جسے تو سیکھتا اور کسب سے حاصل کرتا ہے محض زبانی علم ہے جس پر شہوت کی تاریکی نے غلبہ پا کر اس کی نورانیت کو تباہ کر دیا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے علم نافع وہ علم ہے جو دل کی صفائی اور رقت کا ذریعہ بنتا ہے جس کے طفیل بندے کو دنیا میں زہد و تقویٰ، آخرت میں جنت کا قرب اور دوزخ سے نجات اور دوری نصیب ہوتی ہے دل میں خوف اور رجاء پیدا ہوتا ہے، نفس کی آفات و عیوب کی شناخت اور ان آفات سے بچنے اور پاک ہونے کا راستہ نظر آتا ہے۔ یہ وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے۔ معقول و منقول کا زبانی علم، علم نافع نہیں ہے مختصر یہ کہ علم نافع دو قسم ہے۔ ایک علم معاملہ جو اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کا باعث بنتا اور دل کے ساتھ رہتا ہے دوسرا علم مکاشفہ ہے جو اعمال صالحہ کا اثر اور نتیجہ ہوتا ہے۔ پہلے علم کو علم درست اور دوسرے کو علم دراشت کہتے ہیں۔

۲۵۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَائِينَ فَمِمَّا أَحَدُهُمَا فَبَشَّرْتُكُمْ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَشَّرْتُ قُلُوعَ هَذَا الْبُلْغُومِ يَعْنِي مَجْرَى الطَّعَامِ
رواه البخاری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کئے ان میں سے علم کا ایک برتن میں نے تم میں بکھیر دیا ہے مگر دوسرا برتن اگر تمہارے سامنے بکھیروں اور ظاہر کروں تو میرے گلے کی گذرگاہ طعام کاٹ دی جائے۔

اشعة المعات ۱۷ یعنی علم کے دو برتن اور بعض روایات میں من العلم کا لفظ صریحاً مذکور ہے علم کے برتن سے وہ محل وجہ مراد ہے جس میں علم جمع کیا جائے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی دو اقسام کو دو برتنوں سے تشبیہ دی۔ اس لحاظ سے کہ دونوں علم کی ایک ایک قسم پر مشتمل ہیں اور جو علم ایک میں ہے دوسرے میں نہیں ہے، اُسے بلعوم صمہ با کے ساتھ معنی گلے کی گذرگاہ طعام جیسا کہ انہوں نے اپنے قول کی خود تفسیر کی یعنی مجری الطعام علماء کرام نے کہا ہے کہ اول اخلاق و احکام کا علم مراد ہے اور خواص و عوام میں مشترک ہے اور دوسرے سے علم اسرار مراد ہے جو اغیار سے محفوظ و مضمون ہے کیونکہ وہ اپنی باریکی درپوشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی نہ ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔

بعض شارحین حدیث نے کہا ہے اس سے بنی امیہ کی طرف سے دین میں فتنہ و فساد برپا ہونے کی خبریں مراد ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خبر دی تھی کہ امت کی بربادی قریش کے بعض بچوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ فرمایا کرتے تھے اگر میں چاہوں تو ہر ایک کا نام لے کر بتا سکتا ہوں۔ یا اس سے وہ احادیث مراد ہیں جن میں ظالم حکام کے نام، ان کے حالات اور ان کی مذمت مذکور ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے بعض کے حالات رمز و کنایہ سے بیان کئے مگر صریحاً بیان کرنے سے اس بنا پر ڈر گئے کہ ظالم امراء و حکام انہیں کہیں قتل ہی نہ کر دیں۔ چنانچہ آپ نے اشارۃ فرمایا اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ اِمَارَةِ سَتِّينَ وَاِمَارَةِ الْعَبِيَّانِ یعنی میں ساٹھویں صدی ہجری کی بادشاہی اور لونڈوں کی حکومت سے خدا سے پناہ لیتا ہوں۔ اس سے آپ نے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و حکومت مراد لی ہے جو ساٹھویں سن ہجری کے اختتام پر قائم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ آپ یزید کی حکومت قائم ہونے سے پہلے اس دار فانی سے رحلت کر گئے واللہ اعلم۔

پوشیدہ نہ ہے کہ اگر اس قائل (بعض شارحین) کی مراد علم باطن اور حقائق و اسرار کے وجود کی نفی ہے جس تک عوام کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی اور جس کا افشاء مصلحت وقت کے خلاف ہوتا ہے اور بعض مخاطب اس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ اس کے باوجود اس قسم کے علوم دائرہ علم و دین میں ضرور داخل ہیں، تو یہ نفی مکابرہ اور ضد ہے کیونکہ علم باطن اور حقائق و معارف کے وجود کی طرف اشارہ کلام نبوت اور ارباب ولایت کے ہاں کثرت سے موجود ہے۔ اور کلموا الناس علی قدر عقولہم (لوگوں کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرو) میں بھی اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ ایک واضح بات ہے کہ ہر ظاہر کے لئے باطن اور ہر شریعت کے لئے حقیقت ہوتی ہے تاہم اس کے بیان کرنے میں دشواری اور مشکل ہوتی ہے کہ جب وہ

باطن و حقیقت عوام کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے تو وہ اس کے قائل کو متہم کرتے اور ایسی چیز کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں جسے خواہل باطن ایک بری اور مذموم چیز جانتے ہیں اور یہ اہل باطن بظاہر اس انکار و مذمت میں معذور بھی ہیں۔ عرض باطنی اسرار و رموز کے اظہار و افشاء سے مخالفت کی اصل وجہ یہ ہے (یعنی عوام کا انہیں نہ سمجھ سکتا) مخالفت کی وجہ یہ نہیں کہ باطنی علوم اور حقائق و معارف دین و شریعت کے خلاف ہیں۔

اور اگر یہ قائل یہ کہتا ہے کہ علم حقائق و اسرار فی نفسہ ثابت و واقع تو ضرور ہے مگر حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حقائق و اسرار کا علم مراد نہیں بلکہ دوسری طرف اشارہ ہے جس کا ذکر کیا گیا کیونکہ قرآن سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے نیز دوسرے عظمائے صحابہ کرام کی موجودگی کے باوجود حضرت ابو ہریرہ کی تخصیص اور صحابہ کا حضرت ابو ہریرہ کی مخصوص معلومات کو نہ سمجھنا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قتل کئے جانے کے حکم کا اندیشہ یہ قرآن قائل کی توجیہ سے قدرے بعید ہیں بائیں ہمہ قائل کا یہ موقف مکابرے سے الگ بات ہے جس سے باطنی علوم و معارف کا انکار لازم نہیں آتا واللہ اعلم۔

۲۵۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عِلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ وَمَنْ
لَا يَعْلَمُهُ فَلْيَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ كُنَاتٍ مِنَ الْعِلْمِ
أَنْتَ تَقُولُ بِمَا لَا تَعْلَمُ اللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ اللَّهُ
تَعَالَى لِبَنِيهِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ
وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا لوگو جو شخص علم کی کوئی بات جانتا ہو تو وہ اسے بیان کرے اور جو نہ جانتا ہو تو وہ یوں کہے "اللہ بہتر جانتا ہے" کیوں کہ یہ بات بھی علم کا حصہ ہے کہ جو چیز تو نہیں جانتا اس کے متعلق کہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ دے میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

متفق علیہ

اشعة اللمعات اے کیونکہ معلوم کو مجہول سے الگ کرنا اور یہ سمجھنا کہ میں یہ بات نہیں جانتا یہ بھی علم کا ہی ایک حصہ ہے۔ اور یہی اس مشہور مقولے کا معنی ہے کہ لَا أَدْرِي نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی میں نہیں جانتا "نصف ہے" لے یعنی جو اپنے ذمے ایسی چیز لے لیتے ہیں جس کے وہ اہل نہیں ہوتے یعنی مجھے جو کچھ سکھایا جاتا ہے اور جس چیز کی تبلیغ و اشاعت کا مجھے حکم دیا جاتا ہے میں وہی کہتا اور لوگوں کو بتاتا ہوں۔ میں کسی چیز کا اپنی طرف سے دعویٰ نہیں کرتا اور زور و تکلف سے اپنے سر کوئی چیز نہیں لیتا۔

ایسے مشکل امور میں بحث و تفتیش کرنا جن تک فہم کی رسائی نہ ہو اور ان کے جاننے کا دعویٰ کرنا اور ان تک فہم کی رسائی کے لئے سعی و کوشش کرنا تکلف میں داخل ہے۔

منقول ہے کہ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے آیت وَفَاكُمْتَهُ وَأَبَاً لِي لَفْظَ أَبَاً کا معنی دریافت کیا گیا آپ نے اس میں غور و فکر کیا جب آپ کے ذہن میں اس لفظ کا مخصوص معنی نہ آیا تو آپ نے فرمایا هَلْ هَذَا إِلَّا تَكْلُفٌ یہ تو محض تکلف ہے یعنی یہ تو معلوم ہے کہ آبا پھلوں اور کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز ہے اگر مخصوص معنی معلوم نہ بھی ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں اور اس کا خصوصی معنی جاننے کے لئے فہم و فکر کو کاوش و وقت میں مبتلا کرنا تکلف محض

اور لایینی چیز ہے۔

۲۵۴ وَعَنْ بَنِي سَيُوفٍ قَالَ إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ
دِينٌ خَالِفُكُمْ وَأَعْتَنُ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ

رواہ مسلم

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
نے فرمایا یہ علم کتاب و سنت دین ہے تو اس بات کو
نگاہ میں رکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔اشعة اللمعات لے آپ کا نام محمد ہے کبار تابعین سے ہیں آپ کے والد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکاتب
تھے علم تعبیر روایا میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اس باب میں ان سے عجیب و غریب باتیں منقول ہیں۔
لے یعنی دین کا وجود و قیام اس سے ہے۔لے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ راوی کے حالات کی چھان بین میں پورے اہتمام و احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ وہ
دقیق، دیانت، حفظ، وسع اور اتباع سنت میں کیا مقام رکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ بلا تحقیق ہر آدمی سے روایت کرنا ٹھیک نہیں۔
خصوصاً عرض پرستوں اور اہل ہوی اور بدعت سے جو دیانت سے ہی دامن ہوتے ہیں اور اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے
من گھڑت باتیں بنائے اور افتراء سے ذرا دریغ نہیں کرتے۔۲۵۵ وَعَنْ حَذِيفَةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ
الْمُتَرَبِّعِينَ اسْتَقِيمُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبَقًا
بَعِيدًا وَإِنْ أَخَذْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا
لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا

رواہ البخاری

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا
اے صرف نوک زبان سے قرآن پڑھنے والو۔ راہ راست پر
چلو۔ بیشک تمہیں بڑا سابق اور اسلام کا ابتدائی زمانہ نصیب
ہوا ہے اور اگر تم لوگ دائیں ہو گے اور راہ راست کو چھوڑ
دو گے تو سخت گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔اشعة اللمعات لے حضرت حذیفہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے والد کا نام بیان ہے آپ کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دان کہتے ہیں۔ آپ کو منافقین کا علم تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت
تک ہونے والے تمام واقعات اور فتنے بیان کر دیئے تھے۔لے یعنی اے قرآن پڑھنے والے گروہ جو قرآن کو نوک زبان پر رکھتے ہو یا قراء کے لفظ سے بے عمل علماء مراد ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال پر ثابت قدمی دکھاؤ۔ راہ راست پر قائم رہو۔ صراط مستقیم پر چلو۔لے یعنی تمہیں بہت ساری سبقت و فضیلت حاصل ہے۔ سُبَقْتُمْ صِغَةُ جَمْعِ مُخَاطَبِ ماضی معلوم۔ آپ نے ان لوگوں
کو مخاطب کیا جنہیں اوائل اسلام اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ نصیب ہوا کہ جب یہ حضرات کتاب و سنت
کو مضبوطی سے تھامیں گے تو ہر چیز میں سبقت لے جائیں گے اور سب کچھ پالیں گے اور جو لوگ ان کے بعد آئیں گے وہ اگرچہ ان
جیسے ہی عمل کریں، اُس درجہ کو نہیں پاسکتے جو ان کا نصیب ہوا کیونکہ ان حضرات نے پہلے اسلام قبول کیا یہ لفظ ماضی مجہول
سُبَقْتُمْ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی دوسرے لوگ جو استقامت کی صفت میں موصوف ہیں اور طریق مستقیم پر چلے ہیں تم سے
سبقت لے گئے اور انہیں تم پر پیش رفت حاصل ہوگئی۔

۲۵۶ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ فَتَالُوا
يَا رَسُولُ اللَّهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ
فِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ
أَرْبَعِ مِائَةِ مَرَّةٍ قَبِيلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَمَنْ يَدْخُلَهَا قَالَ الْقَتْلَاءُ الْمُرَاوَنَ
بِأَعْمَالِهِمْ۔

رواہ الترمذی وکذا ابن ماجہ
وزاد فیہ وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الْقَتْلَاءِ
اِلَى اللَّهِ الَّذِیْنَ یَزُوْدُونَ
الْأُمْرَاءَ قَالَ الْمُحَارِبِیُّ یَعْنِی الْجَوُوَّةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو جب حزن سے اللہ کے پاس پناہ لو۔
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب حزن کیا ہے۔ فرمایا جہنم میں
ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے
دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ اس میں کون لوگ جائیں گے فرمایا
قرآن پڑھنے والے اپنے اعمال میں گنہگار نہ ہونے والے۔ اسے ترمذی
نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی اور ابن ماجہ نے اس حدیث
میں یہ لفظ زیادہ بیان کئے۔ وَاِنَّ مِنْ اِلٰی آخِرِہ
یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین قاری وہ ہیں جو حکام
وامراء کی زیارت اور ان سے ملاقات و مجلس کے خواہشمند
ہوتے ہیں۔ امام محارب نے کہا حکام سے ظالم اور بد کردار حکام
وامراء مراد ہیں۔

اشعة اللمعات اے جب الحزن غم کا کنواں جب بضم جیم و تشدید با وہ کنواں جو اوپر سے بند ہو۔ اس حدیث میں جب
حزن کا لفظ وادی کے لئے اس بنا پر استعمال ہوا ہے کہ وہ بھی کنوئیں کی طرح بہت گہری ہوگی۔
اے یعنی وہ وادی اس قدر قبیح اور وحشت ناک ہے کہ خود دوزخ بھی اس سے پناہ مانگتی ہے چہ جائے اس میں گرنے
والے دوزخی دوزخ کے پناہ لینے میں اس جانب اشارہ مطلوب ہے کہ اس میں شدید ترین عذاب اور تکلیف ہوگی۔ یا
دوزخ کا حقیقہ پناہ مانگنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ دوزخ کو زبان عطا کرے جس کے ساتھ وہ پناہ مانگے۔ جیسا کہ
ظاہر آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔
اے قراء کا لفظ علماء اور عبادت گزاروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ علم قرآن سے حاصل ہوتا ہے اور
عبادت، علم کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

اے حکام کو امر معروف اور نہی منکر کے لئے نہیں۔ جبر و اکراہ کی بنا پر بھی نہیں اور نہ ان کے شرکی ایذا سے بچنے کیلئے بھی نہیں ملے۔
بلکہ محض دنیا کے طمع و لالچ کی خاطر ان سے ملتے ہیں۔

اے امام محارب حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان کا نام عبدالرحمن بن محمد ہے۔ اعمش اور یحییٰ بن سعید سے
روایت کرتے ہیں ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ یعنی جوہرہ سے مراد ظالم اور خلاف شرع چلنے والے امراء و حکام ہیں۔
اعاذنا اللہ (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ

۲۵۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى

النَّاسِ زَمَاتٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ
إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ
إِلَّا رِسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِيَةٌ وَهِيَ
خَوَابٌ مِنَ الْهُدَى عُلَمَاءُهُمْ شَرَمُونَ تَحْتَ أَدِيمِ
السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ
تَعَوُّدٌ. رواه البيهقي في شعب الایمان

اشعة اللمعات لے علم و عمل کا نشان تک باقی نہ ہوگا۔

آئیگا کہ نہ باقی رہے گا۔ دین اسلام مگر اس کا نام اور نہ باقی
رہے گا قرآن سے مگر اس کا خوبصورتی سے پڑھنا۔ ان کی مسجدیں
آباد نظر آئیں گی مگر حقیقت میں ہدایت، علم اور عبادت
کے اعتبار سے ویران و بے آباد ہوں گی۔ ان کے علماء مر اور
دانش مند آسمان کے نیچے بدترین لوگ ہوں گے انہی کے
اندر سے شر و فتنہ اٹھٹھے گا اور انہی میں لوٹ جائیگا۔

لے رسم سے اس کا تجوید حروف اور الفاظ کی عمدگی سے پڑھنا مراد ہے بغیر اس کے اس کے معانی میں تفکر و تدبر
کیا جائے اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔

سے کہ لوگوں کا ان میں ہجوم تو نظر آئیگا مگر ان میں عبادت، ذکر حق اور علم کے درس و تدریس کا ذوق نہ ہوگا جیسا کہ
فرمایا وہی خراب من الہدیٰ کہ درحقیقت وہ مہاجر علم ہدایت اور عبادت کے لحاظ سے ویران و بے آباد ہوں گی۔
لے ادیم معنی روئے زمین اور اس کی ظاہری سطح۔

ہے کہ وہ ظالم و بدکردار لوگوں کے معاون و مددگار اور ان سے ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوں گے۔

لے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ظالموں کو ان پر مسلط کر دیگا جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو شخص مخلوق خدا کو ستاتا ہے تاکہ کسی انسان کے
دل کو خوش کرے تو اللہ تعالیٰ اسی ظالم کو اس پر مسلط کرتا ہے تاکہ اس کا سانس کھینچ لے اور اس کی جان نکال لے۔

۲۵۸ وَعَنْ زِيَادٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَالِكَ عِنْدَ آدَامَ
وَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ
كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَخُذْ وَنُقِرُّ
الْقُرْآنَ وَنُقِرُّهُ ابْنَاءَنَا وَيُقِرُّهُ
أَبْنَاؤُنَا ابْنَاءَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
فَقَالَ تَكَلَّمْتُكَ أَمْكَ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَدْرَاكَ
مِنْ أَفْقِهِ رَجُلٌ بِالْمَدِينَةِ أَوْلَى
هَذِهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يَقْرَأُونَ
التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا
فِيهَا. رواه أحمد وابن ماجه
وروى الترمذی عنه نحوه وکذا

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک چیز کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب
جہان سے علم ختم ہو چکا ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
علم کیسے ختم ہوگا۔ حالانکہ ہم لوگ قرآن پاک پڑھتے اور اپنی
اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد آگے اپنی اولاد کو پڑھائے
گی یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ نے فرمایا
اسے زیاد تیری ماں تجھے روئے میں تو تجھے مدینے کا بہت
دانا اور بہت سمجھدار انسان سمجھتا تھا کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ
یہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل پڑھتے ہیں مگر جو تعلیمات
ان میں ہیں اس پر ان کا کچھ عمل نہیں۔ اسے احمد و ابن
ماجہ نے زیاد سے روایت کیا اس طرح ترمذی نے بھی
زیاد بن لبنید سے روایت کی یوں ہی دارمی نے بھی اسے

الدارمی عن ابی امامة۔

روایت کیا مگر زیاد سے نہیں بلکہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے۔

اشعة اللمعات لے زیاد بن بید رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ ہجرت سے پہلے ہی مدینہ سے مکہ آگئے اور ہجرت تک مکہ میں ہی رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرموت کا حاکم و عامل مقرر کیا۔ ان سے حضرت عوف بن مالک اور ابو الدرداء روایت کرتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی ایام میں وفات پائی تھے یعنی ابتلا و فتنہ کی باتوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے احکام کا علم حاصل کرتے ہیں تھے اور انہیں احکام و تعلیمات قرآنی سے روشناس کرتے کرتے ہیں۔ شے تعجب ہے کہ تو میرے کلام کا مطلب نہ سمجھا اور تو نے یہ گمان کر لیا کہ قرآن اور علم صرف عبارت اور اس کا معنی جان لینے کا نام ہے کہ جس نے قرآن پڑھ لیا اور معنی سمجھ لیا تو اس نے اس پر عمل بھی کر لیا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لے یعنی ترمذی نے جو روایت کی ہے وہ اس حدیث سے معنی اور الفاظ میں مختلف ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا لوگو علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ فراغی احکام یا علم فراغی (میراث سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن پاک سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ کہ موت مجھے تم سے بے جا نیکی اور جلد ہی علم بھی تم سے اٹھالیا جائیگا اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ یہاں تک دو آدمی ایک ضروری مسئلے میں اختلاف کریں گے۔ انہیں صاحب علم میرے آئے گا جو ان میں درست فیصلہ کر سکے۔

۲۵۹ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُمُ النَّاسَ وَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ فَإِنِّي أَمْرٌ مُقْبُوضٌ وَالْعِلْمُ سَيُنْقَبِضُ وَيُظْهِرُ الْفِتَنَ حَتَّى يَخْتَلِفَ أَشْهَانٌ فِي فَرِيضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا۔

رواہ الدارمی والدارقطنی

اشعة اللمعات لے یعنی کار دین کی تکمیل اور تبلیغ احکام کے بعد میری روح قبض کر لی جائے گی۔ لے بعض نسخوں میں سَيُنْقَبِضُ نقصان مصدر سے آیا ہے یعنی علم کم ہو جائیگا لے یعنی علم کے اٹھ جانے یا کم ہو جانے کے باعث طرح طرح کے فتنے اور خرابیاں رونما ہوں گی لے جب ضروری احکام بتانے والا میرے آئیگا سنن اور نوافل کی وضاحت کرنے والا کہاں سے میرا آئیگا ہے اور حق کو باطل سے جدا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس علم کی مثال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اس خزانے کی سی ہے جس سے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے لے

۲۶۰ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ عِلْمٍ لَا يُنْتَفَعُ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

رواہ احمد والدارمی

اشعة اللمعات لے اس حدیث پر کتاب العلم تمام ہوئی والحمد للہ اس کے مفضل بعد کتاب الطہارت کا ذکر ہوتا ہے۔

کتاب الطہارۃ

طہارت لغت میں نفاخت و پاکیزگی کے معنی میں آتا ہے۔ طہارت، نجاست کی ضد ہے۔ طہور بضم طاء مصدر ہے اور فتح طار کے ساتھ بھی مصدر کے معنی میں آتا ہے اور جس چیز کے ساتھ طہارت حاصل کی جائے جیسے پانی اور خاک کے معنی میں بھی آتا ہے اور پاک کرنے والی چیز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس توجہ میں خفا اور پوشیدگی ہے۔ (غیر واضح ہے) عربی شرح میں ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اور فقہائے کرام کی اصطلاح میں طہارت، نجاست عکسی جسے حدیث کہتے ہیں اور نجاست حقیقی جسے خبث کہتے ہیں، سے پاک ہونے سے عبارت ہے اور وضو بضم وادو بمعنی مصدر ہے اور بفتح داد وضو کپانی جس سے وضو کیا جاتا ہے مشہور تو یہ ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ بفتح وادو بھی بمعنی مصدر آتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

۲۶۱ الفصل الاول - عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الطَّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ
السِّبْزَانَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ
إِنْ أُوْتِمِلَتْ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَ
الصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ عَلَيْكَ كُلُّ
النَّاسِ يَغْدُوَ أَقْبَانُ نَفْسَهُ تَعْبَتُهَا أَوْ مَوْتُهَا
رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ تَمْلَأُ
مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَمْ أَجِدْ هَذَا فِي الرِّوَايَةِ
فِي الْمُصَنِّعِينَ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَمِيدِ
وَلَا فِي الْجَامِعِ وَلَكِنْ ذَكَرَهَا الدَّارِمِيُّ
بَدَلَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

فصل اول - حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
طہارت نصف ایمان ہے اور کلمہ الحمد للہ کا ثواب میزان
(ترازد) کو بھر دیگا اور کلمہ سبحان اللہ الحمد للہ کا ثواب آسمانوں
اور زمین کے درمیان واقع فاصلہ اور فلا کو بھر دیتا ہے۔ اور
ماز نور و روشنی ہے اور صدقہ برہان و دلیل ہے اور صبر کی
تیر سیسے یا تچہ پر سب لوگ طبع کرتے اور اپنی ذات کو بچھتے ہیں۔
پھر کچھ تو اسے آزاد کر لیتے ہیں اور کچھ ہلاکت اور تباہی کے
گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور مسلم
سے ایک روایت یوں ہے کہ دلا الہ الی آخری آسمان و زمین
کے درمیانی فاصلے کو بھر دیتے ہیں (مولف مشکوٰۃ کہتے ہیں)
میں نے یہ روایت بخاری و مسلم میں نہیں پائی اور نہ ہی حمیدی
کی کتاب میں اور نہ ہی جامع میں لیکن اس روایت کو

دارمی نے ذکر کیا ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ کے الفاظ کے بجائے
واللہ اکبر الی آخرہ کے الفاظ سے۔

اشعة اللمعات سے مشہور صحابی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔

۱۔ طہارت نصف ایمان ہے اس جملے میں بطور مبالغہ اجر طہارت کے عظیم ہونے کا بیان ہے کہ طہارت اتنی عظیم المرتبہ عبادت اور نیکی ہے کہ اس کا ثواب نصف ایمان کے برابر ہے یا اس مناسبت سے نصف ایمان کہا گیا ہے کہ جس طرح ایمان گذشتہ تمام گناہوں کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح وضو بھی گناہوں کو چھپاتا ہے۔ البتہ ایمان تو صغیرہ و کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں کو چھپاتا ہے اور وضو صرف صغیرہ گناہوں کو۔ لہذا وضو مرتبہ و درجہ میں نصف ایمان ہوا یا اس بنا پر وضو کو نصف ایمان کہا گیا۔ کہ ایمان باطن کو پاک کرتا ہے اور وضو ظاہر کو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہاں ایمان سے نماز مراد ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُفِيعَ إِيمَانَكُمْ۔ (اللہ تمہارے ایمان (نمازیں) ضائع نہ کرے گا) میں ایمان سے نماز مراد لی گئی ہے اور جبکہ نماز وضو کے بغیر درست اور جائز نہیں لہذا وضو گویا جزو نماز ہے اور اگر زیادہ مبالغہ اور بڑھ کر دعویٰ کریں تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ باقی تمام ارکان و شرائط گویا ایک نصف ہے اور اکیلا وضو دوسرا نصف ہے۔

بعض محققین نے اس کی تاویل میں یوں بھی کہا ہے کہ ایمان رذائل (برسی عادات) سے تخلیہ اور فضائل (عہدہ اخلاق) سے آراستہ ہونے کا نام ہے اور یہاں طہارت سے تخلیہ مراد ہے یہ تمام توجہیات اس صورت میں ہیں جبکہ شطرا کا معنی نصف کیا جائے۔ جیسا کہ یہی اس کا اکثر و اشہر استعمال ہے۔ اور اگر شطر بمعنی جزو ہو یعنی ایمان کا ایک حصہ۔ تو اس صورت میں مذکورہ توجہیات کی ضرورت نہ ہوگی تاہم یہ گفتگو بھی مبالغہ کے طور پر ہے گویا کہ وضو ایمان کی حقیقت میں داخل ہے۔

۲۔ الحمد للہ کا ثواب اعمال کے ترازو کو بھر دے گا یعنی جو شخص ایک بار الحمد للہ کہتا ہے اسے اتنا ثواب ملتا ہے کہ میزان کو پُر کر دے گا۔

۳۔ یعنی یہ دونوں کلمے (ان کا ثواب) آسمانوں اور زمین کے درمیانی فاصلے اور مسافت کو پُر کر دیتا ہے اور تملاء رادمی کا شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تملاء ان تثنیہ کا صیغہ فرمایا یا تملاء مفعول کا صیغہ۔ پھر تثنیہ و مفعول دونوں صورتوں میں تار فوقانیہ اور یار تجمانیہ کے ساتھ مروی ہے۔ لفظ تثنیہ تو ظاہر ہے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ دو کلمے ہیں اور مفعول صیغہ مجموعہ کے اعتبار سے ہے یا ہر واحد کے لحاظ سے اور اس قدر ثواب کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ خدا تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کا اعتراف ہے اور یہ تنزیہ و تقدیس آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو شامل ہے کیونکہ ہر ذرہ رب تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی پاکی، اس کے تقدس اور اس بزرگ ذات کے ہر عیب و نقص کے نشان سے منزہ ہونے کی گواہی اور شہادت دے رہا ہے اور کلمہ الحمد للہ اس کے کمالات اور اس کی بے شمار نعمتوں کا اقرار ہے کہ سارا عالم اس کی نعمتوں سے پُر اور ان پر دلالت کر رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کلمات اگر اپنے حقائق کے ساتھ قائل سے صادر ہوں تو یہ چیز ذات و صفات اور اسماء الہی کے مشہود کا موجب اور ذریعہ بنتی ہے کہ افراد عالم اسی کے مظاہر ہیں۔ لہذا اس

حقیقت عظمیٰ پر دلالت کرنے والے الفاظ کا ثواب بھی سارے عالم کو پُر کر دیا۔ تاہم صرف الفاظ و حروف اور ان الفاظ کے ساتھ مونہوں سے نکلنے والی آوازیں یہ مرتبہ نہیں رکھتیں۔ اس کے باوجود خدا تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔ وہ تھوڑے سے نیک عمل کو قبول کرنے والا اور اس بہت زیادہ اجر و ثواب عطا کرنے والا ہے۔ اس بیان و تشریح سے ظاہر ہوا کہ اگر یوں بھی کہہ دیں کہ ان کلمات طہیات کا ثواب آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو پُر کر دیتا ہے یا سارے جہاں کو پُر کر دیتا ہے تو درست ہوگا مگر چونکہ آسمان و زمین کے درمیان خلا اور فاصلہ ظاہر ہے اور آنکھیں اسے دیکھتی ہیں اس لئے علی الخصوص اس کا ذکر کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان الفاظ سے کل عالم مراد ہو واللہ اعلم۔

لحے یعنی نماز شہود حق اور طور معارف کی بنا پر دل کو روشن و منور کرتی ہے یا چہرے کو نیکی کے نشان اور نور عبادت سے روشن اور تاباں کرتی ہے یا نماز حق و ثواب کا راستہ دکھاتی اور باطل و خطا کی تاریکی سے بچاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے) یا قیامت کے روز اپنے نور کے ظہور کا موجب و ذریعہ بنے گی۔ کہ ایمان والوں کے آگے اور دائیں نماز کا نور پھیل رہا ہوگا۔ قرآن حکیم میں فرمایا نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِأَیْمَانِهِمْ (ان کا نور ان کے آگے اور دائیں رواں دواں ہوگا) لہٰذا یعنی ریا و نمائش کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت سے درویش و مسکین کو مال دینا۔ اس کی مالی مدد کرنا اس شخص کے ایمان میں سچا ہونے اور خدا تعالیٰ سے محبت رکھنے کی بڑی مضبوط اور قوی دلیل ہے یا طالب ثواب کے لئے حجت و دلیل ہوگی کیونکہ یہ گویا ایک قسم کا قرض ہے جو اس نے خدا تعالیٰ کو دیا تھا۔

۱۷ یعنی خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رکے رہنا اور صبر کرنا یا خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی راہ پر چلے رہنا یا مصائب و آلام کے وقت صبر و برداشت کا دامن تھامے رکھنا عظیم روشنائی کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ فیضان نور سے زیادہ مقدار کی روشنی کو کہتے ہیں اسی لئے قرآن حکیم میں آفتاب کے نور کو ضیا اور چاند کی روشنی کو نور فرمایا ہے چنانچہ فرمایا جَعَلَ الشَّمْسُ ضِیَآءً وَالْقَمَرَ نُوْرًا (اللہ تعالیٰ نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بنایا) اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آفتاب کی روشنی چاند کے نور سے بہت بڑھ کر اترام و اتم و اکمل ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دین کے کار و بار کا سارا دار و مدار صبر و استقامت پر ہے اور تمام عبادات اور طاعتیں صبر ہی کی قسمیں ہیں۔ یہاں صبر سے ایک دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث میں صبر سے روزہ مراد ہو۔ ذکر نماز اور صدقہ کے قرینے کی مناسبت سے۔ جیسا کہ علماء اور مفسرین نے آیہ کریمہ اِسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ میں مراد لیا ہے۔

۱۸ یعنی اگر تو نے قرآنی تعلیمات پر عمل کیا تو اللہ کی یہ کتاب تیرے حق میں دلیل و حجت اور تیری معاون و مددگار ہوگی۔ اور اگر تو نے اس کے حقوق کی نگہداشت نہ کی اور اس کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل نہ کیا تو یہی قرآن تیرے خلاف گواہی دے گا اور اللہ کے حضور تجھ سے جھگڑے گا اور تیرے نقصان و خسارے کا موجب بنے گا۔

۱۹ عَزَّوْکَ لفظ صبح کے معنی میں آتا ہے یا طلوع آفتاب سے سورج بلند ہونے کے وقت تک کے لئے

استعمال ہوتا ہے

۱۱ یعنی جس کام کی جانب رخ کرتا ہے اس میں اپنی ذات کو صرف کرتا ہے۔
 ۱۲ یعنی جب دن چڑھتا ہے تو آدمی کسی نہ کسی کام کا رخ کرتا ہے اگر اس کام میں اس نے دنیا کے بجائے آخرت
 خریدی اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی تو اس نے اپنے نفس کو عذاب سے نجات دیدی۔ اور اگر خدا نخواستہ
 آخرت بیچ کر دنیا خریدی اور دنیا کو ترجیح دی اور اسے افضل جانا تو ہلاک و برباد ہو گیا اور اپنے آپ کو عذاب کے بھنور
 میں پھنسا دیا۔ بیت

بدنیا توانی کہ عقبی خری بخر جان من در نہ حسرت بری

تو دنیا کے عوض آخرت خرید سکتا ہے اے جان من یہ سودا ضرور کر لے در نہ بڑی حسرت اور صدمے سے دوچار
 ہو گا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

۱۳ جو بخاری و مسلم کی احادیث کی جامع ہے

۱۴ نہ جامع میں یعنی جامع الاصول میں جس میں صحاح ستہ کی احادیث جمع کی گئی ہیں۔

۱۵ یعنی مسلم نے تو سبحان اللہ والحمد للہ تملآن ما بین السموات والارض کے الفاظ روایت کئے ہیں
 اور دارمی نے ان کے بجائے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تملآن ما بین السماء والارض کے الفاظ روایت
 کیے لہذا صاحب مصابیح کا اس روایت کو فصل اول میں ذکر کرنا درست نہیں ہے۔

۲۶۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَدُّكُمْ عَلَى مَا يَنْحَوُّ اللَّهُ
 بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ
 فَاتْلُوا بَلْحَا يَا رَسُولُ اللَّهِ فَتَالَ
 أَسْلَغُ التَّوَهُُّو عَلَى الْمَكَارِهِ وَ
 كَثْرَةُ الْخَطِيئِ إِلَى التَّسَاجِدِ وَانْتِظَارُ
 الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكَ
 السَّبَاطُ . وَفِي حَدِيثٍ مَالِكِ بْنِ
 أَنَسٍ فَذَلِكَ السَّبَاطُ فَذَلِكَ السَّبَاطُ
 رَدَّدَ مَرَّتَيْنِ .

رواہ مسلم فی دواۃ الترمذی ثلاثا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ اعمال جن
 کے سبب اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دیتا اور تمہارے
 درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ صحابہ نے عرض کیا
 ضرورت بتائیں فرمایا۔ مشقت و ناپسندیدگی کے باوجود صبح اور
 کامل طریقے سے وضو کرنا۔ مسجد کی طرف کثرت سے آنا جانا
 اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا۔ یہ ہے
 حقیقی رباط (اسلام کے لئے پہرہ دینے کی جگہ) اور مالک
 بن انس کی روایت میں فذلکم السباط کاللفظ مکرر
 بیان کیا۔ تاکید اور تقریر کی غرض سے۔ اسے مسلم نے روایت
 کیا اور ترمذی کی روایت کے مطابق آپ نے یہ لفظ تین بار
 دہرایا۔

اشعة اللمعات : اسے محو کا معنی لغت میں کسی چیز کو اس طرح مٹا دینے کا ہے کہ اس کا نام و نشان باقی رہے۔ گناہوں
 کو محو کر دینے سے مراد انہیں اعمال نامہ سے مٹا دینا اور بخش دینا ہے۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ

گناہ مراد ہیں۔

۸۔ اسباغ کا معنی ہے دھو کر تے وقت پانی ان تمام مقامات تک پورے طریقے سے پہنچانا جن تک پہنچانا چاہیے۔
سَّكَارَةُ یعنی مشقت و تکلیف کے وقت جب کہ طبیعت پانی کے استعمال پر آمادہ نہ ہو۔ جیسے بیماری اور شدید سردی کی حالت۔

۴ جیسے مسجد گھر سے کافی فاصلے پر ہو اور ہو سکتا ہے کہ مراد وقار و آہستگی سے چلنا ہو کہ اس میں بھی کثرت سے آنے جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۱۷۷ یعنی ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کی نماز کے انتظار میں مسجد میں ہی بیٹھا رہے اگر مسجد سے باہر بھی آئے تو اس کا دل مسجد سے ہی لٹکا رہے۔

ھے رُباطِ اصل میں دشمنانِ دین سے اسلامی سرحد کی حفاظت و نگہداشت کو کہتے ہیں تاکہ وہ سرحد کے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ یونہی مسلمانوں کا اسلامی سرحدات پر پہرہ دینے کی غرض سے بیٹھا۔ اپنے گھوڑوں اور اپنے دلوں کو چوکس رکھنا بھی رُباط کہلاتا ہے۔ تو نماز کی انتظار میں مسجد میں بیٹھا سرحدِ شیطان پر اور اس کے لشکر کے مقابل بیٹھنے کے مشابہ ہے تاکہ وہ دخل نہ دے سکیں اور ہو سکتا ہے کہ صرف نماز کے بجائے تینوں اعمال کی طرف اشارہ ہو کیونکہ یہ اعمال نفس تک شیطان کے پہنچنے کے راستے بند کرتا اور خواہشات نفسانی کو مغلوب کر دیتے ہیں۔

لے یہ دراصل صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ اسے فصل اول میں لائے اور تین بار تکرار کا ذکر کیا۔ صحیح یہ ہے کہ امام مسلم یہ حدیث حضرت مالک بن انس کی روایت سے جو لائے اس میں دو بار تکرار کا ذکر کیا ہے یوگ مالک سے کسی بھی روایت میں تکرار کا ذکر نہیں ہے۔

۲۶۳. وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّؤِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَلْفَايِهِ (متفق عليه)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھے طرح کیا اس کے جسم سے تمام خطائیں بھر گئیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔

اشعۃ اللمعات اے یعنی سنتوں اور مستحبات کے مطابق ۔

۷۔ یہ ارشاد حصولِ طہارت میں مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے۔

٢٦٢ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ الْمُؤْمِنُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ تَطْرَأُ لَهَا بِعَيْنِهِ مَعَ السَّابِ أَوْ مَعَ أَحِرْ قَطْرُ الْمَاءِ فَإِذَا

غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلَّ خَطِيئَةٍ
كَانَتْ لَبِثَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ
قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ
خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ
قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ لِقِيَاءَ مِنَ الذُّنُوبِ۔
(رواہ مسلم)

پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطروں کے ساتھ ہر وہ گناہ مٹ جاتا ہے جس کی طرف اس نے دونوں ہاتھ بڑھائے ہوتے ہیں۔ اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا اس کے آخری قطروں کے ساتھ ہر وہ گناہ مٹ جاتا ہے جس کی طرف اس کے پاؤں چل کر گئے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو کر نکلتا ہے۔

اشعة اللغات لے اگرچہ چہرے میں آنکھ کے علاوہ دوسرے اعضاء کان، زبان وغیرہ سے بھی گناہ صادر ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ آنکھ کا گناہ بڑا اور کثرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے اس بنا پر خصوصیت سے آنکھ کے گناہ کا ذکر کیا۔

۲۶۵ وعن عثمان رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ما من امرئ مسلم تخضره صلوة مكتوبة فاحسن وضوءها وخشوعها وركوعها الا كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يؤت كبيرة وذلك لك الدهر كله۔
(رواہ مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد مسلم نہیں کہ اسے فرض نماز کا وقت نصیب ہو تو وہ سنن و مستحبات کے ساتھ وضو کرے خشوع و خضوع سے نماز ادا کرے۔ اور درست طریقے سے رکوع کرے۔ کوئی بھی مرد مسلم اس طرح وضو نماز ادا نہ کرے گا۔ مگر ایسی نماز وضو اس کے گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جب تک کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ نماز کی بدولت گناہوں کا یہ کفارہ ہمیشہ کے لئے ہے کسی ایک زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اشعة اللغات لے خشوع کا لفظ ظاہری و باطنی آداب کی رعایت کو شامل ہے۔ خشوع کی حقیقت یہ ہے کہ نماز کے دوران دل میں خوف و خشیت ہو۔ نظر سجدہ کے مقام پر ہو۔ ہمت و توجہ پوری طرح نماز کی جانب مبذول ہو۔ نماز کے سوا کسی اور طرف مشغول نہ ہو، بدن، پکڑوں اور ڈاڑھی کے ساتھ نہ کھیلے۔ منہ و اہمیں باتیں نہ پھیرے۔ آنکھ بند نہ کرے۔ بعض علماء نے حضور قلب کی خاطر آنکھ بند کرنے کی اجازت دی ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ فرض نماز میں آنکھ بند کرنے سے گریز کرے۔ علماء کرام نے خدا تعالیٰ کے قول مبارک اَلَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ نماز میں خائف اور متذلل ہوتے ہیں۔ نگاہ سجدہ کے مقام پر گاڑے رکھتے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران انتظارِ رجمی کے لئے نگاہ مبارک آسمان کی جانب اٹھاتے تھے جب یہ آیت نازل ہوتی تو نگاہ مبارک سجدہ گاہ کی جانب نیچے جھکا لی۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے دوران اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے۔ فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نمازی کو چاہیئے کہ قیام کی حالت میں نگاہ سجدہ گاہ میں رکھے۔

رکوع میں پاؤں کی لیٹ پر سجدہ میں ناک کی طرف اور قعدہ میں گود کے اندر

تھے یہاں رکوع کا ذکر کیا سجدہ کا ذکر نہ کیا اس کی وجہ یہ ہے رکوع سجدہ کا مقدمہ ہے۔ نیز رکوع سجدہ سے زیادہ مشقت طلب ہے کہ نمازی کو رکوع میں اپنے جسم کو کھڑے ہونا پڑتا ہے۔ سجدہ میں تو بدن زمین پر پڑتا ہے۔ پھر رکوع میں ایک زائد بات یہ بھی ہے کہ رکوع مسلمانوں کی نماز کا خاصہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کی نمازیں رکوع سے خالی ہیں۔

تھے بعض نسخوں میں الم یات کا لفظ آیا ہے یعنی جب کہ گناہ کبیرہ سے بچا رہے۔ یہ روایت معنی کے لحاظ سے زیادہ ظاہر ہے اور اول روایت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وضو اور نماز صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۲۶۶ وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَرَعَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّمُضَ وَاسْتَنْشَأَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الِیْمَنَى الِی الْمُرْفِقِ ثَلَاثًا ثُمَّ يَدَهُ الْاِیْسَرَى الِی الْمُرْفِقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْاِیْمَنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْاِیْسَرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ خَوْ وَضُوءِي ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يَجِدُتْ نَفْسُهُ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. متفق عليه ولفظه

البخاری

اور انہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے وضو کیا چنانچہ آپ نے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی پانی ڈالا۔ پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین بار اپنا چہرہ مبارک دھویا۔ پھر کہنی تک اپنا دائیں ہاتھ دھویا۔ پھر اپنا بائیں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا دائیں پاؤں تین بار دھویا پھر بائیں پاؤں۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت اس طرح ادا کیں کہ اس کے نفس نے وضو سے میں مبتلا نہ کیا تو اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

اشعة اللمعات لے استنشاہ ثلثہ کے ساتھ بمعنی پانی چڑھانے کے بعد ناک صاف کرنا جسے استنشاہ کہتے ہیں لہذا استنشاہ کا مفہوم استنشاہ کو متضمن ہے۔

لے ان افعال کی تحقیق باب سنن الوضو میں آئیگی (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

تھے یہ کم سے کم مقدار ہے۔ اگر زیادہ پڑھے تو بہت بہتر ہے

لے کہ اس میں اپنے نفس کے ساتھ دنیا کی باتوں میں سے کوئی بات نہ کرے اگر دوسرے لائق ہوں تو انہیں دفع کرے کہ وہ قرار نہ پکڑیں۔ اس طرح اس کے حضور قلبی میں کوئی فرق نہ پڑے اور کوئی خلل لائق نہ ہو بعض علماء نے اپنے نفس سے بات نہ کرنے سے اخلاص اور خود بینی سے بچا مراد لیا ہے (واللہ اعلم)

لے یہ حدیث وضو کے بعد نماز (تحتیہ الوضو) ادا کرنے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی اور وضو کر کے صرف فرض نماز اور سنت موکدہ پر کفایت کرے تو یہ بھی درست ہے۔ اور اس نماز تحتیہ الوضو کی نیت میں تحتیہ الوضو یا شکر وضو کا

تصور کوئی چیز نہیں مطلق نماز کی نیت کرے۔ ہاں مسجد میں آنے کیلئے تحیۃ المسجد کی نیت کر لے کہ تحیت کا معنی تعظیم بجا لانے اور سلام دینے کا ہے لہذا تحیۃ الوضوء (وضو کی تعظیم اور اسے سلام دینا) کا کچھ معنی نہیں البتہ مسجد کی عظمت اور اس کی روحانیت کے مشابہت کے پیش نظر اگر اس کی تعظیم کا ارادہ کرے اور اسے سلام دے تو یہ درست ہے۔ اور نماز اصل اور مقصود لذاتہ ہے اور وضو فرع اور اس کا طفیلی ہے۔ وضو نماز کے لئے ہوتا ہے نہ کہ نماز وضو کے لئے ہوتی ہے پس نماز کے ساتھ وضو کا شکر کوئی مناسبت نہیں رکھتا جیسا کہ امام غزالی نے کہا ہے۔

۲۶۷ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ التَّوَضُّعَ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ مُقْبِلَ عَلَيْهِمَا بِقَبْلِهِ وَوَجْهَهُ إِلَّا وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی مسلمان جو وضو کرتا ہے پس اچھا اور ٹھیک وضو کرتا ہے پھر اٹھ کر دو رکعت دل اور چہرے کو متوجہ کر کے ادا کرتا ہے مگر اس کے لئے اللہ کے فضل سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

اشعة اللمعات لے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے کچھ عرصہ بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا۔ آپ نے مصر میں ہی شہرہ میں رحلت فرمائی۔ ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اور تابعین میں سے بے شمار لوگوں نے روایت کی ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے اور کاشف میں کہ آپ عظیم المرتب صحابی، امیر شریف، فصیح، بہت اعلیٰ قاری اور شاعر تھے۔ بحری جہاد کے لئے آپ کو امیر اور والی مقرر کیا گیا۔ مصر میں رحلت فرمائی۔

لے یعنی اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ۔ ایک روایت میں غضب کے ساتھ مُقْبِلًا آیا ہے اور یہ اعراب کے لحاظ سے زیادہ ظاہر ہے۔

۲۶۸ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ قِيسِغُ التَّوَضُّعَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَفِي رَوَايَةٍ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فَتُحْتَلَّى لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ. يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ رَوَاهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم میں سے کوئی آدمی کہ وضو کرتا ہے بہت اچھا اور کامل وضو پھر کہتا ہے اشہد ان لا اله الا الله اور ایک روایت میں اشہد ان لا اله الا وحده الحی آخرہ مگر اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے گا داخل ہو جائیگا۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور حمیدی نے افراد مسلم میں اور ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور شیخ محی الدین نووی نے مسلم کی حدیث کے آخر میں جیسا

مسلم فی صحیحہ والحمیدی فی افراد مسلم وابن الاثیر فی جامع الاصول و ذکر الشیخ

عفی الدین النووی فی آخر حدیث مسلم
 علی مارویسیا وزاد الترمذی۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ
 مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَالْحَدِیْثِ الَّذِیْ رَوَاهُ عَفِی السَّنَةِ
 فِی الصَّحَاحِ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَخْسَنَ التَّوَضُّؤَ الِیْ
 آخِرِهِ ثُمَّ قَالَ اشْهَدْ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ
 لَا شَرِیْکَ لَهُ وَاشْهَدْ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ
 اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ السَّوَابِیْنِ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ
 الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ رَوَاهُ التَّرْمِذِیُّ فِی جَامِعِهِ بِعَیْنِهِ
 الْاَوْکَلَةَ اشْهَدْ قَبْلَ اَنْ مُحَمَّدًا۔

کہ ہم نے اسے روایت کیا اور ترمذی نے اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ
 الی آخرہ کے الفاظ نیا دہکے اور وہ حدیث جسے عفی السنتہ نے
 صحاح میں روایت کیا یعنی من توضحا الی آخرہ پھر
 کہا اشہد ان الی آخرہ اسے ترمذی نے اپنی جامع
 میں بعینہ روایت کیا مگر کلمہ اشہد ان محمداً سے
 پہلے روایت نہ کیا۔

اشعة اللمعات لے یہاں سارے بہشت کو ایک بہشت اعتبار کیا پھر ہر ایک کو ایک دروازہ قرار دیا اور کبھی ہر
 ایک کو الگ قرار دیکر آٹھ بہشت کہہ دیتے ہیں۔
 لے یعنی اسی طرح حمیدی نے کتاب جمع بین الصحیحین میں ان احادیث میں روایت کیا جنہیں امام مسلم نے اپنی صحیح
 میں اکیلے روایت کیا۔

لے یعنی امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں مسلم کی حدیث کے آخر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا جن الفاظ سے ہم
 نے روایت کیا ہے۔

لے یعنی امام ترمذی نے شہادتین پر اس دعا اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ کو بھی زیادہ کہا۔
 لے یعنی اسے ترمذی نے اپنی جامع میں بعینہ ہی ذکر کیا مگر اشہد کو جو ان محمداً سے پہلے ہے کہ اسے
 صاحب مصابیح نے تو ذکر کیا مگر ترمذی نے ذکر نہیں کیا۔ یہ مولف کی طرف سے دراصل صاحب مصابیح پر اعتراض
 ہے کہ یہ حدیث جسے وہ صحیحین میں لایا ہے صحیحین میں نہیں ہے بلکہ جامع ترمذی میں ہے لہذا اسے حن احادیث میں
 لانا چاہیے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جزری نے حص حصین میں ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور ابن اسنی کے اشارہ سے شہادتین
 میں تین بار ذکر کیا اور نسائی اور حاکم سے متدرک میں دعا کے یہ کلمات بھی مذکور ہیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَتُوبُ اِلَيْكَ اے میرے اللہ تو پاک ہے اور حمد و ثنا کے لائق
 ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میری امت
 قیامت کے روز اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے
 چہرے و دیگر اعضائے وضو، وضو کے آثار سے چمکتے

۲۶۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّتِي يُذَعَّبُونَ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُزَاً مُّجَلِّلِينَ مِنْ أَثَارِ التَّوَضُّؤِ
 فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ

فَلْيَفْعَلْ۔

متفق علیہ

ہوں گے۔ تو تم میں سے جو شخص استطاعت رکھتا ہے کہ اس کی چمک و نورانیت زیادہ ہو تو وہ ضرور زیادہ کرے۔

اشعة اللغات ۱۷ یعنی میری امت کو قیامت کے روز محشر کی طرف یا جنت کی طرف بلایا جائیگا یا غر مجمل کے نام سے انہیں بلایا جائیگا غر بضم غین و تشدید را جمع غر بمعنی ہر چیز کا روشن و سفید حصہ۔ غرہ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی پیشانی میں ہوتی ہے۔ مجمل بضم میم و فتح جیم شدہ بمعنی وہ گھوڑا جس کے چار ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ قیامت کے روز اس امت کے ہاتھ پاؤں اور چہرے سفید، روشن، نورانی اور تاباں ہوں گے اس لئے آپ نے غر مجمل کے ساتھ اسے تشبیہ دی۔ ۱۸ کیونکہ یہ چیز زیادہ فضیلت و کرامت کا باعث ہوگی۔ اس جملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجلیل کا ذکر اس بنا پر نہیں کیا کہ یہ دونوں (غر اور مجمل) چیزیں ایک دوسری کو لازم ملزوم ہیں نیز اس بنا پر بھی ذکر نہ فرمایا کہ لوگ چہرہ دھونے میں اکثر و بیشتر درستی اور کمال کو نظر انداز کرتے اور کوتاہی کے مرکب ہوتے ہیں۔ بخلاف پاؤں دھونے میں کہ اس میں زیادہ پانی بہانے کی عادت ہوتی ہے واللہ اعلم۔ چہرے کی سفیدی زیادہ اور دراز اس طرح ہوگی کہ پیشانی کے اوپر سے گھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک پورے احتیاط اور دھیان سے دھویا جائے۔ اور تجلیل کی درازی اس طرح کہ پاؤں نچنے سے اوپر تک کامل احتیاط سے دھوئے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرنے والے کی سفیدی اور نورانیت صرف پیشانی کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ تمام چہرہ روشن و تاباں ہوگا۔ اسی لئے علامہ طیبی نے غر کی تفسیر ابیض الوجہ (سفید و روشن چہرہ والے) کے ساتھ کی ہے واللہ اعلم۔

۲۴۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْحِلْيَةَ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ۔

رواہ مسلم

انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مومن کو زیور وہاں تک پہنایا جائیگا جہاں تک وضو پہنچا یعنی وضو کا پانی پہنچتا ہے۔

اشعة اللغات ۱۷ یعنی وضو کرنے والے کے ہاتھ اور پاؤں کی چمک و نورانیت کا نشان وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ بعض شارحین نے علیہ سے زیور مراد لیا ہے جو جنتیوں کے ہاتھ پاؤں کو پہنایا جائیگا۔ مگر اس تو چہرہ کو اس بنا پر رد کر دیا گیا ہے کہ لفظ علیہ کبسر حار و سکون لام بمعنی نشان و ہیئت آتا ہے اور جو زیور کے معنی میں آتا ہے وہ علی بفتح حاد سکون لام اور بضم حاد و سکون لام اور تشدید یاء کے ساتھ آتا ہے تاہم اس کی تردید کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے علیہ سے علی مراد لی گئی ہو اگرچہ ایسا مراد لینا مجازاً ہو۔

۲۴۱ الفصل الثانی۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقِيمُوا وَلَوْ تَخَصَّصُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ وَلَا يَحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال صالحہ پر استقامت کرو مگر تم استقامت نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارے اعمال سے بہترین اور خدا تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب کرنے والا عمل نماز ہے۔

رواہ مالک و احمد و ابن ماجہ

والدارمی

اور وضو میں احتیاط نہ کریگا اور اس میں ہر سنت اور مستحب کا خیال نہ رکھے گا مگر مومن کامل۔

اشعة اللمعات لے یعنی راہ راست اختیار کرو۔ دائیں بائیں نہ پھرو بلکہ ہمیشہ صراط مستقیم سے چھٹے رہو اور چونکہ صراط مستقیم پر چمے رہنا انتہائی مشکل کام ہے اس لئے فرمایا ان تحصوا

لے لَنْ تَحْضُوا۔ یعنی استقامت اختیار کرنے کی تم میں ہرگز ہمت و طاقت نہیں اور اس کا حصول سید انبیاء و خلاصہ اصفیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے لئے علی وجہ التمام و اکمال ایک ناممکن امر ہے اور بعض کالمین اولیاء کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے اندازے کے مطابق اس استقامت سے حصہ ملتا ہے تاہم ایسے حضرات نہایت ہی نادر اور کمیاب ہوتے ہیں۔ گویا ایسے لوگ کبریت احمر سے بھی بڑھ کر نایاب ہوتے ہیں۔

تبجہ یہاں لوگوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول مبارک مشہور ہے یعنی شَتَبْتُ سُوْرَةَ هُوْد (مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے) علماء کرام فرماتے ہیں اس میں ارشاد ربانی فَاَسْتَقِمْ (استقامت اختیار کر) کی طرف اشارہ ہے کہ استقامت پر عمل پیرا ہونے کے حکم کی شدت و عظمت نے آپ کو غم و حزن میں ڈال دیا اور جلد بڑھاپا طاری کر دیا۔ کاتب حروف (شیخ عبدالحق) عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غم و حزن امت کی وجہ سے تھا کہ فرمایا وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (اور وہ لوگ بھی استقامت اختیار کریں جو آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ہود کی تخصیص فرمائی ورنہ سورہ شوریٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم دیا گیا مگر وہاں امت کا ذکر نہیں ہے۔ حق بات یہی ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین استقامت اور خالص سلامتی کے مقام پر ہیں کہ استقامت سے انحراف اور راہ راست سے ادھر ادھر ہونے کا آپ کے لئے کوئی امکان نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم لوگ کما حقہ استقامت نہیں دکھاتے اور نہ تمام افعال و حالات میں اللہ تعالیٰ کے حقوق پورے کر سکتے ہو۔ تو ایسا نیک عمل یعنی خلاصہ عبادت اختیار کرنے پر تنبیہ فرمائی کہ اگر اسی میں استقامت اختیار کر لیں اور ٹھیک طریقے سے قائم ہو جائیں تو اپنی تمام نقصیرات کی تلافی اور تدارک کر لیں گے۔ اور وہ عمل نماز ہے چنانچہ فرمایا وَاعْلَمُوا اَنْ خَيْرَ اَعْمَالِكُمُ الصَّلٰوةُ جان لو کہ تمہارا سب سے بہتر عمل نماز ہے۔

لے لہذا اس کے شرائط کو نگاہ میں رکھو، اس کے آداب کی رعایت کرو اور اس کے حقوق ادا کرو۔ پھر آپ نے نماز کے ایک مقدمہ (ضروری شرط) کی طرف اشارہ فرمایا جسے نصف ایمان قرار دیا یعنی وضو اور طہارت اور فرمایا کہ نماز کی حفاظت نہ کریگا اور اس میں احتیاط ملحوظ نہ رکھے گا اور اس کے آداب و سنن کی رعایت نہ کریگا مگر مومن کامل کہ ایسا ہی مومن، کامل طور سے نماز ادا کر سکتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طہارت

۲۷۲ وَعَنْ بَنِي عَمْرِو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طَهْرٍ

کُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ . رواہ الترمذی
 اشعة اللمعات لے ظاہر یہ ہے کہ وضو پر جو جزا اور ثواب متعین ہے اس سے زیادہ اور دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ اس کے عمل نامہ میں دس وضو لکھے جاتے ہیں اور ہر وضو پر دس نیکیاں یا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمائی کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ وضو پر وضو کرنا ایک عبت اور ضائع فعل ہے بلکہ بتایا کہ اس پر بھی نیکیاں ملنے کا ثواب مرتب ہوتا ہے۔ تاہم علماء کرام نے یہاں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ثواب اس صورت میں ہے جبکہ پہلے وضو سے کوئی فرض یا نقل نماز ادا کر چکا ہو۔ اور بعض علما نے دوسرے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے جب کہ پہلے وضو سے کوئی نماز ادا نہ کی ہو۔

الفصل الثالث

۲۴۳. عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهُورُ . رواہ احمد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو و طہارت ہے۔

اشعة اللمعات لے کہ جس طرح دروازہ چابی کے بغیر نہیں کھل سکتا اسی طرح بہشت کا دروازہ بھی نماز کے بغیر نہ کھلے گا اسی لئے نماز کو ایمان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ گذرا۔

۲۴۴. وَعَنْ شَيْبِ بْنِ أَبِي رُوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَاةَ فَفَقَرَأَ التَّوْرَةَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطَّهُورَ وَإِنَّمَا يَلْبَسُونَ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَوْ لَا يَكُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

حضرت شیب بن ابی روح سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اس میں سورہ روم کی تلاوت کی تو قرأت میں اشتباہ ہو گیا (گڑبڑ ہو گئی) جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں مگر صحیح طریقہ سے طہارت نہیں کرتے۔ سوائے اس کے نہیں کہ یہی لوگ ہم پر قرآن میں اشتباہ پیدا کرتے ہیں۔

اشعة اللمعات لے شیب شین معجمہ کے فتح اور باموحدہ کے کسرہ کے ساتھ ابن ابی روح بفتح را و سکون واو شکوة کے نسخوں میں ایسا ہی آیا ہے یعنی شیب اور ابی روح کے درمیان لفظ ابن کیساتھ بعض دوسری کتابوں میں بھی ایسا ہی ہے تاہم اسماء الرجال کی اکثر کتابوں میں ابی روح کو شیب کی کیفیت قرار دیا ہے ان کے باپ کا نام نعیم بضم نون بتایا گیا ہے بہر صورت شیب بروزن حبیب ہی آیا ہے۔

لے التباس کا معنی ہے کسی چیز کا کسی آدمی پر پوشیدہ ہو جانا۔

۳۷ یعنی سنن، آداب اور مستحبات کا خیال نہیں رکھتے،

۳۸ مجلس و صحبت کے بارے میں عقلمند کے لیے یہ عبرت و نصیحت کا مقام ہے کہ سیدہ رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ اس قدر جلیل الشان مرتبہ کے ہوتے ہوئے نماز میں لا جواب کے حالات میں سے اعظم ترین حال اور رب العالمین کے حضور اوقات قرب میں اقرب ترین وقت ہے امت کے ایک فرد کے سنتوں اور وضو کے بعض آداب و مستحبات (جو مقصود لذاتہ عبادت بھی نہیں) کے ترک سے متاثر ہوتے ہیں تو دوسرے لوگوں کا کیا مقام جو اہل فسق و بدعت کی صحبت و مجلس ہمنشینی میں گرفتار اور دن رات ان کے ساتھ رہتے ہیں۔

۳۹ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ عَدَّ هُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدَيْ أَوْ فِي يَدِي قَالَ التَّسْبِيعُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ وَالتَّكْبِيرُ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّوْمُ يَنْصِفُ الصَّبْرَ وَالطَّهْوُ يَنْصِفُ الْإِيمَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں یا اپنے ہاتھ میں انہیں شمار کیا فرمایا تسبیح نصف میزان ہے۔ اور الحمد للہ میزان کو بھر دے گا اور تکبیر (اللہ اکبر) آسمان و زمین کے درمیان خلا کو پُر کر دیتا ہے روزہ نصف صبر اور طہارت نصف ایمان ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور کہا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ عَدَّ هُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي سُلَيْمٍ سے روایت ہے (سلیم بن سہیل وفتح لام ایک قبیلہ کا نام ہے) اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو گنا جو آئندہ جلع میں مذکور ہیں فی یدیں او یدیں میرے ہاتھ میں یا خود حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں۔ یہ راوی کا شک ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری انگلیاں پکڑیں یا اپنی انگلیاں اور تحصیل پران کی گرہ لگائی یعنی پانچ کلمے شمار کیے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِصْفُ الْمِيزَانِ سُبْحَانَ كُنَّا نِصْفُ الْمِيزَانِ هُوَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ اور الحمد للہ کتنا میزان کو بھرتا ہے یعنی جب کہ کلمہ سبحان اللہ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے یا یہ کلمہ اکیلا ہی میزان (ترازد) کو بھرتا ہے۔ کیونکہ یہ حق تعالیٰ سے نقائص کی نفی اور کمالات کے اثبات کو شامل ہے اور کلمہ سبحان اللہ صرف نقائص و عیوب کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی اس حدیث کے زیادہ موافق ہے جو اس باب کے ابتداء میں گزری ہے یعنی الْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَالتَّكْبِيرُ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور اللہ اکبر کہنے کا ثواب آسمان و زمین کے درمیان فاصلے کو پُر کر دیتا ہے۔

وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ اور روزہ نصف صبر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ایمان، طاعات بجالانے اور گناہوں سے بچنے سے عبارت ہے جو کامل صبر ہے اور روزہ نفس کی شہوتوں کو جو گناہوں پر ابھارنے کا باعث ہیں جڑ سے اکھیڑنے میں بڑا موثر ہے۔ لہذا روزہ نصف ایمان ہوا۔ اور بعض خواہشی میں یوں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے روزہ کو دن رات کے اعتبار سے نصف صبر فرمایا کہ روزہ صرف دن کو ہوتا ہے تو یہ نصف صبر ہوا۔

وَالطُّهُورُ نِصْفُ الْإِيمَانِ اور طہارت و وضو نصف ایمان ہے۔ اس جملے کی توجیہ اس باب کی پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

۲۷۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَائِيّ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ فِيهِ نَأً ذَا سْتَنْتَمَرُ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ عَيْنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ يَدَيْهِ فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَاتُهُ نَافِلَةً لَهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتَّيَمُّنِيُّ.

حضرت عبداللہ صناعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے اندر کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں۔ اور جب وہ ناک صاف کرتا ہے تو اس کے چہرے کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ جڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی پیراس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا اس کے لیے نائد ثواب ہوتا ہے۔ (مالک و ترمذی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَائِيّ اور حضرت عبداللہ صناعی سے روایت ہے صنایعی بضم صاد و تخفیف نون۔ بامسور اور حائے مملہ کے ساتھ۔ صنایع بن زہر کی طرف منسوب ہے جو بنی مراد کا ایک خاندان ہے۔ بعض نے عبداللہ کے بجائے ابو عبداللہ کہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ صناعی صحابی اور ابو عبداللہ صناعی تابعی ہیں۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرتا ہے جب کلی کرتا ہے خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ فِيهِ۔ تو اس کے منہ کے سب

گناہ نکل جاتے ہیں وَإِذَا اسْتَنْشَرْتَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أَلْفِهِ اور جب ناک میں پانی چڑھا کر ناک صاف کرتا ہے تو اس سے تمام گناہ باہر نکل جاتے ہیں۔ وَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ اور جب منہ دھوتا ہے تو منہ کے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ حَتَّى کہ پلکوں کی جڑوں تک سے گناہ نکل آتے اور جھڑ جاتے ہیں۔ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَطْفَارِ يَدَيْهِ اور جب دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ سے گناہ باہر آ جاتے ہیں۔ حَتَّى کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے تمام گناہ باہر آ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں سے بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کان سر میں شامل ہیں۔ جیسا کہ خفی مذہب ہے۔ اسی وجہ سے اجنات سر کے مسح کے لیے الگ پانی نہیں لیتے بلکہ سر کے مسح کے لیے جو پانی ہاتھوں کو لگا ہوتا ہے اسی سے کانوں کا مسح بھی کرتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ جب پاؤں دھوتا ہے تو دونوں پاؤں سے گناہ باہر آ جاتے ہیں یہاں تک کہ دونوں پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ تو وضو کرنے سے ہی بندہ مومن تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَاتُهُ فَإِنَّهُ لَئِنْ پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز ادا کرنا اس کے لیے زائد ثواب کا باعث بلندی درجات کا موجب ہوتا ہے۔ نافلہ کا لفظ زائد کے معنی میں ہے جیسا کہ فرض نماز کے علاوہ دوسری نمازوں کو نفل کہتے ہیں۔ اولاد کی اولاد کو بھی نافلہ کہتے ہیں۔ اسی طرح نماز تہجد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نافلہ کہا گیا ہے کہ فرض نماز کے علاوہ یہ بھی آپ پر فرض تھی۔ اسے مالک اور نسائی نے روایت کیا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَوَدَّتْ أَنَا قَدْ مَرَّ أَيْنَا إِخْوَانِنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لائے تو فرمایا اے مومن قوم کے گھر والو! سلام علیکم۔ اور ان خاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابہ نے عرض کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا تم تو میرے ساتھی اور اصحاب ہو۔ ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کیا آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانتے ہیں جو ابھی تک دنیا میں نہیں آئے

يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ ارْعَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَّهُ خَيْلٌ
عَرْمٌ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرِي خَيْلٍ دُهِمَ بِهِمْ
أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
فَانْهَمُوا يَا تُونَ عُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ
وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

فرمایا تم یہ بتلاؤ اگر کسی شخص کے گھوڑے جو سفید پشیاں اور سفید ہاتھ
پاؤں والے ہوں، ایسے گھوڑوں کے درمیان ہوں جو نہایت ہی
سیاہ ہوں کیا وہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ
ضرور پہچان لے گا۔ یا رسول اللہ۔ فرمایا۔ پس بے شک میری امت (مختریں)
آئیں گی کہ انکے ہاتھ پاؤں اور پشیاں دھند سے چمکتی ہوں گی۔ اور میں عرض پران کا میرا مان

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَتَى الْمَقْبَرَةَ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدِينَةَ مَنْوَرَةَ الْقَبْرِ فِي تَشْرِيفِ لَيْلَةٍ - اس قبرستان میں تشریف لے گئے۔ اس قبرستان کا نام بقیع ہے تاکہ اس کی زیارت کریں اور اس کے
مدفونین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ مقبرۃ میم کے فتح اور قاف کے بعد باکے ساتھ اور میم کے کسر و ضمہ اور باکے فتح کے ساتھ
بھی آیا ہے۔ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ۔ اور اہل بقیع سے مخاطب ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اے گروہ مومنین کے گھر والو تم پر سلامتی کا نزول ہو۔ دَرَانَا انْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لِحَقُّونَ۔ اور بیشک ہم بھی خدا نے
چاہا تو تمہارے پاس آنے والے اور تمہیں ملنے والے ہیں یہاں ان شاء اللہ کا کلمہ اظہار رغبت، خدا عزوجل کے نام پاک سے
برکت حاصل کرنے کیلئے کیونکہ اموات سے جا ملنا یقینی امر ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقین صحابہ کا ذکر
اور تصور کیا تو اس کی مناسبت سے شرف و کرامت اور محبت کی بنا پر ان لوگوں کا ذکر بھی کر دیا جو ان کے بعد آنے والے
ہیں۔ چنانچہ فرمایا دَرَدْتُ اَنَا قَدَمًا اَيْنَا اِخْوَانًا میں پسند کرتا ہوں اور اس امر کی آرزو رکھتا ہوں کہ میں اور جو
لوگ اس وقت میرے ساتھ ہیں۔ اپنے بھائیوں کو دیکھتے ہیں یعنی ان لوگوں کو جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا
ہوں گے قَالُوا دَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ جو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے انہوں نے عرض
کیا آپ آئندہ پیدا ہونے والوں کو بھائی کہہ رہے ہیں اے اللہ کے رسول ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ قَالَ اَنْتُمْ اَهْلِي اِي
فرمایا تم لوگ تو میرے ساتھ ہی، میرے بار اور وقت بے وقت میری رفاقت کا حق ادا کرنے والے اور میری درگاہ کے خصوصی
افراد میں سے ہو یعنی تمہارا مقام و مرتبہ اخوت اسلامی سے بڑھ کر ہے اور اخوت اسلامی تو تمام اہل اسلام کو شامل
ہے۔ وَ اِخْوَانُنَا الَّذِينَ كُنَّا بَعْدُ ہمارے بھائی تو وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے (بعد میں پیدا
ہوں گے اور اسلام قبول کریں گے)۔

اس کے بعد صحابہ کرام نے ایک اور سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ کو اپنی امت کی شناخت کرنا ہوگی اور ان سے
ملنا ہوگا۔ تب ہی آپ ان کی شفاعت اور ان کی مدد و اعانت کر سکیں گے۔ فَقَالُوا اِخْوَانًا چنانچہ صحابہ کرام نے عرض کیا

کَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ كَذَبَتْ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - آپ کی امت سے جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے اور آپ نے ان کو دیکھا بھی نہیں یا رسول اللہ آپ انہیں کیسے پہچانیں گے۔ فَقَالَ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَ فَرَمَا أَرَيْتَ لَوَانِ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ - تم لوگ مجھے بتاؤ ایک شخص کے گھوڑے ہوں سفید چہروں اور سفید ہاتھ پاؤں والے بَيْنَ ظَهْرَيْنِ خَيْلٍ دُهُمٍ بُهْمٍ - یہ گھوڑے دوسرے لوگوں کے ایسے گھوڑوں کے درمیان ہوں جن کا رنگ خالص سیاہ ہو اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ کیا وہ شخص اپنے سفید رنگ چہروں اور ہاتھ پاؤں والے گھوڑوں کو ان خالص سیاہ رنگ والے گھوڑوں کے درمیان نہ پہچانے گا۔ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ - صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور پہچانے گا۔ قَالَ آپ نے فرمایا فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غَدًا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوَحْشِ - میری امت آٹنگ یعنی میدان قیامت میں وضو کے آثار کی برکت سے چمکتے ہوئے چہروں اور چمکتے ہوئے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اور میں اُن کو اس علامت و نشانی سے پہچان لوں گا۔ وَضُوءُ طَوَّافٍ وَضُوءُ طَوَّافٍ وَضُوءُ طَوَّافٍ - پھر آپ نے اپنی امت مرحومہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا دَا أَنَا نَزَّطُ لَهُمْ عَلَى الْحَوْضِ اور میں حوض پران سے پہلے پہنچوں گا تاکہ ان کے گناہوں کی مغفرت اور بارگاہ رب العزۃ میں ان کے لیے بلندی درجات کا بندوبست کروں۔ فَرَطُ فَاوْرَاكَ فَتَحَ كَ سَا تَحَا اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے جائے تاکہ منزل پر پہنچ کر گھوڑوں کی خوراک، ڈول، رسی اور کنویں کو پاک و صاف وغیرہ کام انجام دیتا ہے اسی مناسبت سے علی الحوض فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت بارگاہ رب العزۃ میں پہلے پہنچ کر امت کی بخشش کا ساز و سامان تیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت ملے گی۔ اور میں ہی پہلا شخص ہوں گا جسے سجدہ سے سرائٹھانے کی اجازت مرحمت ہوگی۔ میں اپنے سامنے بکھوں گا تو امتوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا میرے پیچھے بھی ایسا ہی ہوگا۔ میرے دائیں بھی ایسا ہی ہوگا، اور میرے بائیں بھی۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ حضرت نوح علیہ السلام سے بڑے اپنی امت کی مخلوق میں سے اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے

۲۷۸. وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَإِنْ نَظَرَ إِلَى مَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَاعْرِفْ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ وَمِنْ خَلْفِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ تَيْمِيْنِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ شَمَالِي مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيمَا بَيْنَ

نُوحٍ إِلَىٰ أُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَثَرِ
الْوُضُوءِ لَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ غَيْرُهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ
أَنَّهُمْ يُؤْتُونَ كُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ وَأَعْرِفُهُمْ
تَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ - (رَوَاهُ
أَحْمَدُ -

فرمایا وضو کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں چمکتی ہوں گی
میری امت کے سوا ایسا کوئی نہ ہوگا۔ اور میں اس سے بھی انہیں پہچانوں
گا کہ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھوں میں ان کو دیے جائیں
گے۔ اور میں انہیں پہچانوں گا کہ ان کی اولاد ان کے سامنے ددرتی
ہوگی۔ (احمد)

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب
سے پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن سجدے کا اذن ملے گا۔ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يُدْفَعَ رَأْسُهُ اور
میں پہلا شخص ہوں گا جسے سجدہ سے سر اٹھانے کا اذن ملے گا۔ اس حقیقت حال کی تشریح حدیث شفاعت سے ہوتی ہے
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھے عزت اور بارگاہِ صمدیت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ میں سر مبارک رکھیں گے
تو ایک ہفتہ سجدے میں پڑے رہیں گے۔ پھر حکیم الہی ہوگا اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر سجدے سے اٹھا۔ اسے میرے
محبوب مانگ جو مانگتا ہے تاکہ تجھے عطا کیا جائے اور کہہ جو کہنا چاہتا ہے تاکہ تیری بات سنی جائے۔ اس پر حضور سجدہ سے
سر اٹھائیں گے۔ اور زبان شفاعت اور دروازہ شفاعت کھولیں گے۔ جیسا کہ فرمایا فَاَنْظُرُوا إِلَى مَا بَيْنَ يَدَيْكَ تو
میں اپنے سامنے کھڑی مخلوق کو دیکھوں گا۔ نَاعِرْتُ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ۔ تو میں دوسری امتوں میں سے اپنی امت
کو پہچان لوں گا۔ وَمِنْ خَلْقِي مِثْلُ ذَٰلِكَ اور میں سامنے کی مخلوق کی طرح اپنے پیچھے بھی مخلوق دیکھوں گا۔ نَاعِرْتُ أُمَّتِي مِنْ
بَيْنِ الْأُمَمِ اسی طرح اپنے دائیں بھی دَمِنْ خَلْقِي مِثْلُ ذَٰلِكَ اور اپنے بائیں بھی مخلوق کا ہجوم دیکھوں گا۔ فَقَالَ
تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ یا رسول اللہ آپ گزشتہ امتوں کے
درمیان سے اپنی امت کو کیسے شناخت کریں گے۔ فَبَيْنَا بَيْنَ نُوْحٍ إِلَىٰ أُمَّتِكَ حضرت نوح سے اپنی امت تک کے
درمیان میں بڑی لمبی مدت اور بڑا فاصلہ ہے۔ حضرت نوح کی تخصیص اس لیے کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبروں میں زیادہ
شہرت حاصل ہے ورنہ نوح علیہ السلام سے پہلے بھی کئی امتیں گزر چکی ہیں۔ فَقَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے امتیوں کے چہرے اور ہاتھ و پاؤں وضو کے اثر و نشان سے چمکتے ہوں گے۔
لَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ خَيْرُهُمْ دوسری امتوں میں سے کوئی بھی اس صفت اور اس ہیئت و شکل پر نہ ہوگا۔ اگرچہ انہوں
نے بھی وضو کیا ہوگا، لیکن وضو کے اثر کے ظاہر ہونے کی فضیلت و بزرگی صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے لہذا اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی عبادت کے لیے وضو نہ تھا جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے وَأَعْرِفْهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتُونَ كِتَابًا بِأَيِّمَا نِهْمِ اور اس علامت سے بھی ان کو یعنی اپنی امت کو پہچانوں گا۔ کہ ان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ وَأَعْرِفْهُمْ تَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ اور میں اس علامت و نشانی سے بھی ان کو یعنی اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ کہ ان کی نابالغ اولاد ان کے آگے آگے چل رہی ہوگی اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو علامتیں یعنی اعمال نامے کا دائیں ہاتھ میں ملنا اور ان کی نابالغ اولاد کا ان کے آگے آگے چلنا بھی اس امت کا خاصہ ہے۔ تاہم علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ یہ دو صفات محض مدح کے لیے بیان فرمائیں فرق و امتیاز بیان کرنے کے لیے نہیں۔ واللہ اعلم۔ اس حدیث کو احمد نے روایت کیا۔

بَابُ مَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ

یہ باب ہے ان چیزوں کے بیان میں جن سے وضو لازم ہوتا ہے

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے وضو لازم و واجب ہوتا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو سابقہ وضو کو توڑ دیتی ہیں اور نیا وضو لازم کر دیتی ہیں۔ وضو کا موجب و سبب اگرچہ فی الحقیقت نماز کا ارادہ ہے جو نماز کے قیام سے ملا ہوتا ہے۔ لیکن وضو توڑنے والی چیزوں کو بھی وضو لازم کرتی والی اشیاء قرار دینا درست ہے اس وجہ کے اعتبار سے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

فَصْلٌ أَوَّلُ

۲۷۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَتَوَضَّأَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے وضو آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَتَوَضَّأَ

اُحَدَّثَ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو اس کی نماز قبول اور درست نہیں ہوتی، حَتَّى يَتَوَضَّأَ جب تک کہ نیا وضو نہ کرے۔ یہ مسئلہ اس کے لیے ہے جس کے

پاس پانی موجود ہو اور اگر پانی میسر نہ ہو تو مٹی کے ساتھ تمیم کرے۔ اور اگر پانی نہ ہو اور مٹی بھی میسر نہ آئے اور ان کے استعمال کی قدرت نہ ہو تو ایسے شخص کو فاقد الطہورین (دونوں قسم کی طہارت سے محروم انسان) کہتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ایسی صورت میں وضو تمیم کے بغیر ہی نماز ادا کرے تاکہ وقت نماز کی عزت و حرمت برقرار رکھ سکے اور اگر پانی یا خاک میسر آنے سے پیشتر اس کی موت واقع ہو جائے اور نماز ادا نہ کر سکا ہو تو گناہ کار نہ ہوگا۔ اور اگر وقت مل گیا تو نماز قضا کرے یہی مختار و پسندیدہ قول ہے اور بعض کے نزدیک ایسے وقت میں نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک نماز ادا کرنے کے بعد پانی یا مٹی میسر آنے پر قضا کرے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا۔

۲۸۰ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور نہ مال حرام سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔

(مسلم)
وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوٍ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے طہارت نماز قبول نہیں ہوتی۔ نہ صدقہ من غلول اور نہ مال حرام سے صدقہ قبول ہوتا ہے غلول کا استعمال زیادہ تر غنیمت میں خیانت کے لیے ہوتا ہے اور مطلق خیانت کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۲۸۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ أَسْتَجِيبُ أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْقِدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْسِلُ ذِكْرَهُ وَيَتَوَضَّأُ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں بہت مذی والا مرد تھا۔ مجھے شرم آتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں کیونکہ آپ کی بیٹی (فاطمہ) میرے نکاح میں تھی۔ میں نے مقدار کو حکم دیا انہوں نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا (مرت مذی خارج ہونے کی صورت میں) اپنا آلہ ناسل دھوے اور وضو کر لے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً امِيرًا لِمُؤْمِنِينَ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں وہ شخص تھا جسے مذی بہت زیادہ خارج ہوتی ہے۔ مذی میم کی فتح ذال کے سکون اور یا کی تشدید کے ساتھ۔ اس

دھونا مراد ہے۔ اور یہ سنت ہے اور اسے کھانے کا وضو کہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ نماز والا وضو ہی مراد ہے اس صورت میں یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں قَالَ الشَّيْخُ الْإِسْلَامُ الْأَجَلِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا مَنْسُوخٌ بِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْخِ إِمَامِ أَجَلٍ مُحَمَّدِ بْنِ السُّنْتِ صَاحِبِ مَصَابِيحٍ نَعَى شَرْحَ سُنَنِ فِيهِ فَرَمَا يَكْرَهُ حَدِيثَ جَوْاگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ایک دوسری حدیث سے منسوخ ہے جسے ابوداؤد و ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جیسا کہ اس باب کی فصل ثانی کے آخر میں آ رہا ہے کہ قَالَ إِنْ دَسَّوْا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَثْفٌ شَايَةً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے بازو کا گوشت تناول فرمایا ثُمَّ صَلَّى دَلِمَ يَتَوَضَّأُ۔ پھر نماز ادا کی اور وضو نہ کیا۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی منسوخ ہے جو فصل مذکور کے آخر میں آ رہی ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں میں نے بھنی ہوئی ایک پسلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی آپ نے اسے تناول فرمایا اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی اور وضو نہ کیا۔

اور اس حدیث کا منسوخ ہونا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ سے
 بکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا ترک کر دیا تھا۔ بہت صریح اور مفید ہے کہ اس میں بعد میں وضو ترک کر دینا صاف
 مذکور ہے۔ اور حدیث ابن عباس دام سلمہ رضی اللہ عنہما میں واضح طور پر معلوم و متیقن نہیں ہے۔ اس حدیث کو بخاری و
 مسلم نے روایت کیا۔

٢٨٣ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا
سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَوَضَأَ
مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ
شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ أَنْتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ
قَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ قَالَ أَصَلِّي فِي
مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَصَلِّي فِي مَبَارِئِ
الْإِبِلِ قَالَ لَا - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، بکریوں کا گوشت کھانے کے بعد ہم وضو کیا کریں۔ فرمایا جا ہے تو کر چاہے نہ کر اس شخص نے کہا ہم ادنٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ فرمایا ہاں ادنٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کر۔ اس شخص نے کہا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں فرمایا ہاں پڑھ لے۔ اس شخص نے کہا ادنٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں فرمایا نہ۔ (مسلم)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّكَ مَشْهُورٌ صَحَابِي هِيَ - حَضْرَتُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَيْ بَحَابِجِي هِيَ اَن
كَيْ وَاَلِدِ صَحَابِي هِيَ كُوفَهْ هِيَ رَهَائِشِ اَخْتِيَارِ كِي - ٢٧ هجری میں وفات پائی اور كها گیا هے ٢٨ هجری میں انتقال فرمایا۔ اَن رَجُلًا

سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اَنْتَوَضَا مِنْ لَحْمِ النِّعَمِ کہ ہم لوگ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ چاہے تو وضو کر لیا کو چاہے تو نہ کر لیا۔ قَالَ اس شخص نے دریافت کیا اَنْتَوَضَا مِنْ لَحْمِ الْاِذِلِ کیا ہم لوگ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ قَالَ لِنِعَمِ فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کر لیا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس حدیث کی بنا پر اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر باقی تین ائمہ (امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک رضی اللہ عنہم) کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے یا وضو سے اس کا لغوی معنی (ہاتھ منہ دھونا) مراد ہے۔ جیسا کہ گزشتہ مذکور ہوا۔

سوال: لغوی معنی کی صورت میں اونٹ کے گوشت اور بکری کے گوشت میں کیا فرق ہے جبکہ چکناہٹ جو وضو کا سبب ہے دونوں میں موجود ہے لہذا اونٹ کے گوشت سے تو وضو لازم ہو جائے مگر بکری کا گوشت کھانے سے وضو لازم نہ ہو حالانکہ علت دونوں میں مشترک ہے اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنے کا حکم اس لیے ہو کہ اونٹ کے گوشت میں قدرے بدبو پائی جاتی ہے مگر بکری کے گوشت میں بدبو نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

قَالَ اس شخص نے پھر سوال کیا اُصَلِّي فِي مَوَاضِعِ النِّعَمِ کیا بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ نماز پڑھ لیا کروں۔ قَالَ آپ نے فرمایا ہاں پڑھ لیا کہ قَالَ اُصَلِّي فِي مَبَارِكِ الْاِذِلِ اس شخص نے عرض کیا اونٹوں کی نشست گاہ میں نماز پڑھ لیا کروں۔ فرمایا اس میں نماز نہ پڑھو۔ علماء نے کہا ہے کہ اونٹ کی نشست گاہ میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہ دینا کراہت تنزیہی پر مبنی ہے۔ کراہت کی علت وجہ اس وقت تشویش اور عدم سکون کا اندیشہ اور حضور قلب کا فقدان ہے کہ اونٹ اِدْھَر اِدْھَر بھاگتے اور اچھلتے کودتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس بکریاں سکون و آرام سے کھڑی رہتی ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ ایک روایت میں آیا ہے اونٹوں کی نشست گاہ میں نماز ادا نہ کرو کہ اونٹ شیاطین میں سے ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر اونٹ کی کوہان پر شیطان ہوتا ہے یہ بھی ایک روایت میں وارد ہے کہ سیاہ کناکتوں کا شیطان ہے اور اونٹ چار پاؤں کا شیطان ہے۔ اور بکریوں کی نشست گاہ میں نماز پڑھ لیا کہ بکریاں برکت ہی برکت ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بھی آیا

۱۵ مَوَاضِعَ جَمْعُ مَوَاضِعَ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ (مرقاۃ)۔

۱۶ مَبَارِكُ مَبْرُكٌ کی جمع اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (مرقاۃ)۔

ہے کہ بکریاں جنت کے چار پاؤں میں سے ہیں۔

۲۸۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور شک میں پڑ جائے کہ پیٹ سے کوئی چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں تو مسجد سے نہ نکلے جب تک کہ آواز نہ سنے یا ابو محسوس نہ کرے۔ (مسلم)

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدَكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخْرَجَ مِنْهُ شَيْئًا أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۸۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدَكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَشَكَلَ عَلَيْهِ أَخْرَجَ مِنْهُ شَيْئًا أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب پیٹ میں کوئی چیز (ہوا کی گردش اور اس کا دباؤ) محسوس کرے فاشکل علیہ اخراج منه شیئاً اَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں فلا یخرجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

باہر آنا وضو لازم ہونے کے باعث ہوتا ہے۔ اس ارشاد میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مومن کی نماز اور اس کی جائے آرام مسجد ہی ہونی چاہیئے۔ یعنی اس کا زیادہ وقت مسجد میں ہی گزرنا چاہیئے۔ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

یا ہوا کا خارج ہونا اسے محسوس نہ ہو یہ غالب اور اکثر اوقات کے لحاظ سے ہے۔ اصل مقصد ہوا کے خارج ہونے کا یقین ہے۔ ہوا کی آواز نہ سنے یا نہ سنے اور بو آئے یا نہ آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے وضو کیا ہو اور اس کے ٹوٹنے میں شبہ واقع ہو گیا ہو تو نئے وضو کی ضرورت نہ ہوگی کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تاہم یہ رعایت اصل جواز کے اعتبار سے ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نیا وضو کر لینے کی احتیاط کرنا بہتر ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۲۸۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسْمًا۔ مَثَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا پھر کلی کی اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

دَعْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ فَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسْمًا۔ مَثَقٌ عَلَيْهِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا تو اس کے بعد کلی کی و قَالَ إِنَّ لَهُ دَسْمًا۔ مَثَقٌ عَلَيْهِ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز

منہ میں چکناہٹ پیدا کرے یا اس کا کچھ حصہ منہ میں باقی ہو اور اس امر کا اندیشہ ہو کہ یہ نیچے پیٹ میں اتر جائے گا۔ اگرچہ وہ اتنا قلیل ہو کہ اس سے قرأت میں رکاوٹ پیدا نہ ہو تو بھی اس سے منہ صاف کر لینا مستحب ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

۲۸۶ وَعَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے چند نمازیں ادا فرمائیں۔ اور اپنے دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نے آج وہ کام کیا ہے جو آپ پہلے نہ کرتے تھے فرمایا۔ اے عمر میں نے یہ کام دانستہ کیا ہے۔ (مسلم)

دَعْنُ بُرَيْدَةَ بِفَهْمٍ بِالْفَتْحِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ يَأْتِي بِأَنَّكُمْ اسْلَمْتُمْ لَنَا غَزْوَهُ فِي شَرْيَاكَ نَهْمُكُمْ - آپ کو بیعت رضوان کی سعادت حاصل ہوئی۔ غزوہ خیبر میں شامل تھے مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف سفر ہجرت کے دوران راستے میں آپ اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گاری کے سلسلے میں آپ نے بہت سی مساعی جلیلہ بروئے کار لائیں۔ آپ کے باقی حالات دوسری جگہ میں تحریر ہو چکے ہیں۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ - یہ حضرت بريدہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے چند نمازیں ادا کیں۔ ایک روایت میں پانچ نمازوں کی تصریح آئی ہے۔ دَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بیشک آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے۔ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ فرمایا اے عمر میں نے یہ کام دانستہ کیا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے تھے۔ صرف فتح مکہ کے دن تعلیم امت کے لیے آپ نے چند نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ بعض نے یوں فرمایا ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرنا آپ پر فرض تھا مگر یہ چیز مشقت کا باعث تھی اس کے بجائے آپ کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیا گیا اور ہر نماز کے لیے تازہ وضو کا حکم واپس لے لیا گیا، سوائے بے وضو ہونے کی حالت کے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْآخِرَةِ کے مطابق اولاً تمام مسلمانوں پر ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کا حکم تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا مگر سورہ مائدہ کے احکام میں نسخ تسلیم کرنا قابل بحث بات ہے واللہ اعلم

۲۸۶. وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصُّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَاجِ فَلَمْ يُؤْتِ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرِيهِ فَتَرْتِي فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضَضَ وَمَضَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت سويد بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک یہ خیبر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ صحابہ کرام موضع صہبہ میں جو خیبر کے نزدیک ہے پہنچ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر ادا فرمائی پھر آپ نے کھانے کی چیزیں طلب فرمائیں تو آپ کی خدمت میں مرت ستو پیش کیے گئے۔ آپ نے ان کے گھونٹے کا حکم دیا وہ گھولے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائے اور ہم نے بھی کھائے پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے اٹھے۔ آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی پھر آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا۔ (بخاری)

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ سُوَيْدُ بْنُ نَمْلٍ وَفَتْحٌ وَادُّ نَعْمَانُ بَعْضُهُ لَوْنٌ - آپ انصاری صحابی ہیں۔ بیعت الرضوان اور غزوہ احد میں موجود تھے اور بعد کے تمام غزوات میں بھی شامل تھے۔ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی روایت کردہ احادیث بھی اہل مدینہ میں مشہور و معروف ہیں۔ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت سويد بن النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ عَامَ خَيْبَرَ غزوہ خیبر کے سال حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصُّهْبَاءِ یہاں تک کہ جب مقام صہبہ میں پہنچے صبا بفتح با مہملہ سکون ہا و تہ۔ دَهِى مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صہبہ خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ صَلَّى الْعَصْرَ وہاں آپ نے نماز عصر ادا کی ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَاجِ۔ پھر آپ نے کھانے پینے کی چیز طلب کی فَلَمْ يُؤْتِ إِلَّا بِالسَّوِيقِ۔ تو آپ کی خدمت میں ستو کے سوا کوئی چیز پیش نہ کی گئی۔ فَأَمَرِيهِ فَتَرْتِي آپ نے ان کے بھگوانے کا حکم دیا تو انہیں بھگوانا گیا۔ فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا۔ تو حضور نے بھی کھایا اور ہم نے بھی ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے فَمَضَضَ وَمَضَضْنَا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی اور ہم نے بھی ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ پھر آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا اور آپ کی پیروی میں ہم نے بھی وضو نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم و واجب نہیں ہوتا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ

۳۸۸. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ
أَوْ رِيحٍ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
صلى اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو فرض نہیں ہوتا مگر آواز آنے یا بو محسوس
کرنے سے۔ (احمد و ترمذی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيحٍ
حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو لازم نہیں ہوتا مگر آواز یا
ہوا سے۔ یعنی پیٹ میں فحض مردہ پھرنے سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ حاشیہ میں مذکور ہے کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ
علیہ کے نزدیک پیٹ میں مردہ پھرنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر یہ قول کتاب خرقی اور اس کی شرح میں جو امام احمد
علیہ الرحمۃ کے مذہب کی سب سے جامع اور کامل کتاب ہے، موجود نہیں ہے۔ اسے احمد اور ترمذی نے
روایت کیا۔

۲۸۹. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ
الْوُضُوءُ وَ مِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا
مذی سے وضو اور منی سے غسل لازم آتا ہے۔ (ترمذی)

دَعْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا عَنِ الْمَذْيِ مذی کا حکم فقَالَ مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ وَ مِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مذی سے وضو واجب ہوتا ہے اور منی سے غسل۔ مگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے منی کا حکم دریافت نہیں کیا تھا مگر حضور علیہ السلام نے مذی کے حکم کی مناسبت اور اس بنا پر کہ اس سے منی کے
حکم میں اشتباہ لاحق نہ ہو، منی کا حکم بھی بیان فرمادیا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ فصل اول میں گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرم کے باعث خود یہ مسئلہ حضور سے
دریافت نہ کیا تھا بلکہ اس کے لیے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ حضور علیہ السلام سے دریافت کریں۔ پس اس
حدیث میں سوال کی نسبت اپنی طرف کرنا مجاز ہے یا آپ نے خود یہ سوال کسی دوسرے وقت میں کیا واللہ اعلم۔ اسے
ترمذی نے روایت کیا۔

۲۹۰. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّي
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَ
تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ
انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز کی چابی وضو، اس کی تحریم، تکبیر
اور اس کی تحلیل سلام ہے۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور رمی،

رَوَاكَ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ -

نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے اسے حضرت علی اور ابو سعید
سے روایت کیا۔

دَعْنَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهْرَةُ - انہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کی چابی طہارت ہے یعنی جس چیز سے نماز کا دروازہ
کھلتا اور اس میں داخل ہونا میسر آتا ہے وہ طہارت اور وضو ہے۔ دَخَلْنَاهَا التَّكْبِيرُ - اور وہ چیز جس سے نماز کے
علاوہ ہر چیز حرام ہو جاتی ہے تکبیر ہے۔ اسے تکبیر تحریمہ بھی اسی معنی میں کہتے ہیں جیسے حج کے لیے احرام باندھتے ہیں اور اس کے
ساتھ بہت سی وہ چیزیں جو حلال ہوتی ہیں حرام ہو جاتی ہیں۔ دَخَلْنَاهَا التَّسْلِيمُ - اور جس سے نماز سے باہر آتے ہیں
اور حرام شدہ کام حلال ہو جاتے ہیں سلام ہے جس طرح محرم کے لیے کہ جب احرام کھولتا ہے تو حرام شدہ چیزیں
حلال ہو جاتی ہیں۔

اس حدیث کی بنا پر امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہ سلام کو نماز کے فرائض میں شامل کرتے ہیں کہ ظاہر الفاظ
سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے باہر آنا سلام کے بغیر نہیں ہو سکتا مگر احناف کے نزدیک السلام علیکم ورحمۃ اللہ کننا فرض نہیں
بلکہ واجب اور واجب کا حکم یہ ہے کہ اگر عداً اسے ترک کر دیا جائے تو نماز ہو تو جاتی ہے مگر ناقص ہوتی ہے اور بھول کر
ترک کر دے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ اور فرض وہ ہوتا ہے جس کے ترک سے نماز بالکل ہوتی ہی نہیں۔ احناف کی
دلیل اعرابی کی وہ حدیث ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی مگر اس میں سلام کا ذکر نہ کیا۔ اگر سلام فرض ہوتا
تو حضور ضرور اس کا بھی ذکر فرماتے۔ اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، اور دارمی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
اور ابن ماجہ نے بھی ان سے اور حضرت ابو سعید سے اسے روایت کیا۔

۲۹۱. وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَسَأَ أَحَدُكُمْ
فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي إِعْجَازِهِنَّ -
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ -

حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی ہوا خارج
ہو جائے تو وضو کرے اور نہ آؤ عورتوں کے پاس (ان سے جماع نہ
کر) ان کے پیچھے سے۔ (ترمذی۔ ابو داؤد)

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ طَلِقَ بَفْعٍ طَادَ سَكُونُ لَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ جو
صحابہ کرام میں سے ہیں اسے روایت ہے علماء نے کہا ہے کہ ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ بعض نسخوں میں طلحہ بن
علی آیا ہے اور ان سے خود ایک دوسری حدیث بھی اس فصل میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِذَا فَسَأَ

أَحَدُكُمْ جَبْتُمْ مِمَّنْ سَمِعَ كَيْفَ هُوَ خَارِجٌ هُوَ جَائٍ فَلْيَتَوَضَّأْ تَوَضُّعًا كَمَا تَوَضَّأُ النَّسَاءُ فِي أَنْجَازِ هَيْئَةٍ أَوْ عَوْرَتَيْنِ
کے پاس نہ آؤ اور ان سے جماع نہ کرو ان کے دُبر (پاخانہ کی جگہ سے) اُنْجَاز بفتح عین وضم جیم ہر چیز کا پچھلا حصہ یہاں
دبر مراد ہے جب آپ نے دبر سے ہوا خارج ہونے کا ذکر فرمایا جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ساتھ اس چیز کا بھی
ذکر کر دیا جو اعمال بد میں غلیظ تر اور شدید تر ہے اس امر پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ جب ہوا خارج ہونے کی پلیدی قرب الہی
کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے تو غلیظ اور شدید تر نجاست و پلیدی اس راستے میں کس قدر رکاوٹ بنے گی۔ اسے ترمذی
اور ابوداؤد نے روایت کیا۔

۲۹۲. وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا
الْعَيْنَانِ وَكَأْسُ السَّهْ فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنُ
اسْتَطْلَقَ الْوُكَاؤُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیشک
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سرین کو بند رکھنے والی چیز دونوں
آنکھیں ہیں جب آدمی سو گیا تو یہ بند کھل گیا۔ (وضو ٹوٹ گیا)
(دارمی)

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُفْيَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا الْعَيْنَانِ وَكَأْسُ السَّهْ - حضرت
معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منہیں ہیں دونوں آنکھیں مگر دُبر
(جائے پاخانہ) کے منہ کے لیے ڈھکنا و کُکس و اوڑھ چیز جس چیز سے مشک وغیرہ کا منہ بند کرتے ہیں۔ نہ سین کے فتح اور
ضمہ اور تخفیف ہا کے ساتھ جائے پاخانہ کا حلقہ مطلب اور مقصود یہ ہے کہ جب تک ان جاگتا رہتا ہے گویا اس کی جائے پاخانہ
کا منہ مضبوطی سے بند رہتا ہے اور اس سے ہوا خارج نہیں ہوتی اور جب سو گیا تو بندش ختم ہو گئی اور ہوا خارج ہونا شروع
ہو جاتی ہے جیسا کہ فرمایا فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنُ اسْتَطْلَقَ الْوُكَاؤُ جب آنکھ سو گئی تو ڈھکنا کھل گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا
ہے کہ تکیہ لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کہ یہ حالت جائے پاخانہ کے ڈھیلہ ہونے اور اس کے ضبط نہ کرنے کا
سبب ہے بخلاف نیند کی دوسری حالتوں کے جیسے بیٹھے ہوئے یا رکوع یا سجدہ مسنون کی حالت میں سونا کہ ان حالتوں میں
مقعد (سوزن) اپنی جگہ پر مضبوطی سے قائم رہتی ہے اسے دارمی نے روایت کیا۔

۲۹۳. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأْسُ السَّهْ الْعَيْنَانِ
فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ
الشَّيْخُ الْإِسْلَامُ مُجِيبُ السُّئَالِ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوزن کو بند رکھنے والی دو آنکھیں ہیں جب
آدمی سو گیا تو وضو کرے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ شیخ امام
محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حکم اس کے لیے ہے جو بیٹھے بیٹھے

فِي غَيْرِ الْقَاعِدِ لِمَا صَحَّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ
حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ يَأْمُرُونَ
بِدَلٍّ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ

نہ سو جائے۔ کیونکہ حضرت انس سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز عشاء کی انتظار میں بیٹھے رہتے تھے یہاں تک
کہ ان کے سر نیند سے جھک جاتے تھے پھر وہ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے
اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسے ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا مگر ترمذی نے
یَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ کی جگہ یَاْمُرُونَ کا لفظ ذکر کیا۔

دَعْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَمُّ السَّهْلِ الْعَيْنَانِ - حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جائے پاخانہ کا ڈھکنا آنکھیں ہیں فَمَنْ نَامَ فَلَيْتَوَضَّأَ - تو جو سو گیا وہ وضو کرے
اسے ابو داؤد نے روایت کیا قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ السُّنَنِي رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا فِي غَيْرِ الْقَاعِدِ شَيْخُ الْإِسْلَامِ مُحَمَّدُ بْنُ
فَرَايِبٍ کہ یہ حکم نہ بیٹھے ہوئے آدمی کے لیے ہے۔ یعنی یہ اس سونے والے شخص کا حکم ہے جو بیٹھنے کی حالت میں نیند میں
نہ چلا جائے لِمَا صَحَّ عَنْ أَنَسٍ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ مروی ہے قَالَ
كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهَيْئَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهَيْئَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهَيْئَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
میں بیٹھے رہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور نماز ادا کی جائے۔ اس حالت انتظار میں نیند ان پر غالب
آجاتی تھی۔ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ یہاں تک کہ ان کے سر ان کے سینوں پر گر پڑتے تھے۔ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ۔
پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ بیٹھے میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس حدیث میں بیٹھے میں سو جانے
والے کی تخصیص اور اس کی نیند کی استثناء کی وجہ بھی معلوم ہوئی اس کے سوا نیند کی وہ تمام حالتیں جن میں سرین اپنی جگہ پر
ٹھیک رہتے ہیں بھی اسی پر قیاس کی گئی ہیں یا ان میں وضو نہ ٹوٹنے کا حکم دوسری احادیث سے ثابت ہے اسے ابو داؤد و
ترمذی نے روایت کیا إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ يَأْمُرُونَ بِدَلٍّ مَّا تَفَرَّقَ بِهِ کہ ترمذی نے اس حدیث میں اس اگلی عبارت
يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ کے بجائے لَفْظَ يَأْمُرُونَ بِدَلٍّ مَّا تَفَرَّقَ بِهِ کی جگہ اس عبارت اور لَفْظَ يَأْمُرُونَ
کا معنی ایک ہی ہے یعنی سو جاتے تھے۔

۲۹۴ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْوُضُوءَ عَلَى مَنْ نَامَ
مُضْطَجِعًا فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرَحَّتْ مَفَاصِلُهُ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھواں شخص پر لازم آتا ہے جو لیٹ کر سو جائے کیونکہ
جب وہ اس حالت میں سو جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں
(ترمذی ابو داؤد)

وَرَوَاكَ النَّسَائِيُّ عَنْ بُسْرَةَ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ
لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا شَيْءٌ۔

چیز حائل نہ ہو تو وہ وضو کرے۔ اسے شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ نسائی نے اسے بڑھ سے روایت کیا مگر اس نے یس بنیہ و بیضاشی کا ذکر نہیں کیا۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَاحِبِ الرَّجُلِ ذَكَرَ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ
روایت ہے حضرت طلق بن علی سے جو علی بن طلق کے بیٹے ہیں جن کا ایک گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا۔ ان دونوں ناموں کے درمیان جو اشتباہ پایا جاتا ہے اس کا ازالہ بھی کر دیا گیا۔ ان حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وضو کرنے کے بعد آدمی اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ لگائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ قَالَ دَهْلٌ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِنْهُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آلہ تناسل بھی بندے کے جسم کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔ ایک روایت میں منہ کے بجائے منک آیا ہے اور ترمذی کی روایت میں إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ أَوْ بَضْعَةٌ بطریق شک راوی آیا ہے مُضْغَةٌ بروزن لقمہ گوشت کا اتنا ٹکڑا جو چبایا جائے۔ بضعہ بفتح با و کسرہ با بھی گوشت کے ٹکڑے کے معنی میں آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں بضعہ مُضْغَةٌ سے کچھ بڑے ٹکڑے کو کہتے ہیں غرض ارشاد نبوی کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ آلہ تناسل کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جس طرح دوسرے اعضا کو چھونے سے نہیں ٹوٹتا۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی اسی کی مانند روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ آلہ تناسل کو چھونے سے وضو کا ٹوٹنا علمائے مذہب کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ صحابہ کرام سے بھی اختلاف منقول ہے اور اس بارے میں احادیث بھی مختلف آئی ہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد اس صورت میں وضو ٹوٹ جانے کے قائل ہیں بلکہ امام احمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک مطلق شرمگاہ، آلہ تناسل ہو یا جائے پاخانہ یا عورت کی شرمگاہ ہوا ان سب کے لمس کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام مالک کے مذہب میں عورت کی شرمگاہ لمس کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے میں اختلاف ہے اور امام شافعی کے نزدیک ہاتھ کی ہتھیلی آلہ تناسل کو لگ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور امام احمد سے ایک روایت میں مس ذکر سے وضو کرنا مستحب ہے نہ کہ واجب۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس جماعت آئمہ کی دلیل حضرت بسرہ کی یہ حدیث اور بہت سے صحابہ کرام کا عمل ہے جسے موطا میں امام مالک نے روایت کیا ہے۔ احناف کی دلیل قیس بن طلق بن علی کی حدیث ہے جسے مسند ابو حنیفہ میں ایوب بن عقبہ قاضی بیامہ سے اس نے قیس بن علی سے اس نے اپنے باپ سے (جس کا ذکر متن میں گزرا) سے اور شہنی نے شرح معانی الآثار طحاوی سے نقل کی کہ قیس بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے علم میں کوئی صحابی ایسا نہیں جس نے لمس ذکر سے وضو ٹوٹنے کا فتویٰ دیا ہو سوائے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے اس فتویٰ میں اکثر صحابہ کی مخالفت کی ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے موٹا میں سلف سے اس بارے میں آثار کثیرہ روایت کیے ہیں اور مسند حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میں حضرت علی حضرت عمار اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ روایت موجود ہے کہ ان حضرات صحابہ نے فرمایا کہ ہم لوگ اس میں کوئی فرق نہیں سمجھتے کہ اپنی ناک کو ہاتھ لگائیں یا اپنے آلہ تناسل کو یعنی دونوں عضو گوشت کے ٹکڑے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ اے مخاطب اگر تو اپنے آلہ تناسل کو نجس جانتا ہے تو اسے کاٹ دے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت آئی ہے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود، حذیفہ بن السلیمان، عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح وغیرہم تابعین رضوان اللہ علیہم سب مذکورہ حضرات کا یہی مذہب ہے کہ منس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ پس اس بارے میں احادیث کا آپس میں مختلف ہونا نسخ کی بنا پر ہے۔ اصناف کے مخالفین کہتے ہیں کہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو حنیفہ کی دلیل ہے منسوخ ہے جیسا کہ مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قَالَ الشَّيْخُ إِلَّا مَا مُمْحِي السُّنَّةِ هَذَا مَنسُوخٌ یعنی شیخ امام محی السننہ نے کہا کہ طلق بن علی کی یہ حدیث منسوخ ہے لِأَنَّ أَبَاهُ يُدْعَى أَسْلَمَ بَعْدَ تَدْوِمِ طَلْقٍ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے کے بعد اسلام لائے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سن ۳۷ھ میں غزوہ بدر کے موقع پر اسلام قبول کیا اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ ابتداءً ہجرت کے وقت تعمیر مسجد نبوی کے دوران حاضر خدمت ہوئے تھے اس بنا پر حضرت ابو ہریرہ کا سماع لازماً طلق کے سماع کے بعد ہوا ہے وَقَدْ رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور بیشک حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے قَالَ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِذَا أَفْضَى أَحَدُكُمْ يَدَهُ إِلَى ذَكَرِهِ حَبِيبُ تَمِّمِ سَے کوئی شخص اپنا ہاتھ آلہ تناسل تک لے جائے لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمَا۔ اس حال میں کہ اس کے ہاتھ اور آلہ تناسل کے درمیان کوئی چیز (کپڑا وغیرہ) حائل نہ ہو فَلْيَتَوَضَّأْ تَوَضُّعًا تو چاہیئے کہ وضو کرے اسے شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ اور نسائی نے اس روایت کو بصرہ بنت صفوان سے روایت کیا۔ إِلَّا آلَهُ لَمْ يَذْكُرْ مگر نسائی نے لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمَا کی عبارت ذکر نہیں کی۔ یہ شافعی حضرات کے مذہب کا بیان ہے۔ اخاف رحمہم اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ محض اتنی سی بات سے کہ طلق بن علی حضرت ابو ہریرہ سے پہلے اسلام لائے۔ اس امر کا یقین نہیں ہوتا کہ طلق کا سماع بھی ابو ہریرہ کے سماع سے مقدم ہے۔ الا یہ کہ طلق کی وفات بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی وفات سے پہلے ثابت ہو جائے۔ یا یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت طلق اپنے وطن واپس جانے کے بعد پھر حضور کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں۔ لہذا عین ممکن ہے کہ طلق کا سماع

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سماع کے بعد ہوا اس صورت میں طلق کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی ناسخ ہوگی نہ اس کا عکس۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی نہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ بلکہ یوں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ حضور کا یہ قول مبارک آپ نے کسی دوسرے صحابی سے سنا ہو۔ جس نے طلق کی حدیث سے یہ قول مبارک پہلے سنا ہو۔ اس قسم کی صورت حال بہت سی احادیث میں پائی جاتی ہے۔ ایسی روایات کو مراسیل صحابہ کہتے ہیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں بعض لوگوں نے راوی کے تاخر اسلام کو نسخ کا قرینہ قرار دیا ہے۔ ان کے اس قول کو ہماری مذکورہ تحقیق رد کرتی ہے۔

۲۹۷ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يَحِيثُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا بِحَالِ إِسْنَادٍ عُرُوَّةٍ عَنْ عَائِشَةَ وَأَيْضًا إِسْنَادُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْهَا وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا مُرْسَلٌ وَإِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ عَائِشَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کو بوسہ دیتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے اسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا۔ اس حدیث عروۃ از عائشہ کی حالت سند کے اعتبار سے ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح نہیں نیز ابراہیم التیمی کا اسناد حضرت عائشہ سے صحیح نہیں۔ اور ابو داؤد نے کہا یہ حدیث مرسل ہے۔ اور ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ سے نہیں سنا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ حَضْرَتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنی بعض بیویوں کو چوم لیتے تھے۔ ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ازواج کے لفظ سے حضرت عائشہ اپنی ذات مراد لیتی تھیں۔ تَوَضَّأْتُ وَلَا يَتَوَضَّأُ مِمَّا مِمَّا پھر آپ نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی احناف اور دوسرے ائمہ دین میں مختلف فیہ ہے کہ ہاتھ سے عورت کے جسم کو چھونا وضو کو توڑتا ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) فرماتے ہیں اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے شہوت کے ساتھ مس کرے یا بلا شہوت، اپنی عورت کو چھوئے یا اجنبی کو۔ اس تفصیل کے مطابق جو ان ائمہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ البتہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اجنبی عورت کو چھونے میں وضو ٹوٹنے کی شرط یہ ہے کہ دونوں مرد و عورت بالغ ہوں نابالغ نہ ہوں۔ اور حنفیہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان ائمہ ثلاثہ کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے اَدْلَامَسْتُمْ

ایسکا ریا تم عورتوں کو چھو لو) لیکن ہمارے نزدیک لمس سے مراد جماع ہے جیسا کہ کتب تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے۔ نیز ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو صحیحین میں مذکور ہے کہ رات کی نماز (تہجد) کے وقت جب آپ بستر سے بیدار ہوتے ہیں اس وقت سوئی ہوتی تھی اور میرے دونوں پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ پر ہوتے تھے جب آپ سجدہ میں جانے لگتے تھے تو میرے پاؤں ہٹاتے تھے اور میں بھی اپنے پاؤں کھینچ لیتی تھی۔ اور جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو میں پھر اپنے پاؤں آپ کے سجدہ کی جگہ میں پھیلا لیتی تھی۔ آپ پھر ہٹاتے تھے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ پاؤں پیچھے ہٹانے میں ان سے ہاتھ چھوتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ عورت کو مس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث جو یہاں مذکور ہے اسے حضرت عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔ شافعی حضرات کو اس حدیث میں کلام (اعتراض) ہے۔ جیسا کہ مولانا صاحب مشکوٰۃ نے کہا ہے دَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا بِحَالِ إِسْنَادِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ۔ یعنی اس حدیث کا اسناد جسے عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں حبیب بن ثابت کی روایت ہے اور حبیب بن ثابت کا سماع حضرت عروہ سے ثابت نہیں۔ مؤلف کی عبارت سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ عروہ کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عروہ کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشہور و ثابت اور متحقق ہے۔ اور یہ معنی ترمذی کی جامع میں نظر کرنے سے بالکل ظاہر ہے جیسا کہ ہم نے شرح میں نقل کیا ہے۔ اور اس حدیث کو ابراہیم تیمی نے جو زائد عالم اور تابعین میں ثقہ لوگوں سے ہوئے ہیں، نے بھی حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔ مگر ترمذی نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اَيْضًا إِسْنَادُ ابْنِ أَبِي هَيْمَةَ يَتَّبِعُ عَنْهَا یعنی ابو ہنری ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ سے روایت کرنا بھی درست اور صحیح نہیں دَقَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا مُرْسَلٌ وَأَبُو هَيْمَةَ التِّمِّيُّ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ عَائِشَةَ یعنی ابو داؤد نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس بنا پر کہ اسے ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس کا حضرت عائشہ سے سماع ثابت نہیں۔ اس کلام و اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مرسل حدیث بھی ہمارے ہاں مقبول و معتبر ہے۔ لہذا اس پر اعتراض ٹھیک نہیں۔ جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا ایک بازو تناول فرمایا۔ پھر ایک ٹاٹ سے جواب کے نیچے تھا، دست مبارک صاف کیا پھر آپ کھڑے

۲۹۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِمَسْحٍ كَانَ تَحْتَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَوَاهُ

أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ.

ہم نے اور نماز ادا فرمائی۔
(البردادر، ابن ماجہ)

دَعْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شانے کا گوشت کھایا ثُمَّ مَسَحَ بِمَسْحٍ كَانَ تَحْتَهُ مَسْحٌ بِكُسْرِيمٍ وَكُنْ سَيْنِ یعنی پھر آپ نے اپنے دست مبارک طے اور صاف کیے ایک ٹاٹ سے جو آپ کے پاؤں مبارک کے نیچے تھا۔ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے دھونیں ٹوٹتا۔ اور اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کھانے کی اس چیز میں چکنا ہٹ نہ ہو جس سے ہاتھ اور منہ کے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ منہ دھونا بھی ضروری نہیں ہے۔ مَسْحٌ بِكُسْرِيمٍ بمعنی پلاس اور فارسی میں پلاس گلیم (گودڑی) کو بھی کہتے ہیں۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

٢٩٩. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ

قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَنْبًا مَشْرُوبًا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ
وَلَمْ يَتَوَضَّأْ - رَوَاهُ أَحْمَدُ -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ میں نے بکری کا بھنا ہوا ایک پیلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہ کیا۔

دَعْنُ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ تَرَبَّيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشُورًا قَاكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ ذَكَرُ يَتَوَضَّأُ حَضَرَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَرَمَاتِي فِي يَدَيْهِ نَبِيٌّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي خَدَمْتَ أَقْدَسَ فِيهِ أَيْكُ بُخْنًا هُوَ أَمْلُو بِشِ كِيَا أَيْ نِي أَسْ أَوْ رُضُو نِي كِيَا - أَيْ أَسْ أَحْمَدُ نِي رُوَايَتُ كِيَا -

تیسری فصل

٣٠ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ لَقَدْ كُنْتُ
أَشْفِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں گماہی دیتا ہوں کہ بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بکری کے پیٹ کا گوشت بھونتا تھا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا

(مسلم)

عَنْ أَبِي رَافِعٍ^(م) حَضَرَتُ الْبُرَافِعَ أَخِي حَضَرَتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْ أَنْزَلَ كَرْدَهُ غَلَامَ هُنَاقَ - قَوْلُ مَشْهُورٍ كَيْ مَطَابِقِ انْ كَا

نام اسلم ہے۔ ابورافع کنیت نام پر غالب آچکی ہے۔ آپ قبلی ہیں۔ پہلے آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ اور جب ابورافع نے حضرت عباس کے اسلام کی حضور کو خبر دی تو آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ ابورافع غزوہ اُحُد اور اس کے بعد مہونے والے غزوات میں شریک ہوئے۔

قَالَ أَشْهَدُ لَقَدْ كُنْتُ أَشْوَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنِ الشَّأَةِ ثُمَّ صَلَّى وَكَمْ يَتَوَضَّأُ ابْرَافِعُ سَے روایت ہے انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بکری کا شکم بھونا کرتا تھا۔ شکم سے مراد دل جگر وغیرہ ہیں۔ پھر آپ نے کھایا اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اسے مسلم نے روایت کیا۔

۳۱ وَعَنْهُ قَالَ أُهْدِيَتْ لَهُ شَاةٌ فَجَعَلَهَا فِي الْقَدْرِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هَذَا يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ شَاةٌ أُهْدِيَتْ لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَطَبَخْتُهَا فِي الْقَدْرِ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ يَا أَبَا رَافِعٍ فَنَاقَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ فَنَاقَلْتُهُ الذِّرَاعَ الْآخَرَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا لِلشَّأَةِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا إِنَّكَ لَوْ سَكَّتَ لَنَا وَلَتَرَى ذِرَاعًا فَاذِرَا عَامَا سَكَّتَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَضَمَّنَ فَاهُ وَغَسَلَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِمْ فَوَجَدَ عِنْدَهُمْ لَحْمًا بَارِدًا فَآكَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى وَلَمْ يَمْسَ مَاءً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَسَوَاكُمُ الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ إِلَى آخِرِهِ .

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ انہیں ایک بکری بطور ہدیہ دی گئی۔ آپ نے اسے ہنڈیا میں ڈالا۔ (اسنے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا اے ابورافع یہ کیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ یہ ایک بکری ہے جو تحفہ کے طور پر ہمیں دی گئی ہے۔ میں نے اسے ہانڈی میں پکایا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابورافع مجھے (کھانے کو اس کا) بازو دے۔ میں نے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے دوسرا بازو بھی دے۔ میں نے دوسرا بھی پیش کر دیا۔ پھر فرمایا مجھے اوسرا بازو بھی دے ابورافع نے کہا یا رسول اللہ بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو اگر تو خاموش رہتا تو مجھے بازو کے بعد بازو دیتا رہتا جب تک کہ خاموش رہتا پھر آپ نے پانی طلب فرمایا اور کھل کی اور اپنی انگلیوں کے کنارے دھوئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔ پھر ان کے پاس تشریف لائے تو ان کے ہاں ٹھنڈا گوشت پایا اس سے بھی تناول فرمایا پھر آپ مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھی اور پانی کو نہ چھوا اسے احمد نے روایت کیا اور دارمی نے اسے ابو عبیدہ سے روایت کیا مگر اس نے ثم دعا باماء الی آخر کے الفاظ ذکر نہ کیے۔

وَعَنْهُ قَالَ أُهْدِيَتْ لَهُ شَاةٌ - ابورافع سے ہی یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

ایک بکری بطور ہدیہ بھیجی گئی۔ فَجَعَلَهَا فِي الْقَدْرِ تو البورافع نے اسے حانڈی میں ڈالنا کہ پک جائے۔ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْرُورِي دیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فَقَالَ مَا هَذَا يَا أَبَا رَافِعٍ اور فرمایا اے البورافع یہ ہانڈی میں کیا چیز ہے۔ فَقَالَ شَاةٌ أَهْدَيْتُ لَنَا البورافع نے کہا یا رسول اللہ یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیہ کے طور پر دی گئی ہے۔ فَطَبَخْتُهَا فِي الْقَدْرِ تو میں نے اسے ہانڈی میں پکالیا ہے۔ قَالَ نَادِ لِنِي الذِّرَاعَ يَا أَبَا رَافِعٍ فرمایا اے البورافع اس کے بازو کی ہڈی مجھے دے تاکہ میں کھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو کا گوشت اس بنا پر پسند تھا کہ یہ جلدی پک جاتا اور نرم ہوتا ہے۔ فَتَنَادَلْتُ الذِّرَاعَ تو میں نے آپ کو بکری کا بازو پیش کر دیا۔ ثُمَّ قَالَ نَادِ لِنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ۔ پھر آپ نے فرمایا دوسرا بازو بھی مجھے دے فَتَنَادَلْتُ الذِّرَاعَ الْآخَرَ۔ تو میں نے آپ کو دوسرا بازو بھی دے دیا۔ ثُمَّ قَالَ نَادِ لِنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ پھر فرمایا مجھے اس کا اور بازو بھی دے۔ فَقَالَ البورافع نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّمَا لِلشَّاةِ ذِرَاعَانِ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے تو دو ہی بازو ہوتے ہیں، اور وہ دونوں آپ کو دے چکا ہوں۔ مزید کہاں سے دوں۔ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكَ لَوَسَّكْتَ لَنَا وَلَتَنِي ذِمًّا عَانِدًا مَا سَكَّتْ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہ کہ اگر تو خاموش رہتا اور یہ نہ کہتا کہ بکری کے صرف دو ہی بازو ہوتے ہیں تو جب تک تو خاموش رہتا مجھے بازو دیتا ہی رہتا۔ یعنی جتنی دفعہ بھی میں تجھ سے بازو طلب کرتا تو مجھے دے دیتا اور یہ بطور معجزہ ہوتا۔ گویا عالم غیب سے خرق عادت کے طور پر کسی شے کا ظہور اس کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا انکار نہ کیا جائے اور اس میں شک و تردید نہ آنے دیا جائے۔ تاکہ مادہ یقین میں غلط واقع نہ ہو۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ ثُمَّ دَخَا بَيْتًا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا فَتَمَضَّضْتُ فَأَلَا اور منہ مبارک میں کلی کی۔ وَغَسَلَ أَهْوَاتِ أَصَابِعِهِ اور ہاتھوں کی انگلیاں دھوئیں۔ ان الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد سارا ہاتھ دھونا ضروری نہیں بلکہ جتنے حصے کو چکنا ہٹ لگی ہو صرف اسے ہی دھولینا کافی ہو جاتا ہے۔ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔ ثُمَّ خَادَ إِلَيْهِمْ فَوَجَدَ عِنْدَهُمْ لَحْمًا بَارِدًا نماز سے فراغت کے بعد پھر آپ حضرت البورافع کے اہل و عیال کے پاس تشریف لے گئے۔ تو ان کے پاس ٹھنڈا گوشت پڑا ہوا دیکھا۔ فَآكَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى ذَكَرُ يَمَسُّ مَاءً آپ نے اس ٹھنڈے گوشت میں سے کھایا پھر آپ مسجد میں داخل ہوئے اور پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔ رَفَاةُ أَحْمَدُ اس حدیث کو احمد نے البورافع سے روایت کیا۔ وَرَفَاةُ الدَّارِمِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ اور دارمی نے اسے ابو عبید سے روایت کیا لَا أَنَّهُ لَمْ يَدْكُورْ ثُمَّ دَعَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ داری نے یہ عبارت ذکر نہیں کی۔ یعنی تُمْ دَعَا سے آخر تک۔

۲۰۲ رَعْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ
أَنَا وَابْنُ أَبِي بَرٍّ وَأَبُو طَلْحَةَ جُلُوسًا فَآكَلْنَا لَحْمًا وَ
خُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوُضُوءٍ فَقَالَ لِمَ تَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ
لِهَذَا الطَّعَامُ الَّذِي آكَلْنَا فَقَالَ لَا أَتَتَرَضَّأُ
مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَمْ يَتَرَضَّأْ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَيْرُ
مَنْكَ - رَوَاهُ أَحْمَدُ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں
اور ابی اور ابو طلحہ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے گوشت اور روٹی کھائی پھر میں نے
وضو کا پانی حگیا لیا تو ان دونوں نے کہا کس لیے وضو کرتے ہو میں نے کہا
اس کھانے کے لیے جو ہم نے کھایا اس پر ان دونوں حضرات نے کہا کیا تو
پاک چیزیں کھانے سے وضو کرتا ہے۔ جو تجھ سے بہتر ہستی تھی اس نے
ان سے وضو نہ کیا۔ (احمد)

مِنَ الْمَلَأَ مَسِيَةً - ملاست میں داخل ہے یعنی اس ملاست میں شامل ہے جس کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت
 اَدْلَا مَسْتَمُ لِنِسَاءٍ میں کیا ہے۔ اور اس ملاست کی بنا پر وضو کو واجب قرار دیا ہے۔ اس کے بعد خود ہی حضرت
 ابن عمر نے یہ بات بیان کر دی۔ وَ مَنْ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ اَوْ جَسَدَهَا بِيَدِهِ فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ جس نے اپنی عورت کا
 بوسہ لیا یا اپنے ہاتھ سے اس کے جسم کو چھوا تو اس پر وضو لازم ہو جاتا ہے۔ وَ كَذَا مَا يَكُ شَاغِعِي اَسَءَامَالِكُ
 اور امام شافعی رحمہما اللہ نے روایت کیا۔

۳۴. وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ كَانَ يَقُولُ مِنْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ الْوُضُوءُ - رَوَاهُ مَالِكٌ
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے۔ مرد
 کے اپنی عورت کو بوسہ دینے سے وضو ہے۔ (مالک)

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے كَانَ يَقُولُ مِنْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ
 امْرَأَتَهُ الْوُضُوءُ۔ کہ مرد کے اپنی عورت کو بوسہ دینے سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔

۳۵. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک عمر بن الخطاب رضی اللہ
 عنہ نے فرمایا عورت کو چومنا لمس میں سے ہے۔ اس سے وضو نہ

دَعْنُ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ إِنَّ الْقُبْلَةَ مِنَ اللَّمَسِ فَتَوَضَّأُ مِنْهَا
 حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عورت کو بوسہ دینا بھی اس لمس میں داخل ہے جس سے وضو ٹوٹ
 جاتا ہے۔ یہ آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عورت کو چھونا وضو ٹوٹ دیتا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہی مذہب
 ہے۔ تاہم انہوں نے اسے اجنبی عورت سے مخصوص کیا ہے۔ مگر یہ آثار و روایات اجنبی و غیر اجنبی عورت کی تخصیص کے
 بغیر لمس کی صورت میں وضو ٹوٹنے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک یہ مذکورہ آثار صحت کو نہیں پہنچے۔
 چنانچہ مسند ابی حنیفہ میں عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا لَيْسَ فِي الْقُبْلَةِ وَ حَنْوٌ عورت کو بوسہ دینے سے وضو لازم نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث ان
 تمام احادیث کے لیے ناسخ ہو جو اس کے خلاف وارد ہوئی ہیں۔ اور جو کچھ اس بارے میں مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) نے
 بیان کیا ہے وہ نسخ سے قبل کے دور کی بات ہو۔ واللہ اعلم۔

۳۶. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ
 حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے وہ تیم داری سے روایت
 کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے
 والے خون سے وضو لازم آتا ہے۔ ان دونوں احادیث کو
 تَبَيُّهُ الدَّارِ قِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ رَوَاهُ

الدَّارُ قُطَيْبِيٌّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ
يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَأَى وَيَزِيدُ
ابْنَ خَالِدٍ وَيَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْهُولَانِ۔
دارقطنی نے روایت کیا۔ اور کہا عمر بن عبد العزیز نے تميم داری سے نہیں
سنا اور نہ اسے دیکھا اور یزید بن خالد اور یزید بن محمد دونوں راوی
مجهول ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ
مِنْ كُلِّ دَمٍ سَاكِنٍ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ حضرت تميم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بننے والے خون سے وضو لازم آتا ہے۔ اس حدیث میں بیان شدہ یہ حکم بھی حنفی مذہب
کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک صرف اس چیز سے
وضو ٹوٹتا ہے جو بول یا پاخانے کے راستے خارج ہو۔ چاہے وہ عادتاً نکلنے والی چیز ہو یا غیر عادتاً نکلنے والی۔ اور ہمارے
مذہب کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور اس حدیث کو ابن عدی نے کامل میں بھی یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
اور دارقطنی نے اس میں قیل وقال کی ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے کیا۔ رَوَاهُمَا الدَّارُ قُطَيْبِيُّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَأَى اس حدیث اور حدیث سابق کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا عمر بن
عبد العزیز جو مشہور اموی خلیفہ ہیں، نے یہ حدیث تميم داری سے جو صحابی ہیں، نہیں سنی اور نہ ہی تميم داری رضی اللہ عنہ
کو دیکھا ہے۔ کہ تميم داری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پا گئے۔ اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت سیکڑھ ہجری میں ہوئی۔ وِيزِيدُ بْنُ خَالِدٍ وَيَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
مَجْهُولَانِ۔ یزید بن خالد اور یزید بن محمد جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں دونوں مجهول ہیں۔ ہماری طرف
سے اس جرح کا جواب یہ ہے کہ ہم احناف کے نزدیک مرسل حدیث مقبول و معتبر ہے۔ اور ان دونوں راویوں کی
جہالت میں بھی اختلاف ہے۔



بَابُ آدَابِ الْخَلَاءِ

آدابِ خلاء کا باب

آدابِ ادب کی جمع ہے ادب بمعنی ہر چیز کی حد نگاہداشت و حفاظت۔ بعض نے کہا آداب گفتار و کردار کی ہر اچھائی کو ملحوظ رکھنے کا نام ہے۔ اس لفظ کے معانی کی تفصیل ان شاء اللہ سنائی کتاب الآداب میں آئے گی۔ خلاء بفتح و مد استنجے کی جگہ اور اس کے لغوی معنی خالی جگہ کے ہیں۔

پہلی فصل

۳۰۷ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَلَكِنْ شَرِّقُوا وَغَرِّبُوا مَتَقُوا عَلَيْهِ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا الْحَدِيثُ فِي الصَّحْرَاءِ وَأَمَّا فِي الْبُنْيَانِ فَلَا بَأْسَ لِمَا رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أُرْتَقِيَتْ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرًا الْقِبْلَةَ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم قضاے حاجت کے لیے آؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کر دو اور نہ پشت۔ بلکہ مشرق کی طرف منہ کر دیا مغرب کی طرف۔ بخاری و مسلم۔ شیخ امام محمد بن السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث صحرا کے بارے میں ہے۔ علامات میں کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا میں اپنے کسی کام سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف منہ کیے قضاے حاجت کر رہے تھے۔

(بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَحَضَرْتُ

کی طرف رخ و پشت کرنا مطلق منع ہے۔ پیشاب کے وقت بھی اور پاخانے کے وقت بھی۔ صحرا میں بھی اور گھروں اور عمارتوں میں بھی۔ اور امام شافعی کے نزدیک صحرا میں منع ہے اور گھروں میں اجازت ہے۔ صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء ہر جانب گئے ہیں۔

امام احمد کی ایک روایت کے مطابق پشت کر لینے کی اجازت ہے۔ منہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اور شمنی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ پشت کر لینے میں کراہت نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر اچانک غفلت میں قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا تو چاہیئے کہ فوراً بقدر امکان قبلے کی طرف سے پھر جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حدیث نہی ہے جو ابھی گزری۔ اس حدیث میں صحرا اور گھر و عمارت کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ بلکہ مطلق فرمایا۔ ممانعت کی اس حدیث کو صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے روایت کیا ہے۔ نیز ممانعت و نہی کی علت قبلہ کی تعظیم اور اس جانب کا احترام ہے۔ اور گھر و صحراء میں اس بات کے اندر کوئی فرق نہیں جس طرح جانب قبلہ محو کنا اور اس طرف پاؤں دراز کرنا ہر حالت میں بے ادبی ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ شاید آپ کا یہ فعل نہی سے پہلے کا ہو۔ اور اگر معلوم ہو جائے کہ آپ کا یہ فعل نہی کے بعد کا ہے۔ تو شاید آپ جانب قبلہ سے تھوڑے سے مڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر ابن عمر اسے محسوس نہ کر سکے۔ اور اس میں تعمق نظر سے کام نہ لیا۔ اور ایسے مقام کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے کہ تعمق و تحقیق سے کام نہیں لیا جاتا۔ اور اس مقام کی شرح میں بہت گفتگو کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

۳۰۸ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ نَهَانَا يَعْنِي رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِعَائِطٍ أَوْ بُولٍ أَوْ أَنْ تَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ تَسْتَنْجِيَ بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ تَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں منع فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم لوگ پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ کریں۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ہم لوگ دائیں ہاتھ سے استنجا کریں۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ہم تین سے کم ڈھیلوں سے استنجا کریں۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ہم لید یا ہڈی سے استنجا کریں۔ (مسلم)

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ نَهَانَا يَعْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِعَائِطٍ أَوْ بُولٍ -

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے جو اکابر صحابہ میں سے ہیں آپ کے حالات دوسرے مقام پر لکھ دیے گئے ہیں روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں منع فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم لوگ پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ شریف کی طرف نہ کریں۔ اَوْ أَنْ تَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ اور ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا۔ بعض روایات میں

وَلَسْتَنْجِي کے بجائے اَدُ لَسْتَنْجِي کا لفظ آیا ہے۔ اور بول سے استنجاء کرنے کی صورت میں اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اگر استنجا مٹی کے ڈھیلے سے کرے گا تو آلہ تناسل دائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔ اور یہ صورت بھی مکروہ ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ڈھیلہ دائیں میں لے اور عضو کو بائیں سے پکڑ کر حرکت دے اور عضو مخصوص کو ڈھیلے تک لے جائے نہ کہ ڈھیلے کو عضو تک۔ اور بعض علماء نے کہا ہے۔ دائیں ہاتھ سے ممانعت پاخانے سے ہے۔ بول سے نہیں مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اور بعض شارحین نے استنجا کے طریقہ کے بیان میں اور بہت سے تکلفات کیے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ بائیں ہاتھ میں ڈھیلہ پکڑنا اور بائیں سے ہی استنجا بھی ممکن ہے۔ ان تکلفات کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس مقام سے متعلق پوری گفتگو شرح میں کر دی گئی ہے۔

استنجا کُجُور فتح نون و سکون جیم سے مشتق ہے۔ یعنی وہ چیز جو پیٹ سے نکلے۔ اس پر سین طلب کے لیے ہے۔ یعنی ازالہ نجاست کے لیے اس کا اخراج چاہنا اور بخود درخت کاٹنے اور بکری کا چمڑہ اتارنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ چونکہ استنجا نجاست کو ختم کرتا اور اسے لے جاتا ہے اس لیے اس عمل کو استنجا کہا گیا۔ اَدَاَنْ لَسْتَنْجِي بِأَقْلٍ مِّنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ اور ہمیں تین عدد سے کم پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے وہ فرماتے ہیں استنجاء کے لیے تین پتھروں کا ہونا ضروری ہے۔ امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور احناف کے نزدیک نظافت و پاکیزگی شرط ہے اگر یہ مقصد تین سے کم سے بھی حاصل ہو جائے تو تین کا عدد پورا کرنا کوئی ضروری نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت کے لیے تشریف لائے۔ اور مجھے فرمایا تین پتھر اٹھا کر لاؤ۔ مجھے صرف دو پتھر ملے۔ اور میں ساتھ کچھ گوبر بھی اٹھا لایا۔ آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر واپس کر دیا۔ اس سے پتھر چلا کہ دو پتھر بھی کفایت کتے ہیں۔ تین کا ہونا ضروری نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل حضرت سلمان کی یہ حدیث اور حضرت عائشہ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص قضاے حاجت کے لیے جائے تو چاہیے کہ تین عدد پتھروں سے استنجا کرے۔ مگر یہ دلیل اس وقت درست ہو سکتی ہے جب کہ نہی حرمت کے لیے اور امر وجوب کے لیے ہو مگر عین ممکن ہے نہی کراہت کے لیے اور امر استحباب کے لیے ہو۔ اس بارے میں مختلف احادیث کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہی توجہ کرنی چاہیے۔ اَدَاَنْ لَسْتَنْجِي بِدَجِيعٍ اَوْ بِعُظْمٍ۔ اور ہمیں گوبر اور آدمی کے پاخانے یا ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اس نہی کی علت بعض تو یہ بیان کرتے ہیں کہ گوبر اور آدمی کا پاخانہ

نہیں ہیں، اور بڑی ایسی ملامت اور صاف چیز ہے کہ نجاست کو دور نہیں کر سکتی۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ نہی کی علت یہ ہے کہ یہ چیز جنات کی خوراک ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث سے جو آگے آرہی ہے، معلوم ہوگا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۲۰۹. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو پڑھتے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ - (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اے میرے اللہ میں تیرے پاس پناہ لیتا ہوں خُبث سے اور خَبَائِث سے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ خُبث بضم خ و با خبیث کی جمع بلفظ مذکر۔ اور خَبَائِث خبیثہ کی جمع بلفظ مؤنث۔ اور یہاں مذکر مؤنث سے شیاطین کے ذکر و انات مراد ہیں۔ کہ ان سے انسان پناہ لیتا ہے۔ اور خُبث بضم خ و سکون با بھی ایک روایت ہے بمعنی پلیدی۔ اور ہو سکتا ہے خُبث بضم با کا مخفف ہو۔ اور اس وزن میں ضمہ اور سکون دونوں آتے ہیں۔ جس طرح لفظ کتب، رسل اور سبل ہیں۔ اور اس سے پناہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ بیت الخلاء اور گندی جگہیں شیاطین کے اجتماع کی جگہیں ہیں۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں صریحاً یہ بات مذکور ہوئی ہے۔ غایتہ ما فی الباب یہ ہے کہ جمہور علماء جو ان جگہوں میں ذکر خدا سے منع کرتے ہیں۔ وہ اس میں یہ تفصیل کرتے ہیں کہ وہ جگہیں جو بول و براز کے لیے متعین ہیں جیسے بیت الخلاء تو یہ دعا ان میں داخل ہونے سے پہلے پڑھ لے۔ اور اگر صحرا یا کھلی جگہ میں ہو تو پھر کپڑا اٹھانے سے پیشتر پڑھ لے۔ علماء نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی شخص ابتداء میں یہ دعا پڑھنا بھول جائے تو دورانِ قضاء حاجت دل میں پڑھ لے۔ زبان سے نہ پڑھے۔ اور جو حضرات منع نہیں کرتے بلکہ ذکر خدا کو ہر جگہ جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تو اس صورت میں مذکورہ تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں۔

۳۱۰. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمْ أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ فرمایا ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی شکل اور بھاری کام (گناہ)

مِنَ الْبُؤْلِ وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا يَسْتَنْزَهُ مِنَ
 الْبُؤْلِ دَأْمًا الْآخِرُ فَكَانَ يُمِشِي بِالنَّيْمَةِ ثُمَّ
 أَخَذَ جَرِيدَةً ذُطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَوَرَ
 فِي كُلِّ قَبْرِ وَاحِدَةٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ
 هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ
 يَمُتَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

کی پاداش میں ان کو عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو بول سے نہ
 بچتا تھا۔ مسلم کی ایک روایت میں لایستنزہ کا لفظ آیا ہے۔ یعنی بول سے
 پرہیز نہ کرتا تھا۔ اور دوسرے چغلی غوری کا عادی تھا۔ پھر آپ نے ایک قرشاغ لی اور
 اسے توڑ کر دو ٹکڑے کیا۔ پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا صحابہ
 نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ آپ فرمایا امید ہے کہ خشک
 دو دنوں ٹکڑے خشک نہ ہونگے اس وقت تک ان دونوں سے عذاب ہلکا کر دیا جائیگا۔ (بخاری مسلم)

کی پاداش میں ان کو عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو بول سے نہ
 بچتا تھا۔ مسلم کی ایک روایت میں لایستنزہ کا لفظ آیا ہے۔ یعنی بول سے
 پرہیز نہ کرتا تھا۔ اور دوسرے جعفر ثوری کا عادی تھا۔ پھر آپ نے ایک قرشاخی اور
 اسے توڑ کر دو ٹکڑے کیا پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ
 نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے، آپ نے فرمایا امید ہے کہ جب تک
 شک نہ ہوئے اس وقت تک ان دونوں سے عذاب ہلکا کر دیا جائیگا۔ (بخاری و مسلم)

دَعْنِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَضْرَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَمِعَ رَوَايَتَهُ هُوَ كَهَذَا
بَنِي صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُمَا بَقِيرَتَيْنِ وَتَقَبَّرُوا فِيهِمَا مِنْ دُفْنِهِمَا فِي الْوَلَدَيْنِ - فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْهَمْ لَكُمْ يَابْنَ
بَيْشَكَ انْ دُونَ قُبْرِ الْوَلَدَيْنِ كَوْ عَذَابٍ هُوَ رَافِعٌ - وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كِبِيرٍ - اور انہیں کسی بڑے گناہ کے بدلے عذاب نہیں ہو
رہا۔ یعنی جو ان کے گماں کے مطابق کوئی بڑا گناہ نہ تھا۔ یا ایسا گناہ نہ تھا جس سے بچنا اور پرہیز کرنا مشکل اور دشوار
تھا۔ ورنہ اس عبارت وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كِبِيرٍ کا یہ مطلب نہیں کہ دین اسلام میں یہ گناہ معمول نوعیت کا ہے اور اس میں
چنداں برائی نہیں ہے۔ یہ بات کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ جسم کو بول سے آلودہ کرنا اور چغل خوری کی عادت دین میں نہایت
تشیع اور فحش امور میں سے ہے جیسا کہ فرمایا اَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ - ان دو قبروں والوں میں سے ایک
کا حال تو یہ تھا کہ بول کے وقت پردہ نہ کرتا تھا۔ بلکہ شرمگاہ نگلی کر کے بیٹھ جاتا تھا۔ یا اپنے اور بول کے درمیان پردہ
نہ کرتا تھا یعنی اپنے آپ کو بول کے چھینٹوں سے محفوظ نہ رکھتا تھا۔ اور اس میں احتیاط نہ کرتا تھا۔ اور یہ معنی زیادہ مناسب
مقام ہے مسلم شریف کی حدیث کی بنا پر۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے فرمایا دَفِنِي رَوَايَةً مُسْلِمٍ اور مسلم کی روایت
میں ہے لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ کہ یہ شخص بول سے پاکیزگی اور صفائی کی چاہت نہ رکھتا تھا اور بول واستنجاء میں
بے احتیاطی سے کام لیتا تھا۔ ایک اور روایت میں لَا يَسْتَتِرُ آیا ہے جو بلاوت سے مشتق ہے برأت و نزاہت
دونوں قریب المعنی ہیں۔ اور ایک روایت میں لَا يَسْتَتِرُ کاللفظ بھی آیا ہے یعنی دونوں کے درمیان لون کے ساتھ
اور استنثار جھاڑنے اور آنکھ تناسل کو زور سے دبانے کے معنی میں آتا ہے۔ تاکہ بول کا کوئی قطرہ اندر نہ رہے بلکہ
سب کا سب باہر آ جائے۔

وَأَمَّا الْآخِرُونَ فَكَانَ يُنْشِئُ بِالنَّمِيمَةِ - اور دوسری قبر والا شخص لوگوں کی عیب چیں اور خلیج خوری کیا کرتا تھا۔ ثُمَّ
نَمِيمَةً - بمعنی فساد پھیلانے اور نقصان پہنچانے کی نیت سے ایک بات دوسرے تک پہنچانا اور نقل کرنا یہ خلیج خوری

اور عیب چینی نہایت ہی قبیح اور شنیع عادت ہے اور بعض کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اور قرآن حکیم میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ھَمَّا زَمَٰشًا ۖ یٰۤاَیُّہُمُ عِیْبٌ چینی کرنے والا چغلخوری کا ارتکاب کرنے والا۔ حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ دو غلے انسان پر اپنی نظر رحمت نہیں ڈالتا۔ اور بخاری اور مسلم شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ عیب چین انسان بہشت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار سے دریافت کیا کہ تو نے توہرات میں سب سے بڑا گناہ کونسا دیکھا ہے۔ عرض کیا لوگوں کی عیب چینی کرنا فرمایا کیا یہ قتل سے بھی بدتر ہے۔ عرض کیا دوسرے کا عیب بیان کرنے سے قتل تک نوبت بھی پہنچتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی برائیاں رونما ہوتی ہیں۔ ثُمَّ أَخَذَ جَرِیدَۃً رَّطِبَۃً پھر آپ نے درخت کھجور کی ایک تر شاخ ہاتھ میں لی۔ فَشَقَّهَا بِصُفَیْنِ اور اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ثُمَّ غَدَزَ فِیْ كُلِّ قَبْرِ وَاحِدَۃً۔ اور پھر ہر ایک قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ قَالُوا صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ یعنی ہر قبر میں شاخ کا ایک ٹکڑا گاڑنا کس لیے ہے۔ فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْھُمَا مَا لَمْ یُیَسَّسَا۔ فرمایا میں نے یہ کام اس امید پر کیا ہے کہ جب تک یہ ٹکڑے تر رہیں اُس وقت تک عذاب قبر ان پر ہلکا کر دیا جائے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہے۔

اس حدیث کی توجہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ ان ٹکڑوں کے تر رہنے کی مدت کے ساتھ تخفیف عذاب کی امید کیوں وابستہ کی۔ بعض لوگ اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں کہ اس امید کی وجہ یہ ہے کہ نباتات جب تک تر رہتے ہیں حق تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ اور آیہ کریمہ وَ اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ میں لفظ شے سے زندہ شے مراد ہے اور لکڑی خشک ہونے تک زندہ رہتی ہے۔ اور پھر اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک کہ ٹوٹ نہ جائے۔ یا خاص تسبیح تو زندہ اشیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور عام تسبیح یعنی صانع کے حمد، اس کی وحدت اور اس کی صفات کمال پر دلالت کرتا ہے اور یہ جماعت اس حدیث کی رو سے سبزہ اور گل و دریاں قبور پر ڈالنے کو جائز قرار دیتی ہے اور امام خطابی نے جو اہل علم کے آئمہ میں سے اور شارحین حدیث کے پیشواؤں میں سے ہیں، اس قول کو رد کیا ہے۔ اور اس حدیث کی رو سے قبور پر پھول وغیرہ تماشا اشیاء ڈالنے کی دلیل کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس بات (قبور پر پھول ڈالنے) کی کوئی اصل اور سند نہیں ہے۔ اور صدر اول میں یعنی دور صحابہ میں ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس مدت اور وقت معین کی بنا اس امر پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو افراد کے عذاب ہلکا ہونے کے لیے شفاعت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس شاخ کے خشک ہونے تک حضور کی شفاعت قبول کر لی۔

کلمہ اول اسی طرح اشارہ کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ ایک لکڑی کے اندر عذاب دفن کرنے کی خاصیت نہیں ہو سکتی۔ اور عذاب میں یہ تخفیف جو انہیں نصیب ہوئی، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی۔ بیت

اگر تو دست بسائی بگور مردہ دلاں

ردان مردہ در آید بعیش در بدنش

”اے محبوب اگر تو مردہ دلوں کی قبر کو ہاتھ لگا دے۔ تو ان کے مردہ جسموں میں دوبارہ زندگی کی

لہر لوٹ آئے گی۔“

بعض علماء فرماتے ہیں قبر پر تر شاخ گاڑھنے میں کیا ستر اور راز مضمحل تھا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی

بہتر جانتی ہے۔

اور کتاب جامع الاصول میں حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت درج ہے کہ انہوں نے

اپنی قبر پر دو شاخیں گاڑھنے کی وصیت کی تھی کہ شاید اس میں کوئی راز ہو اور یہ حیلہ ہی ذریعہ نجات بن جائے۔ ع

دل عشاق حیلہ گر باشد

عاشقوں کا دل حیلے گر ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لعنت ڈالنے والے دے دو کاموں سے بچو

لوگوں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ لعنت دے وہ دو کام

کون سے ہیں۔ فرمایا ایک تو وہ جو لوگوں کے راستے میں بول پاخانہ کرے

دوسرا وہ جو ان کے سایے میں ایسا کرے۔ (مسلم)

۳۱۱ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ

قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِي

يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ۔ رَوَاهُ

مُسْلِمٌ۔

دَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ

عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزوں سے بچو جو لعنت اور نفرت کا سبب

بنتی ہیں۔ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دو چیزیں کیا ہیں قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمایا الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ۔ وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں یا ان کے سایے

میں قضاے حاجت کرتا ہے۔ یعنی اس درخت کے نیچے جس کے سایے میں لوگ بیٹھتے اور مجلس لگاتے ہوں۔ اور اس کے

نیچے سوتے ہوں۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ہر قسم کے سایے میں قضاے حاجت کی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ قضاے حاجت کے لیے بیٹھے۔ **ظَلَمَهُمُ** کی وضاحت بھی اس معنی کے مناسب ہے۔ علماء نے یہاں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ راستے سے بھی چالو اور جاری راستہ مراد ہے۔ جس راستے کو چھوڑ دیا گیا ہو اور نشانہ و نادر ہی کوئی اس پر سے گزرتا ہو تو ایسے راستے میں قضاے حاجت میں حرج و ممانعت نہیں۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ راستے سے مسلمانوں کا راستہ مراد ہے نہ کہ کفار کا۔ جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۳۱۲ وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ وَلَا إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اور جب قضاے حاجت کے لیے آئے تو اپنے آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ نہ لگائے۔ (بخاری و مسلم)

دَعْنُ أَبِي قَتَادَةَ ابْنُ قَتَادَةَ ابْنُ نَعْمَانَ النَّصَارِيُّ طَبْرِي الْأَبْلَعُ عَقِبَهُ وَبَدْرٌ مِنْ سَيْفٍ - اس میں تمام غزوات میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بدر یا احد کے روز زخم کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ باہر نکل آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پکڑ کر اس کی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری تندرست آنکھ سے بھی زیادہ بہتر ہو گئی۔ آپ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے بھائی ہیں آپ نے سلسلہ صحیح میں وفات پائی۔ اور ابو قتادہ انصاری سلمی دوسرے شخص ہیں اور یہ دوسرے بھی صحابہ ہیں سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھوڑا سوار مجاہدوں میں سے ہیں آپ کے غزوہ بدر اور احد میں شرکت میں اختلاف ہے۔ باقی تمام غزوات میں بالاتفاق آپ شریک ہوئے ہیں۔ سلسلہ صحیح میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ یہاں یہ واضح نہیں ہو سکا کہ اس حدیث میں ان دونوں حضرات میں سے کون سے ابو قتادہ مراد ہیں رضی اللہ عنہ۔ یہ مقام غور و تامل ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ - حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ بلکہ سانس کے لیے منہ برتن سے الگ کرے۔ تاکہ منہ یا ناک سے کوئی خلافت طبیعت چیز پانی میں نہ گرے۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین بار سانس لیتے تھے تو اس کا مطلب

یہ ہے کہ آپ کو زہ کو منہ مبارک سے الگ کر کے سانس لیتے تھے۔ اور پانی پیتے وقت تین سانس لیتے تھے۔ اس کی مکمل بحث باب الاثر بہ میں آئے گی۔ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمْسُ ذَكَوًا بِمِیْنِیْمَ۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے آئے تو دائیں ہاتھ سے اپنا آلہ تناسل نہ پکڑے۔ کہ اس موقع پر ہاتھ آلودہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور دائیں ہاتھ آلودگی کے لیے نہیں بلکہ پاک اور طیب کاموں کے لیے بنا ہے۔ وَلَا یَتَمَسَّمُ بِمِیْنِیْمَ۔ اور دائیں ہاتھ سے استنجا بھی نہ کرے۔ بول سے استنجا کرنے کا طریقہ تو بیان ہو چکا کہ جس میں نہ تو دائیں ہاتھ آلہ تناسل کو لگانا پڑتا ہے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا پڑتا ہے۔ اور بڑے پیشاب کے استنجا کا معاملہ تو بلا اشکال زیادہ ظاہر ہے کہ دائیں ہاتھ کے ساتھ بالکل نہ چاہیے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۳۱۳ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ مَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ ناک صاف کرے اور جو استنجا کرے اسے چاہیے کہ طلق عدد میں ڈھیلے استعمال کرے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا تو چاہیے کہ ناک صاف کرے۔ استنثار ثنائی ثلاثہ بمعنی ناک صاف کرنا۔ گزشتہ بیان سے معلوم ہو چکا ہے استنثار کا معنی ناک صاف کرنے کے معنی کو شامل ہے۔ وَمَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ۔ اور جس نے استنجا کیا پتھر یا ڈھیلے کے ساتھ تو چاہیے کہ تین سے کم نہ ہوں۔ اس عدد کے بارے میں گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ استنثار یعنی جمار (پتھر) استعمال کرنا۔ یعنی اس کے ساتھ استنجا کرنا۔ اور خوشبو سونگھنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس صورت میں استنثار جمرہ بمعنی انگارہ سے مشتق ہوگا۔ بعض علماء نے اس حدیث کو اسی دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔ اس دوسرے معنی سے متعلق پوری گفتگو کتاب اللباس کے باب الترجل کی فصل اول میں آئے گی۔ یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے۔

۳۱۴ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاحِلٌ أَنَا وَغُلَامٌ رِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ وَعَنْزَةٌ يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا میں داخل ہوتے تو میں اور ایک بچہ پانی کا برتن اور ایک چھڑی اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاحِلٌ أَنَا وَغُلَامٌ رِدَاوَةٌ

مِنْ مَّاءٍ وَغَنَزَةً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے اور میں نے اور ایک بچے نے پانی کا برتن اور آپ کی چھڑی مبارک اٹھائی ہوئی تھی۔ شارحین نے کہا ہے کہ بچے سے حضرت ابن مسعود مراد ہیں کہ پانی کا برتن، اور آپ کی مسواک اور نعلین تشریف ان کے سپرد ہوتی تھیں۔ اور وہ غلام کے لقب سے ملقب تھے۔ ادا وہ بکسر ہمزہ چڑے کے چھوٹے برتن کو کہتے ہیں جس سے وضو اور طہارت کی جاتی ہے۔ غَنَزَةٌ بعین مہملہ و نون و زاء مفتوحہ بمعنی وہ چھڑی جس کے آگے نیزے کی مانند نصف نیزہ کی مقدار میں یا اس سے قدرے چھوٹا لوبہ لگا ہوا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تشریف تھی کہ آپ کے خدام آپ کے ساتھ آپ کی چھڑی مبارک اٹھا کر چلتے تھے تاکہ بول پیشاب کے لیے سخت زمین کو نرم کر سکیں۔ یا استنجاء کے لیے ڈھیلہ وغیرہ زمین سے الگ کر سکیں۔ یا اس لیے بھی چھڑی اٹھا کر ساتھ چلتے تھے تاکہ نمازیں اس کا سترہ بنایا جائے اور اسی قسم کی دوسری اغراض کے لیے۔ یَسْتَنْجِی بِالْمَاءِ اور ڈھیلہ پتھر وغیرہ کے استعمال کے بعد پانی سے استنجا کرتے تھے تاکہ امت کو اس کی تعلیم دیں کہ ڈھیلے وغیرہ کے ساتھ استنجا کے بعد پانی سے دھونا بھی افضل اور پسندیدہ عمل ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

دوسری فصل

۳۱۵ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَفِي رِوَايَتِهِ وَضَعَهُ بَدَلًا نَزَعَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے۔ اسے ابو داؤد نسائی اور ترمذی نے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ابو داؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے اور اس کی روایت میں نزاع کے بجائے وضع کا لفظ آیا ہے۔

(ابو داؤد، نسائی، ترمذی)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی مبارک اتار لیتے تھے۔ کہ اس پر لفظ محمد رسول اللہ کا نقش کندہ تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ جس چیز پر خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن ہوا سے اپنے ساتھ لے کر نہ جائے۔ بعض شہرحوں میں مذکور ہے یہ حکم تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء مبارکہ کے لیے بھی ہے۔ جس طرح خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے جزو اسم کا حکم ہے۔

واللہ اعلم۔ اسے ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور ابو داؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے۔ اور نسائی نے دونوں سے سکوت کیا ہے۔ اور ابو داؤد کی روایت میں نزع کی بجائے لفظ وضع آیا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت انگوٹھی مبارک رکھ دیتے تھے اور رکھنا اتارنے کو لازم ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ اتار کر رکھ لیتے تھے۔

۳۱۶. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبِرَّ أَنْ يُطْلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ تَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت کا ارادہ کرتے تو اتنی دور چلے جاتے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکتا۔ (ابو داؤد)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبِرَّ أَنْ يُطْلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ تَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاے حاجت کے لیے صحراء کی طرف تشریف لے جاتے تو اتنا دور جاتے کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکتا۔ اور لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتے۔ اور اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اتنا دور چلے جاتے کہ قضاے حاجت کے لیے بیٹھ جانے کے وقت کوئی آپ کو دیکھ نہ سکتا تاہم جیسا کہ مخفی نہیں۔ اول معنی زیادہ ظاہر و بہتر ہے۔

بِرَّ از بفتح باء اصل میں اس لفظ کا معنی ہے فضاء واسع۔ اس سے قضاے حاجت انسانی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ صریح نام کے ساتھ اس خاص ہیئت کا ذکر مکروہ و ناپسند سمجھا جاتا ہے۔ تاکہ جس طرح آنکھ سے اس خاص ہیئت کو دیکھ نہیں رہے کان سے بھی اسے نہ سنیں۔ جیسا کہ یہ انداز شرع، عرف و عادت میں اہل مروت و احتیاط و ادب کی عادت مستمر ہے۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۱۷. وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ فَأَتَى دُمْنًا فِي أَصْلِ جَدَارٍ فَقَالَ تَقَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَدْتَرِبْ بَوْلَهُ۔
حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے بول کا ارادہ فرمایا تو ایک دیوار کی بنیاد پر نرم جگہ میں تشریف لائے اور بول فرمایا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی بول کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اس کے لیے (مناسب) جگہ تلاش کرے۔ (ابو داؤد)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ فَأَتَى دُمْنًا فِي أَصْلِ جَدَارٍ فَقَالَ تَقَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَدْتَرِبْ بَوْلَهُ۔
ہیں۔ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا فاذا ان یبول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بول کرنے کا

ارادہ کیا۔ فَاتَى دَمِثَانِي أَصْلِ جَدِّهِ تَوَّابٍ اِیکَ نَزَمَ اَمْدَهُ هُمَا زَمَنِ پَرِیْنِجے جو اِیکَ دیوار کی بنیاد میں موجود تھی۔
 نَبَالَ تَوَّابٍ نے بول کیا۔ ثُمَّ قَالَ پھر فرمایا اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّبُولَ۔ جب تم میں کوئی بول کرنے کا ارادہ
 کرے فَلِیْزُتْدِ یَّبُولِہِ تَوَّابٌ ہٹے کہ اپنے بول کے لیے تلاش کرے یعنی مناسب جگہ۔ یعنی ہموار و نرم زمین تاکہ پیشاب
 بہہ کر نیچے نہ آئے اور نہ ہی چھینٹے کپڑوں پر پڑیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۱۸. وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَّةَ لَمْ یَرْفَعْ
 تَوْبَہُ حَتّٰی یَدْنُو مِنْ الْاَرْضِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ
 وَابُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِیُّ۔
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم جب قضاے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین سے قریب ہونے
 سے پہلے اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے۔
 (ترمذی، ابو داؤد، دارمی)

دَعْنُ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَّةَ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاے حاجت رسائی کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو کر
 تَوْبَہُ اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے حَتّٰی یَدْنُو مِنْ الْاَرْضِ جب تک کہ زمین کے بالکل قریب نہ ہو جاتے۔ اسے ترمذی
 ابو داؤد اور دارمی نے روایت کیا۔

۳۱۹. وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ مِثْلُ
 الْوَالِدِ لَوْلَاہُ اَعْلَمُكُمْ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا
 تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوہَا وَامْرَ
 بِثَلَاثَةٍ اَحْبَابٍ وَنَهَى عَنِ الرُّوْثِ وَالرِّمَةِ
 وَنَهَى اَنْ یَسْتَطِیْبَ الرَّجُلُ بَیْمَیْنِہِ۔ رَوَاهُ
 ابْنُ مَاجَہَ وَالدَّارِمِیُّ۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوائے اِکے نہیں میں تمہارے لیے اس طرح (شفیق)
 ہوں جس طرح باپ اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں جب تم
 لوگ قضاے حاجت کے لیے آؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کر دو نہ پشت
 کر دو اور آپ نے حکم دیا کہ تین ٹھیکے استعمال کیے جائیں۔ اور آپ نے
 لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔ اور اس بات سے بھی
 منع فرمایا کہ انسان دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔ (ابن ماجہ و دارمی)

دَعْنُ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لَوْلَاہُ حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سوائے اس کے نہیں کہ
 نصیحت و غیر خواہی کے لحاظ سے میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جیسے باپ اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ اَعْلَمُكُمْ
 اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم لوگ پاخانے کے لیے آؤ اور بول کا بھی یہی حکم ہے۔

فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا۔ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پشت و اُمورِ بَیِّنَاتٍ اَحْجَابُہَا اور آپ نے
نہیں پتھروں سے استنجاء کرنے کا حکم دیا۔ وَنَهَى عَنِ التَّوَدُّعِ وَالْيَوْمَةِ رِمَتْہَا بِكِسْرٍ وَتَشْدِيدِ مِیْمٍ۔ بوسیدہ ہڈیاں اور
آپ نے گوبر اور بوسیدہ ہڈیوں کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا، بوسیدہ کا ذکر عرف و عادت کے طور پر
کیا کہ صحراء میں عموماً بوسیدہ ہڈیاں ہی پڑی ہوتی ہیں، ورنہ غیر بوسیدہ سے بھی استنجاء کرنا منع ہے۔ بلکہ بطریقِ اَدُلّی
منع ہے۔ وَنَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ التَّوَحُّلُ بِمِیْنِیْنِہٖ اور آپ نے اس سے بھی منع کیا کہ مرد و انثیں ہاتھ سے استنجاء کرے
اور عورت کے لیے بھی یہی حکم مسئلہ ہے۔ استطابہ بمعنی استنجاء بدن سے نجاست دور کر کے اسے
پاک کرنے کا نام ہے۔ اور یہی معنی لفظِ استطابہ کا ہے۔ اسے ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

۳۲۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى
لِطَهْرِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْوَى
لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذَى۔ رَوَاهُ
الْبُؤَدَاؤُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں ہاتھ و وضو اور کھانے کے لیے
اور بائیں ہاتھ استنجے اور اس سے متعلق کاموں کے لیے
تھا۔
اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِبَطْنِهِ وَطَعَامِهِ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں دست مبارک
صفائی اور کھانے کے لیے تھا۔ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْوَى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذَى۔ اور آپ کا بائیں ہاتھ
استنجے اور اس سے متعلق امور کے لیے اور بدن سے بلییدی اور مکروہات دور کرنے کے لیے ہوتا تھا۔ اسے ابو داؤد
نے روایت کیا۔

۳۲۱ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ
إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ ثَلَاثَةٌ أَحْبَابًا
يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ فَإِنَّهَا تُجْزِي عَنْهُ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ
وَالْبُؤَدَاؤُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْدَّارِمِيُّ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت
کے لیے جائے تو تین پتھر ساتھ لے کر جائے۔ کہ ان کے ساتھ استنجاء
کر سکے۔ یہ تین پتھر اس کے لیے کافی ہوں گے۔
اسے احمد، ابو داؤد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ

مَعَهُ يَكْلَأُ ثَلَاثَةَ إِحْجَارٍ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی قضاء کے لیے جائے تو چاہیے کہ اپنے ساتھ تین پتھر بھی لے جائے یُسْتَحِبُّ بِهِنَّ کہ ان کے ساتھ استنجاء کرے اور جائے مخصوص پاک کرے۔ فَإِنَّهَا تُجْزِي عَنْهُ کہ تین پتھر پانی کی جگہ کفایت کرتے ہیں۔ یعنی جب اس نے جائے مخصوص کو تین پتھروں کے ساتھ پاک کیا بدن سے نجاست پوری الگ ہو گئی تو صرف اس سے اصل طہارت حاصل ہو گئی۔ اور نماز بھی جائزہ و روا ہو گئی کہ پانی کے استعمال کی ضرورت نہ رہی۔ ہاں اس کے باوجود پانی سے بھی طہارت کہ لینا مستحب ہے جیسا کہ تیسری فصل میں حدیث ابی ایوب میں آئے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں پتھر ڈھیلے سے صفائی کے بعد پانی سے استنجاء کرنا سنت ہے جیسا کہ بیہقی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم سے پہلے لوگ اونٹ کی مینگن کی طرح پاخانہ کرتے تھے۔ انہیں پانی کے استعمال کی ضرورت نہ تھی۔ اور تم لوگ دستوں کی شکل میں قضائے حاجت کرتے ہو۔ (لہذا تمہارے لیے پانی کا استعمال ضروری ہے)۔ اسے احمد، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

۳۲۲ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوا بِالرُّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهَا زَادَ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجِنَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ زَادَ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجِنَّ -

نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گو براور ہڈیوں کے ساتھ استنجاء نہ کرو۔ کہ وہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے زاد اخوانکم من الجن کے الفاظ ذکر نہ کیے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوا بِالرُّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گو براور ہڈیوں کے ساتھ استنجاء نہ کرو۔ فَإِنَّهَا زَادَ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجِنَّ کہ گو براور ہڈیاں تمہارے جن بھائیوں کا تو مشہور اور ان کی خوراک ہے۔ بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ ہڈیاں خود جنات کی خوراک ہے اور گوبر ان کے مویشیوں کی۔ مگر دونوں چیزوں کی اضافت جنات کی طرف کر دینا درست ہے۔ کیونکہ مویشی ان کے تابع ہیں۔

علامہ طیبی نے حاکم سے دلائل نبوت میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جنات جس ہڈی پر سے گزرتے ہیں اس پر اللہ پہلے سے گوشت چڑھا دیتا ہے۔ اور ان کے مویشی گوبر کے پاس سے نہیں گزرتے مگر اس میں اس چیز کے دانے موجود ہو جاتے ہیں جس چارے سے وہ گوبر بنا ہوتا ہے۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے

زادوا خواتکم من الجن کے الفاظ ذکر نہ کیے۔

۲۲۲ وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ
لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رُوَيْفِعُ
لَعَلَّ الْجَبْرُوتَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي فَأَخْبِرِ النَّاسَ
أَنْ مَنْ عَقَدَ لِحَيَاتِهِ أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرَاوَا سَتَنْجِي
بِرَجْعِهِ ذَاتَهُ أَوْ عَظِيمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا مِنْهُ
بَرِيءٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت روئیفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے روئیفع شاید تو میرے
بعد لمبی زندگی پائے گا تو لوگوں کو آگاہ کر دینا کہ جو شخص ڈاڑھی کو گرہ
لگائے گا یا گردن میں چڑے کا دھاگہ لٹکائے گا۔ یا جانور کے گوشت پر یا
بڑی کے ساتھ استنجاء کرے گا تو بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس
سے بیزار ہیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَسْرًا أَهْلُ صَحَابِي هِيَ مَهْرَبُونَ فِي شَمَارِهِمْ هِيَ - امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں طرابلس کا حاکم مقرر کیا تھا انہوں نے
۵۷ھ میں ملک افریقہ پر جہاد کے لیے فوج کشی کی۔ ملک شام میں ۵۶ھ میں وفات پائی۔ یہ حضرت روئیفع
فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا رُوئیفع لَعَلَّ الْجَبْرُوتَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي اے روئیفع میرے
بعد شاید تو تادیر زندہ رہے گا۔ اور تجھے ایسے لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوگا جو دور جاہلیت کے رسوم و عادات کو
اختیار کر لیں گے۔ اور بہت سے مسنون اعمال کو ترک کر دیں گے۔ فَاخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحَيَاتِهِ تَوَلَّوْا
تبادینا کہ جو شخص اپنی ڈاڑھی کو گرہ لگائے گا۔ اکثر علماء اس پر ہیں کہ عقد لِحیۃ سے تکلف اور کوشش سے ڈاڑھی کے بال
اوپر چڑھنا مراد ہیں تاکہ وہ خوبصورت اور چھوٹی نظر آئے۔ اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ان لوگوں
کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ جو مسلمان نہیں ہیں بلکہ اہل کتاب وغیرہ جاہل لوگ ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ وہ جنگوں میں عجب و تکبر کی نیت سے ایسا کرتے تھے۔ اور اہل عجم
بھی۔ لہذا اس فعل سے روک دیا گیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ عقد لِحیۃ سے چہرے کو چھپانا مراد ہے۔ تاکہ ڈاکہ زنی کر سکیں
اور لوگ انہیں پہچان نہ سکیں۔

أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرَاوَا یا جس نے گردن میں چڑے کی ڈوری ڈالی۔ شارحین نے کہا کہ اہل جاہلیت گھوڑوں کی گردنوں میں
یہ چیز لٹکاتے تھے۔ اور اعتقاد رکھتے تھے کہ اس کے طفیل وہ کسی نقصان پہنچنے اور نظر بد لگنے سے محفوظ رہیں گے۔ تو
اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت کر دی گئی اس پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ تدبیر سے تقدیر الہی میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔
بعض علماء نے اس سے گلے میں گھنٹی یا کوڑی باندھنا مراد لیا ہے نظر بد سے بچنے کے لیے۔ أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجْعِهِ

ذَابِلَةُ اَوْ حَظْمٌ یَا حَسْبُ نَعْمَ لَیْسَ بِیْہِ سِوَیِّیْ سِوَیِّیْ۔ فَانْ مُحَمَّدٌ مِنْہُ بَرِّیْ تَوْبَتُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے بیزار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دور جاہلیت کے امور و مکروہات کا ارتکاب اگرچہ گناہ کبیرہ نہ بھی ہو پھر بھی جناب نبوت میں بیزاری اور بے رضائی کا سبب ہے۔ تو دور جاہلیت کے کبائر و فواحش کا ارتکاب کس قدر برا ہوگا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۲۴ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكْتَحَلَ فَلْيُؤْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ احْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ وَمَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُؤْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ احْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ وَمَنْ اَكَلَ فَمَا تَحَلَّلَ فَلْيَلْطِظْ وَمَا لَا كَلِّسَانِهِ فَلْيَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ احْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ وَمَنْ اَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ لَا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ احْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ۔

رواہ ابو داؤد وابن ماجہ و الدارمی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آنکھ میں سرمہ ڈالے تو چاہیے کہ طاق عدد میں ڈالے جو ایسا کرے گا اچھا کرے گا۔ اور جس نے نہ کیا تو کوئی حرج اور گناہ بھی نہیں۔ اور جس نے استنجے کے لیے ڈھیلے استعمال کیے تو چاہیے کہ طاق عدد میں استعمال کرے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ اور جس نے کھانا کھلیا اور دانتوں کا ظلال کیا تو جو کچھ ظلال سے باہر نکلے اسے تھوک دے۔ اور خوراک کے جو ذرات زبان سے ٹکرائیں انہیں نگل جائے جس نے ایسا کیا اچھا کام کیا اور نہ کیا تو بھی گناہ اور حرج نہیں۔ اور جو شخص فضلے حاجت کے لیے گیا تو چاہیے کہ پردہ کرے۔ اور اگر پردہ کرنے کی کوئی چیز نہ ملے۔ مگر یہ کہ ریت کی ڈھیری بنائے تو ایسا ہی کرے پھر اس کی طرف پشت کر کے فضلے حاجت کرے۔ کیونکہ شیطان لوگوں کی نشستگاہوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کام کیا اور جس نے نہ کیا تو بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ اسے ابو داؤد وابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہر آنکھ میں تین بارہ سلامتی ڈالے یہ صورت زیادہ صحیح اور ظاہر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو سلامتیاں دائیں آنکھ میں اور دو بائیں میں ڈالے پھر ایک دائیں آنکھ میں ڈالے تاکہ مجموعی طور پر طاق کا عدد بن جائے۔ اور ابتداء اور اختتام دائیں آنکھ سے کرے۔ یعنی علماء نے دائیں جانب کو ترجیح دیتے ہوئے اس دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ صحیح ہے تاہم ان میں سے کوئی صورت بھی ضروری اور واجب نہیں۔ بلکہ احسن اور اؤلیٰ ہے۔ اور بتدبیر کو اختیار حاصل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ نَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ - ۱۰۸

۱۰۸ بعض علماء استجمار سے خوشبو کا استعمال بھی مراد لیتے ہیں۔

۱۰۹ حدیث کے یہ الفاظ مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں کہ تین ڈھیلے ہونا ضروری نہیں۔

۱۱۰ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلال کرنے سے جو رندے دانتوں کے درمیان سے نکلیں گے وہ اکثر و بیشتر خون سے مخلوط ہوتے ہیں۔ بخلاف ان ذرات کے جو زبان سے نکل کر باہر نکلتے ہیں۔ پہلی صورت میں بھی بالیقین پتہ چل جائے خون آلودہ نہیں ہیں تو ان کے کھالینے میں حرج نہیں۔ اسی طرح دوسری صورت میں اگر خون آلودہ ہوں تو ان کا کھانا حرام ہے۔ اور اس حدیث میں جو فرمایا مَنْ فَعَلَ الْخُ تُو یہ یقین نہ ہونے کی صورت پر محمول ہے۔ بعض علماء دو لون صورتوں کی وجہ نفرت و کراہت کو قرار دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں کراہت گلے سے نیچے اتارنے میں ہے۔ اور دوسری صورت میں محسوس دینے میں کراہت ہے۔ تاہم بندے کو اختیار ہے کہ اگر حدیث میں بیان شدہ صورت پر عمل کرے گا تو اچھا ہے اور اگر عمل نہ کرے تو بھی حرج اور گناہ نہیں۔

۱۱۱ تاکہ اس پردہ میں چھپ جائے اور شرمگاہ نکلی نہ ہو۔

۱۱۲ ریت کے ڈھیر کی جانب پشت اس لیے کرے کہ اگلے حصے کو تو کپڑے کے دامن سے بھی چھپا سکتا ہے۔ اور یہ آسان بات ہے۔

۱۱۳ شیطان کے کھیلنے سے یہ مراد ہے کہ وہ آگے سے پردہ اٹھا دینے اور شرمگاہ کو نکال کرنے کی کوشش کرتا اور بدن اور کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹے ڈالنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب انسان قضاء حاجت کے وقت تنگ ہو کر بیٹھتا ہے تو شیطان لوگوں کو اس کی شرمگاہ کی جانب دیکھنے کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس لیے پردہ کرنا چاہیے تاکہ ابلیس کے وسوسے کا راستہ بند ہو جائے۔ مگر ریت کا ٹیلا بنا کر پردہ کرنا اور یہ سب تکلف و مبالغہ واجب و ضروری نہیں۔ بلکہ جو کرے تو اچھا ہے۔ نہ کرے تو گناہ بھی نہیں۔

۳۲۵ - وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ

فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ

فَإِنَّ حَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ

التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا ثَمَّ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے

کوئی شخص غسل خانے میں پیشاب نہ کرے اور پھر وہیں

نہانا یا وضو نہ کرنا شروع کر دے۔ کہ زیادہ تر وسوسے

اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

يَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ -

۱۵ استحمام کا معنی اصل میں گرم پانی سے غسل کرنے کا آتا ہے۔ پھر مطلق پانی سے غسل کرنے پر بھی استعمال کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ پانی ٹھنڈا ہو۔

۱۶ مُغْفَلٌ بِفَنَمٍ مِّمٍ، وفتح غین وفتح فاء مشدودہ۔ شجرہ بیعت الرضوان کے صحابہ میں سے ہیں۔ پہلے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی پھر بصرہ چلے گئے۔ وہاں مکان بنایا اور وہیں وفات پائی۔ ان سے امام حسن بصری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ۵۹۰ میں رحلت فرمائی۔

۱۷ یعنی عقلمند انسان سے یہ بعید ہے کہ پہلے غسل کی جگہ پیشاب کرے اور پھر وہیں بیٹھ کر نہانا یا وضو کرنا شروع کر دے۔ الغرض یہ حرکت نہ کرنی چاہیے۔

۱۸ کیونکہ پیشاب کی وجہ سے جب وہ جگہ ناپاک ہو گئی تو وہاں سے چھینٹے اڑا کر اس کے جسم پر پڑیں گے۔ اور یہ عمل اسے دوسرے میں مبتلا کرے گا۔ پھر رفتہ رفتہ دوسرے کی بیماری اس میں جڑ پکڑ جائے گی۔ مگر یہ ممانعت اس جگہ ہے جہاں پانی کے نکلنے کا راستہ نہ ہو اور جگہ بھی سخت ہو۔ اور ایسی جگہ ہو جہاں سے پانی فوراً بہ جاتا ہو یا ریگستان ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ مگر بہر صورت نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہیہ ہے۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ مگر ترمذی اور نسائی نے ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ مگر ان کی روایت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بول پیشاب کرنے کے بعد اسی جگہ غسل یا وضو کرنا و سادس پیدا ہونے کا باعث ہے۔ تاہم انہوں نے صراحتاً اس کا ذکر نہیں کیا۔

۳۲۶ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجَسَ قَالَ

اور حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولُ أَحَدُكُمْ فِي جُحْرٍ -

۱۹ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۹ حُجْرٌ جیم مضمومہ کی تقدیم اور حائے ساکن کے ساتھ بمعنی کاٹنے والے جانوروں کا سوراخ اس میں پیشاب کرنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سوراخ میں سانپ یا بچھو ہو جو اسے کاٹ لے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے سوراخ جنات کے مسکن ہوتے ہیں اور اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اسے تکلیف دیں۔

حکایات میں آیا ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو اکابر انصار میں سے ہوئے ہیں، ایک سوراخ میں

پیشاب کر دیا۔ جنات نے آپ کو قتل کر دیا۔ اور انہوں نے آوازیں دیں اور شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے اور ہم نے دو تیر پھینکے جو ان کے دل سے اُتر پاد ہو گئے۔

۳۲۶ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کاموں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں ایک لوگوں

کے بیٹھنے کی جگہ پر پاخانہ کرنا۔ دوسرے راستے میں اور تیسرے سایہ کے

نیچے۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ

الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةَ الطَّرِيقِ وَالظِّلَّ

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

۱۔ موارِد یعنی لوگوں کے بیٹھنے کی جگہیں اور ان کی مجالس یا موارِد سے چشموں اور دریاؤں اور نہروں کے گھاٹ مراد

ہیں جہاں سے لوگ پانی پیتے ہیں۔

۲۔ قَارِعَةُ الطَّرِيقِ یعنی راستہ اور لوگوں کی گزر گاہ۔

۳۔ کیونکہ لوگ سایے میں سوتے اور آرام کرتے ہیں۔

۳۲۸ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو افراد اس طرح قضائے حاجت کو نہ جائیں

کہ ایک دوسرے کے سامنے اپنی شرمگاہیں نکلی کر کے بیٹھیں اور باتیں

کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس فعل نیند کو بہت بُرا جانتا ہے کہ یہ فعل

شرم و مروت کے خلاف ہے۔ اسے احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ

يُضْرَبَانِ الْغَائِطَ كَاثِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتَيْهِمَا يَتَحَدَّثَانِ

فَإِنَّ اللَّهَ يَمُتُّ عَلَى ذَلِكَ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ

أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

۳۲۹ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیت الخلاء جنات و شیاطین کے

حاضر ہونے کی جگہیں ہیں اس لیے جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آئے

تو کہے اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ (میں نے اللہ سے خبیثات و خبیثاتوں سے خلا

کے پاس پناہ لیتا ہوں) اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ

مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔ رَوَاهُ أَبُو

دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

۱۔ حُشُوش۔ حُش بفتح یا بضم حا کی جمع ہے۔ اس کا لغوی معنی باغ اور نخلستان ہے۔ چونکہ گھروں میں بیت الخلاء بننے سے

پہلے لوگوں کی عادت باغ و نخلستان وغیرہ میں قضائے حاجت پھرنے کی تھی۔ تو اس مناسبت سے ہر بیت الخلاء کے لیے

یہ لفظ بولا جانے لگا۔

۳۳۰ ان الفاظ کے معنی کی تحقیق فصل اول کی تیسری حدیث میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجَنِّ وَ عَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخُلَاءَ أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ قَدْ اسْتَدَّاهُ لَيْسَ بِقَوِيٍّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو۔ یہ ہے کہ بسم اللہ شریف پڑھ لیا جائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کا اسناد قوی نہیں ہے۔

۳۳۱ کیونکہ اس کے راویوں میں ایک راوی محمد بن حمید رازی ہے۔ اور آئمہ فقہ و جرح کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے یا نہیں۔

۳۳۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخُلَاءِ قَالَ عُفْرَانُكَ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو کہتے عُفْرَانُكَ - یعنی اے اللہ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اسے ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

۳۳۲ اے شارحین حدیث نے اس لفظ کے دو معنی بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ فضلے حاجت کے وقت زبان سے ذکر الہی نہیں ہوتا آپ اس کی معافی طلب کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ خوراک کے طبیعت کے لیے موزون، خوراک کا نفع بخش حصہ جسم کا جزو بنانے اور مضر و نقصان دہ حصہ کو فضلہ کی صورت میں جسم سے خارج کرنے کی نعمت کے شکر کی ادائیگی میں کوہتا ہی پر آپ مغفرت اور معافی طلب کرتے تھے۔ جیسا کہ تیسری فصل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا ہے۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے اس حالت کے مناسب ذکر یہ ہے کہ انسان اپنے محتاج اور میلا کچھلا ہونے اور خدا تعالیٰ کے ہر عیب و نقص سے منزہ و مقدس ہونے کا تصور ذہن میں رکھے۔

۳۳۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْخُلَاءَ آتَيْتُهُ بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ أَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجَى ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ آتَيْتُهُ بِإِنَاءٍ آخَرَ فَنَوَضَّاءُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے تو میں تانبے یا پتھر کے برتن یا چمڑے کی چھاگل میں پانی لے کر آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ اس پانی سے استنجاء فرماتے پھر اپنا ہاتھ زمین پر ملتے۔ پھر میں دوسرے برتن میں پانی لاتا تو آپ دھو فرماتے۔

وَالنِّسَاءُ مَعْنَاؤُہُ۔

اسے ابو داؤد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۷۔ تور بفتح تاو سکون واو تانبے یا پتھر کے چھوٹے برتن کو کہتے ہیں، جس میں پانی پیا اور رکھا جاتا ہے۔ اور کبھی اس سے وضو بھی کر لیتے ہیں۔

۱۸۔ رکوہ۔ بفتح یا کسرو یا ضمہ را اور سکون کان چمڑے کا برتن جس میں پانی رکھا جاتا اور وضو کیا جاتا ہے۔
شرح جامع الاصول میں مذکور ہے کہ رکوہ چمڑے کے چھوٹے ڈل کو کہتے ہیں جسے صوفیاء حضرات اپنے ساتھ رکھتے ہیں
تور اور کوہ میں لفظ اور اوی کے شک کی وجہ سے ہے۔ ماو سے مراد یہ ہے کہ آپ کبھی تور اور کبھی رکوہ میں وضو کرتے تھے۔

۱۹۔ تاکہ دست مبارک اچھی طرح پاک و صاف ہو جائے۔

۲۰۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف کے اس جملے کا معنی یہ نہیں کہ استنجاء سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست نہیں۔ اس کا معنی یہ بھی نہیں ہے کہ جس برتن سے استنجاء کیا تھا اس سے وضو نہ کیا جائے کیونکہ اتفاق سے اس برتن میں نہ رہا تھا یا وضو کی مقدار سے کم ہو چکا تھا اس لیے دوسرے میں اور پانی لایا گیا۔ بعض حضرات نے اس حدیث سے یہ مطلب لیا ہے کہ استنجاء کے لیے الگ اور وضو کے لیے الگ برتن استعمال کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی اور نسائی نے اس حدیث کا معنی دوسرے الفاظ میں روایت کیا۔

۲۱۔ وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ سَفْيَانَ قَالَ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ
تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالنِّسَائِيُّ

حضرت حکم بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو کرتے اور شرمگاہ پر پانی چھڑکتے۔

اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۷۔ آپ ثقفی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا نام سفیان بن حکم ہے۔ ان کی حدیث وضو کے باب میں آئی ہے۔
اور آپ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع میں اختلاف ہے۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا میرے نزدیک ان کا سماع صحیح ہے۔ کاشف میں کہا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہ ہوئی۔ اور ان کی حدیث مضطرب ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کہا کہ حکم بن سفیان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

۱۸۔ کہا گیا ہے کہ شرمگاہ سے مراد شرمگاہ کی جگہ کا کپڑا ہے۔ بعض نے کہا ہے شرمگاہ پر پانی چھڑکنے سے استنجاء کے طور پر شرمگاہ کا دھونا مراد ہے۔ یعنی جب آپ پیشاب کر لیتے تو استنجاء کرتے پھر وضو کرتے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ چھڑکنے سے

وضو کے بعد کپڑے پہ چھڑکنا مراد ہے تاکہ دوسو سو راہ نہ پائے۔ کیونکہ جب کپڑے پر تری موجود رہے گی تو دوسو سے میں مبتلا نہ ہوگا۔ اور تری کو چھڑکے ہوئے پانی کی تری تصور کرے گا یہ طریقہ دوسو سے بند کرنے کا طریقہ ہے۔ اور یہ طریقہ درحقیقت تعلیم امت کے لیے ہے ورنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہر قسم کے وساوس سے معصوم و پاک تھی۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ طریقہ نزدل بول کے ازالہ کے لیے ہے مگر پیشاب کے قطرے نہ گریں کیونکہ پانی بول کو روکتا ہے خصوصاً مٹھنڈا پانی۔ دوسری روایات میں صراحت آئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر لیتے اور اس سے فارغ ہو جاتے تو شرمگاہ پر پانی چھڑکتے تھے۔

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکڑی کا ایک پیالہ تھا جو آپ کی چار پائی کے نیچے رکھا جاتا آپ اس میں رات کو بول فرماتے تھے۔

۳۲۲- وَعَنْ أُمِّمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْحٌ مِنْ عِيدَانٍ تَحْتَ سَرِيْدِهِ يَبُولُ فِيهِ بِاللَّيْلِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

۱۷ امیمہ بضم ہمزہ وفتح میم و سکون یا۔

۱۷ رقیقہ بضم را وفتح قاف و سکون ہا۔ دونوں صحابیہ ہیں اور دونوں اہل مدینہ میں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت رقیقہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ ہیں۔ کاشف نے کہا حضرت رقیقہ ہاشمیہ ہیں۔ ۱۷ عیدان بکسر عین عود کی جمع بمعنی لکڑی جمع یا تو اجزاء کے اعتبار سے ہے یا اس بنا پر کہ وہ پیالہ مختلف لکڑیوں سے بنا ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

قاموس میں کہا یہ لفظ عیدان بفتح عین کھجور کے درخت کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد عیدان ہے اور یہ پیالہ کھجور کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

۱۷ شدید سردی یا کسی اور عذر کی بنا پر۔ اور یہ وہ پیالہ ہے جس کے بارے میں مذکور ہے کہ ایک پیا سے شخص نے پانی خیال کرتے ہوئے اس میں آپ کا پڑا ہوا بول شریف پی لیا۔ جب تک وہ شخص زندہ رہا اس سے یا چند پشت بعد تک اس کی اولاد کے جسم سے نہایت اعلیٰ خوشبو آتی رہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔ تو فرمایا اسے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔ اس کے بعد میں نے کبھی

۳۲۵- وَعَنْ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبُولُ قَائِمًا فَقَالَ يَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتَ قَائِمًا بَعْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ
السُّنَّةُ رَحِمَهُ اللَّهُ قَدْ صَحَّ عَنْ حُذَيْفَةَ
قَالَ أَقَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ
قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ قِيلَ كَانَ ذَلِكَ
لِعُذْرٍ

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔
شیخ امام محمدی السنۃ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ
عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
لوگوں کی روڑی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر بول فرمایا۔ متفق علیہ
کہا گیا ہے کہ یہ کسی عذر کی وجہ سے تھا۔

۱۵ ساری امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تحریمیہ یا مکروہ تنزیہیہ ہے۔ کیونکہ اس میں
شرمگاہ کے برہنہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ نیز کپڑوں اور جسم کے ناپاک ہونے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ پھر یہ تہذیب کے
بھی خلاف ہے۔

۱۶ اور یہ جو مؤلف مشکوٰۃ حضرت امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ المتوفی ۷۴۳ھ نے فرمایا ہے کہ شیخ امام
محمدی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے الخ تو اس کی توجہ
میں کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر بول کرنا کسی عذر کے باعث تھا۔ عہد جاہلیت میں لوگ کھڑے ہو کر پیشاب
کرنے کے عادی تھے۔ دعوت سید رسل و خیر انام صلی اللہ علیہ وسلم کی بخت و تشریف آوری سے اسلامی تعلیمات کی
برکات اچھے اخلاق کی تکمیل اور عمدہ افعال سے آراستگی کی بدولت لوگوں سے یہ بری عادت روز بروز چھوٹی چلی گئی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر جو پیشاب کیا تو یہ جاہلیت کے بچے کچھے نشانات کی وجہ سے نکھایا پھر آپ کو
بھی اس وقت کوئی عذر لاحق تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عذر لاحق تھا اس کی وضاحت میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔
بعض فرماتے ہیں آپ کو پشت کی ہڈی میں درد تھا کہ آپ کے لیے بیٹھنا دشوار تھا۔ بلکہ بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔
بعض فرماتے ہیں عرب کے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو دردِ پشت کا علاج تصور کرتے اور اس سے شفا حاصل
کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور محدث حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے
کھڑے ہو کر پیشاب کیا کہ آپ کے دونوں زانوؤں کے درمیان درد تھا۔
شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

بعض علمائے فرمایا ہے کہ عذر یہ تھا کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیے مجبوراً کھڑے ہو کر بول فرمایا کیونکہ وہ جگہ ایک جانب سے اونچی اور دوسری جانب سے نیچی تھی وہاں بیٹھنا ممکن نہ تھا۔ الا یہ کہ اونچی جانب کو آپ اپنی پشت مبارک کے پیچھے کرتے اس صورت میں شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ تھا کیونکہ لوگ وہاں سے گزرتے تھے۔ اور اگر آپ اونچے حصے کو اپنے سامنے کرتے تو گرنے کا خطرہ تھا۔ اور کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ عموماً نرم اور بلند ہوتی ہے۔ بیٹھنے کے لائق نہیں ہوتی۔ بعض علماء فرماتے ہیں آپ کا کھڑے ہو کر بول کرنا بیان جو انہما اور تعلیم امت اور آسانی پیدا کرنے کے لیے تھا۔ کیونکہ جب آپ نے پہلے نہی فرمائی اور بظاہر نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے۔ تو آپ نے چاہا کہ اس امر کی وضاحت فرمادیں کہ یہاں نہی تنزیہی ہے۔ اور کھڑے ہو کر پیشاب کر لینے کی بھی اجازت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عذر کی وضاحت میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے جائے پاخانہ کی بہتر طور پر نگہداشت ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اس وقت جائے پاخانہ میں کوئی تکلیف تھی اور آپ کو اندیشہ تھا کہ اس طرف سے بھی کوئی چیز باہر نہ نکل آئے۔ مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ تاہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے عارضے کے وہم سے دور تھے۔ اور آپ کے متعلق اس قسم کی کوئی بات زبان پر نہیں لائی جاسکتی۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

۳۳۶۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكُمْ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُولُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوهُ مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا قَاعًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تم اس کے بیان کو سچا نہ جانو کیونکہ آپ کھڑے ہو کر کبھی پیشاب نہ کرتے تھے۔ اسے احمد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۔ اس حدیث کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کے مطابق یہ اطلاع دی ہے جو وہ گھر میں حضور کے عمل کو دیکھتی تھیں۔ گھر میں آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہو۔ اور حضرت حذیفہ نے گھر سے باہر کی خبر دی۔ اور یہ بھی اگلا دیکھا واقعہ کی خبر دی پھر وہ بھی عذر یہ مبنی تھا جس کی وضاحت گذشتہ حدیث میں کی گئی ہے اور نادر

واقعہ نہ ہونے کے برابر ہوتا۔ اور وہ چیز جو عذر اور مجبوری پر مبنی ہو وہ دائرہ اعتبار و قیاس سے باہر ہوتی ہے۔

٣٣٤- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ حضور

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ جَبْرِئِدًا آتَاهُ فِي

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضرت جبرئیل

أَوَّلِ مَا أُوحِيَ إِلَيْهِ فَعَلَّمَهُ الرُّضُوعَ وَالصَّلَاةَ

علیہ السلام اہل وحی کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے

فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوءِ أَخَذَ عُرْفَةً مِّنَ الْمَاءِ

اور آپ کو دھنوا در نماز کی تعلیم دی۔ جب آپؐ دھنوا سے فارغ ہوئے

فَنَضَحَ بِهَا فَرْجَهُ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّائِرُ

تہ پانی کا ایک چلو لے کر اسے اپنی شرمگاہ پہنچھڑکا۔

قُطْنِيْ -

اسے احمد اور دارقطنی نے روایت کیا۔

۱۷ حضرت زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی (آزاد کردہ غلام) حضرت عارضہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

دولم کے متبلی (منہ بولے بیٹے) اور حضرت زینب کے پہلے خاوندیں۔ ان کا نام مبارک قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ ان کا ذکر اس

کتاب مشکوٰۃ کے آخر میں مناقب اہل بیت میں آئے گا۔

۵۲ حضرت جبریل علیہ السلام کی یہ فعل کی شکل میں تعلیم تھی کہ آپؐ نے منوکیا اور نماز ادا کی اور یہ دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کودک کھائیں۔ اور اس طرح آپ کو تعلیم دی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں آیا ہے۔ اور فعل کی صورت میں تعلیم نہ بانی تعلیم سے

زیادہ آسان ہوتی ہے۔

۵۳ ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرغ اور اخذ اور نفع کی ضمیریں حضرت جبرئیل کی طرف لوٹتی ہیں۔ معنی یہ ہوگا

کہ جب حضرت جبریل و صنو سے فارغ ہوئے تو آپ نے پانی کا ایک چلو لیا اور اسے شرمگاہ یعنی شرمگاہ کی جگہ کے کپڑے پر

چمڑکا۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے لیے کیا۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام تبلیغ وحی اور تعلیم احکام

کے لیے انسانی صورت میں متمثل ہو کر حاضر ہوئے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیروں کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات اقدس ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے حضور علیہ السلام کے سامنے بطور تعلیم و ضور کرنے

پھر پانی کا چلو لینے اور شرمگاہ پر پھٹرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک

چلو پانی یا ادسا پنی شرمگاہ پر چھڑکا۔

غُرْدَةُ بَغْتِغِ عَيْنٍ بِمَعْنَى اِيكٍ بَارِ جِلْوٍ مِى پَانِ لِيْنَا۔ غُرْدَةُ بَغْتِغِ عَيْنٍ بِمَعْنَى جِلْوٍ مِى لِيَا هُوَا پَانِ يِه دُوسَرَا مَعْنَى يِيَاں نَزِيَادَةُ ظَاهِرُ هِىَ

لیکن زیادہ مشہور نفع کی رعایت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ

۲۳۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَ فِي جَبْرِيلٍ
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِضْ رَوَاهُ
الترمذی وقال هذا حديث غریب وسمعت
محمدا یعنی البخاری یقول الحسن بن
علی الهاشمی الراوی منکر الحدیث۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبزل آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جب آپ وضو کیا کریں تو شرنگاہ پر پانی چھڑک لیا کریں اسے ترمذی
نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور میں نے محمد
یعنی محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ کہتے تھے حسن بن علی
ہاشمی راوی منکر حدیث ہے۔

۵ یعنی حسن بن علی بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب جو اس حدیث کا راوی ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ منکر کا معنی
مقدمہ میں گزر چکا ہے۔ اور احمد، نسائی، ابوحاتم اور دارقطنی نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۳۳۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ
بِكُوزٍ مِّنْ مَّاءٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عُمَرُ فَقَالَ مَاءٌ
تَتَوَضَّأُ بِهِ قَالَ مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ
وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَ سُنَّةً۔ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
ابْنُ مَاجَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی کا کوزہ لے کر
آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے عمر یہ کیا ہے؟ عرض کیا!
پانی ہے جس سے آپ وضو کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں
جب بھی پیشاب کروں ساتھ ہی وضو بھی کر لیا کروں۔ اگر میں ہمیشہ
ایسا کرتا تو یہ فعل سنت بن جاتا۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ
نے روایت کیا۔

۱ یعنی درگاہ ایزدی سے وجیب و لزوم کے طور پر مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا۔

۲ یعنی اگر یہ کام بطور لزوم ہمیشہ کرتا تو یہ سنت ہو کہ وہ بن جاتا۔ جس سے لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار امت کی آسانی اور تخفیف کے لیے اولیٰ اور افضل کو ترک کر دیتے تھے۔

۳۴۰۔ وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ أَنَّ
هَذِهِ الْآيَةَ لَمَّا نَزَلَتْ فِيهِ رِجَالٌ يُجِبُّونَ أَنْ
يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ
إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَنْشَأَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُورِ فَمَا طَهَّرَكُمْ
قَالُوا نَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ

حضرت ابوالایوب، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے
جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ انصار بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزگی اور طہارت
میں تمہاری مدد و ستائش کی ہے۔ بتاؤ تو سہی تم کس قسم
کی طہارت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم لوگ نماز کے لیے وضو کرتے
ہیں۔ جنبی ہونے پر غسل کرتے ہیں۔ اور پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں۔

نَسْتَجِي بِالْبَاءِ قَالَ ذَمُّوْا ذَاكَ فَعَلَيْكُمْوَلَا رَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسی طہارت کی بنا پر اللہ تعالیٰ
نے تمہاری مدح و ستائش کی ہے۔ لہذا تم لوگ اسے نہ چھوڑنا۔
ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۱۔ یعنی ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب آیہ مبارکہ **يُنِيْلُ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ
يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِيْنَ**۔ اس مسجد یعنی مسجد قبا میں ایسے مردان خدا ہیں جو طہارت پاکیزگی کا بڑا
اہتمام کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ طہارت کا خوب اہتمام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس آیت سے انصار کا
ایک گروہ مراد ہے۔

۲۔ تمہاری طہارت و پاکیزگی کی کیا خصوصیت ہے اور تم اس میں کسی قسم کا اہتمام کرتے ہو۔

۳۔ جس طرح دوسرے مسلمان غسل جنابت کرتے ہیں۔

۴۔ یعنی پتھروں اور ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرنے کے بعد اور یہ طہارت کا خاص اہتمام ہے۔ اس قسم کی
خصوصی طہارت کا اہتمام انہیں گروہ انصار میں پایا جاتا تھا۔

۲۴۱۔ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ایک مشرک نے

الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ يَسْتَهْزِئُ رَافِي لَا رِيَّ صَاحِبَكُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا میں تمہارے یار

يَعْلَمُكُمْ حَتَّى الْخِرَآةِ قُلْتُ اَجَلْ اَمَرْنَا اَنْ

اور ساتھی کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہیں ہر خسیس اور حقیر چیز سکھاتا ہے یہاں

لَا نَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَجِيْ بِاَيْمَانِنَا وَلَا

تک کہ پاخانہ بیٹھنے کی ہیت و شکل بھی۔ میں نے کہا ہاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَكْتَفِيْ بِدُونِ ثَلَاثَةِ اَحْبَارٍ لَيْسَ فِيْهَا رَجِيْعٌ

نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف منہ نہ کریں اور دائیں ہاتھوں کے ساتھ

وَلَا عَظْمٌ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَاللَّفْظُ لَهُ

استنجا نہ کریں اور یہ کہ ہم تین سے کم ڈھیلوں پر کفایت نہ کریں اور ان

میں گوبر اور ہڈی نہ ہو۔ اسے مسلم اور احمد نے روایت کیا یہ الفاظ امام

احمد کی روایت کے ہیں۔ مسلم کے الفاظ اس سے مختلف ہیں۔

۱۔ خِرَآة بمعنی پاخانہ بیٹھنے کا طریقہ۔ اس کی کیفیت اور اس کے آداب۔ خِرَآة بکسر خاء معجم الف کی مذ کے ساتھ

معنی قضا کے لیے بیٹھنا اور اس کی ہیت و شکل۔ اکثر راوی فتح خاء اور قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اور خِرَآة بضم خاء و ہمزہ النان کے پاخانہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔

۲۔ میں نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پاخانہ کے طریقہ اور اس کے آداب بھی سکھاتے ہیں۔ اور

سننے اور تمسخر اڑانے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو آپ کی امت پر کمال رحمت و شفقت ہے اور حق و ہدایت اور طوطا مستقیم کا بیان ہے۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خلا کے آداب اور استنجاء کے احکام بیان فرماتے ہوئے کہا۔
أَمَرْنَا أَنْ لَا نُسْتَقْبِلَ الْخ.

۳۴۲ . وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ
خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَفِي يَدِهِ الدَّرَقَةُ فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ إِلَيْهَا
فَقَالَ بَعْضُهُمْ انْظُرُوا إِلَيَّ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ
فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَبِحَدِّكَ
أَمَا عَلِمْتُمْ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَءِيلَ
كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيفِ
فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهٖ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ عَنْهُ عَنْ أَبِي
مُوسَى .

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پاس تشریف لائے جب کہ آپ کے دست مبارک میں چڑے کی ڈھال تھی۔ آپ اسے زمین پر رکھ کر بیچھ گئے اور اس کی طرف منہ کر کے بول فرمایا اس پر بعض (منافقین) نے جو دہاں موجود تھے کہا اس شخص کی طرف دیکھو کہ اس طرح بول کر رہا ہے جس طرح عورت بول کرتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن لی۔ اور فرمایا اے بے حیا انسان تجھ پر افسوس ہے تجھے معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص کس مصیبت (عذاب) میں گرفتار ہوا بنی اسرائیل کا دستور ان کی شریعت دین کے مطابق یہ تھا کہ جب ان کے بدن یا کپڑے کو بول لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیتے تھے۔ اس شخص نے ان کو الیا کرنے سے منع کیا۔ تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔ اس حدیث کو ابو داؤد و ابن ماجہ عبدالرحمن بن حسنہ سے روایت کیا اور نسائی نے اسے عبدالرحمن مذکور انہوں نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کیا۔

۱۔ یعنی عبدالرحمن بن حسنہ تین فتحوں کے ساتھ حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ والد کا نام عبداللہ مطاع ہے۔
والدہ کی نسبت سے مشہور ہیں۔ صحابی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث سنیں۔
۲۔ یعنی اپنی شرم گاہ کے آگے اس طرح پردہ کر کے بول کر رہا ہے جس طرح عورت کرتی ہے۔
۳۔ دُجک۔ یہ لفظ کسی کے ایسی ہلاکت میں پڑنے (جس کے لائق نہ ہو) کے وقت اس کی دردناک حالت کو دیکھا اس پر رحمت و شفقت کے لیے بولا جاتا ہے۔ بخلات لفظ دلیل کے کہ یہ اس ہلاکت کے لیے آتا ہے جس کے وہ لائق بھی

عہ۔ درقہ مال و اوقاف تینوں پر فتح کے ساتھ چڑے کی وہ ڈھال جس میں لکڑی اور دستہ نہ ہو۔
عہ اور اسے اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ بنا لیا۔

ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ مقام و یک کے بھلے و یک کا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت علم اور خوش اخلاقی کی بنا پر و یک فرمایا۔

۵۵ اس کے لوگوں کو اس فعل سے روکنے کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فضلے حاجت کے وقت پردہ کرنے کو جو ایک مستحسن اور اچھا فعل ہے اور اس منافق کے اس فعل کے برا جاننے کو اس بنی اسرائیلی کی مقام نجاست کاٹ دینے سے اور انکار کے ساتھ تشبیہ دی۔ حالانکہ جائے نجاست کا کاٹنا ان کے دین میں مشروع اور اچھا فعل تھا۔ اور اسے انکار و نہی پر عذاب کا مستحق قرار دیا گیا۔ یہاں اس منافق کی قباحت و مذمت بیان کرنے میں ایک اور مبالغہ بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس بنی اسرائیلی کا بنی اسرائیلیوں کو روکنا اور منع کرنا اس بنا پر برا اور قبیح کام تھا۔ کیونکہ جائے نجاست کا کاٹنا ان کی شریعت میں ضروری تھا۔ حالانکہ طبعاً بھی جائے نجاست کا کاٹنا جان و مال کے لیے ایک نقصان دہ فعل ہے۔ اس کے باوجود اس بنی اسرائیلی کے منع و انکار کو قبیح و موجب عذاب قرار دیا گیا اسے اس منع و انکار میں معذور قرار دیا جاسکتا تھا اور اس کے بتلائے عذاب نہ ہونے کی گنجائش بھی تھی اس کے منع و انکار کے مقابلے میں بول و براز کے وقت محض پردہ کر لینا شرعاً اور عقلاً ایک اچھا اور مستحسن امر ہے لہذا اس منافق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کرنے کا مذاق اڑانا نہایت ہی قبیح اور سخت بے حیائی کی بات اور سخت ترین عذاب کا موجب ہے۔

مردان اصغر سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بار بردار ادنیٰ کو قبیلے کی جانب بٹھایا پھر بیٹھ کر ادنیٰ کی طرف منہ کر کے بول کیا۔ میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا قبیلہ کی طرف منہ کر کے بول کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ مما لفت اس وقت ہے جب کہ کھلے میدان میں بول کیا جائے جب تیرے اور قبیلے کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو پھر قبیلہ کی طرف منہ کر کے بول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۷۲. وَعَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ قَالَ رَعَيْتُ ابْنَ عَمْرٍَا أَخْرَجَ رَأْسَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَيْسَ قَدْ نَهَى عَنْ هَذَا قَالَ بَلْ إِنَّمَا نَهَى عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يُسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

۱۷ تاریخ بخاری میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ یعنی نسبت کے بغیر تابعی ثقہ ہیں۔ بصرہ کے تابعین میں ضحاک ہوتے ہیں۔ مسلم اور بخاری نے ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ آپ تابعین کے طبقہ رابعہ میں ہیں۔

۱۸ ابو عبد الرحمن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے۔

۳۴۴۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَ
عَافَانِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو کہتے الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے تکلیف
میں اورہ آندہ کہنے والی اور کمرہ دن پستیدہ چیز مجھ سے دور
کر دی۔ اور مجھے عافیت عطا کی۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

۱۔ یعنی فضلات روئیدہ جن کا معدے میں رہ جانا بیماری یا ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔
۲۔ اور مجھے فضلات کے پیٹ کے اندر ہی رک جانے سے بچایا یا فضلات کے خارج ہونے
وقت انٹرایوں کے بھی ساتھ ہی باہر نکل آنے سے محفوظ رکھا۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۳۴۵۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ
وَقَدْ أَلْحَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أُمْتُكَ
أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حِمَاةٍ
فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا فَهَذَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب
جنت کے ایلچی جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو
عرص کی یا رسول اللہ آپ اپنی امت کو بڑی یا لید یا کوئلے کے ساتھ
استنجاء کرنے سے روک دیں۔ کیونکہ ان تین چیزوں میں اللہ تعالیٰ
نے ہمارا رزق رکھا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
اس سے منع کر دیا۔

۱۔ حُمَاةَ حائے مہملہ کے ضمہ اور دو مفتوح میم کے ساتھ۔

۲۔ اور وہ اس طرح کہ بڑی تو خود جنت کی خوراک ہے۔ اور لید و گو بران کے مولیثوں کی سادہ کوئلے میں دونوں
باتوں کا احتمال ہے مگر مجھے اس احتمال کی تصریح کہیں نہیں ملی۔ واللہ اعلم۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

بَابُ السَّوَاكِ

مسواک کا باب

لغت میں مسواک ملنے کے معنی میں آتا ہے۔ مسواک بکسرین یعنی لکڑی سے دانتوں کو ملنا۔ اور جس لکڑی سے دانتوں کو ملتے ہیں اس پر بھی اس کا اطلاق استعمال ہوتا ہے جس طرح لفظ مسواک کا استعمال ہوتا ہے۔

مسواک بالاتفاق سنت ہے۔ خصوصاً وضو کے وقت اور امام شافعی کے نزدیک نماز کے وقت بھی پھر نماز ظہر و فجر سے پہلے مسواک کی زیادہ تاکید ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ چالیس حدیث مسواک کی فضیلت میں آئی ہیں۔ بدن و منہ کے لیے مسواک کے بے شمار فائدے ہیں۔ اور محافل میں لوگوں کے سامنے مسواک کرنا اور گلے اور منہ سے پانی نکالنا مکروہ ہے۔ خصوصاً علما اور بڑے مرتبے کے لوگوں کے سامنے اور مسواک ہر حال میں مستحب و مستحسن ہے اور وضو، قرآن پاک کی تلاوت، دانتوں کے زرد پڑ جانے اور نیند یا بیداری یا خاموش رہنے یا بھوک یا کھانا کھانے سے بدبو پیدا ہونے کی صورت میں زیادہ مستحب ہے۔ مسواک کڑوے درخت کی ہونی چاہیے۔ درخت راک کی مسواک بہتر ہے۔ چھنگلیا جتنی موٹی اور ایک مالش لمبی ہونی چاہیے۔ مسواک چوڑائی میں کرنا چاہیے۔ لمبائی میں نہ کرنی چاہیے کیونکہ لمبائی میں کرنے کی صورت میں مسوڑوں کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تاہم بعض روایات میں طولاً و عرضاً دونوں طرح کرنے کی اجازت آئی ہے۔ اور مسواک کلی کرنے کے وقت کرنی چاہیے۔ اگر کسی وقت مسواک میسر نہ ہو یا کسی کے دانت ہی نہ ہوں تو اس صورت میں دائیں ہاتھ کی انگلی کا منہ میں پھیر لینا کفایت کرتا ہے۔ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بھی ایک روایت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی۔ اور سخت کپڑے کے ساتھ بھی مسواک درست ہے۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

فصل اول

۳۴۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَبِالتَّوَالِكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں نماز عشاء دیر کر کے پڑھنے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۱۔ ایک دوسری حدیث میں تیسرے حصے رات تک تاخیر کرنے کا ذکر آیا ہے۔

۲۔ سیاق عبارت اس پر دلالت کرتا ہے کہ وجوب کی نفی سے استحباب کی تاکید مقصود ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے۔ ان کے نزدیک ہر نماز کے وقت مسواک مستحب ہے۔ ہمارے نزدیک ہر نماز سے ہر وضو کا وقت مراد ہے۔ بنظر انصاف یہ معنی زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ کیونکہ ہر تکبیر تکرمیہ کے وقت مسواک کرنا جس طرح شافعیہ کہتے ہیں مشکل ہے خصوصاً مسنون طریقہ کے مطابق۔ واللہ اعلم!

۳۴۷ وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَارِثٍ قَالَ سَأَلْتُ حضرت شریح بن ہارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ آیا تیسرے بیٹے میں عرس کی ہاں شریح۔ عبداللہ اور سلم۔ فرمایا ان میں بڑا کون ہے عرض کی شریح تو فرمایا فانت ابو شریح تو ابو الحکم نہیں ابو شریح ہے۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

۱۔ آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت ثقہ ہے۔ آپ کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہوئی۔ جب ان کے والد اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی کنیت ابو شریح مقرر کی سان کی قوم کے لوگ پہلے انہیں ابو الحکم کی کنیت سے پکارتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ابو الحکم کنیت سنی تو فرمایا تیسرے بیٹے میں عرس کی ہاں شریح۔ عبداللہ اور سلم۔ فرمایا ان میں بڑا کون ہے عرض کی شریح تو فرمایا فانت ابو شریح تو ابو الحکم نہیں ابو شریح ہے۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

واقعہ محلِ مصنفین میں ان کے ساتھ تھے۔ آپ ثقہ ہیں۔ لمبی عمر پائی، نہایت عبادت گزار تھے۔ سترہ سو میں جامع شہادت نوش فرمایا۔

۲۷ یعنی گھر میں تشریف لا کر سب سے پہلے آپ مسواک کرتے تھے۔ آپ کا یہ عمل شریف طبعِ مبارک کے کمالِ نزاکت اور اہل خانہ کے ساتھ حسنِ معاشرت کی بنا پر ہوتا تھا۔ یہ عمل اس امکان کے تحت ہوتا تھا کہ شاید صحابہ کی مجلس میں نہ زیادہ دیر بیٹھنے، اور لوگوں سے مصروف گفتگو رہنے سے منہ میں ناخوشگوار بو پیدا ہو چکی ہو۔ اس لیے مسواک کے ذریعے اس کا ازالہ ضروری اور مقدم تصور کرتے تھے۔ اور یہ درحقیقت امت کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسنِ معاشرت کی تعلیم ہے کہ اپنے گھر کے ماحول میں بھی نہایت پاکیزگی و طہارت میں رہیں۔ اور فرزند و زن کے اختلاط کے دوران بھی لطافت و صفائی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ لوگوں کی مجلس سے گھر تک کے راستے میں چونکہ آپ خاموشی اختیار کرتے تھے اور منہ بند رکھتے تھے۔ اس لیے منہ کی خوشبو میں قدرے تبدیلی کا احتمال ہوتا تھا، اجنبی پن سے خالی نہیں۔ کیونکہ مجلس سے (جو غالب اوقات میں مسجد یا اس کے گرد و نواح میں ہوتی تھی) گھر تک کا راستہ اتنا زیادہ نہ تھا کہ صرف اتنے وقفے میں منہ کی خوشبو میں تغیر واقع ہو جائے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسواک سے ابتدا کرنے سے نمازِ نفل ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے نفل نماز ادا کرنے کے لیے وضو کرتے اور اس میں مسواک فرماتے واللہ اعلم۔

۳۲۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوُصُ فَاكًا بِالسَّوَالِكِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نمازِ تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے دہن مبارک کو مسواک سے صاف ستھرا کرتے۔

۱۷ نیند نہ کرنے کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ لفظ وجودِ معنی نیند سے مشتق ہے۔ چونکہ رات کی نماز ادا کرنے کے لیے نیند کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس لیے اسے نمازِ تہجد کہتے ہیں۔ تہجد کا معنی نیند کا بھی آتا ہے جیسا کہ قاموس میں آیا ہے۔ اس معنی کے مطابق بھی نمازِ تہجد کہنا درست ہے کہ یہ نماز سونے کے وقت سے تعلق رکھتی ہے۔

۳۲۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَارْعَاءُ الدَّحِيبَةِ وَ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دس کام ”فطرت“ سے ہیں۔ بیس پست کرنا، طار صی بڑھانا، مسواک کرنا۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ ناخن کاٹنا۔ انگلیوں

السَّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصْرُ
الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ
الْإِبِطِ وَحَلَقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ
يَعْنِي إِلَّا سِتْنَجَاءَ قَالَ الرَّاَوِيُّ وَنَسِيتُ
الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةُ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رَوَايَةٍ الْخِتَانُ بَدَلُ
إِعْقَاءِ اللَّحِيَّةِ لَمْ أَجِدْ هَذِهِ الرِّوَايَةَ
فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَيِّدِيِّ
وَلَكِنْ ذَكَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ وَكَذَا
الْخَطَّابِيُّ فِي مَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ أَبِي دَاوُدَ
بِرَوَايَةِ عَدَّارِ بْنِ يَاسِرٍ

کے جوڑ دھونا۔ بغل کے بال اکھڑنا۔ نہیر ناف بال مونڈنا
پانی کم استعمال کرنا۔ یعنی استنجاء میں۔ راوی کہتا ہے کہ دسواں
کام مجھے بھول گیا ہے۔ مگر میرا گمان یہ ہے کہ وہ کلی کرنا ہے
اسے مسلم نے روایت کیا۔ اور ایک روایت میں
ڈاڑھی بڑھانے کی جگہ ختنہ کرنا آیا ہے۔ مولف مشکوٰۃ
نماتے ہیں۔ میں نے یہ روایت بخاری و مسلم میں
نہیں پائی۔ اور نہ کتاب حمیدی میں (جو بخاری و مسلم
کی جامع ہے) لیکن اسے صاحب جامع الاصول نے
اپنی کتاب جامع میں ذکر کیا ہے۔ یوں ہی خطابی
نے اپنی کتاب معالم السنن میں۔ ابوداؤد سے روایت
عمار بن یاسر ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ یعنی دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں۔ فطرۃ بکرۃ فار بمعنی پیدائش۔ فطر بفتح بمعنی پھاڑنا اور بمعنی خلقت (پیدا کرنا)
بھی آتا ہے۔ فاطر بمعنی خالق اور بمعنی جبلت (وہ فطری حالت جس پر بچہ پیدا ہوتا ہے) بھی آتا ہے۔ یعنی دین اسلام قبول
کرنے کی صلاحیت استعداد۔ جیسا کہ گذرا۔ یہاں فطرت کا معنی سنت انبیاء ہے کہ یہ سنت قدیم انبیاء علیہم السلام کے
کے زمانہ سے چلی آ رہی ہے اور انبیاء متقدمین نے اس سنت کو اختیار کیا ہے تمام انبیاء علیہم السلام کے اس سنت پر
اتفاق کرنے کی بنا پر اسے پیدائشی صفت و حالت کا نام دے دیا گیا ہے۔ جس پر سلیم الفطرۃ انسان پیدا ہوتا ہے۔ فطرت
کا معنی دین بھی آتا ہے۔ چنانچہ آیہ مبارکہ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ اللہ کی فطرت (دین) جس پر اہل نے لوگوں
کو پیدا کیا میں فطرت بمعنی دین ہے۔ علماء کرام نے اس آیت کی تفسیر میں فطرت کے معنی دین کے کیے ہیں۔ اس حدیث میں
بھی فطرت کا معنی دین کرنا درست ہے۔ ان دس چیزوں کو ابراہیم علیہ السلام کی سنتیں بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے یہ
حضرت ابراہیم پر نازل ہوئیں۔ پھر بعد کے انبیاء نے ان کی اقتدا کی۔

۱۸۔ قَصُّ الشَّارِبِ۔ یعنی ان دس خصلتوں میں سے ایک لبیں پست کرنا ہے۔ شارب ان بالوں کو کہتے ہیں جو اوپر کے
لب پر اُگتے ہیں۔ مختار و پسندیدہ یہی ہے کہ ان بالوں کو کاٹ کر اس حد تک پست کر دیا جائے کہ لب کا کنارہ ظاہر ہو جائے
پست کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ ان کا کچھ نشان باقی رہے۔ بالکل مونڈنا مکروہ ہے۔ تاہم بہت سے علماء کے نزدیک مونڈنے

میں بھی حرج نہیں۔ اس باب میں اصل دلیل یہ حدیث ہے اُحْشُوا الشَّوَابَ وَاعْفُوا التَّحِيَّ لیس پست کر وادہ ڈاڑھیاں بڑھانے کا معنی ہے لبوں کے بال پست کرنا۔ پھر پست کرنے کی حد میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ ابرو کے بالوں کے برابر لبیں ہونی چاہیں۔ مگر غازی اور مجاہد کے یہ لبیں بڑھانا جائز ہے۔ تاکہ دشمنوں کی نگاہ میں پُترہیت نظر آئیں ماسی طرح لبوں کے ڈاڑھی سے ملے ہوئے کناروں کے بال بڑھانے بھی جائز ہیں۔ سائر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

۳۵ اعضاء للحيۃ یعنی دوسری چیز ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ایک مشت ہو۔ اس سے کم نہ ہونی چاہیے پھر ایک مشت سے بڑھانا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ حد اعتدال سے لمبی نہ ہو۔ اور اگر ایک مشت سے لمبی ہو جائے تو پھر بعض کے نزدیک کم کرنا مکروہ ہے۔ امام حسن بصری اور قتادہ کا یہی مذہب ہے۔ اور بعض کے نزدیک ایک مشت سے زیادہ کا کاٹ دینا مستحسن ہے۔ امام شافعی اور امام ابن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔ ڈاڑھی سونڈانا حرام اور افرنگیوں ہندوؤں اور قلندروں کا طریقہ ہے اور ایک مشت رکھنا واجب و ضروری ہے اور یہ ہر ایک مشت ڈاڑھی کے لیے سنت کا لفظ مشہور ہے تو اس سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے یعنی ایک مشت ڈاڑھی رکھنا دین اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ یا اس بنا پر اسے سنت کہا گیا ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا سنت سے ثابت ہے جیسے نماز عید کو سنت کہا گیا ہے۔

۳۶۔ مسواک۔ یعنی تیسری چیز مسواک کرنا ہے۔ اس کی شرح گذر چکی ہے۔

۳۷۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ یعنی دھو کر تے وقت ناک صاف کرنے کے لیے اس میں پانی چڑھانا۔

۳۸۔ چھٹی چیز ہاتھوں و پاؤں کے ناخن کاٹنا ہے۔ ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے۔ اور اس کے انگوٹھے پر ختم کرے اور وہ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی انگشت سے شروع کر کے اس کی چھنگلیا پر پہنچے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے تک پہنچے پھر آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر اختتام کرے۔ اور پاؤں کے ناخن اس ترتیب سے تراشے کہ دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے اس کے انگوٹھے تک پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے اس کی چھنگلیا تک پہنچے۔ جس طرح کہ پاؤں کے خلال کرنے کا طریقہ ہے۔

علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز ناخن اتارنا مستحب ہے۔ انہوں نے اس کا ثواب بھی بیان کیا ہے

کہ جو شخص جمعہ کے روز ناخن اتارتا ہے۔ وہ اگلے جمعہ تک ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ بعض علماء کرام نے اس بارے میں ایک شعر بھی کہا ہے۔

تَقْلَمُوا إِلَّا ظَفَارَ بِالسَّنَةِ وَالْأَدَبِ
يَوْمَ الْخَمِيسِ كَوَالِيسِ أَوْ خِصْبِ

سنت اور اسلامی آداب کے مطابق ناخن تر شوار۔ جمعرات کا دن ہونا چاہیے۔ حسب ترتیب باقی۔
بعض علماء کے نزدیک اگرے ہوئے ناخن دفن کرنا مستحب ہے۔ اور اگر پھینک بھی دیں تو حرج نہیں۔ مگر وضو یا غسل کی جگہ میں پھینکنا مکروہ ہے اور بیماری و بلا و مصیبت کا باعث ہے۔ اسی طرح دانتوں سے ناخن کاٹنا تنگ دستی اور مرض برص کا موجب ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شیخ امام عارف عالم حضرت عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک تفصیلی رکھی ہوئی تھی جس میں اپنے ناخن اور جو کچھ جسم سے الگ کرتے تھے ان میں ڈال دیتے تھے اور اپنے وصیت کی تھی کہ انہیں بھی میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔ شاید ایسا کرنے کی ان کے پاس کوئی سند ہوگی اور انہوں نے کہیں سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۷۔ غسل البراجم۔ یعنی ساتویں چیز انگلیوں کے جوڑ و ہونا اور انہیں پاک کرنا خصوصاً ان کی سلوٹس جن میں میل کچیل جم جاتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے خصوصاً یہ حکم ہے کہ کام کاج کرنے سے جن کی انگلیاں کھردری ہو جاتی ہیں۔ نیز بدن کے وہ حصے اور جوڑ جن میں میل کچیل جمع ہو جانے کا گمان ہوتا ہے (جیسے ناف، کان اور بغل وغیرہ) ان کا بھی یہی حکم ہے (کہ ان کے دھونے میں خاص احتیاط کی جائے)

۸۔ فَتْفُ الْإِطِطِ۔ بغل کے بال اکھڑنا۔ یعنی آٹھویں خصلت بغل کے بال اکھڑنا ہے۔ انہیں مونڈنا اور مخصوص پاؤڈر سے دھونے کرنا بھی جائز ہے اور جن لوگوں نے اکھڑنے کی عادت بنا رکھی ہو ان کے لیے اکھڑنا ہی زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ خصوصیت سے بغل کے بال اکھڑنے کا حکم اس بنا پر ہے کہ اس جگہ بالوں کے مسام بند رہنے سے بخارات جمع رہتے ہیں جس سے یہاں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اکھڑنے سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ جس سے مسام کھل جاتے ہیں۔ اور بدبو جاتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس مونڈنے سے بالوں کی جڑیں اور مضبوط ہوتی ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں مبارک میں بال نہ تھے۔ مگر یہ تحقیق طلب بات ہے مگر حاشا وکلا (خدا کی پناہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے بدبو آئے یا جسم مبارک کے کسی بھی حصے پر میل کچیل ہو۔ آپ

ذات اقدس تو سر سے قدم تک پاک اور طیب و طاہر اور صاف و ستھری تھی۔ بیت۔

انہ فرق تا قدم ہمہ جانست آن نہال گویا ہمہ نہ آب حیاتش سر رشته اند۔

وہ نازک اندام محبوب سرتا پا جان ہے گویا اسے آب حیات سے پیدا کیا گیا ہے۔

اس سے بھی بلند و ارفع یہ بات ہے کہ قضاے حاجت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ سے خوشبو ہکتی تھی اور آپ کے فضلات طیبہ کو زمین نکل جاتی تھی۔ بلکہ تمام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین کے فضلات مبارکہ کی یہی کیفیت تھی۔ ربائی۔

خوبان گل گلشن حیات اند ہمہ شکر لب و شیریں حرکاتند ہمہ

انہ آدمیاں غرض ہمیں ایشاندہ و آن باقی دیگر حشراتند ہمہ

ہمارے معشوق گلشن زندگی کے پھول ہیں اور شکر لب اور شیریں حرکات ہیں!

انسانوں میں سے مطلوب و مقصود صرف یہی ہیں باقی سب کیڑے مکوڑے ہیں!!

۹۹ حلق العانۃ۔ ناویں خصلت موئے زیرینات صاف کرنا۔ عانۃ بمعنی شرمگاہ کے بال یا وہ جگہ جہاں بال اُگتے

ہیں۔ اگلی اور پچھلی شرمگاہ نیز اس کے اور گرد کے سب بال صاف کرنا مستحب ہے۔ اور اکھیڑنے اور پوڑے سے صاف کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرمگاہ کے بال نورہ یعنی خاص قسم کی مٹی سے صاف کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ عورتوں کے لیے بال اکھیڑنا بہتر ہے۔

۱۰۰ دسویں خصلت و سنت پانی کم کرنا۔ پانی کم کرنے کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک استنجاء کہ اس میں پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر کم استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا یعنی الاستنجاء یہ راہی کا کلام ہے۔ دوسرا معنی یہ کہ شرمگاہ پر پانی ڈال کر بول کو کم کیا جائے کہ پانی کے استعمال سے بول واپس لوٹ جاتا اور رک جاتا ہے۔ اور اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو بول نیچے اتر آتا اور قطرہ قطرہ گرتا رہتا ہے۔ اس تو جیہہ کے مطابق لفظ انتفاص حرف قاف سے ہوگا اور ایک روایت میں حرف فاء کے ساتھ انتفاص آیا ہے۔ اس کے معنی شرمگاہ پر پانی چھڑکنے کے ہیں جیسا کہ باب آداب فلاں کی تیسری فصل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔

۱۰۱ ختنہ کرنا حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور بہت سے دوسرے علماء اور بعض شوافع کے نزدیک سنت اور شعائر اسلام سے ہے۔ چنانچہ کسی شہر یا قصبہ کے لوگ اگر اس سنت کے ترک پر اتفاق کر لیں تو حاکم وقت کو حکم ہے کہ ان کے خلاف جہاد کرے۔ جیسا کہ اذان وغیرہ کے ترک کا حکم ہے۔ اور امام شافعیؒ

کچھ مالکیہ اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک مردوں عورتوں دونوں پر نختہ کرنا واجب و ضروری ہے۔ نختہ کا وقت بعض کے نزدیک پیدائش سے ساتویں دن ہے جس طرح عقیقہ بعض کے نزدیک سات سال تک بعض کے نزدیک نو سال تک بعض کے نزدیک دس سال تک۔ اور بعض کے نزدیک جب انسان چاہے۔ تاہم بلوغ سے پہلے ہونا چاہیے خصوصاً احناف کے نزدیک جو اس کی سنیت کے قائل ہیں۔ کیونکہ سنت قائم کرنے کے لیے واجب کا ترک یعنی تر عورت جائز نہیں۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ صحابہ کرام اپنے بچوں کا نختہ بلوغت کے بعد کرتے تھے تو اس بلوغت سے شرعی بلوغت نہیں بلکہ لغوی بلوغت مراد ہے۔ یعنی قوت و تمیز کی عمر کو پہنچ جانا۔ اور یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو نختہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۲۵۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّوَاكُ مَطَهْرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ - رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَرِيحِهِ بِإِسْنَادٍ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسواک منہ کو صاف کرتی ہے اور رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اسے امام شافعی امام احمد دارمی اور نسائی نے روایت کیا اور امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں بلا اسناد روایت کیا۔

۱۔ مطہرہ بفتح میم و سکون طاء۔ بمعنی پاک و صاف کرنے والی۔ بعض بکسر میم صیغۂ اسم آلہ کی صورت میں درست قرار دیتے ہیں۔

۲۔ مرضاة۔ رب تعالیٰ کو راضی کرنے والی۔ یا رب تعالیٰ کی پسندیدہ چیز۔ کیونکہ مسواک وضو اور منہ کی پاکیزگی کی تکمیل کا موجب ہے۔ اور منہ مناجات، تلاوت قرآن پاک اور ذکر الہی کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ بیت

ہزار بار ہشتم دہن بمشک و گلاب
ہزار بار پانچ منہ مشک و گلاب سے دھو چکا ہوں
ہونو نام تو بدون مرا نہی شاید
پھر بھی تیرا نام لینے کے لائق نہ ہو سکا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں۔ چاروں ایک روایت میں حیا کے بجائے ختنہ آیا ہے۔ غرض لگانا۔ مسواک کرنا اور نکاح۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

۳۵۱. وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَيُرْوَى الْخِتَانُ وَالتَّعَطُّ وَالسَّوَالُ وَالنِّكَاحُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

۱۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کے موقعہ مدینہ شریف پہنچ کر سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے گھر نزول اجلال فرمایا۔

۲۔ یعنی چار خصلتیں انبیاء سابقین کی سنتوں میں سے ہیں اور چار کا عدد چار سے زیادہ کی نفی نہیں کرتا۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں ذکر شدہ مذکور ہوئیں۔ یہ مقام صرف ان چار سنتوں کے ذکر کا مقاضی تھا اس لیے یہاں انہیں پر کفایت کی۔ یا اس وقت تک صرف ان چار ہی کی وحی ہوئی تھی۔ بعد میں ان چار سے زیادہ کی وحی نازل ہوئی۔
۳۔ یہاں حیا سے نفس کا قبائح اور برائیوں سے شرم کرنا اور بچنا ہے۔ نیز فحش باتوں کے ذکر اور کسی کی شرافت کو پامال کرنے سے گریز کرنا مراد ہے۔ ورنہ حیا دراصل انسان کی جلی اور فطری صفت کا نام ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں۔

۴۔ اور ایک روایت میں حیا کے بجائے ختنہ کا ذکر آیا ہے۔ اور یہ اس مقام کے زیادہ مناسب ہے۔ جیسا کہ عشرہ فطرت میں مذکور ہوا۔ اور بعض روایات میں وَالْخِتَانُ بکسر حائے مہملہ و تشدید نون آیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ یہ روایت غلط اور نادرست ہے۔ کیونکہ ختنہ (مہندی) کے استعمال سے اگر ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگانا مراد ہو تو اس سے عورتوں کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے۔ اور اس چیز کا انبیاء کی سنت قرار پانا بالکل درست نہیں اور اگر اس سے بالوں کو مہندی لگانا مراد ہو تو پھر یہ صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اہم سابقہ میں یہ چیز نہ تھی۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

۵۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی جو تھی سنت عورتوں سے نکاح کرنا ہے۔ یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تاقیامت مسنون و مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں سونے کے

۳۵۲. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ تَيْلٍ وَلَا

نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ إِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ أَنْ
يَتَوَضَّأَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

بعد جب بھی بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے
اسے احمد و ابو داؤد نے روایت کیا۔

۱۔ یہ لفظ رفع اور نصب دونوں طرح مروی ہے۔

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہو کر ہے۔

۳۵۳ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ فَيُعْطِيَنِي السَّوَاكَ
لَا غُسْلَ فَاَبْدَأُ بِهِ فَاَسْتَأْذِنُ ثُمَّ اغْتَسِلُ
وَأَدْفَعُ رَأْسِي (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے تو دہونے کے لیے مجھے عطا
فرماتے۔ دہونے سے پہلے خود اپنے منہ میں اس سے مسواک
کرتی پھر اسے دہو کر حضور علیہ السلام کو دیتی۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا

۱۔ حضور علیہ السلام سے دہن مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور غایت محبت کی وجہ سے اور گویا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا صرف دہونا مقصود نہ ہوتا تھا۔

میان عاشق و معشوق رمزیت

۲۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اس وقت بھی آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی مسواک دی
تاکہ مائل صاحبہ اسے اپنے دانتوں میں چبا کر اور نرم کر کے حضور کو دیں۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک
بار مسواک کر کے پھر منہ سے نکال کر آپ اسے دہوتے تھے۔ اور پھر منہ میں ڈالتے تھے۔
تنبیہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صالحین کے آثار و تبرکات سے برکت اور لذت حاصل کرنا جائز
بلکہ مستحسن امر ہے۔

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۵۴ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْنِي فِي الْمَنَامِ اتَّسَوَّكُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں خواب میں اپنے آپ کو مسواک کرتے

بِسَوَاكِ فَبَجَاءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا
اَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السَّوَاكَ
الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيلَ لِي كَيْفَ دَفَعْتُهُ
إِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ہوئے دیکھتا ہوں۔ اس دوران دو آدمی میرے پاس آئے
ایک بڑا دوسرے چھوٹا۔ میں نے وہ مسواک چھوٹے کو دے دی
مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دو۔ میں نے وہ بڑے کو دے دی
(متفق علیہ)

اے اس سے مسواک کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ عمر میں بڑے آدمی کو اس کے دینے کا حکم دیا گیا نیز اس میں اس
امر پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسے مواقع (کھانے پینے خوشبو وغیرہ) میں عمر میں بڑے انسان کو فوقیت دینی چاہیے۔
امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث نیند کی حالت کے بجائے عالم بیداری کے
وقت بیان کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قوم
کے بزرگ ترین کو مسواک مبارک عطا کی۔ اور فرمایا جبریل نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ حضرت عائشہ کی حدیث جو
اُنہ آ رہی ہے وہ بھی بیداری کے واقعہ کی تائید کرتی ہے۔ الا یہ کہ امر وہی وغیرہ سب حالت نیند میں ہوا ہو۔

۳۵۵ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَاءَنِي
جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ إِلَّا أَمَرَنِي
بِالسَّوَاكِ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ أُحْفَى مُقَدَّمَر
فِي - رَوَاهُ أَحْمَدُ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل میرے پاس کبھی گرا ہوں نے مجھے
مسواک کا حکم دیا۔ بے شک مجھے خوف لاحق ہوا کہ میں اپنے
منہ کے اگلے حصے کو زخمی ہی کر دوں گا۔ اسے احمد نے
روایت کیا۔

اے کہ بار بار اور کثرت سے مسواک کرنے کی وجہ سے میرے منہ کا اگلا حصہ لپٹ ہو جائے گا اور میں منہ کے
اگلے کو اکھیر ہی دوں گا۔ احفی بضم ہمزہ وسکون حائے مہملہ اور کسرہ بلفظ مضارع احفا سے مشتق ہے۔ یعنی کسی چیز کو
پست کرنا اور اکھیرنا۔

۳۵۶ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أَكْثَرْتُ
عَلَيْكُمْ فِي السَّوَاكِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے مسواک کے
بارے میں تمہیں بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

اے اور میں نے اس بارے میں کافی لمبی گفتگو کی ہے۔ اور یہ یا تو مسواک کے حکم کی بجا آوری کی رعایت میں فرید
تاکید اور اس کی مکمل فضیلت حاصل کرنے کے لیے فرمایا۔ اور یا اس بارے میں امت پر شدت کرنے پر غور کے طور

پر فرمایا۔ جیسا کہ اہل کرم کا شیوہ ہوتا ہے۔ اور اس غدر میں بھی دراصل اس سنت کی ادائیگی میں شفقت برداشت کرنے کی تلقین و تاکید ہے۔

۳۵۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنْ وَيَعْنِدُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَأَوْحَى إِلَيْهِ فِي فَضْلِ السَّوَالِ أَنْ كَبِّرَ أَعْطِ السَّوَالِ أَكْبَرَهُمَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ اس وقت آپ کے پاس دو آدمی تھے۔ ایک بڑی عمر کا دوسرا چھوٹی عمر کا۔ آپ مسواک کی فضیلت میں دجی نازل ہوئی۔ کہ اپنی مسواک بڑی عمر والے کو عطا فرمائیں۔

(رواہ ابو داؤد)

۳۵۸ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْضُلُ الصَّلَاةِ الَّتِي يُتَأَدَّى لَهَا عَلَى الصَّلَاةِ الَّتِي لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسواک دالی نماز کا غیر مسواک دالی نماز سے ستر گنا زیادہ ثواب ہے۔

(رواہ البیہقی)

۱۰ ستر کے عدد سے یا تو کثرت مراد ہے۔ یا یہی مخصوص عدد۔ واللہ اعلم۔

۳۵۹ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَالِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلَا خَرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ وَسَوَاكُهُ عَلَى أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أَذُنِ الْكَاتِبِ لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ إِلَّا اسْتَنْ ثَمَّ رَدَّاهُ

حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے وہ زید بن خالد جہنی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ اور نماز عشا کو رات کے تیسرے حصے تک موخر کر دیتا۔ حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ زید بن خالد مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آتے تو مسواک ان کے کان پر اس طرح رکھی ہوتی تھی جس طرح کاتب اپنا قلم کان پر رکھ لیتا ہے۔ آپ نماز کے لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے

إِلَى مَوْضِعِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو
دَاوُدَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَلَا خَرُتُ
صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ وَقَالَ
التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
مگر پہلے مسواک کرتے پھر اسے کان پر رکھ لیتے اور نماز
شروع کرتے۔ ہر نماز کے لیے ایسا ہی کرتے تھے اسے
ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا۔ مگر ابو داؤد نے لا خرت العشاء
الی ثلاث اللیل کے الفاظ ذکر نہیں کیے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث
حسن صحیح ہے۔

بَابُ سُنَنِ الْوُضُوءِ

وضو کی سنتوں کا باب

سنن سنت کی جمع ہے۔ لغت میں سنت کا معنی طریقہ، راہ اور روش کا آتا ہے۔ شرع میں وہ امور سنت کہلاتے
ہیں جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ کتاب کے مطابق اپنی گفتار و کردار سے لوگوں
کو امر و نہی فرمائی ہے۔ کبھی مستحب و مستحسن (کو بھی سنت کہہ دیتے ہیں۔ جس کا استحباب و استحسان کتاب اللہ یا
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع امت یا قیاس سے ثابت ہو۔ اور کبھی اس کام کو بھی سنت کہتے ہیں جس کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو صرف کبھی کبھار چھوڑا ہو۔ لفظ سنت ان تین اصطلاحی معنوں میں استعمال
ہوتا ہے۔ تاہم علماء اصول کے نزدیک تیسرا معنی نہ زیادہ مشہور ہے۔ اور سنن وضو سے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے وضو سے متعلق افعال و اقوال مراد ہیں چاہے وہ فرائض سے ہوں یا سنن و آداب میں سے ہوں جو دوران
وضو آپ بجالاتے تھے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۳۶۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ
اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسُ يَدَهُ
فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ لَا
يَدْرِي اَيُّنَ بَاَتَتْ يَدُكَ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص
اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک
اسے تین بار نہ دھوے۔ کیونکہ بندے کو نیند کی حالت میں
معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔

متفق علیہ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ فلا یغمس یعنی نہ ڈبوے اور ایک روایت میں فلا یغمس نون تاکید کے ساتھ آیا ہے یعنی ہرگز نہ ڈبوئے۔
۲۔ وضو سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے۔ بیدار ہو کر اٹھنے کے وقت کی قید اس
یہ لگائی کہ بلاد عرب میں پانی کی قلت ہوتی ہے اس وجہ سے لوگ غالب اوقات میں سنگ و کلوچ (ڈھیلوں) سے استنجا کرتے
ہیں اور نیند میں گرم آب و ہوا کے باعث جائے استنجا میں بھی پسینہ آجاتا ہے۔ اور عین ممکن ہوتا ہے کہ ہاتھ شرمگاہ کو لگ
کر ناپاک ہو جائے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا۔ اور
کہاں کہاں لگتا رہا ہے۔ اس بنا پر آپ نے فرمایا کہ نیند سے بیدار ہوتے ہی پہلے ہاتھ دھو دو اور تین بار دھوؤ تاکہ اچھی طرح
پاک و صاف ہو جائیں۔ اس کے بعد برتن سے پانی لے کر وضو کرو۔ یہ امر مسنون و مستحب ہے جس کا احتیاطاً حکم دیا گیا ہے
فرض یا واجب نہیں۔ اگر نہ بھی دھوئے تو ہاتھ بہر حال پاک ہیں اور جس پانی کو ہاتھ لگیں گے وہ بھی پاک ہی رہے گا۔ کیونکہ نیند
کی حالت میں ہاتھ کا ناپاک ہو جانا یقینی نہیں بلکہ ناپاک ہونے کا محض دہم و احتمال ہے۔

۱۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ دھونا واجب و ضروری ہے۔ اگر بغیر دھوئے
پانی میں ڈال دیے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اصل میں تو وضو سے پہلے ہاتھ دھونے کی سنت مذکورہ علت کی بنا پر صرف بیدار ہونے کے
وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بعد ہر دفعہ وضو کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے سنت قرار دے دیے گئے۔ اگرچہ نیند سے
بیدار ہونے کی حالت نہ ہو۔ بعض علماء کے نزدیک نظر بظاہر حدیث یہ سنت صرف اسی وقت کے ساتھ خاص ہے مطلقاً
سنت نہیں ہے۔

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند
سے بیدار ہو اور وضو کرے تو چاہیے کہ تین بار ناک میں پانی

۳۶۱۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ
مِّنْ مَّامٍ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا

فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

چڑھائے۔ کیونکہ شیطان رات کو اس کے تھنوں میں رہتا ہے
اسے مسلم و بخاری نے روایت کیا۔

اسے یہ حقیقت ہے کہ شیطان انسان کے تھنوں کو رات کے وقت اپنی خوابگاہ بنا لیتا ہے۔ باقی رہی اس کی کیفیت تو اس کا
صحیح علم شارع علیہ السلام کو ہے۔ ہمارے افہام و عقول اس قسم کے اسرار و معارف کے احاطہ و ادراک سے قاصر ہیں۔ اس
قسم کے امور کے بارے میں سلامتی اسی بات میں ہے کہ شارع علیہ السلام نے ایسی جو خبریں بھی دی ہیں، ان کی تصدیق کی جائے
اور ان پر ایمان لایا جائے۔ اور ان کی کیفیت بیان کرنے سے سکوت اختیار کیا جائے۔ تاہم کچھ علماء اس کی تاویل کرتے ہیں سادہ
یوں کہتے ہیں کہ نیند کی حالت میں مختلف اخلاط، بلغم، گرد و غبار اور میل کھیل ناک میں جمع ہو جاتی ہے۔ ناک و دماغ کی ہمسایہ ہے
دماغ ہی ادراک قوتوں کا محل وقوع ہوتا ہے۔ ناک کی اس حالت کے باعث دماغ متاثر ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے تلاوت
قرآن حکیم اور فہمِ لعلی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور خشوع و خضوع کے حصول میں سستی اور ضعف لاحق ہوتا ہے۔ اور یہ
سب باتیں شیطان کو بہت پسند ہیں۔ تو گویا شیطان ہی ناک کو اپنی خوابگاہ بناتا اور اس کے تھنوں میں رات بسر کرتا ہے۔
جس طرح فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ شریف پڑھے بغیر کھانا کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتا ہے اور
رات کو سوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے سے بندے کے ساتھ سو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے۔ اس پر آپ
نے وضو کا پانی منگوایا۔ پھر اسے دونوں ہاتھوں پر بہایا اور
اپنے دونوں ہاتھ دو بار دھوئے پھر آپ نے تین بار کلی کی
اور تین بار ہی ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین بار چہرہ مبارک دھویا
پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دو بار دھوئے پھر دونوں ہاتھوں
سے سر مبارک کا مسح فرمایا۔ اور دونوں ہاتھ پیشانی سے نیچے
کی طرف لے گئے۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ اگلے حصے سے مسح
کی ابتدا کی اور پیچھے گردن کی طرف لے گئے۔ پھر انہیں دایں
لائے۔ یہاں تک کہ اس جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا
پھر آپ نے دونوں پاؤں دھوئے۔ اسے مالک اور نسائی

۳۶۱ وَقِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ
كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَغَ
عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ
ثُمَّ مَضَمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ
وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ
بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأُ بِمَقْدَمِ
رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاةِ ثَمَّ
رَدَّهُمَا حَتَّى رَاجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي
بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ

وَالنِّسَاءُ وَلَا بَنِي دَاوُدَ نَحْوَهُ ذَكَرَهُ
صَاحِبُ الْجَامِعِ وَفِي الْمُتَّفِقِ عَلَيْهِ
قِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ
تَوَضَّأْ لَنَا وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فَأَكْفَأَ مِنْهُ
عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ ادْخَلَ
يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ
مِنْ كَفِّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ
ادْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ
ثَلَاثًا ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا
فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا
فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ يَدَيْهِ وَأَدْبَرَ
ثُمَّ غَسَلَ رَجُلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ
قَالَ هَكَذَا كَانَ وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رَوَايَةٍ
فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأُ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ
ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى تَفَاةٍ ثُمَّ رَدَّهُمَا
حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ
مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رَجُلَيْهِ وَفِي رَوَايَةٍ
فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَرَا
ثَلَاثًا بِثَلَاثِ عُرْفَاتٍ مِنْ مَاءٍ وَفِي
أُخْرَى فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ

نے روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد کی روایت بھی ایسی ہی ہے
اسے صاحب الجامع نے ذکر کیا۔

اور متفق علیہ روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن
زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے کہا گیا آپ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا وضو کر کے دکھائیں۔ آپ نے ایک پانی کا برتن منگوایا
اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ اور انہیں تین بار
دہریا پھر آپ نے دونوں ہاتھ برتن میں ڈالے اور باہر
نکالے تو ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ آپ نے
اس طرح تین بار کیا پھر آپ نے برتن میں دونوں ہاتھ
ڈالے پھر انہیں نکال کر اپنا چہرہ مبارک تین بار دہریا پھر
آپ نے برتن میں دونوں ہاتھ ڈالے اور نکالے اور
کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دو دو بار دہریے پھر دونوں
ہاتھ برتن میں ڈالے اور باہر نکالے اور سر کا مسح کیا پہلے
آگے سے پیچھے لے گئے اور پھر پیچھے سے آگے لائے
پھر آپ نے ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دہریے پھر فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو مبارک الیا ہوتا تھا۔ اور
ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ مسح کے وقت دونوں
ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے۔ پھر پیچھے سے آگے لائے
یعنی آپ نے مسح کی ابتداء اس طرح کی کہ دونوں ہاتھ پہلے سر کے
آگے حصے سے پیچھے لے گئے پھر انہیں واپس لائے یہاں تک کہ
ای جگہ واپس لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا پھر آپ نے دونوں
پاؤں دہریے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے کلی کی
اور ناک میں پانی چڑھایا اور ناک صاف کی یہ تینوں کام آپ نے تین

كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَفِي
رَوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ فَمَسَحَ رَأْسَهُ
فَاقْبَلَ بِهَمًا وَأَذْبَرَمَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ
غَسَلَ رَجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَفِي أُخْرَى
لَهُ فَمَضَضَ وَاسْتَنْثَرَتْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ -

چلوؤں سے تین تین بار کیے۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ آپ نے کھلی کی ناک میں پانی ڈالا ایک چلو سے آپ نے اس
طرح تین بار کیا اور بخاری کی روایت میں ہے۔ آپ نے سر کا
مسح کیا پہلے دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے
آگے لائے۔ ایک بار پھر اپنے ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئے اور ایک
روایت میں ہے اپنے ایک ہی چلو سے تین بار کھلی کی اور تین بار ناک میں ڈالا

۱۴ حضرت عبداللہ بن زید کا برائے انصار میں سے ہیں آپ کی حدیث باب وضو میں حجت اور دلیل ہے۔ اور آپ کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کا ناقل اور راوی کہتے ہیں۔ آپ نے ہی وحشی بن حرب کے ساتھ مل کر میلہ کذاب کو قتل کیا تھا
آپ کو ۳۳ھ میں حرہ کے دن قتل کیا گیا۔ اور عبداللہ بن زید بن عبد ربہ اور میں شخص اور انھیں صاحب الاذان کہتے ہیں اور انہیں یعنی
عبداللہ بن زید عاصم کو صاحب وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔

۱۵ اتنا پانی منگوا یا جس سے وضو ہو سکتا تھا تاکہ آپ وضو کریں اور لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت
اور طریقہ بتلائیں۔

۱۶ یعنی پہنچے تک۔

۱۷ مسح تر ہاتھ کو عضو یا جسم پر پھیرنے کا نام ہے۔

۱۸۔ مسح سر کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصے پر
رکھے انگلیاں اور انگشت شہادت کو الگ رکھے دونوں ہتھیلیوں کو بھی سر سے جدا رکھے اور اپنا ہاتھ سر کے پیچھے لے جائے
پھر دونوں ہتھیلیاں سر پر رکھ کر دونوں ہاتھ آگے کی طرف لائے۔ پھر دونوں انگلیوں کے ساتھ دونوں کانوں کے باہر
کے حصے کا مسح کرے اور دونوں انگشتان شہادت سے کانوں کے اندر کے حصے کا مسح کرے۔ علامہ شمنی علیہ الرحمۃ
نے محیط سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور شرح کنز سے اس کا طریقہ یوں نقل کیا گیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں سر پر
رکھ کر پیچھے کی طرف لے جائے۔ اس طرح کہ سارے سر کو گھیرے پھر دونوں انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے
اس طرح پانی بھی مستعمل نہ ہوگا۔ کیونکہ سارے سر کا مسح بدون اس کے متصور نہیں۔ نیز کانوں کا مسح بھی اسی پانی سے ہوتا ہے
جس سے سر کا مسح کیا ہوتا ہے۔

۱۹ اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں کہ آپ نے کتنی بار پاؤں دھوئے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے آپ نے

پاؤں دھوئے اور اچھی طرح دھوئے۔ اور دوسری احادیث میں تعداد کا ذکر بھی آیا ہے۔

۷۵۔ اس حدیث کو امام مالک نے موطن اور نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔ اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے جو معنی میں متحرک اور الفاظ میں مختلف ہے اسے صاحب جامع نے جامع الاصول میں ذکر کیا اور کتاب جامع صحاح ستہ کی جامع ہے مولف کا اس سے صاحب مصابیح پر اعتراض کرنا مقصود ہے جو مذکورہ حدیث کو صحاح کے الفاظ سے لائے ہیں حالانکہ یہ بخاری و مسلم کی حدیث نہیں ہے اور صحاح میں جو کچھ ہے وہ ہے جسے مولف نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے و فی المتفق علیہ۔

۷۶۔ یہ الفاظ متفق علیہ حدیث کے، میں کہ مصابیح میں اس کے علاوہ دوسرے الفاظ ذکر کیے جن کے بارے میں مولف نے کہا کہ یہ مالک اور نسائی کی روایت ہے۔ اور مولف کا یہ قول کہ و فی روایت الخ۔ تو یہ متفق علیہ روایت کے الفاظ ہیں۔

۷۷۔ یہ صاحب مصابیح کی روایت کے موافق ہے نیز اس کے بارے میں مولف نے کہا ہے کہ اسے مالک اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔ اور دوسری روایات جو مولف علیہ الرحمہ یہاں ذکر کر رہے ہیں صحیحین کی روایات ہیں اور مصابیح میں مذکور ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ و فی روایت فمفوض الخ۔ اور مصابیح کے بعض نسخوں میں واستنشر کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

۷۸۔ و فی روایت اُخری یعنی اور ایک متفق علیہ روایت میں اس طرح بھی آیا ہے۔ فمفوض الخ۔

۷۹۔ و فی روایت لبخاری یعنی ایک روایت میں جو بخاری کے ساتھ خاص ہے۔ یوں آیا ہے۔ فَمَسَمَ رَأْسَهُ الخ۔

۸۰۔ و فی اُخری یعنی امام بخاری کی ہی ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ فمفوض واستنشر ثلاث مرات سن غرۃ واحدة۔

۸۱۔ غرۃ بفتح غین بمعنی ہاتھ سے ایک بار پانی اٹھانا۔ غرۃ بغیم غین یعنی پانی سے بھرا ہوا پانی کا ایک چلو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ احادیث دروایات کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں مختلف آئی ہیں۔ بعض میں تین چلو اور بعض میں ایک چلو آیا ہے۔ پھر بعض میں کلی اور ناک کے لیے الگ الگ چلو کا ذکر ہے اور بعض میں دونوں کے لیے ایک ہی چلو کا بیان ہے۔ اس طرح بہت سی صورتیں بن جاتی ہیں۔ ہم نے شرح عربی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ قول صحیح کے مطابق امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ تین چلوؤں سے پہلے کلی کرے۔ پھر انیس سے ناک صاف کرے۔ اس کے برعکس حنفی مذہب یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے الگ الگ تین چلو پانی لے۔ اس طرح کل چھ چلو بنیں گے۔ تاہم احادیث میں دونوں طریق آئے ہیں۔ اس بارے میں مختلف احادیث کے درمیان مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک طریقہ اختیار کیا کبھی دوسرا۔ اور ان دونوں قسم کی احادیث و روایات میں سے ترجیح ان روایات کو دی جائے گی جو قیاس کے موافق ہوں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ ناک اور منہ دو الگ الگ عضو ہیں لہذا ایک ہی چلو میں دونوں کو جمع کرنا درست نہ ہوگا۔ جس طرح دوسرے اعضا میں الگ الگ پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو جو حدیث قیاس کے موافق ہوگی وہ راجح ہوگی جس طرح کہ علم اصول فقہ میں طے شدہ ہے۔

اور علامہ شمسینی رحمۃ اللہ نے فتاویٰ ظہیریہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک بھی ایک چلو ہی سے کلی اور ناک صاف کرنا درست ہے یعنی نصف سے کلی اور نصف سے ناک صاف کی جائے۔ اسے وصل کہتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک وصل بھی جائز ہے۔

یوں ہی امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک فصل بھی جائز ہے۔

چنانچہ ترمذی نے امام شافعی رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کلی کرنا اور ناک صاف کرنا ایک چلو سے بھی جائز ہے۔ مگر ہر ایک کے لیے تازہ اور جدا پانی لینا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ اس روایت کے مطابق اس مسئلے میں دونوں آئمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

۳۶۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ
تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلَى هَذَا -
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا ہر عضو کو صرف ایک
ایک بار دہویا۔ ایک سے زیادہ بار کوئی عضو نہ دہویا۔ اسے
بخاری نے روایت کیا۔

۳۶۴ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ - (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ہر عضو کو دو دو بار
دہویا۔ (بخاری شریف)

۳۶۵ وَعَنْ عُثْمَانَ أَنَّ تَوَضُّأً بِالْمَقَاعِدِ
قَالَ أَلَا أُرِيكُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا
ثَلَاثًا - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے مقام مقام
میں وضو کیا اور فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا وضو نہ دکھاؤں۔ تو آپ نے تین تین بار وضو کیا
مسلم شریف

۱۵ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضائے وضو کبھی ایک ایک بار کبھی دو دو بار اور کبھی تین تین بار دہوئے

جلتے تھے۔ مگر غالب و اکثر تین تین بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ ایک بار دھونے میں صرف فرض پر کفایت کی گئی ہے جس کے بغیر وضو ہوتا ہی نہیں۔ دو بار دھونے میں طہارت و پاکیزگی کے زیادہ اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔ اسے نور علی نور کہتے ہیں۔ اور یہ مزید اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اور تین تین بار دھونا مرتبہ تطہیر کی انتہا اور طہارت میں مبالغہ و تاکید کا اظہار ہے۔ تین بار سے زیادہ دھونا حد سے تجاوز، اسراف اور ظلم و منورع ہے۔ تین سے زیادہ بار دھونا بظاہر زیادتی ہے مگر حقیقت میں نقصان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے تاہم اس سے وضو باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ قائم باقی رہتا ہے۔

بعض احادیث میں اعضائے وضو تین بار بعض میں دو بار اور بعض میں ایک بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ یہ متعدد صورتیں ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ سب صورتیں بیان جو ازاد و دائرہ وضو کی توسیع کے لیے ہیں بعض علماء کے نزدیک صرف ایک ایک بار دھونا گناہ ہے۔ کیونکہ اس مشہور سنت کا ترک لازم آتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے، گناہ نہیں۔ کیونکہ صرف ایک بار دھونے کا ذکر بھی صحیح احادیث میں آیا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موطا میں کہا ہے کہ تین تین بار دھونا افضل، دو دو بار دھونا کفایت اور صرف ایک بار دھونا اگر صحیح و کامل طریقہ سے ہو تو کافی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ تین سے زیادہ بار دھونے کو میں پسند کرتا ہوں۔ اور ہم اسے حرام قرار نہ دیں گے۔ مگر ان کا مشہور مذہب یہ ہے تین سے زیادہ بار دھونا مکروہ منزیہی ہے۔

۱۔ مقام ایک جگہ کا نام ہے۔ شارحین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد سے باہر لوگوں کے بیٹھنے کے لیے ایک چوڑا بنا یا ہوا تھا۔ تاکہ لوگ مسجد کے بجائے وہاں بیٹھ کر باتیں کیا کریں۔ اور شر پڑھا کریں۔ اس چوڑے کو رجبۃ بھی کہتے تھے مقام مقعد کی جمع ہے یعنی بیٹھنے کی جگہ۔

۳۶۶ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّؤُوا وَهُمْ عَجَالٌ فَأَنْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ تَلَوُّهُمْ لَمْ يَسْهَأَ الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف آ رہے تھے۔ دوران سفر ہم ایک چشمہ پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے نماز عصر کے لیے وضو کرنے میں جلدی کی اور بہت ہی عجلت سے کام لیا۔ اتنے میں ہم لوگ بھی ان کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں۔ یعنی انہیں وضو کا پانی نہ پہنچا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں جلنے کی وجہ سے ان ایڑیوں پر افسوس! اے لوگو

مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ - رَوَاهُ
کامل اور ٹھیک وضو کیا کرو۔
(مسلم شریف)

۱۵ یعنی انہوں نے نماز عصر کے وضو کرنے میں بڑی شتابی کی اور افراتفری سے کام لیا۔ گویا کہ نماز عصر کا وقت تنگ ہو رہا ہے بلکہ گزر چکا ہے۔

۱۶ مجال بکسر عین و خفت جیم اور یضیم عین و تشدید جیم دونوں روایتیں آئی ہیں۔ یہ عاجل کی جمع ہے۔ بمعنی جلدی و شتابی کرنے والے۔

۱۷ جب کہ ایڑیوں کا خشک رہنا عذاب و وعید کا موجب بنا اس وجہ سے دِل (عذاب) کی نسبت ایڑیوں کی طرف کر دی۔ ورنہ حقیقتہً عذاب تو ایڑیوں والوں کو ہو گا۔ جو اس کو تاہی کے مرکب ہوئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب صرف ایڑیوں کو ہی ہو جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ دِل بمعنی سختی، عذاب، ہلاکت اور دوزخ میں ایک وادی کا نام ہے۔

۱۸ کہ اعضاء وضو کا کوئی جزو خشک نہ رہ جائے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے مگر ناخن کے کنارے جتنا حصہ بھی خشک رہا تو وضو نہ ہو گا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے ماسی لیے اس کے نہ دھونے پر وعید فرمائی۔ اور مسح کافی نہ ہو گا۔ یہی اعصار و امصار کے جمہور فقہاء کا مذہب ہے اس کی مخالفت کسی ایسے شخص سے ثابت نہیں جس کی اجماع کے خلاف کوئی اہمیت یا حیثیت ہو۔ اور صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کی حدیث روایت کی ہے اور لوگوں کو آپ کے وضو کی تعلیم دی ہے جیسے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن زید جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا نقل اور خاص راوی قرار دیا گیا ہے اور حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین سب اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب موزے نہیں پہنتے ہوتے تھے تو پاؤں مبارک دھوتے تھے۔ اور لاتعداد احادیث پاؤں دھونے کے ثبوت میں وارد ہیں اور کواتر معنوی اور درجہ صحت کو پہنچ چکی ہیں۔ اور پاؤں نہ دھونے پر یہ مذکورہ وعید بے شمار احادیث میں وارد ہو چکی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام پاؤں پر مسح کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل وضو کرنے کی تاکید کی اور اس کے ترک پر وعید فرمائی تو صحابہ کرام نے مسح کرنا ترک کر دیا اور مسح کی رعایت منسوخ ہو گئی۔ اور طحاوی نے عبد الملک بن سلیمان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں نے عطا خراسانی سے جو اکابر تابعین سے ہیں، کہا کسی صحابی نے بھی دھونے کے بجائے پاؤں پر مسح کر لینا جائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا واللہ یہ بات کسی صحابی سے منقول نہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ پاؤں دھونے کے مسئلے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے۔ ابتداء

اس میں قدرے اختلاف تھا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ اجماع متاخر اختلاف سابق کو رفع کر دیتا ہے۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ اجماع تو وہ ہوتا ہے کہ ایک حکم پر سب کا اتفاق ہوا ہو اور یہاں تو اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ مسح کے قائل ہیں۔ بعض مسح اور دھونے دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور بعض بیک وقت دونوں کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ اس اختلاف کو کچھ اہمیت حاصل نہیں۔ کیونکہ یہ بہت کم لوگوں کی طرف سے مخالفت واقع ہوئی ہے۔ ایسے نادر خلاف کا کچھ اعتبار نہیں۔ زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر ہے کہ اس اجماع کا منکر کافر نہ ہوگا۔ اور ہمارے بعض علماء نے اس کے مخالف کو کافر قرار دیا ہے۔ تاہم ہمارا طریقہ احتیاط کا ہے۔ خلاف اور شبہ کے باعث منکر کو کافر نہ کہا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

اس باب میں خلاصہ سخن یہ ہے کہ کتاب اللہ اس بارے میں محتمل اور مشتبہ ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں حدیث و تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی مراد کو بالکل واضح اور روشن کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو
اپنی پیشانی اور دستا مبارک اور موزوں پر مسح کیا۔
(مسلم شریف)

۳۶۷ وَعَنِ الْغُبَيْرِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ لَانَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ
فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ
وَعَلَى الْخُفَّيْنِ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۱۵ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جنگ خندق کے سال اسلام لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخصوص حکام اور ان کے خاص مشیروں میں سے ہیں۔

۱۶ واضح رہے کہ سر کی مقدار مسح میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سارے سر کا مسح فرض ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں سر کے مسح کا حکم ہے اور سر چونکہ سارے سر کا نام ہے تو مسح بھی سارے سر کا واجب ہوگا۔ اس کے برعکس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے مطلق سر کے مسح کا حکم ہے سارا ہو یا بعض اگرچہ سر کے صرف دو بال ہی ہوں کہ تڑپا تھ سر سے لگانے کا نام مسح ہے۔ اور یہ معنی سر کے کچھ حصے کے مسح سے متحقق ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سر کے چوتھے حصے کا مسح فرض ہے۔ آپ کی دلیل یہ حدیث ناصیہ ہے۔ ناصیہ (پیشانی) سر کے اگلے چوتھائی

حصے کا نام ہے۔ اگر سارے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ صرف مقدار ناصیہ پر کفایت نہ کرتے۔ اور اگر اس سے کم پر مسح جائز ہوتا تو بیان جواز کے لیے کبھی چوتھائی حصہ سے کم پر بھی مسح کرتے۔ امام احمد کے مذہب کے بیان میں روایات مختلف ہیں جو تینوں ائمہ مذکورہ کے مذاہب کے موافق ہیں۔ مگر زیادہ تر روایات امام مالک کے مذہب کے مطابق ہیں۔ ایک روایت میں اکثر سر کے مسح کا بھی ذکر آیا ہے۔ میں (شیخ محدث) نے بعض متاخرین مشائخ سے سنا ہے وہ اپنے مشائخ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا الانصاف فی مسئلہ مسح الرأس مع مالک۔ یعنی مسح سر کے مسئلہ میں حق والانصاف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسح کے بارے میں قرآن حکیم کی آیت مجمل ہے۔ حدیث نے اس اجمال کی تفصیل کر دی۔ اس مسئلے کی پوری تفصیل شرح سفر السعادة میں بیان کر دی گئی ہے۔

۵۳۔ دلی العمامۃ۔ یعنی اور آپ نے عمامہ شریف پر مسح کیا۔ یہ اس پر محمول ہے کہ جب آپ نے فریضہ مسح ادا کیا اور مقدار پیشانی پر کفایت کی تو اس کی تکمیل اور ادائے سنت کی خاطر جو تمام سر کا مسح ہے، بقیہ سر پر مسح کرنے کے بجائے عمامہ شریف پر مسح کیا یہ آپ نے فی الجملہ تطہیر و تنطیف کے لیے کیا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق چونکہ تمام سر کا مسح فرض ہے۔ اس لیے اس فریضہ کی تکمیل کے لیے کچھ سر پر مسح کیا اور کچھ عمامہ شریف پر امام تور شتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ راوی کا وہم ہو۔ شاید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت دست مبارک عمامہ شریف پر پھیرا ہو اور راوی نے یہ وہم کر لیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ شریف پر مسح کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن سر پر مسح نہ کرنا بلکہ مستقلاً عمامہ پر مسح کرنا جس طرح موزوں میں ہوتا ہے۔ تو تینوں ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ ماسوائے امام احمد کے کہ ان کے نزدیک صرف عمل پر مسح کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ عمامہ با وضو پہنا ہو اور اس نے سارے سر کو چھپایا ہو۔ جس طرح موزوں میں ہے۔

اور راوی نے یہ جو کما دلی الخفین (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں موزوں پر مسح کیا) تو اس سے بھی بظاہر اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اور امام تور شتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فقہا حدیث کی ایک جماعت نے عمامے پر مسح کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر دیار اسلام کے اکثر لوگوں میں اس کے خلاف پر عمل ہے۔ انتہی۔ اور حق یہ ہے کہ صرف اس محتمل خبر پر انحصار کرتے ہوئے عمامہ پر مسح کا حکم دقتوی نہیں دیا جاسکتا۔ الا یہ کہ ظہور و شہرت میں موزوں کی حدیث کے درجے کی حدیث ہو جو آفتاب کی روشنی کی طرح روشن و واضح ہو۔ واللہ اعلم۔

۳۶۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيْمَنَ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں جہانگ
مکن ہوتا ہر کام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کو پسند

مَا اسْتَطَاعَ فِي شَايِهِ كُفَّهِ فِي طَهْوَرِهِ
وَتَرَجَّلِهِ وَتَنَعَّلِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
کرتے تھے۔ طہارت میں بھی، بالوں کو گنگھی کر کے میں بھی اور
جو تاپہنے میں بھی۔ (بخاری و مسلم)

۱۷ یعنی آپ اپنا ہر کام جانب راست سے شروع کرتے تھے۔ اور جانب راست اختیار فرماتے تھے اس کے بعد ان کاموں کی تفصیل بیان فرمائی۔ چنانچہ فرمایا فی طہورہ۔ چنانچہ آپ پہلے دائیں ہاتھ دھوتے۔ اسی طرح پہلے دائیں پاؤں مبارک دھوتے۔ تاہم دونوں رخسارے اور دونوں کان تو ایک ساتھ ہی دھوئے جائیں گے۔

۱۸ وترجلہ۔ یعنی سر مبارک اور ریش مبارک میں گنگھی کرنے میں جانب راست سے شروع کرتے۔

۱۹۔ یہ تین چیزیں بطور مثال بیان فرمائیں۔ ورنہ ہر چیز جو عزت و تکریم اور جائزہ زینت و آرائش سے تعلق رکھتی ہے سب کا یہی حکم ہے۔ جیسے کپڑے پہنا، پاؤں میں موزے پہنا، مسجد میں داخل ہونا۔ مسواک کرنا، جائے وضو سے باہر قدم رکھنا، سرمہ ڈالنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھیرنا، لبیں لپیٹ کر نا وغیرہ۔ سر منڈانے میں بعض علماء منڈانے والے کی دائیں جانب مراد لیتے ہیں اور بعض مونڈنے والی کی دائیں جانب یعنی وہ پہلے اس جانب کو مونڈے جو اس کی دائیں جانب واقع ہو۔ جیسا کہ بعض علماء نے مناسک حج میں ذکر کیا ہے۔ تاہم قول اول اصح اور اظہر ہے۔ اور وہ کام جو مذکورہ امور جیسے نہیں ہیں جیسے مسجد سے باہر آنا، جائے وضو میں جانا، طہارت خانہ میں داخل ہونا۔ ناک صاف کرنا، کپڑے آنا رونا اور اس جیسے اور کام تو ان میں بائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور یہ سب دائیں جانب کے خرافت و عزت کی بنا پر ہے۔ جس طرح دائیں جانب کافر شتہ بائیں جانب والے فرشتہ پر فضیلت رکھتا ہے۔ اور دائیں جانب کا ہمسایہ بائیں جانب والے ہمسایہ سے افضل اور اس کا حق مقدم ہے۔

راستی در ہمہ جامعہ است

راستی کو ہر جگہ فوقیت و افضلیت حاصل ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۳۶۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَبَسْتُمْ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ لباس

وَإِذَا تَوَضَّأْتَ تَمَّ فَبَدَّءُوا بِأَيِّهِمْ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

پس نوادرجب وضو کرے تو دائیں جانب سے شروع کیا کرے۔

احمد و ابو داؤد۔

۱۵ اور جوتا و مونہ وغیرہ۔

۱۶ بعض روایات میں میا من کے بجائے لفظ ایما من آیا ہے۔ تاہم معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ البتہ میا من میمن کی جمع اور ایما من ایمن کی جمع ہے۔

۳۷۰ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَضُوءَ
لِمَنْ لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ سَرَاوَاهُ
الترمذی وابن ماجہ ورواہ أحمد
وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْدَّارِمِيِّ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَ
زَادُوا فِي آوَلِهِ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا
وُضُوءَ لَهُ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کا وضو کامل نہیں ہوتا جو اللہ کا نام
(بسم اللہ شریف) نہ لے۔ اسے ترمذی ابن ماجہ نے اور احمد
ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور
محدث دارمی نے حضرت ابو سعید خدری سے انہوں نے اپنے
باپ سے روایت کیا۔ اور احمد و ابو داؤد دارمی نے اس
حدیث کے اول میں یہ الفاظ بھی زیادہ کیے۔ لَا صَلَوةَ لِمَنْ
لَا وَضُوءَ لَهُ یعنی جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔

۱۷ یعنی جس نے وضو شروع کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام نہ لیا یا سلف سے منقول لفظ سبحان اللہ العظیم و بحمدہ
ہے۔ بعض کہتے ہیں اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مراد ہے۔ اور مشہور یہ لفظ ہے۔ بسم اللہ والحمد للہ
علیٰ دین الاسلام۔

۱۸ اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا۔ اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہ ہو اور اس شخص کا وضو نہیں جس نے
خدا کا نام نہ لیا۔ اس سے یہ لازم آیا کہ جس نے وضو شروع کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا اس کی نماز ہی نہیں۔
معلوم ہونا چاہیے کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا سنت ہے یا مستحب۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک ایک روایت کے مطابق صحابہ کرام کی ایک جماعت کے اختیار کرنے کی بنا پر بسم اللہ شریف کا پڑھنا سنت یا
مستحب نہیں بلکہ واجب اور وضو کے لیے شرط ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں بسم اللہ شریف نہ پڑھنے کی صورت
میں وضو کے وجود کی نفی کی گئی ہے۔ تاہم جہور کے نزدیک یہ نفی کمال کی نفی پر محمول ہے۔ لیکن امام احمد، ابو داؤد اور
دارمی کی روایت جو مذکور ہوئی ہے اس احتمال کو جیسا کہ پوشیدہ نہیں و درتر پھینک دیتی ہے۔

جمہور کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ **وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ** اللہ تعالیٰ یعنی جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھوؤ۔ اس آیت مبارکہ میں بسم اللہ شریف کا ذکر نہیں ہے اور اصحاب سنن اربعہ (سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ) نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کی تعلیم دے دیتے ہوئے فرمایا اس طرح وضو کرو جس طرح خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ نے جس آیت میں یعنی مذکورہ آیت میں وضو کا حکم دیا ہے اس میں بسم اللہ شریف کا ذکر نہیں ہے۔ اور تیسری فصل کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک روایت آرہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو شروع کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام لے اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جو خدا کا نام نہ لے اس کے صرف وضو کے اعضا پاک ہوتے ہیں۔ اس کلام کا اسلوب بیان اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ بسم اللہ سے وضو میں کمال پیدا ہوتا ہے اور یہ تنیث یا استحباب کی علامت ہے۔ امام طحاوی و امام قدوری نے تو اسے سنت قرار دیا ہے۔ مگر صاحب ہدایہ نے کہا صحیح تر بات یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

۳۴۱. **وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبَرْنِي عَنْ الْوُضُوءِ قَالَ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالَغْ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ إِلَى قَوْلِهِ بَيْنَ الْأَصَابِعِ.**

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وضو کے بارے میں بتائیں (کہ اس کا حسن و کمال کس چیز میں ہے) آپ نے فرمایا کمال اور عمدہ وضو کر۔ انگلیوں میں خلل کر اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھا لایہ کہ تو روزے دار ہو۔ اسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

۲. اور ابن ماجہ، دارمی نے اسے بین الأصابع کے لفظ تک روایت کیا۔

۱. لقیط بروزن کریم صبرہ بفتح صاد کسر با مشہور صحابی ہیں۔ آپ اہل طائف میں شمار ہوتے ہیں۔

۲. یعنی ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلل کر۔ لغت میں تخلیل کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنے کا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک انگلیوں کا خلل سنت۔ اور امام احمد کے نزدیک پاؤں کی انگلیوں کا خلل تو بلا اختلاف سنت ہے۔ تاہم اگر خلل نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ انگلیوں کا خلل بہت پسندیدہ چیز ہے۔ ہاتھ کی انگلیوں کے خلل میں ان سے دو روایتیں مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ سنت ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ سنت نہیں۔ کیونکہ ان کا کھلا کھلا اور جدا جدا ہونا خلل سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک انگلیوں کا خلال صرف پاؤں کی انگلیوں کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ ہاتھ کی انگلیاں پیدائشی طور پر کشادہ اور جدا جدا ہیں۔ ہاں اگر ایک دوسری کے ساتھ چپکی ہوئی اور متصل ہوں۔ اور تکلف کے بغیر ان کے درمیان پانی نہ گزرے تو واجب وضو رہی ہے۔ اور خلال نہ کرنے پر جو وعید دار قطنی کی حدیث میں آئی ہے جیسا کہ ہدایہ میں آیا ہے وہ اسی مذکورہ صورت محمول ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ ایشخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ پاؤں کی انگلیوں کے خلال کی کیفیت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں سے شروع کرے۔ اور بائیں پاؤں کی چھ انگلیاں پر ختم کرے۔

۳۵۔ مَبَالِغٌ فِی الْاِسْتِثْنَاءِ۔ یعنی ناک میں اچھے طریقے سے پانی چڑھا کر رویت میں یہ الفاظ میں بالغ فی المضمضۃ والاستنشاۃ۔ یعنی اچھے طریقے سے کلی کر اور ناک صاف کر۔ کلی کرنے کی حد یہ ہے کہ پانی سے منہ پڑ کرے اور اس میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی حلق تک پہنچائے۔ اور بعض کے نزدیک مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ سارے منہ میں پانی پھیرے استنشاۃ کی حد یہ ہے کہ ناک کے نرمے تک پانی پہنچائے اور اس میں مبالغہ یہ ہے کہ اس سے بھی آگے لے جائے بعض کے نزدیک مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ سانس سے پانی کھینچ کر ناک کے سوراخ کے آخر تک پانی لے جائے۔ ۳۶۔ کیونکہ روزہ کی حالت میں مبالغہ سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ کہ اس سے روزہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قول مشہور میں غسل اور وضو میں کلی اور ناک میں پانی چڑھانا فرض ہے۔ اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک غسل اور وضو دونوں میں سنت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں دونوں سنت اور غسل میں فرض ہیں۔

۳۷۔ یعنی یہ عبارت بالغ فی الاستنشاۃ الا ان تکون صائمًا کے الفاظ ابن ماجہ اور دارمی کی حدیث میں نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو وضو کرے تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت مسور بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے

۳۸۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَوَّضْتَ فَخَلَّ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ رَوَّاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۳۹۔ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِادِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا تَوَضَّأَ يَدُكَ أَصَابِعَ رَأْسِكَ بِخَصْرَةٍ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وضو کرتے وقت اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو اپنی چھینٹیا سے لے رہے تھے۔ اسے ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۱۷. مُتَوَرِّدٌ بِنِ شَدَّادٍ يَعْنِي بَضْمٌ مِمَّ دَسْكَوْنِ سَيْنٍ، وَفَتْحٌ مَا دَسْكَوْنِ دَاوُدَ كَسْرًا آخِرَ فِي دَالٍ شَدَّادٍ سَيْنٍ كِي فَتْحٍ أَوْ رَوَالٍ كِي شَدَّ كِي سَاتِهٍ۔ اُپ اہل کوفہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت بچے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سماع ثابت ہے۔

۱۸. اُور چھینٹیا سے ملنا خلال کو مستلزم ہے۔ بعض نے کہا یہاں دَلْک (ملنا) خلال کے معنی میں ہے۔ خلال کے یہ چھینٹیا کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس انگلی کا انگلیوں کے درمیان داخل کرنا زیادہ آسان ہے۔ نیز خدمت لی بھی چھوٹوں سے جاتی ہے۔

۳۴۸. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِّنْ مَّاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو ہاتھ مبارک میں پانی کا ایک چلو لیتے اور اسے حلق کی طرف سے ریش مبارک کے نیچے لائے پھر اس کے ساتھ اپنی ریش مبارک کا خلال کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

۱۹. حَنَكُ دُفْتُوں کے ساتھ بمعنی منہ کا اندر کا حصہ۔ تحت حَنَكُ کا معنی ہے ٹھوڑی کے نیچے آپ منہ دھونے کے وقت ایسا کرتے تھے جو اس کا تتمہ ہے۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا دہم ہے۔

۳۴۹. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کا خلال کیا کرتے تھے۔ (ترمذی اور دارمی شریف)

۲۰. معلوم ہونا چاہیے کہ ڈاڑھی کے خلال میں احادیث متعدد طرق سے آئی ہیں۔ ان میں سے بعض طرق میں نقل و قال کی گئی ہے۔ ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس باب میں صحیح ترین حدیث عامر بن شقیق کی حدیث ہے جو انہوں نے وائل سے انہوں نے حضرت عثمان سے روایت کی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈاڑھی کا خلال سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما رحمۃ کے نزدیک افضل ہے۔ مگر جیسا کہ شتمنی نے کہا ہے صحیح تر قول امام ابو یوسف کا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی ڈاڑھی کا خلال سنت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہاتھ پیر دینا اور ڈاڑھی کو ہلا دینا کافی ہے۔ جیسا کہ شتمنی نے کہا۔ امام احمد کے نزدیک ایک روایت کے مطابق واجب ہے۔ اور کہا اگر مہجول کر ڈاڑھی کا خلال نہ کیا تو حرج نہیں اور اگر دانستہ چھوڑ دیا تو اس کا اعادہ کرے۔ اور ڈاڑھی کے خلال کا طریقہ اور کیفیت یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں ڈاڑھی کے نیچے لاکر اوپر کی طرف لائے۔ خلال تین بار دہو لینے کے بعد کرے۔ جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ

نے دونوں ہاتھ دھوئے اور انھیں خوب صاف کیا۔

پھر تین بار ہلکی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈال

کر اسے صاف کیا۔ تین بار چہرہ مبارک دھویا اور کہنیوں

تک تین بار ہاتھ دھوئے۔ پھر ایک بار سر کا مسح کیا پھر آپ

نے ٹخنوں تک پاؤں دھوئے پھر آپ کھڑے ہوئے

اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ آپ نے فرمایا!

میں نے پسند کیا کہ تم لوگوں کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی طہارت (وضو) کیسی ہوتی تھی۔

(ترمذی و نسائی)

۳۴۷. وَعَنْ أَبِي حَيْثَةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا

تَوَضَّأَ فغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى انْقَاهُمَا ثُمَّ

مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَ

غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا

وَذَرَا عِيَهُ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً

ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ

فَاخَذَ فَضْلَ طَهُورٍ فَشَرِبَهُ وَهُوَ

قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَحَبُّنَا أَنْ أُرَايَكُمْ

كَيْفَ كَانَ طَهُورُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَالنَّسَائِيُّ

۱۷ اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔ بعض اسے وضو کے پانی کے ساتھ خاص رکھتے ہیں اس

مسئلہ میں تفصیلی گفتگو اور اختلاف مذاہب باب الاشریہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے

کہا ہم لوگ بیٹھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے

جب کہ وہ وضو کر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے دائیں ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور اپنے

۳۴۸. وَعَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ نَحْنُ جُلُوسٌ

نَنْظُرُ إِلَى عَلِيٍّ حِينَ تَوَضَّأَ فَادْخَلَ يَدَهُ

الْيُمْنَى فَمَلَأَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ

وَنَشْرَبُ بِهِ الْيُسْرَى فَعَلَ هَذَا ثَلَاثًا

مَرَاتٍ تُمَقَّالَ مَنْ سَرَّكَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى
طُحُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَهَذَا طُحُورٌ ۝

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

منہ کو پانی سے پر کیا اور کلی کی۔ اور ناک میں پانی ڈالا اور یا میں ہاتھ سے
ناک صاف کی۔ آپ نے تین بار اس طرح کیا۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کو دیکھ کر خوش ہونا چاہیے
تو یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو مبارک۔ داری شریف۔

۱۴ غیر بفتح غاد سکون یا یہ لفظ شریعت کی ضد ہے۔ بن زید الہمدانی انہوں نے (عبد خیر بن زید) نے جاہلیت اور اسلام دونوں
زمانے پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی پایا مگر آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ ان کا شمار
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھیوں میں ہوتا ہے۔

۱۵ کیونکہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کا طریقہ
یہ تھا۔ باقی یہی بات کہ اس حدیث میں صرف کلی اور استنشاق (ناک میں پانی چڑھانا) کا ذکر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی
ہے کہ اس مقام راوی کا مقصد صرف کلی اور استنشاق، ناک صاف کرنا اور تین بار ایسا کرنا ہی ہو اور یہ بیان کرنا
مطلوب ہو کہ آپ نے ایک ہی چلو سے دونوں کام کیے۔ جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی وضو کی کیفیت
بھی معلوم تھی اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہ تھا واللہ اعلم۔

۳۷۸ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفِّ
وَاحِدٍ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا.

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں
پانی چڑھایا۔ آپ نے تین بار ایسا کیا۔
ابوداؤد و ترمذی۔

۱۶ اس حدیث سے بھی مقصود وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تھا۔

۳۷۹ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ
أَذْنَيْهِ بِأُطْنَمَهِمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَ
ظَاهِرُهُمَا بِأَبْهَامَيْهِ.

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مسح کیا اور دونوں کانوں کا مسح کیا یعنی کانوں
کے اندر کے حصے کا دونوں انگشتان شہادت سے۔ اور دونوں
کے باہر کے حصوں کا دونوں انگوٹھوں سے مسح فرمایا۔
بیہقی۔

۱۔ انہیں مسحتین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ تسبیح یا خدا تعالیٰ سبحانہ کی بات کرتے وقت ان انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ انگوٹھے کے ساتھ کی انگلیاں ہیں۔ انہیں انگشتان شہادت بھی کہتے ہیں۔ یہ ان کا اسلامی نام ہے۔ دور جاہلیت میں انہیں سبابہ کہتے تھے۔ سب کا معنی گالی ہے۔ عرب اس سے لوگوں کو گالی دیتے تھے۔ اور گالی دیتے وقت اس سے اشارہ کرتے تھے۔ اسی بنا پر اس نام کا ذکر مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ کبھی بعض مواقع میں اس لفظ (سبابہ) کا اطلاق واستعمال کر دیا جاتا ہے۔ اس حدیث میں بھی بعض نسخوں میں سباحین کے بجائے سبابین واقع ہوا ہے۔

۳۸۰. وَعَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُعَوِّذٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَتَسَمَّ رَأْسَهُ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصَدَّغِيهِ وَأُذُنِيهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ إصْبَعِيهِ فِي جُحُوْحِي أُذُنِيهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ الرَّوَايَةَ الْأُولَى وَاحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ الثَّانِيَةَ۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ وہ فرماتی ہیں آپ نے سر کا مسح کیا۔ سر کے اگلے اور پچھلے حصے کا اور کانوں اور آنکھوں کے درمیان کے حصے کا۔ اور دونوں کانوں کا ایک ایک بار۔ اور ایک روایت میں ہے آپ نے وضو کیا پھر دونوں انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخ میں ڈالیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے پہلی روایت کی روایت کی یعنی مرۃ واحدة کے لفظ تک۔ اور احمد و ابن ماجہ نے دوسری روایت کی روایت کی یعنی تو وضاء سے لفظ اذنیہ تک۔

۱۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مسح سر کے بارے میں احادیث یا تو مطلق وارد ہوئی ہیں یا ایک بار کے ساتھ مقید ہیں اور یہ سب صحیح احادیث ہیں۔ بعض احادیث میں مرتین (دو بار) کا لفظ بھی آیا ہے۔ اسے دو گنا کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں۔ مگر تین دفعہ مسح کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔ کیونکہ جو کچھ احادیث میں آیا ہے وہ اسی قدر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار یا دو دو بار یا تین تین بار وضو کیا۔ اور وضو غسل اور مسح دونوں کو شامل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا تین بار مسح کا قول اس حدیث اور مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی وجہ سے ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تین بار کا محض احتمال ہے اور دوسری احادیث اس بیان میں صریح ہیں کہ آپ نے صرف ایک بار مسح کیا۔ اور حسب قواعد محتمل کا حمل متعین پر کرنا ضروری ہے پھر مسح کی بنا تخفیف و آسانی پر ہے۔ اسے دھونے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ فتح الباری میں کہا کہ بخاری و مسلم کے کسی بھی طریق میں مسح کے عدد کا ذکر نہیں آیا۔ اور اکثر اسی پر ہیں مگر امام شافعی فرماتے ہیں تین تین بار مسح کرنا مستحب ہے۔ ابو داؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام احادیث جو صحیح ہیں صرف

ایک بار مسح پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ نے کہا مسح کا تکرار غریب اسناد میں آیا ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کے باعث وہ اہل علم کے نزدیک حجت نہیں بن سکتا۔ انتہی۔ پھر جہاں جہاں تکرار مسح کا ذکر ہے اس سے ایک ہی پانی سے تکرار مراد ہے۔ نئے پانی سے تکرار مراد نہیں۔ علامہ شمسینی نے کہا آب جدید کے ساتھ تین تین بار مسح کرنا بدعت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک غریب روایت میں آیا ہے۔ ہاں ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا ہدایہ میں اسے مشروع اور جائز۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی قرار دیا۔ ہدایہ کی بعض شروحات میں کہا کہ حسن نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک ہی پانی سے اگر تین بار مسح کرے تو یہ منون ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۳۸۱ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوَّضًا وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلٍ يَدَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مَعَ زَوَائِدَ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اس پانی سے مسح کیا جو ہاتھوں سے بچا ہوا نہ تھا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور مسلم نے اسے کچھ زوائد کے ساتھ روایت کیا۔

۱۔ یعنی مسح سر کے لیے نیا پانی لیا۔ اور اس سے مسح کیا اور اس تری پر جو ہاتھوں کو لگی ہوئی تھی۔ کفایت نہ کی۔ کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اس تری کے ساتھ مسح کر لیا جو دھوئے جانے والے عضو سے ہاتھ میں لگی رہتی ہے تو یہ کافی ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے برتن سے نیا پانی لیا۔ مگر اس تری سے مسح کرنا جائز نہیں جو کسی عضو پر مسح کرنے کے بعد باقی رہے اور اس بارے میں ایک حدیث بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس مذکورہ حدیث میں بھی بروایت ابن یعیہ غیر کے بجائے غیر کا لفظ آیا ہے۔ یعنی اس تری سے مسح کیا جو ہاتھ دھونے کی وجہ سے ہاتھوں میں لگی ہوئی تھی۔ یعنی نیا پانی نہ لیا۔ تاہم صحیح روایت وہی ہے جو متن میں مذکور ہے۔ کیونکہ دوسری روایت میں صراحتہً آیا ہے کہ آپ نے مسح سر کے لیے نیا پانی لیا۔ پس اول اور افضل وہی ہے جو متن میں مذکور ہے۔ اور ہاتھ میں لگی ہوئی باقی ماندہ تری سے مسح کرنا بھی جائز ہے۔

۲۔ یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، چہرہ اور باقی اعضائے وضو دھونا۔ اور چونکہ مصنف رحمۃ اللہ نے ان زوائد کا ذکر دوسری احادیث میں کر دیا ہے۔ اس لیے یہاں ترمذی کی اس حدیث پر کفایت کی جس میں مسح کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر ہے۔ یہ غور و فکر کا مقام ہے۔

۳۸۲ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ ذَكَرُوا وَضُوءَ رَسُولِ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ
یَمْسَحُ الْمَاقِیْنَ وَقَالَ الْاُذُنِیْنَ
الرَّأْسِ۔

رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابُو دَاوُدَ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَا قَالَ حَمَّادُ لَا اَدْرِیْ
الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَاجَةَ
اَمْ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ۔

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے
ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چشمان مبارک
کے دونوں کونے چہرہ الفرد دہوتے دنت ملتے تھے۔

اور ابو امامہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان سر
میں شامل ہیں۔ اسے ابن ماجہ اور ابو داؤد و ترمذی نے
روایت اور ان دونوں (ابو داؤد و ترمذی) نے ذکر کیا کہ
حماد نے کہا میں نہیں جانتا کہ قول الاذان من الرأس حضرت
ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول مبارک۔

۱۔ یہاں سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ سر کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا چاہیے۔ اور ہاتھوں سے
باقی ماندہ پانی سے کرنا چاہیے۔ آپ جدید سے نہ کرنا چاہیے۔ مسئلہ اول میں آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ بعض کے نزدیک
کان چہرے میں شامل ہیں لہذا چہرہ دہوتے وقت کانوں کا مسح کرنا چاہیے۔ بعض یہ کہتے ہیں۔ کانوں کا ظاہری حصہ
سر میں اور اندر کا حصہ منہ میں شامل ہے۔ یہ حضرات الاذان من الرأس کے الفاظ کو ضعیف قرار دیتے ہیں یا اسے
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں اور دوسرا مسئلہ کہ کانوں کا مسح سر کی ترمی سے کیا جائے
ہمارا اور امام احمد کا مذہب ہے ان کے اکثر مشائخ کے بیان کے مطابق یہی صحیح ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے
بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس بات کو زیادہ تر ذکر کیا ہے کہ آپ سر اور
کانوں کا مسح ہی پانی سے کرتے تھے۔ بہت سی احادیث میں یہ بیان آیا ہے۔

امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت میں اور امام مالک کے نزدیک کانوں کا مسح نئے پانی سے کیا جائے گا
اس باب میں بھی ایک حدیث مروی ہے۔ (اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے) کہ غالباً اور اکثر اذقات میں کانوں کا مسح آپ
سر سے ہی کرتے تھے۔ ہاں کسی وقت ترمی ہاتھوں میں باقی نہ رہتی تھی تو کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لیتے
تھے۔ واللہ اعلم۔

۲۔ حدیث کی عبارت جسے مؤلف نے ذکر کیا ہے۔ دونوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اور حماد کو تردد بھی
ہو سکتا ہے۔

۳۸۳ وَعَنْ عُمَرَ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ
فَأَرَاهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هَكَذَا
الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا فَقَدْ
أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَمَعْنَاهُ
۳۸۴ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَنَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ
قَالَ أَيْ بُنَى سَلِ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ
بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ سَيَكُونُ
فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي
الطُّهُورِ وَالِدُّعَاءِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۔ بضم میم وفتح غین وفائے مشددہ آپ مشہور صحابی ہیں۔

۲۔ یعنی اس تکلف اور بے فائدہ گفتگو کی کیا ضرورت ہے کہ جنت کی معین جگہ اور مخصوص مقام اور وہ بھی خاص کیفیت و صفت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مانگ رہا ہے۔ تو یہ طلب کر کہ خدا تعالیٰ تجھے آتش دوزخ سے بچائے اور جنت عطا فرمائے۔

۳۔ طہارت میں حد سے تجاوز کرنا تو یوں ہے کہ تین بار سے زیادہ بار دھوئے۔ پانی میں اسراف کرے۔ اور دوسو سے کی حد تک پانی کے استعمال میں مبالغہ کرے۔ اور دعائیں حد سے تجاوز کرے کہ کسی معین مقصد کی درخواست کرے اور امکان و عادت سے خارج چیز کے حصول کی دعا کرے اور اپنے پاؤں بسا طہارے سے باہر نکالے۔

۳۸۵ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور

حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بادیہ نشین حاضر ہوا وہ آپ سے وضو کی کیفیت اور اس کا کمال دریافت کر رہا تھا۔ آپ نے اسے تین تین بار عضو دھونا دکھایا۔ پھر فرمایا کامل وضو کی شکل یہی ہے جس نے تین سے زیادہ بار دھویا اس نے بڑا کیا، اور حد سے بڑھا اور ظلم کا مرتکب ہوا۔ اسے نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابو داؤد نے اس کا معنی روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے لڑکے کو یہ دعا کرتے سنا اللہم انی اسئلك القصر الابيض عن يمين الجنة۔ اس اللہ میں تجھ سے جنت کی دائیں جانب سفید محل کی درخواست کرتا ہوں۔ فرمایا اے میرے لخت جگر! اللہ سے جنت کا سوال کر۔ اور خدا تعالیٰ کے پاس آتش دوزخ سے پناہ مانگ۔ کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا بیشک یہ امر واقعہ ہے کہ میری اس امت میں عنقریب ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو وضو اور دعائیں ادب و اعتدال کی حد سے بڑھ جائے گا۔ اے احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْوُضُوءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلَهَانُ فَاتَّقُوا وَسْوَاسَ الْمَلَأِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ أَسْنَدُهُ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لَا تَأْكُلُ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرَ خَارِجَةٍ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وضو کے لیے ایک شیطان ہوتا ہے جسے وَلَهَانُ کہتے ہیں۔ تو پانی کے دوسو سوں سے بچو۔ اسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور محدثین کے نزدیک اس کا اسناد قوی نہیں۔ کیونکہ ہم خارجہ بن مصعب ابوالحجاج سرخی کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے جس نے اسے مسند بیان کیا ہو اور وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

۱۷ آپ عظیم الشان صحابی ہیں۔ سید القراء، سید الانصار اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کے مناقب دوسرے مقام میں مذکور ہوئے ہیں۔

۱۸ وَلَهَانُ وَلَه سے مشتق ہے۔ بمعنی اندوہ و صدمہ اور صدمے کے باعث عقل کا زائل ہو جانا اور بمعنی حیرت بھی آتا ہے۔ اس شیطان کا نام ولہان اس لیے رکھا گیا کہ وہ طلب و وسوسہ کی شدت حرص اور لوگوں کی وسوسہ اندازی کی فکر میں گویا ہر وقت حیرت اور غم و اندوہ میں ڈوبا رہتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ولہان انسان کی صفت کا نام ہو۔ کہ اس کی طرف سے وسوسہ اندازی کے باعث انسان حیرت و اندوہ میں پڑ جاتا ہے۔ اس بنا پر مجازاً اس انسان کو شیطان کہہ دیا گیا ہے۔

۱۹ یعنی ان دوسو سوں سے بچو جو وضو کے وقت آتے اور اسراف میں مبتلا کرتے اور حد سنت سے باہر نکال دیتے ہیں۔ ۲۰ کہ علماء حدیث اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

۲۱ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ وضو کر چکے تو کپڑے کے ایک کنارے سے اپنے چہرہ مبارک صاف کیا۔ ترمذی شریف۔

۲۲ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو کپڑا پہنا ہوا تھا اسی سے عضو (چہرہ مبارک) صاف کیا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے کوئی الگ رومال تیار نہ رکھا ہوا تھا۔ اور اگر ثوب کے لفظ میں الگ رومال بھی شامل کر لیا جائے۔ تو بھی بعید نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں

۲۳ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خَرَفَتْ
تَنْشِفُ بِهَا أَعْضَاءَهُ بَعْدَ الْوُضُوءِ رَوَاهُ
الترمذیُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ
بِالْقَائِمِ وَأَبُو مَعَاذٍ الرَّاویُّ ضَعِيفٌ عِنْدَ
أَهْلِ الْحَدِيثِ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کپڑے کی ایک ٹاکی ہوتی
تھی جس کے ساتھ وضو کے بعد آپ اعضاء مبارک پونچھتے
تھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور کہا یہ حدیث قوی
نہیں۔ اور ابو معاذ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف
ہے۔

۱۷ کہ آپ کپڑے کے اس ٹکڑے کے ساتھ اعضاء سے لگا ہوا پانی صاف کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اعضاء مبارک صاف کرنے کے لیے علیحدہ کپڑا بھی ہوتا تھا۔

۱۸ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اپنی جامع میں ان دونوں احادیث کو روایت کیا اور دونوں کو ضعیف کہا۔ پہلی حدیث
کا ضعف بیان کرتے ہوئے کہا کہ رشید بن سعد اور عبد الرحمن بن زیاد افریقی حدیث میں ضعیف ہیں۔ اور کہا اس باب
میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح روایت میں کوئی چیز مروی نہیں۔ اور ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے رومال استعمال کرنے کی اجازت ثابت کرتا ہے۔ جو حضرات رومال کا استعمال مکروہ قرار دیتے ہیں وہ اس کی وجہ یہ
بیان کرتے ہیں کہ وضو کا پانی بھی قیامت کے روز تولا جائے گا انتہی (لہذا وہ اعضاء وضو کے ساتھ رہنا چاہیے۔

کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ رومال کا استعمال اگر بطور تکبر ہو تو مکروہ ہے۔ ورنہ مکروہ نہیں۔ بعض کے نزدیک بہتر
یہ ہے کہ استعمال نہ کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔ اور اگر کر لیا جائے تو مکروہ بھی نہیں۔ اور بعض کے
نزدیک مکروہ ہے کہ اس میں اثر عبادت کا ازالہ ہے۔ کیونکہ وضو کا منسوب تک تر نہ ہو وضو کا پانی تسبیح کرتا رہتا ہے۔
واللہ اعلم۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۲۸۸ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةٍ قَالَ قُلْتُ
لَاِبْنِ جَعْفَرٍ هُوَ مُحَمَّدُ الْبَاقِرُ حَدَّثَكَ
جَابِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَ
ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ الترمذیُّ

حضرت ثابت بن صفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے
دریافت کیا کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تم سے یہ حدیث
بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار
دو دو بار اور تین تین بار وضو کیا؟ فرمایا ہاں۔

وَابْنُ مَاجَةَ۔

ترمذی و ابن ماجہ۔

۱۵ حضرت ثابت بن صفیہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ آپ نے حضرت انس اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما سے احادیث سنیں اور سفیان ثوری و ابن عیینہ نے ان سے احادیث سنیں۔ دوسرے آئمہ نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اخبار میں کثیر الوہم تھا اور اس کی احادیث کمزور ہیں۔ ابن معین نے کہا میں بشی (یہ شخص کچھ نہیں)۔

۱۶ ابو جعفر محمد باقر بن علی زین العابدین سلام اللہ علیہما و علی آباہم الکرام۔ معلوم ہونا چاہیے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ مدینہ مطہرہ کے اعظم فقہائے میں سے ہیں ثقیف اور کثیر الحدیث ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت زین العابدین، حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کا حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بہت اُنا جانا تھا۔ اور ان سے آپ بہت حدیثیں سنتے تھے۔ علماء کرام نے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا تھا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص تجھ سے علم حاصل کرے گا۔ آپ کو باقر کا لقب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا۔ بقر کا معنی لغت میں پھاڑنے اور کشادہ کرنے کا ہے۔ وسی محمد بن علی زین العابدین لقبہ فی العلم یعنی حضرت ابو جعفر محمد کا نام باقر اس لیے رکھا گیا کہ آپ وسیع اور کشادہ علم رکھنے والے تھے۔ تذکروں میں آیا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے (حضرت جابر اس وقت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے) تو آپ پوچھتے تم کون ہو۔ آپ جواب دیتے میں محمد بن علی ہوں۔ یہ سن کر حضرت جابر فرماتے مرجبا مرجبا یا بن رسول اللہ و ولد سبطیہ و ریحانہ مرجبا مرجبا اے رسول اللہ کے بیٹے اور رسول اللہ کے دو ہنوں اور پھولوں (امام حسن و حسین) کے صاحبزادے۔ پھر حضرت جابر ان کے گریبان میں ہاتھ ڈالتے اور ان کی گردن اور سینہ اور بغل میں ہاتھ پھیرتے اور خلاص و عقیدت کی خوشبو اُنس و محبت سونگھتے۔ بیت

اے گل نہ تو خوشنودم کہ تو بوئے کسی داری

اے سرور نہ تو نازم قدرت بکسے مانند

”اے گل میں تجھ سے بہت ہی خوش ہوں کیونکہ تجھ سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔ اے سرور نازک مجھے تجھ پر

ناز ہے کہ تیرا قد کسی کی مانند ہے۔“

اور حضرت جابر ان سے فرماتے اے ابن اخی مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر احادیث حاصل کرنا چاہتا

ہے کرے کیونکہ مجھے ہر بات سے متعلق بے شمار احادیث یاد ہیں۔ اور حضرت جابر سے بہت سی طویل احادیث مذکور ہیں

جو راویوں کے حالات کی خصوصیات کی تفصیلات کے ساتھ روایت کیا کرتے تھے رضی اللہ عنہ۔

۳۸۹ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ هُوَ نُورٌ عَلَى نُورٍ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا اور فرمایا یہ نور علی نور ہے۔
رزیں۔

۱۵ طہارت پر طہارت اور فرض پر سنت کا اضافہ مزید نورانیت کا موجب و سبب ہے۔ اس لفظ میں مذکورہ قصہ تجیل کی طرف اشارہ ہے۔ (کہ وضو کے اعضاء روز قیامت چمکتے ہوں گے)۔

۳۹۰ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَقَالَ هَذَا وَضُوءِي وَوَضُوءُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي وَوَضُوءُ إِبْرَاهِيمَ رَاوَاهُكَ رِزِينُ وَالتَّوَوُّؤُ ضَعْفَ الثَّانِي فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو فرمایا اور کہا میرا اور پہلے انبیاء علیہم السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وضو ہے۔ ان دونوں احادیث کو رزیں نے روایت کیا اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسے ضعیف کہا۔

۱۶ یعنی میرا یہ وضو کامل وضو ہے۔ اور مجھ سے پہلے انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہم السلام کا وضو ہے جو خاص نوعیت کی طہارت و زلفات کا حامل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کا وضو مبارک بھی ہمارے اسلامی طریقے اور خصوصیات کے مطابق تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دلالت مقام کے پیش نظر خاص تین تین بار دھونے کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ عبارت کا انداز بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

۱۷ یعنی شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے دوسری حدیث جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کو شرح صحیح مسلم میں ضعیف کہا ہے۔

۳۹۱ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَكَانَ أَحَدُنَا يَكْفِيهِ الْوَضُوءُ مَا لَمْ يَجِدْ دَرَاوَاهُ الدَّارِجِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔ مگر ہمارے لیے بے وضو ہونے تک ایک ہی وضو کافی ہوتا تھا۔ دارمی۔

۱۸ اسی بنا پر بعض کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ آنے والی

حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ بعض فرماتے ہیں ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا عزیمت پر عمل اور ظاہر کتاب اللہ یعنی آیت اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْآخِرَةِ کے پیش نظر تھا واجب و ضروری نہ تھا۔

۳۹۲. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ قَالَ قُلْتُ لِعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَرَأَيْتَ وَضُوءَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرًا عَمَّنْ أَخَذَهُ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَسَاءُ بْنُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَظَلَةَ ابْنَ أَبِي عَامِرٍ الْغَسِيلِ حَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَمْرًا لَوْ وَضُوءٌ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرًا فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالسَّوَابِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَوَضَعَ عَنْهُ الْوُضُوءَ إِلَّا مِنْ حَدِيثٍ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً عَلَى ذَلِكَ فَفَعَلَهُ حَتَّى مَاتَ - (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ بات تو بتاؤ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ با وضو ہوں یا بے وضو ہر حالت میں ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے ہیں یہ بات آپ نے کس سے حاصل کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا حضرت اسامہ بنت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے ان سے حدیث بیان کی کہ بیشک حضرت عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الغسیل نے ان سے حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے کہ با وضو ہوں یا بے وضو ہر نماز کے لیے تازہ وضو کیا کریں جب یہ حکم آپ کو دشوار محسوس ہوا تو آپ کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیا گیا۔ اور ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنا منسوخ ہو گیا مگر وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں۔ حضرت عبد اللہ اپنے اندر ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کی قوت پاتے تھے۔ اس لیے وفات تک وہ ایسا ہی کرتے رہے۔ احمد۔

۱۔ حبان یفیع حاد بائے مشدہ آپ ابو عبد اللہ انصاری مازنی ہیں۔ فقہائے تابعین میں سے ہیں۔ محدث ابن حبان نے انہیں صاحب طبقہ اور ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ آپ ابن عمرو انس اور اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے۔ اور عبادت الہی، فقہ اور علم میں ان کا خاص الفاظ میں ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ سلمہ میں فوت ہوئے۔

۲۔ عبید اللہ تابعی ثقہ ہیں۔ قلیل الحدیث ہیں۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر کے بھائی ہیں۔ سلمہ کے بعد اپنے بھائی سالم سے پہلے فوت ہوئے۔

۳۳ حضرت اسماء بنت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ آپ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن ہیں۔ حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے بڑے بھائی ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔ جنگ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ۳۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یمامہ کے دن شہید ہوئے۔ ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا بھی صحابیات میں سے ہیں۔

۳۴ حضرت عبداللہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں۔ اور حضرت حنظلہ غسیل سادات صحابہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد کے دن جام شہادت نوش فرمایا۔ جس قصے کی بنا پر آپ غسیل کے لقب سے مشہور ہیں وہ مشہور قصہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سات سال کے بچے تھے۔ حضرت عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ نہایت اچھے اور فاضل شخصیت اور امیر انصار تھے۔ واقعہ حرہ کے دن شہید ہوئے۔ باقی رہا ابو عامر راہب حضرت حنظلہ کا باپ تو وہ کافر تھا اور کفر کی حالت میں ہی بد بختی اور شقاوت کے عادیہ میں جاگرا۔

۳۵ یعنی یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد تھا کہ صرف وجوب منسوخ ہوا ہے۔ جو شخص قوت و طاقت رکھتا ہو اس کے لیے ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرنے کی ادبیت اور افضلیت باقی ہے۔ (فہم اور سمجھ سے کام لو)۔

۳۹۳. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ
وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا هَذَا الشَّرَفُ يَا سَعْدُ
قَالَ أَفِي الْوُضُوءِ سَرَفٌ قَالَ نَعَمْ وَإِنْ
كُنْتَ عَلَى نَهْرٍ جَارٍ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
ابْنُ مَاجَهَ -
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر رہے جب کہ وہ وضو کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعدیہ اسراف اور پانی کی فضول خرچی کس لیے عرض کیا کیا وضو میں اسراف ہوتا ہے فرمایا ہاں اگر چہ تو جاری نہر کے کنارے ہی وضو کر رہا ہو۔ احمد و ابن ماجہ۔

۳۶ یعنی پانی جو نادر الوجود اور کمیاب بھی نہیں اور عادتاً اسے خرچ و استعمال ہی کیا جاتا ہے۔ اس میں کیا اسراف ہوگا۔ فرمایا اس میں اسراف ہوتا ہے۔

۳۷ اس جملے میں مبالغہ کے طور پر پانی کے اسراف سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اسراف متصور نہیں بعض علماء فرماتے ہیں نہر سے وضو کرنے میں اگر چہ پانی بہنے میں اسراف نہیں تاہم اپنی عمر اور وقت ضائع کرنے کا

اسراف پایا جاتا ہے۔ اور اس کے نزدیک ہے وہ جو بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں اسراف سے مراد گناہ کا ارتکاب ہے۔ یعنی اگرچہ جاری ہنر سے وضو کرنے میں ضرورت سے زیادہ پانی بہانے اور اسے ضائع کرنے کی صورت متحقق نہیں ہے مگر مقدار شرعی سے زیادہ پانی استعمال کرنے کی بنا پر گناہ ضرور لازم آتا ہے۔

۳۹۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ قَالَا

عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ

جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرْ اسْمَ

اللَّهِ لَمْ يُطَهِّرْ إِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوءِ۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے اور اللہ کا ذکر کرے (ابتداء وضو میں بسم اللہ شریف پڑھے) اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ اور جو وضو کرے مگر خدا تعالیٰ کا نام نہ لے تو اس کے صرف وضو والے اعضاء ہی پاک ہوتے ہیں۔

لے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں بسم اللہ شریف پڑھنا سنت و مستحب ہے، واجب و ضروری نہیں جیسا کہ گذرے۔

۳۹۵ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ وَضُوءَ

الْقُلُوبَةِ حَرَّكَ خَاتَمَهُ فَيُصْبِعُهُ رِوَاهُهَا

الذَّارِقُطِّيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْأَخِيرُ

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز والا وضو کرتے تو اپنی انگشت مبارک میں پانی ہونی انگوٹھی کو ہلاتے۔ ابن ددوٰں احادیث کو دارقطنی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے صرف دوسری کو روایت کیا۔

بَابُ الْغُسْلِ

غسل کا بیان

غسل بضم غین اور بفتح غین بمعنی دھونا۔ غین کے صمنہ کے ساتھ بمعنی تمام جسم دھونا۔ غسل وہ پانی جس سے بدن دھوئے ہیں۔ اور غسل کہ غین کے ساتھ ایسی چیز جس کے ساتھ سرد ہوتے ہیں۔ جیسے مٹی اور اشنان اور خطمی وغیرہ۔ غسل بمعنی پانی اور سرد ہونا دونوں معنوں کے لیے آتا ہے۔ مثالہ وہ میل کچیل جو کسی چیز کو دھونے سے باہر نکلتی ہے۔ تغسل اعضاء دھونے میں مبالغہ کرنا اور دوسرے کو غسل پر آمادہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۳۹۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْلَسَ

أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَدْبَعِ ثُمَّ جَهَّذَهَا

فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے پھر عورت کو مشقت میں ڈال دے (جماع کرے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ شعب شعبہ کی جمع ہے شعبہ کا معنی کسی چیز کا ٹکڑا اور شاخ کا آتا ہے۔ یہاں اس سے عورت کے دونوں ہاتھ اور پاؤں یا دونوں رانیں اور دو پنڈلیاں یا دونوں رانیں اور اس کی شرم گاہ کے دو کنارے یا اس کی شرم گاہ کے چاروں کنارے مراد ہیں۔

۲۔ یعنی مرد و عورت دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔

۳۔ یہی ائمہ اربعہ اکثر صحابہ خلفائے اربعہ اور حضرت عائشہ اور تابعین وغیرہ تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

۳۹۷ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ

الْمَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ

مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا مَسْنُوحٌ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ

فِي الْأَحْتِلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَمْ

أَجِدْهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ

حضرت ابو سعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانی کا استعمال (غسل) پانی (مٹی) نکلنے سے لازم آتا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ شیخ امام محمدی السنۃ رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ الفاظ اطلاق کے لیے ہیں۔ مگر میں نے اسے بخاری و مسلم میں نہیں پایا۔

(ترمذی شریف)

۱۔ اس حدیث کے مطابق بے انزال غسل فرض نہ ہوگا۔ پس ان دو احادیث کے درمیان تعارض پایا جاتا ہے

مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) اس کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے قول میں فرماتے ہیں۔ قال الشيخ ال آخرہ۔

۲۔ یعنی حدیث انما الماء من الماء منسوخ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ رخصت و

سہولت ابتداء اسلام میں تھی۔ بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔ ترمذی نے کہا اسی طرح کی روایت بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ یہ اجازت ابتداء اسلام میں تھی۔ بعد میں منسوخ ہو گئی۔ اور یہ حکم ہوا کہ جب مرد کا آلہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے اور التقاء خنانین ہو جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو۔

۳۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم احتلام کی حالت سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ اس میں تری دیکھے بغیر غسل فرض نہیں ہوتا۔ اگرچہ اسے دیکھا ہوا خواب اور اس میں حاصل شدہ لذت یاد ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تاویل کے مطابق حدیث کو منسوخ قرار دینے کی حاجت نہ رہے گی۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے۔ احتلام کی حالت ہو یا غیر احتلام کی کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اس کے بعد منسوخ ہو گیا۔

۳۸۔ یعنی اس حدیث کو کہ حضرت ابن عباس نے کہا انما الماد من الماد فی الاحتلام، ترمذی نے روایت کیا اور میں اسے بخاری و مسلم میں نہیں پاتا۔ دراصل یہ مولف کی طرف سے صاحب مصابیح پر اعتراض ہے۔ کہ وہ اس حدیث کو صحاح میں لائے ہیں۔ حالانکہ صحیحین میں یہ حدیث نہیں ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مصنف (صاحب مصابیح) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دونوں حدیثوں میں تعارض اٹھانے کے لیے لائے ہیں۔ اس طریق پر نہیں لائے کہ حدیث بھی صحیحین کی ہے

۳۹۸. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ أَمْرٌ سَلِمٌ

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي مِنْ

الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا

اُحْتَمَلَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ

نَغَطَتْ أَمْرٌ سَلِمٌ وَجَهَهَا وَقَالَتْ

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ

نَعَمْ تَرَبَّتْ بَيْنُكَ فَبِمِ شَيْبِهَا وَلَدَهَا

مُتَنَّقٍ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِرَوَايَةٍ

أَمْرٌ سَلِمٌ أَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ

أَبْيَضٌ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَافِقٌ أَصْفَرٌ

أَيُّهَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ

الشَّيْبَةُ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔

ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں

شرماتا۔ کیا۔ جب عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر بھی غسل فرض

ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں جب کہ وہ پانی (مٹی) دیکھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا چہرہ مبارک

چھپا لیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا

ہے۔ فرمایا ہاں تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔ بچہ کسی وجہ سے عورت

کی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث کی اتنی مقدار بخاری و مسلم میں مذکور

ہے اور مسلم نے بروایت ام سلمہ یہ عبارت زیادہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا مرد کی مٹی گاڑھی اور سفید اور عورت کی مٹی تیلی اور

نزد ہوتی ہے تو دونوں میں سے جو مٹی غالب آجائے یا رحم میں

پلے داخل ہو جائے بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

۱۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور حق سننے سے نہیں شرماتا۔ یعنی حق بات دریافت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے نہیں روکا اور یہ آئندہ مسئلہ دریافت کرنے کی تمہید اور عذر خواہی کے لیے عرض کیا۔

۳۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حق بات دریافت میں حیا کرنے سے نہیں روکا۔ تو پھر میں آپ سے دریافت کرتی ہوں۔ کہ جب عورت کو احوال ہو جائے تو اس پر بھی غسل فرض ہوگا؟

۴۔ مرد کے لیے بھی یہی مسئلہ ہے۔

۵۔ اصل لغت میں تو اس لفظ کا معنی کسی کے لیے ذلت و محتاجی کی بددعا کرنا ہوتا ہے۔ پھر بعد میں یہ لفظ عربوں کی زبان زد ہو گیا جسے تعجب اور مذمت کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیتے۔ یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ اسے ام سلمہ تجھ پر تعجب کہ تو اس طرح کی بات کہہ رہی ہے اور تو اپنی سمجھ اور فراست سے کام نہیں لے رہی کہ عورت سے بھی منی خارج ہوتی ہے جس طرح مرد سے خارج ہوتی ہے۔ اگر عورت سے منی خارج نہیں ہوتی تو پھر بچہ کس وجہ سے عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔

۶۔ چنانچہ اگر مرد کی منی پہلے رحم میں چلی گئی یا وہ غالب آگئی تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور اگر عورت کی منی پہلے رحم میں گئی یا وہ غالب آگئی تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔

۳۹۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ

مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فغسلَ يَدَيْهِ ثُمَّ

تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ دَخَلَ أَصَابِعَهُ

فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ

يُصَبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ

ثُمَّ يَفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ كُلِّهِ مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ

يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا الْإِنَاءَ ثُمَّ

يُفَرِّغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اس طرح شروع کرتے کہ دونوں ہاتھ دھوتے پھر اس طرح دھو کر تے جس طرح نمائے کے لیے ہوتا ہے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر سر پر تین چلو پانی ڈالتے۔ پھر سارے جسم مبارک پر پانی بہاتے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ غسل کا آغاز کرتے تو برتن میں ڈالتے سے پہلے دونوں ہاتھ مبارک دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور شرمگاہ کو دھوتے۔ پھر۔

تَحْرِيتُ وَضْأٍ

وضو کرتے۔

۱۔ اس کلام کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ سارے بدن پر پانی ڈالنے سے پہلے آپ پاؤں بھی دھو لیتے تھے اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی آئندہ حدیث اس امر پر صریح دلالت کرتی ہے کہ پاؤں مبارک بعد میں دھوتے تھے دونوں احادیث کی روشنی میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ غالباً دونوں طرح کرتے تھے۔ کبھی اُنک طرح اور کبھی اس طرح۔ احتیاف کا مذہب حضرت میمونہ کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ پاؤں غسل کرنے کے بعد دھوئے جائیں۔ ہدایہ شریف میں مذکور ہے کہ پاؤں آخر میں دھونے کی وجہ یہ ہے کہ پاؤں پانی، مٹی اور سیل کھیل کی جگہ میں ہوتے ہیں۔ اس لیے پہلے دھو لینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں اگر اپنے پتھر یا تختے پر ہو تو پھر پہلے ہی دھوئے تاخیر نہ کرے۔ ہو سکتا ہے دونوں احادیث کا یہی مصداق و محل ہو۔ واللہ اعلم۔

یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ سر کا مسح بھی وضو کے اندر کر لے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر روایات یہی ہے۔ اور آپ سے ایک روایت میں مسح نہیں ہے کہ غسل کی صورت میں مسح کا کچھ فائدہ نہیں۔ بعد میں پانی بہانا مسح کو معدوم کر دے گا۔ مگر صحیح پہلا قول ہے۔ مختصر یہ کہ وضو کے بعد آپ نے سر مبارک دھویا۔ اس کیفیت کے ساتھ جو ثم یدخل اصابعہ فی الماء میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا اور آپ کو کپڑے سے چھپایا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہیں دھویا۔ پھر دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہیں دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ اور شرکاء کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا۔ اور اسے زمین سے مٹا پھر اسے دھویا۔ پھر کلی کی۔ اور ناک میں پانی ڈالا اور صاف کیا اور اپنا چہرہ اور بازو مبارک دھوئے پھر اپنے اپنے سر مبارک پر پانی بہایا اور باقی سارے جسم پر بھی بہایا۔ پھر جائے غسل سے اٹھے اور دونوں قدم مبارک دھوئے پھر میں نے آپ کو ایک کپڑا دیا مگر آپ نے نہ لیا اور اپنے دونوں ہاتھ جھٹکتے ہوئے چل پڑے۔ بخاری مسلم اور الفاظ بخاری کے ہیں مسلم نے اس معنی کو دو کلمات میں ذکر کیا ہے۔

۴۰۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ مِمُّونَةُ
وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
غُسْلًا فَسَرَّتْهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ
فَفَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ
فَفَسَلَ فَرَجَهُ فَضْرَبَ بِيَدِهِ الْأُخْرَى
فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ
وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ
عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ
تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاقَلَتْهُ ثَوْبًا فَلَمْ
يَأْخُذْ فَلَنَظَلَّ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ مُتَفَقِّ
عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ۔

۱۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔

۲۔ غسل اور غسل بکون غین دھمتہ سین دونوں طرح مروی ہے۔

۳۔ یعنی دوبارہ دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ اور تیسری بار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔

۴۔ زیادہ طہارت اور صفائی کے لیے۔

۵۔ یہ حدیث سرکامسح نہ کرتے اور پاؤں بعد میں دھونے میں صریح ہے۔ بخلاف گذشتہ حدیث کے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسح سر میں گذشتہ حدیث کو دلیل بناتے ہیں۔ اور قدم دھونے میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور پہلی حدیث پر بھی عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

۶۔ یعنی حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو ایک کپڑا دیا کہ اس سے بدن مبارک صاف کریں اور بدن سے مل لیں اور جسم سے پانی خشک کر لیں۔

۷۔ اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے میں (میمونہ) نے رومال پیش کیا۔ مگر آپ نے اس سے بدن مبارک صاف نہ کیا۔ علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ وضو کے بعد کپڑے سے اعضاء وضو کو صاف کرنا مکروہ ہے یا مستحب یا مباح بعض کہتے ہیں۔ آپ نے اس لیے کپڑا نہ لیا اور اس سے جسم مبارک صاف نہ کیا۔ کیونکہ وہ میلا کچھلا تھا۔ واللہ اعلم۔

۸۔ حدیث کے ان الفاظ سے ظاہر اتوا لیا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہاتھوں سے پانی بھاڑنے کے لیے لیا کیا مگر دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا وضو کرو اور ہاتھ نہ جھاڑو۔ بعض شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہاں جھاڑنے سے چلتے ہوئے انہیں ہانا مراد ہے جس طرح اہل قوت راستے میں چلتے ہوئے کرتے ہیں۔ کیونکہ وضو کے پانی کو جھاڑنا مکروہ ہے۔ کہ وہ عبادت کا اثر ہے۔ تو یہ معنی آپ کے مقام ارفع سے بعید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے غسل حیف کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ کس طرح غسل کرے۔ پھر اپنے فرمایا۔ تھوڑی سی خوشبو یا چھوٹا سا خوشبودار کپڑا لے۔ اداس سے طہارت حاصل کر۔ اس عورت نے عرس کی میں کس طرح پاک ہوں۔ آپ نے فرمایا اس سے طہارت حاصل کر۔ عورت نے عرس کیا کیسے طہارت حاصل کر دوں۔ پھر آپ نے بطونہ تعجب فرمایا۔ سبحان اللہ اس خوشبو یا خوشبودار کپڑے کے ساتھ

۴۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ أُمَّرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَجِيعِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مِّنْ مَّسْلِكٍ فَتَطْهَرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ تَطْهَرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطْهَرِي بِهَا

فَاجْتَذِبْتُهَا إِلَى فَقُلْتُ تَتَّبِعُنِي بِهَا أَثَرُ
الدَّقَرِ -

پاک ہو جا حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس پر میں نے اس عورت کو اپنی طرف
کھینچا اور کہا اس خوشبو یا خوشبودار ٹاکی سے شرمگاہ پر لگے ہوئے
خون کے نشانات صاف کر۔ (بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ قرصہ بکسر فادیم اور فاء مفتوح بھی آئی ہے۔ اور سکون را اور صاد ہمسلمہ بمعنی قطعہ و ٹکڑا۔ اور قاف مفتوحہ
کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی قرصہ بمعنی تھوڑی سی چیز۔ اور قاف مفتوحہ اور صاد مجملہ کے ساتھ بھی روایت آئی ہے۔ یعنی
قرصہ بمعنی قطعہ۔

۲۔ مسک خوشبو یا کپڑے کا خوشبودار ٹکڑا۔ ایک روایت میں مُسْک بمعنی مسک یا بمعنی ہاتھ میں مضبوطی
سے پکڑا ہوا بھی آیا ہے۔ اور شرمگاہ میں رکھا جانے والا ٹکڑا۔ اور ایک روایت میں مسک بمعنی چمڑہ بھی آیا ہے۔ بعض نے
اس آخری روایت کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ مشک تو ایک قیمتی چیز ہے۔ اور وہ (عرب) قوم شدت فقر (تنگ دستی) کی وجہ
سے مشک استعمال کرنے کی طاقت کہاں رکھتی تھی۔ مگر روایت کے اعتبار سے زیادہ قوی پہلی روایت ہے اور فقہانے کہا
ہے کہ عورت کے لیے مستحب ہے کہ تھوڑی سی خوشبو لے یا کپڑے کا ایک خوشبودار ٹکڑا لے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم انہیں کے لیے
ہوگا جو مشک حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ مختصر یہ کہ آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ مشک کا ایک ٹکڑا لے کر
خوب صفائی کر۔

۳۔ یعنی اس کے نہ سمجھنے اور بار بار دریافت کرنے کی وجہ سے۔

۴۔ بعض نسخوں میں فاجتذبہا بآل ذال پر تقدیم کے ساتھ آیا ہے۔ اور جذب و جذبہ دونوں ہم معنی ہیں۔

۵۔ یعنی میں نے اس عورت کو سمجھانے کے لیے کہا تپھر (پاک ہو جا) کا مطلب ہے، طلب کر اور دور کر اپنی

فرج اثر شرمگاہ سے خون کا نشان۔ یعنی تپھر کا معنی ظاہر ہے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

۴۴ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ

اللَّهِ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَنْفَرًا أَسِيءُ أَفَاقُضُهُ

لِفُضْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكَ

أَنْ تَحْتَنِي عَلَى رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَثِيَّاتٍ ثُمَّ

تُفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ فَتَطْهَرِينَ -

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے عرض

کیا یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں کہ بڑے سخت طریقے سے اپنے

بال گوندتی ہوں۔ کیا غسل جنابت کے لیے ان کو کھول لیا کر دوں فرمایا

نہیں تیرے لیے بس اتنا کافی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر

پر تین لپ پانی بہا لیا کر پھر سارے بدن پر پانی بہا لیا کر۔ اور

(مسلم)

پاک ہو جا یا کر۔

۱۵۔ صفر بفتح ضاء و سکون فابال گوندنا اور انہیں بل دینا جیسا کہ عربی عورتوں کی عادت ہے۔

۱۶۔ تحق بسکون حا و کسر ثا مثلثہ۔

۱۷۔ حثیات۔ حثیہ کی جمع معنی اور وزن میں غرقہ کی طرح ہے۔ یعنی پانی سے بھری ہوئی لپ۔

۲۰۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مد پانی کے ساتھ وضو اور ایک صاع سے پانچ مد تک

پانی کی مقدار سے غسل کیا کرتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ

بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ - مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ -

(بخاری و مسلم)

۱۸۔ نَدْبَعْمُ مِم۔ ایک پورے رطل اور ایک تہائی رطل وزن کو مد کہتے ہیں۔

۱۹۔ یعنی آپ کبھی ایک صاع سے اور کبھی صاع سے زیادہ پانچ مد پانی سے غسل کرتے تھے۔ مد اور صاع کا

حساب ہمارے علاقوں میں مبہم اور غیر واضح ہے۔ ہم (شیخ محدث علیہ الرحمۃ) نے شرح سفر السعاده میں اپنے علاقوں کے لوگوں کے مطابق اس کا بیان اور اس کی تحقیق کی ہے۔ ایک صاع اکبر شاہی وزن کے مطابق جس کا ایک سیر تیس سیر شاہی جتنا ہوتا ہے۔ پانچ سیر اور سوان حصہ میر کے برابر ہوتا ہے۔ اور موجودہ دمردج وزن جہانگیری اید اللہ ملکہ و سلطانہ (اللہ تعالیٰ اس کے ملک و سلطنت کی تائید فرمائے) کے مطابق جس کا ایک سیر ۳۶ سیر شاہی جتنا ہوتا ہے۔ چار سیر اور ایک پاؤ صاع کا وزن ہے یعنی شاہی سیر سے ایک سیر کم۔

پس جب غسل کے لیے ایک صاع اور وضو کے لیے ایک مد مقرر ہے اور ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے تو دونوں غسل اور وضو میں مذکورہ وزن کا حساب پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ایک روایت میں ایک مد اور تیس حصہ مد کے ساتھ وضو اور تین مد کے ساتھ غسل کرنا بھی آیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اس سے مقصود تعیین و تحدید نہیں کہ اس میں کمی بیشی درست نہ ہو۔ فضیلت اس میں ہے کہ بے اسراف خوب اور پوری طرح اعضاء وصل جائیں۔ اس کے لیے پانی کی جو مقدار استعمال میں آئے درست اور جائز ہے۔ اور اگر بقدر کفایت پر اکتفاء کرے یعنی اتنی مقدار پر جس سے اعضاء پر سے پانی بہہ جائے تو بھی ٹھیک ہے۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا نے فرمایا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل

کیا کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا۔ آپ مجھ سے

۲۰۴۔ وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ

كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ

فَبَاكَدُرْنِي حَتَّى أَقُولَ دَعْنِي دَعْنِي قَالَتْ
وَهُمَا جُنْبَانِ - جلدی پانی اٹھاتے تھے یہاں تک کہ میں کہتی تھی میرے لیے بھی پانی نہ ہونے ہی
میرے لیے بھی رہنے دیں حضرت معاذہ کہتی ہیں۔ حضور اور حضرت

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عائشہ دو دفن جنبی تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ معاذہ بضم میم عورت کا نام ہے جو ثقہ اور عابدہ تابعیات میں سے ہے حضرت علی اور حضرت عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں۔

۲۔ یہ ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس میں تین صاع (کوئی پونے تیرہ کلو) پانی آتا تھا۔ ہم دو دفن میں سے ہر ایک اس میں ہاتھ ڈالتا اور پانی لیتا تھا۔

۳۔ یعنی مجھے بھی موقعہ دیں کہ پانی لے سکوں۔

۴۔ اور غسل جنابت کر رہے ہوتے تھے۔

۵۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر جنبی نے دھونے کی نیت سے ہاتھ پانی میں نہ ڈالا ہو تو اس سے پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس میں غسل نہیں آتا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پانی میں ہاتھ ڈال کر چلو بھرنے کے سوا اور کوئی صورت برتن سے پانی لینے کی ممکن نہیں ہوتی۔ لہذا اس ضرورت کے تحت اس صورت میں اسے مستعمل پانی قرار نہیں دیا جاتا۔ ہاں اگر جنابت سے پاک کرنے کی نیت سے ہاتھ پانی میں ڈالا تو وہ پانی قابل استعمال و طہارت نہ رہے گا۔ کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلا ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال دیا۔ یوں ہی اگر کوئی اور عضو پانی میں ڈالا تو وہ پانی استعمال کے قابل نہ رہا۔ کیونکہ اس عضو کی بھی پانی میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جیسا کہ شمنی نے محیط سے نقل کیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ قدس میں مرد و عورتیں (خاندنہ بیوی) اکٹھے غسل کرتے تھے اور ایسا کرنا درست ہے۔ چاہے مرد یا وہ پانی استعمال کر لے چاہے عورت۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ انتہی۔

مشکل یہ ہے کہ باب مخالطۃ الجنب میں ایک حدیث آرہی ہے جس میں آتا ہے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے اور مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پہلے پانی لے لیتے تھے۔ اور اگر کٹھے چلو بھریں تب بھی دوبارہ لینے میں وہ خرابی لازم آ جاتی ہے۔ اس مشکل کا حل یوں ہو سکتا ہے کہ باب مخالطۃ الجنب میں جو حدیث مذکور ہے اس میں حریمت کا ذکر ہے اور جو کچھ یہاں مذکور ہے بدخصت پر معمول ہے

آنے والی حدیث کے تحت اس بارے میں انشاء اللہ تعالیٰ مزید گفتگو ہوگی۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۰۵ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَتْ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ الَّذِي يَرَى أَنَّهُ قَدْ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ أَمَّا سَلِيمٌ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ تَرَى ذَلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ إِنْ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ وَرَوَى التَّارِخِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَى قَوْلِهِ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو اپنے جسم پر تری پا تا ہے مگر اسے احتلام یاد نہ ہو۔ کیا وہ غسل کرے فرمایا ہاں۔ اور اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا۔ جسے احتلام یاد ہو مگر اپنے جسم پر تری نہ پائے۔ فرمایا اس پر غسل لازم نہیں۔ ام سلمہ نے کہا جو عورت یہ تری دیکھے مگر احتلام یاد نہ ہو۔ اس پر بھی غسل لازم آتا ہے فرمایا ہاں۔ کیونکہ عورتیں، مردوں کی طرح ہیں۔

اسے ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا اور دارمی وابن ماجہ نے اسے لاغسل علیہ کے قول تک روایت کیا۔

۴۰۶ مسئلہ اگر مرد عورت اکٹھے سوئے ہوئے ہوں اور کپڑے پر تری دیکھیں مگر انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تری (منی) کس کی ہے اس صورت میں کسی پر غسل فرض نہ ہوگا۔

جواب۔ اگر تری (منی) سفید رنگ کی ہے تو وہ مرد کی ہے۔ اور اس پر غسل فرض ہے۔ اور اگر زرد رنگ کی ہے تو عورت کی ہے اور اس پر غسل لازم ہوگا۔ بعض کہتے ہیں اگر کپڑے پر لمبائی میں لگی ہوئی ہو تو وہ مرد کی ہے۔ اور اگر چوڑائی میں ہو تو عورت کی ہے۔ مگر احتیاط اسی میں ہے کہ مرد و عورت دونوں غسل کریں۔ جیسا کہ علامہ شمشینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

۴۰۷ ام سلمہ نے کہا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ جہاں وقت مجلس میں موجود تھیں اور انہوں نے بھی مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا، کہ مذکورہ صورت اگر عورت کو پیش آئے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہوگا۔

۴۰۸۔ یعنی عورتیں پیدائش و طبیعت میں مردوں کی مانند ہیں۔ جو طبعی احکام مردوں کے ہیں وہی عورتوں کے بھی ہیں۔

مگر وہ جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔ اور منی کا پایا جانا قسم اول سے ہے۔ شقائق شقیقہ کی جمع ہے بمعنی ہر وہ چیز جو دو ٹکڑے کر دی گئی ہو۔ ہر ٹکڑے کو شقیق کہتے ہیں۔ اسی لیے بھائی کو شقیق کہتے ہیں۔ کیونکہ دو بھائی ایک اصل کے دو ٹکڑے ہیں۔ پس مرد و عورت بھی ایک اصل کے دو ٹکڑے ہیں۔ یہ اصل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۵۷۔ یعنی ترمذی اور ابوداؤد نے تو اس حدیث کو آخر تک روایت کیا ہے مگر دارمی اور ابن ماجہ کی روایت لاغسل علیہ کے قول تک ہے اور ام سلیم کی حکایت اور اس کا سوال جواب ان کی روایت میں نہیں ہے۔

۵۸۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاوَزَا الْخَتَانَ الْخَتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَغْتَسَلْنَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔
انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد کا ختان (الہ عورت کے ختان) شرمگاہ) میں گھس جائے تو غسل فرض ہو گیا۔ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

۵۹۔ مراد یہ ہے کہ جب دونوں ختان ایک دوسرے سے مل جائیں ایک دوسرے کے ساتھ مس کر جائیں۔ ختان اس جگہ کا نام ہے جسے ختنہ کے وقت کاٹ دیتے ہیں۔ اور وہ مرد کا تو وہ چمڑہ ہے جو عینہ مخصوص کے اوپر ہوتا ہے اور عورت کا وہ گوشت جو اس کی شرمگاہ کے اوپر کے حصے میں مرغ کے تاج کی طرح اوپر کواٹھا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب یہ دونوں جگہیں مرد کے آلہ کے عورت کے اندام نہانی میں چلے جانے سے آپس میں مل جائیں۔ تو غسل فرض ہو گیا۔

۶۰۔ تو معلوم ہوا کہ وجوب غسل کے لیے منی کا نکلنا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف دخول حشفہ ہی سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ احمد اور مسلم کی روایت میں جو حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے، میں ہے کہ انہوں (ابو موسیٰ) نے کہا اس میں مہاجرین و انصار صحابہ کا اختلاف رہتا ہوا۔ انصار صحابہ نے کہا کہ منی باہر آنے کے بغیر غسل واجب نہیں ہوگا۔ مہاجرین صحابہ نے کہا صرف دخول سے ہی غسل فرض ہو گیا۔ میں نے مہاجر و انصار صحابہ سے کہا میں تمہیں اس اختلاف سے نجات دیتا ہوں۔ میں اٹھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا اور عرض کیا میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ مگر شرم آتی ہے۔ فرمایا مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے اور کوئی شرم نہ کر۔ کہ میں تیری ماں ہوں میں نے دریافت کیا کس چیز سے غسل واجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے یہ سوال ایسے شخص سے کیا ہے جو اس کا جواب پوری طرح جانتا ہے۔ یعنی میں اس مسئلہ کو خوب جانتی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کیا تھا کہ جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ گیا اور مرد کا ختان عورت کے ختان سے مس کر گیا تو غسل فرض ہو گیا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ختائن کے تجاوز کرنے سے مراد لگا ایک دوسرے کو مس کرنا ہے۔

۴۰۷. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَأُغْتَسِلُوا الشَّعْرَ وَأَنْفُوا الْبَشْرَةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَالْحَارِثُ بْنُ وَجِيهِ الرَّادِيُّ وَهُوَ شَيْخٌ لَيْسَ بِذَلِكَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے تو بالوں کو دھو اور بالوں کے نیچے چمکے کو خوب پاک اور صاف کرو۔ اسے ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور حارث بن وجیہ راوی بڑھاپے کی وجہ سے حفظ و ضبط میں قوی نہ تھا۔

(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

۱۷۔ تاکہ یقینی طور پر غسل کی ذمہ داری پوری کر سکے۔ شعر شعرة کی جمع ہے۔ سکون عین وفتح اور بشرة تینوں فتحوں کے ساتھ۔

۱۸۔ یعنی ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حارث بن وجیہ جو اس حدیث کا راوی ہے پیر بڑھاپے کے باعث غفلت اور نسیان طاری ہو جاتا تھا۔ اس بنا پر وہ حفظ و ضبط میں چنداں قوی اور مضبوط نہیں۔ اور لفظ وجیہ جیسا کہ مشہور ہے بر وزن ہے عظیم ہے۔ اور وجہ بفتح وادو سکون جیم دبائے موحده آخر میں تاکہ ساتھ بھی بڑھ گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک بال برابر مٹی جگہ چھوڑ دے گا (نہ دھوے گا) اس کے ساتھ دوزخ میں اس طرح اس طرح کیا جائیگا۔ حضرت علی نے فرمایا اسی لیے میں نے اپنے سر سے دشمنی اختیار کر لی ہے اسی لیے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی ہے۔ اپنے تین دفعہ ان الفاظ کا تکرار کیا اسے ابو داؤد احمد اور دارمی نے روایت کیا مگر احمد اور دارمی نے تم نے

۴۰۸. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فَعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّكَرِ قَالَ عَلِيٌّ فَمَنْ تَرَ عَادِيَّتُ رَأْسِي فَمَنْ تَرَ عَادِيَّتُ رَأْسِي ثَلَاثًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاحْمَدُ وَالْدارِمِيُّ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يُكْتَرَمَا فَمَنْ تَرَ عَادِيَّتُ رَأْسِي -

عادیۃ کے الفاظ صرف ایک بار روایت کیے۔ تین بار تکرار سے روایت نہ کیے۔

۱۵۔ یعنی اسی لیے میں بالوں کو بڑوں سے منڈاتا ہوں جس طرح دشمن اپنے دشمن کی بڑیں اکھیڑتا ہے۔ یعنی میں ہمیشہ انہیں منڈا دیتا ہوں۔

۴۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَنُّيُّ وَابْنُ مَاجَةَ -
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔
(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۱۶۔ یعنی اسی وضو پر جو غسل کے لیے پہلے کر لیتے تھے، کفایت کرتے تھے، غسل سے فراغت کے بعد دوبارہ وضو نہ کرتے تھے۔

۴۰۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخُطْبِيِّ وَهُوَ جُنْبٌ يَجْتَرِي بِذَلِكَ وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)
انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطمی کے ساتھ اپنا سر دھوتے تھے۔ درآخالیکہ آپ صنبی ہوتے تھے اور سر دھونے میں اسی پر کفایت کرتے تھے دوبارہ سر پر پانی نہ بہاتے تھے۔
(ابوداؤد)

۱۷۔ خُطْمِ بکسر خا اور فتح بھی جائز ہے۔ وہ چیز جس سے سر دھویا جائے جس طرح ہمارے (مہندوپاک) کے علاقوں میں سر دھونے والی مٹی۔

۱۸۔ یعنی جس پانی سے خطمی کے ساتھ سر دھویا ہوتا تھا اسی پانی پر کفایت کرتے تھے۔

۱۹۔ جس طرح لوگ حماموں میں کرتے ہیں کہ پہلے سر دھوتے ہیں اس کے بعد غسل کرتے ہیں اس کے بعد پھر سر پر پانی بہاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام ایسا نہ کرتے تھے۔ آپ پانی میں خطمی غالباً بہت کم ملا تے تھے تاکہ پانی میں تغیر واقع نہ ہو۔ اور اس کے سیلان طبع میں فرق نہ آئے۔

۴۱۔ وَعَنْ يَعْلَى قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبُرْازِ فَصَعِدَ الْعِيبَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَكَرَّمَ لِيهِ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَيٌّ سَمِيعٌ يَجِبُ الْعِيَاءُ وَالتَّسَرُّفُ وَالْعَقْلُ
حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھلے میدان میں برہنہ غسل کرتے دیکھا۔ آپ نے اس پر تشریف فرما ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی حمد ثنا کی۔ پھر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیاء والا بہت پردہ پوش ہے۔ حیاء اور پردہ کو پسند کرتا ہے۔ لہذا جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ سے

بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیاء والا بہت پردہ پوش ہے۔ حیاء اور پردہ کو پسند کرتا ہے۔ لہذا جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ سے

اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ
وَالنَّسَائِيُّ وَفِي رَوَايَتِهِ قَالَ اِنَّ اللَّهَ
سَيَتَبَرُّ فَاِذَا ارَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَغْتَسِلَ
فَلْيَتَوَارِبْ شَيْءٌ ۝

میں کرے۔ اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ ابو داؤد
کی ایک روایت میں یوں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک
اللہ تعالیٰ بہت پردہ پوش ہے جب تم میں سے کوئی شخص غسل کا ارادہ
کرے تو چاہیے کہ کسی چیز سے اپنے آپ کو چھپا لے۔

۱۔ یعنی یعلیٰ بن امیہ یا علی بن مرثہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

۲۔ تاکہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں کہ وہ اس قسم کی بُری اور بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عادت مبارک یہ تھی کہ احکام شریعت میں سے کسی اہم اور ضروری حکم کی تعلیم دینا ہوتی تھی۔ تو خطبہ ارشاد فرماتے
تھے۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو بندوں کی رسوائی اور ان کی قبیح اور شنیع باتوں کے ظاہر کرنے سے بہت ہی شرم
آتے ہیں۔

۴۔ "شیر" بر وزن صدیق بمعنی گناہ گار بندوں کے گناہوں اور عیوب کی بہت ہی پردہ پوشی کرنے والا۔
۵۔ یعنی حیا اور پردہ پوشی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے
بھی ممکن حد تک اس کی صفات سے موصوف ہوں۔

۶۔ کہ یہ بھی پردہ پوشی کی ایک قسم ہے۔ اور اس میں بھی تخلق باخلاق اللہ تعالیٰ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۱۲ عَنْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ
مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ
ثُمَّ نَهَى عَنْهَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ -

حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا
حدیث اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ (غسل منی خارج ہونے سے
واجب ہوتا ہے) ابتداءً اسلام میں یہ اجازت تھی بعد میں اس
خصت و اجازت سے منع کر دیا گیا۔ (ترمذی، ابو داؤد، دارمی)

۱۔ آپ جلیل القدر اور عظیم الشان صحابی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو المفذر اور ابو الطفیل بھی آئی ہے۔ آپ انصاری ہیں
سید القراء اور سید الانصار آپ کا لقب ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہا کرتے تھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو قرآن پاک سناتے تھے۔ آپ سے بے شمار صحابہ و تابعین رضوان اللہ

علیہم اجمعین نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کا تب وحی بھی تھے۔

۵۲۔ یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے۔

۵۳۔ کہ جہان نہریں اور اگر انزال نہ ہو تو اسی طرح نماز ادا کر لیں۔

۵۴۔ فصل اول میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا۔ اور عرض کی میں نے غسل جنابت کیا ہے اور فجر کی نماز پڑھی ہے پھر میں نے ایک انگوٹھ کی مقدار جگہ دکھی ہے جس پر پانی نہیں پھرا وہ خشک رہ گئی۔ فرمایا تو نے اگر اس پر تر ہاتھ ہی پھیر لیا ہوتا تو وہ کفایت کر جاتا۔

۴۱۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَصَلَّيْتُ الْفَجْرَ فَرَأَيْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفْرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْهِ بِيَدِكَ أَجْزَاكَ رَوَاهُ ابْنُ

(ابن ماجہ)

مَاجَةَ۔

۱۔ یعنی اگر تو غسل کے دوران یا اس کے بعد اگر چہ کچھ دیر کے بعد اس جگہ پر اپنا ہاتھ پھیر لیتا تیرے لیے کافی ہو جاتا اور تیرا غسل مکمل ہو جاتا۔ مگر تو نے ایسا نہیں کیا تو وہ نماز قضا کرنا پڑے گی۔ باقی رہا یہاں یہ سوال کہ غسل کی جگہ مسح اور ہاتھ پھیر دینا کیسے کافی ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مسح سے ہلکا سا دھو لینا مراد ہے اور غالب یہی ہے کہ جب تیرا ہاتھ اس جگہ پر سے گزرے گا تو کفایت کر جائے گا۔ خصوصاً غسل کے وقت۔ اور بعض نے کہا ہے یہ حکم پہلے تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شب معراج نمازیں پچاس فرض ہوئیں۔ غسل جنابت سات بار اور کپڑے پر بول لگ جائے تو اسے سات دفعہ دھونا فرض ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزۃ میں تخفیف اور کمی کا سسل سوال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نمازیں پانچ رہ گئیں اور غسل جنابت ایک مرتبہ اور بول سے ناپاک ہونے والے کپڑے کو بھی سات بار دھوئے کے بجائے صرف ایک بار دھونا فرض رہ گیا۔

۴۱۴ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَغُسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثُّرْبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتْ الصَّلَاةُ خَمْسًا وَغُسْلُ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَغُسْلُ الثُّرْبِ مِنَ الْبَوْلِ مَرَّةً رَوَاهُ

۱۵۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ واقعہ معراج ہے اور حدیث معراج مشہور حدیث ہے۔ البتہ بخاری و مسلم میں صرف نماز کا ذکر ہے۔ غسل جنابت اور کپڑا دہونے کا ذکر وہاں نہیں مٹولف رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث ابوداؤد سے لائے ہیں۔ اور اس حدیث کے اسناد میں ایوب جابر راوی ہے۔ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف اور مختلف فیہ ہے۔ ایک بار کپڑا دہونا امام شافعی کا مذہب ہے اور تین بار دہونا ان کے نزدیک مستحب ہے۔ اخلاف کے مذہب میں غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی) نجاست دور کرنے کے لیے تین بار دہونا واجب ہے۔ اس کی اصل طہارت تو یہ ہے کہ دہونے والے کو پاک ہو جانے کا ظن غالب ہو جائے۔ تین بار دہونے سے یہ ظن غالب ہو جاتا ہے جس طرح کہ غیڑ سے بیدار ہونے والے کے لیے تین بار ہاتھ دہونے کا ذکر گزرا ہے۔ جیسا کہ ہدایہ شریف میں مذکور ہے۔

بَابُ مُخَالَطَةِ الْجُنُبِ وَمَا يُبَاحُ لَهُ

جنبی سے میل جول اور جو کچھ اس کے لیے مباح ہے اس کا بیان

جنبی انسان سے میل جول کرنا نیز اس کے وضو کر لینے کے بعد اس کے لیے ذکر و نیند وغیرہ امور جائز ہیں۔ لغت میں جنابت کا معنی ہے دور ہونا۔ یکسو ہونا۔ جنابت شرعی میں بھی مواضع نماز سے دور ہونا اور لوگوں کی صحبت و مجلس سے یکسو ہونا پایا جاتا ہے۔ جنُب صاحب جنابت کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ واحد ثننیہ جمع مذکر و مؤنث سب کے لیے جائز ہے۔ مخالطت کا معنی ہے ایک دوسرے سے ملنا جلنا یہاں اس سے لوگوں سے گفتگو کرنا ان کے ساتھ بیٹھنا، ان کے ساتھ مصافحہ کرنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ مراد ہے۔ جنبی کے ساتھ یہ سب امور جائز ہیں۔ احادیث میں ان کا جو انس چکا ہے

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

۱۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَ بِنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى بَعَدَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے جب کہ میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ آپ ایک جگہ بیٹھ گئے تو میں چپکے سے

فَانْسَلَّتْ فَاتَيْتُ الرَّجُلَ فَاغْتَسَلْتُ
ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ
يَا اَبَا هِرٍ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ
اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَبْخُسُ هَذَا الْفُظَّ
الْبُخَارِيَّ وَلَمْ يُسَلِّمْ مَعْنَاهُ وَزَادَ بَعْدَ
قَوْلِهِ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ لَقَيْتَنِي وَاَنَا جُنُبٌ
فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ حَتَّى اَغْتَسِلَ وَ
كَذَا الْبُخَارِيُّ فِي رَوَايَةٍ أُخْرَى

اٹھ کر گر آیا۔ اور غسل کیا پھر آپ کی خدمت میں واپس آیا آپ اسی جگہ
بیٹھے ہوئے تھے (مجھے دیکھ کر فرمایا ابو ہریرہؓ تو کہاں تھامیں نے
صورت حال عرض کی فرمایا سبحان اللہ مومن ناپاک نہیں ہوتا یہ الفاظ
بخاری کے ہیں مسلم نے یہ مضمون دوسرے الفاظ سے ذکر کیا ہے
اور فقط کے بعد یہ الفاظ زیادہ ذکر کیے لَقَيْتَنِي دَنَا
جُنُبٌ تَكَرَّهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ حَتَّى اَغْتَسِلَ یعنی مجلس
سے اٹھانے کی معذوری یہ تھی کہ جب آپ سے میری ملاقات
ہوئی تھی اس وقت میں جنبی تھا میں نے نہانے سے پہلے آپ کی
مجلس میں بیٹھنا پسند جانا بخاری کی ایک روایت میں بھی ایسا ہی آیا ہے

۱۔ السال کا معنی ہے کسی چیز کے درمیان سے نکل آنا۔ سَل کا معنی ہے تلوار کو میان سے نکالنا۔

۲۔ رَحَلَ بفتح راء و سکون حا محملہ بمعنی سامان اور مرد کے رہنے کی جگہ۔

۳۔ رَحَلَ بِکسر صا۔ و تشدید راء بمعنی بی صرۃ تائے ثانیۃ کے ساتھ صرۃ کا مونت۔ صرۃ صرۃ کی تفسیر ہے۔

۴۔ یعنی جنابت حکمی نجاست ہے جس کا شرع شریف میں حکم آیا ہے۔ اور اس پر شریعت میں غسل فرض قرار دیا گیا

ہے۔ لیکن اس سے انسان کا جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ اسی لیے جنبی کا پسینہ اور جوٹا پاک اور اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا
جائز ہے۔

۴۱۶. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنَّهُ تَصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنْ اللَّيْلِ
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ تَوَضَّأْ وَ اغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ذکر کیا کہ میں رات کو جنبی ہو جاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ وضو کر کے اور آلہ تناسل دھو کر سو
جایا کر۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۔ تو ثابت ہوا کہ جنبی کے لیے وضو کر کے سو جانا جائز ہے۔ اس قدر طہارت جنبی کے سونے کی طہارت ہے۔

جب اس نے وضو کر لیا تو وہ پاک ہو کر سو گیا۔

۴۱۷. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وَضُوءًا لِلصَّلَاةِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یہ وضو مستحب ہے واجب نہیں۔

۴۱۸. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وَضُوءَ رَوَاةٍ مُسْلِمٍ

۱۔ اور بلا وضو جماع پر جماع نہ کرے۔

۴۱۹. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُضَلٍ وَاحِدٍ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۔ یعنی آپ ایک ہی غسل کے ساتھ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ جماع کرتے تھے۔ یعنی ہر جماع کے لیے علیحدہ غسل نہ کرتے تھے۔

۲۔ اس حدیث کا ظاہر مفہوم دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم (عدل) اور ان کی باری کا لحاظ رکھنا ضروری نہ تھا۔ در نہ آپ ایک ہی باری میں ایک کے حجرہ سے دوسری بیوی کے حجرہ میں تشریف کیسے لے جاتے۔ اور حنفیہ کا مذہب بھی آپ کے لیے عدم وجوب کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض ہر بانی کریم انفسی کے طور پر ان کے درمیان عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایسا اس نزد مطہرہ کی اجازت سے کیا ہو جس کی اس رات کو باری تھی۔ واللہ اعلم۔

۴۲۰. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنینی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز دلا وضو کرتے۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس آیا (اس سے جماع کیا) پھر دوبارہ جماع کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ دونوں کے درمیان وضو کرے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی غسل کے ساتھ تمام ازواج مطہرات پر گشت کرتے تھے۔ (مسلم)

وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ سَنَدٌ مُّوَدَّ فِي كِتَابِ
الْأَطْعِمَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى -

اسے سلم نے روایت کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو یہاں
مصابیح میں مذکور ہے کتاب الاطعمۃ میں ذکر کریں گے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۲۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اغْتَسَلَ بَعْضُ أَنْعَاجِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ
فَأَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَتَوَضَّأَ مِنْهُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ
كُنْتُ جُنْبًا فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ دَوَاهُ
الْتَّمُودِيِّ وَأَبُودَاوُدَ وَابْنَ مَاجَةَ وَ
رَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهُ وَفِي شَرْحِ الشُّنْتَرِ
عَنْهُ عَنْ مَيْمُونَةَ يَلْفُظُ الْمَصَارِيحَ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات نے ایک بڑے
لگن میں غسل کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس لگن میں سے وضو کرنا چاہا۔ تو اس زوجہ مطہرہ نے عرض
کیا میں جنبی تھی۔ (میں نے اس برتن کے پانی سے غسل کیا
ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پانی جنبی نہیں ہوتا۔

(الترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، الدارمی)

۱۔ یعنی اس پانی سے جو اس تغاری میں تھا جَفْنَةٌ۔ بفتح جیم و سکون فاء بت بڑا پیالہ جسے تغار بھی کہتے ہیں۔

۲۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے وضو کرنا چاہا جو بعض ازواج کے غسل سے پڑ رہا تھا۔

۳۔ یعنی میں جنبی تھی اور یہ وہ پانی ہے جو میرے غسل جنابت سے بچا ہے۔

۴۔ لَا يُجْنِبُ بضم یاء کسر وفتح وضم نون کے ساتھ۔ یعنی جنبی کے غسل کرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور جنبی کے ہاتھ اور

بدن لگنے سے اس پانی کی طہارت میں فرق نہیں آتا۔ اسے ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور دارمی نے بھی اس

کی مثل روایت کیا۔ شرح السنۃ میں حضرت ابن عباس اور میمونۃ رضی اللہ عنہما سے مصابیح کے الفاظ میں مروی ہے کہ حضرت میمونہ

رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی تھے۔ میں نے تغاری میں پڑے ہوئے پانی سے غسل کیا۔ اس

میں باقی ماندہ پانی میرے استعمال کردہ پانی سے زیادہ تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اس پانی سے

غسل کرنا چاہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پانی سے میں نے غسل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے غسل کیا

اور فرمایا جنابت پانی میں نہیں گھس آتی۔ ایک روایت میں ہے پانی جنبی نہیں ہوتا مصابیح اور کتاب (مشکوٰۃ) کے لفظ میں

فرق یہ ہے کہ مصابیح کی حدیث میں مرد کا غسل بقیۃ آب زن سے لازم آتا ہے اور کتاب مصابیح کی حدیث میں مرد کا وضو بقیۃ آب غسل

نک سے لازم آتا ہے۔ اور فصل ثالث کے آخر میں آ رہا ہے کہ دونوں ممنوع ہیں۔ اور اس کا جواب وہی ہے جو فصل اول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزرا۔

۴۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَسْتَدْفِي بِي قَبْلَ أَنْ اغْتَسِلَ سَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَفِي شَرْحِ السُّنَنِ يُلْفِظُ الْمَصَابِيحَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت سے غسل کرنے کے بعد میرے جسم سے گرمی حاصل کرتے تھے حالانکہ میں نے ابھی غسل نہیں کیا ہوتا تھا۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور شرح السنۃ میں لفظ مصابیح کے ساتھ۔

۱۔ یعنی اپنے اعضا شریفہ کو میرے جسم سے چپکاتے تھے تاکہ آپ کا بدن مبارک گرم ہو جائے۔ اور مجھے گویا اپنا کپڑا بنا لیتے جس سے انسان گرم ہوتا ہے۔

۲۔ اور سلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ رہا ہوتا تھا اور آپ پانی پیتی تھیں پھر وہ برتن حضور علیہ السلام کو دیتی تھیں تو آپ اس جگہ منہ رکھ کر پانی پیتے تھے جس جگہ سے حضرت عائشہ نے منہ رکھ کر پانی پیا ہوتا تھا اور حیض وجابت کا ایک ہی حکم ہے۔

۴۲۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ أَوْ يَحْجُزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو ہمیں قرآن پاک پڑھتے۔ اور ہمارے ساتھ گوشت تناول فرماتے۔ اور قرآن پاک پڑھنے سے سوائے جنابت کے اور کوئی چیز آپ کو نہ روکتی تھی۔

اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کیا۔

۱۔ لَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ أَوْ يَحْجُزُهُ۔ راوی کو اس میں شک ہے کہ بحجہ ہے یا بحجزہ۔ تاہم معنی دونوں کا ایک ہے۔

۴۲۴ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

(ترمذی)

۱۔ لہذا بعض کے نزدیک پوری آیت پڑھنا حرام ہے۔ آیت سے کم پڑھ سکتے ہیں۔ بعض کے نزدیک آیت سے کم مقدار میں پڑھنا بھی حرام ہے۔ مگر ایک کلمہ حدیث کا ظاہر لفظ عام ہے۔ اگر کسی نے شکرِ نعمت کے طور پر الحمد للہ رب العالمین کے الفاظ پڑھے تلاوت قرآن کی نیت سے نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض کے نزدیک دعا قنوت پڑھنا بھی حرام ہے باقی دعاؤں و اذکار میں کوئی حرج نہیں۔

۴۲۵. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَجُنُبٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ان گھروں کے رخ مسجد سے پھیر لو۔ بے شک میں جائزہ قرار نہیں دیتا۔ مسجد کو حائضہ عورت اور جنبی کے لیے۔ (ابوداؤد)

۱۔ کہ کسی کے مکان کا راستہ مسجد کو نہ جائے تاکہ جنبی اور حائضہ عورت مسجد میں سے نہ گزریں۔
۲۔ جنبی اور حائضہ عورت کا مسجد میں آنا خواہ گزرنے کے لیے ہو خواہ مسجد میں ٹھہرنے کے لیے دونوں طرح حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے لیے گزرنا جائز ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ امام احمد کے نزدیک ان دونوں کے لیے مسجد میں ٹھہرنا بھی جائز ہے۔ تاہم حدیث پاک کا ظاہری مفہوم اپنے عموم و اطلاق کے ساتھ مذہب حنفی کی تائید کرتا ہے۔

۴۲۶. وَعَنْ عَلِيٍّ قُلَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَأُكَةُ بَيْتَكَ فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں جنبی ہو۔ (ابوداؤد و ترمذی)

۱۔ یعنی جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو۔ یا کتا ہو۔ باب التصادیر میں اس پر مفصل گفتگو ہوگی۔
۲۔ یہاں جنبی سے ایسا جنبی مراد ہے جس نے جنبی حالت میں رہنا عادت بنالی ہو۔ اور سستی و غفلت کے باعث نماز کا وقت بھی گزار دے اور غسل نہ کرے۔ تاہم یہاں صورت میں ہے کہ وضو بھی نہ کرے۔

۴۲۷. وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کے قریب

تَقَرَّبُهُمُ الْمَلِيكَدُجِيْفَةُ الْكَافِرُو
الْمُتَضَيِّخُ بِالْخُلُقِ وَالْجُنُبِ اِلَّا اَنْ
يَتَوَضَّأَ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ
(ابوداؤد)

۱۔ حضرت یاسر قبیلہ بنی مخزوم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہیں حضرت ابو خذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی مسمیہ بضم سین و فتح میم و تشدید یا تحانیہ نکاح میں دے دی۔ ان سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ آپ کے دونوں ماں باپ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مستضعفین میں سے ہیں جنہیں راہ حق میں تکالیف اور سزائیں برداشت کرنا پڑیں۔ ایک دفعہ مشرکین آپ کو جلا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے پاس سے گزر ہوا۔ فرمایا: یا ناسا کوئی بددعا دے سلا مآ علی عمار کما کُنْتَ عَلٰی اَبْدَاهِيْمْ۔ اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا عمار چر بطرح تو ابراہیم کے لیے ہوئی تھی۔ آپ مہاجرین اولین و سابقین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت کے دلائل میں سے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس سے فرمایا تھا: تقتلك الفئة الباغية۔ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا الحدیث۔ آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ آپ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔ ابو جہل ملعون نے آپ کی والدہ مکرمہ کے اندام نہانی میں برہیا مارا جس سے آپ شہید ہو گئیں۔

۲۔ یعنی مردہ کافر۔ اور بعض ذات کافر مراد لیتے ہیں۔ مردہ ہو یا زندہ۔ تاہم جیفہ کا استعمال مردہ کے لیے بیشتر آتا ہے۔

۳۔ خلو ق بفتح خاء و تخم مشہور خوشبو کا نام ہے جس میں زیادہ تر زعفران پڑا ہوتا ہے اس جملے میں خلو ق کے استعمال سے مخالفت کے لیے زجر و تشدید کی گئی ہے۔

۲۸ و عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ
ابن عمر و بن حزم ان في كتاب الذي
كتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم
لعمرو بن حزم ان لا يمس القرآن الا
طاهر. رواه مالك و الدارقطني.
حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے۔ بے شک وہ خط جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ
قرآن پاک کو نہ چھوئے مگر پاک اور یاد و انسان۔
(مالک و دارقطنی)

۱۔ حضرت عبداللہ اور ان کا باپ ابوبکر و محمد سب تابعین سے ہیں ان کے جد کلان حضرت عمرو بن حزم صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو یمن کا عامل مقرر کیا تھا۔ ان کی طرف آپ نے ایک خط لکھا تھا۔

۱۵۔ حرم بقیع حاو سکون نزل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مین کے علاقے کا عامل مقرر فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک خط بھی دیا جس میں فرائض و سنن، صدقات اور دیتوں وغیرہ کا ذکر تھا۔ وہ خط سنتوں کے بیان میں مشہور ہے۔ اس کتاب میں درج تھا کہ قرآن کو پاک اور با وضو انسان ہاتھ لگائے۔

۴۲۹ وَعَنْ تَارِيعٍ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي حَاجَةٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ وَكَانَ مِنْ حَدِيثِهِ يَوْمَئِذٍ اَنَّ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ فِي سَكَّةٍ مِنَ السَّكَاةِ فَلَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ أَوْ بُولٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا كَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَتَوَارَى فِي السَّكَّةِ ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرَى فَمَسَحَ ذِمَّاعِيَهُ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَنْعَنِ أَنْ أُرَادَ عَلَيْكَ السَّلَامُ إِلَّا أَتَى لَمْ أَكُنْ عَلَى طَهْرٍ۔ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں ایک کام کے لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کام پورا کیا۔ آپ کی اس دن کی باتوں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ نے فرمایا ایک شخص جگہوں میں سے ایک گلی سے گذرا تو اس کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ یا بول کر کے باہر نکلے تھے تو اس شخص نے آپ کو السلام علیکم کہا۔ مگر آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص ایک گلی میں چھپنے کے قریب ہو گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذلولیست مبارک دیوار پر مارے پھر اپنے منہ مبارک کا مسح کیا پھر دوسری طرف دیوار پر لگائی اور کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھوں کا مسح فرمایا پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا مجھے تیرے سلام کا جواب دینے سے نہ روکا۔ مگر اس بات نے کہ میں طہارت پر نہ تھا۔

(ابوداؤد)

۱۶۔ آپ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ تابعی ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں۔ آپ اصل میں دیلمی ہیں بعض نے کہا آپ عربی ہیں آپ اکابر تابعین اور ان کے آئمہ میں سے ہیں۔ السلام صحیح میں فوت ہوئے۔

۱۷۔ یہ راوی کا شک ہے۔

۱۸۔ سکتہ بکسرین دکان مشدومعنی ہموار اور برابر راستہ۔

۱۹۔ یعنی تمیم فرمایا۔

۲۰۔ اُنہ آئے دالی حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کا جواب دینے سے مانع یہ امر تھا کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وضو سلام کا جواب دینے کو مکروہ جانا۔ کیونکہ السلام علیکم کے الفاظ میں لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اگرچہ یہاں لفظ سلام سلامتی کے معنی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انداز میں خدا تعالیٰ کے ذکر و نام کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے۔ مگر یہاں ایک اشکال لازم آتا ہے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر سے رطب اللسان رہتے تھے۔ اگر اس اشکال کا یہ جواب دیا جائے کہ اس سے ذکر قلبی مراد ہے۔ تو یہ جواب درست نہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بیت الخلا سے نکلنے وقت آپ ذکر لسانی کرتے تھے اور یہ کہتے تھے۔ الحمد للہ الذی اخرج عنی ما یؤذینی۔ الحدیث۔ پھر وضو سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھتے تھے اور یہ بیان بھی گزر چکا ہے کہ حالت جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن پاک پڑھتے رہتے تھے۔ اور یہ کہ جب آپ بیت الخلا سے باہر نکلتے تو وضو کرنے سے پہلے صحابہ کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ کچھ لوگ اس اشکال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عزیمت یہ ہے کہ بے وضو خدا تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ اور جو کچھ تم نے بیان کیا ہے سب رخصت پر مبنی ہے کہ اپنے تعلیم جو انا وراثت کی آسانی کے لیے ایسا کیا۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے توفیق طلب کرتا ہوں۔ کہ یہ جواب وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں کام نہیں دیتا۔ کہ وہ بلاشبہ عزیمت میں سے ہے بلکہ جو کچھ ذکر و اذکار خاص خاص جگہ دار و ہوا ہے اس کا وہاں پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ لہذا ظاہر یہ ہے (واللہ اعلم) کہ خدا تعالیٰ کا ذکر بے طہارت بھی جائز ہے۔ لیکن طہارت کے ساتھ افضل و اکمل و ادنیٰ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت عظمت و جلال الہی کا وارد تھا۔ اس لیے آپ نے نہ چاہا کہ اللہ تعالیٰ کا بے طہارت ذکر کریں۔ خصوصاً سلام کے جواب کے تحت کہ ہمیں تو وقت و تاخیر کی گنجائش ہوتی ہے۔ فوراً اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا تاہم آپ نے وضو کرنے تک تاخیر اس لیے نہ کی کہ شاید وہ شخص چلا جائے۔ اور سلام کا جواب دینا رہ جائے۔ اور وقت زیادہ گزر جائے اس لیے آپ نے تمیم کر لیا اور سلام کا جواب دیا اور یہ تعلیم دی کہ ایسے مواقع میں پانی پر قدرت کے باوجود تمیم کرنا جائز ہے (خوب سمجھو)

حضرت مہاجرین ثقف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب کہ آپ بول کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے اس کے سلام کا اس وقت تک جواب نہ دیا جب تک کہ آپ نے وضو نہ کر لیا پھر آپ نے اس سے معذرت کی اور فرمایا میں نے بے وضو اللہ تعالیٰ کا نام لینا مکروہ جانا۔ اسے

۴۳ وَعَنِ الْمُهَاجِرِينَ ثَقُفٍ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ ثُمَّ اعْتَذَرَ إِلَيْهِ قَالَ إِنْ كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللَّهَ إِلَّا عَلَى طَهْرٍ رَوَاهُ

أَبُو دَاوُدَ وَدَوْدَ الرِّسَالِيُّ إِلَى قَوْلِهِ
حَتَّى تَوَضَّأَ وَقَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ رَدَّ
عَلَيْهِ
ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور نسائی نے حتیٰ تَوَضَّأَ تک روایت کیا اور نسائی نے معذرت کا ذکر نہ کیا اور یہ عبادت روایت کی۔
فَلَمَّا تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَيْهِ آپ نے جب وضو کر لیا تو سلام کا جواب دیا۔

۱۵۔ تَنْفُذُ بَعْضِ قَاتٍ وَكُونِ نَوْنٍ مَضْمُونِ نَادِ زَالٍ مَعْجَمٍ۔ اِن کا اسم مبارک خلف بن عمر ہے۔ مہاجر لقب ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ هَذَا اللَّهُ فَاجِدُ حَقًّا۔ آپ قرشی تھے صحابی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ امام حنن یعری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

۱۶۔ یہاں چونکہ وضو کرنے تک اس شخص کے غائب ہونے اور سلام کے جواب کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لیے آپ نے وضو کر کے اس کے سلام کا جواب دیا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ اگر کسی سے سلام کا جواب دینے میں کسی عذر کی بنا پر کوتاہی سرزد ہو جائے تو چاہیے کہ اس سے معذرت کرے تاکہ تکبر نہ سمجھا جائے بعض شروع میں مذکور ہے کہ حاشا دکلا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ادائے عبادت میں کوتاہی کرنے والا کہا جاسکے۔ بلکہ آپ کی تاخیر چند جائز وجوہ کی بنا پر تھی۔ اور معذرت محض کرم اور تبرع کے طور پر تھی۔ اور مقصود اس امر پر ڈالنا تھا کہ بول کرنے والے شخص کو سلام نہ کرنا چاہیے۔ اور قضاء کے حاجت کرنے والے شخص سے ہم کلام نہ ہونا چاہیے۔ اور چونکہ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے اس لیے ذات و صفات حق تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عزت و عظمت کے پیش نظر بھی سلام کے الفاظ زبان پر لانے سے گریز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

۴۴۱ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْنُبُ ثَمَرِ
يَنَامُ ثُمَّ يَنْتَبِهُ ثُمَّ يَنَامُ رَوَاهُ أَحْمَدُ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے پھر سو جاتے۔ پھر
بیدار ہوتے پھر سو جاتے۔ (احمد)

۱۵۔ يَجْنُبُ بَعْضُ بَاءٍ كَرُونٍ اَوْ رَفْعٍ بَاوَضْمٍ نَوْنٍ۔

۱۶۔ یعنی حالت جنابت میں کئی بار آپ بیدار ہوتے اور غسل کیے بغیر سو جاتے اور غسل کرنے میں جلدی نہ کرتے تاہم وضو کر کے سوتے جیسا کہ گذشتہ بیان ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ناقض وضو نہ تھی۔ لہذا آپ اسی وضو کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کی نیند اگرچہ وضو توڑتی ہے۔ مگر ظاہر یہی ہے کہ جو وضو جنابت کے

بعد کیا تھا وہ دوبارہ طہارت کے ساتھ سونے کے لیے کفایت کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۳۲ وَعَنْ شُعْبَةَ قَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ

كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يُفْرِغُ

بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى سَبْعَ

مَرَارًا ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ فَنَسِيَ مَرَّةً لَمْ

أَفْرَغَ فَنَسَا لِي فَقُلْتُ لَا أَدْرِي فَقَالَ

لَا أَمْلَكَ وَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَذَرِي

ثُمَّ تَتَوَضَّأُ وَتُضَوِّءُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَفِيضُ

عَلَى جِلْدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ يَقُولُ هَكَذَا

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ يَتَطَهَّرُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔

حضرت شعبۂ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے بیشک حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ جب غسل جنابت کرتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ

پر سات مرتبہ پانی ڈالتے۔ پھر آپ اپنی شرمگاہ دھوتے۔ ایک

دفعہ آپ بھول گئے کہ کتنی مرتبہ پانی ڈالا ہے۔ آپ نے مجھ

سے دریافت کیا میں نے کہا مجھے یاد نہیں رہا تو حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری ماں نہ رہے۔ تجھے یاد رکھنے

سے کس چیز نے روکا۔ پھر آپ نماز والا وضو کرتے تھے۔

پھر مارے جسم پر پانی بہاتے۔ پھر فرماتے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح خوب طہارت کرتے تھے۔

(ابوداؤد)

۱۵۔ لَا أَمْلَكَ عَرَبٌ لَوْكَ يَهْدِيهِمْ كَلِمَةً نَدِمْتَ أَوْ رَغَلِي كَيْلَ اسْتَعْمَالَ كَرْتَهُ هِيَ۔ اس موقع پر لَا أَبَا لَكَ (میرا باپ

نہ رہے) بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد کو چاہیے کہ استاد کے سامنے حاضر دماغ اور

ہشیار رہے۔ غافل نہ رہے تاکہ استاد کا عمل یاد رکھے۔ اور اس پر کاربند ہو اور اس کا عمل دوسروں تک پہنچائے۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ استاد کو یہ حق حاصل ہے کہ ترک ادب پر شاگرد پر سختی کرے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ شرمگاہ دھونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دست مبارک دھونا احادیث میں آیا ہے۔

پھر یہ دھونا یا تو بلا تعداد وار دھوا ہے یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھونے کا ذکر آیا ہے۔ اور باب الغسل کی فصل اول میں حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست راست سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور شرمگاہ

دھوتے۔ اس روایت میں عدد معین کا کوئی ذکر نہیں۔ پس ابن عباس سے شعبہ نے جو روایت کی ہے کہ آپ نے سات مرتبہ

بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا تو یہ تطہیر و تنظیف کے لیے مخصوص صورت میں ہو گا جس طرح بعض احادیث میں برتنوں کے صاف کرنے

کے لیے آیا ہے۔ اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے سات مرتبہ دھونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کے بائیں ہاتھ

پر نجاست لگی ہوئی ہو۔ مگر یہ وجہ بھی سات کے عدد کی ضرورت ثابت نہیں کر سکتی۔ الا یہ کہ نجاست سخت ہو۔ اور بار بار دھونے

کے بغیر دور نہ ہوتی ہو۔ اور سات کا عدد کامل طور پر دھونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ کا سات مرتبہ دہونا۔ اتفاقی امر تھا تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ آپ کا حضرت شعبہ کے بھول جانے پر سختی کرنا اس کے منافی ہے کہ اس طرح کی سختی وہاں کی جاتی ہے جہاں کوئی واجب اور ضروری کام ہو۔

۴۳۳ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هَذِهِ وَعِنْدَ هَذِهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا أَخْرَأَ قَالَ هَذَا أَزْكَى وَأَطْيَبُ وَأَظْهَرُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاوُدَ۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اپنی تمام ادراج کے ساتھ ہم بستر ہوئے پھر ہر ایک سے جماع کے بعد ہر بار غسل فرمایا۔ ابو رافع کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ آپ آخر میں ایک ہی غسل کیوں نہیں کر لیتے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا اس طرح کرنے سے زیادہ طہارت و صفائی حاصل ہوتی ہے اور یہ عمل نفس کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔

ہے۔ (احمد، ابو داؤد)

۱۔ الّا اور الّا مخفف و مشرود دونوں روایتیں ہیں۔

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ یا قریب المعنی ہیں۔ تاکید وبالغہ کے لیے ان کو مکرر لایا گیا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ظاہر یہ ہے کہ تطہیر ظاہر بدن کے لیے اور تزکیہ و تطہیب باطن کے لیے ہے۔ یا اول یعنی تزکیہ اخلاق و صمیمہ کے لیے ازالہ کے لیے اور ثانی یعنی تطہیب اوصاف حمیدہ سے آراستہ ہونے کے لیے ہے۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جہاں آپ نے جملہ ادراج طہارت سے ہم بستر ہونے کے بعد ایک غسل کیا جیسا کہ فضل اول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذر آوہ تعلیم رخصت اور امت کی آسانی کے لیے کیا۔

۳۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں بعض نے کہا حضرت عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں جنہیں حضرت عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ کا نام اسلم ہے۔ آپ قبیلہ میں غزوہ بدر سے پہلے اسلام لائے مگر اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ غزوہ احدا و راہ کے بعد کے جملہ غزوات میں شریک ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضرت ابو رافع حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام کی خوشخبری لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشی میں ان کو آزاد کر دیا۔

۲۳۴ وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرِو قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهْوَرِ الْمَرْأَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَوْ قَالَ بِسُورِهَا وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَصَحِيحٌ

حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ مرد عورت کے پچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے بوجہ شک راوی اس لفظ کو زیادہ کیا اَوْ قَالَ بِسُورِهَا یعنی یا عورت کے جوڑے سے وضو کرنے سے منع فرمایا۔

۱۔ آپ صحابی ہیں۔ بصرہ میں رہائش اختیار کی۔ آپ بصریہ میں شمار ہوتے ہیں۔ زیادہ نے آپ کو بصرہ کا والی مقرر کیا پھر معزول کر کے خراسان کا والی مقرر کیا۔ آپ نے مرو میں شہد یا شہد میں وفات پائی۔ آپ سے حضرت حن بصری وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

۲۔ سُورِ بضم سین و سکون ہمزہ بمعنی شے کا باقی ماندہ حصہ۔ اس کا زیادہ تر اطلاق استعمال کھانے یا پینے کے بعد پچے ہوئے کھانے اور پانی پر ہوتا ہے۔ مگر یہاں عورت کا بچا ہوا پاک پانی مراد ہے۔ راوی کا شک محض لفظ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے کیا لفظ ادا کیا۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۳۵ وَعَنْ حَبِيبِ بْنِ الْحَمِيرِيِّ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ سِنِينَ كَمَا صَحَبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ وَلِيغْتَرِفَا جَمِيعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَحْمَدُ فِي أَوَّلِهِ نَهَى أَنْ يَمْتَسِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ أَوْ يَبُولَ فِي مَغْتَسِلٍ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

حضرت حمید الحمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں ایک ایسے شخص کو ملا جسے چار سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی تھی جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی۔ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مرد دوسرے مرد کے پچے ہوئے یا عورت کے پچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔ اور مسدد نے یہ الفاظ زیادہ کیے وَلِيغْتَرِفَا جَمِيعًا چاہیے کہ دونوں اکٹھے چلو پھریں۔ اسے ابو داؤد، نسائی اور احمد نے روایت کیا۔ اور امام احمد نے اس کے ابتداء میں یہ الفاظ زیادہ کیے نَهَى أَنْ يَمْتَسِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ یعنی آپ نے ہمیں ہر روز گھسی کرنے سے بھی منع فرمایا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسٍ

یٰ غُسلِ خافِیْنِ بِشِیَابِ کَرْنِیْ سَیِّدِیْ رَوَّکَا۔ اِسے ابن ماجہ نے عبد اللہ

بن سرجس سے روایت کیا۔

۱۔ حُمَیْدُ الْحُمَیْزِیِّ۔ حُمَیْدُ بَعْمُ حَادِثِیِّ مِیْمِ حَمِیْرِیِّ بِعَنْیٰ مَنَسُوبٌ بِجَانِبِ حَمِیْرِ بْنِ سَابِکِ مَرَادُ سَکُونِ مِیْمِ۔ اَبُو جَبَلٍ الْقَدَرِ تَابِعِیٌّ هِی۔ اَوْرَثَقَهُ وَقَدْ مَاتَ تَابِعِیْنِ بَصَرِیِّیْنِ اَوْرَاقِیْنِ كَے اُئْمَہ میں سے ہیں۔ حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ نے کیا ہے حمید سب اہل بصرہ سے بڑے عالم اور فقیہ ہیں۔

۲۔ جو سن سات ہجری میں غزوہ خیبر کے موقعہ پر ایمان لائے۔

۳۔ مُسَدَّدُ بَرَدِیْنِ مُعْظَمِ، اَبُو حَضْرَتِ اِمَامِ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِہِ كَے ہم مرتبہ اور اکابر تبع تبع تابعین میں سے ہیں

۴۔ یعنی دونوں اکٹھے برتن سے چلو بھریں۔ ماری ماری نہ بھریں۔ اگر چہ اکٹھے چلو بھرنے کی صورت میں دوبارہ پانی لینے کے وقت دوسرے کے پچے پانی سے غسل لازم آئے گا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو باب الغسل کی فصل اول میں گزری ہیں، اُنکی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں، مگر اتنی مقدار معاف ہے۔ ممنوع صورت یہ ہے کہ برتن میں پچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

۵۔ یعنی امام احمد نے حمید حمیری سے اس حدیث کے اول میں یہ کلام زیادہ روایت کیا ہے۔

۶۔ معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کے نزدیک ان دونوں احادیث کی سندوں میں کلام ہے۔ اور اگر چہ ترمذی نے حدیث اول کو حسن صحیح کہا ہے۔ لیکن یہی ہے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اپہری نے کہا خطابی نے کہا ہے کہ محدثین اس حدیث (مرد عورت کے پچے ہوئے پانی سے اور عورت مرد کے پچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے) کے اسناد سے خوش نہیں ہیں۔ اور اگر یہ حدیث سند کے لحاظ سے ثابت بھی ہو جائے تو نسخ پر محمول ہوگی۔ اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ساری امت سے کسی ایک نے بھی اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ اور یہ بات محال ہے کہ حدیث صحیح ہو مگر کسی نے بھی اس پر عمل نہ کیا ہو اور اس پر عمل کی راہ پر نہ چلا ہو۔ تاہم شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں نظر و اعتراض ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل کے مذہب کے بعض ائمہ نے بطور عبادت اس حدیث پر عمل کیا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ شرح میں ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔



بَابُ أَحْكَامِ الْمِيَاهِ

پانیوں کے احکام کا باب

یعنی پانی کی مختلف انواع کے احکام کا بیان جیسے بارش کا پانی، زمین کا پانی، چشمہ اور غیر چشمہ کا پانی، کھڑا اور جاری پانی، تھوڑا اور زیادہ پانی، مستعمل اور غیر مستعمل پانی، حیوانات کا جھٹا پانی، سان جوھنوں کا پانی، جو صحرائوں اور بیابانوں میں ہوتے ہیں اور دھوپ سے گرم شدہ وغیرہ پانی جن کا ذکر اس باب میں آیا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۴۳۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُولِنَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُبٌّ قَالُوا كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں جو جاری نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے۔ اور پھر اس میں غسل کرنا شروع کر دے بخاری و مسلم۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جو جنبی ہو کھڑے پانی میں غسل نہ کرے۔ لوگوں نے کہا۔ اے ابو ہریرہ پھر کس طرح غسل کرے۔ فرمایا ہاتھوں سے نکال کر جسم پر ڈالے اور غسل کرے

۱۔ یہ گویا پانی میں بول کرنے سے نہی کی علت ہے۔ یعنی عقلمند انسان سے دوسرے کو پانی میں بول کرے پھر اس میں گھس کر نہانا شروع کر دے۔

۲۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے قلیل پانی مراد ہے کہ کثیر پانی چاہے کھڑا ہو جاری پانی کی طرح ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا اور اس میں غسل کرنا جائز ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے پانی اگر کثیر بھی ہو اور ناپاک بھی نہ ہو پھر بھی اس میں پیشاب نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ الیسا کرنے سے یہ اندیشہ ہے کہ دوسرے بھی اسے دیکھ کر اس میں بول کریں اور عادت بنالیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ پانی میں تبدیلی آجائے۔ تبدیلی سے اس کی صفات رنگ، بو اور مزہ کی تبدیلی مراد ہے۔ پہلی صورت (قلیل

پانی میں نہی حرمت کے لیے ہے۔ اور دوسری صورت (ماء کثیر) میں نہی کراہت پر محمول ہے۔ اور لایجری کی قید اس لیے ہے کہ جاری پانی نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ بعض شافعیہ رحمہم اللہ کے نزدیک پانی اگر قلیل ہو مگر جاری ہو تو بھی اس کا استعمال مکروہ ہے غسل کا ذکر اتفاقی ہے وضو کا بھی یہی حکم ہے کہ جس پانی سے غسل جائز ہے اس سے وضو بھی جائز ہے اور جس سے غسل جائز نہیں اس سے وضو بھی جائز نہیں۔ پاخانہ ناپاک ہونے میں بول کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ نجس اور بدتر ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے یہ سب تفصیل دن کے وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ رات کے وقت پانی تھوڑا یا زیادہ جاری ہو یا غیر جاری نہیں قضاے حاجت کرنا مکروہ و ممنوع ہے کیونکہ رات کو ایسا کرنے سے جنات کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ جنات رات کو پانی کی جگہ پر رہتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

۳۵۔ اس سے بھی قلیل پانی مراد ہے کہ ماء کثیر تو جاری پانی کا حکم رکھتا ہے۔ اور قلیل و کثیر کا معنی فصل ثانی میں مذکور ہوگا۔

۳۶۔ یعنی پانی کو برتن سے ہاتھ میں لے اور باہر کھڑے ہو کر اس سے نہائے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنبی انسان پانی حاصل کرنے کے لیے اس میں ہاتھ ڈالے اور غسل کرے تو اس طرح پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ہاں اگر ہاتھ دھونے کی نیت جنبی انسان نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو جیسا کہ شہنی نے کہا، وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔

۳۷۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ - نَوَاحٍ مُسَلَّمٌ۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ کھڑے پانی میں بول کیا جائے۔ (مسلم)

۳۸۔ وَعَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ ذَهَبَتْ بَنِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أَخْتِي وَجِعَ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَانِي بِالْبَرَكَهَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وُضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلَفَ ظَهْرِي فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبَوَةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زُرِّ الْحَجَلَةِ۔
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میری خالہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے کر گئیں۔ اور عرض کیا میری ہمشیرہ کا (یہ) بیٹا بیمار ہے تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی پھر اپنے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کے پانی سے پی لیا۔ پھر میں آپ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہوا۔ تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ہر نبوت کو دیکھا جس طرح تجلہ عرسی کا

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مُنْہُوْتَاہُ۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ آپ بنی امیہ یا بنی شمس کے حلیف تھے۔ آپ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ آپ خورد سال صحابی ہیں۔ آپ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ منورہ کے بازار کا عامل مقرر کیا تھا۔

۲۔ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پچا ہوا پانی مراد ہے جو برتن میں یا قی رہ گیا تھا۔ یادہ پانی مراد ہے جو آپ کے اعضاء شریفہ سے الگ ہوا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چونکہ ماہ مستعمل نہیں ہے اس لیے ان کے مذہب کے مطابق اس حدیث کے مفہوم و معنی میں مشکل درپیش آتی ہے۔ اس مشکل کا حل اس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت سائب کو آپ نے علاج کی غرض سے یہ پانی پینے کی اجازت دی۔ یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی آپ کے استعمال کرنے کے باوجود پاک ہی رہتا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آپ کا استعمال کردہ پانی کیوں پاک و طاہر نہ ہوگا۔ حالانکہ وہ آپ کے بدن مبارک سے لگا۔ اور اس پانی کے ساتھ جو نجاست حکمی زائل ہوئی جو کثرت میں ہے اس نے بدن شریف سے لگنے کے باوجود اس میں کوئی تاثیر نہ کی۔ پھر بعض علماء کرام تو اس طرف گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل شریفہ طیب و طاہر ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن اندر تا پابا بالکل پاک و نر کی ہے۔

۳۔ زِدْجَلَةٌ بتقدیم زاء مکسورہ براء یعنی مَن جَلَّہ بتقدیم مائے مہملہ بزجم۔ دونوں کے فتح کے ساتھ خانہ عروسی (ڈول) کو کہتے ہیں۔ اور یہ خیمہ کی طرح ہوتا ہے جس کو بڑے بڑے ٹپن لگے ہوتے ہیں۔ ہر نبوت کو مقدار میں اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ بعض روایات میں اسے کبوتر کے انڈے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وہ اس کی شکل پر نہایت نورانی و درخشاں گوشت کا ایک ٹکڑا تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس کے اندر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ اللہ وَحْدًا لَا شَرِیکَ لَہُ۔ اور اس کے ظاہر پر یہ الفاظ مرقوم تھے۔ تَوَجَّہْ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّکَ مَنصُورٌ (توجہ ہر رخ کرے گا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت تیرے ساتھ رہے گی) اسے ہر نبوت اس لیے کہتے ہیں کہ کتب سابقہ تو رات النجیل وغیرہ میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور نعت و صفت بیان کیا گیا ہے۔ پس یہ ہر نبوت آپ کے نبی موعود ہونے کی علامت و نشان تھی یا اس امر کی علامت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی میں آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ علماء کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت یہ ہر نبوت آپ کے کندھوں کے درمیان سے اٹھالی گئی اور صحابہ کرام کو اس سے پتہ چلا کہ آپ اس دنیا سے انتقال فرما گئے ہیں۔ اس کی مزید تحقیق حضور علیہ السلام کے ابواب الشائل میں کتاب کے آخر میں

الفصل الثانی

دوسری فصل

۳۹۹ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاةِ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا يَنْتُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسَّبَاعِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخُبْثُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي أُخْرَى لَكَوْنِ دَاوُدَ فَإِنَّهُ لَا يَنْجَسُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اس پانی کے بارے میں جو وارد ہونے اور اس میں سے بیابان و صحرائیں ہوتا ہے۔ حالانکہ اس پانی پر موشی اور جنگلی درندے پیتے ہیں (کہ کیا یہ پانی پاک ہوتا ہے؟) آپ نے فرمایا جب پانی دو قلعہ کی مقدار ہو تو پیلیدی کو قبول نہیں کرتا۔ اسے احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابو داؤد کی ایک روایت میں لَا يَنْجَسُ کا لفظ آیا ہے۔

۱۔ حالانکہ اس پانی پر باری باری موشی اور جنگلی درندے آتے اور اس سے پیتے اور اس میں بول دگوبر کرتے ہیں۔

۲۔ یعنی اس پانی میں نجاست پڑ جانے سے یہ ناپاک نہیں ہوتا۔ قلعہ یعنی بڑا ٹمکا جس میں لوگ پانی ڈالتے ہیں۔ دراصل قلعہ اونچی چیز کو کہتے ہیں جیسے پہاڑ، ادنیٰ کی کوہان۔ سر کی چوٹی۔ مثلاً کو بھی اس لیے قلعہ کہتے ہیں کہ یہ بھی اونچا ہوتا ہے۔ اصطلاحاً آدمی ہی اسے اٹھا رہا ہے۔ قلعہ کی مقدار چھوٹی اڑھائی مشک ہے۔ اس مشک کو عربی میں قریہ بھی کہتے ہیں اس حساب سے دو قلعہ پانچ مشک پانی ہوگا۔ اور یہ چھوٹی مشک ہمارے علاقوں کے مطابق ایک بڑے گھڑے کی مقدار ہوتی ہے۔ اور شرع شریف کے حساب سے یہ پچاس سیر پانی ہوگا۔ تو دو قلعہ پانی دو سو سیر ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ ایک چھوٹی مشک ایک سو رطل عراقی کے برابر ہوتی ہے۔ اور ایک عراقی رطل ایک سو اٹھائیس درہم وزن کا ہوتا ہے۔ اور ایک سیر شرعی چالیس شیر شاہی پیسے کے وزن کا ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ جب پانی دو قلعہ ہو تو اس میں نجاست پڑھنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس کے رنگ، بو اور ذائقہ میں تبدیلی نہ آجائے۔ ہاں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں اتنا فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ جب بول یا پاخانہ بہنے والا ہو تو پانی کو ناپاک کر دے گا۔ مگر یہ کہ بڑے بڑے

تالابوں کی شکل میں ہو جیسے مکہ معظمہ کے راستے میں ہیں سائیک نہایت عجیب و غریب بات وہ ہے جو کتب شافعیہ رحمہم اللہ میں مذکور ہے کہ اگر سارا پانی ناپاک ہو اور وہ اسی ناپاک حالت میں رنہ رنہ دو قلعہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ اور جس وقت بھی وہ دو قلعہ سے کم ہو گا تو ناپاک ہو جائے گا۔ گویا قُلَّتَيْنِ کی مقدار ان کے ہاں پانی کے پاک ہونے میں خاص تاثیر رکھتی ہے۔

۳۔ اس حدیث کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے۔ صاحب سفر السعاده نے کہا کہ ایک گروہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ایک دوسرے گروہ کے نزدیک صحیح ہے کہ اکابر علمہ حدیث نے اس حدیث کا اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ انتہی۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔ علی بن مدینی نے جو آئمہ حدیث اور شیوخ بخاری میں سے نیز امام احمد بن حنبل کے ہم عصر لوگوں میں سے ہیں، کہا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اجماع صحابہ کے خلاف ہے کیونکہ ایک حبشی چاہ نہ مزرم میں گر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے سارا پانی نکالنے کا حکم دیا۔ ان کا یہ حکم صحابہ کرام کی جماعت کے رد و برہ تھا۔ اور کسی نے ان کے اس حکم پر اعتراض نہ کیا۔ واللہ اعلم۔

علماء کرام نے کہا ہے کہ فریقین میں سے کسی کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ پانی کے نجس ہونے یا نہ ہونے کی کیا مقدار اور حد ہے۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو آئمہ حنفیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قُلَّتَيْنِ کی حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اس پر عمل نہیں کیا گیا عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ قلعہ کے کئی معنی آتے ہیں۔ جیسے مٹکا، مشکیزہ، پیالہ کی چوٹی وغیرہ اور یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں اس سے کیا مراد ہے۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ پانی کسی چیز سے اور کسی حالت میں ناپاک ہی نہیں ہوتا۔ جاری ہو یا جاری نہ ہو۔ کم ہو یا زیادہ۔ اس کا رنگ، بو اور مزہ بدل چکا ہو یا نہ بدلا ہو۔ اور فقہاء و محدثین کے جمہور علماء اس پر ہیں کہ اگر پانی کثیر ہو تو ناپاک نہ ہو گا۔ قلیل ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور وہ جو بے لیساعتہ والی حدیث میں آیا ہے کہ الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُ شَيْءً (پانی پاک چیز ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی) اور اصحاب ظاہر اسے اپنے لیے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، تو ان کا استدلال درست نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں الماء سے کثیر پانی مراد ہے۔ اور ماء قلیل و کثیر کی مقدار میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجاست گرنے سے جس پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ بدل جائے وہ قلیل ہے۔ اور جس کا نہ بدلے کثیر ہے۔ ان کے ہاں تبدیلی اور عدم تبدیلی ہی کثیر و قلیل کا معیار ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما کے نزدیک جب پانی قُلَّتَيْنِ کی مقدار ہو تو کثیر ہے اس سے کم ہو تو قلیل ہے۔

امام البخاریہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اگر پانی اتنا ہو کہ ہلانے سے اس کے اجزاء الگ الگ نہ ہو جائیں بعض کے نزدیک فصل کے وقت بعض کے نزدیک وضو کے وقت اور بعض کے نزدیک نہ دوسرے ہاتھ ڈالنے کے وقت اس کے اجزاء الگ الگ نہ ہو جائیں تو وہ کثیر ہے۔ ورنہ قلیل ہے۔ تاخرین مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک قلت و کثرت کا معیار پیمائش کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے بعض کے نزدیک وہ درودہ بعض کے نزدیک پندرہ در پندرہ۔ بعض کے نزدیک بیس در بیس۔ اور بعض ظن غالب کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر ظن غالب یہ ہو ایک جانب نجاست پڑنے والی دوسری جانب پہنچ گئی ہے تو وہ پانی ناپاک سمجھا جائے گا۔ اور اس سے وضو کرنا روا ہوگا۔ ورنہ ناپاک مقصود ہوگا۔ اور اس سے وضو جائز نہ ہوگا۔ اس مسئلہ کے دلائل کی تحقیق تفصیل شرح سفر السعاده میں بھی کر دی گئی ہے۔ وہاں انہیں دیکھ لیا جائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کیا ہم لوگ بضعہ کنویں سے وضو کر لیا کریں حالانکہ یہ وہ کنواں ہے جس میں حیض کی ٹاکیاں، کتوں کے گوشت اور بدبو دار چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ آپ نے جواب دیا اس کنویں کا پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

۴۴۰ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْتَوَضَّاءُ مِنْ بَيْتٍ بَضَاعَتَا وَهِيَ بَيْتٌ تُلْقَى فِيهِ الْحَيْضُ وَلَحُومُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْبَاءَ طَهُورًا لَا يَنْجُسُهُ شَيْءٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی

۱۔ بضعہ بھم باموحدہ وضو معجمہ۔ یہ مدینہ منورہ میں مشہور کنواں ہے۔ (مگر آج ۱۴۱۰ھ میں مدینہ منورہ کی عمارات کی توسیع کے باعث آبادی میں آچکے ہیں۔ اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں)

۲۔ حیض بکسر حاء فتح یا حیضہ کی جمع ہے۔ بمعنی کپڑے کا ٹکڑا (ٹائی) جو خون حیض سے آلودہ ہو۔

۳۔ من۔ بفتح نون و سکون تا بمعنی بدبو۔ یہاں بدبو دار چیزیں مراد ہیں۔

۴۔ کیونکہ اس کا پانی بہت اور چشمہ دار ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ کنواں اُس وقت جاری تھا اور نہر کی طرح اس کا پانی باغات کو سیراب کرتا تھا۔ اگرچہ وہ درودہ نہ تھا۔ اور اتنی مقدار میں بھی نہ تھا کہ حرکت دینے سے اس کا جزا الگ الگ نہ ہوں اس میں غور کرو۔ مشائخ کی بعض روایات میں آیا ہے کہ اخاف کے مذہب میں چشمہ دار کنواں جاری پانی کی طرح ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

۴۴۱ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ

۵۔ یعنی دس گز ضرب دس گز رقبے میں پھیلا ہوا پانی کثیر مقصود ہوگا۔ اس مقدار سے کم پانی قلیل ہوگا۔ مترجم غفرلہ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول
اللہ انا نرکب البحر ونحمل معنا القلیل
من الماء فان توضعنا به عطشنا افنوضا
بماء البحر فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم هو الطهور ماء لا والجل
میثتہ رواہ مالک والترمذی وأبو
داؤد والنسائی وابن ماجہ و
الدارمی۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ
ہم لوگ سمندر کا سفر کرتے ہیں۔ اور اپنے ہمراہ تھوڑا پانی لے
کر چلتے ہیں اگر اس پانی کے ساتھ ہم وضو کر لیں تو پانیس ہمیں
تسائے گا کیا ہم لوگ سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور
اس کا مردار (مچھلی) حلال ہے۔

(مالک، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

(دارمی)

۱۔ گویا صحابہ کرام نے سمندر کے پانی سے وضو کرنے کو بعید (ممنوع) خیال کیا۔ اور یہ خیال انہیں اس آیت کی تخصیص
سے پیدا ہوا۔ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا۔ اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا اور سمندر کا پانی بارش کے
پانی سے اوصاف میں مختلف ہوتا ہے۔

۲۔ مراد مچھلی ہے کہ اسے ذبح نہیں کیا جاتا۔ میثۃ بفتح میم دراصل اس حلال جانور کو کہتے ہیں جو بے ذبح مر جائے
مچھلی کا ذبح یہی ہے کہ اسے شکار کر لیا جائے اور پانی سے نکال لیا جائے۔ اور جو مچھلی شکار کرنے سے پہلے پانی میں
ہی مری چکی ہو۔ مذہب حنفی میں اس کا کھانا حلال نہیں اس مسئلے کی مزید تحقیق کتاب الصيد والقبائح میں انشاء اللہ
العزيز آئے گی۔

حضرت ابو زید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیتے الجن کے
موتقہ پر انہیں فرمایا تیرے برتن میں کیا ہے۔ میں نے عرض کیا نیبذ
(کھجور کا پانی) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو طیب
کھجور اور پاک پانی ہے اتنی مقدار تک اس حدیث کو ابو داؤد
نے روایت کیا۔ اور احمد و ترمذی نے یہ الفاظ زیادہ کیے
فَتَوَضَّأُ مِنْهُ قَوَّاسٌ سے آپ نے وضو کیا اور ترمذی
نے کہا ابو زید مجہول ہے۔ اور علقمہ سے صحیح روایت سے

۴۳۲ وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجَنِّ مَا فِي أَدَاوتِكَ
قَالَ قُلْتُ نَيْبٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَ
مَاءٌ طَهُورٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ
أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ فَتَوَضَّأُ مِنْهُ وَقَالَ
التِّرْمِذِيُّ أَبُو زَيْدٌ مَجْهُولٌ وَصَحَّ
عَنْ عُلُقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ لَمَّا كُنْ لَيْلَةَ الْيَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاكَ مُسْلِمٌ
ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا میں لیلۃ الجحر کو
حضرت مصی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۱۔ ابو زید مخزومی جو تابعین سے ہے اور عمرو بن محریث کا ادا کردہ غلام بخاری نے جس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے۔

۲۔ یہ وہ رات ہے جس میں جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور نے
انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن پڑھا۔ یہ جنات اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کے سامنے حال بیان کیا۔
جیسا کہ قرآن میں یہ قصہ صراحتہ مذکور ہے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ حضرت
عبداللہ بن مسعود خدمت اقدس میں حاضر تھے اور چھاگل بھی ان کے پاس تھی۔

۳۔ لہذا اس کے ساتھ وضو کرنا بلاشبہ درست ہے۔

۴۔ ترمذی نے اس حدیث پر اس وجہ سے اعتراض کیا ہے کہ ابو زید جس کی روایت عبداللہ بن مسعود سے ہے
مجهول شخص ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ ابو زید جو ابن حریث کا آزاد کردہ غلام ہے کہ اس نے نبیذ سے وضو کرنے کی حدیث
عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ اور اس سے ابو فرارہ نے روایت کی، اس کی حدیث صحیح نہیں۔ اور بخاری نے اسے ضعیف
میں شمار کیا ہے۔ اور حاکم نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی
حدیث نہیں۔ اور بعض نے ابو فرارہ کو بھی ضعیف کہا ہے۔ اور مصابیح میں آیا ہے کہ حضرت علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود
سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں لیلۃ الجحر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نہ تھا۔ حضرت علقمہ بن قیس کہ مشہور تابعی اور بڑی اونچی شان والے فقیہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ صحابہ کرام بھی ان سے
علم کی باتیں پوچھا کرتے تھے۔ اور یہ علقمہ طور طریقے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت مشابہت
رکھتے تھے۔ ۲۱۰۔ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

۵۔ اور جب کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ تھے تو حدیث مذکور
جو ان کے ہمراہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ صحیح نہ ہوگی۔

معلوم ہونا چاہیے کہ نبیذ تعریہ ہے کہ کھجور کو چند روز کے لیے پانی میں ڈال دیں۔ تاکہ اسکا مٹھاس نکل آئے اور اس
میں تیزی پیدا ہو جائے۔ یہ شیرہ جب تک خوب نیز د تند نہ ہو حلال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ نبیذ بنایا جاتا تھا
اس نبیذ کے تمام مسائل و احکام باب الاخرۃ میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔

کھجور کے اس شیرے کے ساتھ وضو کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک اگر خالص پانی میسر نہ آئے تو پھر اس نبذ کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ حنفیہ اس حدیث کو جو ابو زید نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اپنے مذہب کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور شافعی حضرات گذشتہ معلوم شدہ وجہ کی بنا پر اس حدیث میں طعن اور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ مگر تحقیقی بات یہ ہے کہ حق سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ اور ادیان حدیث کی جہالت اس وجہ سے منفع اور غیر موثر ہے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ لیلۃ الجمن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنات کو دعوتِ حق دینے میں مصروف ہوئے تھے اس وقت آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بٹھا کر ان کے ارد گرد ایک دائرہ لگا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس دائرہ سے باہر نہ نکلنا اور یہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس رات کو حضور علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنات کے ساتھ گفتگو کے وقت میں آپ کے ساتھ نہ تھا۔ یا جب حضور علیہ السلام مدینہ منورہ سے ان جنات کی جانب روانہ ہوئے اس وقت میں آپ کے ساتھ نہ تھا بلکہ رات کے آخری حصہ میں آپ کے ساتھ جا کر ملا۔ یہاں کافی طویل گفتگو ہے۔ شرح عزلی میں پوری بسط و تفصیل سے درج کی ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیے۔

حضرت کبشہ بنت کعب بن مالک رضی اللہ عنہا سے جو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں روایت ہے فرماتی ہیں حضرت قتادہ میرے پاس تشریف لائے تو کبشہ نے ان کے وضو کے لیے برتن میں پانی ڈالا۔ اتنے میں ایک بلی پانی پینے کیلئے آئی گئی۔ حضرت قتادہ نے اس کے لیے برتن جھکا دیا۔ یہاں تک کہ بلی نے اس برتن سے پانی پی لیا۔ حضرت کبشہ کہتی ہیں حضرت قتادہ نے میری طرف دیکھا کہ میں (تعجب سے) ان کی طرف دیکھ رہی ہوں فرمایا اے میرے بھائی کی بیٹی کیا تو تعجب کر رہی ہے میں نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت قتادہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلی غصہ نہیں۔ بے شک وہ اگر نہ ہو تو ان جانداروں میں سے ہے جو تمہارے پاس کثرت سے آتے

۴۴۳. وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ
وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ ابْنِ أَبِي
قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوءٌ
فَجَاءَتْ هَرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَأَصْغَى لَهَا
إِلَّا نَاءً حَتَّى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَأَيْتُ
أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَقَالَ اتَّعَجِبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي
قَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيَسْتُ
بِنَجَسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَافِينَ عَلَيْكُمْ أَوْ
الطَّوَافَاتِ رِوَاةُ مَالِكٍ وَاحْمَدُ وَ
الترمذی وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِي وَابْنُ

مَکَاجَۃٌ وَالذَّارِجِیُّ۔

جاتے ہیں اور سادہ ہے تو ان مادہ اشیا میں سے ہیں جن کا تہا ہے

پانی آنا بجا کثرت سے ہے۔ اسے امام مالک، احمد، ترمذی، ابو داؤد

نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

۱۔ یعنی کبشۃ انصاریہ کبشۃ لفتح کاف و سکون باد موصدہ آپ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ جو مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، کی صاحبزادی ہیں۔ غزوہ تبوک میں آپ کے پیچھے رہ جانے کا قصہ بھی مشہور ہے۔ حضرت کعب کی یہ لڑکی حضرت ابوقنادہ جو مشہور صحابی ہیں کہ بیٹے کے نکاح میں تھیں حضرت ابوقنادہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے سواروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن جان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت کبشۃ کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔ کذا فی التقریب۔

۲۔ بعض روایات میں فِکْبِتُ بصیغہ تسکیم بھی آیا ہے۔

۳۔ تاکہ وہ آسانی سے پانی پی سکے۔

۴۔ یعنی میں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا کہ آپ اس برتن سے بلی کو پانی پلا رہے ہیں جو وضو کے لیے رکھا گیا تھا۔

۵۔ حضرت ابوقنادہ نے یہ الفاظ عربوں کی عادت کے مطابق فرمایا اہل عرب کی عادت ہے کہ مخاطب کو بے درزادہ

یا ابن عم کہتے ہیں۔ اگرچہ واقع میں اس طرح نہ ہو اور اخوت اسلامی تو ہر حال میں موجود ہے۔

۶۔ یعنی بلی ایسی نجس چیز نہیں کہ برتن میں اس کے منہ ڈالنے سے پانی ناپاک ہو جائے۔ نجس بکسر صیم یعنی پلید۔ اور لفتح جیم

بھی پڑھا گیا ہے بمعنی پلیدی۔

۷۔ لہذا لفظ اولادوی کے شک کی بنا پر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من الطوائفین فرمایا یا من الطوائف

فرمایا۔ طوائفین اور طوائف صیغہ مبالغہ ہے جو غلبہ اور کثرت کے لیے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ کثرت سے تمہارے

اور گرد گھومتی رہتی ہے اگر اس کے جوڑے کو ناپاک قرار دے دیں تو اس سے تم شفقت میں پڑ جاؤ گے۔ اس وجہ سے سہولت

کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یا من الطوائفین علیکم ادا الطوائف سے یہ مراد ہے کہ بلی ہر وقت محتاجوں اور سائلوں کی طرف

تمہارے اور گرد رہتی ہے اس لیے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی ضرور ہونی چاہیے بہر حال دونوں مذکورہ معنوں کے مطابق

اس کے ساتھ ترمیمی اور چشم پوشی چاہیے۔

پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جوڑا مکروہ ہے اگر اور پانی نہ ہو تو پھر بلی کے جوڑے پانی سے وضو

کرے تیمم کرنا جائز نہیں۔ اور اگر دوسرے پاک پانی کے ہوتے ہوئے بلی کے جوڑے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے مگر مکروہ

ہے اور امام ابو یوسف اور دیگر ائمہ کے نزدیک بلی کا جوڑا پاک ہے پھر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَوَضَا بِمَا
اَفْضَلَتِ الْحُمْرُ قَالَ نَعَمْ وَيَمَّا اَفْضَلَتِ
السَّيَاحُ كُلُّهَا - رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ

سے دریافت کیا گیا کیا ہم لوگ گھوٹے پانی سے
وضو کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ بلکہ تمام دندوں کے
جوٹے پانی سے بھی وضو کرنا جائز ہے۔ اسے شرح سنہ میں

روایت کیا۔

۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دندوں کا جوٹا پاک ہے۔ امام شافعی کا مذہب یہی ہے۔ احناف کے نزدیک دندوں
کا جوٹا ناپاک ہے کیونکہ دندوں کا لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کا گوشت نجس ہے۔ امام احمد کا مذہب بھی ان کے
اصحاب کی مختلف روایات کے مطابق یہی ہے اور جو احادیث دندوں کے جوٹے کی طہارت میں وارد ہوئی ہیں ان کی صحت
میں کلام ہے اور اگر ان احادیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ یہ بڑے بڑے حضوں اور تالابوں کے بائے
میں ہیں۔ جریا بانوں اور صحراؤں میں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اور اگر اس حدیث سے علی العموم تمام دندے
مراد لیے جائیں تو پھر کتے کا جوٹا بھی پاک ہوگا۔ حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔

فانكلا۔ محیط میں ہے کہ کتا اگر انسان کے عضو یا اس کے کپڑے کو بکڑے اگر غصے کی حالت میں بکڑے تو ناپاک
نہ ہوگا۔ اور اگر مزاج اور لاڈل پیارے کے طور پر بکڑے تو ناپاک ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے غصہ کی حالت میں وہ صرف
دانتوں سے چیز کو بکڑتا ہے اور اس کے دانتوں میں رطوبت نہیں ہوتی۔ اور مزاج کی حالت میں لبوں سے بکڑتا ہے اور لب
ترسی سے آلودہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شمنی نے کہا۔

۴۴۶ وَعَنْ أُورْهَانِي قَالَتْ اَغْتَسَلَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَوَّيْمُونَةً
فِي قَصْعَةٍ فِيهَا أَثَرُ الْعَجِينِ - رَوَاهُ
النِّسَائِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ.

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں نے ایک
ہی ٹب میں سے غسل کیا جس میں آٹے کا نشان موجود تھا۔
(نسائی، ابن ماجہ)

۱۔ ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا۔ آپ کا نام فاختہ تھا۔ بعض نے عاتکہ بتایا ہے۔ فتح مکہ کے سال ایمان
لائیں۔ ان سے حضرت علی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین کی ایک جماعت کثرت نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ ۵۵ھ
کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

۲۔ یعنی اس ٹب میں باقی ماندہ آٹے کا نشان موجود تھا۔ بعض نے کہا ہے یہ نشان زیادہ نہ تھا۔ جس سے پانی میں
تغیر آجائے۔ جیسا کہ شافعیہ نے کہا ہے اور ہمارے ہاں اگر کسی پاک شے کے پڑنے سے کوئی ایک دسٹ بدل گئی

تو بھی جائز ہے مگر جب کہ اس کا سیلان طبعی جاتا رہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۴۷ عَنْ یَحْیٰی بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ
اَنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِی رَکْبٍ فِیْهِمْ عُمَرُو
ابْنُ الْعَاصِ حَتّٰی وَرَدُوْا حَوْضًا
فَقَالَ عُمَرُوْ یَا صَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ
تَرُدُّ حَوْضَکَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُو بْنُ
الْخَطَّابِ یَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرُنَا
فَاَنَّا نَرُدُّ عَلَی السِّبَاعِ وَتَرُدُّ عَلَیْنَا رَوَاهُ
مَالِکٌ وَزَادَ رَازِیُّ قَالَ زَادَ بَعْضُ
الرُّوَاةِ فِی قَوْلِ عُمَرَ وَارِثِی سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَقُوْلُ لَهَا مَا اخَذْتُ فِی بُطُوْنِهَا وَمَا
بَقِیَ فَهَوْلَنَا طَهُوْرٌ وَشَرَابٌ۔

حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں
بے شک عمر رضی اللہ عنہ سواروں کی ایک جماعت میں جن میں حضرت
عمر بن العاص بھی تھے، شہر سے باہر تشریف لے گئے یہاں تک
وہ ایک حوض پر پہنچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا
حوض والے کیا تیرے حوض پر درندے بھی (پانی پینے) آتے ہیں
اس پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے صاحب
حوض ہمیں اس بارے میں کوئی خبر نہ دے کہ ہم درندوں پر وارد
ہوتے ہیں اور درندے ہم پر وارد ہوتے ہیں اسے ملک نے
روایت کیا۔ رازین نے کچھ الفاظ زیادہ روایت کیے اور کہا کہ بعض
راویوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ الفاظ کیے۔ بے شک
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے درندوں
کے لیے ہے وہ جہانوں نے اپنے شکموں میں ڈال لیا اور جو باقی
رہ گیا وہ ہمارے لیے پاک ہے اور پینے کے لیے بھی جائز ہے۔

۱۵۔ حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن تابعی ہیں۔ مدنی ہیں ثقہ ہیں بلند مرتبہ اور کثیر الحدیث ہیں۔ اور مشہور صحابی حضرت عطاء بن
ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے دوہوتے ہیں۔

۱۶۔ یعنی تیرا ہمیں خبر دینا نہ دینا برابر ہے۔

۱۷۔ یعنی ان حوضوں میں بہت پانی ہوتا ہے اس لیے کبھی ہم پینے آجاتے ہیں اور کبھی جنگلی درندے آجاتے ہیں ان
کے پی جانے سے کوئی ضرر و نقصان نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے بارے میں دریافت

۴۴۸ وَعَنْ اَبِی سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَئَلَ

عَنِ الرِّجَاحِ بْنِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ
تَرِدُهَا السَّبَاعُ وَالْكَلَابُ وَالْحُمْرُ
عَنِ الظُّهْرِ مِنْهَا فَقَالَ لَهَا مَا حَمَلَتْ
فِي بَطْنِهَا وَلَنَا مَا غَبَرَ طُهُورٌ رَوَاهُ
ابْنُ مَاجَهَ

کیا گیا جو کہ معظمہ اہل مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہیں کہ ان سے دزدے
اور کتے اور گردھے پانی پیتے رہتے ہیں کہ ان سے طہارت حاصل
ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان کے لیے ہے وہ جو انہوں نے اپنے
شکموں میں ڈال لیا جو باقی رہا وہ ہمارے لیے ہے۔ اور وہ پاک
کرنے والا ہے۔ یعنی اس سے غسل وضو جائز ہے۔

۴۴۹ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَا
تَغْتَسِلُوا بِالْمَاءِ الْمُسْتَمْسِ فَإِنَّهَا
يُورِثُ الْبَرَصَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے
فرمایا دھوپ سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص
کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

(رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

(دارقطنی)

۱۔ یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مرفوع ہونا درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکا۔
جیسا کہ علمائے کہا ہے۔ تنزیہ الشریعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے لیے دھوپ میں پانی گرم کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ٹھیرا لیا نہ کہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہوتی
ہے۔ اسے ابو نعیم نے طب میں اور دارقطنی نے افراد میں اور سنن میں روایت کیا۔ حضرت ابن جان نے حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا دھوپ سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہوتی ہے
اور کہا کہ ان احادیث کی سندوں میں جھوٹے اور اپنے پاس سے حدیثیں گھڑنے والے راوی ہیں۔ ان لوگوں کی حدیث قابل قبول
نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں۔ تاہم اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول ثابت
شده ہے۔ اور امام شافعی نے اسے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس کے رجال ثقہ ہیں۔ مگر ابواہیم راوی کہ اس میں
اختلاف ہے۔ اور اس کا شیخ صدقہ ضعیف ہے۔ اور دارقطنی ایک اور طریقہ سے لایا ہے اور منذری نے اس کی تحسین
کی ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری بات یہ ہے کہ مؤلف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول جو نقل کیا ہے غسل کے ساتھ خاص ہے۔ اور
مفرا السعادة میں فرمایا دھوپ سے گرم شدہ پانی کے استعمال کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں یہ بات غسل وضو
وغیرہ سب کو شامل ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ مذکورہ قول کے ثابت ہونے کی صورت میں بھی اس بیماری کا لاحق ہونا
اس وقت ہے جب کہ اس کی عادت بنائے۔ یا اس بیماری کے معارض و مانع کے نہ ہونے کے وقت ہے۔ جیسا کہ

بعض کھانے جن سے اطباء نے منع کیا اور رد کا ہے۔

بَابُ تَطْهِيرِ النِّجَاسَاتِ

نجاستوں کو پاک کرنے کا باب

نجاست بمعنی پلیدی طہارت و پاکی کی ضد ہے۔ نجس بفتح جیم و کسرہ بمعنی پلیدی چیز فقہاء کی اصطلاح نفع کے ساتھ پلیدی کے معنی میں آتا ہے۔ اور نجس بکسرہ کے ساتھ بمعنی پلیدی نجس، سَمِعَ کِسْمَعٌ دُکُومٌ بَکُومٌ۔ دونوں باب سے آتا ہے۔ نجاسات جمع لانا اس کی مختلف انواع و احکام کے ارادہ کی بنا پر ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۴۵۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرَبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ طَهَّرُوا إِنَاءَ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَوْ لَهَنَ بِالتُّرَابِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن سے کتا منہ ڈال جائے تو چاہیے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے (بخاری) مسلم، اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے، فرمایا تمہارے برتن کی طہارت جب کہ اس میں کتا منہ لگا جائے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے۔ ان میں سے پہلی بار مٹی سے دھوئے۔

۱۔ ولوغ بمعنی کتے کا اپنی زبان کے کناروں سے کسی برتن میں کوئی چیز کھانا (چاٹنا) یہ لفظ درندوں کے ساتھ خاص ہے۔

۲۔ معلوم ہونا چاہیے کہ کتے کے برتن کو منہ لگانے سے اسے سات مرتبہ دھونا اکثر محدثین کا مذہب ہے۔ ۱۔ اور آئمہ ثلاثہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا حکم بھی دوسری نجاستوں کی طرح ہی ہے اس حدیث میں سات مرتبہ کا ذکر احتیاطاً آیا ہے۔ سات مرتبہ دھونا لازم و ضروری نہیں ہے۔ یا یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا

بعد میں منسوخ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ اور یہ جو فرمایا کہ پہلی مرتبہ مٹی سے دھوئے۔ یہ سلم کی روایت ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں اخراہن کا لفظ آیا ہے۔ یعنی آخری بار اور ترمذی میں اذلہن اور اخراہن آیا ہے۔ یعنی پہلی بار یا آخری بار مٹی سے دھوئے اور بزار کی ایک روایت میں احد اہن کا لفظ آیا یعنی سات میں سے ایک بار۔ اور احمد کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ اول آٹھ بار پانی سے دھوئیں پھر مٹی کے ساتھ۔

۲۵۱ وَعَنْهُ قَالَ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ وَهَرِّقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِنْ مَاءٍ اَوْ ذَنْوَبًا مِنْ مَاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُبَشِّرًا وَلَكُمُ تَبَعُثُوا مُعَصِّرِينَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

انہیں سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں کھڑے ہو کر مچھانکنا شروع کر دیا۔ لوگ اس کے درپے ہو گئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو کہ بول کرے پھر اس کے بول پر ایک ڈول پانی کا بہا دو۔ کیونکہ تمہیں آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے تمہیں تنگی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

۱۔ اعراب، عرب کے بادیہ نشینوں کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں عجم کے بادیہ نشینوں کو بھی اعراب کہتے ہیں۔
۲۔ سجال من ماء اور ذنوب من ماء۔ یہ بادی کا شک ہے کہ حضور نے سجال فرمایا یا ذنوباً۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ سجال و ذنوب مترادف الفاظ ہوں۔ بعض کہتے ہیں سجال بفتح سین و سکون جیم، بڑے ڈول کو کہتے ہیں جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔ اور ذنوب اس ڈول کو کہتے ہیں جو پوری طرح بھرا ہوا نہ ہو۔ اس صورت میں لفظ اذخیر کے لیے ہوگا۔ درست یہی ہے کہ دونوں ہم معنی ہیں یعنی پانی سے بھرا ہوا بڑا ڈول۔ اور اذخیر کے لیے ہے۔

۳۔ یعنی تم دین میں آسانی دہربانی کے لیے پیدا ہوئے ہو۔

۴۔ تم دشواری پیدا کرنے کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ واصل یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے کہ آپ دین و شریعت میں غایت رفیع و مہربانی اور سہولت و سماحت کی صفت سے موصوف ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام کو بھی جو آپ کے تابع تھے اس صفت سے موصوف فرمایا۔ ان کلمات سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام مسجد میں بول کرنے والے اس اعرابی سے نرمی اور مہربانی کا سلوک کریں۔

۵۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پانی بہانے سے ناپاک زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہایا ہوا پانی نجاست پر غالب آ جاتا ہے۔ اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نجاست کا غسالہ اور چھینٹے وغیرہ جو کپڑوں یا بدن پر پڑے ہیں۔ ان سے بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ یوں ہی چٹائی دھوتے وقت جو قطرے

زمین پر گرتے ہیں وہ بھی پاک ہیں۔

یہاں علماء کا اختلاف ہے۔ قول مختار یہ ہے کہ جو قطرے اور پھینٹے محل کے پاک ہونے کے بعد الگ ہو کر گریں وہ پاک ہیں اور جو قطرات محل کے طہارت سے پہلے اس سے جدا ہوں۔ وہ ناپاک ہوں گے۔ اور اگر محل سے جدا ہونے کے بعد ان کا رنگ اور بو تبدیل ہو جائے تو وہ بالاتفاق ناپاک متصور ہوں گے۔ کذا فی مجمع البحار۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ زمین جب ناپاک ہو جائے تو خشک ہونے سے پاک نہ ہوگی۔ مگر زمین اکھیر نا اور مٹی الٹا کر پھینکنا ضروری نہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک خشک ہونے کے بعد زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اور اگر زمین کو خشک ہونے تک نہ چھوڑیں بلکہ گیلی ہی استعمال کرنا چاہیں تو پھر اتنی جگہ اکھیر کر خاک اٹھا کر پھینک دینی چاہیے کہ پاک ہو جائے۔ انتہی۔ معلوم نہیں ہمارے اصحاب نے اس کے جواب میں کیا کہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ قوم (صحابہ) نے اس جگہ کے خشک ہونے سے پہلے اس پر غانہ پڑھی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ فوراً پانی بہانے سے مقصد یہ تھا کہ نجاست کا اثر ہلکا ہو جائے۔ اور بول کی بو اور اس کا رنگ پانی کے غلبہ سے جاتا رہے اور پاک خشک ہونے سے ہی ہوئی ہو۔ یہ حدیث اس سے خاموش ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۵۲ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزِرُ مَوَةَ دَعْوَةٍ فَتَرْكُوهَا حَتَّى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَقَالَ لَهُ إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلَحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک اعرابی آیا اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے کہا۔ نہ کر نہ کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بول کہنے سے نہ روکو اسے چھوڑ دو (اس پر) صحابہ نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس نے بول کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اس سے کہا کہ یہ مساجد بول اور گندگی کے لیے نہیں ہیں یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں یا جو لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ راوی کہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم میں سے ایک آدمی کو حکم دیا وہ آدمی پانی کا ایک ڈول بھر کر لایا اور اس

بول پر بہادیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَأَمْرٌ جَلِيلٌ

(بخاری و مسلم)

الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدُلُوقٍ قَاءَ فَسَنَهُ عَلَيْهِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا اسے پکڑنا اور اس کے درپے ہونا جس کا گذشتہ حدیث میں ذکر آیا ہے محض زبان سے تھا۔ ہاتھوں سے نہ تھا۔ بشرطیکہ دونوں حدیثوں میں مذکور قصہ ایک ہی ہو۔

۲۔ ازہرام نرا کی را پر تقدیم کے ساتھ بمعنی کسی کا بول بند کر دینا۔ نرم بمعنی بول یا انسودل وغیرہ کا بند ہو جانا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجنبی اور نادان لوگوں پر غایت شفقت و مہربانی اور حلم و کرم کا اظہار ہے اسی لیے آپ نے اس سے تعرض کرنے والوں کو منع فرمایا اور اس شخص کو نہایت نرمی و شفقت سے نصیحت فرمائی۔ اولہ صحابہ کرام کو منع کرنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ مسجد تو آلودہ ہو گئی اب اسے بول کے درمیان بول کرنے سے روکنے میں اس کے لیے ضرر و تکلیف کا باعث ہے اور اس کے ساتھ اس کے کپڑوں اور مسجد کی دوسری جگہوں کے ناپاک ہونے کا خدشہ ہے۔

۳۔ ادکا قال۔ یہ لفظ دراصل وہاں لاتے ہیں جہاں راوی کو یاد نہ رہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کوئی لفظ بولا تھا۔ یہ لفظ جو میں نے کہا یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور لفظ تھا۔

۴۔ سَنٌّ بمعنی پانی بہانا۔ اور پانی بہانے اور اسے بکھیرنے کا معنی مطلوب ہو تو اس کے لیے لفظ ثَنُّ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی شین معجم کے ساتھ اس حدیث میں متعدد معتبر نسخوں کے مطابق سین مہملہ کے ساتھ ہے۔ بعض نسخوں میں شَدَّ آیا ہے یعنی شین معجم کے ساتھ۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی

ہیں ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں

آپ بتائیں جب ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون

لگ جائے تو وہ کیا کرے اور کپڑے کو اس سے کس طرح

پاک کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم

میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو چاہیے

کہ ناخنوں اور انگلیوں کے سروں سے اس جگہ کو ملے۔

پھر اس جگہ کو پانی سے دہوئے۔ پھر اس میں نادر پڑھوئے۔

۲۵۳ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ

سَأَلْتُ أَمْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا

إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ

كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبٌ إِحْدَكُنَّ

الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ

لْتَنْصَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لْتَصِلْ فِيهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۵۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابیہ ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ آپ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

۱۶۔ حیضہ بکر حادہ زلفیج ماد و لون طرح آیا ہے۔

۱۷۔ لفظ نفیج کا معنی لغت میں پانی چھڑکنے کا آتا ہے۔ لیکن احناف کے نزدیک احادیث میں یہ لفظ دھونے کے معنی پر محمول ہوتا ہے۔

۱۸۔ پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔ اگرچہ وہ ابھی خشک نہ ہوا ہو بلکہ گیلا ہی ہو جیسا کہ آئندہ احادیث میں آ رہا ہے۔

۲۵۴۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَتَى يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَاثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منی کے متعلق پوچھا جو کپڑے کو لگ جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھویا کرتی تھی۔ پھر آپ اسی کپڑے کو پہن کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے حالانکہ دھونے کا اثر ابھی تک کپڑے پر موجود ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ حضرت سلیمان بن یسار ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کے بھائی اور اہل مدینہ اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ بلند مرتبہ فقیہ عظیم فاضل ثقہ عابد اور نہایت پرہیزگار شخصیت تھے۔ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ خلاصہ میں وصال فرمایا۔

۲۵۵۔ وَعَنْ الْأَسْوَدِ وَهَبٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَتَى مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَبِرَوَايَةٍ عَلَّقَمَةَ وَالْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَفِيهِ ثُمَّ يَصِلُ فِيهِ -

حضرت اسود اور وہب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچا کرتی تھی اسے مسلم نے روایت کیا اور ایک روایت میں علقمہ اور اسود سے مروی ہے۔ اور اس علقمہ والی روایت میں یہ الفاظ ثم یصلی فیہ

(پھر آپ اس میں نماز پڑھتے) زیادہ آئے ہیں۔

۵۱۔ یعنی اسود بن یزید بن قیس نخعی برادر زادہ حضرت علقمہ بن قیس۔ آپ اپنے چچا سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ آپ کے ماموں ہیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ نصیب ہوا۔ آپ نے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تھا۔ آپ اکابر صحابہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے ان کے خواہر زادہ حضرت ابراہیم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے انٹی حج اور عمرے کیے۔ آپ زندگی کی آخری گھڑی تک روزہ دار رہے۔ وولات میں قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ ۵۲۔ یا سیدہ میں وصال فرمایا۔

تمام نخعی بھی تابعی ہیں۔ کوئی ثقہ ہیں۔ اہل کوفہ کے عبادت گذار اور علماء میں سے ہیں۔ آپ حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ۵۳۔ انتقال فرمایا۔

۵۲۔ یعنی میں خشک شدہ منی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرچ کر صاف کرتی تھی۔

۵۳۔ یہ احادیث منی کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ ہمارا امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔ اور امام شافعی اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک منی پاک ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ منی خدا کے دوستوں کی پیدائش و خلقت کا اصل اور مادہ ہے۔ خدا کے دوستوں کے بارے میں کیسے کہا جائے کہ وہ ناپاک ہیں۔ اور قطعی اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منی کے متعلق دریافت کیا گیا جو کپڑے کو لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ناک اور حلق کے پانی کی طرح ہے۔ اس کے لیے آنا کافی ہے کہ کسی ٹاکی یا کھردری چیز سے کھرچ دے۔ اس کے برعکس ہمارے مذہب کی دلیل وہ احادیث ہیں جو منی کو دھونے کے بارے میں آئی ہیں۔ اسے کھرچنا شدت مجبوری کے تحت آسانی سمیٹا کرنے کے لیے تھا۔ اس بنا پر نہ تھا کہ وہ پاک ہے۔ کوئی شخص اگر یہ کہے کہ کھرچنا اور دھونا کمال نظافت و صفائی کیلئے ہوتا تھا۔ طہارت کے لیے نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات خلاف ظاہر ہے۔ اس کے ناپاک ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اسے ناپاک چیزوں کے ساتھ جمع کر کے لایا گیا ہے۔ جیسا کہ ہذا یہ شریف میں حدیث بیان کی یُغْسَلُ الثَّوْبُ مِنَ الْخَمْسِ الْبَوْلُ وَالْفَاطُ وَالْدَمُ وَالْمَنِي وَالْقَحْطُ۔ یعنی کپڑے کو پانچ چیزوں سے دھونا ضروری ہے۔ بول، پاخانہ، خون، منی، اور تھوہ سے اور شوائع نے جو دلیل پیش کی ہے کہ وہ خدا کے دوستوں کا مادہ اور اصل ہے تو یہ دلیل کمزور ہے۔ کیونکہ منی جو ایک عرصہ بعد رحم میں حلقہ (خون بستہ) کی شکل اختیار کرتی ہے۔ وہ بھی درستی میں خدا کا مادہ آفرینش ہے اور خون بالاتفاق ناپاک ہے۔ اور کبھی پاک چیز ناپاک سے پیدا ہوتی ہے جس طرح دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔ اور منی جس طرح اولیاء خدا کا اصل و مادہ ہے۔ خدا کے دشمنوں کا اصل و مادہ بھی یہی منی ہی ہے لہذا کس طرح

کہہ سکتے ہیں کہ منی پاک ہے۔ باقی رہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو انہوں نے بیان کی ہے۔ تو اس کی صحت میں کلام ہے اور اگر صحیح ہو تو پھر وہ منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے شیرخوار بچے کو جو ابھی روٹی نہ کھاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے آپ کے کپڑے پر بول کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور کپڑے پر چھڑک دیا۔ اور نہ دہویا۔ (بخاری و مسلم)

۴۵۶ وَعَنْ أُمِّ قَيْسِ بِنْتِ مُحْصِنٍ أَنَّهَا
أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ
إِلَّا رُسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي حَجْرٍ فَكَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَنَدَّ عَا
بَسَاءً فَفَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۔ محسن کمرہ میم سکون حاد اور فتح صادق مہملہ کے ساتھ۔ آپ حضرت عکاشہ بن محسن کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ اعلان نبوت کے ابتدائی ایام میں مکہ میں اسلام لائیں۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

۲۔ معلوم ہونا چاہیے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس بچے کے بول کے لیے جو ابھی روٹی کھانے کے قابل نہ ہو صرف پانی کا چھڑک دینا کافی ہوتا ہے۔ دہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس حدیث کا ظاہر ان کے اس مذہب پر دلالت کرتا ہے بعض شافعی حضرات بچے اور بچی کے بول میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچے کے بول سے طہارت کے لیے پانی کا چھڑکنا کافی ہو جاتا ہے۔ اور بچی کے بول کے لیے دہونا چاہیے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک دونوں کے لیے دہونا ضروری ہے۔ اور ان کے نزدیک اس حدیث میں نفع (چھڑکنے) سے دہونا مراد ہے۔ اور لم یغسل کا معنی ہے دہونے میں مبالغہ نہ کیا۔ یہ تاویل و توجیہ عموم دلائل کے پیش نظر کی گئی ہے جو بول دہونے پر دلالت کرتے ہیں اور شافعی نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ یہاں نفع سے بہانا مراد ہے۔ یعنی بغیر نفع اور نچوڑنے کے صرف پانی بہا دینا مراد ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک بچے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لایا گیا اس نے بول کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر صرف پانی بہا دو۔ بچے کے بول کے لیے صرف پانی بہا دینا ہی کافی ہے مگر بچی کے بول کے لیے پانی بہا کر کپڑے کو نچوڑنا بھی چاہیے تو دونوں کے بول میں دہونا ضروری ہے۔ تاہم بچی کے بول میں مبالغہ اور تاکید زیادہ ہے۔ بچے اور بچی کے بول میں فرق کی وجہ شرح (عربی) میں ذکر کی ہیں۔ ان وجوہ میں سے زیادہ ظاہر وجہ یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ میل جول اور اختلاط بچیوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ تو بچے کا بول دہونے میں

مبالغہ کرنے میں حرج و مشقت ہے۔

۴۵۷. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ الْأَهَابُ فَقَدْ ظَهَرَ سَوَاكُ مُسْلِمٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت میں فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب چمڑے کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

۱۵۔ دواؤں یا سورج کی دھوپ کے ذریعے چمڑے کی گندگی اور اس کی رطوبات فاسدہ سے اسے پاک و صاف کرنے کو دباغت کہتے ہیں۔ صرف خشک ہو جانے اور ہوا میں ڈال دینے سے پاک نہ ہوگا۔ اہاب بکسر معمرہ مطلق چمڑے کو کہتے خواہ دباغت شدہ ہو یا غیر دباغت شدہ۔ جیسا کہ قاموس میں مذکور ہے۔ ششمنی نے کہا غیر دباغت شدہ چمڑے کو اصاب اور دباغت شدہ کو ادم کہتے ہیں۔

۱۶۔ جانا چاہیے کہ دباغت سے چمڑے کی طہارت ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ چیز ہے۔ خواہ وہ چمڑہ مردار کا ہو یا ذبح شدہ جانور کا خواہ اس کا گوشت حلال ہو یا حرام صرف اتنا سا اختلاف ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب مردار کے چمڑے میں قیل و قال کرتے ہیں۔ مگر ان کے محققین کا یہی مذہب ہے کہ مردار کا چمڑہ بھی دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس باب میں احادیث مشہور ہیں۔ تاہم خنزیر اور آدمی کا چمڑہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ آدمی تو شرافت اور عزت کی بنا پر۔ اور خنزیر اہانت و ذالت کی وجہ سے۔ کتے میں اختلاف ہے۔ صحیح مذہب یہی ہے کہ کتا نجس العین نہیں جس طرح کہ خنزیر نجس العین ہے۔ کہا گیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتا خنزیر کے حکم میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور دیگر ائمہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ سلف سے منقول ہے کہ وہ مردار جانوروں ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں سے نفع اٹھاتے تھے ان کی ہڈیوں سے لکھا ہوا تیل استعمال کرتے تھے۔ نیز ان کی ہڈیوں سے بنائی ہوئی گنگھی استعمال کر لیتے تھے۔ اور محدث مہتمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہاتھی دانت کی گنگھی لائے تھے۔ اور آپ نے ہاتھی دانت کا بنا ہوا زیور بھی خرید لیا تھا۔ مشہور یہی ہے کہ علاج ہاتھی کے دانتوں کا نام ہے۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ عاج کسی اور دریا کی جانور کا نام ہے۔ جسے ذیل بھی کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں عاج دریائی کچھوئے کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۵۸. وَعَنْهُ قَالَ تَصَدَّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لَيْسَ بِنَسَاءٍ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت بھی مروی ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی نوٹھی کو ایک بکری بطور صدقہ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَا أَخَذْتُمْ
إِهَابَهَا فَنَدَبْتُمُوهُ فَإِنْتَفَعْتُمْ بِهَا
فَقَالُوا إِنَّمَا مَيِّتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حُرِّمَ
أَكْلُهَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

دی گئی۔ وہ بکری مر گئی۔ اور مردہ حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ کہ
اس کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے فرمایا تم لوگوں
نے اس کا چمڑہ کیوں نہ آمار لیا۔ اس چمڑے کو رنگ دیتے اور نفع
اٹھاتے۔ اہل خانہ نے کہا یہ تو مردار ہے۔ فرمایا مردار کا کھانا
حرام ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ اور مردار سے نفع اٹھانا حرام ہے۔

۲۔ کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے نہ مطلق نفع اٹھانا۔ بعض نسخوں میں حُرْم کے بجائے حُرْمِ بَعْمٍ و تشدید را
آیا ہے۔

۴۵۹ وَعَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا تَتَّ لَنَا شَاءً فَنَدْبِنَا
مَسْكَهَا ثُمَّ مَا زِلْنَا نَبْذُرُ فِيهِ حَتَّى صَارَتْ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت سودة رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے فرماتی ہیں ہماری ایک بکری مر گئی ہم نے اس کا چمڑہ رنگ لیا
پھر ہم ہمیشہ اس میں نبذ (کھجور کا شیرہ) ڈالتے رہے یہاں تک وہ
بوسیدہ مشک بن گئی۔ (بخاری شریف)

۱۔ مک وہ چمڑہ جو حیوان کے جسم سے آمار لیا جائے۔

۲۔ یعنی ہم نے اس کی ایک چھوٹی مشک بنالی اور اس میں ہم کھجور کا شیرہ ڈالا کرتے۔ یہاں تک کہ وہ استعمال کرتے کرتے
بوسیدہ ہو گئی۔

۳۔ شَاءً بمعنی بھٹی ہوئی بوسیدہ مشک۔ شَنَّ بفتح شین معجمہ و تشدید فون۔

الْفَصْلُ الثَّانِي

دوسری فصل

۴۶۰ عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ
الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي حَجَرٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَقُلْتُ
الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِي إِذَا رَأَيْتُكَ حَتَّى
أَغْسِلَهُ قَالَ إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْإِنْتَى

حضرت لُبَابَةُ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتی ہیں حضرت
حسین بن علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں
تھے کہ انہوں نے آپ کے کپڑے پر بول کر دیا حضرت لبابہ نے کہا آپ دیکھ
کپڑا پہن لیں اور اپنا ازار مبارک مجھے دیں کہ میں اسے دھو ڈالوں فرمایا
لو کی کابول لگنے سے کپڑا دھو یا جاتا ہے بچے کے بول کے یہ پانی

وَيُنْضَخُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ
أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةٍ لِبَنِي
دَاوُدَ وَالتَّسَاتِي عَنْ أَبِي التَّمِيمِ قَالَ يُفْلَدُ
مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرْشُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ

چھڑک دینا کفایت کرتا ہے۔ اسے احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ نے روایت کیا
اور ابو داؤد اور نسائی کی ایک روایت میں جو ابو التمیم سے مروی ہے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکی کا بول لگ جانے سے کپڑا نہ مویا جاتا ہے
اور لڑکے کے بول کے لیے پانی چھڑک دینا کافی ہوتا ہے۔

۱۔ یعنی حضرت لبا بہ بنت الحارث ام الفضل ہالیہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت عباس
بن عبد المطلب کی بیوی اور حضرت عبد اللہ بن عباس وفضل بن عباس رضی اللہ عنہم کی والدہ ماجدہ ہیں۔

۲۔ اس حدیث کی شرح حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گذر چکی ہے۔

۳۔ ابو التمیم بفتح سین و سکون میم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں۔

۴۔ بچہ سے ایسا بچہ مراد ہے جو شیر خوار ہو۔ اور ابھی کھانا نہ کھاتا ہو۔

۴۱۱ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ
بِنَعْلِهِ الْأَذَى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهْرٌ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ -
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب جوتا پہن کر نجاست
پر سے گزرے تو مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ
اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے اس معنی کو

دوسرے الفاظ سے ذکر کیا۔

۱۔ لغت میں اذی مکروہ چیز کو کہتے ہیں جس سے طبیعت نفرت کرے۔ اس لفظ کو نجاستوں کے لیے استعمال کرنے کی وجہ

بھی یہی ہے۔ کہ طبیعت ان سے نفرت کرتی ہے۔

۲۔ یعنی مٹی پر ملنے سے جوتا پاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ خاک ہو جس پر سے جوتے کو نجاست لگنے کے بعد گزرا ہو۔

مگر اس سے خشک نجاست مراد ہے جس کا کچھ حصہ جوتے یا موزہ سے لگ جائے جب وہ نجاست مٹی سے رگڑی گئی تو جوتا اور
موزہ پاک ہو گیا۔ مگر تر نجاست رگڑنے سے نازل نہیں ہوتی۔ امام اعظم، امام محمد علیہما رحمۃ کا یہی مذہب ہے۔ امام ابو یوسف
اور امام شافعی کے قول قدیم میں نجاست سے عام نجاست مراد ہے۔ یعنی تراور خشک دونوں طرح کی نجاست رگڑنے سے دور
ہو جاتی ہے۔ اور جوتا و موزہ پاک ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ دین کا معاملہ آسانی اور رفع حرج پر مبنی ہے۔ تاہم ان
حضرات کے نزدیک بھی نجاست سے ذمی جرم نجاست مراد ہے جس نجاست کا جرم نہ ہو جیسے بول اور شراب تو اس کا دہوتا
ان کے نزدیک بھی ضروری ہے۔ اور امام توریشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی ایک اور تاویل کرتے ہوئے کہا کہ مٹی اسے پاک

کہ دینے والی ہے۔“ سے مراد یہ ہے کہ جو تا پہن کر جب نجاست کے اوپر سے گذر پھر مٹی پر سے گذر تو مٹی کا اثر نجاست کو نازل کر دے گا اب اس کے لیے جو تا پہننے ہوئے مسجد میں داخل ہونا اور اوڑھنا پھرنا جائز ہوگا۔ یعنی طہارت سے وہ طہارت مراد نہیں کہ اب اس جوتے سمیت نماز پڑھ لینا بھی جائز ہو جائے۔ بلکہ طہارت سے یہ مراد ہے کہ اس جوتے کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا اور زمین پر چلنا پھرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ ان کاموں کے لیے طہارت مستحسن ہے واجب و ضروری نہیں تاہم یہ تاویل حدیث کی ظاہر عبارت کے لحاظ سے خالی از بعد نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس سے وہ نجاست مراد نہیں جو کپڑے یا بدن کے ساتھ چسپاں ہو جائے۔ اور کپڑا بدن اس سے آلودہ ہو جائے۔ بلکہ اس سے ایسی خشک نجاست مراد ہے جو آلودگی کا موجب نہ بنے۔ آلودگی کی صورت میں تو بالاجماع پانی سے دھونا فرض ہے۔

۶۶۲ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَهَا امْرَأَةٌ

رَأَتْ أُطِيلُ ذَيْلِي وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ
قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُطْفِرُ مَا بَعْدَكَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاحْمَدُ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَالتَّارِمِذِيُّ وَقَالَ
الْمَرْأَةُ أُمُّ وَلَدٍ لَا بُرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
ابْنُ عَوَفٍ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں مجھ سے ایک عورت نے کہا میں اپنا دامن لمبا کھیتی ہوں۔ اور ناپاک جگہ پر سے گذرتی ہوں۔ (تو اس کپڑے کو کس طرح پاک کیا کر دل) حضرت ام سلمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسے وہ چیز پاک کر دیتی ہے جو ناپاک جگہ سے گذرنے کے بعد آتی ہے۔ اسے مالک، احمد، ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا اور ابوداؤد اور دارمی نے کہا جس عورت نے حضرت ام سلمہ سے یہ بات پوچھی تھی وہ ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کی ام ولد تھی۔

۱۔ یعنی جب تو ناپاک جگہ پر سے گذرنے کے بعد پاک مٹی پر سے گذرتی ہے تو وہ پاک مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا۔ حضرت ام سلمہ کی اس حدیث میں نجاست سے خشک نجاست مراد ہے کیونکہ سب آئمہ کا اس پر اجماع ہے کہ جب کپڑا ناپاک ہو جائے تو دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ بخلاف جو تلوں اور مونروں کے۔ کہ تابعین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اگر چہ تر نجاست ہی کیوں نہ ہو رگڑ دینے سے جوتے اور مونروں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول مذکور ہوا۔

۲۔ لہذا یہ عورت مجہول نہیں۔ اس بنا پر اس کی روایت کردہ یہ حدیث بھی طعن و عیب سے پاک ہے۔

۶۶۳ وَعَنِ الْقَدَامِيِّ بْنِ مَعْدِيكَرِبٍ قَالَ
نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑے پہنے

لُبْسُ جُلُودِ السَّبَاعِ وَالْكَوْجِبِ عَلَيْهَا دَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ - اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمایا۔
(ابوداؤد و ترمذی)

۱۷۔ بمقام مکرم آپ صحابی ہیں اہل شام میں شمار ہوتے ہیں شہر حمص میں رہائش اختیار کی قبیلہ کنذہ کا وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے تابعین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ شام میں شہر حمص میں رحلت فرمائی۔

۱۸۔ جیسے شیر چٹا وغیرہ۔

۱۹۔ یعنی ان کی کھالوں کو بچھا کر ان پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا۔ یا ان کی کھالوں کو زین پر ڈال کر سواری کرنے سے منع فرمایا۔ علمائے اس ممانعت کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ جابر اور متکبر لوگوں کی عادت ہے۔ اس صورت کے مطابق یہ نہی تنزیہی ہے اور اس شخص کے قول کے مطابق جو ان کے بالوں کو مردار کے بال اور بغیر دباغت کے پاک قرار نہیں دیتا، نہی تحریمی بھی ہو سکتی ہے۔

۲۰۴۲ وَعَنْ أَبِي الْمَلِیحِ بْنِ أَسَامَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ
جُلُودِ السَّبَاعِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَالذَّهَبِيُّ
أَنْ تُفْتَرَشَ. حضرت ابوالملیح بن اسامہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ماؤ
وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے درندوں کے چمڑوں سے
منع فرمایا۔ اسے احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور
ترمذی و دارمی نے یہ لفظ زیادہ کیا ان تَفَرُّشَ یعنی ان کے
بچھانے سے منع فرمایا۔

۱۷۔ ابوالملیح کا نام عامر بن اسامہ بن عمیر ہے۔ آپ ہندلی ہیں۔ ثقات تابعین میں سے ہیں۔ آپ کے والد حضرت اسامہ صحابی ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس سے سابق ابوالملیح مراد ہیں۔ ایک دوسرے ابوالملیح فارسی ہیں وہ بھی ثقہ تابعی ہیں۔

۱۸۔ درندوں کی کھالیں پہننے سے ممانعت، انہیں پہننے، انہیں نیچے بچھانے اور ان پر سوار ہونے سب صورتوں کو شامل ہے۔

۱۹۔ مگر اہل روایت میں ممانعت کو صرف بچھانے کے ساتھ خاص کیا۔

۲۰۴۵ وَعَنْ أَبِي الْمَلِیحِ أَنَّهُ كَرِهَ ثَمَنَ جُلُودِ
السَّبَاعِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے درندوں
کے چمڑے کی قیمت وصول کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۱۔ یہ حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے بعض نے اسے دیباغت سے قبل کے ساتھ مقید کیا ہے کہ دیباغت سے پہلے یہ نجس ہیں۔ اور نجس شے کی بیع مکروہ و حرام قرار دی گئی ہے۔ نسخہ اصل میں یہاں بیاض ہے (سفید جگہ چھوڑ دی گئی ہے) اس کے حاشیہ میں علماء نے لکھا ہے۔ رواہ الترمذی فی کتاب اللباس و سندہ جید۔ کہ اسے ترمذی نے کتاب اللباس میں روایت کیا ہے اور کہا اس کی سند جید اور قوی ہے۔

۴۶۶ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ أَتَانَا
كَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِهَآئِ وَلَا
عَصَبٍ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ -
حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک
آیا۔ کہ مردار کے کچے چمڑے اور اس کے پٹھوں سے نفع نہ
اٹھاؤ۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۱۔ عکیم بن عین قبیلہ یاہلم سے ہیں۔ اسلامی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت نشان کو پایا ان کی روایت کی شناخت نہ ہو سکی۔ ان کی صحابیت میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔

۲۔ یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہل مذہب کی دلیل ہیں جو مردار کے چمڑے کو پاک نہیں جانتے اگرچہ دیباغت شدہ ہو۔ اور جمہور احادیث مردار کے چمڑے کی دیباغت کے بعد طہارت ظاہر کرتی ہیں، یہ حضرات ان کی صحت میں قیل و قال کرتے ہیں۔ اور ان کے بعض جو ایسی احادیث کی صحت تسلیم کرتے ہیں، مردار کے دیباغت شدہ چمڑے کی نجاست کے لیے قرآن حکیم کی آیت حرمت علیکم المیتۃ کو پیش کرتے ہیں اور میتہ کی حرمت کو صرف کھانے کے ساتھ خاص نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ حرمت سے اس کے ہر جزو کی حرمت مقصود ہے۔ کہ چمڑے سے اس کا نفع ہی مقصود بالذات ہوتا ہے۔ تو جس طرح گوشت کھانے کے لیے ہے چمڑے سے نفع مقصود ہوتا ہے اس بارے میں وہ دارقطنی کی ایک حدیث لاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں مردار کے چمڑے میں رخصت دے رکھی تھی جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو اس کے بعد مردار کے چمڑے اور اس کے پٹھے سے نفع حاصل نہ کرنا۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ممانعت رخصت کے بعد ہوئی ہے۔ مگر حق بات یہ ہے کہ بعد از دیباغت طہارت کی احادیث بہت اور درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں جن کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی ہو سکتی ہے۔ اباب دیباغت سے پہلے چمڑے کا نام ہے۔ پھر نجاری اور سلم کی حدیث میں آیا ہے کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔ نہ کہ اس کی تمام چیزیں حرام ہیں۔ جیسا کہ گذرا۔ امام احمد کے جمہور آئمہ محققین بھی اسی طرف ہیں کہ دیباغت کے بعد مردار کا چمڑہ پاک ہے اور حضرت عبداللہ بن عکیم کی یہ حدیث

ضعیف ہے اور اس میں اضطراب ہے اور ان احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عبداللہ بن عکیم تابعی مخضرم میں (مخضرم وہ شخص جس نے کفر و اسلام دونوں زمانے پائے ہوں) مؤلف علیہ الرحمۃ اس حدیث کے بعد جو مردار کے چمڑے کی نجاست پر دلالت کرتی ہے، وہ احادیث لائے ہیں جو بعد و باغت اس کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس امر پر دلالت کرنے کے لیے کہ اس حدیث سے وہ چمڑہ مراد ہے جس کی ابھی دباغت نہ ہوئی ہو۔ اس لیے فرمایا۔

۴۷۷ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُودِ
الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَ
أَبُو دَاوُدَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دباغت کے بعد مردار کے چمڑے سے
نفع اٹھانے کا حکم دیا۔
(مالک، ابوداؤد)

۱۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اباحت رنگنے کے بعد مردار کے چمڑے سے فائدہ حاصل کرنے کا حکم دیا اور اگر اس چیز کو سامنے رکھا جائے کہ مردار کا چمڑہ یوں ہی پھینک دینے سے مال کی اضاعت اور اس کا اسراف ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کو استحباب کے لیے بھی قرار دے سکتے ہیں۔

۴۷۸ وَعَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ
يَجْرُونَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ
لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَوْ أَخَذْتُمْ رِهَا بِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُطَهَّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرْظُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ميمونة رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے
جو ایک مردہ بکری کو گدھے کی طرح کھینچ رہے تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اگر تم لوگ اس کا چمڑہ اتار
لیتے تو اچھا ہوتا۔ لوگوں نے کہا یہ تو مردار ہے۔ فرمایا
پانی اور درخت کے پتے اسے پاک کر دیتے
ہیں۔
(احمد، ابوداؤد)

۱۔ قَرْظ۔ دھنچوں کے ساتھ درخت کے پتوں کو کہتے ہیں جن سے چمڑہ پاک کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو

احمد و ابوداؤد نے روایت کیا۔

۴۷۹ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُجَبِّقِ قَالَ إِنَّ
حَضْرَتَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَوَايَةَ هِيَ فَرَمَاتِي هِيَ۔

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ عَرَفَى
غَزْوَةً تَبَوَّكَ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ فَإِذَا اقْرَبَهُ
مُعَلَّقَةٌ فَسَالَ الْمَاءَ فَقَالَ لَوْلَا هَ يَارَسُولَ
اللَّهِ إِنَّا مَيِّتَةٌ فَقَالَ دَبَا غُهَا طَهَّوْهَا
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ .

بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے موقع پر ایک اہل خانہ
کے پاس تشریف لائے جن کے پاس پانی کی ایک مشک لگی ہوئی تھی
اپنے ان سے پانی طلب فرمایا انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ مشک
مردار کے دباغت شدہ چمڑے سے بنائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا
اس کا رنگ دینا ہی اس کا پاک ہو جانا ہے۔ (احمد و ابو داؤد)

۱۷۔ مُحَبِّقُ بَعْضِ مِمِمْ دَفْعِ حَامِي مَهْلِكِ دُكْرِهِ هَائِي مَوْحِدَةٍ مُشَدَّدَةٍ كَيْ سَاحَتِهِ - مُحَدِّثِينَ كِي زَبَانٍ بِرَافِدٍ مُبَشِّرٍ تَفْتِيحِ
سے ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ بصریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سے امام حسن بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

۱۸۔ تَبَوَّكَ مَلِكٌ شَامٍ كِي جَانِبٍ اِيَكِ جَلَكِ كَانَامِ هَ سَادِرِيهِ اَنَحْضَرْتِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَا اَخْرَى غَزْوَةٍ هَ جَوْرٍ ۹
میں پیش آیا۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

بنی عبد الاشہل کی ایک عورت سے روایت ہے وہ کہتی ہے میں
نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا مسجد کی طرف آنے کا راستہ بڑا
گندہ راستہ ہے۔ تو بارش کے وقت ہم لوگ کیا کریں۔ وہ عورت
کہتی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا گندے راستے کے بعد پاک اور صاف
راستہ نہیں ہے؟ میں نے کہا ہاں تو فرمایا بعد پاک و صاف راستہ
اس گندے راستے کی تلافی کر دے گا۔ (ابو داؤد)

۴۷۰ عَنْ أُمِّ رَافَةٍ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ
قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لَنَا طَرِيقًا
إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتَنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا
مُطَرْنَا قَالَتْ فَقَالَ أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ
هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا قُلْتُ بَلَى قَالَ فَهَذِهِ
بِهَذِهِ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۷۔ قبیلہ عبد الاشہل کی یہ عورت مجھول عورت ہے اس کا حال معلوم نہیں۔

۱۸۔ یعنی ہم لوگ بارش کے وقت اس راستے کی گندگی سے کس طرح احتیاط کریں اور نہ بچیں۔

۱۹۔ یعنی وہ پاک و صاف راستہ جو اس گندے راستے کے بعد آتا ہے۔ وہ اس کے مقابل ہو جائے گا۔ یعنی اس گندے
راستے سے اگر نجاست لگ گئی تو پاک راستے پر چلنے سے وہ نجاست دور ہو جائے گی اور تجھے طہارت حاصل ہو جائے گی جیسا
کہ لیاۃ بنت الحارث اور حضرت ام سلمہ کی حدیث میں گذرا۔ مگر اتنا فرق ہے کہ اس حدیث میں نعلین اور کپڑے کا ذکر نہیں ہے
تاہم احتمال دونوں کا موجود ہے اور قرینہ مقام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نجاست میں رطوبت بھی پائی جاتی ہو۔ واللہ اعلم۔

۴۱ "وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنَ الْمُوْطِئِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ."

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اور راستے پر چلنے کی وجہ سے نیا وضو نہ کرتے تھے۔ (ترمذی)

۱۔ یعنی گزرگاہ میں پڑی ہوئی نجاست سے عضو یا کپڑا یا جوتے آلودہ ہو جانے پر ہمیں انہیں نہ دھوتے تھے۔
۲۔ اس سے خشک نجاست مراد ہے جس کے ساتھ راستے سے گزرتے ہوئے جسم کا کوئی حصہ یا کپڑا یا جوتا لگ جاتا ہے نہ نجاست مراد نہیں کہ اس کا دھونا بالاتفاق ضروری ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہوا۔

۴۲ "وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا يَرْمُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ."

۱۔ یعنی ایسے کتے جن کے جسم خشک ہوتے تھے۔ وہ کتے مراد نہیں جن کے جسم پانی وغیرہ سے تر ہوں محض کتوں کے مسجد میں داخل ہو جانے سے مسجد کو دھویا نہ جاتا تھا۔ اس مقام پر علمائے کبار نے کہا ہے اباحت اصلی کی بنا پر یہ گنجائش ابتداء اسلام میں تھی۔ اس کے بعد مسجد کی تکریم و تطہیر اور کتوں وغیرہ کے داخل ہونے سے محفوظ رکھنے کا حکم ہوا۔ اور مسجدوں کے لیے دروازوں اور انہیں بند رکھنے کا حکم بھی ہوا یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ کتوں کو مار دینے کا حکم بھی صادر ہوا۔

۴۳ "وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَفِي رَوَايَةٍ جَابِرٌ قَالَ مَا أَكَلُ لَحْمَهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِقُطْنِيُّ."

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بول سے کوئی حرج نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بول سے کچھ حرج نہیں۔ (احمد و دارقطنی)

۱۔ اس حدیث کے ظاہر ترجمہ سے ان لوگوں نے دلیل پکڑ لی ہے جو حلال جانوروں کا بول پاک خیال کرتے ہیں جیسے امام مالک و احمد اور بعض شوافع۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک آثار و روایات کے

متعارض ہونے کی بنا پر حلال جائزوں کا بول بخاست خفیہ ہے۔ اور شاید کہ اُن آئمہ کے نزدیک لفظ لا باس (کوئی حرج نہیں) سے بڑا سخت اور عظیم حرج مراد ہو۔ کہ اس کلمے (لا باس) کا زیادہ تر استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں اس کی نقیض کا حکم خلاف ادلی واجب ہو۔ واللہ اعلم!

بَابُ الْمَسِّ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کا باب

معلوم ہونا چاہیے کہ موزوں پر مسح سنت اور اخبار و آثار مشہورہ کے مطابق جائز و روا ہے۔ یہ جوازاں قدر واضح درویش ہے کہ اس کا منکر بدعتی قرار دیا گیا ہے۔ کذا فی الہدایہ۔ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ مسح موزہ کی احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بعض محدثین نے مسح موزہ کی احادیث کے راوی اسی سے زیادہ صحابہ کرام میں سے بیان کیے ہیں۔ ان اسی صحابہ میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ ابن عبد البر نے کہا میں نہیں جانتا کہ سلف میں سے کسی نے اس کا انکار کیا ہو۔ کذا فی المواہب اللدنیہ۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ نے کہا میں نے ستر صحابہ کرام کو پایا وہ سب کے سب موزوں پر مسح کا عقیدہ رکھتے تھے۔ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اس شخص پر کفر کا خوف ہے جو موزوں پر مسح کا قائل نہیں۔ کیونکہ اس کے ثبوت میں آثار و روایات درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت تک موزوں پر مسح کا قائل نہ ہوا جب تک کہ اس کے ثبوت و جواز میں روشنی آفتاب کی مانند میرے سامنے آثار نہ آئے۔ انا کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ موزوں پر مسح رخصت ہے، عزیمت یہی ہے کہ پاؤں دھوئے جائیں۔ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں فرمایا جو شخص مسح موزہ کا اعتقاد نہیں رکھتا وہ بدعتی ہے اور اگر اعتقاد تو رکھتا ہو مگر عزیمت پر عمل کرتے ہوئے مسح کے بجائے پاؤں دھولیا کرے تو اسے اجر و ثواب ملے گا۔ کتاب مواہب لدینہ میں کہا علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ موزوں پر مسح کرنا افضل ہے یا موزہ اتار کر ناپاؤں دھولینا۔ بعض نے کہا کہ ردافض و خوارج بدعتی فرقوں کے روکی نیت سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے کہ یہ فرقے اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مذہب یہی ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ پاؤں دھونا افضل ہے کیونکہ یہ اصل ہے۔ مگر اس شرط پر کہ مسح موزہ کے جواز کا عقیدہ رکھتا ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سے ایک روایت کے مطابق

دونوں پہلو برابر ہیں۔ کیونکہ نہ نیت میں دونوں کا حکم موجود ہے۔ صاحب سفر السعادت نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح یا پاؤں دھونے میں تکلف نہ فرماتے تھے۔ اگر موزہ پہنا ہوتا اسے نہ اتارتے کہ پاؤں دھوئیں۔ اور اگر برتنہ پاہوتے تو موزہ نہ پہنتے کہ مسح کریں۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں سب سے اچھا قول وہ ہے جو سنت کے مطابق ہے۔ انتہی۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۴۴ عَنْ شَرِيحِ بْنِ هَارِثٍ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن رات کی مدت مقرر کی اور مقیم کے لیے ایک دن رات کی۔

(مسلم)

۱۔ تشریح تین نکتوں والی شیں اور راہ کی زبرد کے ساتھ بن ہانی آخر میں ہمزہ۔ حضرت شریح امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ ثقہ ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ حضرت ہانی صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہانی کی کنیت ابو شریح مقرر فرمائی۔

۴۵ وَعَنِ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ عَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ قَالَ الْمَغِيرَةُ فَتَبَزَّزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْغَائِطِ فَحَمَلَتْ مَعَهَا دَاوَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ أَخَذَتْ أُهْرِيْقُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْدَاوَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوفٍ ذَهَبَ بِحَبِيرٍ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضرت مغیرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پہلے تھنائے حاجت کیلئے باہر جھل کی طرف نکلے۔ میں نے آپ کے ساتھ پانی کا ایک برتن اٹھایا جب آپ جھل سے واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کے دونوں ہاتھوں پر اس برتن سے پانی ڈالنا شروع کیا چنانچہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر صوف کا ایک جبہ تھا آپ نے اس جبہ سے دونوں بازو باہر نکالنا چاہے جبہ کی آستین

عَنْ ذَرَّاعِيهِ فَضَّاقَ كُمُ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَ
يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَالْقَى الْجُبَّةَ
عَلَى مَنْكَبَيْهِ وَغَسَلَ ذَرَّاعِيَهُ ثُمَّ
مَسَحَ بِمَا صَبَّغَتْهُ وَعَلَى الْعِمَامَةِ ثُمَّ
أَهْوَيْتُ لَا نَزْعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعُوهَا
فَإِنِّي أَدْخَلْتُهَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهَا
ثُمَّ دَكِبَ وَرَاكِبْتُ فَأَنْتَهَيْتُنَا إِلَى الْقَوْمِ
وَقَدْ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَيُصَلِّي بِهِمْ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَأَى كَعْبُهُمْ
رُكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْحَى إِلَيْهِ فَأَدْرَكَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَى
الرُّكْعَتَيْنِ مَعَهُ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُتِلَ مَعَهُ
فَرُكْعَتَا الرُّكْعَةِ الَّتِي سَبَقْتُنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

تنگ تھیں۔ اسی لیے آپ نے جبہ مبارک کے نیچے سے دونوں ہاتھ
باہر نکالے۔ اور اپنا جبہ مبارک اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لیا۔
اور اپنے دونوں بازو دھوئے پھر آپ نے چہارم حصہ سر پر مسح کیا۔
اور علامہ شریف پر بھی مسح کیا۔ پھر میں نیچے کو جھکا کہ آپ کے موزے
مبارک آماروں۔ آپ نے فرمایا انہیں بھوڑ دے کیونکہ میں نے
انہیں پاک پاؤں پر پہنا ہے پھر آپ نے ان موزوں پر مسح کیا پھر آپ
سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا۔ سارے لوگوں تک جا پہنچے۔ اس وقت
لوگ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف
رضی اللہ عنہ ان کی امامت کر رہے تھے اور ایک رکعت پڑھ چکے تھے
جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا احساس ہوا تو انہوں نے
مصلاتے امامت سے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر آپ نے انہیں دہیں
کھڑا رہنے کا اشارہ فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں
میں سے ایک رکعت امام (عبدالرحمن) کے ساتھ ادا کی جب انہوں
نے سلام پھیرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ
کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور ہم نے وہ رکعت ادا کی جو ہمارے شامل
ہونے سے پہلے پڑھی جا چکی تھی۔ (مسلم شریف)

۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

۲۔ یہ آپ کے غزوات میں سے آخری غزوہ ہے۔

۳۔ اس برتن کو اداوہ کہتے تھے۔ اداوہ بکسر ہمزہ چڑے کا بنا ہوا چھوٹا برتن۔ باب وضو میں اس کی تحقیق گزر
چکی ہے۔

۴۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا جائز ہے یہ مدد سفر کے ساتھ خاص نہیں۔

واللہ اعلم۔

۵۔ جب اسے کہتے ہیں جسے کاٹ کر سیا گیا ہو قمیض اس کرتے کو کہتے ہیں جس کا گر بیان (گلاخ) ہو۔ اور قبادہ جس کا

گريبان نہ ہو جبہ کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔

۵۶۔ یہ وہ جبہ مبارک ہے جس کے بارے میں احادیث میں واقع ہوا ہے کہ آپ تنگ رومی جبہ زیب تن فرماتے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ کپڑا بھی پہنا ہے۔ تاہم یہ تنگ کپڑا آپ نے سفر میں پہنا۔

۵۷۔ آپ نے عملے شریف پر مسح سر کے مسح کی تکمیل اور مسح کی سنت قائم کرنے کے لیے کیا۔ جیسا کہ اس کی تحقیق باب وضو میں گزری۔

۵۸۔ یہاں کچھ کلام تفصیل ہے جو ہم نے شرح (عربی) میں کی ہے۔

۵۹۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کو یہ اشارہ ہو چکا تھا کہ اگر ہمارے آنے میں دیر ہو جائے تو نماز شروع کر دینا۔

۶۰۔ جس طرح کہ مہوق کو کرنا چاہیے۔

۱۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے مگر ایسا واقعہ زندگی اقدس میں صرف دو بار ہوا ہے۔ ایک تو حضرت عبدالرحمن کے پیچھے۔ دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایسے ہی ایک واقعہ میں۔ اور وہ جو آپ نے آخر عمر شریف کے وقت نماز ادا کیں تو ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم الم ہوتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مقتدی ہوتے تھے۔ اپنے محل و مقام میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسافر کو تین دن رات اور مقیم کو ایک دن رات مسح کی اجازت دی جب کہ اس نے طہارت کی حالت میں موزے پہنے ہوں۔ اسے انہم نے اپنے سنن میں اور ابن خزیمہ اور دارقطنی نے روایت کیا۔ خطابی نے کہا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ جیسا کہ کتاب المستقیٰیٰ آیا ہے۔

۴۶۷ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِالْمُقِيمِ يَوْمًا وَ لَيْلَةً إِذَا تَطَهَّرَ فَلَيْسَ خُفْيُهُ أَنْ يَمْسَحَ عَلَيْهِمَا رَوَاهُ الْأَثَرُ فِي سُنَنِهِ وَابْنُ خَزِيمَةَ وَالدَّارُ قُطْنِي وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ مُوَصَّحِيهِ الْأَسْنَادُ

هَكَذَا فِي الْمُنْتَقَى -

(ابن جریر، دارقطنی)

۱۔ ابو بکرؓ آخر میں تاکے ساتھ۔ آپ صحابی میں قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں۔ آپ کا نام مبارک نُفَیْم (بضم نون وفتح فاء) ہے۔

۲۔ اشرم ثنائے مثلثہ کے ساتھ۔

۳۔ المنتقی۔ بضم میم و سکون نون وفتح قاف خطابی کی کتاب کا نام ہے۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں جب ہم لوگ مسافر ہوتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم لوگ تین دن رات تک موزے نہ اتاریں مگر جنبی ہو جانے کی صورت میں۔ لیکن قصائے حاجت، بول اور نیند کی وجہ سے نہ اتاریں۔

(ترمذی و نسائی)

“وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِيَا لِيَهْنِ الْإِثْمَانُ جَنَابَةً وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ -

۱۔ عسال بفتح عین و سین مشددہ حضرت صفوان بن عسال صحابی ہیں کوفہ میں سکونت تھے۔ بارہ غزوات میں شریک ہوئے کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۲۔ سَفْرًا سین کی زبرد اور فاکہ جزم سے مسافر کی جمع ہے جس طرح محبوب صاحب کی اور رکب راكب کی جمع ہے۔

۳۔ کہ اس میں موزہ اتارنے کی ضرورت نہیں بلکہ موزہ پر مسح کر لینا جائز ہے۔ اس عبارت میں قاعدہ عربی کی رو سے کچھ کلام ہے جسے ہم نے (عربی) شرح میں بیان کیا ہے۔

حضرت یغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ آپ نے موزے کے اوپر کے حصے اور نیچے کے حصے پر مسح فرمایا۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث معلول ہے۔ اور میں نے ابو داؤدؓ اور محمد

“وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَمَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ مَعْلُولٌ وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ

وَمُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيُّ عَنْ هَذَا
الْحَدِيثِ فَقَالَ لَيْسَ بِصَحِيحٍ وَكَذَا
ضَعْفُهُ - أَبُو دَاوُدَ
یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا
تو ان دونوں نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔
(ابوداؤد)

۱۵۔ اوپر کا حصہ یعنی پاؤں کی پشت۔ نیچے کا حصہ یعنی پاؤں کا تلاء۔
۱۶۔ یعنی اس حدیث میں ایسے اسباب دہل ہیں جو اس کی صحت میں عیب پیدا کرتے ہیں۔
۱۷۔ جو اکابر ائمہ حدیث میں سے ہیں۔

۱۸۔ یوں ہی اس حدیث کو ابوداؤد نے ضعیف کہا۔ اس حدیث کی وجہ ضعف میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک
یہ کہ اس حدیث کا اتصال حضرت مغیرہ سے ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی سند زاد بہ وزن خراذ نامی شخص (جو حضرت مغیرہ کا کتاب
اور آزاد کردہ غلام ہے) تک پہنچتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسے ثور بن یزید نے رجاء بن حیوۃ سے جو حضرت مغیرہ کا کتاب
ہے سے روایت کیا ہے اور ثور کا رجاء سے سماع ثابت نہیں۔ پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اکثر طرق مرویہ میں مطلق آیا ہے۔
اوپر اور نیچے کا کوئی ذکر نہیں۔ اور اس سے اگلی حدیث میں صرف اوپر کے حصے پر مسح کا ذکر آ رہا ہے۔ لہذا اس حدیث میں
اضطراب ہے۔ اور یہ اضطراب بھی حدیث کی صحت میں نقص پیدا کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

۱۹۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ
عَلَى ظَاهِرِهِمَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو
دَاوُدَ
اور انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
موزوں کے اوپر کے حصے پر مسح کرتے دیکھا۔
(ترمذی و ابوداؤد)

۲۰۔ وَعَنْهُ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجُورَابِيْنِ
وَالنَّعْلَيْنِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ
انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں
اور جوتوں پر مسح کیا۔
(احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱۵۔ جرب وہ موزہ ہے جو موزے پر ٹخنے تک پہنا جائے۔ اسے جرموق اور موق بھی کہتے ہیں۔ شرح ابن ہمام میں
جوہری و مطرزی سے نقل کیا کہ موق اس چھوٹے موزے کو کہتے ہیں جس سے موزے کا اوپر کا حصہ چھپ جائے۔ کتاب
خرق کی شرح میں کہا ہے جرموق ایسے کشادہ موزے کو کہتے ہیں جو موزے پر پہنا جاتا ہے۔ اور یہ سرد علاقوں میں پہنا

جاتا ہے جو رب پر مسح جب کہ اس نے موندے کے اوپر اور نیچے کا حصہ پوری طرح چھپا لیا ہو اور دونوں یعنی اوپر اور نیچے والا موندہ طہارت پر پہنچے ہوں، امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس صورت میں مسح جائز ہے جب کہ وہ موٹا اور چمڑا لگا اور جو تانا ہوا کہ پٹلی پر باندھے بغیر اس سے راستے پر چلنا ممکن ہو ورنہ اس پر مسح جائز نہیں۔ ہاں اوپر والا جو رب اگر تانا نہ ہو اور باریک ہو کہ اس پر مسح کرنے سے تری نیچے موندے تک پہنچ جائے۔ تو بھی اس کا مسح جائز ہے کہ اس صورت میں گویا نیچے والے موندہ پر ہی مسح کیا۔ یوں ہی امام احمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک جو رب پر مسح جائز نہیں۔ اگر چہ وہ جو تانا ہو۔ یہ حدیث امام شافعی پر جو انہ مسح میں حجت ہے۔ اور یہ حدیث حضرت علی حضرت ابن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مروی ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۸۱ عَنْ الْبُخَيْرَةِ قَالَ مَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَسِيتُ قَالَ بَلْ أَنْتَ نَسِيتَ بِهَذَا أَمْرِي رَأَيْتُ عَزَّوَجَلَّ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ -

حضرت بخیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موندوں پر مسح کیا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے ہیں۔ فرمایا بلکہ تو بھولا ہے۔ مجھے رب نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (احمد و ابو داؤد)

۱۔ یعنی میں نہیں بھولا بلکہ تجھے نسیان ہوا۔ یعنی تجھ سے خطا واقع ہوئی ہے کہ تو نے اس فعل میں میری طرف نسیان کی نسبت کی۔

۲۔ اور اس نے جو کچھ مجھے فرمایا میں وہ کر رہا ہوں یعنی میں پاؤں دھونے نہیں بھولا بلکہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ کر رہا ہوں گویا یہ پہلی بار تھی کہ حضرت بخیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موندوں پر مسح کرتے دیکھا۔ تو آپ نے خیال کیا شاید حضور پاؤں دھونا بھول گئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح وارد ہوا ہے۔ مناسب یہ تھا کہ حضرت بخیرہ یوں عرض کرتے یا رسول اللہ کیا یہ نیا حکم آیا ہے۔ اور پاؤں دھونے کا وجوب ساقط ہو گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

۴۸۲ وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّينُ

بِالرَّأْيِ لَكَانَ اسْفَلَ الْخَفِّ اَوْ لَى
بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى
ظَاهِرِ خُفَيْهِ. رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَدَوْلَبَارِغِي
مَعْنَاهُ۔

اگر دین کا معاملہ صرف انسان کی عقل و ہائے پر مبنی ہوتا تو موزے
کے نیچے کے حصے پر مسح کرنا اور پیر کے حصہ پر مسح کرنے سے تعادہ
مناسب ہوتا اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کر رہے تھے۔ اسے ابو داؤد
نے روایت کیا ان الفاظ کے ساتھ اور محدث داری نے اسے

دوسری عبارت کے ساتھ روایت کیا۔

۱۔ کیونکہ موزے کا وہ حصہ جو پاؤں کے نیچے ہوتا ہے وہی نجاست سے آلودگی کا محل و مقام ہے۔ لہذا اس کی تطہیر و
تنظیف زیادہ مناسب و بہتر ہونی چاہیے۔

۲۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع علیہ السلام کے حکم اور رض کے مقابلہ میں عقلی فیصلوں اور قیاس کی اتباع
باطل محض ہے۔

بَابُ التَّيْمُمِ

تیمم کا باب

لغت میں تیمم کے معنی قصد و ارادہ کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے۔ بہریت طہارت پاک مٹی کا ارادہ کرنا
اور اس سے منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا۔ تیمم کے مشروع و جائزہ ہونے کا ابتدائی واقعہ وہ ہے جو بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ہم لوگ جب مقام بیدار یا مقام ذات
الجیش میں پہنچے تو میرے گلے سے ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش کے لیے وہاں رک گئے۔
آپ کے ساتھ لوگ بھی رکے۔ اتفاق سے اس جگہ پانی نہ تھا۔ اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے آپ نہیں دیکھ رہے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
بھی روک رکھا ہے اور لوگوں کو بھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔
کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو مبارک پر سر رکھ کر سو رہے ہیں۔ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے عائشہ تو نے حضور کو بھی اور لوگوں کو بھی روک رکھا ہے۔ یہاں پانی بھی نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور جو خدا تعالیٰ کی میثقت تھی وہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اور میرے پہلو میں زور سے اپنے ہاتھ سے چوبھ کی۔ مگر میں نے جنبش نہ کی کیونکہ میری ران پر سر رکھ کر حضور علیہ السلام نیند فرما رہے تھے۔ پھر آپ بیدار ہوئے جب کہ صبح ہو چکی تھی۔ اور پانی نہ تھا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ حضرت اسید بن حنیفر رضی اللہ عنہ نے کہا اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ (اس سے قبل بھی اللہ تعالیٰ تمہارے طفیل متعدد برکات نازل کر چکا ہے۔) پھر لوگوں نے میرے ادنٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے پڑا ہوا اپنا ہار مجھے مل گیا۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ ہار عاریتہ لیا تھا یہ ہار گم گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ اس نے نماز کا وقت آگیا۔ اور لوگوں نے مجبوراً بے وضو نماز ادا کی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی حضرت اسید بن حنیفر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا۔ اے عائشہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ خدا کی قسم! تجھے کوئی واقعہ پیش نہیں آتا جسے تو ناپسند کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے تیرے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر و برکت کا موجب بنا دیتا ہے۔

اس مقام پر دوسری بات یہ ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ تیمم دو ضرب ہے۔ ایک منہ کے لیے اور دوسری کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ یا منہ اور ہاتھوں کے لیے صرف ایک ضرب سے اول امام ابو حنیفہ، آپ کے دونوں ساتھیوں (امام محمد و امام یوسف) اور امام مالک اور امام شافعی کا عقائد محفوظ مذہب ہے۔ امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت حن بصری، شعبی، سالم بن عبد اللہ، سفیان ثوری اور اکثر علمائے اعصار و امصار کا مذہب ہے۔ دوسرا یعنی تیمم صرف ایک ضرب ہے۔ امام احمد کا مشہور مذہب ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے نیز یہی مکحول، افزاعی، اسحاق بن راہویہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن خزمیہ وغیرہم اصحاب حدیث کا مذہب ہے اور ہر دو مذاہب کے ثبوت میں احادیث موجود ہیں۔ جیسا کہ کتاب میں آئے گا۔ محدثین کہتے ہیں قول ثانی کی موافقت میں دارو احادیث زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہیں۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ مذہب اول کی موافقت میں جمہ احادیث میں وہ بھی صحیح ہیں۔ مذہب ثانی کے موافق ظاہر احادیث سب مؤول ہیں۔ اس بحث کی پوری تفصیل شرح (عربی) میں ذکر کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔



الفصل الاول

پہلی فصل

۴۸۳ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ ثُرْبَتُنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں لوگوں پر تین باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفوں کو ملائکہ کی صفوں کی طرح قرار دیا گیا ہے اور ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد گاہ بنایا گیا ہے۔ اور جب ہمیں پانی دستیاب نہ ہو تو زمین کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کرنے والی چیز بنا گیا ہے۔ (مسلم شریف)

۱۔ یعنی ہمیں گذشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

۲۔ یعنی کفار سے جنگ کے وقت مجاہدین کی جو صفیں ترتیب دی جاتی ہیں وہ شان و درجہ میں ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں۔ یا نماز باجماعت کے وقت جو صفیں قائم ہوتی ہیں۔ وہ بھی عند اللہ ملائکہ کی صفوں کی مانند ہیں کہ ان سے نفس اور شیطان کے لشکروں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ صفیں صورت و ہیئت میں بھی ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں جب کہ ہر اگلی صف کو مکمل کیا جائے۔ یا قرب و نزدیکی و تعظیم و تکریم میں ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے قول مبارک، وَالصَّافَّاتِ صَفًّا میں ملائکہ اور نمازیوں کی صفوں کی قسم کا ذکر ہے۔

۳۔ یعنی جائے سجدہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہو جو نماز کے لیے مختص کی گئی ہو۔ اور جب ہر جگہ نماز ادا کرنا جائز ہو تو گویا ساری زمین مسجد بن گئی۔ یہ فضیلت اُنم سابقہ کو حاصل نہ تھی۔ کیونکہ ان کے لیے سوائے مقررہ عبادت گاہوں کے نماز جائز نہ تھی۔ حدیث کی عبارت اسی طرح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سفر کے دوران انہوں نے گرجوں اور گنیوں کی طرح کوئی جگہ بنائی ہوئی ہو۔ کہ ان کے بغیر نماز درست نہ ہوتی ہو۔

۴۔ یہ تیمم سے کنایہ ہے جب کہ پانی دستیاب نہ ہو اس حدیث سے تیمم کے لیے مٹی کی تخصیص معلوم ہوتی ہے امام شافعی و احمد کا ان سے قوی تر روایت کے مطابق اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے۔ اور امام ابو یوسف اور احمد سے ایک روایت کے مطابق ریت سے بھی تیمم جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ امام مالک امام محمد اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق جنس زمین کی ہر چیز سے تیمم جائز ہے۔ جس زمین ہر وہ چیز ہے جو آگ سے نہ لگے اور نہ نرم ہو۔ اور جلتے سے رکھ نہ بنے۔ ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بخاری میں مذکور ہے کہ۔ وَجُعِلَتْ

بِیْ اِلَاحُضْ مَسْجِدًا اَوْ طَهُورًا۔ (میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے) ارض کا لفظ سب کو شامل ہے۔ اس حدیث پر عمل کرنا اولیٰ اور احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔ کہ اس حدیث میں حضرت حذیفہ کی حدیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔ مگر حضرت حذیفہ کی حدیث جو مٹی سے مخصوص ہے اس حدیث پر عمل کو فوت کر دیتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے لفظ تربت مٹی کے ساتھ خاص نہیں۔ کہ تربت ہر اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں آجائے چلے وہ مٹی ہو یا ریت وغیرہ۔ مگر قاسمیں میں کہا کہ ترب یعنی الغاظیں۔ پھر لفظ تربت کے علاوہ ایک روایت میں لفظ تراب بھی آیا ہے۔ جیسا کہ ابن حزمیہ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روایت کیا ہے۔ جُعِلَ التُّرَابُ لِي طَهُورًا۔ یعنی میرے لیے تراب کو پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے۔ کذا فی فتح الباری۔ معلوم ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائص جن کے ساتھ آپ انبیاء سابقین سے ممتاز ہیں اور جو ظاہر و باطن میں آپ کی ذات کے لیے خاص ہیں، اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لیے کوئی حد و شمار نہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے ان میں سے کچھ ذکر کیے ہیں۔ اوسان میں سے کچھ ہماری شرح (عربی) میں بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک آدمی دیکھا جو لوگوں سے الگ تھا اور اس نے قوم کے ساتھ مل کر نماز نہ پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا اس نے کہا میں جنبی ہو گیا تھا اور پانی موجود نہیں (جس نے غسل کر سکوں) آپ نے فرمایا اپنے لیے مٹی کو لازم کر۔ وہ تیرے لیے کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۴۸۲ وَعَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْقَلَمَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۵۔ حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ شاہیر صحابہ سے ہیں۔ آپ نہایت عالی مرتبہ شخصیت ہیں۔ مسلسل تیس سال بتر علامت پر رہے۔ ملائکہ آپ کو سلام کرنے آتے تھے۔

۱۶۔ صعيد یعنی خاک۔ بعض صعيد کا معنی روئے زمین کا کرتے ہیں۔ یہ شخص غالباً وضو کے لیے تیمم کا مسئلہ جانتا تھا۔

جنابت کے لیے تیمم کے جواز کا اسے علم نہ تھا۔ اسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے تیمم کی کیفیت بیان نہ فرمائی

۴۸۵ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي أَجَنَّبْتُ فَلَمْ
أُصِبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ أَمَا تَذْكُرُ
أَنَا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَّا أَنْتَ
فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَكْتُ فَصَلَّيْتُ
فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا فَضْرَبَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ الْأَرْضَ
فَتَفَخَّ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَ
كَفَّيَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِيسْلِمَ نَحْوَهُ
وَفِيهِ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ
بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَتَفَخَّ ثُمَّ تَمَسَحَ
بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيَكَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک
 آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں
جنبی ہو گیا ہوں اور پانی نہیں مل رہا (تو کیا کروں) حضرت عمار
نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو یاد نہیں۔ ہم لوگ
(میں اور آپ بھی) ایک سفر میں تھے (اور ہم دونوں جنبی تھے) آپ
نے تو نماز نہ پڑھی مگر میں زمین پر لیٹ کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر
نماز پڑھی اور اس بات کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے
کیا تو آپ نے فرمایا تیرے یہ فعل کافی ہے۔ اور اس فعل کی
تفسیر کرتے ہوئے ہاتھ سے زمین پر ایک ضرب لگائی۔ اور
دونوں ہتھیلیوں کو پھونکا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں سے
چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ مسلم کے
ہاں بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لیے اس قدر کافی ہے کہ اپنے
دونوں ہاتھ زمین پر مارے۔ پھر انہیں پھونکے۔ پھر ان دونوں
سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے۔

۱۷۔ یعنی کیا جنابت کے لیے تیمم کر سکتا ہوں۔ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب مذکور نہیں ہے۔ گویا
اس مسئلہ کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی۔ کہ جنابت کے لیے تیمم درست ہے یا نہیں۔ اس پر
حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی سرگوشٹ بیان کی جس سے معلوم ہو جائے کہ تیمم جنابت کے لیے بھی کافی ہے۔ مسلم اور
نسائی کے بعض طرق میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز نہ پڑھو بعض شارحین نے یہ الفاظ بھی زیادہ کیے
ہیں کہ حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا حتیٰ تجد الماء یہاں تک کہ تجھے پانی میسر آجائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب
مشہور ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے موافق آیا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود و حضرت ابو موسیٰ
کے مابین اس مسئلے پر مناظرہ بھی ہوا ہے۔ کہ جنبی کے لیے تیمم جائز ہے یا نہیں۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے

رجوع کیا۔ بعض نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دینے سے اس لیے توقف کیا کہ آپ کو حضرت عمار والاداقہ یاد نہ رہا تھا۔ اسی لیے بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عمار سے کہا۔ اے عمار خدا سے ڈر تو کیا کہہ رہا ہے۔

۵۲۔ اور عمار ادا کرنے میں آپ نے اس لیے توقف کیا کہ آپ کا گمان یہ تھا کہ جنابت کے لیے تیمم کافی نہیں ہو سکتا۔

۵۳۔ اور میں خاک میں اس لیے لوٹ پوٹ ہوا کہ میں نے تیمم کو غسل پر قیاس کیا۔ اور تیمم چونکہ غسل کے قائم مقام ہے اس لیے تمام بدن خاک سے آلودہ کرنا چاہیے۔ اور قرآن میں جو تیمم کا ذکر آیا ہے۔ وہ صرف وضو کے ساتھ خاص ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام سے اجتہاد واقع ہوا ہے۔ اور خطا صادر ہونے کی صورت میں بھی مجتہد لائق ملامت نہیں۔ اور جب مجتہد نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر لیا تو اس عمل کا اعادہ ضروری نہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اعادہ کا حکم نہ دیا۔

۵۴۔ تاکہ غبار اتر جائے کہ غبار لگ جانے سے چہرہ بد صورت نہ ہو جائے جو کہ مثلہ کے حکم میں ہے۔ (مثلہ شکل بگاڑنا)

۵۵۔ مسح کی کیفیت یہ تھی کہ آپ نے دائیں ہاتھ کی پشت کا مسح بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے کیا۔ اور بائیں ہاتھ کی پشت کا مسح دائیں ہاتھ سے کیا۔ بعض روایات میں لفظ واؤ اور لفظ وجہہ کی کفیفہ کی تقدیم کے ساتھ اور بعض دوسری روایات میں اس کے برعکس آیا ہے۔ بعض روایات میں مسح کی جگہ تیمم وجہہ لفظ کفیفہ سے پہلے مقدم آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں ترتیب فرض نہیں۔ جیسا کہ شیخ نے کہا۔

۵۶۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تیمم میں ایک ضرب بھی کفایت کرتی ہے۔ جیسا کہ جہور کے خلاف بعض لوگوں کا مذہب ہے۔ اور شیخ محی الدین تودوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ اس ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تعلیم کے طور پر ضرب کی شکل و صورت دکھانا تھا۔ کہ زمین پر اس طرح ہاتھ مارنا ہے۔ زمین پر پوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے کیا۔ تیمم کی پوری کیفیت بیان کرنا مقصود نہ تھی جس سے تیمم مکمل ہوتا ہے۔ لہذا حضرت عمار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ضرب کا ذکر کیا۔ اسی لیے حضرت عمار سے سنن میں مروی شدہ روایات میں بطور نص دو ضربوں کا ذکر آیا ہے۔ اور اس حدیث کی بھی بعض روایات میں ضربتہ واحدہ کا لفظ صریحاً نہیں آیا۔ بلکہ یوں آیا ہے۔ فَكَرَبَ بِكَفَيْهِ الْأَرْضَ ثُمَّ مَسَحَ وَكَفَيْهِ۔ یہ الفاظ بھی اپنے اطلاق کے

ساتھ دو ضربوں کا احتمال رکھتے ہیں۔ اور کفین و مسح کا ذکر بھی اس بنا پر ہے کہ مقصود تیمم کا مکمل بیان نہ تھا اس لیے صرف اتنے ہی بیان پر کفایت کی تعلیم طریقہ ضرب کے لیے۔ اس تو جہیہ کی دلیل یہ ہے کہ جن احادیث میں تیمم کی پوری کیفیت بیان کرنا مقصود تھی وہاں ذرا عین (کلامیوں) سے کہنیوں تک کا ذکر موجود ہے بعض کہتے ہیں یہاں کفین (تھیلیوں) سے یدین (کہنیوں) تک ہاتھ مراد ہیں۔ اور جس طرح کہ بعض دفعہ یَد (ہاتھ) بول کر تھیلیاں مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا *وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا*۔ چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو (یہاں ید سے گٹوں تک ہاتھ مراد ہیں) لہذا اگر کف بول کر کہنیوں تک ہاتھ مراد لے لیا جائے تو کوئی بعید نہیں۔ اس مقام میں شرح (عربی) میں زیادہ گفتگو کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ ضربتیں کا قول زیادہ راجح اور زیادہ قوی ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو جحیم بن حارث بن صہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ

اس وقت بول کر رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ مگر

آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک

دیوار کے نزدیک کھڑے ہوئے۔ اسے ایک لکڑی سے کھرچا جو

آپ کے پاس تھی۔ پھر دونوں ہاتھ دیوار پر رکھے۔ اور چہرے

اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا پھر میرے سلام کا جواب دیا۔ میں

نے اس حدیث کو بخاری و مسلم میں نہیں پایا۔ اور نہ حمیدی

کی کتاب میں۔ لیکن اسے شرح سنن میں ذکر کیا۔ اور کہا

یہ حدیث حسن ہے۔

۴۸۶. وَعَنْ أَبِي الْجَعْفَرِ بْنِ الْحَارِثِ

ابن القِصَّةِ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ

فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتَّى قَامَ إِلَى جِدَارٍ فَحَتَمَ

بَعْضًا كَانَتْ مَعَهُ ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى

الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِمَارَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ

رَدَّ عَلَيَّ وَلَمْ أَجِدْ هَذِهِ الرِّوَايَةَ فِي

الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَ

لَكِنْ ذَكَرَهَا فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَقَالَ هَذَا

حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

۱۔ صہمہ بکر صادق و تشدید صہم مفتوحہ حضرت ابو جحیم مشہور انصاری صحابی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے

بہنیر زادہ ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت تک حیات رہے۔

۲۔ حَتَّ حَتَّ بجائے ہملہ و تاء ثنائۃ بمعنی خشک منی کو کپڑے سے کھرچا اور تپوں کو درخت سے الگ

کرنا حقائق ہر چیز کے تراشنے کو کہتے ہیں۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ دست مبارک میں سرے لمبی چھڑی ہاتھ میں رکھتے تھے۔ یا اس

سے دہی نیزے کی مانند لٹھی مراد ہے۔ جسے خادم آپ کے ساتھ اٹھا کر چلتے تھے۔ جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں گزرا۔ لفظ

معو کا ظاہر اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دیوار کو کھرجیا اس لیے تھا کہ ہاتھوں کو غبار لگ جائے۔ اگر چہ غبار لگنا شرط نہیں اسی بنا پر حضرت ابو نعیم سے مروی دوسری حدیث میں جو آگے آرہی ہے، اس کا ذکر نہیں ہے۔

۴۔ آپ نے اسم الہی اسلام کی تفہیم کی خاطر سلام کا جواب نہ دیا۔ اس کی تحقیق باب الخلاء میں گزر چکی ہے۔
۵۔ مؤلف کہتا ہے کہ صاحب معاینہ نے اس حدیث کا ذکر صحاح میں کیا ہے۔ مگر میں نے اسے صحاح میں نہیں پایا۔

۶۔ کتاب جمیدی جو صحیحین کی احادیث کی جامع ہے۔
۷۔ یعنی امام محی السنۃ نے شرح سنۃ میں امام شافعی کے طرق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۸۷ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّبِيَّ الطَّيِّبَ وَهُوَ الْمُسْلِمُ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمْسَسْهُ بَشْرًا فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ إِلَى قَوْلِهِ عَشْرَ سِنِينَ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک پاک مٹی مومن کا وضو ہے۔ اگر چہ اسے دس سال پانی نہ ملے۔ جب اسے پانی میسر آجائے تو اسے استعمال کرے۔ کہ یہ بہتر ہے۔

اسے احمد، ترمذی، ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور نسائی نے اس کی مثل روایت کی قول عشر سنین تک۔

۱۔ یعنی اگر چہ بالفرض اسے دس سال تک پانی دستیاب نہ ہو۔ ان الفاظ میں مٹی کے پاک کرنے کی صفت کو بطور مبالغہ و تاکید بیان کیا گیا ہے۔ نیز ان میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ خاک پانی کا خلیفہ مطلق و کامل ہے جیسا کہ احناف کا مذہب ہے۔ معذور شخص کے وضو کی طرح یہ محض ضرورت کے تحت پانی کا خلیفہ نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے اس معنی کی تحقیق اصول فقہ میں اور اس کی فروع علم فقہ میں مذکور ہیں۔

۲۔ فَلْيُمْسَسْهُ۔ یعنی بضم یا و کسریم۔ اس سے مشتق ہے یعنی مسح۔ یہاں مراد وضو ہے۔ بشرطہ دونوں فتوح کے ساتھ یعنی چپڑہ۔ مراد اعضاء وضو میں۔

۳۔ کتاب طہارت کے لیے پانی کا استعمال بہتر اور اصل ہے۔ یہاں خیر سے مراد نہیں کہ پانی کی موجودگی میں وضو

اور تیمم دونوں جائز ہیں۔ لیکن وضو کرنا بہتر و افضل ہے۔ بلکہ اب وضو کرنا فرض ہو گا۔ اور تیمم کرنا ہرگز جائز نہ ہو گا۔ خیر کا معنی جو یہاں مراد ہے اس کی مثال قرآن حکیم کی اس آیت میں ہے:۔ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْهُمْ اَمْ لَا وَ اَحْسَنُ مَقِيْلًا۔

۴۸۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَبَّعَهُ فِي رَأْسِهِ فَأَحْتَلَمَ فَسَالَ أَصْحَابُهُ هَلْ تَجِدُونَ لِحَى رُخْصَةً فِي التَّيْمُمِ قَالُوا مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَأَغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ بِذَلِكَ قَالَ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شَفَاءُ الْعَرِ السُّؤَالُ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَتَمَّ وَ يَعْصِبَ عَلَى جُرْحِهِ خِرْقَةً ثُمَّ يَسْحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلُ سَائِرَ جَسَدِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَبَاذٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر کے لیے نکلے ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کے سر پر پتھر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا ضرب کی چوڑے اسے احتلام ہو گیا۔ اس نے اس بارے میں اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ میرے لیے تیمم کی اجازت دیتے ہو۔ ساتھیوں نے کہا ہمارے خیال میں تجھے تیمم کی اجازت نہیں کیونکہ تیرے پاس پانی موجود ہے پس اس شخص نے غسل کیا اس سے اس کی موت رافع ہو گئی جب ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور انہیں قتل کر دیے۔ جب یہ لوگ مسئلہ نہ جانتے تھے تو انہوں نے کیوں نہ دریافت کر لیا۔ کہنا سمجھی اور نادانی کا علاج تو دریافت کرنا ہے اس کے لیے تیمم کافی تھا۔ اور زخم پر پتھر باندھ لیتا۔ پھر زخم پر مسح کر لیتا اور جسم کے باقی اعضاء دھو لیتا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اسے عطابن ابی رباح اور انہوں نے حضرت عباس سے روایت کیا۔

۱۔ ان حضرات نے حق سبحانہ کے قول مبارک فَلَ تَجِدُوا مَاءً (اور تم پانی نہ پاؤ) سے یہ مطلب سمجھا کہ پانی کی موجودگی اور اس کے استعمال کی قدرت ہوتے ہوئے تیمم کرنا منع ہے۔ ان حضرات کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ استعمال پر قدرت سے یہ بھی مراد ہے کہ اس کے استعمال سے ضرر لاحق نہ ہو۔

۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حقیقت کے ہاں بھی مجازی گفتگو اور سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ جب کہ اعتقاد قلبی حقیقت پر ثابت و قائم ہو۔

۵۳۔ یعنی علماء سے کیوں نہ پوچھ لیا۔

۵۴۔ اس حدیث میں بیک وقت کچھ اعضاء کا تیمم اور کچھ اعضاء کو دہم کرنے کا حکم موجود ہے۔

۴۸۹ وَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَسَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ فَأَعَادَا أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ بِوُضُوءٍ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ ثُمَّ آتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَلَجَزَّءُكَ صَلَاتُكَ وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ لَكَ الْآجِرُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّائِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ وَقَدْ رَوَى هُوَ أَبُو دَاوُدَ أَيْضًا عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں دو آدمی سفر پر روانہ ہوئے۔ نماز کا وقت آگیا اور ان کے پاس پانی نہ تھا۔ ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر اندر انہیں پانی میسر آگیا۔ ان میں سے ایک نے تو وضو کر کے نماز پڑھ لی مگر دوسرے نے نماز نہ پڑھائی پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور اس صورت حال کا ذکر کیا تو جس نے نماز نہ پڑھائی تھی اسے مخاطب کر کے اپنے فرمایا تو نے سنت کی پابندی اور تیری نماز کافی اور درست ہو گئی اور جس نے وضو کر کے نماز پڑھائی تھی اسے فرمایا تجھے دو گنا ثواب ملے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور دائمی نے روایت کیا۔ اور امام نسائی نے اسے دوسرے الفاظ میں قدرے اختلاف کے ساتھ روایت کیا۔ اور ابوداؤد و نسائی نے اسے عطابن یسار سے بھی مرسل روایت کیا۔ (عطابن یسار تابعی ہیں)

۵۵۔ یعنی تو نے دین کا درست طریقہ اختیار کیا کہ پانی میسر نہ آنے کی صورت میں تو نے تیمم کیا۔ اور جب پانی دستیاب ہو گیا تو وضو اور نماز کا اعادہ نہ کیا۔ شریعت کا حکم یہی ہے۔

۵۶۔ ایک ثواب تو ادا اسے فرض کا ملا۔ اور عذر کے تحت تو نے تیمم کیا۔ دوسرا ثواب نفل نماز کا جب کہ عذر زائل ہو گیا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۹۰ عَنْ أَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصَّغْتَةِ قَالَ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَحْوِبٍ بِرَجُلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ

حضرت ابو جہیم بن حارث بن صغتہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر حبل کی طرف سے واپس تشریف لائے تھے کہ آپ کو ایک آدمی ملا اس نے آپ کو سلام کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرِدْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجَدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ مُتَّقٍ عَلَيْهِ -

اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک دیوار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر اسے سلام کا جواب دیا۔
(بخاری و مسلم)

۱۔ صمۃ کبر صا و فتح میم مشدودہ۔

۲۔ بیرجل مدینہ منورہ میں ایک مشہور جگہ ہے۔ محل بفتح جیم و میم۔

۳۔ یہ آدمی حضرت ابوالجہیم ہی تھے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ انہوں نے اپنا ذکر بصیغہ غائب کیا۔ یہ بات امام شافعی نے طریق اخرج سے اپنی روایت میں بیان ہے۔

۴۔ یہ حدیث ہر دو طریق کا احتمال رکھتی ہے۔ گذشتہ حدیث میں حضرت ابوالجہیم سے وجہ و ذراعیہ کا لفظ آیا ہے۔ اور بعض روایات کے مطابق اس حدیث میں بھی وجہ و ذراعیہ آیا ہے مگر ایک ضرب یا دو ضربوں سے یہ حدیث خاموش ہے۔

۲۹۱ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُمْ تَسَحَّوْا وَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّبْعِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّبْعَ ثُمَّ مَسَحُوا بِوُجُوهِهِمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّبْعَ مَرَّةً أُخْرَى فَسَحَّوْا بِأَيْدِيهِمْ كُلَّهَا إِلَى النَّكَابِ مَا لَا بَاطَ مِنْ بَطُونِ أَيْدِيهِمْ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ عمار بیان کرتے تھے کہ صبراہ نے خاک کے ساتھ مسح کیا حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے بچانچہ انہوں نے اپنی ہتھیلیاں خاک پر ماریں۔ پھر ایک بار اپنے چہروں کو ملا پھر دوبارہ انہوں نے اپنی ہتھیلیاں خاک پر ماریں۔ اور اپنے پورے ہاتھوں کو ملیں۔ یعنی کندھوں اور بغلوں تک۔

اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۱۔ یعنی وضو کی طرح تکرار نہ کیا۔

۲۔ یہ حدیث ابوالجہیم رضی اللہ عنہ سے تمیم کے لیے دو ضربوں میں لغت ہے۔ اور ان سے فصل اول میں مذکور حدیث ایک ضرب میں ظاہر ہے۔ اور اس کی تاویل (معنی) معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن اس حدیث میں کندھوں اور بغلوں تک کا لفظ آیا

شاید صحابہ کی نگاہ اس پر پڑی کہ تمیم میں ہاتھ غایت کے ساتھ مقید نہیں ہیں۔ اور یہ کالفظ لپڑے بازو کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ان حضرات صحابہ نے اس چیز کو پیش نظر نہ رکھا کہ تمیم وضو کی فرع ہے۔ اور انہیں اس بارے میں حضور کے بیان کی اطلاع بھی نہ ہوئی۔ جیسا کہ حدیث میں ذرا عیہ کالفظ آیا ہے۔ مگر جبہ و صحابہ نے اس امر کو سامنے رکھا کہ تمیم وضو کا خلیفہ اور اس کی فرع ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام سے اس حقیقت کی اطلاع ان کو ہو چکی تھی۔ تاہم۔

بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُونِ

غسل مسنون کا باب

معلوم ہونا چاہیے کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس باب میں چار قسم کے غسل کا ذکر کیا ہے۔ جماع کے بعد غسل۔ میت کو غسل دینے کے بعد۔ سنگھی لگوانے کے بعد اور اسلام لانے کے بعد۔ عیدین کے غسل کا ذکر نہ کیا۔ باوجودیکہ ائمہ کے نزدیک یہ غسل مسنون یا مستحب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک غسل عیدین کے بارے میں کوئی حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ مؤلف علیہ الرحمۃ بھی باب عیدین میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ جامع الاصول میں بھی اس باب میں کتب ستہ سے میں نے کوئی حدیث نہیں پائی۔ دوسری کتب میں بھی کوئی حدیث نہیں ملی۔ مگر دو حدیثیں ایک فاکہ بن سعد کی دوسری زیاد بن عیاض کی۔ اور دونوں کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ ضعیف ہیں شرح (عربی) میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور جامع الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موطا کی حدیث میں سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عید کے دن عید گاہ میں جانے سے پہلے غسل کیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں شدید ہونا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ غسل عید کے بارے میں ضرور کوئی صحیح حدیث آئی ہوگی۔ مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) نے روز عرفہ کے غسل کا ذکر بھی نہیں کیا۔ کتب حدیث میں بھی اس کا ذکر نہیں آتا۔ فقہائے کرام نے احرام کے لیے بھی غسل کا ذکر کیا ہے۔ بے شک یہ غسل بالاتفاق سنت ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ احرام کے لیے غسل کا ذکر مؤلف نے شاید اس لیے کیا کہ اس کا ذکر اپنے مقام میں آچکا ہے۔ لیکن غسل جبہ کا ذکر باب الجمعة میں بھی کیا اور یہاں بھی کیا ہے۔

اس کے بعد یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ غسل جمعہ میں اختلاف ہے۔ تمام ائمہ اس کی بیعت و استحباب پر متفق ہیں۔

ماسوائے امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی کہ ان دونوں کے نزدیک یہ غسل واجب ہے کہ اس کا ذکر بعضیغہ امر ہوا ہے چنانچہ فرمایا مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ۔ یعنی جو شخص جمعہ کے روز آئے اسے چاہیے کہ غسل کرے۔ ایک روایت میں لفظ واجب صراحتہ بھی آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا غسل الجمعة واجب علی کل مسلم۔ یعنی جمعہ کا غسل ہر بالغ مسلم پر واجب ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ وجوب سے اس کے استحباب میں تاکید و مبالغہ مراد ہے۔ کیونکہ دوسری احادیث میں صرف وضو کے جواز کا ذکر بھی آیا ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں جو اس باب میں آئی ہیں سے معلوم ہوتا ہے۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۴۹۲ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے آئے تو وہ غسل کرے۔
(بخاری و مسلم)

۱۔ مختار و پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ غسل نماز جمعہ کی تعظیم کے لیے ہے۔ تاکہ اسی غسل کی طہارت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرے۔ بعض نے کہا کہ جمعہ کے روز غسل جمعہ کے دن کی تکریم و تعظیم کے لیے ہے۔ اور لفظ احکم کی لغت اور لفظ جمعہ کے رفع کی روایت اس قول کے مناسب ہے۔ اس وجہ پر عبارت کا معنی یوں ہوگا۔ جب آئے تم میں سے کسی کے لیے جمعہ۔

۴۹۳ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے۔
(بخاری و مسلم)

۱۔ ایک روایت میں علی کل مسلم کا لفظ آیا ہے اس سے بھی بالغ مسلمان مراد ہے۔ کیونکہ بچے پر کوئی چیز واجب نہیں۔

۴۹۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حَقٌّ عَلٰی
کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِی کُلِّ سَبْعَةِ
اَیَّامٍ یُّومًا یَغْسِلُ فِیْہِ رَاسَہُ وَجَسَدَہُ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر واجب
ہے کہ غسل کرے ہر سات دن میں ایک دن اس میں اپنا سر
اور سارا جسم دھوئے
(بخاری و مسلم)

۱۔ کیونکہ سات دن کے اندر جسم پر میل چڑھ جاتی ہے۔ اور اس سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اس عبارت میں جمعہ کے
روزہ غسل واجب ہونے کے سبب کی طرف اشارہ ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۹۵. عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ قَالَتْ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مَنْ
تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْہَا وَنَعَسَتْ وَمَنْ
اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَابُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَ
الدَّارِمِيُّ۔

حضرت سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے جمعہ کے روزہ وضو
کیا تو یہ اچھا اور نیک کام ہے اور جس نے جمعہ کے دن
غسل کیا تو یہ افضل کام ہے۔

(احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی،)

(دارمی)

۱۔ سمرة بفتح سین ضم سیم بن جندب مشہور صحابی ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ بعض کہتے ہیں
بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ اہل بصرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بصرہ کے حاکم اور وہابی بھی رہے آپ حافظ اور کثیر الحدیث تھے آپ
سے امام حسن بصری اور ابن سیرین اور شعبی وغیرہم رحمہم اللہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ۵۹۰ھ میں بصرہ میں وفات
پائی۔

۵۲۔ تو اس خصلت و فعل سے اصل فضیلت و طہارت حاصل کرنی چاہیے۔ یا اس لفظ جمعاً کا معنی یہ ہے کہ
بندے کے لیے مناسب ہے کہ اس فعل وضو کو اختیار کرے۔ کیونکہ یہ ادا کرنے کے لیے کافی ہے۔

۵۳۔ نَعَسَتْ۔ یعنی یہ خصلت اپنی حد فات میں اچھی اور نیک ہے۔ اگرچہ غسل کے مقابلہ میں کم درجہ
رکھتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مائوں نے

۴۹۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ مِيَدًا
فَلْيَغْتَسِلْ - رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ
أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو حَادٍ
وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا
اسے چاہیے کہ غسل کرے اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور
احمد ترمذی اور ابو داؤد نے یہ جملہ زیادہ کیا۔ وَمَنْ حَمَلَهُ
فَلْيَتَوَضَّأْ۔ اور جس نے جنازہ اٹھایا اسے چاہیے
کہ وضو کرے۔

۱۔ طہارت و لطافت کے زیادہ اہتمام کے لیے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ میت کے جسم سے چھینٹا وغیرہ غسل
دینے والے کے جسم پر پڑھ گیا ہو۔

۲۔ علماء نے کہا ہے میت کو اٹھانے سے مراد اس کے جسم کو چھونا ہے۔ یہ وجہ معنی اول کے مناسب ہے۔ یا یہ مراد ہے
کہ جو شخص جنازہ اٹھائے اسے چاہیے کہ با وضو اٹھائے تاکہ اس کے لیے نماز ادا کرنا بھی ممکن ہو جائے۔ اور یہ دوسرے
معنی کے مناسب ہے۔ بعض نے کہا جنازہ اٹھانا نیک کام ہے۔ اور نیک کام با طہارت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ بہر صورت
جنازہ اٹھانے سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ یہی میت کو نہلانے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اکثر علماء کے نزدیک پسندیدہ
اور مختار بات یہی ہے۔ اور جامع الاصول میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عیس نے
ان کی وفات کے بعد انہیں غسل دیا پھر آپ نے ہماجرین میں سے ان لوگوں سے دریافت کیا جو وہاں موجود تھے کہ
میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ اور آج سخت سردی پڑھ رہی ہے۔ کیا میرے لیے غسل کرنا ضروری ہے؟ سب نے کہا آپ
پر غسل واجب و ضروری نہیں۔ موطا میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے
کی تجنیز و تکفین کی پھر اسے اٹھایا۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے۔ اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ ترمذی نے کہا۔ کہ اس باب
میں حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث حسن ہے اور کہا
علماء کا اختلاف ہے۔ اس شخص کے بارے میں جو میت کو غسل دے۔ بعض نے کہا۔ اس پر غسل واجب ہے اور بعض کے
نزدیک اس پر وضو واجب ہے۔ بعض نے کہا غسل کر لینا مستحب ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ وضو کرے۔ اور حضرت عبداللہ
بن المبارک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ میت کو غسل دینے والے پر نہ غسل ہے نہ وضو۔

۴۹۰. وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أُمُرٍ مِّنَ
الْجَنَابَةِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمِنَ الْحَمَامَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ
علیہ وسلم چار چیزوں سے غسل کرتے تھے۔ جنابت سے،
جمعہ کے دن۔ سنگھنی لگوانے سے۔ اور میت کو غسل

دینے کے بعد

وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ -

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

۱۔ ان چار میں سے غسل جنابت تو فرض ہے اور جمعہ کے لیے سنت۔ اور سنگھی لگوانے اور میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ جنابت کے ساتھ ان تین چیزوں کو جمع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے لیے بھی غسل واجب ہو۔ جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

یہاں یہ وضاحت کرنا مناسب ہے کہ اس حدیث کے ظاہر ترجمہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس میت کو غسل دیا ہے اور اس کے بعد خود غسل فرمایا۔ بعض نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ آپ اس غسل کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کسی میت کو ہرگز غسل نہیں دیا۔ بعض تشریح میں صاحب انصاری سے منقول ہے کہ مفہوم اول عبارت کے زیادہ قریب ہے۔ اور صاحب حادی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی میت کو غسل دیا ہے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

۴۹۸ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ أَسْأَلَ
فَأَمَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يُغْتَسَلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ - رَوَاهُ
الترمذی وَاَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيّ

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک وہ اسلام لائے تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیا کہ پانی اور سدری کے پتوں سے غسل کریں۔
(ترمذی، ابوداؤد)

(نسائی)

۱۔ آپ صحابی ہیں اور ۹۰ھ میں بنی تمیم کے دند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا تو فرمایا هَذَا اسيدُ اهلِ الكوفة۔ یہ خیموں میں رہنے والوں کے سردار ہیں۔ آپ نہایت عقلمند، حلیم، بڑے فیاض اور شریف الان تھے آپ بصریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے حضرت حسن بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

۲۔ یہ اس وجہ کے لیے ہے۔ جب کہ اسلام لانے والا جنبی ہو۔ ورنہ مستحب ہے۔ بصری کے پتوں کا استعمال اچھی طرح طہارت و نظافت کے لیے کیا۔

۳۔ عبارت کے ظاہر معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو اسلام لانے کے بعد غسل کا حکم دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام لانے کا ارادہ مراد ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کے لفظ میں آیا ہے کہ قال قیس بن عاصم ایت رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ارید الاسلام فامری ان اغتسل یعنی حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کے ارادے سے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ تاہم علماء نے کہا ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ اسلام لانے والے شخص کو پہلے کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد اسے نہلایا جائے گا۔ آگے پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ نہانا واجب ہے یا مستحب۔ قول ثانی زیادہ صحیح ہے۔ نیز یہ بھی مستحب ہے کہ اسے کپڑے پہننے کا حکم دیا جائے۔ اس کے بال منڈائے جائیں اور اس کا ختنہ کیا جائے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۹۹. عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ إِنْ نَاسًا مِنْ أَهْلِ
الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا يَا بَنَ عَبَّاسٍ
أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ
لَا وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِمَنْ اغْتَسَلَ وَ
مَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَ
سَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَأَ الْغُسْلَ كَانَتْ
النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الْقُصُوفَ
وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ
ضَبِيقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ
فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ
الْقُصُوفِ حَتَّى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَا حٌ أَذَى
بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيَا حَ
قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمُ
فَاغْتَسِلُوا وَلَيْسَ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اہل عراق سے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور کہا اے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کیا آپ جمعہ کے روز غسل کرنا واجب جانتے ہیں۔ فرمایا نہیں میں واجب نہیں سمجھتا تاہم غسل کرنا زیادہ طہارت کا موجب ہے۔ جو غسل کرے تو اس کے لیے بہتر ہے۔ اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب بھی نہیں۔ اور میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ جمعہ کے غسل کا آغاز کیسے ہوا۔ اکثر لوگوں کو محنت مشقت کرنا پڑتی تھی۔ اور لوگ صوف کے کپڑے پہنتے تھے۔ اور انہیں اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھانے کا کام کرنا پڑتا تھا۔ اور ان کی مسجد تنگ تھی۔ مسجد کی چھت بھی سردوں کے قریب ہوتی تھی۔ اور چھت گھاس پھوس کی بنی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں باہر مسجد میں تشریف لائے لوگوں کو صوف کے کپڑوں میں پسینہ آیا ہوا تھا۔ ان کے جسموں سے ایسی بو پھیل رہی تھی جس سے ایک دوسرے کو تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بو محسوس ہوئی تو فرمایا اے لوگو جب یہ جمعہ کا دن ہو تو

غسل کر لیا کرو۔ اور اپنے جسموں کو تیل اور خوشبو لگا لیا کرو۔
ابن عباس نے کہا کہ پھر لوگوں کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ لوگوں نے
صوف کے بجائے دوسرے کپڑے پہنا شروع کر دیے
اور محنت مزدوری سے بھی کفایت مل گئی۔ ان کی مسجد بھی
کشادہ ہو گئی۔ اور جو چیز انہیں ایک دوسرے کو تکلیف دیتی

يَجِدُ مِنْ دُهْنِهِ وَطَيِّبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
ثُمَّ جَاءَ اللَّهُ بِالْخَيْرِ وَلَبِسُوا غَيْرَ الصُّوفِ
وَكَفَرُوا الْعَمَلَ وَوَسَّعَ مَسْجِدُهُمْ وَ
ذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤْذِي بَعْضَهُمْ
بَعْضًا مِنَ الْعُرْقِ۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

تھی (بو) وہ بھی جاتی رہی تھیں (ابوداؤد)

۱۵۔ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ فقہاء مکہ اور تابعین میں سے ہیں۔ قبائل
بربر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے باقی حالات دوسری جگہوں میں بیان ہو چکے ہیں۔

۱۶۔ اظہر تطہیر مصدر سے اسم تفضیل ہے۔ (حذف زائد کے ساتھ) جیسا کہ نخاع کا مذہب ہے۔

۱۷۔ اور غسل نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔

۱۸۔ فقر تنگ دستی کے باعث۔

۱۹۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد جس میں مسلمان نماز ادا کرتے تھے۔

۲۰۔ بعض نسخوں میں سُقْف کا لفظ آیا ہے۔ یعنی سُقْف کی جمع۔ جمع کا صیغہ چھت کے اجزاء مراد لیتے ہوئے
لایا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ مسجد کی چھت سات ہاتھ کی بلندی پر تھی۔

۲۱۔ یعنی نہ تھی مسجد مگر اس جگہ کی طرح جو سایہ کے لیے کھجور کے پتوں اور شاخوں سے بنائی جاتی ہے۔ عیش اس
چھپر کو بھی کہتے ہیں جو انگور کی پل کے لیے بنایا جاتا ہے۔

۲۲۔ یعنی اس محنت مزدوری سے بھی ان کی جان چھوٹ گئی جو وہ معاش کے لیے کرتے تھے کہ مشقت کے
بغیر ہی ان کے لیے ذرا معاش کشادہ ہو گئے۔

۲۳۔ مسجد نبوی شریف کی سب سے پہلی توسیع سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کی۔ اس کے بعد سیدنا
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں توسیع کی۔

۲۴۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداءً مذکورہ علت کی بنا پر جمعہ کے روز نہانا ضروری تھا۔ بعد میں جب
یہ علت و وجہ ختم ہو گئی تو نہانے کا وجوب بھی جاتا رہا۔ جس طرح علت کے عدم سے مولفۃ القلوب کا حصہ ختم ہو گیا۔
بعض نے کہا ہے ابتداءً میں جمعہ کا غسل واجب تھا۔ بعد میں یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔ تاہم نسخ کا قول نسخ کی تاریخ معلوم

ہوئے بغیر بعید ہے۔ بعض نے کہا جمعہ کا غسل کسی دور میں بھی واجب نہیں ہوا اور حدیث میں جو وجوب کا لفظ آیا ہے تو اس سے استحباب کی تاکید مراد ہے۔ اس توضیح کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ مذکورہ علت کے باوجود جمعہ کا غسل ہمیشہ مستحب ہی رہا۔ فرق صرف یہ ہوا کہ ابتداء میں اس غسل کی تاکید تھی۔ جب اس کی وجہ باقی نہ رہی تو صرف استحباب باقی رہ گیا۔ مگر پہلی وجہ زیادہ قوی ہے۔ اور بعض شارحین نے اس کی تصریح بھی کی ہے واللہ اعلم

بَابُ الْحَيْضِ

حیض کا باب

۱۔ لغت میں حیض کا معنی ہے بہنا۔ عرب کہتے ہیں حَاضِيَ الْوَادِي۔ یعنی وادی بہ پڑی۔ جب کس میں پانی بہ نکلتے حیض بھی اسی سے بنا ہے۔ اصلاح شرع میں حیض اس خون کا نام ہے جو بے علت ولادت عورت کے رحم سے خارج ہوتا ہے۔ اور جو خون بچے کی ولادت کے وقت خارج ہوتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں اور جو خون کسی بیماری کی وجہ سے رحم سے خارج ہو اسے غرن استحاضہ کہتے ہیں۔ لفظ حیض بھی بمعنی حیض آتا ہے۔ حیضہ بکسر حا بمعنی حیض کے وقت عورت کی حالت۔ اور حیضہ بمعنی ایک بار حیض آنا۔ علماء نے کہا ہے کہ خون حیض پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ زمانہ حمل میں یہ خون بچہ کی تربیت و پرورش کا ذریعہ اور حکمت الہی سے بچے کی غذا کا کام دیتا ہے۔ اسی وجہ سے زمانہ حمل میں عورت کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔ اور بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو جو خون رحم میں بچے کی غذا بناتھا وہ خون نفاس کی صورت میں بوقت ولادت خارج ہوتا ہے۔ اس کے بعد خون حیض بچے کے لیے دودھ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کو حیض کم آتا ہے۔ اور جب عورت نہ حاملہ ہوتی اور نہ بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے تو وہ خون ہر ماہ حیض کی صورت میں خارج ہوتا ہے۔ اکثر یہی ہے کہ ہر ماہ چھ یا سات روز یا اس سے کم زیادہ آتا ہے۔ جیسے جیسے عورتوں کا مزاج تقاضا کرتا ہے اس کے مطابق آتا ہے حیض کی ابتداء کا ذکر بھی حدیث میں آیا ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دی ہے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے حیض کا خون بنی اسرائیل کی عورتوں کو شروع ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے مرد عورتیں مسجدوں میں نماز کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اور آپس میں خلط ملط کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے لیے حیض کا عارضہ لایا کہ دیا اور عورتوں کو مسجدوں

عَلَيْهِنَّ -

اتنے میں حضور کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ پیش ہوا۔ آپ نے ان دونوں صحابیوں کی تلاش میں ایک آدمی بھیجا۔ وہ ان کو ساتھ لے کر آیا اور آپ نے ان دونوں کو دودھ پلایا۔ اس سے ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض نہیں ہوئے۔ (مسلم)

دُعا کا مسئلہ

۱۔ یعنی یہود کے رد میں۔

۲۔ یعنی ان کے جواب میں کہو کہ حیض میل اور پیدائی کی چیز ہے۔ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ اور عورت کے لیے تکلیف کی چیز ہے۔ یعنی حالت حیض میں ان کے قریب نہ جاؤ کی تفسیر میں اس کی مراد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

۳۔ یعنی جماع کے سوا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا میل جول سب کچھ کر سکتے ہو۔

۴۔ اُسید بضم ہمزہ وفتح سین بن حنیفہ بضم حاء مہملہ وفتح ضاد معجمہ۔

۵۔ عباد بفتح سین و تشدید یاء موحده۔ بشر باموحده و سکون ثین معجمہ کے ساتھ۔ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔

۶۔ یعنی حالت حیض میں عورت کے قریب جانے کے نقصانات، اس کی خرابیاں، اس سے پیدا ہونے والی بیماریاں بیان کرتے اور ان سے میل جول رکھنے پر طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

۷۔ لہذا ہم لوگ بھی اس حالت میں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور میل جول نہ کریں گے۔ بعض نسخوں میں اَخْلَا

نُجَا مَعَهُنَّ استفہامیہ صورت میں آیا ہے یعنی کیا ہم ان سے جماعت نہ کریں۔ اور بعض نسخوں میں نَلَا تَبْكَامَعَهُنَّ۔ بصیغہ نہی مخاطب آیا ہے یعنی اے مخاطب ان سے جماعت نہ کر۔

۸۔ یعنی جن دو صحابیوں نے یہ کلمہ کہا اور سو ادب کے مرکب ہوئے۔

۹۔ یعنی ان دونوں کے سامنے ایک شخص آیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ

پیش کیا۔

۱۰۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت و مہربانی کا اثر ظاہر ہو جائے۔ اور ان کی بے خبری دے علمی علم و دانش

سے تبدیل ہو جائے کہ دودھ اس کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں اور

۱۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَعْتَسِلُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے حالانکہ ہم

أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

دونوں جنبی ہوئے تھے اور آپ مجھے تہہ بند باندھنے کا حکم دیتے

إِنَّا وَوَاحِدٌ وَكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَأْمُرُنِي

فَاتَّزِرُ فَيْبًا شَرُّنِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ
يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَى وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسَلَهُ
وَأَنَا حَائِضٌ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

میں تہہ بند باندھ لیتی پھر آپ اپنا جسم میرے جسم سے لگاتے حالانکہ مجھے
حیض آ رہا ہوتا تھا۔ اور آپ اپنا سر مبارک میری طرف باہر نکالتے درگاہ
آپ آنکاف میں ہوتے تو میں آپ کا سر مبارک دھوتی۔ حالانکہ
میں حالت حیض میں ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ اس کی شرح باب مخالطہ بالجنب میں گزر چکی ہے۔

۲۔ فاترر۔ یعنی یہ کہ نیچے کے حصہ پر تہہ بند باندھوں۔ تو آپ کے فرمان کے مطابق میں باندھ لیتی۔ اتھر رہتا ہے
مشددہ قاعدہ صرف کے مطابق ہمزہ تا سے پہلے ہونا چاہیے۔ اور اس کی تحقیق شرح میں کر دی گئی ہے۔

۳۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تہہ بند کے نیچے حصہ بدن سے نفع اٹھانا حرام ہے اور تہہ بند کی حد فقہاء کے
نزدیک ناف سے زانو تک ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ رد دوسری احادیث
بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ گذشتہ حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت سے جماع کے علاوہ قسم کا نفع جائز ہے یہی امام احمد
امام ابو یوسف، امام محمد اور بعض شوافع رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ انہوں نے کہا کہ گویا آپ نے آخر الامر جماع کے علاوہ
ہر قسم کے نفع کی اجازت دے دی۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول میں احتیاط و پرہیز
پایا جاتا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا اس مسئلہ میں شافعیہ کے تین مذہب ہیں۔ صحیح تر مذہب یہ ہے کہ حرام ہے دوم یہ کہ
مکروہ تنزیہی ہے ان کا مختار مذہب یہی ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر انسان ضبط نفس، اپنے اوپر اعتماد یا صنف
شہوت یا قوت تقویٰ کے سبب جماع سے بچ سکتا ہے۔ تو اس کے لیے زیر ناف اور زانو کے اوپر کے حصے سے
بھی نفع اٹھانا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ یعنی مسجد سے میری طرف اور میں گھر میں ہوتی تھی۔

۵۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا اپنے جسم کے کچھ حصے کو مسجد سے باہر نکالنا جائز ہے نیز حائضہ عورت کے
جسم سے معتکف کے جسم کے کسی حصے کا لگ جانا درست ہے۔

انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔
میں ایک برتن سے منہ لگا کر پانی پیتی۔ حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔
پھر میں وہ برتن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ اس برتن سے اس جگہ
منہ رکھ کر پانی پیتے جہاں میرا منہ لگا ہوتا تھا اور میں ہڈی سے گوشت

۵۲ وَعَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا
حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاةً عَلَى مَوْضِعِ فِئَةٍ
فَيَشْرَبُ وَاتَّعَرَّقَ الْعَرَقُ وَأَنَا حَائِضٌ

ثُمَّ اَنَا وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَيَضَعُ فَاكُهُ عَلَى مَوْضِعٍ فِيَّ -

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

کھاتی تھی حالانکہ مجھے حیض آ رہا ہوتا تھا پھر میں وہ ہڈی نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کو دیتی۔ تو آپ اس ہڈی پر وہیں منہ رکھتے جہاں
میں نے رکھا ہوتا تھا۔ (مسلم)

۱۵۔ کوزے یا پیالے سے۔

۱۶۔ عرق بفتح عین وکون را بمعنی وہ ہڈی جس پر گوشت ہو۔ اور وہ ہڈی جس پر سے گوشت کھالیا گیا ہو۔

۱۷۔ صرف منہ رکھنے کا ذکر فرمایا حسنہ علیہ السلام کے کھانے کا ذکر فرمایا۔ گویا آپ کا مقصود یہی تھا کہ محبوب
کے منہ رکھنے کا ذکر کریں۔ نہ کہ گوشت کھانے کا۔ کیونکہ بعض دفعہ ہڈی پر گوشت ہی نہیں ہوتا۔ بخلاف پانی کے کہ وہ آپ
پینے کے لیے برتن میں آپ کے لیے چھوڑ دیتی تھیں۔

۱۸۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَبَّرُ فِي حَجَرِي وَاَنَا حَائِضٌ

ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگاتے تھے حالانکہ مجھے حیض آ رہا
ہوتا تھا۔ پھر آپ اسی حالت میں قرآن پاک پڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ حجر حاک کے فتح اور کسر کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے۔

۲۰۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارُ لِي بِنِي الْخُمْرَةِ مِنْ

السَّجِدِ فَقُلْتُ اِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ

حَيْضَتَكَ لَيْسَتْ فِي يَدَايْ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسجد سے مصلّا اٹھا کر
دے۔ میں نے عرض کیا مجھے تو حیض آ رہا ہے۔ فرمایا تیرا

حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (مسلم)

۲۱۔ غمرہ بضم غاء مجھے وکون میم ورا بمعنی وہ چھوٹا مصلّا جس پر صرف ایک آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور مسجد سے
اٹھانے کی کیفیت و صورت یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد سے باہر کھڑی ہوئیں اور ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلّا
اٹھا لیا۔

۲۲۔ وَعَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي

مِرْطٍ بَعْضُهُ عَلَى وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ وَاَنَا

حَائِضٌ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حضرت مایمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پشت میں ایک کتادہ گودڑی میں نماز ادا کرتے تھے اس کا
کچھ حصہ میرے اوپر ہوتا تھا اور کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حالانکہ
میں حالت حیض میں ہوتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

۱۵۔ مِرْط بکسریم و سکون را بمعنی پشیم یا کھدر کی لمبی اور کشادہ گودری۔

۱۶۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ حائضہ عورت کے تمام اعضاء پاک ہوتے ہیں۔ ورنہ اس کیٹریے میں نماز جائز نہیں ہوتی جس کا کچھ حصہ نمازی پر ہوا در کچھ نجاست پر ہو۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۱۰۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالِدَارِ قُتَيْبٌ وَفِي رَوَايَتِهِمَا فَصَدَقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَكِيمٍ الْأَثَرُ عَنْ أَبِي تَيْمِيمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغرض مجاہت حیض والی عورت کے پاس آئے یا اور عورت کے پاس آئے کہ اس کی جائے پاخانہ میں جماع کرے۔ یا کاهن کے پاس آئے تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کا انکار کیا۔ اسے ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ دارمی کی روایت میں ہے پس اس نے اس کے قول کو سچا مانا تو وہ کافر ہو گیا اور ترمذی نے کہا ہم اس حدیث کو نہیں جانتے مگر حکیم الاثرم عن ابی تیمیمہ عن ابی ہریرہ سے۔

۱۷۔ یعنی آزاد عورت ہو یا لونڈی۔

۱۸۔ نجومی کاهن کے حکم میں ہے یعنی جو کاهن یا نجومی کے پاس پوچھنے کے لیے آیا۔ کاهن کے معنی کی تحقیق کتاب طب درقی کے باب الکہانتہ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۹۔ یعنی جو کچھ اس کاهن یا نجومی نے کہا وہ اسے سچ جانے۔ اور یہ اعتقاد کرے کہ سچ کہہ رہا ہے۔

۲۰۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کاهن یا نجومی کے پاس آنے کو حلال اور جائز جانے تو پھر کفر اپنے ظاہری معنی پر ہی محمول ہو گا مگر ایسا نہ ہو تو پھر کفر سے کفران نعمت (ناشکری) مراد ہوگی۔ بہر حال اس عبارت سے مقصود ان برے کاموں کا مرتکب ہونے سے سختی سے ڈانٹا اور منع کرنا ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ نے شرح کتاب میں کہا عورت کی جائے پاخانہ میں جماع کرنے سے کافر نہ ہوگا۔ چاہے وہ اس کی منکوہہ بیوی ہو یا لونڈی۔ بلکہ کفر سے کفران نعمت مراد ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ اس فعل شیخ کی ممانعت بالکل مشہور بات ہے۔ تاہم اس فعل کے حرام ہونے پر اجماع نہیں ہے۔ چہ جائے کہ اسے ضروریات دین سے قرار دیا جائے۔ اور ایسی غیر اجماعی چیز کو حلال سمجھنے سے انسان کافر نہیں ہوتا پھر یہ

حدیث بھی ضعیف ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر کہتے ہیں۔ انتہی۔

اس بیان کے مطابق اجنبی عورت کی جائے پاخانہ میں جماع کرنا شنیع تر، سخت تر اور بدتر ہوگا۔ مگر لوگوں کے ساتھ ایسا نفل کرنا نہایت ہی شنیع اور بُرا ہے۔ کہ اس فعل کو حلال جاننا بلاشبہ موجب کفر ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی خباثت نہیں ہے۔

۵۵۔ ترمذی نے اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس حدیث کو حکیم الافہم کی روایت کے سوا نہیں جانتے۔ اس نے یہ حدیث ابو تمیمہ سے اور اس نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا اس حدیث کا معنی دراصل ان افعال کی مذمت کرنا ہے۔ اور ترمذی نے یہ بھی کہا کہ اس حدیث کو بخاری نے اس کے اسناد کی وجہ سے ضعیف کہا اور ابو تمیمہ الجہمی کا نام طریف بن خالد ہے۔ انتہی۔ اور تقریب میں کہا یہ حدیث حکیم اثرم بصری سے مروی ہے۔ اس شخص میں لین (کمزوری) پائی جاتی ہے۔ یہ شخص طبقہ سادہ میں شمار ہوتا ہے۔ میزان الاعتدال میں کہا۔ لیس بہ بائیں اس ابو تمیمہ میں کوئی خدشہ کی بات نہیں ہے۔ کاشف میں کہا طریف بن خالد نے اس کی توثیق کی ہے۔ ۹۷ برس کی عمر میں وفات پائی۔ تہذیب میں کہا کہ یحییٰ بن معین نے کہا ابو تمیمہ ثقہ ہے۔ اور بخاری نے کہا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ثقہ ہے۔

۵۷۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَجِلُّ لِي مِنْ أَمْرٍ آتَى وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مَا فَوْقَ الْإِذَا رِ وَالْتَعَفْتُ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ۔ رَوَاهُ رِزِينٌ وَقَالَ مُحْيِي السُّنَنِ: إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِقَوِيٍّ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میرے لیے میری عورت سے کیا چیز حلال ہے جبکہ وہ حالت حیض میں ہو۔ فرمایا تہ بند سے اور پرہیز حلال ہے اور اس سے بھی بچنا بہت فضیلت کی چیز ہے ماسے رزین نے روایت کیا اور امام محی السنہ نے کہا اس کا اسناد قوی نہیں۔

۱۔ یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب مہذب کی تائید کرتی ہے۔

۵۸۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا

۱۔ اس خدشہ کی بنا پر کہ اس حالت میں جماع ہی نہ کر بیٹھے۔ جو صریحاً حرام ہے اور حضور علیہ السلام اس خطرے سے محفوظ تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ
بِاهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ
دِينَارٍ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَدَوَالِ النَّسَائِي
وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَهَ -

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

اے ترجمہ ہمارے ملک ہندوستان کے مطابق ایک روپیہ اور اس کا آٹھواں حصہ بنتا ہے۔ بعض نے ایک دینار
کہا ہے۔ بعض نے کہا ایک گردن آزاد کرے۔ علماء نے یہ بھی کہا ابتداء خون کے وقت جماع کرنے پر ایک دینار خون کے آخری
ایام میں نصف دینار۔ یاد دوران خون میں پورا دینار، اور بندہ ہونے پر غسل سے قبل نصف دینار صدقہ کرے۔ اور بعض نے گردن
آزاد کرنا کہا۔ علامہ طیبی نے کہا اکثر اس پر ہیں کہ اس کا کفارہ استغفار ہے اور بس۔ امام شافعی اور اصحاب ابو حنیفہ رحمہم اللہ
تعالیٰ اس پر ہیں۔

۹۰. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اِذَا كَانَ دَمًا أَحْمَرَ فَدِينَارٌ وَاِذَا
كَانَ دَمًا أَصْفَرَ فَنِصْفُ دِينَارٍ - رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ -

انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اپنے فرمایا جب خون کی رنگت سرخ
ہو تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر حالت حیض میں اس وقت جماع
کیا جب کہ خون کا رنگ زرد تھا تو نصف دینار صدقہ کرے (ترمذی)

اے۔ یہ اس قول کے موافق ہے جو بعض سے منقول ہے کہ ابتداء مئے خون کے وقت ایک دینار اور آخر کے وقت
نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آغاز حیض کے وقت خون کا رنگ زرد ہو۔ کہا گیا ہے کہ حالت حیض میں جماع
کرنے پر کفارے کا مسئلہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ بعض اہل علم کا قول ہے۔ امام احمد اور اسحاق
اسی کے قائل ہیں۔ ابن مبارک کہتے ہیں اپنے رب سے استغفار کرے۔ اس پر کفارہ وغیرہ کچھ نہیں۔ بعض تابعین سے
بھی یہی منقول ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ابراہیم نخعی انہیں میں سے ہیں۔

الفصل الثالث

تمیزی فضل

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا بے شک ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
میری عورت سے میرے لیے کیا چیز حلال ہے جب کہ وہ حالت

۱۰. عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا
سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ مَا يَحِلُّ لِي مِنْ أُمْرَاتِي وَهِيَ

حَائِضٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَشُدُّ عَلَيْهَا إِذَا رَمَاهَا ثُمَّ شَأْنُكَ بِأَعْلَاهَا
دَوَاكُمَا لِكُ وَالْتَدَارِجِي مُرْسَلًا۔
حیض میں ہو۔ آپ نے اسے فرمایا اس کا تہ بند خوب
مضبوطی سے باندھو پھر اس کے اوپر کے حصے کے
ساتھ جو چاہے کر یا اسے مالک اور دائی نے سرسار روایت کیا۔

۱۵۔ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور اس کا برتاو العین سے ہیں۔ امام زین العابدین
علی بن الحسین رضی اللہ عنہ آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتے۔ اور ان سے حدیث سنتے۔ ان کے باقی حالات دوسری جگہ مذکور
ہوئے ہیں۔ یہ حدیث میں ارسال کرتے تھے۔

۱۶۔ یعنی تہ بند سے اوپر سب مباح ہے۔ اور تہ بند کے نیچے جو کچھ ہے حرام ہے۔ جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

۱۱۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ إِذَا احْضَتُ
نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيرِ فَلَمْ
نَقْرُبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَلَمْ نَذْنُ مِنْهُ حَتَّى نَطْهَرُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں جب
مجھے حیض شروع ہوتا تو میں بستر سے چٹائی پر اتر آئی
اور ہم (بیویاں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ جاتیں
اور پاک ہونے تک آپ کے قریب نہ جاتیں۔

(البوداد)

(دَوَاكُ أَبُو دَاوُدَ)

۱۷۔ اس حدیث کا ظاہر معنی بعض ان احادیث کے منافی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج
مطہرات کے ساتھ حالت حیض میں میل جول پر دلالت کرتی ہیں۔ محدثین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں
ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے ادب و احترام کی کیفیت کا بیان ہے۔ کہ وہ خود آپ
سے ملنے جلنے اور آپ کے ساتھ بیٹھنے کی جرات نہ کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ خود ان کو اپنے پاس طلب
فرماتے تو وہ آپ کے پاس جاتیں بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث مباشرت و مخالطت کی احادیث سے منسوخ ہے۔ اس
کے بعد جانا چاہیے کہ لفظ تقرب اکثر نسخوں میں نون کے ساتھ آیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے تقریر کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ
البوداد کے تمام اصلی نسخوں میں نون کے ساتھ ہے۔ بعض نے فَلَہُ يَقْرُبُ یا کے ساتھ بھی روایت کیا ہے یعنی حضور
علیہ السلام ان کے نزدیک نہ آتے تھے۔ یا یہ لفظ قربان بمعنی جماع سے مشتق ہے۔ واللہ اعلم۔



بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ

استحاضہ والی عورت کا باب

مستحاضہ اس عورت کو کہتے ہیں جسے خون آتا ہو۔ مگر حیض اور نفاس کا خون نہ ہو بلکہ ایک رگ سے آتا ہو۔ جسے عاذل کہتے ہیں۔ اور جو الفاظ بھی لفظ استحاضہ سے مشتق ہیں مجہول استعمال ہوتے ہیں۔ بعض اور الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جو ہمیشہ مجہول ہی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے جنون سے جن۔ اغما سے انخی۔ ان کا یہ استعمال سماعی ہے۔ مستحاضہ عورت کا حکم معذور کا حکم ہے۔ جیسے سلسل البول والوں اور دوسرے معذور لوگوں کا حکم ہے۔ مستحاضہ عورت کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ نماز پڑھے، روزہ رکھے۔ اس کے ساتھ جماع کرنا حرام نہیں۔ اس کے احکام کی تفصیل احادیث میں آ رہی ہے۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں فاطمہ بنت حبیشؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا۔ یا رسول اللہ میں ایک ایسی عورت ہوں جسے خون استحاضہ آتا ہے۔ میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ آپؐ فرمایا نہ وہ ایک رگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں ہے۔ جب حیض کے دن ہوں تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو اپنے اوپر سے خون دھوا اور نماز ادا کر۔

(بخاری و مسلم)

۱۱۲ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي جُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادْعُمُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَ لَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَوْتَ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

۱۔ حبیش بھنم جائے ہملہ وفتح بائے موحده وکون یا ئے تخانیہ اور شین محجمہ کے ساتھ۔
۲۔ کہ مجھے ہمیشہ یہ خون جاری رہتا ہے۔ اور میں کسی وقت پاک نہیں ہوتی۔

۵۳۔ کہ وہ رگوں میں سے ایک رگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں جو رحم سے آتا ہے۔ اور حیض میں چونکہ ہر ماہ میں کچھ دن صرف ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ حرج اور مشقت کے پیش نظر نماز و روزہ معاف ہے۔ اور چونکہ نماز قضا کرنے میں مشقت و حرج ہے۔ روزہ قضا کرنے میں مشقت نہیں اس لیے روزہ قضا کرے نماز قضا نہ کرے۔ اس کے بعد اپنے قول مبارک سے استحاضہ کا حکم بیان فرمایا۔

۵۴۔ اور خون حیض میں عورت کی عادت مقرر ہو تو پھر وہی عادت کے ایام اس کے حیض کے دن ہوں گے۔ اور اگر اسے پہلی بار حیض آنا شروع ہوا ہے تو پھر اس کے حیض کی انتہائی مدت دس دن ہے۔ یہ ہمارے مذہب میں ہے۔ دوسرے ائمہ کے نزدیک مبتدیہ (جسے ابھی حیض آنا شروع ہوا ہو) میں چھان دین سے کام لیں گے۔ اور خون گاڑھا اور سیاہ ہو تو وہ حیض ہے۔ اگر اس طرح نہ ہو تو استحاضہ ہے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ اور جب کہ چھان دین ایک شکل اسر ہے تو اکثر مدت حیض کو ترجیح دی گئی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے حیض میں اس کی عادت معلوم و مقرر تھی۔ واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

۱۳۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي جُبَيْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ تَسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ لِأَخْرَفْتَوْصِيَّ وَصَلِّي فَإِنَّمَا هُوَ عَرَقٌ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَدَوَالِ السَّائِي

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فاطمہ بنت حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ اس عورت کو استحاضہ کا مرض تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جب حیض کا خون ہو تو وہ سیاہ ہوتا ہے جس کی پہچان ہو جاتی ہے۔ جب یہ خون آ رہا ہو تو نماز سے رک جالیا کر۔ اور جب دوسرا خون ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ لیا کر۔ کہ وہ ایک رگ کا خون ہے۔ رحم کا خون نہیں جو حیض کہلاتا ہے۔ ابوداؤد و نسائی۔

۱۵۔ آپ بلند مرتبہ تابعی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے بھائی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

۱۶۔ یعنی غالب و اکثر یہ ہے کہ خون حیض سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔

۱۷۔ جیسا کہ معذور کے لیے شرع کا حکم ہے۔

۱۴۷ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنْ أُمْرَأَةً كَانَتْ تَهْرَاقُ الدَّمَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَتَنْتَظُرُ عِدَّةَ الْيَالِي وَالْآيَامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ مِنْهَا مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا فَلَتَتَرُكِ الصَّلَاةَ قَدَرُ ذَلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَفَتْ ذَلِكَ فَلَتَغْتَسِلَ ثُمَّ لَتَسْتَفْرِ بِثَوْبٍ ثُمَّ لَتُصَلِّ - رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بہت زیادہ خون استحاضہ آتا تھا۔ اس کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دریافت کیا آپ نے فرمایا وہ مہینے کے ان دنوں اور راتوں کے شمارہ کا خیال نہ رکھے جن میں اسے مرض استحاضہ لاحق ہوئے سے پہلے حیض آیا کرتا تھا۔ چاہیئے کہ اتنے دن اور راتیں نماز ترک کر دے اور جب وہ عرصہ گزر جائے تو غسل کرے پھر شرمگاہ پر ٹاکی باندھ دے اور نماز پڑھے۔

اسے مالک، ابو داؤد، دارمی نے روایت کیا اور نسائی نے دوسرے لفظوں کے ساتھ روایت کیا۔

۱۔ تہراق بضم تاء وفتح را۔ اس لفظ کی تحقیق شرح (عربی) میں کر دی گئی ہے۔

۲۔ لَتَسْتَفْرِ یہ لفظ ثفر سے بنا ہے اس کا معنی ہے وہ ٹاکی یا گدی جو خون روکنے کے لیے عورت اپنی شرمگاہ پر باندھتی ہے۔

۳۔ اور ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرے جیسا کہ معذور کے لیے حکم ہے اور مستحاضہ عورت کے لیے مسجد میں داخل ہونا۔ اس میں اعتکاف کرنا اور مسجد الحرام کا طواف وغیرہ کرنا جائز ہے۔

۱۴۸ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ جَدُّ عَدِيِّ بْنِ أَبِي دِينَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَدْرُكُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْدَانِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ

عدی بن ثابت سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے حیض کے ایام میں جن میں اسے حیض آیا کرتا تھا، نماز چھوڑ دے۔ پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے اور روزے رکھے اور

صَلَاةٌ وَتَصَوُّمٌ وَتُصَلِّيَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ناظر پڑھے۔

وَابْنُ دَاوُدَ۔

ترمذی والبوداؤد۔

۱۔ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے عدی کے دادا کے نام کی تعیین کرتے ہوئے کہا اس کا نام دنیا رہے۔ اور عدی بن ثابت تابعی ثقہ ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا۔ کوفہ میں شیعہ کی مسجد کا امام اور ان کا داعی تھا ابن معین نے کہا حد سے بڑھا ہوا شیعہ ہے۔ دارقطنی نے کہا عالی رافضی ہے۔ مگر ثقہ اور صدوق ہے۔ ۱۱۶ھ میں فوت ہوا۔

۱۱۶ وَعَنْ حُمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ كُنْتُ

حضرت حُمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سے روایت ہے فرماتی

أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَاتَتْهُ

میں مجھے بہت زیادہ اور شدید استحاضہ آتا تھا۔ میں نبی اکرم

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَفْتَيْتُهُ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا فتویٰ دریافت کرنے

وَأُخْبِرُهُ فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ

اور آپ کو خبر دینے کے لیے آئی۔ میں نے آپ کو اپنی ہمیشہ

بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُسْتَحَاضُ

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر پایا۔ میں نے

حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا

کہا یا رسول اللہ مجھے تو بہت اور شدید استحاضہ آتا ہے۔

قَدْ مَنَعْتَنِي الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ قَالَ أُنْعِتْ

آپ مجھے اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں۔ اس نے تو

لَكَ الْكُرْسُفَ فَإِنَّهُ يَذْهَبُ الدَّمُ

مجھے نماز روزے سے روک دیا ہے۔ فرمایا اس کے لیے میں

قَالَتْ هُوَا كَثْرَمِنْ ذَلِكَ قَالَ فَتَلْجِئِي

تجھے روئی کی گدی بتاتا ہوں۔ وہ خون کو روک رکھے گی۔

قَالَتْ هُوَا كَثْرَمِنْ ذَلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِي

حمہ نے کہا وہ اس سے زیادہ ہے۔ فرمایا شرمگاہ پر کپڑے

ثَوْبًا قَالَتْ هُوَا كَثْرَمِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَتُجِّمُ

کی لگام باندھ۔ حمہ نے کہا وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ وہ

تَتَّبِعَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو مجھ سے زوردار بادش کی طرح خارج ہوتا ہے۔ نبی اکرم

سَامُرِيٍّ بِأَمْرَيْنِ إِلَيْهِمَا صَنَعْتَ اجْزَاءَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کے لیے ابھی تجھے دو چیزیں

عَنْكَ مِنَ الْآخِرَيْنِ قَوِيَّتَ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ

بتاتا ہوں۔ ان میں سے جو کر لے گی وہ دوسری کے لیے کفایت

أَعْلَمُ قَالَ لَهَا إِنَّمَا هَذِهِ رُكُضَةٌ مِنْ

کرے گی۔ اور اگر دونوں کرے تو تو بہتر جانتی ہے اور اس

رُكُضَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحِيضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ

سے فرمایا بیشک یہ شیطانی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف ہے

أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللَّهِ ثُمَّ اغْتَسِلِي

تجھے اللہ کے علم کے مطابق چھ یا سات دن حیض کے شمار کرنے

حَتَّى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكَ قَدْ طَهَرْتَ وَاسْتَقْبَلَتْ

چاہئیں۔ پھر غسل کر۔ یہاں تک کہ جب تو دیکھے کہ تو پاک اور خوب

فَصَلَّى ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ
 لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُومَهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يُعْزِلُكَ
 وَكَذَلِكَ فَافْعَلْ كُلَّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ
 وَكَمَا يَطْهَرْنَ مِنْ مِثْقَاتٍ حَيْضِهِنَّ وَطَهْرُ
 هُنَّ وَإِنْ قَوِيَتْ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِينَ الظُّهْرَ
 وَتُعَجِّلِينَ الْعَصْرَ وَتَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ
 بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِينَ
 الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ
 وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ فَافْعَلْ
 وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلْ وَصُومُ
 إِنْ قَدَرْتَ عَلَى ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا أَعْجَبُ
 الْأَمْرِينِ إِلَيَّ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَدَاوُدُ التَّيْمِيُّ

صاف ستھری ہو گئی ہے تو پھر بیس یا چوبیس رات نماز پڑھ ان
 کے دنوں سمیت۔ اور روزے رکھ۔ بیشک یہ تیرے لیے کفایت
 کرے گا۔ اور اسی طرح ہر مہینے کی کر جس طرح حیض اور طہر کے
 دنوں میں عورتیں حیض کے دن گزارتی اور پھر پاک ہوتی ہیں
 اور استحاضہ کے ایام میں اگر تجھ میں طاقت و ہمت ہو کہ نماز
 ظہر کو مؤخر کرے اور عصر میں جلدی کرے۔ پھر غسل کرے اور
 ظہر و عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھے۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر
 کرے اور عشاء میں جلدی کرے۔ پھر غسل کرے دونوں نمازیں
 اکٹھی پڑھے تو ایسا کرے۔ اور اگر تجھے طاقت ہو کہ فجر کی نماز
 کے لیے غسل کرے تو ایسا کرے۔ اور روزے رکھ اگر تجھے
 ہمت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک
 دونوں میں سے یہ کام زیادہ اچھا ہے۔

احمد، ابو داؤد، ترمذی۔

۱۵۔ حبش جم مفتوحہ کی تقدیم اور حائے مہملہ ساکنہ کے ساتھ حضرت حُمنۃ بنت حبش رضی اللہ عنہا ام المؤمنین
 حضرت زینب حبش رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب وہ (جنگ
 احد میں) شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

عہ حُمنۃ حائے مہملہ کے نفع اور سکون میم کے ساتھ

۱۶۔ کُرف رُوئی کا ٹکڑا بضم کاف دسین جس سے تو اپنی شرمگاہ کو پر کرے۔

۱۷۔ کہ وہ شرمگاہ کے باہر کے حصہ تک خون کے آنے کو روکتا ہے۔ اور جب تک کہ فرج ظاہر تک خون
 نہ پہنچے حیض اور استحاضہ کا حکم جاری نہیں ہوتا۔

۱۸۔ یعنی یہ علت و بیماری جو تجھے لاحق ہے یا یہ خبط و حیرت جس میں تو مبتلا ہے، نہیں ہے مگر شیطان کے فساد
 برپا کرنے اور اس کے ضرر و تکلیف پہنچانے اور اس کی تلبیس و گڑبڑ کرنے کے باعث۔ تاکہ وہ تیرے دین، تیری
 طہارت و عمارت میں خلل اندازی کرے۔ رکض کا اصل معنی ہے کسی کو پاؤں سے ٹھوکر مارنا اور ایڑی لگا کر گھوڑے

کو دوڑانے پر آمادہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو انسان کے بدن میں تصرف کرنے کی بھی طاقت دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کو کئی بدنی بیماریوں میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتا ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دو چیزیں بیان فرمائیں۔

۵۵۔ یعنی چھ یا سات دن حیض کے احکام کا التزام کر کہ جماع، نماز، روزے سے دور رہنا اپنی عادت کے مطابق جو تیری پہلے سے تھی۔ اس بارے میں ان عورتوں سے موافقت کر جو عمر ارشتے اور ہائش میں تیری طرح اور تیرے ساتھ شریک ہیں۔ یا ستہ ایام اور سبقتہ ایام میں لفظ ادا کا مطلب ہے کہ آپ نے اسے دو عددوں میں سے کسی ایک عدد کے اختیار کرنے کی اجازت دی۔ کیونکہ یہ دو عدد ہی عادت کے لحاظ سے عورتوں میں غالب و مشہور ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ ادا شک کے لیے ہو۔ اور حضور علیہ السلام نے ان دو عددوں میں سے ایک کا ذکر کیا ہو۔ اور یہ جو فرمایا فی علم اللہ یعنی اللہ کے علم میں۔ تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان عددوں میں سے ایک عدد کی جانب تیرا رجوع کرنا اس میں شامل اور درج ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے تجھے بتلایا ہے یا اس میں داخل ہے جو اس نے لوگوں کو بتلایا اور ان کے لیے شرع قرار دیا ہے۔ اور اگر لفظ ادا شک کے لیے ہو تو پھر یہ لادنی کا قول کا ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ کا عدد بیان کیا یا سات کا۔

۵۶۔ یعنی ایام مذکورہ کے گزر جانے سے تجھے پاک ہونے کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

۵۷۔ تیس دن رات نمازیں ادا کر جب کہ تو حیض کے سات دن شمار کرے۔

۵۸۔ جو بیس دن رات اگر حیض کے چھ دن شمار کرے۔

۵۹۔ یعنی اسی طرح ہر ماہ چھ یا سات دن اپنے آپ کو حائضہ شمار کر اور اپنے اوپر حیض کے احکام جاری کر پھر

تیس یا چوبیس دن نماز روزہ کر۔

۶۰۔ یعنی پھر آپ نے دان فوریٰ کے الفاظ سے دوسری چیز بیان فرمائی جس کا اسے اختیار دیا تھا۔

۶۱۔ نماز ظہر و مغرب کے موخر کرنے کا آپ نے اسے جو حکم دیا اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کا وقت

گزرنے کے بعد ان کو ادا کرے یعنی ظہر کو وقت عصر میں اور مغرب کو وقت عشاء میں ادا کرے جس طرح مسافر امام

شافعی رحمۃ اللہ کے مذہب کے مطابق جمع تاخیر کرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ طیبی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا احتمال

یہ ہے کہ ظہر کو اس کے آخر وقت تک جو عصر کے وقت سے متصل ہے موخر کرے اور مغرب کو اس کے آخر وقت

تک جو عشاء سے متصل ہے موخر کرے یہ دوسرا احتمال حنیفہ کی تاویل کے مطابق ہے۔ اسے جمع صدوری کہتے ہیں۔

جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔ آگے آنے والی حدیث کا ظاہر ترجمہ بھی حنفیہ کی تاویل کے مطابق ہے تو احتمال ثانی کا خلاصہ یہ ہوا کہ مستحاضہ عورت ہر روز تین بار غسل کرے ایک ظہر و عصر کے لیے۔ دوسرا مغرب و عشاء کے لیے اور تیسرا نماز فجر کے لیے۔ دوسری صودت یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے غسل کرے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول وان قویۃ علی ان توخر بین الظہر الی آخرہ میں اس جانب اشارہ کیا۔ کیونکہ اس عبارت سے اس کے لیے نماز کے وقت وضو کرنے سے عاجز ہونا سمجھا آتا ہے اور یہ امیر المؤمنین حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود، ابن زبیر اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب ہے طیبی نے کہا یہ مذہب فقہ کے زیادہ مشابہہ اور زیادہ لائق ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں جمع کرنے کا ہے اور یہ مذہب اس حدیث کے ساتھ زیادہ مشابہہ ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ہر نماز کے وقت غسل کرنے کی نسبت زیادہ آسانی اور سہولت ہے۔ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھذا اعجب الامرین الی۔ یعنی یہ غسل (دو نمازوں کے لیے ایک غسل) دوسرے امر (ہر نماز کے لیے غسل) کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جس چیز میں امت کے لیے آسانی اور سہولت ہوتی تھی آپ اسے اختیار کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ مَا خَيْرَ بَيْنِ الْأَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتِمًا رَأَيْتَهُمَا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار کرتے تھے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۰۱. عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ
أَبِي جُبَيْشٍ اسْتَحِيضَتْ مُنْذُ كَذَا وَ
كَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا
مِنَ الشَّيْطَانِ لِتَجْلِسُ فِي مَرْكَبٍ فَإِذَا
رَأَتْ صَفَارَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ بے شک
فاطمہ بنت ابی جبیش کو اتنے عرصہ (امت و زمانہ) سے خون مستحاضہ
آ رہا ہے۔ اس عاصی کے باعث اس نے نماز نہیں پڑھی۔
آپ نے بطور تعجب فرمایا سبحان اللہ۔ یہ (بیماری) شیطان
کی طرف سے ہے۔ یہ شیطان کی ضرر رسانیوں میں سے ضرر پہنچانے
والی ایک چیز ہے۔ اسے چاہیے کہ پانی سے بھرے

لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَغْتَسِلُ
لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا وَ
تَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَاحِدًا أَوْ تَوَضَّأُ
فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
قَالَ رَوَى مُبَاهِدٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُلُّ أَمَرَهَا أَنْ
تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ -

ہوئے ایک بڑے ٹب میں بیٹھے۔ جب پانی کے اوپر
زروی دیکھے تو نماز ظہر و عصر کے لیے ایک غسل کرے۔ اور
مغرب و عشا کے لیے ایک غسل کرے اور نماز فجر کے لیے ایک
غسل کرے۔ اور ان غسلوں کے درمیان وضو کرے۔ اسے
ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور کہا مجاہد نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ جب اس عورت کے لیے ہر نماز کے لیے
غسل کرنا دشوار ہو گیا تو آپ نے اسے دو نمازوں کے

اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔

۱۷۔ عُمَیْسُ بْنُ لُحَیْمٍ دَفَعَ مِمْ - آپ اسماء بنت عمیس صحابیہ ہیں۔ نہایت خوبصورت عقلمند اور نیک و صالح خاتون
تھیں۔ اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان سے حضرت
جعفر کے ہاں حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت محمد و عون رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ کی جانب
ہجرت کی۔ جب حضرت جعفر شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو اپنے نکاح میں لائے۔ ان سے
آپ کے ہاں حضرت محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو ان سے حضرت
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔
آپ حضرت فاطمہ زہرا اور حبلہ اہل بیت کے خادین، مجین اور مخلصین میں سے تھیں۔ ان سے صحابہ کرام کی ایک جماعت
جیسے عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
۱۸۔ مَرَّ كُنْ بِكُرْمٍ دَسُونِ رَادْفِجْ كَانْ بِمَعْنَى بَرِطْبِجْ حَسْبِ مِیْ غَسْلِ كَے لیے پانی رکھا جاتا ہے۔

۱۹۔ یہ آخر وقت ظہر کی علامت ہے۔ کیونکہ ظہر کے آخر وقت میں سورج کی شعاع کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے
بلکہ ابتدائے وقت زوال سے ہی اس کے رنگ میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ظاہر محسوس نہیں ہوتی۔ تاہم آخر
وقت ظہر کی زروی وہ زروی نہیں جو آخر وقت عصر میں رونما ہوتی ہے۔ اور جس میں اس دن کی نماز عصر ادا کرنا مکروہ ہوتا ہے
یہاں مقصود یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت ہو جائے۔

۲۰۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں گزرا۔

۲۱۔ یعنی ظہر و عصر کے لیے غسل کی صورت میں اور مغرب و عشا کے لیے غسل کی صورت میں اس کی جگہ وضو کرے۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح میں ایسا ہی کہا ہے جو اشی میں لکھا ہے کہ اس وضو سے ان نوافل کے لیے وضو مراد ہے جو ان ادقات کے درمیان ادا کیے جائیں۔ یعنی اگر یہ عورت چاہے تو وضو کر کے نفل ادا کرے۔

۵۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں اکٹھی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے کتاب الطہارۃ تمام ہوئی۔ واللہ الحمد مولف رحمۃ اللہ نے اس کے متصل بعد کتاب الصلوٰۃ کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نگاہِ فیض و عنایت سے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کے اردو ترجمہ کی جلد اول اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بندہ ناچیز کے سہو و نیلان اور خطا و زلل سے درگزر فرمائے۔ نیز صحیح و مقبول ترجمہ و مطالب بیان کرنے کی توفیق اور اس کام کی تکمیل کی سعادت عطا فرمائے۔ اور اسے مسلمانوں کے لیے نافع اور مترجم غفرلہ کے لیے ذریعہ نجات و ذخیرہ آخرت بنائے۔ قارئین سے التماس ہے کہ اس میں کوئی غلطی دیکھیں تو مترجم غفرلہ کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اس کی درستی کی جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد والہ الطیبین واصحابہ الطاہرین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

محمد سعید احمد نقشبندی مجددی غفرلہ

خطیب امام جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

پاکستان

۲۶ ربیع الاول شریف ۱۴۰۱ھ / ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء بروز پیر

کاتب: محمد داؤد خوش نویس حضرت کیلیا نوالہ، ضلع گوجرانوالہ

قطعة تالیح طباعت

اشعة المعات مترجم اردو

نتیجہ فکر :-

جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا میرا علی مہرو ماہ لاہور و رکن پاکستان سنی رائٹرز گلڈ
(رجسٹرڈ)

ہے "اشعہ لمعات" وہ اک مرتع
کہ ہر حرف جس کا دُرِ بے بہا ہے

معنف ہیں شیخ عبد حق اس کے الحق
کہوں کیا کہ یہ مشعل حق منسا ہے

مترجم جناب سعید اس کے ہیں کیا
ہر اک اہل ایمان کا یہ مدعا ہے

گہرائی علم و حکم کا یہ مخزن
تجلایں انوارِ رشد و ہدٰی ہے

ضرورت تھی اس دورِ ابتر میں اس کی
ہوا بابِ علم حدیث آج وا ہے

فدا کمدے بے روئے انکار اس کا
سن طبع "لمعاتِ نورِ خدا" ہے

۱۴۰۱ھ

